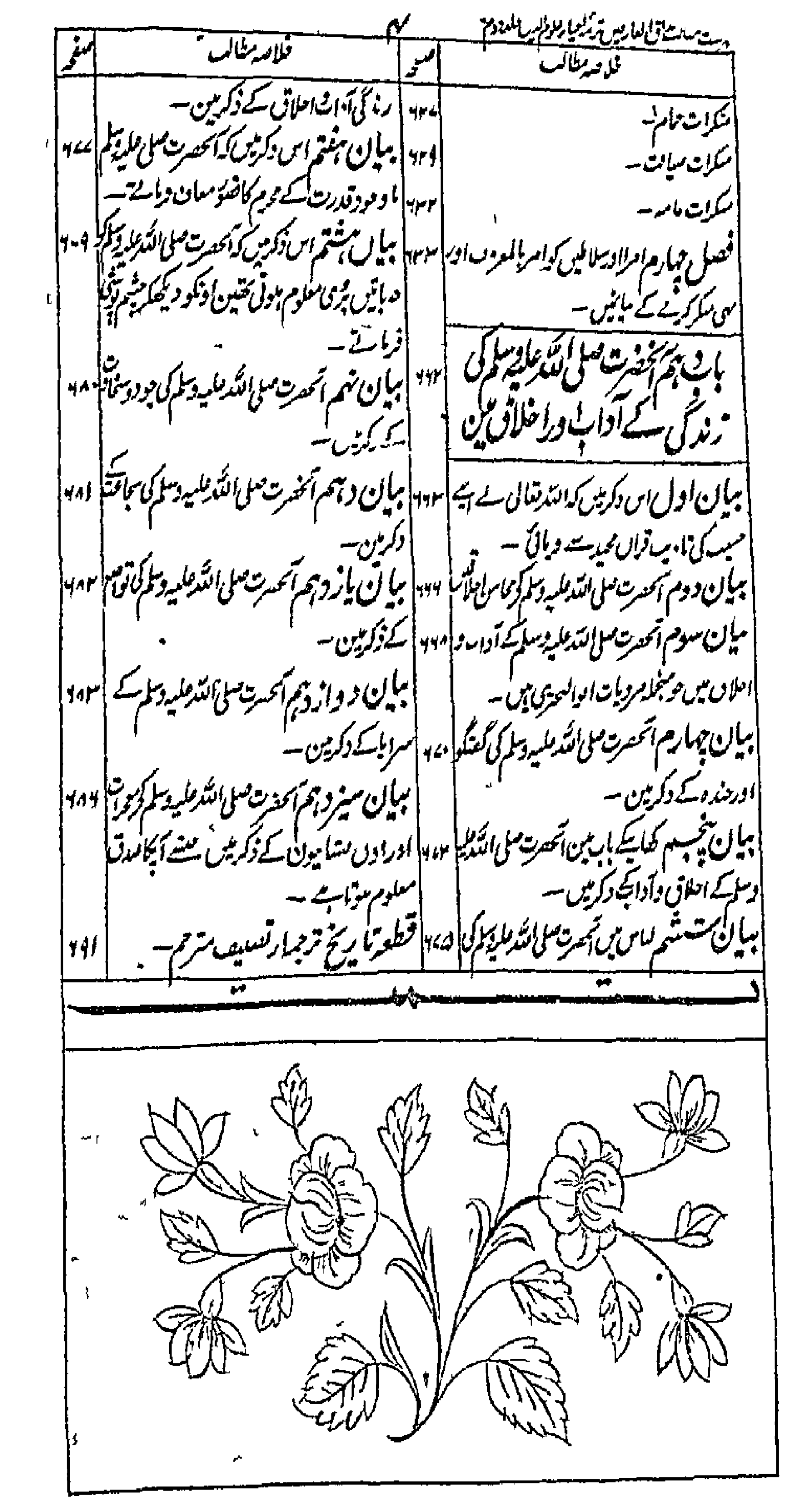
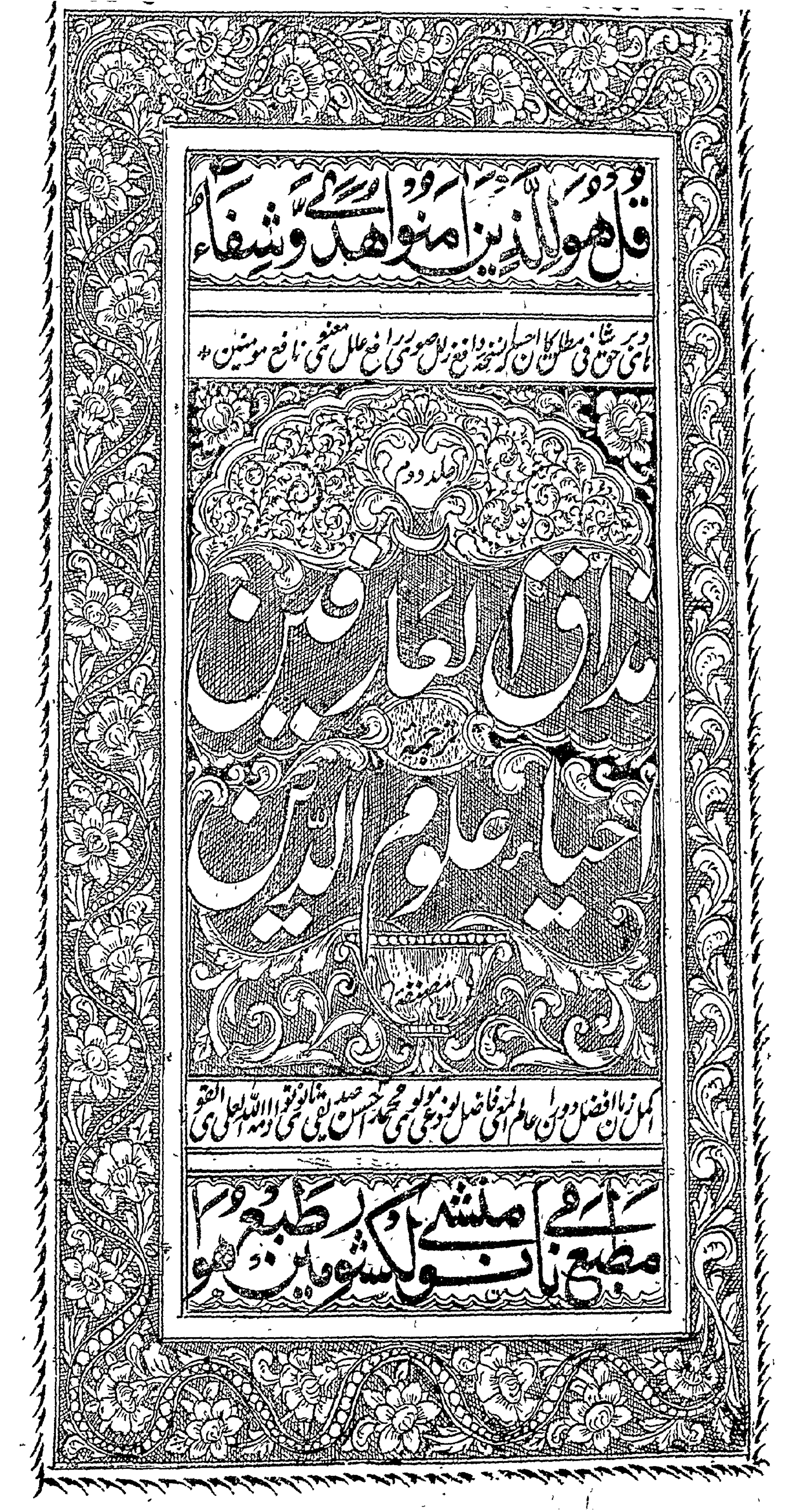
خلاصہ مطالب	صفحہ




قل ھو للذین آمنوا ھدی وشفاء
ہادی حق شناسی مسلک کمال احسان رشحہ وافیہ زلال صوری رافع علل معنوی نافع مومنین
جلد دوم
مذاق العارفین
ترجمہ
احیاء علوم الدین
مصنفہ
اکمل زمان افضل دوران عالم ربانی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ العلی القوی
مطبع منشی نولکشور لکھنؤ طبع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

یا الٰہی نظر لطف سے تو کر مقبول
جلد اول کا ہوا ترجمہ جسطرح سے ختم

احسن خستہ جو در پہ ترے مانگے ہے دعا
ویسے ہی ترجمہ ہو جلد دوم کا پورا

ترجمہ دیباچہ

سب تعریفین اوس خدا کو ہین جسنے اچھی طرح کائنات کو انتظام دیا اور زمین اور آسمان کو پیدا کیا اور ابر بہاری سے شیرین پانی برسایا پھر اوس سے غلہ اور سبزہ اگایا اور رزقون اور غذاؤن کو اندازے سے رکھکر ماکولات سے حیوانون کی قوتون کی حفاظت کی اور حلال غذا کھانے سے طاعات اور نیک اعمال پر اعانت فرمائی - اور درود و سلام بے انتہا سالار انبیا صاحب معجزات علیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اوسکی آل مجتبیٰ اور اصحاب ائمہ ھدی پر اسطرح نازل ہو کہ جون جون اوقات گذرتے جاوین اور ساعات ایک دوسرے کے پیچھے آوین اوسیقدر درود و سلام بے شمار ان سب کو شامل ہو - بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ اہل عقل کا مقصود یہ ہے کہ جنت مین دیدار الٰہی سے مشرف ہون اور دیدار الٰہی تک پہونچنے کی کوئی سبیل بجز علم اور عمل کے نہین اور ان دونون پر مداومت کرنی بدون بدن کی سلامتی کے غیر ممکن ہے اور بدن کی سلامتی اچھی طرح جب ہوتی ہے کہ غذا اور کھانا بھوک کے وقت حاجت کے موافق کھاتے رہین اور اسی وجہ سے کسی اگلے نیک بخت کا قول ہے کہ کھانا بھی دین مین سے ہے -

اور پروردگار عالم نے بھی اس مضمون پر آگاہ کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا۔ پس جو شخص کھانے پر اس غرض سے جرات کرے کہ اوسکے باعث علم وعمل پر مدد اور تقویٰ پر قدرت حاصل ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس کو بیکار اور مہمل نہ رکھے اور اپنے نفس کو غذا مین اسطرح نہ چھوڑ دے جیسے چوپائے چراگاہ مین چھوٹے رہتے ہین کیونکہ جو غذا دین کا ذریعہ ہے اوسمین دین کے انوار ظاہر ہونے چاہیئن اور دین کے انوار اوسکی سنتین اور آداب ہین جنکی مہار مین بندہ ناتھا جاتا ہے اور متقی کو اونکا لگام دیا جاتا تاکہ کھانے کی بھوک کو شریعت کی میزان سے تولکر کھانے پر اقدام کرین یا اوس سے ہاتھ کھینچین اور اس وجہ سے گناہ کو بھی اپنے اوپر سے ٹالین اور ثواب بھی حاصل کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی کو ثواب دیا جاتا ہے یہان تک کہ لقمہ مین جسکو اپنے منہ کی طرف اوٹھاوے خواہ اپنی بی بی کے منہ کی طرف لیجاوے۔ اور یہ ثواب اوس صورت مین ہے کہ لقمہ کا اوٹھانا دین کی وجہ سے اور دین ہی کے واسطے ہو اور اوسکے آداب اور وظائف کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی نظر سے ہم کھانے کے فرائض اور سنتین اور مستحبات اور مروات اور ہیئتین بتائے دیتے ہین

پہلا باب کھانے کے آداب مین اور اس مین چار فصلین اور ایک خاتمہ ہے

رباعی

گر کیسا ہی پیدا کرو طاعت مین کمال	دن رات رہے ذکر و عبادت کا خیال
کچھ فائدہ احسن نہوا اس محنت سے	کھانے کے لیے اگر نہو مال حلال۔

واضح ہو کہ کھانیکی چار صورتین ہین ایک یہ کہ تنہا کھاوے دوسرے یہ کہ مجمع کے ساتھ کھاوے تیسرے یہ کہ کھانا اپنے ملنے والون کے سامنے لاکر رکھے چوتھے یہ کہ دعوت اور مہمانی وغیرہ کی خصوصیت ہو جاوے ہمین لحاظ انکو چار فصلون مین لکھا جاتا ہے۔

پہلی فصل

اون آداب کے بیان مین جو تنہا کھانے والے کو ضرور ہین ایسے آداب تین طرح کے ہین کچھ کھانے سے پیشتر ہوتے ہین اور کچھ کھانے کے اثنا مین اور کچھ کھانے کے بعد ان تینون کو ہم تین بیانون مین لکھتے ہین

بیان اول

اون آداب کے ذکر مین جو کھانے سے پیشتر ملحوظ ہونے چاہیئن وہ سات باتین ہین **اول** یہ کہ کھانا بذات خود حلال ہونے کے بعد کمائی کی جہت سے بھی پاک اور طیب ہو اور طریق سنت اور پرہیزگاری کے موافق ہو کسی ایسی وجہ سے حاصل نہوا ہو

جو شریعت مین بری ہو اور نہ خواہش نفس کے بموجب اور دین کے مذہب سے پیدا ہوا ہو بلکہ جسطرح باب حلال اور حرام میں طیب مطلق کا ذکر کیا جاویگا اوسطرح کا کھانا ہو۔ اور اللہ تعالی نے طیب غذا کھانے کا حکم فرمایا ہے جو مال حلال ہے اور باطل طور پر کھانے کو قتل کی ممانعت سے پیشتر منع فرمایا تاکہ مال حرام کو نہایت بُرا اور حلال کو بہت بُرا جانا جاوے چنانچہ ارشاد فرمایا یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ غرض کہ کھانے مین اصل یہی ہے کہ طیب ہو اور یہ امر دینی کے فرائض اور اصول مین ہے۔ دوم ہاتھون کا دھونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْوُضُوْءُ قَبْلَ الطَّعَامِ یَنْفِی الْفَقْرَ وَبَعْدَهٗ یَنْفِی اللَّمَمَ اور ایک روایت مین یون ہے کہ ہاتھون کا دھونا کھانے سے پہلے اور پیچھے مفلسی کو دور کرتا ہے۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ کاروبار کرنے سے ہاتھون پر کچھ نہ کچھ لگا رہتا ہے اسلیے اوسکا دھو لینا لطافت کے شایان ہے۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ کھانا دین پر مدد حاصل کرنیکے ارادہ سے عبادت ہے تو مناسب ہے کہ اسکے پیشتر بھی کوئی بات ایسی ہی ہو جیسے نماز سے پیشتر طہارت ہے سوم یہ کہ کھانے کو اوس دسترخوان پر رکھے جو زمین پر بچھا ہو کہ یہ فعل بہ نسبت دسترخوان کے اونچا کرنیکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے قریب تر ہے کہ آپ کا دستور تھا کہ جب کھانا آپ کے سامنے آتا تو اوسکو زمین پر رکھتے۔ غرض کہ یہ صورت فروتنی کے قریب تر ہے اگر یہ نہو سکے تو دسترخوان پر رکھے جسکو سفرہ کہتے ہیں اور اوسپر رکھنے سے یہ غرض ہے کہ اوس سے سفر یاد آتا ہے اور سفر سے سفر آخرت اور زاد تقوی کی یاد ہوتی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کبھی خوان پر اور کشتی مین نہین کھایا اون سے کسی نے پوچھا کہ پھر کس چیز پر تم کھانا کھایا کرتے تھے فرمایا کہ دسترخوان پر۔ اور بعض کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار چیزین نئی پیدا ہوئی ہین ایک اونچے خوان دوسری چھلنیان تیسرے اشنان چوتھے شکم سیری۔ اور واضح رہے کہ ہم نے اگرچہ یہ کہا ہے کہ کھانا کھانا دسترخوانون پر بہتر ہے مگر ہم یہ نہین کہتے کہ اونچے دسترخوان پر کھانا مکروہ یا حرام ہے کیونکہ اس باب مین ممانعت ثابت نہیں۔ اور یہ جو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ایجاد ہوا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک نو ایجاد بدعت کی ممانعت نہین ہے بلکہ ممانعت اوسی بدعت کی ہے جسکے مقابل کوئی سنت قائم ہو اور با وجود کسی امر شریعت کے

موجود رہنے کے اس امر کو دور کر دے بلکہ بعض احوال مین جب اسباب بدل جاوین تب
کا ایجاد واجب ہو جاتا ہے اور اونچے دسترخوان مین صرف اتنا ہی ہے کہ کھانے کو زمین
سے بلند کیا جاتا ہے تاکہ کھانے مین آسانی ہو اور اس جیسے امور ایسے ہین کہ اون مین
کراہت نہین چنانچہ وہ چار چیزین جو نو ایجاد و بدعت ہین وہ سب یکسان نہین اون مین
اشنان بہتر ہے کہ نظافت پائی جاتی ہے اسلیے کہ ہاتھون کا دھونا لطافت کے لیے ہے
اور اشنان سے نظافت اچھی طرح ہوتی ہے اور اول زمانے کے لوگ جو اوسکا استعمال نکرتے
تھے تو غالباً اس جہت سے ہوگا کہ اونکو اسکی عادت نتھی یا ملتا نہوگا یا نظافت مین مبالغہ
کرنے کی نسبت کہ زیادہ تر اہم کامون مین مشغول رہتے تھے کہ بعض اوقات ہاتھ بھی
نہ دھوتے تھے اور رومال کی جگہ پانون کے تلوون سے صاف کر لیتے تھے اور یہ امر ہاتھ
دھونے کا مانع نہین اور چھاننے سے غرض غذا کا صاف کرنا ہے اور یہ بھی مباح ہے
بشرطیکہ زیادہ آسایش طلبی کی نوبت نہ پہونچے۔ اور اونچا دسترخوان کھانے کی آسانی کے
لیے ہے اسمین اگر نوبت تکبر اور شیخی کی نہو تو مباح ہے۔ باقی رہا پیٹ بھرنا یہ ان چارون مین
سخت تر بدعت ہے کہ اس سے بڑی بڑی شہوتین پیدا ہوتی ہین اور بدن مین رگون کو
جنبش ہوتی ہے اسلیے ان چارون مین فرق معلوم کر لینا ضرور ہے چہارم یہ کہ ابتدا مین
دسترخوان پر جسطرح بیٹھے آخر تک اوسی بیٹھک پر بیٹھا رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض
اوقات دو زانو ہو کر اپنے دونو پانون کی پشت پر بیٹھتے اور کھانا تناول فرماتے اور کبھی
دہنی ٹانگ کھڑی کر لیتے اور بائین پانون پر بیٹھتے اور فرماتے کہ مین تکیہ لگا کر نہین کھاتا
مین تو ایک بندہ ہون اسی طرح کھاتا ہون جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے ہی بیٹھتا ہون
جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ اور تکیہ لگا کر پانی پینا معدہ کو بھی مضر ہے اور کھانا کھانا لیٹ کر
اور تکیہ لگا کر مکروہ ہے مگر چنے وغیرہ جو نقل کے طور کھاتے ہین اونکو اسطرح کھانا مکروہ نہین
چنانچہ مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چت لیٹ کر کاک کو ڈھال پر رکھکر کھایا ہے
اور کہتے ہین کہ پیٹ کے بل لیٹ کر کھایا ہے اور عرب کے لوگ کبھی ایسا کرتے ہین پنجم یہ کہ
غذا کھانے مین یہ نیت کرے کہ اوس سے طاعت الٰہی مین قدرت حاصل ہوگی تاکہ اسکے
کھانے مین بھی اطاعت کا مضمون بنا رہے اور کھانے مین نیت لذت اور آرام طلبی کی
نکرے۔ ابراہیم بن شیبان کا قول ہے کہ مین نے اسی برس سے کوئی چیز اپنی خواہش کے

سبب سے نہیں کھائی اور اس نیت کے ساتھ ہی کم غذا کھانے کا بھی ارادہ کرے اسلیے کہ
جب غذا کھانے مین نیت عبادت پر قوت ہونیکی ہوگی تو نیت اوسی وقت سچی ہوگی کہ شکم سیری
سے کمتر کھاوے کیونکہ شکم سیری تو عبادت کی مانع ہے اوس سے قوت عبادت مین ہوتی
اسی وجہ سے اس نیت کو لازم ہے کہ شہوت کو توڑے اور بہت کی نسبت کہ تھوڑے پر
قناعت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ماملأ آدمی وعاءً شرًا من بطنہ حسب
ابن آدم لقیمات یقمن صلبہ فان لم یفعل فثلث طعام وثلث شراب وثلث للنفس اور نیت مذکورہ مین
یہ ضرور ہے کہ ہاتھ کھانے پر اوسی وقت بڑھاوے کہ جب بھوکا ہو یعنی بھوک کا ہونا ان
باتون مین سے ہووے جو کھانے سے پیشتر ہونی چاہیین پھر شکم کے سیر ہونے سے پیشتر
کھانے سے ہاتھ کھینچ لے اور جو شخص ایسا کریگا وہ طبیب کا محتاج نہوگا اور کم کھانے کے
فوائد اور رفتہ رفتہ غذا کم کرنے کی کیفیت جلد سوم کے باب کسر شہوت طعام مین آویگی —
ششم یہ کہ جو رزق موجود ہو اوسپر راضی ہو اور مزہ داری اور زیادہ طلبی اور سالن کے
انتظار مین ہمت نہ اوٹھاوے بلکہ روٹی کی تعظیم یہی ہے کہ اوسکے ہوتے ہوئے سالن کا
انتظار نہو حالانکہ حکم بھی روٹی کی تعظیم کا حدیث مین آچکا ہے غرضکہ جو کھانا ایسا ہو کہ اوس
جان بنی رہے اور عبادت پر قوت حاصل ہو اوسمین بہت برکت ہے اوسکو حقیر نجانا چاہیے
بلکہ روٹی کے سامنے نماز کا انتظار بھی نہ کیا جاوے گو نماز کا وقت ہو جاوے بشرطیکہ وقت
مین گنجایش ہو آنحضرت نے فرمایا ہے اذا حضر العشاء والعشاء فابدؤا بالعشاء اور حضرت
ابن عمر رضہ بعض اوقات امام کی قرأت کی آواز سنتے اور اپنے رات کے کھانے سے نہ اوٹھتے —
اور جس صورت مین کہ نفس کو زیادہ رغبت کھانے کی نہو اور دیر کر کھانے مین کچھ نقصان بھی
نہو تو بہتر یہی ہے کہ نماز کو پیشتر ادا کیا جاوے مگر جس صورت مین کہ کھانا آگیا ہو اور نماز کی تکبیر
ہو جاوے اور دیر کر کھانے سے کھانا ٹھنڈا ہو جاویگا یا اور کچھ تردد اوسمین ہو تو پہلے
کھا لینا مستحب ہے بشرطیکہ وقت مین گنجایش ہو خواہ نفس کو رغبت ہو یا نہو کیونکہ حدیث عام
ہے اوسمین قید رغبت وغیرہ کی نہین اور ایک وجہ یہ ہے کہ دل کو رکھے ہوئے کھانے
کی طرف کچھ نہ کچھ دھیان ہوتا ہے گو بھوک غالب نہو — ہفتم یہ کہ کھانے پر بہت سے ہاتھ
ہونے مین کوشش کرے گو اپنے زن و فرزند ہی ہون — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین اجتمعوا علی طعامکم یبارک لکم فیہ اور حضرت انس رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت

کھاناوے جسپر بہت ہاتھ ہووین۔

دوسرا بیان۔ اون آداب کے ذکر مین جو عین کھانے کی حالت مین ہونے چاہیین
وہ یہ ہین کہ بسم اللہ کھانے کے شروع مین اور الحمد للہ اوسکے آخر مین کہے اور اگر ہر لقمہ کے
ساتھ بسم اللہ کہے تو بہتر ہے تاکہ کھانے کی حرص خدا تعالی کے ذکر سے نہ بھلادے۔
اور اول لقمہ پر بسم اللہ کہے اور دوسرے پر بسم اللہ الرحمن اور تیسرے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم
اور پکار کر کہے تاکہ دوسرے کو یاد آجاوے۔ اور دہنے ہاتھ سے کھاوے۔ اور نمک سے شروع
کرے اور اوسی پر ختم کرے۔ اور لقمہ چھوٹا لیکر خوب چباوے اور جب تک اوسکو نگل نجاوے
تب تک دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھاوے کہ یہ جلد کھانے مین داخل ہے۔ اور کسی
کھانے کی مذمت نکرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [ح۲] کسی کھانے مین عیب نہ لگاتے تھے
بلکہ یہ دستور تھا کہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھالیا ورنہ چھوڑ دیا اور میوہ کے سوا اور کھانے مین
اوسی طرف سے کھاوے [ح۳] جو اپنے قریب ہو مگر میوے مین اور طرف سے بھی ہاتھ ڈالنے کا مضائقہ
نہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے [ح۴] کہ اوس طرف سے کھاؤ جو تمھارے قریب ہے
مگر آپ میوہ پر اپنا دست مبارک اور طرف سے بھی ڈالتے لوگون نے اس باب مین آپ کی
خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ میوہ سب ایک طرح کا نہین۔ اور پیالہ کے گرد سے
نہ کھاوے اور نہ کھانے کے درمیان سے مثلاً روٹی کا بیچ کھالے اور کنارہ چھوڑ دے
بلکہ مع کنارہ روٹی کو کھاوے۔ اور اگر روٹی کم ہو تو ٹکڑا توڑ لے لیکن چھوری سے نہ کاٹے
اور نہ گوشت کو چھوری سے کاٹے کہ حدیث [ح۵] مین اس سے ممانعت ہے اور حکم ہے کہ دانت
سے گوشت کو جدا کرو۔ اور روٹی پر پیالہ وغیرہ نہ رکھے اور اگر سالن رکھے تو مضائقہ نہین
[ح۶] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روٹی کی تعظیم کرو کہ خدا تعالی نے اوسکو آسمان
کی برکتون سے اوتارا ہے۔ [ح۷] اور روٹی سے ہاتھ نہ پونچھے کہ بے ادبی ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم مین سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو اوسکو اوٹھالے
اور جو کچھ اوسپر لگ گیا ہو اوسکو دور کردے اور اوس لقمہ کو شیطان کے لیے پڑا نہ رہنے دے
اور جب تک کھانے کے بعد اونگلیان نہ چاٹ لے تب تک رومال سے ہاتھ نہ پونچھے
کیونکہ کیا معلوم کہ برکت کس کھانے مین ہے اور گرم کھانے مین پھونک نہ مارے کہ

اسکی ممانعت ہے بلکہ اتنا صبر کرے کہ اوسکا کھانا حاصل ہو جاوے اور غربا طاق کھاوے
سات یا گیارہ یا اکیس یا جتنے کھانے جاویں اور طاق مین ہر بار اور گٹھلی اکٹھی نکرے اور
نہ ہات مین جمع کرے بلکہ گٹھلی کو منہ سے نکالکر ہتھیلی کی پشت پر رکھے پھر ڈالدے اور
جن چیزون مین گٹھلی یا آخور ہو سب کا یہی حال ہے۔ اور جس کھانے کی چیز کو برا سمجھے
اوسکو پیالہ مین نہ چھوڑے بلکہ پھوک کے ساتھ رکھدے تاکہ کسی دوسرے کو جو ہو کا نہو
اور وہ نہ کھا جاوے۔ اور بین کھانا کھانے مین پانی بہت نہ پیوے لیکن جس صورت
مین کہ گلے مین ٹکڑا پھنسے یا پیاس سچی ہو کہ بعض لوگون نے ارشاد فرمایا ہے کہ طب مین
یہ مستحب ہے اور معدہ کا استحکام اس سے ہوتا ہے۔ اور پانی پینے کے آداب یہ ہین
کہ آبخورے کو دہنے ہات مین لے اور بسم اللہ کہکر پیوے اور چوسنے کی طرح یعنی تیلے گھونٹ
سے آہستہ آہستہ پیوے بڑے بڑے گھونٹ لیکے جلد نہ پیوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ پانی کو چوس کر پیو بڑے گھونٹون سے پیا پے مت پیو کہ اس سے جگر کی بیماری
ہوتی ہے اور کھڑے ہو کر اور لیٹ کر پانی نہ پیوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے اور یہ جو مروی ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی
پیا ہے تو شاید کسی عذر سے ہوگا اور آبخورہ کے نیچے کا لحاظ رکھے کہ پانی اوپر نہ ٹپکے۔
اور پینے سے پیشتر آبخورہ مین دیکھلے کہ کوئی مضر چیز نہو اور پانی پیتے مین ڈکار اور
سانس نہ لے بلکہ اوسوقت آبخورہ کو منہ سے علیحدہ کر دے اور الحمد للہ کہے اور پھر بسم اللہ
کہکر منہ سے لگا دے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پینے کے بعد یہ کلمات
فرمائے ہین اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا
اور آبخورہ کا جب دو بہت سے لوگون مین ہو تو دہنی طرف کو ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایکبار دودہ پیا اور حضرت ابوبکر رض آپکے بائین جانب تھے اور ایک اعرابی
دہنی جانب اور حضرت عمر رض ایک طرف کو تھے حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ حضرت
ابوبکر رض کو دیجیے آپ نے اعرابی کو مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ دہنا مستحق ہے پھر جو اوسکے
دہنی طرف ہو۔ اور پانی تین سانسون مین پیوے سبکے آخر مین الحمد للہ کہے اور سبسے
پہلے بسم اللہ اور بہتر یہ ہے کہ بسم اللہ کہکر شروع کرے اور جب اول سانس لے تو الحمد للہ
کہے اور دوسری سانس مین الحمد للہ رب العالمین اور تیسری مین الحمد للہ رب العالمین

الرحمن الرحیم کہے- غرض کہ کھانے اور پینے کی حالت مین یہ بیس آداب کہ قریب ہین
جن پر اخبار اور آثار دلالت کرتے ہین-

تیسرا بیان- اون آداب کے کھانے کے بعد مین مستحب ہین- اور وہ یہ ہین کہ شکم سیری سے
پیشتر ہاتھ روک لے اور اپنی اونگلیان چاٹ کر رومال سے پونچھے پھر ہاتھ دھووے
اور دسترخوان پر سے ریزے چنکر کھاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو
شخص گرا ہوا کھانا دسترخوان پر سے کھاوے وہ وسعت مین زندگی کریگا اور اوسکی
اولاد تندرست رہیگی- اور خلال کرے اور خلال کے ساتھ جو کچھ دانتون مین سے نکلے
اوسکو نگل نجاوے بلکہ پھینکدے ہان زبان کی نوک پر جو دانتون کی جڑون مین سے کچھ
آجاوے اوسکے کھاجانے کا مضائقہ نہین- اور بعد خلال کے کلی کرے کہ اس باب
مین اہل بیت علیہم السلام سے ایک قول مروی ہے- اور پیالہ کو چاٹے اور اوسکا
پانی پی جاوے اور کہتے ہین کہ جو کوئی پیالہ چاٹے اور اوسکا دھوون پی لے اوسکو
ایک بردہ کے آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور کھانے کے ریزون کا چننا حوران جنت
کا مہر ہے- اور دل مین خداتعالی کا شکر اس کھانا کھلانے پر کرے یعنی اوسکی
نعمت جانے اور مشکور ہو کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کُلُوا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ وَاشْکُرُوا لِلّٰہِ
اور جب غذاے حلال کھاوے تو یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ
البرکات اللہم اطعمنا طیبا واستعملنا صالحا اور اگر شبہہ کی غذا کھاوے تو یون پڑھنا چاہیے-
الحمد للہ علی کل حال اللہم لا تجعلہ قوۃ لنا علی معصیتک اور کھانیکے بعد قل ہو اللہ احد اور لایلاف
قریش پڑھے اور دسترخوان پر سے نہ اوٹھے جب تک کہ اول دسترخوان نہ بڑھا لیا جاوے
اور اگر دوسرے شخص کا کھانا کھاوے تو اوسکے لیے دعا مانگے اللہم اکثر خیرہ وبارک لہ
فیما رزقتہ ویسر لہ ان یفعل فیہ خیرا وقنعہ بما اعطیتہ واجعلنا وایاہ من الشاکرین اور
کسی کے یہان روزہ افطار کرے تو یون کہے افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ
اور جب شبہہ کا مال کھاجاوے تو چاہیے کہ بہت سا استغفار اور غم کرے تاکہ آنسوؤن اور
غم کے پانی سے اوس آگ کی گرمی فرو ہوجاوے جو ایسا مال کھانے سے پیش ہوگی
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کل لحم نبت من حرام فالنار اولی بہ اور
جو شخص کھاکر گریہ کرے اوسکا حال اوس شخص کا سا نہین کہ کھاوے اور کھیلے یعنی

اپنے عمل پر نادم ہوتا ہے ۔ اور اگر دودھ پیوے تو کہے اللّٰھم بارک لنا فیما رزقتنا
وزدنا منہ اور دودھ کے سوا اور چیز کھاوے تو زدنا منہ کی جگہ وارزقنا خیرا منہ کہے کیونکہ
یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ ہی کے لیے خاص کر دی ہے اسلیے کہ اوسکا
نفع عام ہے ۔ اور کھانے کے بعد یہ کہنا بھی مستحب ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ
کَفَانَا وَاٰوَانَا سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا یَا کَافِیًا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ وَلَا یَکْفِیْ مِنْہُ شَیْءٌ اَطْعَمْتَ مِنْ جُوْعٍ وَاٰمَنْتَ
مِنْ خَوْفٍ فَلَکَ الْحَمْدُ اٰوَیْتَ مِنْ یُتْمٍ وَهَدَیْتَ مِنْ ضَلَالَةٍ وَاَغْنَیْتَ مِنْ عَیْلَةٍ فَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا
کَثِیْرًا دَائِمًا طَیِّبًا نَافِعًا مُبَارَکًا فِیْہِ کَمَا اَنْتَ اَهْلُہٗ وَمُسْتَحِقُّہٗ اَللّٰھُمَّ اَطْعَمْتَنَا طَیِّبًا فَاسْتَعْمِلْنَا
صَالِحًا وَاجْعَلْہُ عَوْنًا لَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ وَنَعُوْذُ بِکَ اَنْ نَسْتَعِیْنَ بِہٖ عَلٰی مَعْصِیَتِکَ اور اشنان سے ہاتھ دھونے
کی کیفیت یہ ہے کہ اشنان کو بائین ہاتھ مین لیوے اور پہلے اپنے دہنے ہاتھ کی
تین اونگلیان دھووے اور اونکو خشک اشنان پر لگا دے اور اوس سے اپنے ہونٹھ
پونچھے پھر اونگلی سے اچھی طرح منہ دھووے اور داتون کو اوپر نیچے سے اور زبان اور تالو
کو انگلی سے ملے پھر پانی سے انگلیان دھو ڈالے اور باقی اشنان خشک اپنی اونگلیون کے
اوپر نیچے مل لے اور اب دوبارہ منہ کے ملنے اور دھونے کی حاجت نہین ۔

دوسری فصل اون آداب کے ذکر مین جو مجمع مین دوسرون کے شریک ہو کر کھانے سے
زائد ہو جاتے ہین اور وہ سات چیزین ہین **اول** یہ کہ جس صورت مین کوئی شخص مجمع
مین عمر کی زیادتی یا کثرت فضیلت کی جہت سے تقدیم کا مستحق ہو تو اپنے آپ اول شروع
نہ کرے لیکن جب خود پیشوا اور مقتدا ہو تو جب کھانے والے جمع ہو چکین اور مستعد ہو جاوین
تو اونکو زیادہ انتظار مین نہ رکھے **دوم** یہ کہ کھانے کے وقت خاموش نہ رہین کہ یہ مجوسیون
کی عادت ہے بلکہ عمدہ گفتگو اور کھانے کے باب مین صلحا کی حکایتین وغیرہ کہتے رہین ۔
سوم ۔ یہ کہ پیالہ مین اپنے رفیق کے ساتھ نرمی برتے یعنی یہ قصد نہ کرے کہ جسقدر وہ کھاوے
اوس سے زیادہ کھا جاوے کیونکہ جس صورت مین کھانا مشترک ہو اور رفیق کی مرضی نہو
کہ دوسرا زیادہ کھالے تو پھر زیادہ کھا جانا حرام ہے بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے ساتھی کو اپنے
اوپر ترجیح دیوے اور ایک بار مین دو خرمانہ کھاوے لیکن اگر سب ایسا ہی کرین یا اوسکو
پوچھکر کھاوے تو مضائقہ نہین ۔ اور اگر رفیق کمتر کھاوے تو اوسکو کھانے کی ترغیب
دیوے اور کہے کہ اور کھاؤ اور تین مرتبہ سے زیادہ نہ کہے ورنہ اصرار اور افراط مین

داخل ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جب کسی امر کے لیے تین بار کہا جاتا تھا
تو تیسری دفعہ کے بعد اور کچھ سوال نہ کرتے تھے او آپ کا دستور تھا کہ تقریر کو تین بار فرمایا
کرتے تھے غرض کہ تین بار سے زیادہ کہنا مستحب نہین اور کھلانے کے لیے قسم دینے کی ممانعت
ہے چنانچہ حضرت امام حسن رضہ نے فرمایا ہے کہ کھانا اس بات سے سہل زیادہ ہے کہ اوپر
قسم دیجاوے۔ چہارم یہ کہ ایسی طرح کھاوے کہ رفیق کو یہ کہنے کی ضرورت نہو کہ کھاؤ بعض
ادبا فرماتے ہین کہ کھانیوالون مین بہتر وہ ہے جس کے ساتھی کو ضرورت پڑے کہ کھانے
کے باب مین اوسکا جو یار ہے اور ساتھ والے سے مشقت کہنے کی اوٹھاوے اور یہ بھی
نچاہیے کہ دوسرے کے اپنی طرف دیکھنے سے جسکی خواہش ہو اوس چیز کو چھوڑ دے کہ یہ
ایک طرح کا تکلف ہی بلکہ مجمع مین وہی چال اختیار کرے جسکی تنہائی مین عادت ہو اس لیے
ضرور ہے کہ تنہائی مین بھی ایسے آداب کا عادی ہو کہ مجمع مین تکلف کا محتاج نہووے
ہان اگر غذا مجمع مین اسلیے کم کھاوے کہ اور بھائی زیادہ کھاوین یا اونکو کھانے کی
حاجت جانکر ترس کرے اور کم کھاوے تو بہتر ہے اسی طرح اگر اور لوگون کے ساتھ
دینے کی نیت سے اور اونکو کھانے کی رغبت زیادہ ہونیکے ارادہ سے زائد کھالیوے
تو کچھ مضائقہ نہین بلکہ اچھا ہے۔ حضرت ابن مبارک رح کا دستور تھا کہ عمدہ خرما اپنے
یارون کے سامنے رکھتے جاتے اور فرماتے کہ جو زیادہ کھاویگا اوسکو ہر گٹھلی پیچھے ایک
درم دونگا پھر گٹھلیان گنتے جسکی گٹھلیان جتنی زیادہ ہوتین اوسکو اوتنے ہی درم دیتے
اور یہ امر حیا کے دور کرنے کو اور انبساط مین خوب سرور حاصل کرنے کو کرتے تھے۔ اور
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرے یارون مین سے سب سے زیادہ
مجکو وہ اچھا اور محبوب ہے جو سب مین زیادہ کھاوے اور بڑے بڑے لقمے لے۔ اور
سب سے بھاری مجپر وہ شخص ہے کہ کھانیکے باب مین مجکو اس بات کی ضرورت ڈالے
کہ اوسکا خبرگیران رہون اور یہ سب باتین اسی پر اشارہ کرتی ہین کہ اپنی عادت کی موافق
کام کرے اور بناوٹ کو چھوڑ دے۔ اور یہ بھی اونہین کا ارشاد ہے کہ آدمی کی محبت
دوسرے شخص سے اچھی طرح جب معلوم ہوتی ہے کہ جب اوسکے گھر جاکر اچھی طرح کھانا
کھاوے۔ پنجم۔ یہ کہ ہاتھون کے طشت مین دھونے کا کچھ مضائقہ نہین اور اگر تنہا
کھاوے تو اوسمین تھوکنے کا اختیار ہے مگر مجمع مین ایسا نہ کرنا چاہیے۔ اور جب

کوئی شخص طشت کو اوسکے سامنے تعظیم کی جہت سے کر دے تو قبول کرے حضرت انس ابن مالک اور ثابت بنانی رحمہ ایک بار ایک کہانے پر اکٹھے ہوئے جب طشت ہاتھہ دھونے کے لیے آیا تو حضرت انس رضہ نے حضرت ثابت رضہ کی طرف کو کر دیا وہ ہاتھہ دھونے سے رکے حضرت انس رضہ نے فرمایا کہ جب تمہارا بھائی تمہاری تعظیم کرے تو اوسکو منظور کرو اور انکار مت کرو کیونکہ تعظیم اللہ تعالی کرانا ہے- اور مروی ہے کہ ہارون رشید نے ابو معاویہ نابینا کی دعوت کی اور اونکے ہاتہ خود دھلائے جب ہاتہ دھلا چکے تو کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہاتھہ کس نے دھلائے اونھون نے کہا کہ نہین کہا کہ امیر المومنین نے ہاتھہ دھولائے اونھوں نے فرمایا کہ اے امیر المومنین تم نے علم کی تعظیم و توقیر کی خدا تعالی تمہاری بھی ایسی ہی تعظیم و توقیر کرے جیسے تمنے علم اور اہل علم کا اکرام کیا- اور اگر طشت مین چند شخص ایک ہی بار اکٹھی ہاتھہ دھولین تو کچھ مضائقہ نہین کہ یہ امر فروتنی کے قریب تر ہے اور زیادہ انتظار بھی نہین کرنا پڑتا اور اگر اسطرح نکرین تو یہ نچاہیے کہ ایک کے ہاتہ دھولائے اور پانی پھینک دیا پھر دوسرے کے دھولائے اور پھینک دیا بلکہ پانی طشت مین اکٹھا ہونے دین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِجْتَمِعُوْا فِیْ وُضُوْئِکُمْ جَمَعَ اللّٰہُ شَمْلَکُمْ یعنی اپنے وضو کا پانی اکٹھا کرو خدا تعالے تمہاری ابتری کو اکٹھا کر دیگا- بعض محدثین نے وضو کے پانی سے مراد یہی لی ہے کہ کہانے کے بعد ہاتہہ دھونیکے پانی سے غرض ہے کہ ایک جگہ جمع رہے- اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضہ نے اپنے عاملون کو لکھا کہ لوگون کے سامنے سے طشت اوسوقت اوٹھایا جاوے کہ پانی سے لبریز ہو جاوے اور عجم کی مشابہت ہرگز مت کرنا- اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا ہے کہ ایک طشت مین سب ملکر ہاتھہ دھویا کرو اور عجم کی عادت اختیار نکرو- اور جو خادم کہ ہاتھون پر پانی ڈالے بعضون نے اوسکا کھڑا ہونا مکروہ کہا ہے بیٹھکر پانی ڈالنے کو اچھا سمجھا ہے کہ تواضع سے قریب بھی ہے اور بعضون نے اوسکے بیٹھنے کو برا اور مکروہ کہا ہے چنانچہ مروی ہے کہ کسی بزرگ کے ہاتہ ایک خادم نے بیٹھکر دھلائے وہ بزرگ کھڑے ہو گئے اون سے کسی نے پوچھا کہ آپ کھڑے کیون ہو گئے فرمایا کہ ہم دونون مین سے ایک کو کھڑا ہونا ضرور چاہیے- اور ہمارے نزدیک پانی ڈالنے والے کا کھڑا ہونا بہتر ہے کہ اس سے ہاتھہ دھلانے مین آسانی ہے اور

دھولانے والے کی تواضع نکلتی ہے۔ اور جب اوسکی نیت بھی ہاتھہ دھولانے مین تواضع کی ہو تو اس خدمت کے دینے مین کچھ تکبر نہین کہ اسکی عادت ہو رہی ہے۔ غرض کہ طشت مین اب سات آداب ہوئے اول اوسمین نہ تھوکنا۔ دوم پیشوا کے سامنے کردینا لیکن اگر کوئی تعظیماً دوسرے کے سامنے کر دے تو منظور کر لینا تیسرے دہنی طرف کو دورہ کرنا چوتھے کئی آدمیون کا ملکر ہاتھہ دھونا پانچوین اوس مین پانی کا اکٹھا کرنا چھٹے ہاتھہ دھولانے والے کا کھڑا ہونا ساتوین کلی اور ہاتھون کے پانی کو آہستہ اوسمین ڈالنا کہ فرش پر اور دوسرے شخصون پر نگرے۔ اور چاہیے کہ مہمان کے ہاتھہ خود میزبان ہی دُھلاوے کہ حضرت امام مالک رضہ نے حضرت امام شافعی رضہ کے ساتہ جسوقت آپ اول دفعہ امام مالک کے یہان گئے تھے ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ جو مین نے کام کیا اس سے تم گھبرا نامت اسلیے کہ مہمان کی خدمت فرض ہے۔ ششم یہ کہ ساتہ کے کھانیوالون کی طرف نہ تاکے اور نہ اونکے کھانے کو دیکھے تاکہ ایسا نہو کہ وہ شرما جاوین بلکہ اونکی طرف سے آنکھہ نیچی رکھے اور اپنے کھانے مین مشغول رہے اور ساتھہ کھانیوالون سے پیشتر اپنا ہاتھہ نہ روکے جس صورت مین کہ وہ اوسکے بعد کھانے مین تامل کرین بلکہ اونکا ساتہ دینے کو تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے یہان تک کہ وہ شکم سیر ہو جاوین اور اگر کم خوراک ہو تو چاہیے کہ ابتدا مین توقف کرے اور تھوڑا تھوڑا کھاوے یہان تک کہ جب لوگ خوب کھا چکین تو اخیر مین اونکے ساتہ بقدر بھوکھہ کھالیوے کہ بہت سے اصحاب رضہ نے ایسا ہی کیا ہے اور اگر کسی وجہ سے نہ کھا سکے تو لوگون سے عذر کر دے تاکہ وہ کھانے مین نہ شرماوین۔ ہفتم یہ کہ جو بات دوسرے کو بری معلوم ہو اوسکو نہ کرے مثلاً پیالہ مین ہاتہ نہ جھاڑے اور نہ لقمہ لیتے وقت اوسپر اپنا منہ جھکاوے اور جب منہ سے کوئی چیز نکالنی ہو تو کھانے کی طرف سے منہ پھیر کر بائین ہاتہ مین نکالے اور چکنائی کا لقمہ سرکہ مین اور نہ سرکہ کا چکنائی مین کہ یہ بھی بعض لوگ برا جانتے ہین اور جو ٹکڑا دانت سے کترا ہو اوسکو شوربا مین اور سرکہ مین نہ ڈالے اور نہ ایسی باتین کرے جنسے گھن آوے۔

تیسری فصل اون آداب کے ذکر مین جو ملاقات کو آنیوالون کے سامنے کھانا رکھنے مین چاہیین۔ واضح ہو کہ اپنے بھائی مسلمانون کے سامنے کھانا پیش کرنے کا بہت ثواب ہے حضرت امام جعفر صادق رضہ فرماتے ہین کہ جب تم بھائیون کے ساتھہ

دسترخوان پر بیٹھو تو زیادہ دیر تک بیٹھے رہو کیونکہ یہ ایسی ساعت ہے کہ تمہاری عمروں میں سے اسکا حساب نہ لیا جاویگا۔ اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ آدمی جو نفقہ اپنے اوپر یا اپنے ماں باپ وغیرہ رشتہ داروں پر کرتا ہے اوسکا حساب یقیناً لیا جاویگا مگر جو نفقہ کہ برادران دینی پر کھانے مین اوٹھاتا ہے اوسکا حساب نہوگا کہ خدا تعالے اس امر کا حساب لینے سے شرم کرتا ہے۔ اور کھانا کھلانے کے باب مین احادیث وارد ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے تم مین سے ایک شخص پر ہمیشہ دعائے رحمت کرتے رہتے ہین جب تک کہ اوسکے سامنے اوسکا دسترخوان بچھا رہے اور اوٹھہ نجاوے۔ اور بعض علماء خراسان کے حال میں لکھتے ہین کہ وہ اپنے ملنے والون کے سامنے بہت سا کھانا پیش کرتے تھے کہ سب سے کھایا جاتا تھا اور فرمایا کرتے کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت پہونچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مجمع کھانے سے اپنے ہاتھہ اوٹھالے تو جو شخص اونکا بچا ہوا کھانا کھالیگا اوس سے اوکی بازپرس نہوگی اسی نظر سے مجکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز تمہارے سامنے کرون وہ بہت سی ہو تاکہ بچی ہوئی ہم کھاوین۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آدمی جو بھائیون کے ساتھ کھانا کھاتا ہے اوسکا حساب اوس سے نہین ہوتا اور اسی وجہ سے بعض لوگ مجمع کے ساتھہ مین تو زیادہ کھاتے تھے اور تنہائی مین کم۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ تین باتون کا حساب بندہ سے نہ لیا جاویگا ایک سحر کا کھانا دوسرے افطار کی چیز تیسرے جو ساتھیون کے ہمراہی مین کھاوے۔ اور حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ اگر مین اپنے بھائیون کو ایک صاع کھانے پر اکٹھا کرون تو یہ امر میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ ایک بردہ آزاد کرون۔ اور حضرت ابن عمر رضہ فرمایا کرتے تھے کہ سفر مین عمدہ توشے کا ہونا اور اپنے یارون کے لیے خرچ کرنا آدمی کے کرم مین سے ہے۔ اور صحابہ رضہ فرمایا کرتے تھے کہ کھانے پر اکٹھا ہونا مکارم اخلاق مین سے ہے۔ اور یہی دستور تھا کہ قرآن کی تلاوت کے لیے اکٹھے ہوتے اور جب جدے ہوتے تو کچھ چکھکر جدے ہوتے۔ اور کہتے ہین کہ بھائیون کا کنایت کے طور پر اکٹھا ہونا اور انس والفت کے ساتھ جمع ہونا دنیا مین سے نہین ہے بلکہ دین مین سے ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ اللہ تعالی بندہ کو قیامت کے روز فرماویگا کہ اے ابن آدم مین بھوکا ہوا تو نے مجھے کھانا نہ دیا وہ

کہیگا کہ الہی تو تو رب العالمین ہے مین تجھکو کیسے کہانا دیتا ارشاد کریگا کہ تیرا بہائی مسلمان
بہوکہا تہا تونے اوسکو نہ کہلایا اگر تو اوسکو کہلاتا تو گویا مجھکو کہلاتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب تمہارے پاس کوئی ملنے کو آوے تو اوسکی تعظیم کرو۔ اور
فرمایا کہ جنت مین ایسے صاف دریچے ہین کہ اونکے باہر سے اندر کی چیز اور اندر سے باہر
کی چیز سوجہتی ہے اور وہ اون لوگون کے لیے ہین کہ گفتگو نرم کرین اور کہانا کہلاوین
اور رات کو نماز پڑہین جسوقت لوگ سوتے ہون۔ اور فرمایا کہ تم مین سے بہتر وہ ہے جو
کہانا کہلاوے۔ اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بہائی کو اتنا کہانا کہلاوے کہ اوسکا پیٹ
بہر دے اور پانی پلاوے یہانتک کہ اوسکی پیاس جاتی رہے تو اللہ تعالی اوسکو دوزخ
سے سات خندقین دور کردیگا جنمین سے دو خندقون کے درمیان کا فاصلہ پانسو برس
کی راہ ہوگی۔ اور آداب ملنے اور کہانا پیش کرنے کے کچہ تو آنے کے باب مین ہین
اور کچہہ کہانا پیش کرنے مین۔ آنیکے باب مین یہ مسنون نہین کہ کسی کے پاس آوے
تو کہانے کا وقت تاک کر آوے کہ جب وہ کہانا کہانے لگے اوسوقت موجود ہوجاوے
اسلیے کہ یہ اچانک آجانے مین داخل ہے اور اسکی ممانعت ہوگئی ہے چنانچہ اللہ تعالی
فرماتا ہے لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ یعنی کہانیکے وقت
اور پکنے کا انتظار نکرو۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ جو شخص ایسے کہانے کی طرف جاوے
کہ اوسکے لیے بلایا نگیا ہو تو جانیکی حالت مین فاسق ہوگا اور حرام کہاویگا۔ لیکن اگر
کوئی شخص بدون کہانے کی تاک کے چلا آیا اور اتفاقًا کہانیکے وقت پہونچا تو اوسکو
مناسب یہ ہے کہ جب تک گہر والا اجازت نہ دے کہانا نہ کہاوے۔ اور اگر مالک مکان
کہانے کو کہے تو تامل کرے اگر یہ جانے کہ تواضع براہ محبت کرتا ہے اور ساتہ کہلانا دل
سے چاہتا ہے تب تو شریک ہوجاوے اور اگر شرم کے باعث تواضع ہوئی ہو تو کہانا
نچاہیے کچہ عذر کردینا چاہیے۔ اور جس صورت مین کہ بہوکا ہو اور اپنے کسی بہائی کے
پاس اسی غرض سے جاوے کہ وہ کہانا کہلاویگا اور اوسکے کہانیکے وقت کا منتظر رہے
تو اسکا کچہ مضائقہ نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما
بہوکے تہے پس آپ متفق ہوکر ابی الہیثم ابن التیہان اور ابو ایوب انصاری کے مکانپر
تشریف لے گئے کہ کچہ وہان کہاوین اور ایسی حالت مین دوسرے کے یہان جانا

اوسکی مدد کیا کھلانے کے ثواب لینے مین کرنی ہے اکابر سلف کی عادت یہی تھی۔
عون بن عبداللہ مسعودی کے تین سو ساٹھ دوست تھے سال بھر مین سب کے پاس
ایک ایک روز رہتے تھے اور کسی دوسرے بزرگ کے تیس دوست تھے کہ ایک مہینے مین
ہر ایک کے یہان ہوتے تھے اور ایک اور بزرگ کے سات دوست تھے کہ ہفتہ مین سبکے
پاس پھیر اکرتے تھے اور ان بزرگوارون کے دوستون کی آمدنی ہاتھ کی کمائی ہوتی تھی
اور اونکواِن اکابر کی خدمت کرنی تبرک کی نیت سے عبادت مین داخل تھی۔ پس اگر
اپنے دوست کے مکان پر آوے اور اوسکو مکان پر نپاوے اور اوسکی دوستی پر وثوق
رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ اگر مین اسکے یہان سے کچھ کھاؤنگا تو وہ میرے کھانے سے خوش
ہوگا تو اوسکو اختیار ہے کہ بدون اوسکی اجازت کے کھالیوے کیونکہ اجازت سے مقصود
راضی ہونا ہے خصوصًا کھانے کی چیزون مین اور اونکا معاملہ وسعت پر مبنی ہے بہت
سے شخص صریح اجازت دیدیتے ہین اور قسم دیا کرتے ہین مگر راضی نہین ہوتے ایسے
شخصون کا کھانا کھانا باوجود اجازت کے مکروہ ہے اور کچھ ایسے ہین کہ وہان موجود
نہین ہوتے اور اجازت نہین دیتے مگر اونکا کھانا کھالینا اچھا ہوتا ہے اور اللہ تعالی
دوستون کے یہان سے کھانے کے لیے ارشاد فرماتا ہے اَوْ صَدِيقِكُمْ یعنی خواہ اپنے
دوستون کے یہان سے کھاؤ تو کچھ گناہ نہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بریرہؓ
کے مکان پر تشریف لیگئے وہ اوسوقت موجود نتھین اور کھانا خیرات کا موجود تھا اوس مین
سے آپ نے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ صدقہ اپنے ٹھکانے لگا اور اسکی وجہ یہ تھی
کہ آپ کو معلوم تھا کہ وہ ہمارے کھانے سے خوش ہونگی۔ اور اسی لحاظ سے جسکو معلوم ہو
کہ صاحب مکان مجھکو ضرور اجازت دیگا اوسکو پوچھکر اندر جانے کی ضرورت نہین بدون
پوچھے گھس جاوے اور اگر یہ معلوم نہو تو پہلے پوچھے پھر اندر جاوے۔ اور محمد بن واسع
اور اونکے ساتھی حضرت حسن بصری رح کے گھر مین جاتے اور جو پاتے بدون اجازت
کھاجاتے اور اگر اوسوقت حسن رح آتے اور یہ حال دیکھتے تو فرماتے کہ ہم ایسے ہی
رہا کرتے تھے۔ اور مروی ہے کہ حضرت حسن رح بازار مین میوہ فروش کی دوکان پر
کھڑے ہوئے اوسکا مال کھا رہے تھے کبھی اس ٹوکری مین سے خشک خرما نکالتے اور کبھی
اوسمین سے۔ ہشام نے آپ سے کہا کہ اے ابوسعید ورع کے باب مین اب آپ کو

کیا سوجھتا ہے کہ اس شخص کو مال بدون اوسکی اجازت کے کھاتے ہین آپ نے فرمایا کہ ذرا میرے سامنے کھانے کے باب مین آیت تو پڑھو ہشام نے سورہ نور کی آیت او صدیقکم تک پڑھی اور کہا کہ صدیق سے غرض کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جس سے نفس کو راحت ملے اور دل کا اطمینان اوسکی طرف ہو۔ اور کچھ لوگ حضرت سفیان ثوری کے مکان پر گئے اونکو موجود نپایا دروازہ مکان کا کھول کر دسترخوان اُتار لیا اور کھانے لگے استنے مین سفیان ثوری آگئے اور کہنے لگے کہ تمنے مجھکو اگلے لوگون کی عادات یاد دلادین وہ لوگ بھی یون ہی کرتے تھے۔ اور کچھ لوگ ایک تابعی کی زیارت کو گئے اوسوقت اونکے پاس کچھ نتھا کہ اوسکو اونکے سامنے رکھتے پس آپ اپنے کسی دوست کے مکان پر گئے وہ گھر پر نتھے آپ نے اندر جاکر جو دیکھا تو ہنڈیا پکی ہوئی جدا رکھی اور روٹی وغیرہ جدا طیار ہے آپ سب اوٹھا لائے اور ملنے والون کے سامنے لاکر رکھدیا کہ کھاؤ جب اونکا دوست اپنے مکان پر آیا تو کھانا کچھ نپایا لوگون نے اوس سے کہا کہ فلان شخص لیگیا ہے اوسنے کہا کہ خوب کیا اور جب اون سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ بھائی اگر تمھارے پاس یہ لوگ پھر آوین تو تم پھر جو کچھ پاؤ لیجانا۔ غرضکہ آنے کے آداب تو سن چکے اب کھانا پیش کرنے کے آداب معلوم کرو اونمین سے اول یہ ہے کہ تکلف نکرے اور جو کچھ حاضر ہو سامنے کر دے اور اگر کچھ نہو اور نہ پیسا پاس ہو تو اوسکے لیے قرض نلیوے کہ نفس کو تردد مین ڈالے اور اگر کھانا موجود ہو مگر اپنی غذا اسکے قدر ہو اور اوسکو پیش کرنے کو جی نچاہے تو پیش نکرے۔ کوئی بزرگ کسی زاہد کے پاس گئے وہ اوسوقت کھانا کھاتے تھے فرمانے لگے کہ اگر مین نے یہ کھانا قرض نلیا ہوتا تو تمکو بھی اسمین سے کھلاتا۔ اور بعض اکابر نے تکلف کے معنی یہ بیان کیے ہین کہ اپنے ملنے والے کو وہ چیز کھلاوے جو آپ نہ کھاوے یعنی اپنی غذا سے عمدہ اور قیمتی اوسکو کھلاوے۔ اور فضیل رح فرمایا کرتے کہ لوگون نے آپس کا ملنا تکلف کے باعث چھوڑ دیا ایک شخص اپنے بھائی کی دعوت کرتا ہے اور اوسکے لیے تکلف کرتا ہے اسی وجہ سے وہ دوبارہ اوسکے پاس نہین آتا۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ میرے دوستون مین سے جو کوئی میرے پاس آتا ہے مجھکو کچھ دقت نہین ہوتی اسلیے کہ مین اوسکے لیے تکلف نہین کرتا جو میرے پاس ہوتا ہے اوسکے سامنے رکھدیتا ہون اور اگر مین تکلف کرون تو اوسکے یہ معنی ہون کہ

اوسکے آنے کو برا سمجھون اور اوس سے اکتا جاؤن - اور کسی بزرگ نے فرمایا ہے
کہ مین اپنے ایک دوست کے پاس جایا کرتا تھا مین نے اوس سے کہا کہ نہ تو اکیلا ایسا
کھانا کھاوے اور نہ مین ایسا کھاتا ہون تو پھر کیا بات ہے کہ اکٹھا کھانے مین بہ صورت ہو
اب یا تو اس تکلف کو تو چھوڑ دے یا مین آنا موقوف کرون دو باتون سے ایک ہونی چاہیے
اوسنے تکلف ترک کر دیا اور اس بے تکلفی کی جہت سے ہم ہمیشہ اکٹھے رہے - اور یہ بھی تکلف
مین داخل ہے کہ جو کچھ اپنے پاس ہو سب کا سب سامنے لا رکھے اور اپنے عیال کیواسطے کچھ
نہ چھوڑے اور اونکے دلون کو آزار دے - مروی ہے کہ کسی شخص نے حضرت علی رض کی دعوت
کی آپ نے فرمایا کہ مین تین شرطون پر تیری دعوت مانتا ہون ایک یہ کہ بازار مین سے
میرے لیے کچھ نہ لانا دوسرے یہ کہ جو کچھ گھر مین ہو اوسے اوٹھا مت رکھنا تیسرے یہ کہ ایسا
مت کرنا کہ اپنے عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑے - اور بعض اکابر گھر مین جتنے اقسام کھانے
کے ہوتے ہین سب مین سے تھوڑا تھوڑا لا رکھتے - اور کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ
ہم جابر بن عبد اللہ کے پاس گئے اونھون نے روٹی اور سرکہ ہمارے سامنے لا رکھا
اور فرمایا کہ اگر ہمکو ممانعت تکلف کی نہوتی تو مین تمھارے واسطے تکلف کرتا - اور کسی بزرگ
نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی تیرے یہان آپ سے ملنے آوے تو جو چیز تیرے یہان موجود ہو
پیش کر دے اور اگر تو خود اپنی خواہش سے کسی کو بلا وے تو جو کچھ تجھ سے ہو سکے اوسمین
دقیقہ باقی نہ رکھے - اور حضرت سلمان رض نے فرمایا ہے کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حکم کیا ہے کہ مہمان کے لیے ایسی چیز کا تکلف نکرین جو ہمارے پاس نہو اور جو چیز موجود ہو
وہ اوسکے سامنے رکھدین - اور حضرت یونس علیہ السلام کے حال مین ہے کہ اونکے
بھائی بند اونسے ملنے آئے آپنے روٹی کے ٹکڑے اونکے سامنے رکھدیے اور ساگ
جو آپ بویا کرتے تھے اونکے واسطے کاٹ لائے پھر فرمایا کہ کھاؤ اگر خدا تعالی نے تکلف
کرنیوالون کو لعنت نہ کی ہوتی تو مین تمھارے لیے تکلف کرتا - اور حضرت انس بن مالک رض
اور اونکے سوا دوسرے اصحاب رض سے مروی ہے کہ اون لوگون کا دستور تھا کہ ملنیوالون
کے سامنے خشک روٹی کے ٹکڑے اور خشک خرما رکھدیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمکو معلوم
نہیں کہ دو شخصون مین سے زیادہ گنہگار کونسا ہے آیا وہ ہے کہ جو کچھ اوسکے سامنے
پیش ہو اوسکو حقیر جانے یا وہ ہے کہ جو کچھ اپنے پاس رکھتا ہے اوسکو سامنے کرنا حقیر جانے

دوسرا ادب آنے والے کے واسطے یہ ہے کہ میزبان پر کچھ معین کھانے کی فرمایش اور
زبردستی نہ کرے کہ بعض اوقات اوسکو اوس چیز کے موجود کرنے مین وقت ہوتی ہے
اور اگر میزبان اوسکو دو کھانون مین اختیار دیدے تو دونون مین سے جونسا میزبان سے
بآسانی بن سکے اوسکو اختیار کرے کہ طریق سنت یہی ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ
جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزون مین اختیار دیا گیا ہے تو آپ نے ایسی ہی چیز کو اختیار
کیا ہے جو بآسانی ہو سکے۔ اور اعمش ابی وائل سے روایت کرتے ہین کہ اونھون نے فرمایا کہ
مین اپنے ایک دوست کے ساتھ حضرت سلمان کے ملنے کو گیا اونھون نے ہمارے
سامنے جو کی روٹی اور کچھ بے مزہ نمک رکھدیا میرے ساتھی نے کہا کہ اگر اس نمک مین
پودینہ ہوتا تو خوب ہو جاتا حضرت سلمان باہر گئے اور اپنا وضو کا لوٹا گرو کرکے پودینہ
لائے جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا کہ شکر ہے اوس خدا کا جس نے
ہمکو قناعت دی اوس چیز پر کہ ہمکو روزی کی حضرت سلمان رضہ نے فرمایا کہ اگر جو کچھ روزی
ہوا تھا اوس پر تم قناعت کرتے تو میرا لوٹا گرو نہ ہوتا۔ یہ فرمایش نکرنے کی صورت اوس وقت
مین ہے کہ مہمان کو معلوم ہو جاوے کہ میزبان پر اسکا بہم پہونچانا دشوار ہوگا یا اوسکو
فرمایش کرنا برا معلوم ہوگا اور اگر یہ جانے کہ فرمایش سے وہ خوش ہوگا اور اوسکو اوس
چیز کا بہم پہونچانا آسان ہے تو اس صورت مین فرمایش مکروہ نہین۔ حضرت امام شافعی رض
نے جس وقت کہ بغداد مین زعفرانی کے پاس فروکش تھے ایسا کیا تھا زعفرانی کا دستور
تھا کہ جتنے اقسام کھانے کے پکتے تھے اونکی فہرست لکھکر لونڈی کو دیدیتے کسی روز
وہ فہرست امام شافعی نے لیکر اپنے قلم سے ایک قسم کھانے کی زیادہ کردی جب زعفرانی
نے وہ قسم دسترخوان پر دیکھی تو کہا کہ اسکی مین نے اجازت نہین دی پھر وہ فہرست
پیش ہوئی جسمین امام شافعی نے کچھ بڑھا دیا تھا جب زعفرانی کی نگاہ آپ کے خط پر پڑی
نہایت خوش ہوئے اور لونڈی کو اونکی خوشی کے مارے آزاد کردیا کہ امام شافعی رض نے ہم سے
فرمایش کی اور ابو بکر کتانی کہتے ہین کہ مین سری سقطی کے پاس گیا وہ کچھ ٹکڑے اوٹھا لائے
اور اونمین سے آدھے پیالہ مین گھولنے لگے مین نے کہا کہ یہ آپ کیا کرتے ہین مین تو
ایک دفعہ مین سب پی جاؤنگا آپ ہنس پڑے اور فرمایا کہ حجت کرنے کی نسبت کہ یہ
تمھارے پینے بہتر ہے جو مین کرتا ہون۔ اور کسی بزرگ نے کہا ہے کہ کھانا تین طرح پر ہے

فقیرون کے ساتھ ہوں تو اونکو اپنے نفس پر ترجیح دینا چاہیے اور بھائی بندون کے ساتھ کھیل کھیل کر کھانا چاہیے اور دنیا دارون کے ساتھ مین ادب کے ساتھ تیسرا ادب یہ ہے کہ میزبان اپنے بھائی مہمان سے التماس فرمایش کرے بشرطیکہ اوسکی فرمایش بجالانے کو جی بھی چاہتا ہو کہ یہ بات اچھی ہے اور اسمین ثواب اور فضیلت بہت ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے خواہش کو پورا کردے اوسکی مغفرت ہوگی اور جو شخص اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرے اوسنے گویا خدا تعالی کو خوش کیا - اور حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو وہ چیز کھلاوے جو وہ چاہتا ہے تو اللہ تعالی اوسکے لیے دس لاکھ نیکیان لکھتا ہے اور دس لاکھ برائیان اوسکے نامہ اعمال سے دور کرتا ہے اور دس لاکھ درجے اوسکے بلند کرتا ہے اور اوسکو تین جنتون سے کھانا کھلاتا ہے یعنی فردوس اور عدن اور خلد سے —

چوتھا ادب یہ ہے کہ آنے والے سے یہ نہ کہے کہ آپ کے واسطے کھانا لاؤن بلکہ کھانا اگر موجود ہو تو بن پوچھے سامنے رکھدے - ثوری رح فرماتے ہین کہ جب تمہارا بھائی تم سے ملنے آوے تو اوس سے یہ نہ کہو کہ کچھ کھاؤگے یا کھانا لاؤن بلکہ بلا انسا کھانا سامنے رکھدو اگر کھالے فبہا ورنہ اوٹھا لو - اور اگر ملنے والونکو کھانا کھلانا منظور نہو تو بیجا ہے کہ کھانے کو اونپر ظاہر کرے یا اونکے سامنے اوسکا بیان کرے - حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ جب آدمی کو یہ منظور ہو کہ اپنے عیال کو اپنی خوراک میں سے نہ کھلاوے تو چاہیے کہ اونکے سامنے اوسکا ذکر نکرے اور نہ اونکو دکھاوے اور بعض صوفیون کا قول ہے کہ جب فقیر تم سے ملنے آوین تو اونکے سامنے کھانا رکھدو اور اگر فقیہ آوین تو اون سے کوئی مسئلہ پوچھو اور اگر قاری آوین تو اونکو جانماز بتا دو -

چوتھی فصل - ضیافت کے آداب کے ذکر مین - چونکہ ضیافت مین چھ چیزین آداب کی جگہین ہین اول دعوت کرنا دوم قبول کرنا سوم کھانیکے لیے آنا چہارم کھانا پیش کرنا پنجم کھانا ششم بعد کھانیکے لوٹ جانا اسلیے اس فصل کو چھ بیانون مین لکھین گے -

پہلا بیان - ضیافت کی فضیلت مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مہمان کے لیے تکلف مت کرو کہ تکلف سے اوسکو برا جانوگے اور جو شخص مہمان کو برا جانتا ہے

وہ اللہ کو برا جانتا ہے اور جو اللہ تعالی کو برا جانتا ہے اللہ تعالی اوسکو برا جانتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مہمان کی ضیافت نکرے اوسمین کچھ خیر نہین۔ اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس تشریف لیگئے جسکے یہان اونٹ اور گائین بہت تہین اوسنے آپکی ضیافت نکی اور ایک عورت کے پاس تشریف لیگئے کہ اوسکے یہان چند بکریان تہین اوسنے بکری آپ کے لیے ذبح کی آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ ان دونون کے حال کو دیکھو یہ اخلاق خدا تعالی کے قبضہ مین ہین جسکو نیک عادت دینی چاہتا ہے دیدیتا ہے۔ اور ابو رافع آپ کا مولی راوی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم کے یہان ایک مہمان اترا آپ نے مجکو ارشاد فرمایا کہ فلان یہودی سے کہو کہ میرے یہان ایک مہمان آگیا ہے مجکو تھوڑا آٹا رجب تک قرض دیدے یہودی نے کہا کہ واللہ مین بدون کوئی چیز گرو رکھے ندونگا مین نے آپ کی خدمت مین ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ بخدا مین آسمان مین امین ہون اور زمین پر امین ہون اگر وہ مجکو قرض دیتا بیشک مین ادا کرتا اب میری زرہ لیجاؤ اور اوسکے پاس گرو رکھدو۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کھانا چاہتے تو ایک یا دو کوس باہر جاتے کہ کوئی ساتھ کھانے والا ملے اور اسی وجہ سے اونکی کنیت ابو الضیفان ہوگئی تھی اور چونکہ ضیافت مین آپ کی نیت سچی تھی اسی وجہ سے آج تک ضیافت کی رسم آپ کے مقام مین جاری ہے کہ کوئی رات ایسی نہین گذرتی کہ اوس جگہ پر تین سے لیکر دس اور سو آدمیون تک کھانا نہین کھاتے اور اوس مقام کے منتظمون کا قول ہے کہ اب تک کوئی شب مہمان سے خالی نہین گذری۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ ایمان کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور سلام کا افشا کرنا۔ اور کفارات اور درجات مین آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کھانا کھلانا اور رات کے وقت لوگون کے سونے کی حالت مین نماز پڑھنا ہے۔ اور کسی شخص نے آپ سے حج مقبول کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کھانا کھلانا اور اچھا بولنا ہے۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ جس گھر مین مہمان نہین آتا اوسمین فرشتے داخل نہین ہوتے۔ اور چونکہ ضیافت اور کھانا کھلانے کی فضیلت مین اخبار بیشمار وارد ہین لہذا اون مین سے اسیقدر پر اکتفا کرکے ضیافت کے آداب ذکر کرتے ہین۔ اول یہ کہ ضیافت کرنیوالا

متقیون کی دعوت کرے نہ بدکارون کی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کسی نے
دعوت کی تھی تو اوسکے لیے آپ نے دعا مانگی کہ تیرا کھانا نیک بندے کھاوین - اور ایک
حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بجز متقی کے اور کسی کا کھانا مت کھا اور نہ تیرا کھانا متقی کے سوا
اور کوئی کھاوے - دوسرے یہ کہ فقرا کی دعوت کرے تو انگرون کو خاص نکرے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب کھانون مین برا اوس ولیمہ کا کھانا ہے جسمین
توانگرون کی دعوت ہو فقیرون کی نہو - تیسرے یہ کہ دعوت مین اپنے اقارب کو نہ چھوڑے
کہ اونکے چھوڑ دینے مین اونکو وحشت میں ڈالنا اور قرابت کو توڑنا ہے اسیطرح اپنے
دوستون اور آشنائون کی دعوت مین ترتیب کا لحاظ رکھے کہ بعض کی خصوصیت کرنے
سے اورون کے دل کو وحشت مین ڈالنا ہے - چوتھے یہ کہ دعوت سے فخر اور شیخی
کی نیت نکرے بلکہ بھائیون کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا اور کھانا کھلانے مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلنا اور ایماندارون کے دلون مین خوشی
پہونچانی مدنظر رکھے - پانچوین یہ کہ ایسے شخص کی دعوت نکرے کہ جسکو
جانا قبول کرنے مین اوسکو دشواری ہوگی اور جب آویگا تو حاضرین سے کسی سبب سے
ایذا پاویگا - چھٹے یہ کہ دعوت اوسی شخص کی کرے جسکا قبول کرنا اچھا معلوم ہو حضرت
سفیان رح فرماتے ہین کہ جو شخص کسی کی دعوت کرے اور دل سے اوسکا قبول کرنا برا
جانتا ہو تو دعوت کرنے والے پر ایک گناہ ہے اور دوسرا شخص اگر اوسکی دعوت منظور
کرلے تو اس صورت مین اوسپر دو گناہ ہین کیونکہ اس شخص نے دوسرے کو باوجود برا
جاننے کے کھانے پر آمادہ کردیا اگر وہ جانتا کہ میرا کھانا اسکو برا معلوم ہوتا ہے تو کبھی
نہ کھاتا - اور متقی کو کھانا کھلانے مین یہ فائدہ ہے کہ تقوی پر مدد ہوتی ہے اور بدکار کو
کھلانے سے بدکاری پر قوت دینا ہے - ایک درزی نے حضرت ابن مبارک رح سے
پوچھا کہ مین بادشاہون کے کپڑے سیتا ہون تو تمکو یہ خوف تو نہین کہ مین ظالمون کا
مددگار ہون آپ نے فرمایا کہ ظالمون کے مددگار تو وہ ہین جو تیرے ہاتھ سوئی دھاگا بیچتے ہین

تو تو خود ظالم ہے مددگار ہونیکو کیا پوچھتا ہے

دوسرا بیان - دعوت کے قبول کرنے مین - دعوت کا منظور کرنا سنت موکدہ ہے
اور بعض جگہون مین لوگ اوسکو واجب بھی کہتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

لو دعیت الی کراع لاجبت ولو اھدی الی ذراع لقبلت اور اجابت کے لیے پانچ آداب ہین۔
اول یہ کہ توانگر اور مفلس مین اجابت مین فرق نکرے کہ توانگر کے یہان ہو تو قبول کرے
اور فقیر کے یہان ہو تو نمانے اسلیے کہ ایسا کرنا تکبر ہے اور اسکی ممانعت ہے اور اسی
تکبر کی جہت سے بعض لوگون نے سرے سے دعوت کا قبول کرنا ہی چھوڑ دیا اور کہتے ہین
کہ شوربا کا انتظار کرنا ایک ذلت ہے اور دوسرے نے کہا ہے کہ جب میرا ہاتھ دوسرے
کے پیالہ مین پڑا تو اوسکے لیے میری گردن جھک گئی اور بعض متکبر توانگرون کی دعوت
قبول کرتے ہین فقیرون کی نہین کرتے یہ بھی سنت کے خلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم غلام اور مسکین سب کی دعوت قبول فرماتے تھے - اور ایک بار حضرت امام حسنؓ
کچھ مسکینون کے پاس کو گذرے جو سڑک پر لوگون سے سوال کرتے تھے اونھون نے
اوسوقت روٹی کے ٹکڑے زمین کی ریت پر پھیلا رکھے تھے اور سب بیٹھے کھا رہے تھے
اور آپ اپنے خچر پر سوار تھے اونھون نے آپ سے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے نواسے آئیے کھانا کھائیے آپ نے فرمایا بہتر اللہ تعالیٰ متکبرون کو نہین چاہتا
یہ کہکر خچر پر سے اوتر پڑے اور اونکے ساتھ زمین پر بیٹھکر تناول فرمایا پھر سلام کرکے سوار
ہوئے اور فرمایا کہ مین نے تمھاری دعوت منظور کی تم بھی میری دعوت منظور کرو اونھون
نے کہا بسر وچشم آپ نے اونکو ایک وقت معین کر دیا جب وہ آئے تو خوب عمدہ کھانا
اونکے سامنے لائے اور آپ بھی اونکے ساتھ کھانے کو بیٹھ گئے - اور یہ جو کسی کا قول
اوپر گذرا ہے کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے پیالہ مین پڑا تو اوسکے لیے میری گردن جھک گئی
تو اسکے جواب مین بعضون نے فرمایا ہے کہ یہ قول خلاف سنت ہے اور واقع مین
ایسا نہین کیونکہ دعوت کا منظور کرنا ذلت اوس صورت مین ہے کہ دعوت کرنے والا
دعوت کے قبول کرنے سے خوش اور منت کش نہو بلکہ اپنی دعوت کرنے کو دوسرے پر
احسان جانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو دعوت مین تشریف لیجاتے تھے تو
یہی وجہ تھی کہ آپ کو معلوم تھا کہ دعوت کرنے والا احسان مانیگا اور ہمارے جانے کو
دارین مین اپنا فخر اور شرف سمجھیگا - غرض کہ دعوت کا قبول کرنا احوال کے اختلاف سے
مختلف حکم رکھتا ہے اگر کسیکو یہ گمان ہو کہ دعوت کرنے والا کھانا کھلانے کو گران
جانتا ہے اور دعوت صرف فخر یہ اور تکلف کے طور پر کرتا ہے تو اوسکی دعوت کا قبول کرنا

مسنون میں بلکہ حیلہ کر دینا بہتر ہے۔ اور اسی لیے کسی صوفی نے ارشاد فرمایا ہے کہ دعوت
ایسے ہی آدمی کی کھاؤ جو یہ سمجھے کہ تم اپنا رزق کھاتے ہو اور جو تمہاری امانت اوسکے پاس
تھی اوسکو تمہارے حوالہ کرتا ہے اور تمہارے اوس امانت کے لینے سے ممنون ہوتا
ہے۔ اور سری سقطی رح فرماتے ہین کہ مین ایسے لقمہ کا طالب ہون کہ اوسمین خدا تعالیٰ
کا گناہ کوئی مجھپر نہو اور نہ کسی مخلوق کی منت۔ پس جس صورت مین کہ مدعو کو معلوم ہو کہ
اس دعوت مین منت نہین تو اوسکو رد نکرنا چاہیے۔ اور ابو تراب نخشبی فرماتے ہین کہ
ایک بار میرے سامنے کھانا آیا مین نے نہ کھایا اور انکار کر دیا پھر چودہ روز مین بھوک میں
مبتلا ہوا اور جانا کہ یہ اوس کھانے سے انکار کرنے کی سزا ہے۔ اور حضرت معروف کرخی رح
سے کسی نے کہا کہ آپ کی دعوت جو کوئی کرتا ہے آپ چلے جاتے ہین فرمایا کہ مین مہمان
ہون جہان مجھے اُتارتے ہین وہان اُترتا ہون۔ دوم یہ کہ فاصلہ کے دور ہونے کی
جہت سے دعوت سے انکار نکرے جیسے اوس صورت مین انکار نہ چاہیے کہ دعوت کرنیوالا
مفلس ہو اور وجاہت نرکھتا ہو بلکہ جو فاصلہ اتنا ہو کہ اوسقدر کی برداشت کی عادت ہو
تو پھر دوری کے عذر سے انکار نکرے۔ کہتے ہین کہ توریت مین یا کسی دوسری کتاب آسمانی
مین ہے کہ ایک کوس چل مریض کو پوچھ دو کوس چل جنازہ کے ہمراہ ہو تین کوس چل
دعوت کو منظور کر چار کوس چل ایسے بھائی کی ملاقات کر جو بھائی چارہ فی اللہ رکھتا ہو۔
دعوت کی منظور کرنے اور بھائی کی ملاقات کو اسلیے فضیلت ہوئی کہ اوسمین زندہ کے
حق کا ادا کرنا جو مردہ کے نسبت کر اولی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اگر میری کوئی دعوت کراع الغمیم مین کرے تو قبول کر لون۔ اور کراع الغمیم ایک جگہ ہے مدینہ
منورہ سے چند کوس پر آنحضرت صلی اللہ وسلم رمضان مین جب اوس جگہ پہونچے تھے
تو روزہ افطار کیا تھا اور اپنے سفر مین اوسی جگہ نماز کا قصر فرمایا تھا۔ تیسرے یہ کہ روزہ دار
ہونے کی جہت سے دعوت سے انکار نکرے بلکہ دعوت مین جاوے اگر صاحب دعوت
کی خوشی اپنے افطار کرنے مین جانے تو افطار کرے اور مسلمان کے دل خوش کرنے
کے ارادہ سے افطار مین بھی اوسی ثواب کا خواہان ہو جو روزہ سے ہوتا۔ اور یہ بات
نفل روزہ مین ہے اور اگر صاحب دعوت کی دل کی خوشی ثابت نہو تو اوسکے ظاہر حال ہی
کو سچا کر دے اور افطار کرے لیکن جس صورت مین کہ ثابت ہو کہ وہ تکلف کرتا ہے تو بہانہ

کرو ہوسے اور افطار نکرے - اور ایک شخص نے جو روزہ کے عذر سے کھانے سے انکار کیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو ارشاد فرمایا کہ تیرے بھائی نے تیرے واسطے محنت اوٹھائی اور تو کہتا ہے کہ مین روزہ دار ہون - اور حضرت ابن عباس رضہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ہمنشینون کی خاطر سے افطار کرلینا بہت عمدہ حسنات مین سے ہے پس اس نیت سے افطار کرنا عبادت اور خوش خلقی ہے تو اوسکا ثواب روزہ کے ثواب سے زیادہ ہے اور جس صورت مین کہ افطار نہ کرے تو خوشبو اور انگیٹھی اور عمدہ گفتگو اوسکی ضیافت ہے اور کہتے بھی ہین کہ سرمہ اور تیل بھی دو دعوتون مین سے ایک ہے - چوتھے یہ کہ اگر کھانا شبہہ کا ہو یا جگہہ خواہ فرش حلال کا نہو یا اوس مقام مین کسی طرح کی بری بات ہو مثلاً ریشمی فرش ہو یا چاندی کے برتن خواہ جاندارون کی تصویر چھت یا دیوارون مین لگی ہون یا کچھہ ستار بانسری وغیرہ اور لہو ولعب کی چیزین اور ڈھول تاشے یا ہزلیات اور غیبت اور چغلی اور بہتان اور جھوٹ وفریب کی سننے مین مشغول ہونا پڑے یا اور کوئی اسی قسم کی بدعت ہو تو انکی باعث دعوت کو نماز اور ایسی صورتون مین قبول دعوت مستحب نہین تہا بلکہ یہ امور اوسکی حرمت اور کراہت کا موجب ہوتی ہین اور یہی حال ہے اگر صاحب دعوت ظالم یا بدعتی یا فاسق یا شریر ہو یا فخر وشیخی کی طور پر دعوت تکلیف کرتا ہو - پانچوین یہ کہ دعوت کو قبول کرنے سے یہ قصد نکرے کہ ایک وقت پیٹ بھر جاویگا ورنہ یہ عمل دنیا کے لیے ہوگا بلکہ نیت کو قبول کرنے مین درست رکھے تاکہ آخرت کی لیے عامل ہو اور اوسکی یہ صورت ہے کہ قبول دعوت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی پیروی کا قصد کرے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ لو دعیت الی کراع لاجبت اور یہ نیت کرے کہ اگر دعوت کو منظور کرونگا تو خدا تعالی کی نافرمانی سے بچونگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من لم یجب الداعی فقد عصی اللہ ورسولہ اور یہ نیت کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو بموجب من اکرم اخاہ المومن فکانما اکرم اللہ اپنے بھائی مومن کا اکرام کرتا ہون اور نیز یہ نیت ہو کہ بمفواے حدیث شریف من سر مومنا فقد سر اللہ ایک مومن کے دل کو سرور پہونچاتا ہون - اور اسکے ساتہ ہی یہ بھی نیت کرے کہ صاحب دعوت کی ملاقات کو جاتا ہون اس نیت سے یہ فائدہ ہے کہ نیت کرنیوالا اون لوگون مین سے ہوجاویگا جو آپسمین محبت فی اللہ رکھتے ہین اسلیے کہ اسطرح کی محبت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالی کے واسطے ایک دوسرے کے پاس جانا اور آپس مین ایک دوسرے پر خرچ کرنا شرط کیا ہے تو جب صاحب کا خرچ

حرج کیا تو بدشوقی کی طرف سے ملاقات کو جانا ہو جاویگا۔ اور یہ نیت کرے کہ دعوت قبول کرنے سے
کوئی میری طرف سے بدگمان ہوگا اور یہ طعنہ زبان زد نکریگا کہ تکبر یا بدخلقی یا مسلمان کو حقیر
جانکر دعوت قبول نکی غرض کہ دعوت کو قبول کرنے میں یہ چھ نیتیں ایسی ہین کہ اگر ایک بھی
آدمی کرلے تو قبول دعوت صورت قربت ہوگا اور اگر سب نیتین کوئی کرے تو پھر کیسے باعث
قربت نہوگی۔ اور سلف کے ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ میرے ہر عمل
مین ایک نیت ہو یہانتک کہ کھانے اور پینے وغیرہ مین بھی نیت ہوا کرے اور اسی جہت سے
نیت کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ
امْرِءٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا
اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ اور نیت صرف مباح اور طاعت کی چیزوں میں
اثر کرتی ہے ممنوع چیزون مین تاثیر نہین کرتی مثلاً اگر ساتھیون کی خوشی کے لیے شراب پیوے
خواہ اور کسی حرام کا مرتکب ہو اور نیت کرے کہ مسلمانون کی خوشی کرتا ہون تو یہ نیت مفید
نہوگی اور نہ یہ کہنا درست ہوگا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے بلکہ جہاد جو طاعت ہے اگر اوس مین
بھی نیت فخر کی یا مال حاصل کرنیکی کریگا تو طاعت نہ رہیگی یہی حال مباح کا ہے کہ جو چیز
خیرات مین بھی مل سکتی ہو اور غیر خیرات مین بھی وہ نیت سے خیرات مین لاحق ہو جاتی ہے
بس نیت کا اثر انھیں دو قسمون مین ہوتا ہے کسی تیسری قسم مین نہین ہوتا۔

تیسرا بیان۔ دعوت کھانے کے لیے حاضر ہونے کے بیان مین۔ اسکے آداب یہ ہین کہ
جب مکان مین آوے تو صدر مقام مین نہ بیٹھے بلکہ فروتنی کرے۔ دوسرے یہ کہ بہت دیر
نہ لگاوے کہ لوگ منتظر رہین اور نہ اتنا جلدی جاوے کہ ابھی صاحب دعوت سامان بھی
نہ کرنے پاوے اور جا موجود ہو۔ تیسرے یہ کہ بھیڑ کے وقت ایسی طرح نہ بیٹھے کہ دوسرون کو
تنگی ہو بلکہ اگر مالک مکان کسی جگہ بیٹھنے کا اشارہ کرے تو اوسکے خلاف ہرگز نہ کرے کیونکہ
بعض اوقات صاحب مکان اپنے دل مین ہر ایک شخص کی جگہ تجویز کر لیتا ہے تو اوسکی
خلاف کرنے مین اوسکی ترتیب ٹوٹ جاویگی اور تردد ہوگا اور اگر بعض حاضرین اوسکی تعظیم
کے لیے کوئی اونچی جگہ بتا دین تو اوسوقت تواضع کرنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّ مِنَ التَّوَاضُعِ لِلّٰهِ الرِّضَاءَ بِالدُّوْنِ مِنَ الْمَجْلِسِ
چوتھے یہ کہ جس کوٹھری مین عورتین ہون اور پردہ پڑا ہو اوسکے دروازہ کے سامنے

نہ بیٹھے۔ پانچوین یہ کہ جس جگہ کھانا اُترتا ہو وہان بہت نہ تاکے کہ یہ دلیل حرص اور بیصبری کی ہے۔ چھٹے یہ کہ جب بیٹھے تو جو شخص پاس ہو اوس سے سلام علیک اور پرسش احوال کرے۔ اور جب مہمان میزبان کے یہان آوے تو میزبان کو چاہیے کہ اوسکو قبلہ کی سمت اور پاخانہ اور وضو کی جگہ بتا دے۔ حضرت امام مالک رض نے حضرت امام شافعی رح کے ساتہ ایسا ہی کیا تھا اور حضرت امام مالک رح نے کھانے سے پیشتر ہاتہ دھونے مین لوگون سے پہلے خود دھوئے اور فرمایا کہ کھانے سے پہلے ہاتہ دھونے اول مالک مکان کو چاہیئن اسلیے کہ وہ لوگون کو اپنے کرم کی طرف بلاتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ ہاتہ پہلے دھووے اور کھانے کے بعد سب سے پیچھے ہاتہ دھووے کہ شاید اگر کوئی کھانے والا رہ گیا ہو اور وہ آجاوے تو اوسکے ساتہ کھاوے۔ ساتوین یہ کہ جب دعوت کی جگہہ پہونچکر کوئی بری بات دیکھے تو اگر اوسکے دور کرنے پر قادر ہو تو دور کردے ورنہ زبانی اوسکی برائی بیان کرکے لوٹ جاوے اور بری باتین یہ ہین کہ فرش ریشمی کا ہونا یا چاندی سونے کے برتنون کا استعمال یا تصویرون کا دیوارون پر ہونا یا باجے گاجے ستارہ وغیرہ کا سننا یا عورتون کا منہ کھلے وہان موجود ہونا یا اور کوئی حرام چیز کا پایا جانا۔ یہان تک کہ امام احمد رح نے فرمایا ہے کہ جب سرمہ دانی ایسی دیکھے جسکے سر پر چاندی لگی ہو تو نکل جانا چاہیے اور اوس مجلس مین بیٹھنے کی اجازت نہین دی صحن مین بیٹھنے کو فرمایا اور جب کوئی شخص باریک پردہ مچھرون کے بچاؤ کا دیکھے تب بھی یہی کہا ہے کہ وہان سے چلا آوے کہ بیفائدہ کا تکلف ہے نہ اوس سے گرمی جاوے نہ سردی نہ کوئی شے اسکے سبب سے چھپ سکے اور اسیطرح جب گھر کی دیوارون کو ریشمی کپڑے سے کعبہ کی طرح مڑھا ہوا دیکھے وہان بھی نہ بیٹھنا چاہیے۔ اور یہ بھی اونکا قول ہے کہ جب کوئی شخص ایک مکان کرایہ لے جس مین تصویر ہو یا حمام مین جاوے اور اوسمین تصویر پاوے تو چاہیے کہ اوس تصویر کو اگر قدرت ہو تو دور کردے اور اگر قابو نہو تو اوسمین سے نکل آوے۔ اور جتنی باتین آپ نے فرمائی ہین سب درست ہین لیکن پردہ مسہری کا دیکھنا اور دیوارون پر ریشمی کپڑے زینت کے لیے لگانے داخل حرمت نہین کیونکہ حریر کا پہننا مردون کو حرام ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ھٰذانِ حَرَامٌ عَلٰی ذُکُورِ اُمَّتِی حِلٌّ لِاِنَاثِھَا اور جو دیوارون پر کپڑے ہین وہ مردون کی طرف منسوب نہین اور اگر بالفرض دیوارون پر

ریشمی کپڑا اڈانا حرام ہوتا تو کعبہ شریفہ کی زینت بھی حرام ہوتی بلکہ بہتر یہ ہے کہ اسطرح کی زینت مباح میں داخل رہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ خصوص ایسی صورت میں کہ اس فعل سے زینت مقصود ہو اور فخر کے لیے عادت نہ ٹھہرالی ہو گو یہ بات سوچ لی ہو کہ لوگوں کو اسکے دیکھنے سے نفع ہوگا اسلیے کہ مردوں کو حریر کی طرف دیکھنا حرام نہیں جس صورت میں کہ لونڈیاں اور عورتیں اوسکو پہنے ہوئے ہوں تو دیواروں پر پڑا ہوا دیکھنا بھی ایسا ہی ہے کہ اوس میں بھی مردیت کا وصف نہیں

چوتھا بیان - کھانا لانے کے آداب میں اور وہ پانچ ہیں **اول** کھانا جلد پیش کرنا کہ اس میں مہمان کی تعظیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ اور جس صورت میں کہ اکثر لوگ آگئے ہوں اور ایک یا دو وقت مقرری پر نہ آئے ہوں تو حاضرین کی خاطر سے جلد کھانا پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ غیر حاضرین کی خاطر سے کھانا کھلانے میں دیر کیجاوے ہاں جس صورت میں کہ غیر حاضر فقیر ہو یا پیچھے رہجانے میں اوسکی دل شکنی منظور ہو تو اوسکا انتظار کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اللہ تعالی کے اس قول میں هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ایک معنی یہی کہے ہیں کہ اونکی تعظیم یہ کی گئی تھی کہ کھانا اونکو جلد کھلایا گیا تھا چنانچہ دوسری آیت اسپر دلیل ہے کہ ارشاد فرمایا فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ اور ایک جا فرمایا فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ - اور روغان کے معنی جلد جانے کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ خفیہ جانے کے معنی ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ایک ران گوشت کی لائے تھے اور اوسکا نام عجل اسلیے رکھا کہ عجلت کے ساتھ لائے اور دیر نکی - حاتم اصم رح فرماتے ہیں کہ جلدی کرنا بجز پانچ باتوں کے شیطان کی طرف سے ہے اور اون پانچ امور میں سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یعنی مہمان کو کھانا کھلانا اور مردہ کو تجہیز و تکفین کرنا اور کنواری عورت کو بیاہ دینا اور قرض ادا کرنا اور گناہ سے توبہ کرنا - اور ولیمہ میں بھی جلدی کرنا مستحب ہے اور کہتے ہیں کہ اول روز کا ولیمہ سنت ہے اور دوسرے روز کا معروف یعنی سلوک کے طور پر ہے اور تیسرے روز کا نمود ہے - **دوم** - کھانوں کو ترتیب وار پیش کرنا یعنی اگر فاکہہ ہو تو اول اوسکو پیش کرے اسلیے کہ طب کے رو سے یہ امر مناسب ہے کیونکہ فاکہہ جلد ہضم ہوتا ہے اسلیے معدہ میں سب سے نیچے اوسکا ہونا اچھا ہے اور

قرآن مجید میں بھی تنبیہ ہے کہ فاکہہ کو اول پیش کرنا چاہیے چنانچہ ارشاد ہے وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ پھر فرمایا وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ - پھر بعد فاکہہ کے پیش کرنا گوشت اور ثرید کا افضل ہے اور ثرید اوس کھانے کو کہتے ہیں کہ شوربا میں روٹی توڑ دی جاوے اور یہ کھانا عرب میں افضل ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ حضرت عائشہ کو اور عورتوں پر ایسا افضل ہے جیسا ثرید کو اور کھانوں پر ہے اور اگر کھانے کے بعد کچھ شیرینی بھی ہو تو سب عمدہ چیزیں جمع ہوگئیں - اور گوشت سے اکرام کے ہونے پر یہ آیت دلالت کرتی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی شان میں ہے فَمَا لَبِثَ أَن جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ اور حنیذ اوس گوشت کو کہتے ہیں کہ خوب پکا ہو اس سے معلوم ہوا کہ بیشتر گوشت لانے میں بھی اکرام کی صورت ہے اور عمدہ چیزوں کے باب میں ارشاد فرمایا وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ اسمیں من کے معنی شہد کے ہیں اور سلوی سے مقصود گوشت ہے اور گوشت کو سلوی اسلیے فرمایا کہ اوسکے ہوتے ہوئے اور سالنوں سے تسلی ہو جاتی ہے اور دوسری کوئی چیز اوسکی قائم مقام نہیں اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سَيِّدُ الْإِدَامِ اللَّحْمُ یعنی گوشت سالنوں کا سردار ہے پھر من وسلوی کے ذکر کے بعد خداتعالی نے ارشاد فرمایا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ اس سے معلوم ہوا کہ شیرینی اور گوشت دونوں عمدہ غذاؤں میں سے ہیں - ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہیں کہ طیب چیزوں کا کھانا رضاء الہی کا موجب ہوتا ہے اور طیب چیزیں ٹھنڈا پانی پینے اور ہاتھ دھونے کے وقت گنگنا پانی ہاتھوں پر ڈالنے سے پوری ہو جاتی ہیں - مامون نے کہا ہے کہ برف کا بجھا پانی شکر کو خالص کر دیتا ہے یعنی یہ نعمت شکر خالص چاہتی ہے - اور بعض ادبا کا قول ہے کہ جس صورت میں تمنے اپنے بھائیوں کی دعوت کی اور اونکو بادام کا حلوا اور بورانی کھلاکے اور ٹھنڈا پانی پلایا تو دعوت کامل کی - اور کسی شخص نے ضیافت میں بہت سے روپئے لگائے پس ایک حکیم نے کہا کہ تمکو اس خرچ کرنے کی ضرورت نتھی بشرطیکہ روٹی عمدہ اور پانی ٹھنڈا اور سرکہ چاشنی دار تمھارے پاس موجود ہوتا اسلیے کہ یہی چیزیں ضیافت کو کافی تھیں - اور بعض حکما کا یہ قول ہے کہ کھانے کے بعد شیرینی کا ہونا بہت قسم کے کھانے تیار کرنے سے بہتر ہے اور دسترخوان پر سب کو کھانا پہونچ جانا اس سے بہتر ہے کہ کئی قسم کا کھانا ہو اور کسی کے سامنے کچھ ہو اور کسی کے سامنے کچھ

اور کہتے ہین کہ جس دسترخوان پر بقولات ہوتے ہیں اوسپر فرشتے آتے ہیں اس سے معلوم ہوا
کہ اونکا رکھنا بھی دسترخوان پر مستحب ہے اور اوسمین سبز چیزون سے ایک طرح کی زینت بھی ہے
اور حدیث میں ہے کہ جو دسترخوان بنی اسرائیل پر آترا تھا اوسمین گندنا کے سوا سب بقولات
تھے اور ایک مچھلی تھی کہ جسکے سر کے پاس سرکہ اور دُم کے پاس نمک تھا اور سات روٹیان
تھیں اور ہر ایک روٹی پر روغن زیتون اور دانہ انار رکھا تھا تو اگر یہ سب چیزین ضیافت مین
جمع کیجاوین تو اوس دسترخوان کے مطابق ہونے کے اعتبار سے بہتر ہونگی۔ سوم
یہ کہ کھانون کے اقسام مین سے جو زیادہ لطیف ہو اوسکو پہلے پیش کر دے تاکہ جسکو منظور ہو
وہ اوسی کو جی بھر کر کھا لیوے اوسکے بعد اور کھانون کو بہت نہ کھاوے اور عادت اہل ریا
کی یون ہے کہ اول کثیف تر غذا پیش کرتے ہین تاکہ اوسکے بعد لطیف سامنے آوے تو
رگ شہوت جنبش کرے اور یہ امر سنت کے خلاف ہے کیونکہ بہت کھانا کھانا ایک حیلہ ہے
اور پہلے لوگون کا طریق یہ تھا کہ کھانیکے سب اقسام کو ایک ہی دفعہ لا رکھتے تھے اور پیالے
رکابیاں کھانون کی دسترخوان پر چن دیتے تھے تاکہ ہر شخص جس چیز کی رغبت رکھتا ہو اوس
سے کھاوے اور اگر صاحب خانہ کے یہان ایک قسم کے سوا دوسرا کھانا نہوتا تھا تو اوسکو ذکر
کر دیتا تھا تاکہ لوگ اوسی کو شکم سیر ہو کر کھا لین اوس سے بہتر کا انتظار نکرین۔ اور بعض
اہل مروت کا حال منقول ہے کہ وہ ایک پرچہ پر جتنے اقسام کھانیکے لانے منظور ہوتے
لکھکر اول مہمانون کے سامنے پیش کر دیا کرتے تھے۔ اور ایک شیخ فرماتے ہین کہ میرے سامنے
شام کے بعض مشائخ نے ایک کھانا پیش کیا مین نے کہا ہمارے یہان عراق مین یہ کھانا
سبکے بعد پیش ہوتا ہے اوسنے کہا کہ ہمارے یہان بھی شام مین یہی دستور ہے اور اوس
کھانے کے سوا دوسری قسم اوسنے تیار نکرائی تھی مجکو اوس سے نہایت شرمندگی ہوئی۔
اور کسی دوسرے کا قول ہے کہ ہم چند لوگ ایک ضیافت مین تھے صاحب خانہ نے بکرے
کے سر بھنے ہوئے اور شوربا دار ہمارے سامنے لا رکھے ہمنے اونکو اس انتظار مین کہ اور
کوئی کھانا یا گوشت آویگا نہ کھایا آخر کو صاحب خانہ نے ہمارے سامنے طشت لا رکھا اور
کچھ پیش نکیا تب ہم ایک دوسرے کے منہ دیکھنے لگے ایک صاحب جو ظریف تھے اونھون نے
فرمایا کہ اللہ تعالی کو قدرت ہے کہ بدون بدنون کے سر پیدا کر دیوے راوی کہتا ہے کہ اوس رات
ہم بھوکے رہے اور سحر تک روٹی کے طالب۔ اسی لحاظ سے مستحب ہے کہ سب اقسام

پیش کردے یا جو اپنے پاس ہو اوسکی اطلاع کردے تاکہ پھر مہمان انتظار نکرین۔
چہارم یہ کہ جب تک کھانے کے اقسام سے اچھی طرح نہ کھالیوین اور ہاتہ نہ کھینچ لین تب تک اونکو اوٹھانا نچاہیے کیونکہ شاید بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ جو قسم سب سے بعد آئی ہوگی وہ پیشتر کے اقسام کی نسبت کراونکو زیادہ مرغوب ہوگی یا ابھی شکم سیر نہوئے ہونگے تو برتن بڑھانے سے اونکا حرج ہوگا اور دسترخوان پر تمکن کو جو دو رنگ کے کھانون سے بہتر کہتے ہین اوسکے یہی معنی ہین کہ برتن جلد نہ اوٹھائے جاوین اور یا یہ معنی ہین کہ جگہ فراخ ہو۔ سنوری جو ظریف صوفی تھے اونکے حال مین لکھا ہے کہ کسی دنیادار کے یہان ضیافت کھانے گئے ایک بکرا بھنا ہوا اونکے سامنے آیا اور یہ شخص بخیل تھا لوگون نے جو اوس بکرے کو چیر پھار ٹکڑا بوٹی کیا تو وہ گھبرایا اور غلام سے کہا کہ یہ بکرا لڑکون کے لیے اوٹھا لیجا غلام نے اوسکو اوٹھا اندر جانیکا قصد کیا سنوری اوسکے پیچھے دوڑے کسی نے اونسے کہا کہ کہان جاتے ہو کہا کہ لڑکون کے ساتہ کھاؤنگا تب تو صاحب خانہ شرمایا اور اوس بکرے کو واپس منگایا۔ اور اسی ادب کے متعلق یہ ہے کہ ضیافت کرنیوالا لوگون سے پیشتر اپنا ہاتہ نہ کھینچے کہ وہ حیا کرینگے بلکہ یون چاہیے کہ سبکے بعد خود موقوف کرے بعض اہل سخاوت کا دستور تھا کہ لوگون سے سب کھانون کے اقسام ذکر کر دیتے اور اونکو کھانے دیتے جب لوگ قریب شکم سیری کے ہوتے تو خود دو زانو ہوکر کھانے پر بسم اللہ کہکر ہاتہ بڑہاتے اور کہتے کہ میرا ساتہ دو خدا تم مین اور تم پر برکت کرے اور اگلے لوگ اونکی اس عادت کو اچھا جانتے تھے۔ پنجم یہ کہ کھانے کی مقدار اتنی ہو کہ کھانیوالونکو کافی ہوجاوے اسلیے کہ مقدار کفایت سے کم کرنے مین تو مروت مین بٹا لگے گا اور اوس سے زیادہ کرنے مین بناوٹ اور نمود ہے خصوصاً ایسی صورت مین کہ دل پر گوارا نہو کہ سب کھا جاوین ہان اگر بہت سا کھانا اسطرح رکھے کہ اگر سب کھا جاوین تو بھی خوش ہو اور اگر چھوڑ دین تو اونکے اولش کو باعث برکت جانے تو کچھہ مضائقہ نہین کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ اس کھانے پر حساب نہین ہوتا۔ حضرت ابراہیم بن ادہم نے اپنے دسترخوان پر بہت سا کھانا حاضر کیا اونکو سفیان ثوری رح نے کہا کہ اے ابو اسحٰق تمکو خوف نہین کہ یہ کثرت فضول خرچی نہو جاوے اونھون نے فرمایا کہ کھانے مین فضول خرچی نہین ہے غرضکہ اگر کثرت اس نیت سے نہو تو بیشک تکلف ہے حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ہمکو منع کیا گیا ہے اس سے کہ ایسے شخص کی دعوت

تول کرین موا اپنے کہانے سے تحرکرتا ہوا اور صحابہ رضہ مین سے بہت سے لوگون ذرہ بات
کے کہانے کو مکروہ جانا ہے اور قدر کیفیت پیش کرنے ہی کی وجہ سے کبھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے سے بچا ہوا کہانا نہیں اوٹھایا گیا اسواسطے کہ اصحاب مقدار حاجت سے
زائد پیش نکرتے تھے اور خوب پیٹ بھر کر نہ کہاتے تھے اس صورت مین مقدار کفایت بہت
تہوڑی ہی ہوتی تھی اور نوبت بچ رہنے کی نہ آتی تھی - اور چاہیے کہ اول گھر والون کا حصہ
علیحدہ کر دے ایسا نہو کہ اونکو مہمانون کے پاس سے کچھ بچنے کا انتظار ہو اور جس صورت
مین کہ شاید نہ بچے تو وہ دل تنگ ہون اور مہمانون کو صلواتین سنائین تو اونکو ایسا کھانا کھلانا
کیا ضرور ہے جس سے اور لوگ بُرا مانین یہ امر اونکے حق مین خیانت ہے - اور کھانا اگرچہ
بچ رہے تو مہمان کو اوسکو لینا نچاہیے اور یہ وہ کہانا ہے جسکو صوفی زلہ کہتے ہین ہان
جس صورت مین کہ صاحب خانہ بطیب خاطر اس امر کی اجازت دیدے یا حال کے قرینہ
سے اوسکا خوش ہونا معلوم ہو تو لینے کا مضائقہ نہیں لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ میزبان بُرا مانیگا
تو اوس صورت مین لینا نچاہیے اور اوسکی رضامندی کی صورت مین بھی عدل وانصاف
کی رعایت رفیقون کے ساتہ ملحوظ چاہیے یعنی ہر ایک شخص وہی کھانا لیوے جو اپنے سامنے
بچا ہو یا اپنے ساتھی کے سامنے کا بشرطیکہ وہ بخوشی خاطر اوسکے لینے پر راضی ہو اور حیا
کے سبب سے راضی نہو گیا ہو -

پانچوان بیان - لوٹنے کے آداب مین اور وہ تین ہین - اول یہ کہ مہمان کے ساتہ
مکان کے دروازہ تک نکلے کہ یہ امر مسنون ہے اور مہمان کی تعظیم اس سے ہوتی ہے اور
اوسکی تعظیم کا حکم ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی اور
آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے - اور فرمایا کہ مہمان کی پاسداری
یہ ہے کہ مہمان کی پاسداری یہ ہے کہ گھر کے دروازہ تک اوسکی ہمراہی کیجاوے - حضرت
ابو قتادہ رضہ فرماتے ہین کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے قاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین آئے آپ خود بنفس نفیس اونکی خدمت کو اوٹھے اصحاب رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم ہم انکی خدمت بجالاوینگے آپ تکلیف نہ فرماوین آپ نے فرمایا کہ ایسا
نہین ہو سکتا انھون نے میرے اصحاب کی تعظیم کی تھی مین چاہتا ہون کہ اونکی مکافات
کرون - اور پوری تعظیم یہ ہے کہ کشادہ پیشانی رہنا اور آنے اور جانے کے اوقات مین

ادنیٰ درجہ خیال رہے چاہئے شخص ابوست کو اقدم کرنا چاہئیے اوزاعی رح سے کسی نے کہا کہ مہمان کی تعظیم کیا ہے فرمایا کشادہ روئی اور عمدہ گفتگو سے پیش آنا۔ اور یزید بن ابی زیاد کہتے ہین کہ ہم جب کبھی عبدالرحمن بن ابی لیلی کے پاس آئے تو اونہوں نے ہم سے گفتگو بھی اچھی کی اور کھانا بھی اچھا ہی کھلایا۔ دوم یہ ہے کہ مہمان کو چاہئیے کہ میزبان کے پاس سے خوشدل جاوے اگرچہ اوسکی خاطر داری مین کوتاہی ہوئی ہو اسلیے کہ یہ امر خوش خلقی اور تواضع مین سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی اپنی خوش خلقی سے روزہ دار شب بیدار کا مرتبہ حاصل کرلیتا ہے پہلے زمانہ کے اکابرین سے کسی کے پاس ایک شخص نے آدمی بھیجا کہ کھانا کھانے کو بلا لاوے وہ بزرگ گھر پر نہ ملے جب اونھون نے سُنا کہ فلان شخص نے بلوایا تھا تو اوسکے یہان گئے اوسوقت لوگ کھانا کھاکر چلے گئے تھے صاحب مکان اونکے پاس آیا اور کہا کہ اب تو لوگ کھاکر چلے گئے پوچھا کہ کچھ بچا ہے اوس نے کہا کہ نہین کہا کہ ایک آدہ ٹکڑا روٹی کا ہو تو لے آؤ اوسنے کہا کہ کوئی نہین کہا کہ ہانڈی لاؤ کہ اوسیکو پونچھ لون اوسنے کہا کہ وہ مین نے دھو ڈالی پس شکر خدا کرتے ہوئے وہان سے اپنے مکان کو چلے آئے لوگون نے اونسے کہا کہ کیا بات ہے کہ تمکو کچھ کھلایا بھی نہین اور تم اوس شخص سے راضی اور خوش ہو فرمایا کہ اوسنے بہر حال اچھا کیا کہ ایک نیت صاف سے ہمکو بلایا اور ویسی ہی صاف نیت سے ہمکو جواب دیدیا پس تواضع اور خوش خلقی اسی کا نام ہے اور کہتے ہین کہ استاد ابوالقاسم جنید کو چار بار ایک لڑکا بلا لیگیا کہ میرا باپ تمہین کھانا کھلانے کو بلاتا ہے اور چارون دفعہ مین اوسکے باپ نے اونکو جواب صاف دیا مگر وہ ہر دفعہ بلانے پر چلے آتے تھے کہ اوس لڑکے کا بھی دل خوش ہو جاوے کہ میرا کہنا مانا اور اوسکا باپ بھی راضی رہے کہ اوسکے جواب دینے سے چلے گئے یہ نفوس قدسیہ ہین کہ اللہ تعالی کے لیے تواضع کرنے مین دب گئے ہین اور توحید سے اطمینان اونکو حاصل ہے اور ہر ایک رد و قبول مین بجز اپنے خالق کے اور کی طرف نظر نہین کرتی نہ کسی کے ذلیل سمجھنے سے شکستہ دل ہون اور نہ کسی کی تعظیم سے خوشدل بلکہ ہر ایک بات کو واحد قہار کی طرف سے سمجھتے ہین اور اسی وجہ سے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ مین دعوت کو اسلیے منظور کرتا ہون کہ اوسکے سبب سے مجکو جنت کا کھانا یاد ہوتا ہے یعنی وہ کھانا بھی ایسا ہی عمدہ ہوگا کہ ہمکو اوسمین کچھ محنت و مشقت نہوگی اور نہ اوسکا حساب ہم سے لیا جاویگا

سوم - یہ کہ بدون رضا اور اجازت میزبان کے اوسکے یہان سے نہ اوٹھے ٹھہرنے کی مقدار مین اوسکے دل کی رعایت رکھے اور جب مہمان ہوکر فروکش ہو تو تین دن سے زیادہ نہ بڑھاوے کہ عجب نہین کہ میزبان اکتا جاوے اور چلے جانے کے لیے کہنے کی ضرورت پڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الضیافۃ ثلثۃ ایام فما زاد فصدقۃ - ہان اگر صاحب خانہ خالص دل سے ٹھہرنے کا اصرار کرے تو ٹھہرنا جائز ہے اور صاحب خانہ کے پاس ایک بچھونا مہمان کے لیے رہنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک بچھونا خود مرد کے لیے ہے اور ایک عورت کے لیے اور ایک مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے -

خاتمہ - طبی اور شرعی آداب و مناہی متفرقہ کے بیان مین - اور وہ نو ہین - اول یہ کہ ابراہیم نخعی رح سے منقول ہے کہ فرمایا بازار مین کھانا کمینگی ہے اور اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور اسکی سند غریب ہے اور اسکے خلاف پر ایک روایت حضرت ابن عمر رض سے منقول ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین چلتے پھرتے کھاپی لیا کرتے تھے - اور بعض شخصون نے کسی معروف صوفی کو بازار مین کھاتے دیکھا اور اونسے اسکی وجہ پوچھی اونھون نے کہا کہ کیا خوب مجکو بھوک لگی بازار مین اور کھانا کھاؤن گھر پر سائل نے کہا کہ تو آپ مسجد مین چلے جاتے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ خدا تعالی کے گھر مین کھانے کے واسطے جاؤن - اور ان دونون باتون کے مطابق کرنے کی صورت یہ ہے کہ بازار مین کھانا بعض لوگون کے اعتبار سے تواضع اور بے تکلفی ہے اس صورت مین بازار مین کھا لینا اچھا ہے اور بعض اشخاص کے لحاظ سے بے غیرتی ہے اونکے حق مین مکروہ ہے پس یہ امر شہرون کی عادتون اور لوگون کی حالتون کے اختلاف سے مختلف طور پر ہوگا یعنی اگر کسی شخص کے سب اعمال ایسے ہونگے تو بازار مین کھانا اوسکے حق مین بے غیرتی اور زیادتی حرص پر دال ہوگا اور گواہی مقبول ہونے کا مانع متصور ہوگا اور جس شخص کے سب اعمال اسی کے مناسب ہونگے اور ہر حال مین بے تکلفی ٹپکتی ہوگی اوسکا بازار مین کھانا تواضع شمار کیا جاویگا -

دوم - حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جو شخص صبح کا کھانا نمک سے شروع کرے اللہ تعالی ستر قسم کی بلا اوسپر سے ٹالدیتا ہے اور جو کوئی ایک روز مین سات

عجوہ کھجورین کھاوے تو اوسکے پیٹ کے کیڑونکو مار ڈالینگی اور جو کوئی ہر روز اکیس سرخ کشمش
کھالیوے وہ اپنے بدن مین ایسی چیز نہ دیکھیگا جو اوسکو بری معلوم ہو اور گوشت کھانا گوشت
زیادہ کرتا ہے اور ثرید عرب کی غذا ہے اور حلوے کھانے سے پیٹ بڑھتا ہے اور خصیے
لٹک جاتی ہین اور گاے کا گوشت مرض ہے اور اوسکا دودھ شفا ہے اور اوسکا گھی دوا ہے
اور چربی اپنے برابر روگ بدن سے باہر کر دیتی ہے اور نفاس والی عورت کو خرما تر سے
بہتر کسی چیز سے شفا نہین ہوتی اور مچھلی سے جسم گھلجاتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت اور
مسواک کرنا بلغم دور کرتی ہین اور جو شخص بقا یعنی دیر پائی چاہے حالانکہ بقا ہو نہین سکتی
اوسکو چاہیے کہ صبح کا کھانا سویرے کھاوے اور شام کو کم کھاوے اور جوتا پہنے اور
آدمیون کے حق مین گھی سے بہتر کوئی علاج نہین اور عورتون سے اختلاط کم کرے اور
جتنی چادر دیکھے اوتنے پانون پھیلاوے یعنی قرض اپنے ذمہ نکرے۔ سوم۔ حجاج نے
کسی طبیب سے کہا کہ مجھے ایسی بات بتاؤ کہ اوسکو عمل مین لاؤن اور اوس سے عدول
یا تجاوز نکرون اوسنے کہا کہ عورتون مین سے جوان کے سوا کسی سے شادی مت کرنا اور
گوشت سوا سے جوان حیوان کے مت کھانا اور کچی چیز جب تک خوب نہ پک لے مت کھانا
اور بدون مرض کے دوا مت پینا اور میوہ مین سے خوب پکا ہوا کھانا اور جو غذا کھاوے
اوسکو اچھی طرح چبانا اور غذا وہ کھانا جسکو دل چاہتا ہو اور اوسپر پانی مت پینا اور پانی
جب پی چکو تو پھر کچھ مت کھانا اور بول و براز کو مت روکنا اور جب دن کی غذا کھانا تو
سو رہنا اور رات کی غذا کے بعد سونے سے پیشتر چہل قدمی کرنا گو سو قدم ہی چلو اور عرب
والے بھی یہی مضمون کہتے ہین تَغَدَّ تَمَدَّ تَعَشَّ تَمَشَّ یعنی دن کی غذا کھا کر لنبی تانو اور
رات کا کھانا کھاؤ تو چلو پھرو۔ اور کہتے ہین کہ پیشاب کا بند رکھنا بدن مین خرابی پیدا
کرتا ہے جیسے چلتی نہر کو روک دو تو اوسکے گرد کی چیزین خراب ہو جاتی ہین۔ چہارم
کہتے ہین کہ رگون کا تاننا مرض لاتا ہے اور رات کو کھانا بوڑھا کرتا ہے اور عرب والون کا
قول ہے کہ صبح کا کھانا چھوڑ دینا سرین کی چربی دور کر دیتا ہے اور کسی حکیم نے اپنے
لڑکے سے کہا کہ جب تک اپنی عقل ساتھ نہ لیلو تب تک گھر سے مت نکلنا یعنی بدون کچھ
کھائے صبح کو مت نکلو اور اسکو عقل اسلیے کہا کہ عقل کھانے ہی سے ٹھکانے رہتی ہے
اور اوسی سے طیش دور ہوتا ہے اور ایک یہ فائدہ ہے کہ شکم سیری پر بازار کی چیزون پر

نیت کم بخشتی ہے - اور ایک حکیم نے کسی موٹے آدمی کو کہا کہ تیری ڈاڑھون کی کدورگاہ کا
بنا ہوا کپڑا تیرے بدن پر معلوم ہوتا ہے کیسی یہ صورت ہوئی اوسنے کہا کہ مین گیہون کا میدا
اور حلوان کا گوشت کھاتا ہون اور بنفشہ کا تیل ملتا ہون اور ریشمی کپڑا پہنتا ہون - پنجم
یہ کہ پرہیز تندرست کو ایسا مضر ہے جیسے بدپرہیزی بیمار کو - اور بعضون کا قول ہے کہ جو پرہیز
کرتا ہے اوسکو بیماری کا یقین اور تندرستی کا شک ہے اور صحت کے حال مین ایسا حال
ہونا اچھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیب رومی رضہ کو دیکھا کہ خرما کھاتے تھے
اور اونکے ایک آنکھ پر آشوب تھی فرمایا کہ تمھاری آنکھ دکھتی ہے اور خرما کھاتے ہو عرض کیا
کہ یا رسول اللہ مین دوسری ڈاڑھ کی طرف سے کھاتا ہون آپ یہ سنکر ہنس پڑے -
ششم - یہ کہ میت والون کے لیے کھانا بھیجنا مستحب ہے چنانچہ جب خبر مرگ حضرت جعفر
بن ابیطالب کی آئی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جعفر کے کنبے والے میت
کے شغل مین کھانا نہ تیار کر سکینگے اونکے پاس کچھ کھانے کو بھیجدو اسی لیے یہ امر مسنون ہے
اور جب اس قسم کا کھانا مجمع مین آوے تو اوسکو کھا لینا جائز ہے لیکن اگر نوحہ کرنیوالیون
اور واویلا کرنے پر مدد کرنیوالیون کے لیے ہو تو اوسمین سے کھانا نچاہیے - ہفتم ظالم
شخص کے کھانے کو کھانے نچاوے اور اگر کوئی زبردستی کرے تو تھوڑا کھاوے اور جو
کھانا بہت عمدہ ہو اوسپر ہاتھ نہ ڈالے کسی مزکی نے ایسے شخص کی گواہی نہ قبول کی جسنے
ظالم بادشاہ کی دعوت کھائی تھی اوسنے کہا کہ مین دعوت کھانے مین مجبور تھا مزکی نے کہا
کہ مین دیکھتا تھا کہ تو عمدہ ہی کھانے کی طرف جھکتا تھا اور بڑے بڑے لقمے کھاتا تھا
اسمین تو کسی کا جبر تجھپر نہ تھا اور کہتے ہین کہ بادشاہ مذکور نے اس مزکی کو بھی جبراً کھانے کو
کہا تھا مگر اوسنے جواب دیا کہ اگر مین کھانا کھاونگا تو گواہون کا تزکیہ نکرونگا اور اگر تزکیہ کرونگا
تو کھانا نکھاونگا اور چونکہ اوسکے تزکیہ کے بدون بہت حرج تھا اسلیے اوسکا عذر بادشاہ نے مان لیا
اور کہتے ہین کہ ذوالنون مصری رح قید ہو گئے چند روز قید خانہ مین کھانا نکھایا اونکی ایک
دینی بہن تھی اوسنے اپنا سوت کات کر داروغہ محبس کے ہاتھ کھانا پکا کر بھیجا اونھون نے
اوسکو بھی نکھایا رہائی کے بعد اوس عورت نے اوس سے شکایت کی فرمایا کہ کھانا حلال تھا مگر ظالم کے
برتن اور ہاتھ مین آیا تھا اسلیے مین نے نہ کھایا یعنی داروغہ محبس کی معرفت اگر نہ آتا تو کھاتا
اور یہ نہایت درجہ کا تقوی ہے - ہشتم - فتح موصلی رح کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ بشر حافی کے

یہان بطور ملاقات تشریف لائے بشر نے کچہ درہم نکالکر احمد جلا اپنے خادم کو دیے اور فرمایا
کہ انکا عمدہ کہانا اور اچھا سالن لے آؤ احمد کہتے ہین کہ مین نے بہت ستہری روٹی مول لی
اور پہر اپنے دل مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودہ کے سوا اور کسی چیز کے لیے
نہین فرمایا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ اسی نظر سے کچہ دودہ اور کچہ عمدہ چہوہارے مول
لیے اور ان سبکو لاکر فتح موصلی رح کے سامنے رکہدیے اونہون نے کہانا کہایا اور باقی
اپنے ساتہ لیگئے بشر حافی رح نے ہمکو فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مین نے عمدہ کہانا مول لینے کو
کسلیے کہا تہا اوسکی وجہ یہ تہی کہ اچھا کہانا موجب شکر خالص کرنے کا ہوا کرتا ہے اور تمکو
یہ معلوم ہے کہ فتح رح نے مجھسے کیون نہ کہا کہ کہاؤ اسکا یہ سبب ہے کہ مہمان کے لیے ضرور
نہین کہ میزبان کو کہے کہ آؤ کہاؤ اور تم جانتے ہو کہ باقی بچا ہوا کہانا ساتہ کیون لیگئے اسکی وجہ
یہ تہی کہ جب توکل صحیح ہوتا ہے تو توشہ کا لینا ضرر نہین کرتا ان افعال سے یہ مسائل گویا
تمکو تعلیم کیے- اور ابو علی رودباری رح نے ایک شخص کا حال نقل کیا ہے کہ اونہون نے ضیافت
کی اور اوسمین ہزار چراغ جلائے کسی نے اونپر اعتراض کیا کہ تمنے اسراف کیا اونہون نے
کہا کہ اندر جاکر جو چراغ مین نے خدا کے لیے روشن نہ کیا ہو اوسکو گل کردو وہ شخص اندر گیا
اور بہت کوشش کی مگر کوئی چراغ گل نہوا آخر کو قائل ہوگیا- اور ابو علی رودباری نے
بہت سے پلے شکر کے لیے اور حلوائیون سے کہکر شکر کی دیوار مع کنگرون اور محرابون کے
تیار کرالی اور اوسمین کہمبے منقش لگوائے کہ سب شکر کے تھے پہر صوفیون کو بلاکر اونسے
اوسکے کہانے کو کہا سب نے اوسکو گراکر لوٹ لیا- **نہم**- یہ کہ کہانا امام شافعی رض کے قول
کے بموجب چار طرح ہے اول ایک انگلی سے کہانا اور یہ موجب خدا تعالی کی خفگی کا ہے
دوم دو انگلیون سے کہانا داخل تکبر ہے سوم تین انگلیون سے کہانا یہ طریقہ مسنون ہے
چوتھے چار یا پانچون انگلیون سے کہانا یہ شدت حرص پر دال ہے- اور چار چیزین بدن
کی مقوی ہین گوشت کہانا اور خوشبو سونگہنا اور بدون صحبت کے بہت نہانا اور کتان کا
پہننا- اور چار چیزین بدن کو سست کرتی ہین بہت صحبت کرنا اور بہت رنج کرنا اور نہار منہ
اکثر پانی پینا اور کثرت سے ترشی کا کہانا- اور چار چیزین بینائی کو قوت دیتی ہین قبلہ رخ بیٹہنا
اور سونیکے وقت سرمہ لگانا اور سبزہ کو دیکہنا اور لباس صاف رکہنا- اور چار چیزین بینائی کو
سست کرتی ہین نجاست کا دیکہنا اور سولی دیے ہوئے کو دیکہنا اور عورت کی شرمگاہ کو

دیکھنا اور قبلہ کو منھ کرکے بیٹھنا۔ اور چار چیزین مقوی باہ ہین چڑیون کا کھانا اور اطریفل اکبر کا کھانا اور پستہ کا کھانا اور ترہ تیزک کا کھانا۔ اور سونا چار طرح پر ہے چت لیٹنا انبیا کا سونا ہے کہ آسمان وزمین کی پیدایش مین فکر کرتے ہین اور دہنی کروٹ پر لیٹنا اور عابد سوتے ہین اور بائین کروٹ بر بادشاہ سوتے ہین کہ کھانا ہضم ہو اور منہ کے بل سونا شیطانون کا ہے۔ اور چار چیزین عقل بڑھاتی ہین کلام لغو کو منہ سے نہ نکالنا اور مسواک کرنی اور علما کے پاس بیٹھنا اور صلحا کی ہمنشینی کرنی۔ اور چار چیزین داخل عبادت ہین وضو کرکے بینا اور کثرت سے سجدہ کرنا اور مسجدون مین بیٹھا رہنا اور اکثر قرآن مجید پڑھنا۔ اور یہ بھی امام شافعی رح کا قول ہے کہ مجھکو تعجب ہے کہ جو شخص نہار منہ حمام مین نہاوے اور نکلنے کے بعد کھانا دیر کرکے کھاوے وہ مرتا کیون نہین اور مجھکو تعجب ہے کہ جو پچھنے لگواوے اور اوسی وقت جلدی سے کھالیوے وہ کیون نہین مرتا۔ اور فرمایا کہ دنیا مین کوئی چیز اس سے زیادہ مفید مین نے نہین دیکھی کہ بنفشہ کا تیل ملنے اور بیبے مین مستعمل ہووے واللہ اعلم و صلے اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ اولاً و آخراً

دوسرا باب آداب نکاح کے بیان مین

رباعی سنت ہے نکاح اور ہے دین یہ مبین ✤ اس امر کا منکر جو ہو وہ ہے بد دین ✤
قرآن مین وانکحوا الایامی کو دیکھ ✤ کر دل پہ حدیث سنتے نقش و نگین ✤

واضح ہو کہ نکاح دین پر مددگار اور شیطانون کا ذلیل کنندہ اور اونکے مکرون سے بچنے کو ایک مضبوط حصار ہے اور باعث امت کے بہت ہونے کا ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نبیون پر فخر کرینگے اس لحاظ سے اوسکے اسباب کی جستجو اور سنتون کی یاد داشت اور آداب کی گفتگو نہایت زیبا ہے اور ہم اسکے مقاصد اور اقسام اور ضروری احکام کو تین فصلون مین بیان کرتے ہین۔

فصل اول۔ نکاح کی ترغیب اور اعراض کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ نکاح کی فضیلت مین علما نے اختلاف کیا ہے بعضون نے اوسکی فضیلت یہان تک بیان کی ہے کہ کہا ہے کہ نکاح کرنا عبادت الہی کے لیے تنہائی اختیار کرنے سے بہتر ہے اور بعضے فضیلت کے مقر ہین مگر عبادت الہی کے واسطے تنہائی کو اس سے بڑھکر سمجھتے ہین بشرطیکہ نفس مین اتنا جوش ہوس سے حال پریشان ہو اور صحبت کا خواہان اور کچھ لوگون نے یہ کہا ہے

کہ اس ہمارے زمانہ مین نکاح کا نکرنا ہی بہتر ہے اور اس مین فضیلت اگلے وقتون مین تھی
کہ کمائیون کے طریقے حرام اور ممنوع نہ تھے اور عورتون کی عادتین بری نتھین - یہ قول
علما کے ہین اور امر واقع اور صحیح جبھی معلوم ہوگا کہ اول اخبار اور آثار نکاح کی ترغیب اور اعراض
کے باب مین بیان کیے جاوین پھر نکاح کے فوائد اور آفات کی شرح کرین تاکہ اوسکے
بعد جس شخص کے حق مین کہ اوسکی آفتون سے محفوظ ہو اوسکی فضیلت ظاہر ہو اور جو ایسا نہو
اوسکے حق مین اوسکا نکرنا مناسب ٹھہرے اسلیے اس فصل کو ہم چار بیانون مین منحصر کرتے ہین -

بیان اول - نکاح کی ترغیب کے ذکر مین - آیتین اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالے
فرماتا ہے وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ یہ بصیغہ امر ارشاد ہوا ہے جو مفید وجوب ہے اور
فرمایا فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ یعنی روک اور باز رکھنے سے ممانعت اور نہی فرمائی
اور رسولون کی مدح وثنا مین ارشاد فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً
اس امر کو منت جتانے کے اور فضل ظاہر کرنے کے مقام مین بیان فرمایا - اور اپنے اولیا
کی مدح یہی فرمائی کہ ہمسے اولاد کی درخواست کرتے ہین چنانچہ فرمایا وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا
اور کہتے ہین کہ خدا تعالی نے اپنی کتاب مجید مین اونھین انبیا کا ذکر فرمایا ہے جو بی بی والے
ہین ہان دو پیغمبر حضرت یحیی اور حضرت عیسی علیہ السلام اس سے مستثنی ہوئے جاتے ہین
تو اونکے لیے یہ کہا ہے کہ حضرت یحیی نے شادی کی تھی اور اتفاق صحبت نہین ہوا اور
شادی کا کرنا صرف فضیلت نکاح کے حاصل کرنے اور طریق نکاح کے قائم رکھنے کے
لیے تھا اور بعض کہتے ہین کہ آنکھین نیچی رکھنے کے سبب کی تھی اور حضرت عیسی علیہ السلام
کا حال یہ ہے کہ وہ جب زمین پر تشریف لاوینگے اوسوقت نکاح کرینگے اور اولاد بھی
ہوگی - اور اخبار اسکی فضیلت مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلنِّكَاحُ
سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَقَدْ رَغِبَ عَنِّيْ - اور فرمایا اَلنِّكَاحُ سُنَّتِيْ فَمَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِيْ
فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِيْ اور فرمایا تَنَاكَحُوْا تَكْثُرُوْا فَاِنِّيْ اُبَاهِيْ بِكُمُ الْاُمَمَ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ حَتّٰى بِالسِّقْطِ اور فرمایا مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَاِنَّ مِنْ سُنَّتِي النِّكَاحُ
فَمَنْ اَحَبَّنِيْ فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِيْ اور فرمایا کہ جو کوئی مفلسی کے خوف سے نکاح کو ترک کرے
وہ ہم مین سے نہین ہے - اس حدیث مین نکاح سے رکنے کی وجہ کی برائی ارشاد فرمائی

دس روز رہ گئے ہوں تو مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کرلوں تاکہ خدائے تعالیٰ کے سامنے مجرد نجاؤں اور حضرت معاذ بن جبل رض کی دو بیبیاں وبا رطاعون میں مرگئیں اور خود بھی مرض وبائی میں مبتلا تھے مگر فرمایا کہ میرا نکاح کردو کہ مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مجرد ملوں ان دونوں اثروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں صاحبوں کے نزدیک شہوت کے وغدغہ سے بچنے کے سوا نفس نکاح میں فضیلت تھی۔ اور حضرت عمر فاروق رض نکاح بہت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں صرف اولاد کے لیے نکاح کرتا ہوں اور ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے اور رات کو بھی آپ کے پاس ہی رہتے کہ شاید کوئی ضرورت ہو آپ نے اونکو فرمایا کہ تم شادی نہیں کرلیتے اونھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک تو میں مفلس ہوں کچھ مایہ نہیں رکھتا دوسرے آپ کی خدمت سے علیحدہ ہوجاؤنگا آپ نے سکوت فرمایا پھر اونسے دوبارہ اوسی طرح ارشاد فرمایا اور اونھوں نے وہی جواب عرض کیا پھر اونھوں نے اپنے دل میں سوچا کہ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے فائدہ کو مجھسے زیادہ سمجھتے ہیں جو بات میرے لیے دین و دنیا میں مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ سے قریب کریگی اوسکو زیادہ جانتے ہیں اگر تیسری بار مجھسے ارشاد فرماوینگے تو میں نکاح کرلونگا آپ نے اونکو تیسری بار ارشاد فرمایا کہ تم نکاح نہیں کرلیتے اونھوں نے عرض کیا کہ آپ میرا نکاح کرادیجیے فرمایا کہ فلان قبیلہ میں جاؤ اور کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمکو حکم فرماتے ہیں کہ تم اپنی لڑکی سے میرا نکاح کردو اونھوں نے عرض کیا کہ حضور میرے پاس کچھ نہیں آپ نے اصحاب رض سے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے ایک گٹھلی کے برابر سونا جمع کردو لوگوں نے جمع کردیا اور اون صحابی کو اون لوگوں کے پاس لیگئے اونھوں نے اونکا نکاح کردیا لوگوں نے اون سے ولیمہ کو کہا اور ایک بکری ولیمہ کے لیے سب نے ملکر اونکو لے دی اس حدیث میں مکرر آپ کا ارشاد فرمانا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ نفس نکاح میں فضیلت ہی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اونکے اندر کوئی بات نکاح کے حاجت کی معلوم فرمائی ہو۔ اور کہتے ہیں کہ پہلی امتوں میں سے ایک عابد عبادت میں اپنے اقران وہم عصروں پر فائق تھا اوسکا ذکر اوسوقت کے پیغمبر کے سامنے ہوا اونھوں نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص خوب تھا بشرطیکہ ایک سنت کو نہ چھوڑتا عابد نے جو پیغمبر کا ارشاد سنا رنجیدہ ہوا اور پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا

کہ مین کونسی سنت کا تارک ہون اونھون نے فرمایا کہ تو نکاح کا تارک ہے حامد نے عرض
کیا کہ مین نے اوسکو اپنے اوپر حرام نہین کیا ہے مگر مین مفلس ہون اور اپنا حیج لوگون پر
رکھتا ہون اسوجہ سے کوئی اپنی لڑکی مجھے نہین دیتا پیغمبر نے فرمایا کہ تجکو مین اپنی لڑکی
دیتا ہون چنانچہ اوسکے ساتہ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ اور بشر بن حارث رح نے فرمایا کہ
تین باتون سے احمد بن حنبل مجہپر فضیلت رکھتے ہین اول یہ کہ حلال روزی اپنے لیے
اور غیر کے لیے تلاش کرتے ہین اور مین فقط اپنے ہی لیے طالب ہون دوسرے یہ کہ
اونکو نکاح کی گنجایش ہے مجکو اس امر مین تنگی ہے تیسرے یہ کہ وہ عوام کے لیے امام ہین
اور کہتے ہین کہ امام احمد رح کی بی بی یعنی عبد اللہ کی ما کا جس روز انتقال ہوا تھا تو آپنے
اوسکے دوسرے روز نکاح کر لیا اور فرمایا کہ مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ رات کو مجرد رہون
اور بشر رح کا حال یہ ہے کہ لوگون نے جب اونسے کہا کہ آدمی آپ پر اعتراض کرتے ہین
کہ آپ سنت نکاح کے تارک ہین تو آپ نے فرمایا کہ معترضون سے کہدو کہ مین فرض کے
باعث سنت سے رکا ہوا ہون اور دوبارہ اونسے جو کسی نے نکاح پر اعتراض کیا تو فرمایا
کہ مجھے تو نکاح سے صرف یہ آیت روکتی ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ
یہ امر امام احمد رح کے سامنے ذکر کیا گیا آپنے فرمایا کہ بشر جیسا آدمی ہو تو لے وہ ایک بھالے
کی نوک پر بیٹھا ہوا ہے اور باوجود اسکے یہ بھی مروی ہے کہ بشر رح کو مرنے کے بعد کسی نے
خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے آپ کے ساتہ کیا معاملہ فرمایا کہا کہ جنت مین میرے
مراتب بلند ہوئے اور انبیا کے مقامات تک مجکو جھکا دیے مگر نکاح والون کے درجہ کو نہ
پہونچا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ بشر رح نے یہ جواب دیا کہ مجکو یہ ارشاد ہوا کہ ہمکو یہ پسند
تھا کہ تو ہمارے سامنے مجرد آوے پھر راوی کہتا ہے کہ مین نے بشر رح سے پوچھا کہ ابو نصر
تمار کا کیا حال ہے فرمایا کہ مجھ سے ستر درجے زیادہ اونکو دیے گئے مین نے پوچھا کہ اسکی
کیا وجہ دنیا مین تو ہم آپ کو اون سے زیادہ دیکھتے تھے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہوئی کہ اونھون
اپنی لڑکیون اور عیال پہ صبر کیا تھا۔ اور سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ بیبیون کی کثرت دنیا
مین سے نہین اسلیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اصحاب رضم کی نسبت کر زیادہ زاہد تھے
حالانکہ آپ کی چار بیبیان اور نو حرم تھین۔ حاصل یہ کہ نکاح ایک پہلی سنت اور انبیا کی
عادتون مین سے ایک عادت ہے۔ اور ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کہا

کہ خوشحالی ہوتمکو کہ تجرد کے باعث سے تم عبادت ہی کے لیے ہو رہے ہو آپ نے فرمایا
کہ تمھارے عیال کے ہوتے ہوئے ایک طلب میری سب حالتوں سے بہتر ہے اونکر
کہا کہ پھر کون چیز آپ کو نکاح سے مانع ہے فرمایا کہ مجھکو عورت کی حاجت نہین اور نہ یہ
منظور ہے کہ کسی عورت کو اپنی طرف منسوب کرون اور کہتے ہین کہ نکاح والے کی فضیلت
مجرد پر ایسی ہے جیسے جہاد کرنے والے کو نجانے والے پر ہے اور بی بی والے کی ایک
رکعت مجرد کی ستر رکعتون سے بہتر ہے۔

دوسرا بیان۔ نکاح سے اعراض کرنے کی وجہون کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہین کہ دوسو برس کے بعد لوگون مین سے بہتر وہ ہوگا جو مایہ اور عیال کم رکھتا ہو
اور اوسکے نہ بی بی ہو نہ بچہ۔ اور فرمایا لوگون پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ آدمی کی تباہی اوسکی
بی بی اور ما باپ اور اولاد کے ہاتہ ہوگی وہ اوسکو مفلسی کا ننگ دلاوینگے اور اوسکو ایسی
بات کی تکلیف دینگے جسپر اوسکا قابو نہو اسی وجہ سے وہ ایسی راہون مین گھسیگا جنمین
اوسکا دین جاتا رہے اور اسلیے تباہ ہوگا۔ اور حدیث مین ہے کہ عیال کا کم ہونا بھی دو
توانگریون مین سے ایک ہے اور کنبہ کا زیادہ ہونا دو مفلسیون مین سے ایک ہے۔ اور
ابو سلیمان دارانی رح سے جو کسی نے نکاح کا حال پوچھا تو فرمایا کہ عورتون سے صبر کرنا اس سے
بہتر ہے کہ اونکی حرکات پر صبر کیا جاوے اور اونکی حرکات پر صبر کرنا آگ پر صبر کرنے سے
بہتر ہے اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ تنہا آدمی کو عمل کا مزہ اور دل کا فراغ اوسقدر حاصل
ہوتا ہے کہ بی بی والے کو نہین ہوتا۔ اور یہ بھی وہی فرماتے ہین کہ ہمنے اپنے یارون مین
سے کسی کو ایسا نہین پایا کہ نکاح کرنے کے بعد اپنے پہلے مرتبہ پر ثابت رہا ہو اور یہ بھی
فرمایا ہے کہ تین باتین ایسی ہین کہ جس نے اونکو تلاش کیا اُسنے دنیا کی طرف میل کیا۔
اول یہ کہ معاش کا طالب ہوا دوم کسی عورت سے نکاح کیا سوم یہ کہ حدیث کو لکھا۔ اور
حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالی کسی بندہ سے بہتری کیا چاہتا ہے تو اوسکو
مال اور زن و فرزند مین مشغول نہین کرتا اور ابن ابی الحواری کہتے ہین کہ ایک جماعت نے
اس قول مین مناظرہ کیا آخر کو اونکی راے اسپر ٹھہری کہ اسکے یہ معنی نہین کہ مال و اہل آدمی
بالکل نہ رکھتا ہو بلکہ یہ مراد ہے کہ ہووین تو سہی مگر اوسکو اللہ تعالی سے روک نہ دین اور
یہی بات ابو سلیمان دارانی رح کے اس قول مین پائی جاتی ہے کہ جو چیز تجھکو اللہ تعالی سے

روکدے خواہ مال ہو یا زن وفرزند و تجہیز منحوس ہے۔ حاصل یہ کہ نکاح سے اعراض کرنیکو جوکسی نے اکابر سلف سے فرمایا ہے تو مطلق نہین فرمایا بلکہ ایک شرط کے ساتھ فرمایا ہے اور نکاح کی ترغیب مطلق بھی مذکور ہے اور شرط کے ساتھ بھی ہے اسلیے ہمکو ضرور ہوا کہ نکاح کی آفتون اور فوائد کا حصر کرکے اسکی تشریح اچھی طرح کرین۔

تیسرا بیان۔ نکاح کے فوائد کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ نکاح کے فائدے مجملاً پانچ ہین اول اولاد کا ہونا دوم شہوت کا توڑنا سوم گھر کا انتظام کرنا چہارم اپنے جتھے کا زیادہ ہونا پنجم عورتون کے ساتھ رہنے مین نفس پر مجاہدہ کرنا اب اونکو مفصل سننا چاہیے کہ فائدہ اول یعنی اولاد کا ہونا یہ سب مین اصل ہے اور نکاح اسی کے لیے موضوع ہوا ہے اور نسل کا باقی رکھنا اوس سے مقصود ہے کہ جنس انسان سے عالم خالی نہو جاوے اور شہوت جو مرد وعورت مین رکھدی گئی ہے یہ ایک لطیف تدبیر اولاد کے ہونے کی ہے جیسے جانور کو جال کے اندر پھنسانے کے واسطے دانہ پھیلا دیا جاتا ہے کہ اوسکی چاہ مین جال مین آجاوے اسیطرح خواہش جماع مرد وعورت کو ذریعہ حصول اولاد کردیا گیا ہے قدرت ازلی آدمیونکو بدون ان بکھیڑون کے بھی ابتدا پیدا کرسکتی تھی مگر حکمت الٰہی اسی بات کی مقتضی ہوئی کہ مسببات کا وجود اس بات پر منحصر کیا جاوے گو اسکی حاجت اوسکو نتھی مگر اپنی قدرت کے ظاہر کرنے اور عجائب صنعت کے پورا کرنے اور جس طور پر پہلے مشیت ہو چکی ہے اور حکم ہو گیا ہے اور قلم لکھ چکا ہے اوسطرح پر موجود کرنیکو ایسا ہی سامان اسکے لیے فرمایا اور جس صورت مین کہ شہوت کے شبہات سے امن ہو تو نکاح کا ذریعہ ولد ہونا چار طرح سے موجب ثواب ہے جو ترغیب کے باب مین اصل ہین حتی کہ اکابر نے اونھین کے باعث پسند ہین کیا کہ خدا تعالی کے سامنے مجرد جاوے اول یہ کہ اولاد ہونے مین سعی کرنے سے باعتبار بقاء جنس انسانی اللہ تعالی کی مرضی کی موافقت ہوتی ہے دوسرے یہ کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی جاتی ہے کہ جنکی کثرت سے آپ فخر فرماوینگے اونکی کثرت مین سعی کیجاوے تیسرے یہ بعد اپنے مرنے کے نیک بخت لڑکے کی دعا کی توقع چوتھے یہ کہ لڑکا اگر صغرسنی مین مرجاویگا تو اوسکے سفارشی ہونے کی توقع ہے ان چارون وجہون مین سے وجہ اول سب سے باریک اور عوام کی سمجھ سے دور تر ہے حالانکہ جو لوگ اللہ تعالی کی عجیب مصنوعات اور مجاری احکامات مین بصیرت رکھتے ہین اونکے نزدیک

سب سے زیادہ درست اور قوی اول ہی وجہ ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو
بیج اور کھیتی کے اوزار سپرد کرے اور اوسکے لیے زمین کھیتی کے لیے تیار کر دے اور غلام
مذکور کھیتی پر قادر ہو اور آقا اوسپر ایک گماشتہ معین کر دے کہ اوسکو کھیتی کے سبب سے تقاضا کرتا رہے
تو اس صورت مین اگر غلام سستی کرے اور کھیتی کا سامان بیکار رہنے دے اور بیج کو ضائع
ہونے دے یہانتک کہ خراب ہو جاوے اور گماشتہ کو اپنے اوپر سے کسی بہانے سے
ٹالدے تو ظاہر ہے کہ یہ غلام مستوجب آقا کی خفگی اور عتاب کا ہوگا اب دیکھنا چاہیے کہ
اللہ تعالی نے آدمی کو جوڑا بنایا اور مرد کے لیے آلہ تناسل اور خصیے خاص کیے اور نطفہ کو
پشت کی ہڈی مین پیدا کر کے انثیین مین اوسکی رگ و پے تیار کیے اور عورت کے رحم کو
نطفہ کے ٹھہرنے اور رکھنے کی جگہ ٹھہرایا اور مرد و عورت دونون پر شہوت کو مسلط کیا تو یہ
سب افعال اور سامان بزبان فصیح خالق کی مراد پر شہادت دیتے ہین اور عقل والون کو بتاتے
ہین کہ ہمکو اس غرض سے بنایا گیا ہے اور یہ بھی اس صورت مین ہے کہ خداوند کریم نے
اپنے رسول مقبول کی زبانی اپنے مقصود کو ارشاد فرمایا ہو اور جس صورت مین کہ آپ کی
زبان مبارک سے اپنا مقصود بھی ظاہر کر دیا ہو جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تناکحوا تناسلوا
تب جو شخص کہ نکاح سے رکیگا وہ کھیتی سے روگردان اور بیج کا تلف کرنیوالا اور اللہ تعالی کے
سامان کو بیکار رکھنے والا ہوگا اور فطرت کے مقصود اور اوس حکمت کے خلاف کریگا جو مخلوق کے
مشاہدہ سے سمجھ مین آتی ہے اور ان اعضا پر خط تقدیر سے لکھی ہوئی ہے جسمین نقوش
اور حروف اور آواز کو دخل نہین اوسکو وہی پڑھتا ہے جسکی بصیرت خداداد حکمت ازلی کے
دقائق کے سمجھنے مین چلتی ہو اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اولاد کے قتل کرنے اور زندہ
درگور کرنے مین سخت ممانعت فرمائی اسلیے کہ یہ صورت بھی وجود کے پورا ہونے کی مانع ہے
اور اسی کی طرف اشارہ ہے کسی کے اس قول مین کہ صحبت مین انزال کے وقت آلہ تناسل کو
بخوف حمل رہجانے کے باہر نکالنا بھی ایک قسم کا زندہ درگور کرنا ہے۔ حاصل یہ کہ نکاح کرنیوالا
اوس چیز کے کامل کرنے مین کوشش کرتا ہے جسکا پورا ہونا خدا تعالی کو محبوب ہے اور
نکاح سے اعراض کرنیوالا اوس چیز کو ضائع اور بیکار کرتا ہے جسکا تلف کرنا اللہ تعالے کے لیے کمو
ناپسند ہے۔ اور یہین وجہ کہ خدا تعالی کو جانون کا باقی رکھنا محبوب ہے کھانا کھلانے کو
حکم فرمایا اور اوسپر ترغیب دی اور اوسکو قرض دینے سے تعبیر فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۔ اب اگر یہ کہو کہ تمہارے اس کہنے سے
کہ نسل اور جان کا باقی رکھنا خدا تعالی کو محبوب ہے یہ شبہہ ہوتا ہے کہ اونکا فنا ہونا خدا تعالی
کو برا معلوم ہوتا ہو اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ خدا تعالی کے ارادہ کے لحاظ سے موت
اور حیات مین کچہ فرق ہو حالانکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ سب چیزین خدا تعالی کی خواہش کرتی ہین
اور خدا تعالی عالم کے لوگون سے غنی ہے اوسکے نزدیک اونکی موت اور حیات اور بقا
اور فنا مین کچہ فرق نہین ہو سکتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تقریر تو ظاہرا ٹھیک ہے مگر اسکی
مراد باطل ہے اسلیے کہ جو کچہ ہمنے کہا ہے وہ اسکے منافی نہین کہ دنیا کی سب چیزین یعنی خیر و شر
اور نفع اور ضرر خدا تعالی کے ارادہ سے منسوب ہین بلکہ محبت اور کراہت آپس مین ایک دوسرے
کی ضد ہین یہ نہین کہ ارادہ کی ضد ہون کیونکہ بعض اوقات ارادہ کی چیز مکروہ ہوتی ہے
اور بعض مرتبہ محبوب ہوتی ہے مثلاً معاصی مکروہ ہین مگر باوجود اسکے ارادہ سے ہوتے ہین
اور طاعات بھی ارادہ سے ہوتی ہین لیکن اسکے ساتھ ہی محبوب اور پسند ہین اور کفر اور شر کو
ہم پسند اور محبوب نہین کہتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ ارادہ سے ہوتے ہین اور اونکے ناپسند ہونیکو
خود خدا تعالی فرماتا ہے وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ پس کیسے ہو سکتا ہے کہ محبت اور
کراہت کے لحاظ سے فنا اور بقا خدا تعالی کے نزدیک ایک ہی ہون تو وہ حدیث قدسی مین
فرماتا ہے کہ مجکو کسی چیز مین اتنا تردد نہین ہوتا جتنا اپنے بندہ فرمانبردار کی جان قبض کرنے مین
ہوتا ہے کہ وہ موت کو برا جانتا ہے اور مجکو اوسکی برائی ناپسند ہے اور موت اوسکو ضروری ہے
پس موت کا ضروری ہونا جو ارشاد فرمایا اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ ارادہ اور تقدیر
پہلے گذر چکے ہین جنکو اس آیت مین ذکر فرمایا ہے نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ اور اس
قول مین خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ اور نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ مین اور اس قول
مین کہ مجکو اوسکی برائی ناپسند ہے کچہ منافات نہین مگر امر حق واضح کرنے کے لیے ارادہ اور
محبت اور کراہت کے معنون کو تحقیق کرنا اور اونکی حقیقتون کا بیان کرنا درکار ہے اسلیے
کہ اون الفاظ سے ذہنون مین یہی متبادر ہوتا ہے کہ خدا تعالی کا ارادہ اور محبوب جاننا اور ناپسند
کرنا خلق کے ارادہ اور محبوب جاننے اور ناپسند کرنیکے مشابہ ہے حالانکہ یہ بات نہین اسلیے
کہ خدا تعالی کی صفات اور مخلوق کی صفات مین ایسا ہی فرق ہے جیسا اوسکی ذات اور
مخلوق کی ذات مین ہے اور جسطرح کہ مخلوق کی ذاتین جوہر اور عرض ہوتی ہین اور

اللہ تعالی کی ذات جوہر اور عرض ہونے سے منزہ ہے اور جو چیز کہ جوہر و عرض نہو وہ مشابہ اون
دونون کے بھی نہین ہوسکتی اسی طرح خدا تعالی کی صفات بھی مشابہ خلق کی صفات کے
نہین اور چونکہ یہ حقائق علم مکاشفہ مین داخل ہین اور انھین کی آڑ مین تقدیر کا راز ہے جسکے
ظاہر کرنے کی ممانعت ہے اسی لیے ہم اس مضمون سے عنان قلم کو روکتے ہین اور جو کچھ
نکاح کرنے پر جرات کرنے اور اوس سے رکنے مین فرق ہمنے بتایا ہے اوسی قدر پر اکتفا
کرتے ہین یعنی نکاح سے رکنے والا اپنی اوس نسل کو کھوتا ہے جسکو اللہ تعالی نے حضرت
آدم علیہ السلام کے وقت سے نسلاً بعد نسل اوس شخص تک موجود رکھا تھا اور اپنے آپ سے
وہ تدبیر کرتا ہے کہ مرنے کے بعد اوسکی اولاد اوسکی قائم مقام نہو۔ اور اگر بالفرض نکاح کے
باعث شہوت کا نا الہی ہوتا تو حضرت معاذ رض وبا مین مبتلا ہو کر یہ نفرماتے کہ میرا نکاح کردو
کہ اللہ تعالی کے سامنے مجرد نجاؤن اور اگر یہ پوچھو کہ حضرت معاذ رض کو اوسوقت مین توقع
اولاد کی نتھی پھر نکاح کی خواہش کی کیا وجہ تھی تو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاد صحبت سے
ہوتی ہے اور صحبت کا باعث شہوت ہے اور یہ امر بندہ کے اختیار مین داخل نہین بندہ کے
اختیار مین صرف اسیقدر ہے کہ جو چیز محرک شہوت ہو اوسکو موجود کرے اور یہ ہر حال مین
ہوسکتا ہے پس جو شخص عقد کریگا تو جو بات اوسکے ذمہ تھی وہ اوسکو ادا کر چکا اور باقی باتین
اوسکے قبضہ اختیار سے خارج ہین اور اسی وجہ سے نامرد کو بھی نکاح کرنا مستحب ہے اسلیے
کہ شہوت کے ابھار پوشیدہ ہین اونپر اطلاع نہین ہوتی یہان تک کہ خصیہ بریدہ شخص کے
حق مین بھی نکاح کا مستحب ہونا منقطع نہین گو اوسکو توقع اولاد کی نہین جسطرح کہ افعال حج
مین گنجے کے لیے سر پر استرہ پھروانا مستحب ہے گو سر پر بال نہون مگر غیرون کی پیروی اور
سلف صالح کی اقتدا اس باب مین اوسکو مستحب ہے یا جسطرح آج کل حج مین طواف کے
وقت تین پھیرون مین چادر کو بغل کے نیچے سے نکال کر بائین شانہ پر ڈالنا اور اکڑ کر دوڑ کر
چلنا مستحب ہے حالانکہ شروع مین یہ اعمال اس غرض سے تھے کہ کافرون کی نظرون مین
اہل اسلام کی شجاعت اور بہادری ظاہر ہو مگر جن لوگون نے داد شجاعت دی تھی اونکا یہ
فعل پچھلے لوگون کے حق مین مستحب ہو گیا۔ اور اگر ان دونون شخصون کو اس لحاظ سے
دیکھا جاوے کہ صحبت پر قادر نہین تو استحباب نکاح مین ضعف آجاتا ہے اور یہ استحباب اس
اعتبار سے اور بھی ضعیف ہے کہ انکے نکاح سے ایک شئے بیکار ہوئی جاتی ہے اور اوس سے

جو مطلب نکلتا وہ تلف ہوتا ہے اور اوسکی حاجت بھی نہیں پوری ہوتی اور اسمین ایک طرح کا خطرہ ہے تو۔ وجہ ایسی ہے کہ جو لوگ شہوت کے ضعیف ہونے کی جہت سے نکاح میں کرنے اور شدت سے انکار کرتے ہیں اوسکے عذر پر آگاہ کرتی ہے۔ وجہ دوم نکاح کے ذریعہ اولاد ہونے کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور رضا مین کوشش کرنا ہے کہ جس چیز سے آپ مباہات فرماوینگے اوسکی کثرت نکاح ہی سے ہے کیونکہ آپ نے اس امر کی تصریح فرما دی ہے اور اولاد کے لحاظ رکھنے پر بہمہ وجوہ مجملاً یہ روایت دال ہے جو حضرت عمر رض کے حال مین مروی ہے کہ آپ نکاح بہت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مین اولاد کے واسطے نکاح کرتا ہوں اور مذمت بانجھ عورت کی جو حدیث مین مروی ہے اوس سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ اولاد کا لحاظ ہونا چاہیے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کے کونے مین بوریا بانجھ عورت کی نسبت کہ اچھا ہے اور فرمایا خیر نسائکم الولود الودود۔ اور فرمایا کہ کالی عورت اولاد والی خوبصورت سے بہتر ہے جس سے اولاد نہ ہو ان روایتوں سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح کی فضیلت حاصل کرنے مین اولاد کی طلب کو بہت دخل ہے بہ نسبت صرف جوش شہوت دور کرنیکے اسلیے کہ خوبصورت عورت مرد کی پارسائی قائم رکھنے اور نگاہ نیچی کرنے اور شہوت دور کرنے کے لیے زیادہ زیبا ہے لیکن تاہم اولاد کے لحاظ سے اوسپر بدصورت کو ترجیح دیگئی — وجہ سوم بعد کو اولاد نیکبخت کا پیدا ہو باپ کے لیے دعاء خیر کرے چنانچہ حدیث مین وارد ہے کہ آدمی کے سب عمل تمام ہو جاتے ہین صرف تین باقی رہتے ہین اور اون مین ایک نیکبخت لڑکی کو ذکر فرمایا۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ دعائین مردون کے سامنے نور طباقون مین رکھکر پیش کیجاتی ہین اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہین کہ اولاد بعض اوقات نیکبخت نہین ہوتی تو یہ قول اونکا لغو ہے اسلیے کہ مسلمان و دیندار کی اولاد غالباً نیکبخت ہی ہوگی خصوص اوس صورت مین کہ اوسکی تربیت کا قصد کرے اور نیکبختی کے کام لیوے۔ حاصل یہ کہ ایماندار کی دعا ماباپ کے حق مین مفید ہوتی ہے خواہ نیکبخت ہو یا بدکار اور اگر لڑکا نیکیان کریگا اور دعا مانگیگا تو باپ کو اوسکا ثواب ملیگا اس نظر سے کہ لڑکا اوسی کی کمائی ہے اور اگر برائیان کریگا تو باپ سے اوسکی ازپرس نہوگی اسوجہ سے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری قرآن مین موجود ہے اور اسی مضمون کو خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا الحقنا بہم ذریتہم وما التناہم من عملہم من شیء

یعنی ہم نے اونکے اعمال مین سے کچھ نقصان نہین کیا بلکہ اونکے احسان پر یہ بات زائد کردی کہ اونکی اولاد کو اونکے ساتھ کردیا وجہ چہارم یہ ہے کہ لڑکا اگر پیشتر مرجاویگا تو سفارشی ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لڑکا اپنے ماباپ کو جنت کی طرف کھینچیگا اور بعض اخبار مین ارشاد فرمایا کہ بچہ ماباپ کا کپڑا پکڑیگا جیسے مین اب تیرا کپڑا پکڑتا ہون اور فرمایا کہ بچہ کو حکم ہوگا کہ جنت مین داخل ہو وہ جنت کے دروازہ پر توقف کریگا اور غصہ مین بھر کر کہے گا کہ مین جنت مین جبھی جاؤنگا کہ میرے ماباپ میرے ساتھ ہون حکم ہوگا کہ اسکے ماباپ کو اسکے ساتھ جنت مین داخل کرو۔ اور دوسری حدیث مین ہے کہ لڑکے قیامت کے میدان مین جسوقت کہ خلقت حساب کے لیے درپیش ہوگی جمع ہونگے فرشتون کو حکم ہوگا کہ انکو جنت مین لیجاؤ وہ لڑکے جنت کے دروازہ پر ٹھہرینگے اور اونسے کہا جاویگا کہ خوب ہوا تم آئے مسلمانون کے بچو اندر جاؤ تم سے کچھ حساب نہین وہ کہین گے کہ ہمارے ماباپ کہان ہین جنت کے فرشتے اونسے کہین گے کہ وہ تم جیسے نہین ہین بلکہ اونکے ذمہ گناہ اور برائیان ہین اونسے اونکا حساب اور مطالبہ ہوگا یہ سنکر وہ لڑکے یکبارگی چیخین گے اور فریاد وزاری جنت کے دروازون پر کرینگے پس خداتعالی باوجودیکہ اونکے حال سے خوب واقف ہوگا ارشاد فرماویگا کہ یہ فریاد کیسی ہے فرشتے عرض کرینگے کہ الہی مسلمانون کے بچے ہین کہتے ہین کہ ہم جنت مین بدون اپنے ماباپ کے ساتھ لیے نجائین گے خداتعالی حکم فرماویگا کہ اس جماعت کے اندر جاؤ اور اونکے ماباپون کے ہاتھ پکڑو اور اونکو جنت مین داخل کرو۔ اور فرمایا مَنْ مَاتَ لَہٗ اِثْنَانِ مِنَ الْوَلَدِ فَقَدِ احْتَظَرَ بِحِظَارٍ مِنَ النَّارِ - اور فرمایا مَنْ مَاتَ لَہٗ ثَلٰثَۃٌ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ اِیَّاھُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ - حکایت ہے کہ کسی نیکبخت سے لوگ نکاح کرنے کو کہا کرتے تھے اور وہ بزرگ کچھ دنون انکار کرتے رہے ایک روز جو سوکر اٹھے تو کہنے لگے کہ میرا نکاح کردو میرا بیاہ کردو لوگون نے اونکا نکاح کردیا اور وجہ پوچھی کہ اب کسلیے خواہان نکاح کے ہوئے فرمایا کہ شاید اللہ تعالی مجھے لڑکا دیوے اور صغرسنی مین اوسکو وفات دے تو آخرت مین میرے کام آوے پھر کہا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے اور تمام خلق کے ساتھ مین بھی قیامت کے میدان مین کھڑا ہون اور میرا پیاس کے مارے لبون پر دم آرہا ہے اور اسیطرح مخلوق بھی سخت تشنگی اور کرب مین گرفتار ہے پھر دیکھتا ہون کہ کچھ بچے صفون کو چیرتے پھرتے ہین

اونکے سرپر نور کے مندیل ہین اور ہاتھون مین چاندی کی چھاگل اور سونے کے آبخورے
لیے ایک ایک کو پانی پلاتے ہین اور اندر گھسے جاتے ہین اور بہتون کو چھوڑتے بھی
جاتے ہین مین نے اپنا ہاتہ اونمین سے ایک لڑکے کی طرف پھیلایا اور کہا کہ میرا پیاس کے
مارے برا حال ہے مجکو پانی پلاؤ اوسنے کہا کہ ہم مین تیرا لڑکا کوئی نہین ہم تو اپنے باپون کو
پانی پلاتے ہین مین نے پوچھا کہ تم کون ہو اوسنے کہا کہ ہم مسلمانون کے لڑکے ہین جو
صغرسن مین مرگئے تھے۔ اور اللہ تعالی کے اس قول مین وَقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ کے
ایک معنی یہی کہے ہین کہ اس سے مراد بچون کا آخرت مین آگے بھیجنا ہے۔ غرض کہ ان
چارون وجہون سے معلوم ہوا کہ نکاح کی فضیلت زیادہ تر اسی جہت سے ہے کہ وہ اولاد
ہونے کا سبب ہے۔ دوسرا فائدہ نکاح سے یہ ہے کہ شیطان سے محفوظ رہنا اور
جوش اشتیاق کو دبانا اور شہوت کو ٹالنا اور نگاہ کو نیچا رکھنا اور شرمگاہ کو بچانا اس سے
حاصل ہوتا ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس حدیث مین کہ جس شخص نے نکاح کیا
اوسنے اپنا آدھا دین بچا لیا پس چاہیے کہ دوسرے نصف مین خدا تعالی سے ڈرے
اور اس حدیث مین بھی اسی طرف اشارہ ہے عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ
بِالصَّوْمِ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهٗ وِجَاءٌ۔ اور جو آثار و اخبار کہ ہم لکھ آئے ہین اون مین بھی اشارہ اس
مضمون کی طرف ہے۔ اور یہ فائدہ اول فائدہ کی نسبت کم ہے اسلیے کہ شہوت اولاد کے
ہونے کے تقاضا کرنے کو ایک گماشتہ ہے اسکی آفت سے بچنے اور شر سے محفوظ رہنے کو
تو نکاح ہی کافی ہے مگر جو شخص اپنے آقا کا کہنا مانے اس نظر سے کہ اوسکی رضا جوئی کا لحاظ ہے
اور دوسرا شخص بھی مانے مگر اس خیال سے کہ گماشتہ کی آفت سے محفوظ رہے یہ دونون
برابر نہین ہین بلکہ فضیلت اول ہی کو ہے غرضکہ شہوت اور اولاد دونون حکم الہی کی بین
اور ایک کو دوسرے سے علاقہ ہے لیکن یہ نہین کہہ سکتے ہین کہ مقصود نکاح سے لذت ہے
اور اولاد اوسکو لازم ہے جیسے کھانے سے مثلاً پاخانہ پھرنا لازم آجاتا ہے اور وہ مقصود
بالذات نہین ہوتا بلکہ واقع مین مقصود بالذات فطرت اور حکمت کے رو سے اولاد ہے اور شہوت
اوسپر ترغیب دہندہ ہے ہان شہوت مین سوا اولاد کی ترغیب کے ایک اور حکمت بھی ہے
یعنی اوسکے پورا کرنے مین وہ لذت ہے کہ اگر اوسکو بقا ہو تو اوسکے جوڑ کی کوئی لذت نہین
اور یہی لذت اوس لذت کی خبر دیتی ہے جسکا وعدہ جنت مین ہوا ہے اور اسکے موجود کرنے کی

وجہ یہ ہے کہ جس لذت کا ذائقہ معلوم نہو اوسکی ترغیب بیکار ہوتی ہے مثلاً اگر نامرد کو صحبت کی لذت پر ترغیب دیجاوے یا لڑکے کو ملک و سلطنت کی لذت پر اُبھارا جاوے تو مفید نہین پس آدمی مین اس لذت کو اسلیے پیدا کیا گیا کہ اسکے مزہ سے آگاہ ہوکر جنت مین اوسکے دوام کا خواہان ہو جسکا حصول عبادت الٰہی پر موقوف ہے اب غور کرو کہ خداتعالیٰ نے اسمین کیسی حکمت اور کسطرح کی رحمت رکھی ہے کہ ایک شہوت کے اندر دو زندگیان ظاہر و باطن کی پوشیدہ کردی ہین ظاہر کی زندگی تو اسطرح ہے کہ اسکے ذریعہ سے نسل باقی رہتی ہے اور یہ بھی ایک طرح کا دوام آدمی کے لیے ہے اور باطنی زندگی حیات اخروی ہے کہ اوسکی باعث بھی یہی شہوت ہوتی ہے یعنی اسکے سریع الزوال ہونے کو دیکھکر آدمی لذت دائمی اور کامل کا فکر کرتا ہے اور اوسکے حاصل ہونے کے لیے عبادت پر آمادہ ہوتا ہے تو گویا شہوت ہی کی رغبت کرنے سے جنت کی نعمت کی طلب اوسپر آسان ہوجاتی اسیطرح انسان کے بدن مین کوئی ذرہ ظاہری و باطنی ایسا نہین بلکہ آسمان و زمین کے ملکوت مین کوئی اسطرح کا نہین کہ اوسکے عجائب اور حکمتون کے اندر عقلین حیران نہون مگر یہ اسرار دلہائے پاک پر اوسی قدر کھلتے ہین جسقدر وہ صاف اور دنیا کی طرف سے اعراض کرنے والے اور اوسکے مغالطے اور فریبون سے روگردان ہوتے ہین حاصل یہ کہ جوش شہوت کے ٹالنے کے سبب سے نکاح کرنا دین مین ایک مہم امر ہے اوس شخص کے حق مین جو عاجزی اور نامردی کا نہ رکھتا ہو اور یہ حال اکثر خلق کا ہے اور وجہ اسکے مہم ہونے کی یہ ہے کہ شہوت جب غالب ہوتی ہے اور اوسکی روک پر تقوی کی قوت نہین ہوتی ہے تو بڑی بُری باتون مین آدمی مبتلا ہوجاتا ہے اور اوسی کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے اشارہ فرمایا اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ اور اگر غلبہ شہوت کی صورت مین تقوی کی روک بھی ہو تو اوسکا انجام یہ ہوگا کہ آدمی اعضاء ظاہری کو شہوت سے روکیگا یعنی آنکھ نیچی اور شرمگاہ کو محفوظ رکھےگا مگر دل کا بچانا وسوسہ اور فکر سے اوسکے اختیار مین نہین اسی سے اوسکا نفس ہمیشہ اوس سے کشاکش رکھیگا اور جماع کی باتین کریگا اور شیطان وسوسہ انداز اکثر وقتون مین ایسے خطرون کے دل مین ڈالنے سے کوتاہی نکریگا اور بعض اوقات یہ بات نماز کے اندر پیش ہوتی ہے حتی کہ دل پر جماع کے معاملے ایسے گذرتے ہین کہ اگر مخلوقات مین ادنیٰ شخص کے سامنے بھی اونکی تصریح کرے تو اوس سے شرماوے اور اللہ تعالیٰ

دل پر خبردار ہے دل کا حال اوسکے سامنے ایسا ہے جیسا زبان کا حال ہے خلق کے نزدیک اور مرید کے لیے طریق آخرت کے چلنے مین اصل سرمایہ دل ہی ہے پس اوسکا وساوس مین مبتلا رہنا نہایت برا ہے اور ہمیشہ روزہ رکھنا بھی قائم مقام نکاح کے نہین کیونکہ اکثر لوگون کے حق مین ہمیشہ کے روزہ سے بھی وسوسہ کی جڑ نہین کٹتی ہان اگر روزہ رکھتے رکھتے بدن مین کمزوری اور مزاج مین خرابی آجاوے تو وسوسہ کا دور ہونا ممکن ہے اور اسی وجہ سے حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا ہے کہ عابد کی عبادت نکاح ہی سے پوری ہوتی ہے اور غلبہ شہوت ایک مصیبت عام ہے کم شخص اوس سے محفوظ رہے ہین - اور قتادہ رضہ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ جوش شہوت سے مراد ہے - اور عکرمہ اور مجاہد رضہ نے خُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ ضعیف سے یہ غرض ہے کہ عورتون سے صبر نہین کرتا - اور فیاض بن نجیح نے فرمایا ہے کہ جب آدمی کا آلۂ تناسل کھڑا ہوتا ہے تو اوسکی عقل دو تہائی جاتی رہتی ہے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اوسکا تہائی دین جاتا رہتا ہے - اور نوادر تفسیر مین حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ کی تفسیر مین فرمایا کہ آلۂ تناسل کے کھڑے ہونے سے غرض ہے - غرض کہ یہ وہ بلا ہے کہ جب ہیجان مین آتی ہے تو نہ عقل اوسکا مقابلہ کرے اور نہ دین اور باوجودیکہ اوسمین یہ لیاقت ہے کہ دو زندگیون کا باعث ہو سکتی ہے جیسے اوپر مذکور ہوا لیکن شیطان کے لیے آدمیون کے بہکانے کو نہایت زبردست سامان ہے اور اسی بات کی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِذِي اللُّبِّ مِنْكُنَّ اور یہ عقل کا دور ہونا ہیجان شہوت کے باعث ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مین یہ ارشاد فرماتے تھے اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي وَبَصَرِي وَقَلْبِي وَشَرِّ مَنِيِّي اور فرماتے أَسْأَلُكَ أَنْ تُطَهِّرَ قَلْبِي وَتُحَصِّنَ فَرْجِي - اب دیکھنا چاہیے کہ جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے ہون دوسرے شخص کو اوس بات مین تساہل کیسے درست ہوگا کہتے ہین کہ کوئی نیک بخت نکاح بہت کرتے تھے حتی کہ دو یا تین بیبیون سے خالی نہین رہتے تھے بعض صوفیون نے اس امر کا اونپر اعتراض کیا اونھون نے کہا کہ تم مین کوئی ایسا ہے کہ اگر خدا تعالی کے سامنے ایک نشست بیٹھے یا کسی معاملہ مین کچھ دیر کھڑا رہے اور اوس عرصہ مین

اوسکے دل پر شہوت کے وسوسہ کا گذر ہوا اونھون نے جواب دیا کہ یہ بات تو ہمکو اکثر
ہوتی ہے اونھون نے کہا کہ جیسا حال تمھارا صرف ایک وقت مین ہوتا ہے اگر حال
میرے اوپر ساری عمر مین بھی کبھی ہوتا اور مین اوسکو اچھا جانتا تو ہرگز نکاح نکرتا کہ میرا
حال یہ ہے کہ جب میرے دل پر کوئی وسوسہ ایسا ہوا کہ اوسنے مجھکو میرے حال سے
روکدیا تو مین نے اوسکو پورا کردیا اور اپنے کام پر رجوع کیا اور چالیس برس سے
میرے دل پر گناہ کا وسوسہ نہین ہوا۔ اور کسی شخص نے صوفیون پر کچھ اعتراض کیا
ایک دیندار نے اوس سے کہا کہ تمکو اونکی کونسی بات پر اعتراض ہے اوسنے کہا کہ بہت
کھاتے ہین اوس بزرگ نے کہا کہ اگر تم بھی ایسے بھوکے رہو جیسے وہ رہتے ہین تو تم بھی
اوسیطرح کھاؤ جیسے وہ کھاتے ہین اوسنے کہا کہ صوفی نکاح بہت کرتے ہین اوسنے
جواب دیا کہ اگر تم بھی اپنی آنکھ اور شرمگاہ کی حفاظت اونکی طرح کرو تو اونھین کی طرح
نکاح کرنے لگو۔ اور حضرت جنید بغدادی رح فرمایا کرتے کہ مجھکو جماع کی حاجت ایسی ہی ہے
جیسی غذا کی۔ غرض کہ واقع مین بی بی غذا اور دل کی طہارت کا سبب ہے اور اسی وجہ سے
جس شخص کی نظر اجنبی عورت پر پڑے اور اوسکا نفس اوسکی طرف مشتاق ہوا اوسکو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنی بی بی سے صحبت کرے اسلیے کہ صحبت کرنا
دل سے وسوسہ کو دور کردیگا۔ اور حضرت جابر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک عورت کو دیکھکر حضرت ام المومنین زینب رضہ کے پاس گئے اور اونسے ہمبستر
ہوکر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ عورت جب سامنے آتی ہے تو شیطان کی صورت مین
آتی ہے پس جب کوئی تم مین سے کسی عورت کو دیکھے اور وہ اوسکو اچھی معلوم ہو تو
چاہیے کہ اپنی بی بی سے ہمبستر ہو کہ اوسکے پاس بھی وہی بات ہے جو دوسری کے
پاس ہے۔ اور فرمایا کہ جن عورتون کے خاوند اونکے پاس نہون اونکے پاس تنہا نہ جاؤ
کہ شیطان تمھارے اندر خون کی جگہہ مین پھرتا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کی خون کی
جگہہ مین بھی پھرتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہان مگر اللہ تعالی نے مجکو اوسپر غالب کردیا تو مین
اوس سے بچا رہتا ہون۔ سفیان بن عیینہ رح اس حدیث مین فرماتے ہین کہ لفظ اسلم جو
وارد ہے اوسکے معنی یہ ہین کہ مین شیطان سے بچا رہتا ہون یعنی صیغہ ماضی نہین جسکے
معنی ہین کہ وہ مسلمان ہو گیا بلکہ مضارع متکلم ہے اور وجہ اس معنی کی یہ ہے کہ شیطان

مسلمان نہین ہوتا - اور حضرت عمر رضہ جو صحابہ مین سے بڑے زاہد اور عالم تھے اونکے حالین
منقول ہے کہ روزہ کا افطار صحبت سے کیا کرتے اور کھانا بعد کو کھاتے اور بعض اوقات
مغرب پڑھنے سے پیشتر ہم بستر ہوتے پھر نہا کر نماز پڑھتے اور اوسکی وجہ یہی تھی کہ دل عبادت
الٰہی کے لیے فارغ ہو جاوے اور شیطان کا سامان اوس مین سے نکل جاوے اور
کہتے ہین کہ ماہ رمضان مین اونھون نے نماز عشا سے پیشتر اپنی تین لونڈیون سے صحبت
کی ہے - اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ بہتر شخص اس امت مین وہ ہے جسکی بیبیان
زیادہ ہون (رواہ البخاری) - اور چونکہ عرب کے لوگون کے مزاج پر شہوت غالب تھی اسلیے اون مین سے
نیک بخت لوگ نکاح بہت کرتے تھے اور دل کے فارغ ہونے کے لیے گناہ کے خوف کے
وقت لونڈی سے نکاح مباح کیا گیا ہے باوجودیکہ اس صورت سے لڑکے کا غلام کرنا لازم
آتا ہے جو ایک قسم کا ہلاک کرنا ہے اور یہین وجہ ایسے شخص کو جو آزاد عورت کے نکاح کرنے پر
قادر ہو لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہے مگر لڑکے کا غلام کرنا بہ نسبت دین کے تباہ کر ڈالنے
کے بہت آسان ہے اسلیے کہ لڑکے کے غلام بنا دینے مین تو صرف یہی خرابی ہے کہ چند روز
کی اوسکی زندگی تلخ طور پر دوسرے کے زیر حکم گذریگی اور زنا کر بیٹھنے مین آخرت کی زندگی جاوید ہاتھ سے
جاتی ہے جسکے ایام سے ایک دن کے مقابلہ مین دنیاوی عمرین بڑی بڑی ہیچ ہین -
اور مروی ہے کہ ایک روز حضرت ابن عباس رضہ کی مجلس سے سب لوگ چلے گئے صرف
ایک جوان بیٹھا رہا آپ نے اوس سے پوچھا کہ تمکو کچھ ضرورت ہے اوسنے عرض کیا کہ مین ایک
مسئلہ پوچھا چاہتا ہون پہلے تو لوگون کی شرم مانع تھی اور اب آپ کی ہیبت اور تعظیم مجھکو
کہنے نہین دیتی آپ نے فرمایا کہ عالم کا درجہ باپ کا سا ہوتا ہے تو جو بات تو اپنے باپ سے
کہدیتا وہ مجھ سے بھی کہدے اوسنے عرض کیا کہ مین جوان ہون اور بی بی نہین رکھتا اکثر
مٹھولون سے تسکین حاجت کر لیتا ہون اسمین کچھ گناہ ہوتا ہے کہ نہین حضرت ابن عباس نے
اوسکی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا چھی چھی لونڈی سے نکاح تیری اس حرکت سے بہتر ہے
اور وہ زنا سے بہتر ہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرد آدمی پر از شہوت کو تین خرابیون
مین سے ایک نہ ایک ضرور ہوگی سب سے کمتر لونڈی سے نکاح کر لینا ہے جسمین اپنی اولاد
کو دوسرے کا غلام کرنا ہے اور اوس سے زیادہ خرابی ہاتھ سے منی نکالنی یعنی مٹھو لے
مارنا ہے اور سب سے زیادہ زنا کرنا ہے اور حضرت ابن عباس رضہ نے اسمین سے کسی چیز کو

مطلق مباح نہین فرمایا اسلیے کہ اول کی دونون خرابیان ممنوع ہین اونکی طرف ضرورت
اوسوقت ہوتی ہے کہ خوف اوس سے زیادہ ممنوع چیزمین مبتلا ہونے کا ہووے
جیسے مردار کہانا حرام ہے مگر بخوف جان جانے کے اوسکا کہانا مباح بمجبوری ہوجاتا ہے
پس ایک خرابی کو جو دوسرے سے بہتر فرمایا اسکے یہ معنی نہین کہ وہ مباح مطلق ہے یا مطلق
بہتر ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ اضطرار کے وقت اوسکو اختیار کیا جاوے اسیطرح سڑی ہوئے ہاتہ کا
کاٹ ڈالنا کچہ خیر مطلق نہین مگر جان پر بنتی ہے تو اوسکی اجازت دیدیتے ہین۔ غرض کہ
نکاح کرنے مین ایک فضیلت اسوجہ سے بھی ہے کہ ان تینون خرابیون سے آدمی محفوظ
رہتا ہے مگر یہ فضیلت سبکے حق مین نہین بلکہ اکثر شخصون کے حق مین ہے کیونکہ بہت آدمی
ایسے بھی ہین کہ اونکی شہوت بوڑھاپے یا مرض وغیرہ کے باعث سست پڑجاتی ہے
تو ایسے لوگون کے حق مین یہ سبب فضیلت کا نہین رہتا ہان اولاد کی توقع اونکے لیے
بھی باقی ہے اور یہ بات سب مردون مین عام ہے البتہ نامردون کے حق مین یہ بھی نہین
مگر نامردی شاذونادر ہے۔ اور بعض طبیعتون پر غلبۂ شہوت اسقدر ہوتا ہے کہ اونکو ایک عورت
پارسا نہین رکھہ سکتی تو ایسی طبیعت والے کو ایک سے زیادہ چار تک نکاح کرنا مستحب ہے اگر
خداتعالیٰ اون سے موافقت اور دوستی نصیب کردے تب تو چین کرے ورنہ مستحب ہے
کہ ناموافق کو چھوڑکر دوسری سے نکاح کرلے چنانچہ حضرت علی رضہ نے حضرت فاطمہ رضہ کی وفات
کے سات دن بعد نکاح کرلیا تہا اور کہتے ہین کہ حضرت امام حسن رضہ بڑے نکاح کرنیوالے
تھے یہانتک کہ اونھون نے اپنی زندگی مین تسو سے زیادہ عورتون سے نکاح کیا تہا اور
بعض اوقات ایک ہی وقت مین چار عورتون سے عقد کیا اور کبھی ایک ہی وقت مین چار کو
طلاق دیکر اور چار سے نکاح کرلیا اور آپ کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ہے کہ اَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي اور نیز فرمایا حَسَنٌ مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ اس سے
لوگون نے یہ نکالا ہے کہ حضرت امام حسن رضہ کا زیادہ نکاح کرنا بھی ایک عادت ہے جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت سے زیادہ ملتی ہے۔ اور مغیرہ بن شعبہ رضہ نے اسی عورتون سے
نکاح کیا تہا اور صحابہ رضہ مین سے ایسے لوگ تھے جنکے تین تین اور چار چار بیبیان تھین اور
دو دو والے تو بیشمار تھے۔ اور جسوقت کہ سبب معلوم ہوجاوے اوسوقت چاہیے کہ علاج
سبب ہی کے مقدار کے موافق ہو کیونکہ مقصود نفس کا ساکن کرنا ہے تو کثرت اور قلت نکاح مین

اسی کا لحاظ رکھنا چاہیے - تیسرا فائدہ نکاح کرنے سے نفس کو راحت پہونچانا اور بی بی کے
پاس بیٹھنے سے اوسکو انس دلانا ہے اور روے نگار کو دیکھنا اور ٹھٹھول کرنا دل کے لیے راحت
اور عبادت پر قوت پیدا کرتا ہے اسلیے کہ نفس بار بہت مانتا ہے اور حق سے زیادہ بھاگتا ہے
کیونکہ یہ اوسکی سرشت کے خلاف پڑتا ہے پس اگر نفس کے مخالف امر پر اوسکو زور لایا جاویگا
اور ہمیشہ خلاف سرشت پر دبا دیا جاویگا تو کہنا نہ مانیگا اور سرکشی کریگا اور اگر کبھی کبھی
لذتوں سے راحت اوسکو ملتی رہیگی تو خوب پکا اور خوش رہیگا اور عورتوں کے ساتھ دل
بہلانے میں وہ راحت ہوتی ہے جس سے کرب دور ہوتا ہے اور دل مسرور اور متقیوں کے
نفس کو مباح چیزوں سے کچھ راحت پہونچنی بھی ضرور ہے اور اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہے
هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا اور حضرت
علی مرتضی رض فرماتے ہیں کہ اپنے دلوں کو راحت دو گو ایک ساعت ہی کو ہو اسلیے کہ
جب دلوں سے زبردستی کام لیا جاتا ہے تو اندھے ہو جاتے ہیں - اور ایک حدیث میں ہے
کہ عاقل کے لیے ضرور ہے کہ تین ساعتیں ہوں ایک وہ جسمیں اپنے رب سے مناجات
کرے اور ایک وہ کہ جسمیں اپنے نفس سے حساب لے اور ایک وہ کہ جسمیں اپنے کھانے پینے
میں لگا رہے اسلیے کہ اس اخیر ساعت سے پہلی دو ساعتوں پر مدد ہوتی ہے اور اسیطرح
ایک اور روایت ہے کہ عاقل آدمی بجز تین باتوں کے اور چیز کا حریص نہیں ہوتا اول
آخرت کے لیے توشہ بہم کرنا دوم فکر معیشت سوم لذت حلال چیز سے - اور ایک حدیث میں
ارشاد فرمایا لِكُلِّ عَامِلٍ شِرَّةٌ وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلَى سُنَّتِي
فَقَدِ اهْتَدَى اس حدیث میں شرہ کے معنی کوشش اور غایت درجہ کی محنت کرنی ہے
اور یہ بات ابتدا ارادہ میں ہوا کرتی ہے اور فترہ کے معنی دم لینے اور ٹھہرنے کے ہیں -
اور حضرت ابو درداء رض فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے نفس کو کسیقدر کھیل سے بہلا دیتا ہوں
تاکہ آیندہ کو امر حق پر اوس سے قوت پاؤں - اور بعض اخبار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے یوں وارد ہے کہ میں نے جبریل علیہ السلام سے اپنی قوت باہ کے ضعیف ہونے کی
شکایت کی اونھوں نے مجکو ہریسہ بتا دیا اور یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس سے بھی مقصود صرف
استراحت کی قوت ہے - دفع شہوت اسکی تعلیل نہیں ہو سکتی کہ اس صورت میں شہوت
کے لیے مشورہ لینا لازم آتا ہے - اور جس شخص کی شہوت جاتی رہتی ہو اوسکو اسطرح کی

انس میں ہیچ ہے بھی اکثر معدوم ہو جاویگا۔ اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ
غرض کہ یہ فائدہ نفس کو راحت دینے کا بھی ایسا ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کو فکروں
اور ذکروں اور اقسام اعمال کی مشقتوں میں ڈالکر تجربہ کیا ہو وہ اس فائدہ کا منکر نہو گا اور
یہ فائدہ پہلے دو فائدوں سے علاوہ ہے یہاں تک کہ مرد از کار رفتہ کے حق میں بھی ہو سکتا ہے
البتہ اتنا ہے کہ نکاح کی فضیلت اسکے اعتبار سے جبھی ہوگی کہ نکاح کرنے میں اس فائدہ
کی بھی نیت ہو اور ایسے لوگ کم ہیں جو نکاح میں یہ نیت کرتے ہوں ہاں اولاد اور دفع
شہوت وغیرہ کی نیت بہت ہوا کرتی ہے۔ پھر بعض اشخاص ایسے ہیں کہ اونکو آب رواں
اور سبزہ وغیرہ کے دیکھنے سے دل کو راحت پہونچتی ہے اونکو اس بات کی حاجت نہیں
ہوتی کہ عورتوں سے باتیں اور چہل کر کے دل بہلاویں تو اونکے حال کے اختلاف سے
اس فائدہ کا حکم بھی جدا ہو جاویگا اسکو یاد کر لینا چاہیے۔ **چوتھا فائدہ**
نکاح سے یہ ہے کہ گھر کے انتظام اور کھانا پکانے اور جھاڑو دینے اور فرش بچھانے
اور برتن مانجنے اور لوازم خانہ داری کے مہیا کرنے سے دل کو فراغت ہوتی ہے
کیونکہ بالفرض اگر آدمی کو شہوت جماع نہو اور گھر میں اکیلا رہے تو بڑی مشکل پڑے اسلیے
کہ گھر کے سب کاموں کی کفالت اگر خود کرے تو اوسکے اکثر اوقات اسی میں تلف
ہو جاوینگے اور علم اور عمل کے لیے فارغ نہو گا پس اس اعتبار سے نیکبخت عورت گھر کا
انتظام کرنیوالی دین کی مددگار ہے اور لوازم خانہ داری کا خلل پذیر ہونا دل میں تشویش
پیدا کرتا ہے اور عیش کو مکدر کرتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت ابوسلیمان دارانی رح نے
فرمایا ہے کہ نیکبخت بی بی دنیا میں سے شمار نہیں کیجاتی اسلیے کہ اوس سے آدمی کو آخرت
کے لیے فراغت ملتی ہے تدبیر منزل سے جدا اپنے فکر کرتی ہے اور قضاء شہوت سے
جدا اور محمد بن کعب قرظی اس آیت کی تفسیر میں رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً فرمایا ہے
کہ دنیا کی خوبی سے نیک بخت عورت مراد ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا ہے
کہ تم میں سے ہر کسیکو چاہیے کہ دل شاکر اور زبان ذاکر اور بی بی ایماندار نیکبخت جو دین پر
مدد کرے پیدا کرے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ آپ نے نیکبخت بی بی کو شکر اور ذکر کے ساتھ
کیسے اکٹھا فرمایا ہے اور اس قول خداوندی کی فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً تفسیر میں بعض

مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد نیکبخت بی بی ہے اور حضرت عمر رض فرمایا کرتے تھے
کہ بندہ کو ایمان کے بعد کوئی چیز نیک بخت عورت سے بہتر نہیں مرحمت ہوئی اور عورتوں میں
بعض ایسی غنیمت ہوتی ہیں کہ کوئی عطا اونکا عوض نہیں ہو سکتی اور بعضی طوق گردن
ہوتی ہیں کہ اونسے کسی فدیہ کے عوض رہائی نہیں ہوتی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجکو حضرت آدم علیہ السلام پر دو باتوں سے فضیلت عطا ہوئی ایک
یہ کہ اونکی بی بی معصیت پر اونکی مددگار تھی اور میری بیبیاں طاعت پر میری اعانت کرتی ہیں
دوم یہ کہ اونکا شیطان کافر تھا اور میرا شیطان مسلمان ہے کہ بجز خیر کے اور کچھ نہیں امر
کرتا - اس حدیث میں بی بی کی اعانت طاعت پر باعث فضیلت ارشاد فرمایا غرض کہ یہ
فائدہ بھی اون فوائد میں سے ہے جسکو نیکبخت چاہا کرتے ہیں مگر یہ فائدہ صرف اون لوگوں
کے حق میں ہے جنکے لوازم خانہ داری کا کوئی کفیل اور تدبیر کرنیوالا نہو اور یہ فائدہ اس
بات کا بھی مقتضی ہے کہ دو بیبیاں نہوں کیونکہ دو کے ہونے سے اکثر امور خانگی ابتر
ہو جاتے ہیں اور عیش تلخ ہوتا ہے - اور اس فائدہ کے ضمن میں یہ بھی داخل ہے کہ آدمی
نیت کرلے کہ نکاح کرنے سے عورت کے کنبے والے میری طرف ہو جاوینگے اور میرے
اور اوسکے قبیلے ملکر زور پکڑینگے کیونکہ شر کے دفع کرنے اور سلامتی کی طلب میں اس بات
کی حاجت ہوا کرتی ہے اور اسیواسطے کہتے ہیں کہ جسکا کوئی مددگار نہیں وہ ذلیل ہے
اور جس شخص کو کوئی ایسا آدمی ملجاوے کہ اوس سے برائی ٹالدیا کرے تو اوسکا حال
سلامت رہیگا اور دل عبادت کے لیے فارغ اسلیے کہ بیکسی دل کو تشویش میں ڈالتی ہے
اور جتھے کے باعث عزت حاصل ہوتی ہے ذلت اور بیکسی کو ٹالتی ہے - پانچواں فائدہ
نکاح سے یہ ہے کہ نفس پر مجاہدہ اور ریاضت ہوتی ہے یعنی گھر کی رعایت اور ولایت
اور گھر والیوں کے حقوق کو ادا کرنا اور اونکی عادتوں پر صبر کرنا اور اونسے تکلیفیں اوٹھانی
اور اونکی اصلاح میں کوشش کرنی اور اونکو طریق دین بتانا اور اونکے خاطر کسب حلال میں
جانفشانی کرنی اور بعد کو اولاد کی تربیت کرنی یہ سب امور بڑے مرتبے کے ہیں کیونکہ
یہ سب رعایت اور ولایت ہیں اور زن و فرزند رعیت ہیں اور رعیت کی حفاظت کا بڑا
رتبہ ہے اوس سے احتراز وہی کریگا جسکو خوف ہوگا کہ مجھسے اسکے حق کی بجاآوری میں
قصور ہوگا ورنہ اسکے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یوم من

وَالٍ عَادِلٍ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِيْنَ سَنَةً پھر فرمایا اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ اور ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے نفس کی درستی اور غیر کے نفس کی اصلاح مین مشغول ہوگا وہ ایسا نہوگا جو خود اپنے ہی نفس کی اصلاح مین لگا رہے اسیطرح جو شخص ایذا پر صبر کرے وہ اوس جیسا نہین کہ اپنے نفس کو رفاہیت اور راحت مین رکھے غرض کہ زن و فرزند کی فکر اوٹھانی ایسی ہے جیسے خدا کی راہ مین جہاد کرنا اور اسی وجہ سے بشر حافی رح نے فرمایا تھا کہ امام احمد بن حنبل رح کو مجھپر تین باتون مین فضیلت ہے جنمین سے ایک یہ ہے کہ وہ طلب حلال اپنے لیے اور غیر کے لیے کرتے ہین اور ایک حدیث صحیح مین ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی جو اپنے گھر والون پر خرچ کرتا ہے وہ خیرات ہے اور آدمی کو اوس لقمہ مین ثواب ملتا ہے جسکو اوٹھا کر اپنی بی بی کے منہ مین دیوے۔ اور بعض علما نے کسی بزرگ کا ذکر کیا کہ جنکو خدا تعالی نے ہر عمل مین سے کچھ حصہ دیا ہے یہان تک کہ حج اور جہاد وغیرہ کا ذکر کیا عالم نے فرمایا کہ تمکو ابدال کا عمل تو ملا ہی نہین اونسے پوچھا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ حلال کمانا اور عیال پر خرچ کرنا۔ اور ابن مبارک رح جسوقت کہ اپنے بھائیون کے ساتھ جہاد مین تھے فرمانے لگے کہ تمکو وہ عمل معلوم ہے جو ہمارے اس جہاد سے افضل ہے اونھون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین فرمایا کہ مین جانتا ہون اونھون نے پوچھا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ جو شخص عیالدار ہو اور کسی سے کچھ نچاہتا ہو اور رات کو اوٹھکر اپنے بچونکو کھلا ہوا دیکھے اور اونکو اپنے کپڑے سے ڈھانپ دیوے تو اوسکا عمل ہمارے اس جہاد سے افضل ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ حَسُنَتْ صَلٰوتُهٗ وَكَثُرَ عِيَالُهٗ وَقَلَّ مَالُهٗ وَلَمْ يَغْتَبِ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ ۵ اور یہ بھی حدیث مین ہے کہ بندہ کے جب گناہ بہت ہو جاتے ہین تو اللہ تعالی اوسکو عیال کی فکر مین مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اون گناہون کو اوس سے دور فرما دے۔ اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہے کہ گناہون مین سے بعض ایسے ہین کہ اونکا کفارہ بجز عیال کی فکر کے اور کچھ نہین اور اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بعض گناہ ایسے ہین کہ اونکو سواے فکر طلب معیشت کے اور کوئی چیز دور نہین کرتی اور فرمایا مَنْ كَانَ لَهٗ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَاَنْفَقَ عَلَيْهِنَّ وَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ عَنْهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ

له الجنة البتة الا ان يعمل عملا لا نعرف له - حضرت ابن عباس رضہ
جب اس حدیث کو بیان فرماتے تو کہتے کہ بخدا یہ حدیث عجیب و غریب اور عمدہ ہے - اور
کہتے ہین کہ کوئی عابد اپنی بی بی کے ساتھ بہت سلوک سے رہتے یہان تک کہ وہ مرگئی
پھر لوگون نے اونسے نکاح کرنے کو کہا اونہون نے انکار کیا اور کہا کہ ایک ہی میرے
دل کی راحت اور جمعیت کے لیے بس ہے پھر بعد چند روز کے کہا کہ مین نے اوس عورت
کے مرنے کے ہفتہ بھر بعد خواب مین دیکھا کہ گویا آسمان کے دروازے کھلے ہین اور کچھ
آدمی اُترتے ہین اور ایک دوسرے کے پیچھے ہوا مین چلے آتے ہین اور جب ایک میرے
پاس اوترتا ہے مجکو دیکھکر اپنے پیچھے والے سے کہتا ہے کہ منحوس یہی ہے وہ کہتا ہے
کہ ہان اسیطرح تیسرا چوتھے سے کہتا ہے اور وہ ہان کہتا ہے اور مین ڈر کے مارے یہ امر
اونسے پوچھہ نہین سکتا یہان تک کہ سب کے بعد ایک لڑکا میرے پاس کو گذرا مین نے
اوس سے کہا کہ میان وہ بدبخت کون ہے جسکی طرف تم اشارہ کرتے ہو اوسنے کہا کہ وہ
تم ہو مین نے کہا کہ اسکی کیا وجہ اوسنے کہا کہ ہم تیرے اعمال کو اون لوگون کے اعمال
کے ساتھ اوپر لیجاتے تھے جو اللہ کی راہ مین جہاد کرتے ہین مگر ایک ہفتے سے ہمکو حکم ہوا
کہ تیرے اعمال اون لوگون کے اعمال مین مندرج کرین جو عمداً جہاد سے پہلوتہی کرتے
ہمکو نہین معلوم کہ تونے کیا نئی حرکت کی ہے کہ جسکے باعث یہ حکم ہوا پھر اوس عابد نے
اپنے یارون سے کہا کہ میرا نکاح کردو اور عمر بھر دو یا تین بیبیان ہمیشہ رکھین - اور انبیا
کے حالات مین مروی ہے کہ کچھ لوگ حضرت یونس علیہ السلام کے پاس آئے آپنے
اونکی ضیافت کی اور گھر مین آمد و رفت کے وقت اونکی بی بی اونکو ستاتی اور زبان درازی
اور زیادتی کرتی مگر آپ خاموش رہتے مہمان آپ کی اس بُردباری سے متعجب ہوئے آپ نے
فرمایا کہ تعجب مت کرو اسلیے کہ مین نے اللہ تعالی سے درخواست کی تھی کہ جو کچھ تجکو آخرت
مین مجھے سزا دینی منظور ہو وہ دنیا مین دیدے اوسپر ارشاد ہوا کہ تیری سزا فلان شخص کی
لڑکی ہے اوس سے نکاح کرلے پس مین نے اوس سے نکاح کرلیا ہے اور جو باتین تمنے
دیکھین اونپر صبر کرتا ہون - اور ان امور پر صبر کرنے سے نفس کی جفاکشی اور غصہ کو مارنا
اور عادت کی درستی حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ جو شخص خود تنہا رہتا ہے یا کسی خوش خلق کا
شریک ہوکر رہتا ہے تو اوس سے اوسکے نفس کی تہون کی جباثتین مترشح نہین ہوتین

اور نہ باطن کے عیب ظاہر ہون جس وجہ سالک طریق آخرت کو لازم ہے کہ اپنے نفس کو ایسے بکھیڑون مین ڈالکر آزماوے اور اونپر صبر کا عادی ہو تاکہ اوسکی عادات معتدل اور نفس مرتاض اور باطن صفات ذمیمہ سے صاف ہوجاوے۔ اور عیال پر صبر کرنا قطع نظر ریاضت اور مجاہدہ سے بذات خود ایک عبادت اور اونکی کفالت ہے غرضکہ یہ بھی نکاح کا ایک فائدہ ہے مگر اس سے دو طرح کے شخصون کو صرف فائدہ ہو سکتا ہے یا تو وہ شخص کہ مجاہدہ اور ریاضت اور تہذیب اخلاق کا قصد کرے اس نظر سے کہ وہ راستہ کے شروع مین ہے عجب نہین کہ اس ذریعہ سے اوسکو مجاہدہ کا طریق معلوم ہوجاوے اور نفس جفاکش بنجاوے یا کوئی عابد ہو جسکو سیر باطن حاصل نہوا ور فکر و دل کی حرکت سے بے بہرہ ہو صرف اعضاء ظاہری سے اعمال مثل نماز و حج وغیرہ کے کرلیتا ہو تو ایسے شخص کے حق مین زن و فرزند کے لیے کسب حلال کرنا اور اونکی تربیت کو بجالانا بہ نسبت اوسکی عبادات بدنی کے افضل ہے اسلیے کہ اون عبادات کا نفع غیر کی طرف تجاوز نہین کرتا۔ اور جو شخص اپنی اصل سرشت کی رو سے اخلاق درست رکھتا ہو یا پہلے مجاہدہ کے باعث اوسکی عادات مہذب ہون تو ایسے شخص کو جس صورت مین کہ باطن کی سیر اور فکر قلبی سے علوم و مکاشفات مین حرکت حاصل ہو نکاح کرنا اس فائدہ کے لیے ضرور نہین اسلیے کہ ریاضت بقدر کفایت اوسکو حاصل ہے باقی رہی عبادت عملی اسطرح کہ زن و فرزند کے لیے کچھ کمائیے تو اوسکی نسبت کر علم افضل ہے اسلیے کہ علم بھی عمل ہے اور اُسکا فائدہ بہ نسبت زن و فرزند کے لیے کمانے کے زیادہ ہے کہ یہ خاص عیال کے واسطے ہے اور وہ تمام خلق کے لیے۔ غرضکہ جن فوائد کی اعتبار سے نکاح کو فضیلت ہے وہ یہی پانچ فائدے ہین جو مذکور ہوئے۔

چوتھا بیان نکاح کی آفتون مین اور وہ تین ہین۔ اول آفت جو سب سے قوی ہے حلال روزی سے عاجز ہونا ہے کہ وہ ہر شخص کو بہم نہین پہونچتی خصوص اس زمانہ مین کہ معیشت کے اطوار ابتر ہو رہے ہین تو جب آدمی نکاح کریگا تو نکاح ہی کی جہت سے طلب بھی زیادہ ہوگی اور وجہ حرام سے گھر والون کو کھلاویگا اور اس سبب سے خود بھی ہلاک ہوگا اور اونکو بھی ہلاک کریگا اور مجرد آدمی اس آفت سے مامون ہے اکثر یون ہی ہوتا ہے کہ عیالدار بُری بُری جگہون مین گھستا پھرتا ہے اور بی بی کی خواہش کی پیروی کرکے اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے مین بیچڈالتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ بندہ

میزان کے پاس کھڑا کیا جاویگا اور اوسکے پاس حسنات پہاڑون کے برابر ہونگے اوسوقت
اوس سے عیال کی خبرگیری اور خدمت سے سوال ہوگا اور مال کا حال پوچھا جاویگا کہ کہانسے
پیدا کیا اور کس چیز مین خرچ کیا یہان تک کہ ان مطالبات مین اوسکی تمام نیکیان تمام
ہوجاوینگی اور اوسکے پاس کوئی نیکی نرہیگی اوسوقت فرشتے پکارینگے کہ یہ وہ شخص ہے
کہ دنیا مین اسکے عیال نے اسکی حسنات کو کہا لیا اور آج اپنے اعمال کے عوض مین
گرو ہوگیا۔ اور کہتے ہین کہ قیامت مین سب سے پہلے آدمی سے جو لوگ لپٹین گے
وہ اوسکے زن و فرزند ہونگے کہ اوسکو اللہ تعالی کے سامنے کھڑا کرینگے کہ الہی تو ہمارا بدلہ
اس سے لے کہ جو چیز ہمکو معلوم تھی اوسکو ہمکو نہ بتایا اور ہمکو نادانستگی مین حرام کھلایا۔
پھر اوس سے بدلہ لیا جاویگا۔ اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ اللہ تعالی جب کسی
بندہ سے برائی کرنا چاہتا ہے تو دنیا مین اوسکے اوپر ڈنک مسلط کردیتا ہے جو اوسکو ڈستے
رہتے ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص خدا تعالی کے سامنے
اس سے بڑا گناہ نہ لیجاویگا کہ اوسکے سامنے جاہل ہون۔ حاصل یہ کہ یہ آفت ایسی ہے
کہ اوس سے کم کوئی چھوٹا ہوگا ہان جسکے پاس مال موروثی یا وجہ حلال سے کمایا ہو جو بقدر
کہ اوسکو اور اوسکے گھروالونکو کافی ہو اور بقدر کفایت پر اوسکو قناعت بھی ایسی ہو کہ وہ
زیادہ طلبی سے باز رہے تو ایسا شخص اس آفت سے برکنار رہیگا یا کوئی حرفہ والا جو مباح
چیزون سے کسب حلال پر قادر ہو مثل لکڑیان جمع کرنے اور شکار پکڑنے کے یا ایسا پیشہ
رکھتا ہو جسکو بادشاہون سے علاقہ نہو اور ایسون ہی سے معاملہ کرتا ہو جو اہل خیر ہین یا
بظاہر سلامت رو ہین اور غالبا مال حلال رکھتے ہین تو یہ دونون شخص بھی اس آفت سے
محفوظ ہین۔ ابن سالم رح سے کسی نے نکاح کرنے کا حال پوچھا تو اونھون نے جواب دیا
کہ ہمارے اس زمانہ مین نکاح کرنا ایسے شخص کے حق مین افضل ہے جسکا غلبہ شہوت
اتنا ہوگیا ہو جیسا گدھے کو ہوتا ہے کہ اگر مادہ کو دیکھ پاوے تو مار کھانے پر بھی اوس سے
نہین ہٹتا اور اوسکا نفس قابو مین نرہا ہو اور اگر نفس پر قابو باقی ہو تو نکاح نکرنا بہتر ہے
دوسری آفت نکاح کی یہ ہے کہ گھروالیون کے حقوق ادا کرنے اور اونکی بدخوئی پر
صبر کرنے اور ایذا اسکے برداشت کرنے سے قاصر ہو اور یہ آفت پہلی آفت کی نسبت کم
ہے یعنی سب مین نہین ہوتی کیونکہ اسپر قادر ہونا بہ نسبت پہلی پر قادر ہونیکے آسان ہے

اور عورتون کے ساتھ اچھی طرح رہنا اور اونکے حقوق کا بجا لانا طلب حلال کی نسبت کر
سہل ہے مگر اندیشہ بھی ضرور ہے اسلیے کہ زن و فرزند بجاے رعیت ہین اور ہر شخص
سے اوسکی رعیت کی بازپرس ہونی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کفی
بالمرء اثما ان یضیع من یعول ۔ اور مروی ہے کہ جو شخص اپنے عیال سے بھاگے
وہ ایسا ہے جیسا غلام اپنے آقا سے بھاگے اوسکا روزہ اور نماز کچھ مقبول نہین جبتک کہ
اپنے عیال مین پھیر نہ آوے اور جو شخص اپنے عیال کے حقوق بجا لانے سے قاصر ہو
اگرچہ وہ اونمین موجود رہے مگر وہ ایسا ہی ہے جیسا بھاگا ہوا ہوتا ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے
قوا انفسکم واھلیکم نارا اسمین ہمکو حکم فرمایا کہ گھر والون کو آگ سے بچاوین جیسے اپنے
نفسون کو اوس سے بچاتے ہین اور آدمی سے کبھی اپنے ہی نفس کے حق ادا نہین ہوتے
اس صورت مین اگر نکاح کریگا تو اوسپر دونے حق ہو جاوینگے اور اوسکے نفس کے ساتھ دوسرے
کا نفس شامل ہوگا اور چونکہ نفس بری کا حکم کرتا ہے بہت تو جب ایک سے دو ہو جاوینگے
تو غالب یہی ہے کہ بدی کا حکم بھی زیادہ ہو جاویگا اور یہین وجہ کسی بزرگ نے نکاح کرنیسے
عذر کیا اور کہا کہ مین اپنے ہی نفس مین پھنسا ہوا ہون اوسپر دوسرے نفس کو کیسے اضافہ
کرون چنانچہ کسی کا شعر ہے۔ موش کے رہنے کو تنہا نہین بل ہے کافی * اوسکی
دم مین جو بندھے جھاڑو تو پھر کیسے رہے * اور اسیطرح حضرت ابراہیم ادہم رح نے نکاح
سے عذر کیا اور فرمایا کہ مین اپنے نفس کے باعث کسی عورت کو خطرہ مین نہین ڈالتا ہون
اور نہ اونکی کچھ حاجت ہے یعنی مین اونکے حقوق کی بجا آوری اور پارسا رکھنے اور اونکو نفع
پہونچانے سے عاجز ہون اور ایسا ہی عذر بشر حافی رح نے کیا تھا اور فرمایا کہ مجکو نکاح
سے مانع یہ ارشاد خداوندی ہے ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف اور یہ
کہا کرتے تھے کہ اگر بالفرض مین ایک مرغی کو نفقہ دون تو یہ خوف ہے کہ کہین پل پر جلاد
نہو جاؤن ۔ اور ایکبار سفیان بن عیینہ رح کو کسی نے بادشاہ کے دروازہ پر دیکھکر پوچھا
کہ یہان آپ کیسے کھڑے ہین آپکا مقام یہ نہین آپ نے فرمایا کہ کہین عیال والے کو
بھی فلاح پاتے دیکھا ہے ۔ اور آپ اس مضمون کے اشعار پڑھا کرتے تھے **اشعار**

ہو وے عزلت اور اپنے پاس ہو گھر کی کلید
شور و غل اوسمین نہو ہرگز زن و فرزند کا *
چھوڑ پڑا ایسا ہو باوتند سے ہونا پدید *
یہ مزہ کی بات ہے اور اسمین ہے لذت فرید

خلاصہ یہ کہ یہ بھی ایک آفت عام ہے اگرچہ پہلی آفت کی نسبت کہ اسکا عموم کم ہے پھر بھی اوس سے ایساہی شخص محفوظ رہیگا جو مدبر اور عقلمند اور خوش اخلاق اور عورتون کی عادتون کا تجربہ کار اور اونکی زبان پر صابر اور اونکی خواہشون کی پیروی سے طرح دینے والا اور اونکے حقوق کو پورا کرنیکا حریص ہو اور اونکی لغزشون سے دیدہ و دانستہ غفلت کر جاوے اور اپنی عقل سے اونکے اخلاق کی مدارات کرے اور اب تو اکثر لوگ کم عقل اور سخت گو اور تند خو خفیف الحرکات اور بدمزاج اور بے انصاف ہین گو اپنے لیے انصاف کامل کے خواہان ہین پس ایسے شخصون کو نکاح سے بہین لحاظ جبتک خرابی پڑیگی ایسون کے لیے تجرد ہی مین زیادہ سلامتی ہے۔ تیسری آفت نکاح کی جو پہلی دو آفتون سے کم ہے یہ ہے کہ زن و فرزند یاد الٰہی سے باز رکھین اور آدمیکو دنیا کی طلب کا مائل کردین اور پھر یہی سوجھے کہ انتظام اولاد کی معیشت کا بہت سا مال جمع کرنے اور رکھ چھوڑنے سے کیجیے اور ان کے سبب سے ہمچشمون مین دون کی لیجیے اور ظاہر ہے کہ جتنی چیزین یاد خدا سے مانع ہون خواہ اہل ہو یا مال یا اولاد وہ سب مالک پر نحوس ہین اور ہماری غرض اس سے یہ نہیں کہ یہ اشیاء اوسکو کسی امر ممنوع کا مرتکب کردین کیونکہ یہ بات تو پہلی اور دوسری آفت مین مندرج ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ اہل و عیال اس بات کے باعث ہون کہ مباح سے تنعم اور کامرانی حاصل کرے اور اونسے کھیل اور دل لگی اور نفع اوٹھانے مین بالکل مستغرق ہوجاوے۔ اور نکاح کے باعث اس قسم کے اشغال بہت سے ہوجاتے ہین کہ دل اون مین ڈوب جاتا ہے اور صبح سے شام اور شام سے صبح ہوجاتی ہے اور آدمی کو فرصت نہین ملتی کہ فکر آخرت اور اوسکی تیاری کا موقع ملے اور اسی جیسے موقع مین ابراہیم بن ادہم رح نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس بات کا عادی ہوجاوے کہ عورتون کے گھٹنے سے لگا بیٹھا رہے اوس سے کچھ نہو سکیگا۔ اور ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے نکاح کیا وہ دنیا کا مائل ہوا یعنی نکاح کرنا باعث میلان دنیا ہوتا ہے۔ اب بالکل آفتین اور فوائد نکاح کے بیان ہوچکے باقی رہی یہ بات کہ کسی شخص معین پر یہ حکم کرنا کہ اسکے حق مین نکاح بہتر ہے یا مجرد رہنا تو یہ امر مطلق نہین کہا جاسکتا اور ان سب امور سے قطع نظر نہین کیجاسکتی بلکہ یون چاہیے کہ ان فوائد اور آفات کو وہ شخص اپنے حق مین کسوٹی سمجھے اور اپنے نفس کو انپر مطابق کرے پھر اگر آفات اپنے حق مین نپاوے اور فوائد موجود ہون اسطرح کہ اوسکے پاس حلال کا

مال موجود ہو اور خوش اخلاق ہو اور دین میں ایسا پکا کہ نکاح کرنے سے یاد خدا میں فرق نہ پڑیگا اور ان سب امور کے ساتھ یہ بھی ہو کہ جوانی کے باعث حاجت شہوت کو دبانیکی اور تنہائی کے سبب ضرورت انتظام خانہ کی رکھتا ہو اور کنبے کے ہونے سے اپنی پارسائی متصور ہو تو یقیناً جان لے کہ نکاح اوسکے حق میں افضل ہے اور اوسپر ایک فائدہ اور بھی ہے کہ اولاد کے حاصل کرنے میں سعی بھی پائی جاویگی۔ اور اگر فوائد مفقود اور آفات موجود پاوے تو اسمیں شک نہیں کہ اوسکے لیے مجرد رہنا افضل ہے۔ اور اگر فوائد اور آفات دونوں ہوں جیسا کہ فی زمانا غلبہ اسی شق کو ہے تو اوسوقت یہ چاہیے کہ میزان عدل سے تولا جاوے کہ فوائد سے اوسکے دین میں زیادتی کسقدر ہے اور آفات سے نقصان کسقدر جب ظن غالب ایک طرف کی زیادتی کا ہو تو اوسی کے بموجب حکم کرنا چاہیے مثلاً فوائد میں سے ظاہر تر دو ہیں اولاد کا ہونا اور شہوت کا دبانا اور آفات میں سے بھی دو ظاہر تر ہیں ایک طلب حرام کی ضرورت دوم رک جانا یاد خدا سے اب ہم ان چاروں کو ایک دوسرے کے مقابل فرض کر کے کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شہوت کی تکلیف میں نہو اور نکاح کا فائدہ صرف اولاد کا ہونا ہی ہو اور دونوں آفتیں مذکورہ بالا موجود ہوں تو اوسکے حق میں مجرد رہنا ہی افضل ہے کیونکہ جو چیز مانع عن اللہ ہو نہ اوسمیں بہتری ہے اور نہ طلب حرام میں کچھ خیر ہے اور جتنا نقصان ان دونوں آفتوں سے ہوگا وہ صرف اولاد کے لیے سعی کرنے کے فائدہ سے پورا نہوگا اسلیے کہ نکاح اولاد کے لیے کرنے سے اولاد کی زندگی میں سعی کرنی پائی جاتی ہے اگرچہ زندگی ایک امروہمی ہے اور ان دونوں آفتوں کا نقصان دین میں سرست یقینی ہے اسلیے اپنی خود کی زندگی کے لیے دین کو محفوظ رکھنا اور ہلاک ابدی سے اپنے آپ کو بچانا اولاد کے لیے سعی کرنیکی نسبت کر زیادہ اہم ہے کہ نفع اسی میں ہے کہ دین سلامت رہے کیونکہ وہ راس المال ہے اوسکے بگڑ جانے سے زندگانی آخرت کی بربادی اور راس المال کا ہاتھ سے جاتا رہنا ہے اور ظاہر ہے کہ فائدہ اولاد ان آفتوں میں سے ایک کے مقابل بھی نہیں ہو سکتا ہاں اگر اولاد کے ساتھ یہ بھی بات پائی جاوے کہ آدمی کو شہوت کے دبانے کی بھی ضرورت اشد ہو تو اوسوقت دیکھنا چاہیے کہ اگر تقوی کی پابندی اوسکو خوب نہو اور نکاح نہونیکی صورت میں اپنے نفس پر زنا کرنے کا خوف رکھتا ہو تو اس صورت میں نکاح اوسکے لیے افضل ہے اسلیے کہ اب دو طرفہ کی برائیوں میں پھنس گیا اگر نکاح نہیں کرتا تو زنا میں داخل ہوگا

اور اگر کرتا ہے تو طلب حرام کریگا تو ان دونوں برائیوں میں سے طلب مال حرام زنا کی نسبت کم ہے اسلیے نکاح کو ترجیح ہے اور اگر اپنے نفس پر یقین کرتا ہو کہ نکاح نہ کرنے سے بھی زنا میں تو مبتلا ہوگا مگر آنکھوں کے نیچا کھنے پر قادر نہوگا یعنی نظر حرام سے باز نرہیگا تو اس صورت میں نکاح نہ کرنا بہتر ہے اسلیے کہ اگرچہ نظر کرنا اور حرام پیسا کمانا دونوں حرام ہین مگر اتنا فرق ہے کہ مال حرام پیدا کرنا ہمیشہ کو ہوتا ہے اور اوس سے گناہ اوسکو اور اوسکے گھر والوں کو دونوں کو ہوتا ہے اور نظر حرام کبھی ہو جاتی ہے اور اوسکا گناہ خاص اوسیکو ہے دوسرا اوسمین شریک نہین علاوہ ازین جلد منقطع بھی ہو جاتی ہے اور گو نظر حرام آنکھ کا زنا ہے لیکن اگر شرمگاہ سے اوسکی تصدیق ہوگی تو حرام کھانے کی نسبت کرجلد معاف بھی ہو سکتا ہے ہان اگر نظر سے شرمگاہ کے گناہ کرنے کی نوبت آجانی کا خوف ہو تو اسکا حال ویسا ہی ہے جیسا زنا مین مبتلا ہونیکا خوف ہوا اور جب یہ معلوم کر چکے تو اب جان لو کہ ایک تیسری حالت یعنی جس صورت مین کہ آدمی نیچی نگاہ رکھنے پر تو قادر ہو مگر دل کے اوپر سے فکرون کے ٹالنے پر قادر نہو نکاح کرنے کی نسبت کر بہتر ہے کیونکہ دل کا عمل معاف ہو جانے کے زیادہ قریب ہی اور علاوہ برین دل کا فارغ ہونا عبادت کیلیے مقصود ہوا کرتا ہے حرام کمائی کے کھانے اور کھلانے کے ساتھ عبادت پوری ہی ہو گی جسکیلیے فراغ دل چاہیے غرضکہ آفات مذکورہ کو فوائد کے ساتھ تولکر اسطرح اوسکے بموجب حکم کرنا چاہیے اور جو شخص اس امر سے واقف ہوگا اوسیر وہ حالات سلف کے جو ہمنے لکھے ہیں کہ کبھی نکاح مین ترغیب تھی اور کبھی اعراض معلوم ہو جانی کچھ مشکل نہ پڑیگی اسلیے کہ رغبت اور اعراض کا ہونا بسبب اختلاف حالات درست ہی۔ اب اگر یہ پوچھو کہ جو شخص آفات سے معون اور مامون ہو اوسکے حق مین عبادت الہی کے لیے مجرد رہنا بہتر ہے یا نکاح کرنا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اوسکو دونون باتین کرنی چاہیین اسواسطے کہ نکاح عقد کے لحاظ سے مانع عبادت الہی کا نہین بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ اوسمین ضرورت مال کمانے کی ہوتی ہے پس اگر آدمی وجہ حلال سے مال کمانے پر قادر ہو تو نکاح بھی افضل ہے کیونکہ عبادت الہی کے لیے رات اور دن کے تمام اوقات ہین اور ایسی طرح عبادت کرنی کہ دم بھر آرام نکرے ہو نہین سکتی اور اگر یہ فرض کیا جاوے کہ اوسکے تمام اوقات مال حاصل کرنے مین مستغرق ہین یہانتک کہ بجز اوقات فرائض پنجگانہ اور اکل و شرب اور قضاء حاجت کے کوئی وقت خالی نہین

جسمین فرائض کے سوا اور قسم کی عبادت کرے تو ایسا شخص اگر اون لوگون مین سے ہو جو
راہ آخرت کو نفل نماز اور حج وغیرہ اعمال بدنی ہی سے طے کیا کرتے ہین تو اوسکو بھی نکاح
کرنا افضل ہے کیونکہ مال حلال کمانے اور زن و فرزند کی خدمت کرنی اور اولاد کی تحصیل مین
سعی کرنی اور عورتون کی عادات پر صبر کرنے مین بھی طرح طرح کی عبادتین ہین جنکا
ثواب عبادات نفل سے کم نہین اور اگر وہ شخص اون لوگون مین سے ہو جو علم اور فکر اور
باطن کے سیر سے عبادت کرتے ہین اور مال کمانے سے اوسکو اس عبادت مین پریشانی
ہوتی ہو تو اوسکے حق مین نکاح نکرنا افضل ہے۔ پھر اگر یہ کہو کہ اگر نکاح اچھی بات ہی تو حضرت
عیسی علیہ السلام نے اوسکو کیون نکیا اور اگر عبادت الٰہی اوسکی نسبت کر بہتر ہے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بیبیان کیون کین تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص صاحب قدرت
ہو اور ہمت عالی اور قوت زیادہ رکھتا ہو اسطرح کہ کوئی مانع و مزاحم اوسکو اللہ تعالی سے
روک نہ سکے تو اوسکے حق مین دونون باتون کا مجتمع ہونا افضل ہے اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو نہایت درجہ کی قوت و ہمت تھی اسلیے آپ نے دونون بزرگیان حاصل کین
کہ باوجود نو بیبیون کے عبادت الٰہی مین بھی ویسے ہی لگے رہے اور نکاح سے قضاء حاجت
آپکے حق مین مانع و مزاحم نہوئی جیسے دنیا کے بڑے مدبرون کو پاخانہ مین جانا مانع تدبیرات
دنیاوی کا نہین ہوتا بظاہر تو قضاء حاجت مین مشغول ہوتے ہین اور اونکے دل اپنے
مقاصد مین مستغرق رہتے ہین اور اوس سے غفلت نہین کرتے اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو بھی بسبب علو مرتبہ اور رفعت شان کے اس دنیا کے کام خدا تعالی کے ساتھ حضور دل
کے مانع نہ تھے اور یہین وجہ آپکے اوپر وحی نازل ہوتی تھی ایسے وقت مین کہ آپ اپنی
بی بی کے بستر پر ہوتے تھے اور اگر بالفرض کسی دوسرے کے لیے یہ مرتبہ فرض کیا جاوے تو
ممکن ہے مگر اوسکے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ نالیان تھوڑے سے خس و خاشاک سے بگڑ جاتی ہین
اور سمندر مین ایسی باتون سے تبدیل نہین ہو سکتی اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر
دوسرون کو قیاس نکرنا چاہیے۔ باقی رہا حضرت عیسی علیہ السلام کا حال تو آپ نے اپنی
قوت پر لحاظ نکر کے طریقۂ احتیاط اختیار کیا یا شاید آپ کی حالت ایسی ہو گی کہ خانہ داری
کے اشغال اوسمین تاثیر کر جاتے یا اوس حالت مین طلب حلال مین وقت پڑتی یا نکاح
اور عبادت دونون جمع نہو سکتے اسوجہ سے عبادت ہی اختیار کرنے کو پسند فرمایا اور

انبیا علیہم السلام اپنے احوال کے اسرار سے خوب واقف ہین اوراپنے زمانہ مین وجہ حلال ہے کمانے کے احکام اور عورتون کے عادات کو خوب جانتے ہین اور جو باتین کہ نکاح کرنیوالے کو مضر اور مفید ہین اونپر روشن ہین اور چونکہ انسان کے حالات مختلف ہین حتی کہ بعض حالتون مین اوسکے حق مین نکاح افضل ہے اور بعض مین ترک نکاح تو ہمکو مناسب یہی ہے کہ انبیا علیہم السلام کے معاملات کو ہر حال ہین افضل صورت پر ہی محمول کرین واللہ اعلم

دوسری فصل اس بات کی ذکر مین کہ عقد کے وقت عورت کے احوال اور عقد کی شرطون ہین سے کس کس کا لحاظ کرنا چاہیے اور اسمین دو بیان ہیں۔

بیان اول عقد کی شرطون مین جنسے عقد ہو جاتا ہے اور عورت مرد پر حلال ہو جاتی ہے ایسی شرطیں چار ہین **اول** ولی کی اجازت اور اگر عورت کا ولی نہو تو بادشاہ کا اذن اوسکے قائم مقام ہے **دوم** عورت کا راضی ہونا بشرطیکہ بالغ اور مرد رسیدہ ہو یا کنواری ہی ہو مگر باپ اور دادے کے سوا اور کوئی اوسکے عقد کا متولی ہو **سوم** دو گواہون کا موجود ہو نا ظاہر عادل ہون یعنی برائیون کی نسبت کہ نیکیان زیادہ کرتے ہون اور اگر دو ایسے ہی گواہ ہون جنکا حال کچھ معلوم نہو تو تب بھی نکاح ہو جانے کا حکم کرینگے کہ ضرورت اسکی مقتضی ہے **چہارم**۔ ایجاب اور اوسکے ساتھ ہی قبول کا ہونا اور اسمین یہ قید ہے کہ بلفظ نکاح یا تزویج یا اور کوئی لفظ جو ان معنون مین ہو ایجاب ہو اور اسیطرح قبول ہو اور ایجاب و قبول ہیں دو مرد بالغ عاقل ہون عورت نہو اور مردون مین خود شوہر ہو یا ولی یا دونون کے وکیل ہی ہون کفایت کرتا ہے۔ اور عقد کے آداب مین اول یہ مناسب ہے کہ عورت کے ولی سے پیشتر پیام نسبت کیا جاوے لیکن اگر عورت عدت مین ہو تو پیام نچاہیے بلکہ اس صورت مین بعد عدت گذرنے کے پیام کرے اسیطرح اگر دوسرے شخص نے نسبت کا پیام دیرکھا ہو تب بھی خود پیام نکرے کہ اس سے حدیث مین ممانعت آئی ہے۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ نکاح سے پہلے خطبہ ہو اور ایجاب و قبول کے ساتھ حمد و نعت ہو مثلاً ولی عقد یون کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ مین نے اپنی فلان لڑکی کا نکاح تجھ سے کیا اور شوہر کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ مین نے اوسکا نکاح اس مہر کے عوض قبول کیا اور مہر معین اور تھوڑا ہونا چاہیے اور حمد و نعت خطبہ کے پیشتر بھی مستحب ہے۔ **سوم** یہ کہ شوہر کا حال منکوحہ کے

گوشش گزار کر دینا چاہیے گو کنواری ہو کیونکہ یہ امر موافقت اور آپس کی الفت کے لیے
زیادہ مناسب ہے اور یہی وجہ نکاح سے پیشتر زوجہ کا دیکھ لینا بھی مستحب ہے کہ الفت باہمدگر
کے واسطے زیبا پڑتا ہے - چہارم یہ کہ دو گواہون کے سوا جو درستی عقد کے لیے شرط ہین
اور کچھ نیک بندے بھی نکاح ہین اکٹھے کرنے چاہیین - پنجم یہ کہ نکاح سے یہ نیت کرے
کہ سنت کی بجا آوری اور نگاہ کا تلے رکھنا اور اولاد کا حاصل کرنا اور جتنے فوائد کہ ہم ذکر
کر چکے ہین منظور ہین صرف خواہش نفس اور کامرانی ملحوظ نہو ورنہ یہ نکاح دنیا کے کامون مین
متصور ہوگا اور خواہش نفس کا ہونا کچھ ان تینون کا مانع بھی نہین اکثر امر حق خواہش نفس کے
مطابق پڑ جاتا ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ جب کوئی امر حق خواہش
نفس کے مطابق پڑے تو ایسا ہے کہ چھوہری اور دودھ - اور یہ بات محال نہین کہ حظ نفس
اور دین کا حق دونون ملکر کسی چیز کی علت پڑین - اور مستحب یہ ہے کہ نکاح مسجد مین اور ماہ
شوال مین کیا جاوے - حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھ سے عقد بھی شوال مین کیا اور ہم بستر بھی ماہ شوال مین ہوئے -

دوسرا بیان منکوحہ کے حالات کے ذکر مین - منکوحہ کے احوال مین دو قسم کا لحاظ
چاہیے اول اوسکے حلال ہونے مین دوم اچھی طرح گذران کرنے اور مقاصد کے
حاصل ہونے مین **اول** قسم سے یہ غرض ہے کہ جتنی باتین نکاح کی مانع ہین اون سے
عورت بری ہو اور وہ باتین انیس ہین - اول یہ کہ کسی دوسرے شخص کی منکوحہ نہو - دوم
یہ کہ دوسرے شوہر کی عدت مین نہو اور عدت خواہ مرنے کی ہو یا طلاق کی یا شبہہ سے
صحبت ہو جانے کی سب برابر ہین اور یہی حکم ہے لونڈی کا جس صورت مین کہ آقا کی صحبت
سے اوسکا حمل سے بری معلوم کرنا منظور ہو - سوم یہ کہ کوئی کلمہ کفر زبان سے نکلجانیکے باعث
دین سے مرتد نہ ہو گئی ہو - چوتھے یہ کہ مجوسی نہو - پانچوین یہ کہ بت پرست اور زندیق نہو کہ
کسی کتاب آسمانی اور پیغمبر کی طرف منسوب نہو اور اسی مین وہ عورتین داخل ہین جنکا
مذہب حرام چیزون کے حلال جاننے کا ہو یا ایسے امور کی معتقد ہون کہ شریعت انکے
معتقد ان کو کافر کہے کہ انمین سے کسی کے ساتھ نکاح درست نہین - چھٹے یہ کہ ایسی کتابیہ نہو
کہ اہل کتاب کا دین تحریف کے بعد یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بعد
اختیار کیا ہو اور باوجود اسکے بنی اسرائیل مین سے بھی نہو اگر یہ دونون خصلتین اوسمین

پائی جاوینگی تو اوسکا نکاح درست نہین اور اگر صرف بنی اسرائیل مین سے ہو تو اوسمین
علما کا اختلاف ہے۔ ساتوین یہ کہ لونڈی ہو اسمین یہ قید ہے کہ نکاح کرنے والا آزاد
اور زنا کے خوف سے مامون اور آزاد عورت کے نکاح پر قادر ہو اور درصورت مفقود
ہونے کسی شرط کے منکوحہ کا لونڈی ہونا مانع نہوگا۔ آٹھوین یہ کہ شوہر کی ملک مین
منکوحہ پر نہو نہ اوسکے کل پر اور نہ کسی جز پر۔ نوین یہ کہ منکوحہ اون قرابت دارون مین
ہو جنکا نکاح مرد کو حرام ہے یعنی ما اور نانی اور دادی اور بیٹی اور پوتی اور نواسی اور
بہن اور بھتیجی اور بھانجی اور ان سب کی اولاد در اولاد اور پھوپھی اور خالہ نہو۔ دسوین یہ کہ
دودھ کی جہت سے حرام نہو اور دودھ کی جہت سے وہی رشتے حرام ہین جو قرابت کی رو سے
اوپر گذرے لیکن دودھ پینے مین حرمت جب ہوتی ہے کہ پانچ بار دودھ پیوے اس سے
کمتر مین امام شافعی رضہ کے نزدیک حرمت نہین۔ گیارہوین یہ کہ عورت مذکورہ بوجہ
دامادی حرام نہوگئی ہو مثلاً شوہر اوسکی بیٹی یا پوتی یا نواسی وغیرہ سے نکاح کر چکا ہو یا
اونکا مالک عقد کی رو سے یا بوجہ شبہ عقد کے ہوگیا ہو یا شبہہ عقد مین اونسے صحبت
کر چکا ہو یا منکوحہ کی ما خواہ نانی دادی سے بوجہ عقد یا شبہہ عقد ہم بستر ہوگیا ہو تو ان
صورتون مین اوس سے نکاح نہین کر سکتا اسلیے کہ کسی عورت سے صرف نکاح کر لینے
کی وجہ سے اوسکی ما وغیرہ حرام ہوجاتی ہین اور جب اوس سے صحبت بھی کر لیتا ہے
تو اوسکی اولاد بھی حرام ہوجاتی ہے یا ایسی عورت نہو کہ اوس سے شوہر کے باپ یا بیٹے
نے پیشتر نکاح کر لیا ہو تو وہ بھی شوہر پر حرام ہے۔ بارہوین یہ کہ وہ عورت پانچوین نہو
یعنی شوہر کے نکاح مین اوسوقت چار عورتین نہون اگر ہونگی تو اب کسی پانچوین سے
نکاح درست نہوگا۔ تیرہوین یہ کہ شوہر کے نکاح مین اوس عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ
پہلے سے نہو کہ دونون نکاح مین ساتھ نہو جاوین کیونکہ ایسی دو عورتونکو ایک ساتھ نکاح
مین رکھنا حرام ہے جنمین اسطرح کی قرابت قریبہ ہو کہ اگر ایک کو اونمین سے مرد فرض کرین تو
دوسری سے اوسکا نکاح نہو سکے۔ چودھوین یہ کہ اوس عورت کو مرد نے تین طلاقین نہ
دی ہون ورنہ وہ شوہر پر حلال نہوگی جب تک کہ دوسرا مرد اوس سے نکاح صحیح کے بعد
صحبت نکر چکے۔ پندرہوین یہ کہ شوہر سے اوسنے لعان نہ کیا ہو کہ ایسی عورت بعد لعان کے
ہمیشہ کو شوہر پر حرام ہوجاتی ہے۔ سولہوین یہ کہ حج یا عمرہ کا احرام نہ باندہے ہو یا شوہر محرم نہو

کہ دونون مین سے ایک کی محرم ہونیسے بھی نکاح نہو گا جب تک کہ حلال نہو جاوین۔ سترھوین یہ کہ عورت مرد رسیدہ خردسال نہو کہ اوسکا نکاح بالغ ہونیکے بعد ہی درست ہو گا۔ اٹھارھوین یہ کہ یتیم نہو کہ اس صورت مین بھی نکاح بالغ ہونیکے بعد درست ہو گا۔ انیسوین شرط جو فی زماننا مفقود ہے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مین سے نہو کہ وہ سب بعض قطع سب ایمانداروں کی مائین ہین غرض کہ موانع نکاح کی یہی باتین ہین جو مذکور ہوئین۔ اب قسم دوم کی باتون کا ذکر کیا جاتا ہے یعنی وہ عمدہ خصلتین جنکا لحاظ عورت مین عقد کی مداومت اور اوسکے مطالب کی زیادتی کے لیے ہونا چاہیے پس اسطرح کی باتین آٹھ ہین۔ اول یہ کہ عورت نیک بخت دیندار ہو یہ بات سبکی جڑ ہے اسکا خیال بہت ضروری ہے کیونکہ اگر بالفرض عورت اپنی ذات اور شرمگاہ کی حفاظت کے باب مین کچی اور دین کی ہلکی ہو گی تو خاوند کو حقیر کریگی اور لوگون مین اوسکا مُنہ کالا کریگی غیرت کے مارے اوسکا دل پریشان اور زندگی تلخ ہو گی اگر وہ حمیت اور غیرت کا کاربند ہو گا تو ہمیشہ بلا اور رنج کے دام مین گرفتار رہیگا اور اگر سہولت برتیگا تو اپنے دین اور آبرو کو بٹہ لگاویگا اور بے غیرت و بے شرم کہلاویگا اور جس صورت میں کہ بد اطواری کے ساتہ عورت خوبصورت بھی ہو تو سخت مصیبت ہے کیونکہ نہ اوسکی مفارقت گوارا ہو گی نہ اوسکی حرکات پر صبر آویگا اور ایسے شخص کا حال اوس مرد کا سا ہو گا جسنے آنحضرت صلی اللہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ وہ شخص ایک جورو رکھتا ہے کہ کسیکو ہاتہ لگانے سے مانع نہین آپ نے فرمایا کہ تو اوسکو طلاق دیدے اوسنے عرض کیا کہ مین اوسکو چاہتا ہون آپنے فرمایا کہ اوسکو رہنے دے۔ اس حدیث مین جو اوسکے رہنے دینے کو ارشاد فرمایا تو اسوجہ سے کہ آپ کو خوف ہوا کہ اگر یہ شخص اوسکو طلاق دیدیگا تو فریفتگی کے مارے اوسکا پیچھا کریگا اور خود بھی خراب ہو جاویگا اسلیے نکاح کا باقی رہنا اور اوس پر سے خرابی کو ٹالنا ہی بہتر معلوم فرمایا۔ اور اگر بالفرض عورت کے دین مین یہ خرابی ہو کہ شوہر کا مال تلف کرے یا اور کوئی صورت سوائے اول صورت کے ہو تب بھی عیش مکدر رہیگا کہ اگر اوسکی حرکات پر سکوت اختیار کریگا اور منع نکریگا تب تو گناہ مین اوسکا شریک ہو گا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے قُوا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا یعنی اپنی جانون کو اور اپنے گھر والون کو آگ سے بچاؤ تو منع کرنا حرکات ناشائستہ سے اس آیت کے بموجب ضروری ہے ورنہ عدول حکمی ہو گی اور اگر منع کریگا اور جھگڑتا رہیگا تو عیش

منغص رہیگا اور یہین لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیندار عورت کے لیے مبالغہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے تنکح المراۃ لمالہا وجمالہا وحسبہا ودینہا فعلیک بذات الدین تربت یداک اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ جو شخص عورت سے نکاح اوسکے مال اور جمال کے واسطے کرتا ہے تو وہ اوسکے مال و جمال سے محروم کیا جاتا ہے اور جو کوئی اوسکی دینداری کی جہت سے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالی اوسکو اوسکا مال اور جمال دونوں عنایت فرماتا ہے اور نیز ارشاد فرمایا کہ عورت سے بوجہ خوبصورتی کے نکاح مت کرو کہ شاید اوسکی خوبصورتی اوسکو تباہ کردے اور نہ مال کے لحاظ سے اوسکے ساتھ نکاح کرنا چاہیے کہ شاید اوسکا مال اوسکو سرکش کردے بلکہ نکاح عورت کے ساتھ اوسکی دیانت کے لحاظ سے کرنا چاہیے۔ اور آپ نے دیانت پر اسوجہ سے زیادہ ترغیب فرمائی کہ متدین عورت دین کی مددگار ہوتی ہے اور جس صورت مین کہ متدین نہوگی تو شوہر کو بھی دین سے روکے گی اور باعث اوسکی پریشان خاطری کا ہوگی۔ **دوسری خصلت** خوش خلق ہونا ہے جو شخص کہ فارغ البال رہنے کا طالب اور دین پر مدد کا خواہان ہو اوسکے لیے خوش خلق عورت کا ہونا بہت بڑی غنیمت ہے کیونکہ اگر عورت زبان دراز سخت گو تندخو نعمت کی ناشکر ہوگی تو نفع کی نسبت کر اوس سے نقصان زیادہ ہوگا چنانچہ سعدی کا قول ہے ؎ زن بد در سرائے مرد نکو ✿ ہم درین عالمست دوزخ او ✿ اور عورتون کی زبان پر صبر کرنا اون باتون مین سے ہے کہ اونسے اولیا کا امتحان لیا جاتا ہے کسی عرب کا قول ہے کہ چھہ قسم کی عورتون سے نکاح مت کرو اول انانہ دوم منانہ سوم حنانہ چہارم حداقہ پنجم براقہ ششم شداقہ۔ انانہ اوسکو کہتے ہین جو ہر وقت کراہتی اور آہ آہ کرتی رہتی ہے اور ہر گھڑی اپنا سر پٹی سے باندھے رہے یعنی جو عورت کہ المرض یا بتکلف مریض ہی رہے اوسکے نکاح مین کچھ برکت نہین اور منانہ اوسکو کہتے ہین کہ خاوند پر اکثر احسان جتاوے کہ مین نے تیری خاطر یہ کیا اور وہ کیا۔ اور حنانہ وہ ہے جو اپنے پہلے شوہر یا اپنی اولاد پر جو شوہر اول سے ہو فریفتہ رہے تو ایسی سے بھی اجتناب مناسب ہے۔ اور حداقہ وہ ہے کہ ہر چیز پر نظر ڈالتی رہے اور اوسکی خواہش کرے پھر شوہر کو اوسکے خریدنے کے لیے تکلیف دیوے۔ اور براقہ کے دو معنی ہوسکتے ہین ایک اہل حجاز کے موافق یعنی جو عورت دن بھر اپنے چہرے کے بناؤ سنگار مین رہے تاکہ بناؤ کی

اوسمین آب وتاب ہوجاوے اور دوسرے اہل یمن کے محاورہ کے موافق یعنی جو عورت
کھانے پر روٹھے اور اکیلے ہی کھاوے اور ہر چیز مین سے اپنا حصہ جدا کرلے اور شداقہ
اوسکو کہتے ہین جو بہت بکتی رہے اور اسی لفظ سے تشدق بھی نکلا ہے جو اس حدیث النفر
مین وارد ہے اِنَّ اللّٰہَ یَبْغَضُ الثَّرْثَارِیْنَ الْمُتَشَدِّقِیْنَ اور کہتے ہین کہ سیاح ازدی
نے اپنی سیاحت مین حضرت الیاس علیہ السلام کی زیارت کی آپ نے ازدی کو نکاح
کے لیے ارشاد فرمایا اور مجرد رہنے سے ممانعت کی اور فرمایا کہ چار قسم کی عورتون سے
نکاح مت کرنا اول طالب خلع سے کہ ہر گھڑی بلا سبب خلع کی درخواست کرے دوم شیخی والی
کہ دوسری عورتون پر دنیا کے لوازم سے فخر کرے تیسرے فاسقہ جو خفیہ آشنا رکھتی ہو اور
اس بات مین مشہور ہو ایسی ہی کے لیے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے وَلَا مُتَّخِذَاتِ
اَخْدَانٍ چوتھی زبردست کہ خاوند پر قول وفعل مین بڑھ چڑھ کر رہے۔ اور حضرت علی رض
نے فرمایا ہے کہ جو عادتین مردون مین بُری ہین وہ عورتون مین اچھی ہوتی ہین اور
وہ بخل اور تکبر اور نامردی ہے اسلیے کہ عورت اگر بخیل ہوگی تو اپنا مال اور شوہر کا مال
بچاویگی اور اگر متکبر ہوگی تو ہر شخص سے نرم اور فریفتہ کرنیوالے کلام سے نفرت کریگی اور
جب نامرد ہوگی تو ہر چیز سے ڈریگی اور اپنے گھر سے نہ نکلیگی اور شوہر کے ڈر کے مارے
تہمت کی جگہون سے اجتناب کریگی۔ غرضکہ یہ حکایتین اس بات کی ہدایت کرتی ہین
کہ نکاح مین کونسے اخلاق مطلوب ہوتے ہین۔ تیسری خصلت خوبصورتی ہے یہ بھی
اس نظر سے مطلوب ہے کہ اوسکی جہت سے آدمی زنا سے محفوظ رہتا ہے اور اگر عورت
بدصورت ہو تو سرشت انسانی اوسپر کفایت نہین کرتی اور ایک وجہ یہ ہے کہ اکثر یہ
قاعدہ ہے کہ صورت اور سیرت کا اچھا ہونا لازم ملزوم ہین جسکی صورت اچھی ہوگی غالباً
سیرت بھی اچھی ہوگی۔ اور ہمنے جو اوپر لکھا ہے کہ عورت کی دیانت پر لحاظ ضرور ہے اور
خوبصورتی کے باعث اوس سے نکاح نکرنا چاہیے اسکے یہ معنی نہین کہ خوبصورتی کا لحاظ
بالکل ممنوع ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ جس صورت مین کہ دین مین خرابی ہو تو صرف خوبصورتی
پر فریفتہ ہوکر نکاح نکرنا چاہیے کیونکہ صرف خوبصورت ہونا نکاح مین راغب البتہ کرتا ہی
مگر دین کے امر مین ڈھیلا کردیتا ہے۔ اور ایک وجہ خوبصورتی کے لحاظ کرنے کی یہ ہے
کہ اوسکے باعث سے زن وشوہر مین اکثر الفت محبت ہوتی ہے اور اسباب الفت کی رعایت

کرنے کے لیے شریعت بھی امر فرماتی ہے اور یہی وجہ قبل نکاح عورت کو دیکھ لینا مستحب
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسوقت اللہ تعالی تم مین سے کسی کے
دل مین کسی عورت سے نکاح کرنے کا خیال ڈالدے تو چاہیے کہ اوسکو دیکھ لے اسلیے
کہ دیکھ لینا الفت طرفین کے لیے شایان تر ہے اور اس حدیث مین جو لفظ اَن یُّؤدَمَ
بَینَہُمَا آیا ہے وہ مشتق اَدَمَہ بفتحتین سے ہے جسکے معنی جلد باطنی یعنی متصل گوشت ہیں
یعنی جیسے وہ جلد گوشت سے مالوف ہے ایسے ہی زن وشو مالوف رہینگے اور فرمایا۔
اِنَّ فِی اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا فَاِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یَتَزَوَّجَ مِنْھُنَّ فَلْیَنْظُرْ اِلَیْھِنَّ
کہتے ہین کہ اونکی آنکھین چُندھی تھین اور بعضون نے کہا ہے کہ چھوٹی تھین۔ اور سلف
کے کچھ پرہیزگار ایسے تھے کہ شریف زادیون سے بھی نکاح جبھی کرتے تھے کہ جب اول انکو
دیکھ لیتے تھے تاکہ دھوکے سے محفوظ رہین۔ اور اعمش رح فرماتے ہین کہ جو نکاح بدون
پیشتر دیکھ لینے کے ہوتا ہے تو اوسکا انجام رنج وغم ہوا کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اول
نظر کرنے سے سیرت اور دیانت تو معلوم ہی نہین ہوتی صرف جمال ظاہری پہچانا جاتا ہے
اس سے معلوم ہوا کہ جمال کا لحاظ بھی شریعت کے مطابق ہے۔ اور مروی ہے کہ کسی مرد
نے حضرت عمر رض کے عہد میں خضاب کرکے شادی کرلی بعد چندے اوسکا خضاب کھل گیا
اوسکی سسرال والون نے حضرت عمر رض کی خدمت مین اوسکی نالش کی کہ ہمنے اسکو
جوان جانکر شادی کی تھی آپ نے اوسکو سزا دی کہ تو نے لوگونکو مغالطہ دیا۔ اور مروی ہے
کہ حضرت بلال رض اور حضرت صہیب رومی رض عرب کے کسی خاندان مین گئے اور اونسے
پیام اپنی شادی کا دیا اہل مکان نے پوچھا کہ تم کون ہو حضرت بلال رض نے کہا کہ مین
بلال ہون اور یہ میرا بھائی صہیب ہے ہم گمراہ تھے اللہ تعالی نے ہمکو ہدایت کیا اور ہم
غلام تھے اللہ تعالی نے ہمکو آزاد کیا اور ہم مفلس تھے اللہ تعالی نے ہمکو تونگر کیا پس
اگر تم ہماری شادی اپنے یہان کردو تو الحمد للہ اور اگر انکار کرو تو سبحان اللہ لوگون نے
کہا کہ تمھاری شادی ہوجاویگی والحمد للہ حضرت صہیب رض نے حضرت بلال رض سے کہا
کہ تم کاش وہ خدمات اور جانفشانیان بھی ذکر کردیتے جو ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ہمراہی میں کی ہین حضرت بلال نے فرمایا کہ چپ رہو تمنے سچ کہدیا اسی راستی نے
تمھارا نکاح کردیا۔ اور دھوکا خوبی ظاہری اور سیرت باطنی دونون مین ہوتا ہے تو

خوبصورتی کا دھوکا تو دیکھنے سے دور کرنا مستحب ہے اور اخلاق کا دھوکا وصف سننے سے رفع
ہوسکتا ہے اسلیے اِن دونون باتونکو نکاح سے پیشتر کر لینا چاہیے مگر اوسکا وصف اخلاق اور
جمال کا ایسے ہی شخص سے دریافت کرنا چاہیے جو عاقل اور راست گو اور ظاہر و باطن کے
حال سے واقف ہو نہ تو عورت کا طرفدار ہو کہ اوسکی تعریف مین مبالغہ کرے اور نہ اوس سے
بغض رکھتا ہو کہ گھٹا کر بیان کرے کیونکہ اب لوگون کی طبیعتین نکاحون سے پیشتر کے امور
مین اور منکوحات کے وصف بیان کرنے مین افراط و تفریط کی طرف مائل ہین ایسے لوگ
بہت کم ہین جو اس باب مین سچ بولتے ہون بلکہ فریب اور مغالطہ دینے کا رواج بہت ہوگیا ہے
اسی نظر سے جو شخص کہ اپنے نفس پر زن اجنبیہ کی طرف تاکنے کا خوف رکھتا ہو اوسکو اس بات
مین احتیاط کر لینی بہت ضرور ہے ہان اگر کسی شخص کو منکوحہ سے غرض صرف ادا ر سنت
اور اولاد کا ہونا اور گھر کا انتظام مقصود ہو تو وہ شخص اگر جمال کا راغب نہو تو مرتبہ زہد سے
قریب تر ہے کیونکہ خوبصورتی بھی ایک امر دنیاوی ہے گو بعض اوقات کسی کسی شخص کے
حق مین دین پر مدد ہوتی ہے۔ حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا ہے کہ زہد ہر چیز مین ہوتا ہے
یہانتک کہ بی بی مین بھی ہوتا ہے کہ دنیا مین زہد اختیار کرنے کے لیے آدمی بوڑھیا سے
نکاح کرلے۔ اور مالک بن دینار رح فرمایا کرتے کہ لوگ یتیم اور مفلس عورت سے تو نکاح نہین
کرتے کہ جسکے کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے مین ثواب ہے اور اوسکا نفقہ دینا سہل پڑے
تھوڑے سے مال پر راضی رہے بلکہ دنیا دارون کی بیٹیون سے نکاح کرتے ہین کہ ہمیشہ
نئی خواہش اونکے سامنے بیان کرتی ہین اور کہتی ہین کہ ہمکو فلان کپڑا پہناؤ اور فلان چیز کھلاؤ
اور امام احمد رح نے دو بہنون کا حال پوچھا کہ اون مین سے عقلمند کونسی ہے لوگون نے
کہا کہ جو عقلمند ہے اوسکے آنکھین نہین آپ نے فرمایا کہ میرا نکاح اوس اندھی سے کردو غرضکہ
جو شخص لذت سے غرض نرکھتا ہو رفع حاجت ہی چاہتا ہو اوسکا قاعدہ ایسا ہی ہونا چاہیے
جیسے ان بزرگون کے اقوال ہین مگر جس شخص کو بدون لذت کے اپنے دین پر امن نہو اوسکو
جمال بھی طلب کرنا چاہیے کیونکہ امر مباح سے لذت کا حاصل کرنا دین کے لیے ایک قلعہ ہے
اور کہتے ہین کہ عورت جسوقت خوبصورت خوش خلق سیاہ چشم و سیاہ مو بڑی آنکھ کی رنگ
مین گوری شوہر دوست کہ اپنی نظر شوہر ہی پر منحصر کردے کسی کو میسر ہو تو اوسکو گویا حور
ملگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت بیبیون کی صفت انھین صفات کے ساتھ فرمائی ہے

چنانچہ فرمایا خیرات حسان خیرات سے مراد خوش خلق عورتین ہین اور حسان کو خوبصورت اور فرمایا قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ اور عُرُبًا اَتْرَابًا اول قول سے غرض وہ عورتین ہین کہ اپنے شوہر کی نظر کو منحصر رکھین اور دوسرے قول مین عرب جمع عروب کی ہے یعنی عاشق اپنے شوہر کی اور خواہشمند اوسکی ہم بستری کی اور ظاہر ہے کہ ایسی صفت سے لذت کو کمال ہوتا ہے اور فرمایا حُورٌ عِینٌ حورا اوس عورت کو کہتے ہین جسکی آنکھ کی سفیدی خوب سفید ہو اور آنکھ کی سیاہی مثل بالون کی سیاہی کی ہو اور عیناء اوس عورت کو کہتے ہین جسکی آنکھیں بڑی ہون۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَيْرُ نِسَائِكُمْ مَنْ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا زَوْجُهَا سَرَّتْهُ وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ اور مرد اپنی منکوحہ دیکھکر اوسی وقت خوش ہوگا کہ عورت اوسکو چاہتی ہو۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ مہر تھوڑا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عمدہ بیبیان وہ ہین جنکی صورتین اچھی ہون اور مہر تھوڑی ہون اور مہر کو حد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا۔ اور آپ نے اپنی بعض ازواج طاہرات کو دس درم اور اثاث البیت کے عوض نکاح کیا اور اثاث البیت ایک چکی تھی اور ایک گھڑا اور ایک گدا جسمین ریشہ خرما بھرا تھا۔ اور کسی بی بی کے نکاح کے بعد آپ نے ولیمہ جو کی روٹی کا اور کسی کا ولیمہ خرما کا اور کسی کا ستو کا کیا۔ اور حضرت عمر رضہ مہر کو زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا کرتے اور فرماتے کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا نکاح چارسو درم سے زیادہ مہر پر کیا اور نہ اپنی بیٹیون کا نکاح اس مقدار سے زائد پر کیا اگر مہر کے زیادہ کر دینے مین کچھ بزرگی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسمین ضرور مبادرت فرماتے۔ اور بعض صحابہ رضہ نے نکاح مین مہر اتنا سونا ٹھہرایا کہ اوسکی قیمت پانچ درم بتاتے ہین۔ اور سعید بن مسیب رضہ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت ابوہریرہ رضہ سے دو درم مہر پر کر دیا اور رات کیوقت اوسکو اپنے ساتھ لیجا کر اونکے دروازہ مین پہونچا کر چھوڑا اور سات روز کے بعد بیٹی کے پاس گئے اور اوس سے سلام علیک کیا۔ اور اگر مہر دس درم مقرر کیا جاوے اس نظر سے کہ سب علما کے نزدیک نکاح ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہین اور حدیث مین ہے کہ عورت کا مبارک ہونا یہ ہے کہ جلد نکاح ہو اور جلد اولاد ہو اور مہر کم ہو اور فرمایا کہ عورتون مین زیادہ برکت والی وہ ہے کہ جسکا مہر سب سے کم ہو۔ اور جسطرح کہ عورت کی جانب سے مہر مین نہایت زیادتی کا ہونا مکروہ ہے اسیطرح مرد کی جانب سے

(حاشیہ: قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ: نیچی نگاہ والیاں ۱۲ — عُرُبًا: پیار دلانیاں — اَتْرَابًا: ایک عمر کی ۱۲)

دیے حالت ۔ ا مہ مستقیم ۱۲

عورت کے مال کو حال دریافت کرنا مکروہ ہے اور مال کی طمع سے عورت سے نکاح نکرنا چاہیے
سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جب کوئی آدمی نکاح کرے اور یہ پوچھے کہ عورت کے پاس
کیا کیا چیز ہے تو جان لو کہ وہ چور ہے اور جب مرد کچھ تحفہ سسرال مین بھیجے تو یہ نیت نکرے
کہ اونکے یہان سے اسکے بدلے مین مجھے زیادہ ملیگا اور اسیطرح اگر بیٹی والے شوہر کو کچھ
بھیجین وہ بھی یہ نیت نکرین کہ زیادہ طلبی کی نیت خراب ہوتی ہے باقی رہا ہدیہ بھیجنا تو وہ
البتہ مستحب اور دوستی کا سبب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تہادوا وتحابوا
اور زیادہ طلبی اللہ تعالیٰ کے اس قول مین داخل ہے وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ یعنی اس
نیت سے ندو کہ بہت سا لو یا اس مین داخل ہے وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ
کیونکہ ربو زیادتی کا نام ہے اور اس صورت مین بھی فی الجملہ زیادتی کا طلب کرنا پایا جاتا ہے
گو اون چیزون مین نہین جن مین ربوا ہوتا ہے بہرحال نکاح مین اسطرح کی صورت مکروہ
اور بدعت ہے اور تجارت اور قمار کیطرح پر ہے کہ مقصود نکاح کو خراب کرتی ہے ۔
پانچوین خصلت یہ ہے کہ عورت بانجھ نہو پس اگر اوسکا بانجھ ہونا معلوم ہو جاوے تو
اوس سے نکاح نکرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین عليكم بالولود الودود
یعنی نکاح ایسی عورت سے کرو جسکے اولاد ہوتی ہو اور شوہر دوست ہو پس اگر اوسکی
شادی نہوئی ہو اور اوسکا حال معلوم نہو کہ اولاد ہوگی یا نہین تو تندرست اور جوان ہونیکا
لحاظ رکھنا چاہیے کہ جب یہ دونون باتین اوس مین ہونگی تو غالباً اوس سے اولاد ہوگی
چھٹی خصلت یہ ہے کہ کنواری ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رض کو
ارشاد فرمایا جبکہ اونھون نے ایک عمر رسیدہ عورت سے شادی کی تھی کہ کنواری سے
نکاح کیون نہ کیا کہ تم اوس سے دل خوش ہوتے اور وہ تم سے ۔ اور کنواری ہونے مین
تین فائدے ہین اول کہ عورت کو خاوند سے محبت اور الفت ہوتی ہے تو جو مضمون
حدیث شریف مین لفظ ودود سے تعبیر کیا گیا ہے وہ اس صورت مین خوب اثر کرتا ہے
علاوہ ازین طبیعتون مین یہ امر سرشتی ہے کہ اول مالوف پر دل لگتا ہے اور جو عورت
کہ مرد آزمودہ اور احوال دیدہ ہوتی ہے عجب نہین کہ جن امور کی پہلے سے مالوف ہو
اونکے خلاف پر راضی نہو اور یہی وجہ شوہر ثانی کو برا جاننے کی ہو جاوے ۔ دوم یہ کہ
کنواری ہونے سے شوہر کو عورت کے ساتھ محبت کامل ہوتی ہے اسلیے کہ یہ امر سرشتی ہے

کہ جس عورت کو شوہر کے سوا اور کسی نے ہاتھ لگایا ہو اوس سے کسیقدر نفرت ہوا کرتی ہی
اور جب دوسرے کے ہاتھ لگانے کا خیال بندھتا ہے تو طبیعت پر گران معلوم ہوتا ہے
اور اس باب مین بعض طبیعتون کو بہت نفرت ہوا کرتی ہے۔ سوم یہ کہ کواری ہونیسے
عورت پہلے شوہر کو یاد نہین کیا کرتی ورنہ اس سے بھی عیش مین ایکطرح کی تلخی ہوجاتی
اور محبت غالبًا سب سے زیادہ وہی پختہ ہوتی ہے جو محبوب اول سے ہوا کرتی ہے ۔
ساتوین خصلت یہ ہے کہ عورت حسب ونسب والی ہو یعنی ایسے خاندان والی ہو
جسمین دیانت اور نیکبختی پائی جاوے کیونکہ ایسے خاندان کی عورت اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت
کیا کرتی ہے اور اگر خود مودب نہین ہوتی تو اوس سے تربیت اور تادیب بخوبی نہین بن آتی
اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایاکم وخضراء الدمن. یعنی گھورے اوپر کی
سبزی سے علحدہ رہو لوگون نے عرض کیا کہ خضراء الدمن کیا ہے آپ نے فرمایا کہ خوبصورت
عورت جو بُری جگہ پیدا ہوئی ہو۔ اور نیز فرمایا کہ اپنے نطفون کے لیے اچھی عورتین پسند
کرو کہ رگ قرابت اصول کے اخلاق کو اولاد مین کھینچ لاتی ہے۔ آٹھوین صفت یہ ہے
کہ عورت قرابت قریبہ مین سے نہو اسلیے کہ یہ امر شہوت کو کم کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ قرابت قریبہ والی سے نکاح مت کرو کہ لڑکا ضعیف پیدا ہوتا ہے۔ اور
لڑکے کے ضعیف ہونیکی وجہ یہی ہے کہ شہوت ضعیف ہوتی ہے کیونکہ شہوت نظر اور لمس
کی قوت سے اوٹھتی ہے اور ان حاسون کا اثر اوسوقت قوی ہوتا ہے کہ معاملہ نیا اور اجنبی
ہو اور جو عورت ہمیشہ ایک مدت تک نظرون مین رہتی ہے اوسکو دیکھتے دیکھتے مساوات
ہوجاتی ہے اثر حس کا کامل نہین رہتا اسی جہت سے شہوت اچھی طرح نہین اوبھرتی۔
غرض کہ عورتون مین یہی خصلتین ہین جنکی باعث سے نکاح کی رغبت ہوتی ہے اور عورت
کے والی پر بھی واجب ہو کہ شوہر کی عادتون کو دیکھ بھال لے اور اپنی لڑکی پر شفقت کرے
یعنی اوسکا نکاح ایسے شخص سے نکرے جسکی پیدایش جسمی مین کوئی قصور ہو یا عادت اچھی
نہو یا دین مین ضعیف ہو یا عورت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہو یا نسب مین عورت کا کفو نہو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نکاح کرنا عورت کو کنیز کر دینا ہے تو دیکھ لیا کرو کہ
اپنی لڑکی کو کہان دیتے ہو اور احتیاط عورت کے حق مین بہت ضرور ہے کہ نکاح کے
باعث وہ ایسی قید مین پڑتی ہے کہ پھر اوس سے چھوٹ نہین سکتی بخلاف مرد کے

کہ وہ ہر حال مین طلاق پر قادر ہے اور جب کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح ظالم یا فاسق یا
بدعتی یا شراب خوار سے کریگا تو وہ اپنے دین مین بٹہ لگائیگا اور خدا تعالی کے غصہ کا مستحق
ہوگا کہ اوسنے حق قرابت کو منقطع کیا اور اوسکے لیے ایسا مرد تجویز کیا۔ اور ایک شخص نے
حضرت حسن بصری رح کی خدمت مین عرض کیا کہ چند لوگون نے میری لڑکی کے لیے
پیام نسبت دیا ہے مین اوسکا نکاح کس سے کرون آپ نے فرمایا کہ جو شخص اونمین سے
خدا تعالی کا خوف رکھتا ہو اوس سے شادی کرنا اسلیے کہ اگر وہ تیری لڑکی کو چاہیگا تو
اوسکی خاطرداری کریگا اور اگر ناپسند کریگا تو اوسپر ظلم نکریگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ جس شخص نے اپنی لڑکی کو فاسق سے بیاہ دیا پس اوسنے اوسکی قرابت قطع کردی

تیسری فصل آداب معاشرت کے ذکر مین اور اون امور کے بیان مین جو نکاح کے
باقی رہنے مین زن و شوہر کو برتنے چاہییں اور اس فصل مین دو بیان ہین۔

پہلا بیان اون حقوق کے ذکر مین جو شوہر کو مرعی رکھنے چاہییں۔ جاننا چاہیے
کہ شوہر پر بارہ چیزون مین اعتدال اور ادب کا لحاظ ضروری ہے اور وہ ولیمہ اور حسن خلق
اور مزاح اور سیاست اور غیرت اور نفقہ دینا اور تعلیم کرنا اور عدل کرنا اور نافرمانی پر سزا دینی
اور صحبت کرنا اور اولاد کا ہونا اور طلاق دینا ہین۔ اب ان سب کو بتفصیل معلوم کرنا چاہیے
اول ادب ولیمہ ہے وہ مستحب ہے چنانچہ حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ پر زردی کا نشان دیکھا اور پوچھا کہ یہہ
کیا ہے اونھون نے عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے اور مہر خرما کی
گٹھلی کے وزن کے برابر سونا ٹھہرا ہے آپ نے فرمایا بَارَکَ اللهُ لَکَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ
یعنی خدا تعالی تجکو مبارک کرے ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت صفیہ سے نکاح کے بعد خرما اور ستو سے ولیمہ کھلایا۔ اور ایک حدیث میں یہ
ارشاد فرمایا کہ اول روز کا کھانا حق ہے اور دوسرے کا سنت اور تیسرے کا نمود ہے اور
جو شخص لوگون کے سننے کے لیے شہرت کا کام کریگا اللہ تعالی اوسکو فضیحت کریگا یہ حدیث
غریب ہے بجز زیاد بن عبداللہ کے اور کسی نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعًا
نہین بیان کیا۔ اور مستحب ہے کہ شوہر کو مبارکباد دیجاوے تو جو شخص اوسکے پاس آوے
یون کہے بَارَکَ اللهُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے

مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔ اور نکاح کا ظاہر کرنا مستحب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدُّفُّ وَالصَّوْتُ اور فرمایا أَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ۔ اور ربیع بنت معوذ رضی روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس شب زفاف کی صبح کو تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے اور ہماری چند لونڈیان اپنے دف بجاتی تھین اور جو لوگ بدر کی لڑائی مین میرے بزرگون سے مارے گئے تھے اونکا ذکر کر رہی تھین یہان تک کہ ایک نے اونمین سے کہا کہ ہم مین وہ نبی ہین کہ جو بات کل کو ہوگی اوسکو جانتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو فرمایا کہ اس بات سے خاموش ہو اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہہ۔ دوسرا ادب عورت کے ساتھ خوش خلقی سے رہنا اور اونکی ایذا کو برداشت کرنا بنظر ترحم کہ اونکی عقل مین قصور ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ اور اونکے حق کی تعظیم کے باب مین ارشاد فرمایا وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا اور فرمایا وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ اس سے غرض بعضون کی بیان کی ہے کہ زوجہ ہے۔ اور سب سے آخر وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تین باتین تھین کہ اونھیں کو فرماتے فرماتے آپ کی زبان گنگنا گئی اور آواز آہستہ پڑ گئی آپ فرماتے تھے کہ الصَّلٰوةَ الصَّلٰوةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ لَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا لَا يُطِيقُونَ اللّٰهَ اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّهُنَّ عَوَانٍ فِي أَيْدِيكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی بی بی کی بدخلقی پر صبر کریگا اللہ تعالی اوسکو اتنا ثواب عطا فرماویگا جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو اونکی مصیبت پر عطا فرمایا اور جو عورت اپنے خاوند کی بدمزاجی پر صبر کریگی اللہ تعالی اوسکو ایسا ثواب دیگا جیسا آسیہ فرعون کی بی بی کو ملا۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بی بی کے ساتھ خوش خلقی کے یہ معنی نہین کہ اوسکو ایذا نہ دے بلکہ یہ معنی ہین کہ اگر وہ ایذا دے تو اوسکی برداشت کرے اور جب وہ غصہ کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرکے اوسکے غصہ پر حلم کرے یعنی آپکی ازواج مطہرات آپ کے سامنے جواب دے بیٹھتی تھین اور کبھی اونمین سے کوئی ایک دن رات آپ سے بات نکرتی تھی اور آپ ان باتون پر حلم فرماتے تھے اور اون پر تشدد نکرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی کی بی بی نے ایکبار اونکے کلام کا جواب دیا آپ نے فرمایا



کہ اے گستاخ مجکو جواب دیتی ہے اوسنے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج
مطہرات آپ کے کلام کا جواب دیتی ہین حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کہین
بہتر ہین حضرت عمر رض نے فرمایا کہ اگر حفصہ نے بھی جواب دیا ہوگا تو اوسکا بڑا نقصان ہوا
پھر بیٹی کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے حفصہ صدیق کی بیٹی کی حرص مت کرنا کہ وہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری ہے تو ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب مت دینا۔ اور
مروی ہے کہ کسی نے ازواج طاہرات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر
ہاتہ رکھکر آپ کو دھکا دیا اونکی ما نے اونکو ڈانٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جانے دو کچہ نکہو یہ بیبیان تو اس سے بھی زیادہ حرکات کرتی ہین - اور ایکبار آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رض کے درمیان کچہ گفتگو ہوئی یہان تک دونون نے
حضرت ابوبکر رض کو اپنے درمیان حکم اور شاہد قرار دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عائشہ رض سے فرمایا کہ یا تم اول کہو یا مین کہون اونھون نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرماؤ
لیکن سچ ہی سچ فرمانا حضرت ابوبکر رض نے حضرت عائشہ کے منہ پر ایک ایسا طمانچہ مارا
کہ خون نکلنے لگا اور فرمایا کہ اے دشمن جان کیا حضرت سچ کے سوا کچہ اور فرماوین گے
حضرت عائشہ رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ چاہی اور آپکی پشت کے پیچھے
جا بیٹھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض سے فرمایا کہ ہمنے تمکو اسلیے
نہین بلایا اور نہ تم سے یہ ہمارا مقصود ہے - اور ایکبار کسی کلام پر غصہ ہوکر حضرت عائشہ رض نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ہی کہتے ہین کہ مین پیغامبر خدا
ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حلم و کرم کی راہ سے اس امر کو برداشت کیا
اور آپ حضرت عائشہ رض سے فرمایا کرتے تہے کہ تمہاری خفگی اور رضامندی مین جان جاتا ہون
اونھون نے عرض کیا کہ آپ کیسے پہچانتے ہین فرمایا کہ جب تم راضی ہوتی ہو تو یہ کہتی ہو
کہ قسم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی اور خفگی کی حالت مین کہتی ہو کہ قسم ہے ابراہیم
علیہ السلام کے خدا کی حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ آپ بجا فرماتے ہین مین حالت
غضب مین آپ کا نام ترک کرتی ہون - اور کہتے ہین کہ اسلام مین جو اول دوستی ہوئی
وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تہی حضرت عائشہ رض کے ساتہ اور آپ اونکو
فرمایا کرتے کہ مین تیرے ساتہ ایسا ہون جیسا ابو زرع اپنی بی بی ام زرع کے ساتہ تہا

مگر میں تجکو طلاق نہ دونگا۔ **ف** مترجم کہتا ہے کہ حدیث ام زرع کی مشہور ہے اور شمائل
ترمذی مین مذکور کہ حضرت عائشہ رض کے پاس گیارہ عورتون نے جمع ہوکر اپنے شوہرونکا
احوال بیان کیا اونمین سے ایک ام زرع تھی کہ انکے خاوند نے انکے ساتھ بہت سلوک
کیا تھا پھر طلاق دیدی تھی حضرت عائشہ رض نے اون سب کا احوال آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا اوسوقت آپ نے ارشاد مذکورۂ بالا فرمایا۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون کو ارشاد فرمایا کرتے کہ عائشہ کے باب مین مجکو ایذا نہ دو کہ بخدا
میرے اوپر جب وحی آئی ہے مین اوسی کے لحاف ہوا ہون (یعنی تم مین سے کسی کے
پاس یہ امر نہین ہوا)۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
عورتون اور لڑکون پر سب لوگون کی نسبت کر زیادہ رحیم تھے۔ ادب سوم یہ ہے کہ ایذا
کی برداشت کے ساتھ عورتون سے ہنسی اور چہل بھی کرے کہ اس سے اونکا دل خوش ہوتا
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اپنی ازواج طاہرات سے مزاح فرماتے تھے
اور اعمال و اخلاق مین اونمین سمجھ کے عقلون کے مراتب پر نزول فرماتے تھے حتی کہ مروی ہے
کہ آپ حضرت عائشہ رض کے ساتھ دوڑا کرتے تھے ایک روز حضرت عائشہ آگے نکل گئین
اور پھر کسی روز دوڑے تو آپ آگے نکل گئے اوسوقت آپ نے فرمایا کہ یہ اوس روز کا
عوض ہے۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ اور لوگون کی نسبت کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی بیبیون سے زیادہ چہل فرماتے تھے۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ مین نے حبشہ
کے لوگون وغیرہ کی آواز سنی کہ وہ عاشورا کے دن کھیل رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھے ارشاد فرمایا کہ کیا تو اونکا کھیل دیکھا چاہتی ہے مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے
اونکو بلوایا جب وہ آئے تو آپ دونون کواڑون کے بیچ مین کھڑے ہوئے اور اپنا ہاتھ
ایک کواڑ پر جھکر پھیلا دیا مین نے اپنی ٹھوڑی آپ کے ہاتھ پر رکھ لی اور دیکھنے لگی وہ لوگ
تماشا کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ بس مین نے دو یا تین بار عرض کیا
کہ ذرا ٹھہریے پھر آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ بس کر مین نے عرض کیا کہ بہتر آپ نے اون
لوگون کو اشارہ کیا وہ چلے گئے اور نیز آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اکمل المؤمنین ایمانا
احسنہم خلقا والطفہم باہلہ۔ اور فرمایا خیرکم خیرکم لنسائہ وانا خیرکم
لنسائی۔ اور حضرت عمر رض باوجود اپنی تیزی مزاج کے ارشاد فرماتے ہین کہ مرد کو چاہیے

کہ اپنے گھر مین مثل بچے کے رہے اور جسوقت اوسکے پاس کی چیز طلب کیجاوے اوسوقت
مرد ہو جاوے - اور لقمان رح کا قول ہے کہ عاقل کو چاہیے کہ اپنے گھر مین بچے کی طرح رہے
اور جب اپنی قوم مین ہو تو مرد ہو اور یہ جو حدیث مین آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْجَعْظَرِیَّ
الْجَوَّاظَ - اسکی تفسیر مین بعضون نے یون کہا ہے کہ وہ شخص مراد ہے جو اپنے گھر والون پر
سخت ہو اور اپنے دل مین متکبر ہو - اور بعضون نے قرآن مجید مین جو لفظ عُتُلٍّ آیا ہے
اوسکے یہی معنی ہین کہ سخت زبان اور گھر والون پر سخت دل ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت جابر رض کو ارشاد فرمایا تھا کہ کواری سے نکاح کیون نکیا کہ تم اوس سے مزاح کرتے
اور وہ تمسے چہل کرتی - اور ایک بدوانی کا شوہر مرگیا تھا اوسنے اوسکا اسطرح ذکر کیا
کہ بخدا جب گھر مین آتا تو ہنستا آتا اور باہر جاتا تو چپکا جاتا جو کچھ کھانا پاتا اوس سے پیٹ بھرتا
کوئی چیز جاتی رہتی تو سوال نکرتا - ادب چہارم یہ ہے کہ مزاح اور حسن خلق اور عورت
کی خواہش کی متابعت اس درجہ کو نہ بڑھاوے کہ اسکا مزاج بگڑ جاوے اور اوسکے سامنے
اپنی کچھ ہیبت نرہے بلکہ اس بات مین اعتدال کا لحاظ رکھے اسطرح کہ جب کوئی بری بات دیکھے
تو ہیبت اور خفگی سے درگذر نکرے اور بری بات پر کبھی راضی نہو بلکہ جب کوئی بات مخالف
شریعت یا مروت کے دیکھے فوراً آگ بگولا ہو جاوے - حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ
جو شخص اپنی بی بی کا مطیع بنا رہے کہ جو وہ چاہے وہی کرے تو اللہ تعالی اوسکو دوزخ مین
اوندھا کرادیگا - اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ عورتون کی مرضی کے خلاف کیا کرو کہ اونکی
خلاف کرنے مین برکت ہوتی ہے - اور یہ بھی منقول ہے کہ عورتون سے مشورہ لو اور جو کچھ
وہ مشورہ دین اوسکے خلاف کرو - اور حدیث مین ہے کہ ہلاک ہوا جورو کا غلام اور یہ اسلیے
فرمایا کہ جب اوسکی خواہش کے امور مین اوسکی اطاعت کریگا تو اوسکا غلام ہوا اور وجہ
ہلاکی کی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اوسکو بی بی کا مالک کیا تھا اسنے اپنے نفس کو اوسکا
مملوک کردیا اور معاملہ معکوس اور اولٹا مقدمہ ہو گیا اور شیطان کا قول جو قرآن مین
نقل ہے وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ - اس قول کی بھی اطاعت کی کہ مرد کا
حق متبوع ہونیکا تھا نہ تابع ہونیکا حالانکہ اللہ تعالی نے مردونکو عورتون پر حاکم فرمایا ہے
جیسا کہ ارشاد ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ - اور شوہر کو سید اور آقا فرمایا ہے چنانچہ
فرمایا وَاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ - پس جب صورت یہ ہین کہ سید کو مسخر اور تابع حکم کردیا

تو گویا اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل ڈالا- اور عورت کے نفس کو اپنے نفس امارہ
کے مثال جاننا چاہیے کہ اگر تھوڑی سے باگ نفس کی ڈھیلی کردو تو بہت سی شوخی کرے
اور اگر ایک بالشت اوسکی لگام ڈھیلی کرو تو تمکو ہاتھوں گھسیٹ لیجاوے اور اگر لگام کو تان کر
اور اوسپر اپنا ہاتھ سختی کے موقع پر سخت رکھو تو قابو میں رہیگا حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین
کہ تین چیزین ایسی ہین کہ اگر تم اونکا اکرام کرو تو وہ تمکو ذلیل کرینگی اور اگر تم اونکو ذلیل کرو
تو تمھاری تعظیم کرینگی اول عورت دوم خادم سوم نبطی اس سے مراد آپکی یہ ہے کہ اگر صرف
اکرام کرو اور کبھی نرمی کے ساتھ گرمی نکرو اور سخت لفظ نہو تو بیشک سر چڑھ جاوینگے - اور
کہتے ہین کہ عرب کی عورتین اپنی لڑکیون کو اونکے شوہرون کا امتحان اسطرح سکھاتی تھین
کہ لڑکی سے اوسکی ماں کہدیتی کہ شوہر پر جرأت اور مبادرت کرنیسے پہلے اوسکو آزما لینا یعنی
اوسکے نیزہ کی بھال توڑ دینا اگر وہ اسپر خاموش ہو جاوے تو اوسکے سپر پر گوشت کاٹنا اگر
اسپر بھی نہ بولے تو اوسکی تلوار سے ہڈیان توڑنا اگر اسپر بھی سکوت کرے تو وہ تیرا گدہا ہو چکا
پالان اوسکی پشت پر ڈالکر اوسپر سوار ہونا حاصل یہ کہ آسمان و زمین عدل ہی کی جہت سے
قائم ہین اگر ذرا عدل سے ہٹین تو معاملہ برعکس ہو جاوے اسلیے عاقل کو چاہیے کہ عورت
کے ساتھ موافقت اور مخالفت مین میانہ روی کا راستہ چلے اور ہر ایک بات مین حق کی
پیروی رکھے تاکہ اونکے شر سے محفوظ رہے کہ اونکے داو بڑے ہین اور خرابی فاش ہے
اور اونکے مزاج پر بدخلقی اور عقل کا کم ہونا غالب ہے اور یہ بات اونکے اعتدال پر اوسی وقت
آویگی کہ کچھ لطف اونکے ساتھ کیا جاوے اور کچھ سیاست برتی جاوے ع درشتی و نرمی
بہم در بہ است ع چو فاصد کہ جراح و مرہم ہست - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ نیک بخت عورت عورتون مین ایسی ہے جیسے کوون مین سفید پیٹ کا کوا - اور لقمان ؑ
نے جو اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی اوسمین یہ بھی تھا کہ بیٹا بری عورت سے بچنا کہ وہ بوڑہاپے
سے پہلے تجکو بوڑہا کردیگی اور شریر عورتون سے بھی کنارہ کرنا کہ وہ تجکو کوئی نیک کام
کرنیکو نہ کہیگی اور نیک بخت عورتون سے ڈرتے رہنا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ تین بلاؤن سے پناہ مانگو اور اونمین سے ایک کو زن بد ارشاد فرمایا کہ وہ
بڑھاپے سے پہلے بوڑہا کردیتی ہے - اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب تو اوسکے
پاس جاوے تو گالی دے اور جب اوسکے پاس نہو تو تیری خیانت کرے - اور اون

عورتون کے حق مین جو بہتر سب عورتون سے ہین یعنی اپنی ازواج طاہرات کو ارشاد فرمایا
اِنَّكُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوْسُفَ - مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض سخت
مین مبتلا ہوئے اور طاقت نماز پڑہانے کی نرہی تو ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رض سے کہو کہ نماز پڑہاوے
حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ میرا باپ نرم دل بہت ہے جب آپکی جگہہ خالی دیکھیگا تو
بیتاب ہو جاویگا اوسوقت آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا یعنی تم جو ابوبکر رض کو نماز کی امامت
نہین کرنے دیتی ہو تو یہ امر حق بات سے خواہش نفس کی طرف رغبت کرنا ہے - اور جسوقت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز آپکی ازواج نے فاش کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت
نازل فرمائی اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا یعنی تمہارے دل میل
کر گئے اور یہ آپکی ازواج مین سے بہتر کی شان مین ارشاد فرمایا - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا
لَا يُفْلِحُ قَوْمٌ تَمْلِكُهُمْ اِمْرَاَةٌ - اور حضرت عمر رض کو جب اونکی بی بی نے جواب دیا تو آپنے
اوسکو جھڑکا اور فرمایا کہ تو گھر کے کونے مین ایک کھلونے کی طرح ہے اگر ہمکو تیری حاجت
ہوئی تو خیر ورنہ چپ چاپ بیٹھی رہا کر - غرضکہ عورت مین دو امر ہوتے ہین ایک برائی دوسرے
کمزوری اور اوسکی برائی کا علاج تو سیاست اور خشونت ہے اور اوسکی کمزوری کا علاج
دلگی کرنا اور رحم کرنا ہے تو جسطرح طبیب ماہر جتنا مرض دیکھتا ہے ویسا ہی علاج کرتا ہے
اسیطرح اول آدمی کو عورت کی عادات کا حال تجربہ سے معلوم کرنا چاہیے پھر اوس سے
ویسا معاملہ برتنا چاہیے جیسا اوسکا حال مقتضی ہو - پانچوان ادب غیرت مین اعتدال
رکھنا ہے یعنی جن امور کی خرابی کا اندیشہ ہو اونکی ابتدا سے غفلت نکرنی اور عورتون پر
بدگمانی اور باطن کی تلاش مین مبالغہ نکرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کے
خفیہ امور کے درپے ہونے سے منع فرمایا ہے اور بعض روایتون مین یہ ہے کہ عورتون
کے پاس اچانک چلے جانے سے منع فرمایا ہے - اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے کسی سفر سے مراجعت فرمائی تو مدینہ منورہ مین داخل ہونے سے پیشتر ارشاد فرمایا کہ
رات کو عورتون کے پاس مت جانا اس حکم کے خلاف دو شخص آگے بڑھ گئے اور ہر ایک نے
اپنے گھر مین بری بات دیکھی اور ایک حدیث مشہور مین ہے اَلْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ
قَوَّمْتَهٗ كَسَرْتَهٗ وَدَعْهَا تَسْتَمْتِعُ بِهَا عَلٰى عِوَجٍ اور یہ عورت کے اخلاق کی تہذیب مین ارشاد فرمایا
اور نیز فرمایا اِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ غَيْرَةً يُبْغِضُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهِيَ غَيْرَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهٖ

من غیر ریبۃ اسلیے کہ ایسی غیرت از قبیل بدگمانی ہے جسکی ہکو ممانعت ہے کیونکہ بعض گمان
گناہ ہوتے ہین۔ اور حضرت علی رضہ ارشاد فرماتے ہین کہ اپنی گھروالی پر زیادہ غیرت مکرو
ایسا نہو کہ تمھاری ہی سبب سے وہ بدنام ہو جاوے۔ اور غیرت اپنے موقع پر اچھی چیز ہے وہ
آدمی مین ضرور ہونی چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی غیرت
کرتا ہے اور ایماندار غیرت کرتا ہے اور اللہ تعالی کی غیرت ایک یہ ہے کہ اوسنے جو چیز آدمی پر
حرام فرمادی آدمی اوسکا مرتکب ہو اور نیز فرمایا کہ تم لوگ سعد کی غیرت سے کیا تعجب کرتے ہو
مین بخدا سعد کی نسبت کر زیادہ غیرت رکھتا ہون اور اللہ تعالی مجھہ سے زیادہ غیرت والا ہے
اور یہ اللہ تعالی کی غیرت کا باعث ہے کہ اوسنے ظاہر اور باطن کی برائیون کو حرام فرمایا اور
اللہ تعالی کی نسبت کر کوئی ایسا نہین کہ جسکو عذر کرنا زیادہ پسند ہو اور یہی وجہ ہے کہ اوسنے
ڈرانے والے اور بشارت دینے والے مبعوث فرمائے اور نہ کوئی ایسا ہے کہ اوس سے
بڑھکر اوسکو تعریف پسند ہو اور ہمین جہت جنت کا وعدہ فرمایا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا
کہ مین نے شب معراج مین جنت کے اندر ایک محل دیکھا اور اوسکے صحن مین ایک لونڈی تھی
مین نے پوچھا کہ یہ محل کسکا ہے کسی نے جواب دیا کہ عمر کا ہے مین نے چاہا کہ اوسکو دیکھون
مگر اے عمر مجکو تیری غیرت یاد آئی حضرت عمر رو پڑے اور عرض کیا کہ مین کیا آپ پر غیرت کرونگا
اور حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے کہ کیا تم اپنی عورتون کو چھوڑ دیتے ہو کہ بازارون مین
کافرون سے رگڑ کر چلین خدا تعالی برا کرے اوسکا جو غیرت نرکھتا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّ مِنَ الغَیرَۃِ مَا یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَمِنْہَا مَا یُبْغِضُہُ اللّٰہُ وَمِنَ
الخُیَلَاءِ مَا یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَمِنْہَا مَا یُبْغِضُہُ اللّٰہُ فَاَمَّا الغَیرَۃُ الَّتِیْ یُحِبُّہَا اللّٰہُ فَالغَیرَۃُ
فِی الرِّیْبَۃِ وَالغَیرَۃُ الَّتِیْ یُبْغِضُہَا اللّٰہُ فَالغَیرَۃُ فِی غَیرِ رِیْبَۃٍ وَالاِخْتِیَالُ
الَّذِیْ یُحِبُّہُ اللّٰہُ اِخْتِیَالُ الرَّجُلِ بِنَفْسِہٖ عِنْدَ القِتَالِ وَعِنْدَ الصَّدَقَۃِ وَ
الاِخْتِیَالُ الَّذِیْ یُبْغِضُہُ اللّٰہُ الاِخْتِیَالُ فِی البَاطِلِ ۔ اور نیز فرمایا کہ مین غیرت
والا ہون اور جو مرد کہ غیرت نکرتا ہو وہ اوندھے دل کا آدمی ہے۔ اور غیرت کی ضرورت
نہونیکی یہ تدبیر ہے کہ اوسکے پاس مرد نہ آوین اور نہ وہ بازارون مین نکلے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضہ سے پوچھا کہ عورت کے لیے کونسی چیز بہتر ہے
اونھون نے عرض کیا کہ بہتر یہ ہے کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی اسکو مرد دیکھے آپ نے

اونکو چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا شِنْشِنَۃٌ اَعْرِفُہَا مِنْ اَخْزَمَ یعنی کیون نہو کس باپ کی بیٹی ہے
اور اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیوارون کے تابدان اور سوراخ بند کر دیا کرتے تھے
کہ عورتین مردونکو نہ جھانکین - اور حضرت معاذ رضہ نے اپنی بی بی کو روشندان سے جھانکتے ہوئے
دیکھا سزا دی اور ایک دفعہ دیکھا کہ اونکی بی بی نے ایک سیب مین سے کچھ کھا کر بقیہ اونکے
غلام کو دیدیا آپ نے اوسپر بھی سزا دی - اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ عورتون کو عمدہ پوشاک ندو
گھرون مین بیٹھی رہینگی - اور یہ اسلیے فرمایا کہ عورتین خراب خستہ حالت مین باہر جانے کی
رغبت نہین کرتین گویا یہ مثل فارسی حضرت عمر رضہ کے قول سے ماخوذ ہے عصمت بی بی ز چادری
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اپنی بیبیون کو گھرون مین رہنے کی عادت ڈالو
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول عورتون کو مسجد مین جانے کی اجازت دی تھی اور اب
بڑھیون کے سوا اورونکو اجازت نہ دینی بہتر ہے بلکہ یہ امر صحابہ رضہ کے زمانہ مین بھی قرین صواب
تھا یہان تک کہ حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتین معلوم
ہوتین جو آپ کے بعد عورتون نے پیدا کی ہین تو اونکو باہر نکلنے سے بیشک منع فرماتے -
اور جبکہ حضرت ابن عمر رضہ نے یہ حدیث بیان کی لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللہِ مَسَاجِدَ اللہِ تو اونکے
کسی لڑکے نے کہا کہ ہم تو بخدا اونکو منع کرینگے پس آپ نے اوسکو مارا اور غصہ ہوئے اور
فرمایا کہ تو میرا کہنا سنتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرماتے ہین پھر اوسکے نہ ماننے
کے کیا معنے - اور حضرت ابن عمر رضہ کے لڑکے نے جو مخالفت پر جرات کی تو یہی وجہ تھی کہ
زمانہ کے بدلجانے کا حال اونکو معلوم تھا اور اونکے پدر بزرگوار کی خفگی کا یہ سبب تھا کہ بظاہر
لفظ مخالف حدیث منہ سے نکالا اور کچھ عذر بیان نکیا - اور اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے عورتون کو عیدین مین بالخصوص نکلنے کی اجازت دی تھی مگر مشروط باجازت اپنے خاوندون کے
اور اس زمانہ مین بھی پارسا عورت کو باجازت اپنے شوہر نکلنا مباح ہے مگر نہ نکلنے مین احتیاط
زیادہ ہے - اور عورت کو چاہیے کہ بدون کسی امر ضروری کے نہ نکلے کیونکہ تماشون اور
غیر ضروری کامون کے لیے نکلنا شرافت کا مخل ہے اور بعض اوقات فساد بھی اوٹھ کھڑا ہوتا ہے
پھر اگر گھر سے نکلے تو چاہیے کہ مردون اور عورتون سے اپنی آنکھین نیچی رکھے اور یہ ہم
نہین کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے حق مین داخل ستر ہے جیسے عورت کا چہرہ
مرد کے حق مین ہے بلکہ اوسکو ایسا جاننا چاہیے کہ جیسے امرد کا چہرہ مرد کے حق مین ہے

کہ فتنہ کے خوف کے وقت مرد کو اوسکا دیکھنا حرام ہے اسیطرح عورت کو مرد کا چہرہ فتنہ کے
خوف کی حالت مین دیکھنا حرام ہے اور اگر خوف فتنہ نہین تو حرمت بھی نہین اسلیے کہ مرد
زمانہ پیشین مین ہمیشہ کھلے منہ پھرتے تھے اور عورتین نقاب ڈالکر نکلتی تھین اگر مردون کے
چہرے عورتون کے حق مین داخل ستر ہوتے تو یا مردون کو نقاب ڈالنے کا حکم ہوتا یا بدون
ضرورت عورتون کو نکلنے سے منع کر دیا جاتا۔ چھٹا ادب یہ ہے کہ نفقہ مین اعتدال کرے
یعنی نہ تو نفقہ تنگی کے طور پر دیوے اور نہ اوسمین اسراف کرنا چاہیے بلکہ متوسط طور پر دیوے
اللہ تعالی فرماتا ہے كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اور فرمایا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً
إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خَيْرُكُمْ
خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ اور دوسری جا ارشاد ہے دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَدِينَارٌ
أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَىٰ مِسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَىٰ أَهْلِكَ
أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَىٰ أَهْلِكَ۔ اور کہتے ہین کہ حضرت علی رضی کی چار بیبیان تھین
آپ اونمین سے ہر ایک کے لیے ہر چار روز مین ایک درم کا گوشت مول لے دیا کرتے تھے
اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ سلف کے اکابر مردون مین فراخ حال رہتے تھے
اور لوازم خانگی اور کپڑون مین میانہ روی اور متوسط چال برتتے تھے۔ اور ابن سیرین رح
کا قول ہے کہ مرد کو مستحب ہے کہ ہر ہفتہ مین اپنے گھر والون کے لیے فالودہ بنا دیا کرے اور ہر چند
شیرینی کوئی ضروریات مین سے نہین مگر اوسکا بالکل ترک کر دینا عادت کے بخل مین داخل ہے
اور مرد کو چاہیے کہ اپنی بی بی سے کہے کہ بچا ہوا کھانا اور وہ چیز جو رکھنے سے بگڑ جاوے
خیرات کر دیا کرے کہ یہ خیرات کا ادنی درجہ ہے اور عورت کو جائز ہے کہ اس قسم کی خیرات
بدون شوہر کے حکم صریح کے بھی کر دیا کرے۔ اور مرد کو نچاہیے کہ اپنے آپ عمدہ کھانا کھاوے
اور گھر والون کو اوسمین سے نہ کھلاوے کہ یہ امر سینہ کو کینہ سے پر کرتا ہے اور اچھی طرح
اہل وعیال کے ساتھ رہنے سے بعید ہے پس اگر مرد کو ایسی ہی تنہا خوری منظور ہو تو چاہیے
کہ چھپکر کھاوے کہ گھر والون کو اوسکی اطلاع نہو اور یہ بھی نہین چاہیے کہ گھر والون کے
سامنے ایسے کھانے کا ذکر کرے جسکا اونکو کھلانا منظور نہو۔ اور جب کھانا کھانے بیٹھے
تو سب گھر والون کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھالے کہ حضرت سفیان ثوری سے منقول ہے
کہ فرماتے ہین کہ ہمنے ایسا سنا ہے کہ اللہ تعالی اور اوسکے فرشتے اون گھر والونپر رحمت بھیجتے ہین

جو ایک جا ہو کر کھانا کھاتے ہین۔ اور نفقہ کے باب مین زیادہ تر لحاظ اس بات کا چاہیے کہ عورت کو حلال کمائی سے کھانا کھلاوے اور اوسکے نفقہ کی وجہ سے بُری بُری آمدنیون مین مبتلا نہووے ورنہ اس صورت مین رعایت اہل در کنار خطاوار ٹھہریگا اور رسم نکاح کی آفتون کے بیان مین جو اخبار اس باب مین ہین اونکو بیان کر چکے ہین۔ ساتوان ادب یہ ہے کہ مرد کو حیض کے احکام سیکھنے چاہیئین کہ اوس عرصہ مین کس کس بات سے احتراز رکھنا واجب ہے اور عورت کو نماز کے احکام سکھانے چاہیئین کہ اون ایام مین کونسی نماز قضا پڑھے اور کونسی کی قضا نپڑھے کیونکہ قرآن مجید مین مرد کو حکم ہے کہ اپنی بی بی کو دوزخ سے بچاوے چنانچہ ارشاد ہے قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا ۔ اسلیے مرد پر لازم ہے کہ عورت کو اہل سنت کا عقیدہ سکھلاوے اور اگر اوسنے بدعت پر کان دیا ہو تو اوسکو اوسکے دل سے دور کرے اور اگر دین کے معاملہ مین سستی کرتی ہو تو اوسکو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراوے اور حیض اور استحاضہ کے مسائل مین سے جنکی اوسکو ضرورت ہو بتاوے اور ہر چند استحاضہ کا علم بڑا ہے مگر تاہم عورتون کو حیض کے احکام مین سے اون نمازون کو ضرور بتا دینا چاہیے جنکو وہ قضا پڑھے مثلاً اگر اوسکو حیض مغرب سے پیشتر ایسی طرح بند ہوا ہو کہ ایک رکعت پڑھ سکتی ہے تو اوسکو ظہر اور عصر کی قضا لازم ہے اور جس صورت مین کہ صبح کے ہونے سے ایک رکعت کی مقدار پیشتر بند ہوا ہو تو اوسپر مغرب اور عشا کی قضا چاہیے اور یہ بات ایسی ہے کہ عورتین اسکا لحاظ کم کرتی ہین۔ پھر جس صورت مین کہ شوہر اوسکی تعلیم کا متکفل ہو تو اوسکو جائز نہین کہ مسائل کے پوچھنے کے لیے عالمون کے پاس جاوے اور اگر مرد کم علم ہو مگر اوسکی طرف سے سوال کا جواب مفتی سے پوچھکر اوسکو کہدیتا ہے تب بھی اوسکو باہر نکلنا درست نہین اور اگر یہ امر بھی نہو تب البتہ اوسکو سوال کے لیے نکلنا جائز بلکہ واجب ہے اور مرد اگر منع کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر اسقدر سیکھ چکی ہو کہ فرائض آگئے ہون تو پھر کسی مجلس وعظ مین خواہ زیادہ سیکھنے کے لیے اوسکو نکلنا بدون اجازت شوہر کے درست نہین اور جس صورت مین کہ عورت حیض اور استحاضہ کے احکام مین سے کوئی حکم نہ جانتی ہو اور اوسپر عمل نکرے اور شوہر نے اوسکو تعلیم نکیا ہو تو شوہر خود اوسکے ساتھ جاوے ورنہ گناہ مین اوسکا شریک ہوگا۔ آٹھوان ادب یہ ہے کہ جب مرد کے کئی بیبیان ہون تو چاہیے کہ اونکے درمیان عدل کرے اور ایک کی طرف زیادہ نہ جھکے اور ایسی صورتین

اگر سفر کو نکلے اور اونمیں سے ایک کو ساتھ لیجانا چاہے تو چاہیے کہ قرعہ ڈالے جسکا نام نکلے
اوسکو ساتھ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ پھر اگر کسی بی بی
کی باری چھوڑ دے تو اوسکی قضا کرے کہ باری کا قضا کرنا اوسپر واجب ہے اور دو بیبیوں کی
کثرت کی صورت مین عدل کے احکام جاننے کی ضرورت ہے جسکا بیان طویل ہے۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ كَانَ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا دُونَ
الْأُخْرَى جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَحَدُ شِقَّيْهِ مَائِلٌ۔ اور ایک روایت مین
بجاے مَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا کے لَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا ہے یعنی دونون مین عدل نکیا ہو۔
اور مرد پر عدل صرف دینے میں اور سونے مین واجب ہے مگر دوستی اور صحبت میں واجب نہیں
کیونکہ یہ امر آدمی کے اختیار مین داخل نہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا
أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ یعنی خواہش قلبی اور جی کی رغبت مین عدل مت کرو اور صحبت بھی
اسکی تابع ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو نفقہ دیتے اور رات کو
اونکے پاس رہنے مین عدل فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ الٰہی جس چیز مین میرا قابو ہے اوسمین
میری کوشش یہ ہے جو مین نے کی اور جس چیز کا مالک تو ہے اور میرے بس کی نہیں
اوسکی طاقت مجکو نہین یعنی محبت قلبی میرے اختیار مین نہین اور حضرت عائشہ رضہ سب
ازواج طاہرات کی نسبت آپکو زیادہ محبوب تھین اور سب اس بات کو جانتی تھین۔ اور
مرض اخیر مین ہر روز آپ کی چارپائی جس بی بی کی نوبت ہوتی تھی اوسکے یہان پہونچا دیتے
آپ رات کو رہتے اور پوچھتے کہ صبح کو مین کہان رہونگا ایک بی بی نے اونمین سے جان لیا
کہ آپکی مرضی حضرت عائشہ رضہ کی باری پوچھنے سے ہے پھر سب بیبیون نے عرض کیا کہ
یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہمنے آپکو اجازت دی کہ آپ حضرت عائشہ رضہ کے گھر مین
رہین کہ ہر شب اوٹھا کر پہونچانے مین آپکو تکلیف ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ سب اس امر پر
راضی ہین عرض کیا کہ سب راضی ہین فرمایا کہ مجکو عائشہ کے گھر لیچلو۔ اور جب کوئی عورت
اپنی باری دوسری کو بخشدے اور شوہر بھی راضی ہو جاوے تو اوسکا حق ثابت ہو جاویگا
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین سودہ رضہ کو عمر کے زیادہ ہونیکی جہت سے
طلاق دینے کا ارادہ فرمایا اونھون نے اپنی باری حضرت عائشہ رضہ کو ہبہ کر دی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی درخواست کی کہ مجکو طلاق نہ دیجیے تاکہ قیامت مین آپکی

بیبیون کے ذمہ رہین میرا حصہ ہو آپ نے اونکی درخواست منظور فرمائی اور نوبت اونکے لیے مقرر نفرماتے تھے بلکہ حضرت عائشہ رض کی نوبت دو راتین اور باقی بیبیون کی ایک ایک رات فرماتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حسن عدل اور قوت کے باعث صحبت مین بھی عدل فرماتے تھے یعنی اگر اپنی بیبیون مین سے کسی پر آپ کا نفس راغب ہوتا اور اوسکی باری اوس روز نہوتی اور اوس سے آپ صحبت کرتے تو اوس روز یا اوس شب مین سب بیبیون سے صحبت فرماتے جیسا کہ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب مین اپنی ازواج سے صحبت فرمائی اور حضرت انس رض سے مروی ہے کہ آپنے ایک دن مین دوپہر کے وقت نو بیبیون سے صحبت کی۔ نوان ادب یہ ہے کہ جس صورت مین زن وشوہر مین جھگڑا واقع ہو اور اتفاق کی صورت جاتی رہے تو اگر ناموافقت دونون کی طرف سے ہو خواہ صرف مرد کی جانب سے تو اس صورت مین نہ تو عورت کو اپنے شوہر پر قابو اور نہ مرد کو عورت کے درست کرنیکا اختیار ہے اسلیے دو پنچون کا ہونا ضرور ہوا ایک تو شوہر کے گھرانے کا اور دوسرا عورت کے گھرانے کا کہ یہ دونو پنچ اون دونو کا حال دیکھکر اگر آپس مین صلح چاہتے ہون تو صلح کرا دین۔ اور حضرت عمر رض نے زن وشوہر مین صلح کرنے کے لیے ایک حکم مقرر فرمایا وہ شخص واپس آیا اور اصلاح نہ کی آپنے درہ سے اوسکی خبر لی اور فرمایا کہ خدا تعالی تو فرماتا ہے اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَہُمَا یعنی اگر زن وشوہر صلح کرنی منظور ہوگی تو اللہ تعالی اون دونون مین موافقت پیدا کر دیگا پھر تو بدون صلح کرائے کیسے چلا آیا وہ شخص دوبارہ گیا اور نیت کو درست کر کے مرد وعورت سے بملایمت پیش آیا اور دونون مین صلح کرا دی۔ اور اگر نافرمانی خاص عورت کی جانب سے ہو تو مرد عورتون پر زبردست ہین مرد کو چاہیے کہ اوسکو ادب دیوے اور زبردستی اوسکو فرمانبردار کرے اور اسیطرح اگر عورت نماز نہ پڑھتی ہو تو مرد کو چاہیے کہ اوس سے زبردستی نماز پڑھوا دے لیکن تادیب مین تدریج کا لحاظ رکھنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ اول نصیحت کرے اور عذاب اخروی اور اپنی سزا سے ڈراوے اور اگر یہ امر مفید نہو تو سونے مین اوسکی طرف پشت پھیر کر لیٹے یا اپنا بستر علیحدہ کرے مگر ایک ہی گھر مین رہے اور تین راتون تک یہی معاملہ کرے اگر یہ بھی اوسکو کچھ اثر نکرے تو پھر ایسی طرح مارے کہ اوسکو تکلیف تو ہو لیکن زخم نہ پہونچے اور نہ ہڈی ٹوٹے اور منہ پر نہ مارے کہ اوس سے ممانعت آئی ہے۔ اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی مذمت مین عرض کیا کہ عورت کا حق مرد پر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جب آپ کھاوے
اوسکو کھلاوے اور جب آپ پہنے اوسکو پہناوے اور اوسکو یون نہ کہے کہ خدا تیرا منہ
برا کرے اور اوسکو جب مارے تو سخت مار نہ مارے اور جب اوسکے پاس سونے سے
علیحدگی کرے تو اوسی گھر مین رہے اور مرد کو درست ہے کہ عورت پر دین کے امور مین سے
کسی مین غصہ کر بیٹھے اور پاس سونا دس بیس روز خواہ مہینا بھر چھوڑ دوے یہ امر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے یعنی جب آپ نے ام المومنین زینب رض کے پاس کچھ تحفہ
بھیجا اور اونھون نے اوسکو ہٹا دیا تو جس بی بی کے گھر مین آپ تشریف رکھتے تھے اونھون نے
عرض کیا کہ آپ کی زینب نے بے قدری کی کہ آپ کا تحفہ پھیر دیا آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالی
کے نزدیک زیادہ ذلیل ہو اس سے کہ میری بیقدری کرو پھر آپ ایک مہینے بھر اپنی سب
بیبیون پر غصہ ہوئے بعد ایک مہینے کے اونکے پاس گئے دسوان ادب صحبت کے
آداب مین ہے مستحب ہے کہ بسم اللہ سے شروع کرے اور سورۂ اخلاص پڑھے اور تکبیر
اور تہلیل کرے پھر یون کہے بِسْمِ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً
اِنْ کُنْتَ قَدَّرْتَ اَنْ تُخْرِجَ ذٰلِکَ مِنْ صُلْبِیْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَتٰی اَھْلَہٗ قَالَ اللّٰھُمَّ جَنِّبْنِی الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا
رَزَقْتَنَا فَاِنْ کَانَ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ لَمْ یَضُرَّہُ الشَّیْطَانُ غرضکہ یہ پڑھکر صحبت
کرے اور جب انزال کے قریب ہو تو اپنے جی مین یہ پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ
الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا اور بعض صحاب حدیث اللہ اکبر بہ پکار کر کہتے کہ گھر والے اونکی آواز
سنتے - اور صحبت کیوقت قبلہ کی جانب سے ہٹ جاوے کہ تعظیم قبلہ اسی کی مقتضی ہے اور چاہیے
کہ اپنے آپکو اور اپنی بی بی کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر
ڈھانپ لیتے تھے اور آواز پست کرتے تھے اور بی بی سے ارشاد فرماتے تھے کہ وقار کے ساتھ
ہو - اور ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب میان بی بی صحبت کیا چاہین تو
گدھون کی طرح ننگے نہون اور صحبت کے پیشتر نرم گفتگو کرنی اور بوسہ لینا چاہیے - آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی اپنی بی بی پر ایسی طرح نہ جا پڑے جیسے چوپایہ
جاتا ہے بلکہ زن وشو مین اول ایلچی ہونا چاہیے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایلچی
کیا ہے آپ نے فرمایا کہ بوسہ اور کلام - اور فرمایا کہ مرد مین تین باتین عاجزی پر دال ہین

اول یہ کہ جسکی آشنائی پسند کرتا ہو اوس سے ملاقات کرے اور بیشتر اس سے کہ اوسکے نام اور نسب سے واقف ہو اوس سے جدا ہو جاوے دوسرے یہ کہ کوئی شخص اوسکی تعظیم کرے اور کچھ ہدیہ دیوے اور یہ وہ چیز نہ لیوے اور ہٹا دیوے تیسرے یہ کہ اپنی لونڈی خواہ بی بی سے صحبت کرنی چاہے اور بدون اس بات کے کہ اوس سے بات کرے اور انس پیدا کرے اور پاس لیٹے اوس سے صحبت کرنے لگے اور اپنی حاجت پوری کرلے اوسکی حاجت پوری نہونے دے۔ اور تین راتون مین صحبت کرنی مکروہ ہے ایک مہینے کی اول شب دوم آخر شب سوم پندرھوین شب کہتے ہین کہ ان تین راتون مین صحبت کے وقت شیطان موجود ہوتے ہین اور بعض یہہ کہتے ہین کہ ان راتون مین شیطان صحبت کیا کرتے ہین اور اس امر کی کراہت ان راتون مین حضرت علی اور معاویہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور بعض علمانے جمعہ کے دن اور اوسکی شب مین صحبت کو مستحب کہا ہے اس حدیث کے ایک معنی کے لحاظ سے رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ پھر جب مرد کو انزال ہو جاوے تو چاہیے کہ اوسی طرح کچھ ٹھہرا رہے تاکہ عورت کا مطلب بھی پورا ہو جاوے کیونکہ بعض اوقات عورت کو انزال دیر کر ہوتا ہے تو اوس وقت مرد کا اوس سے کنارہ کرنا اوسکو ایذا دینا ہے اور انزال مین سرشت کی روسے اختلاف ہونا نفرت کا باعث ہوتا ہے بشرطیکہ مرد کو انزال پیشتر ہوتا ہو اور انزال کا ایک ساتھ ہونا عورت کو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے اسوجہ سے کہ اس صورت مین مرد کو عورت کے انزال کی خبر نہین ہوتی ورنہ وہ مرد کی اطلاع سے حیا کرتی ہے۔ اور مرد کو چاہیے کہ ہر چار روز مین ایک بار عورت کے پاس آوے کیونکہ عورتون کی تعداد چار ہو سکتی ہے اور سب مین عدل کے لحاظ سے اس حد تک تاخیر جائز ہے ہان اس حد سے زیادہ اور کم کرسکتا ہے بلحاظ عورت کی حاجت کے اور اوس کے پارسا رکھنے کے اس لیے کہ عورت کا عفیفہ رکھنا مرد پر واجب ہے گو صحبت کا مطالبہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ اوسکا مطالبہ اور اوسکا پورا کرنا مشکل ہے اور ایام حیض مین اور اونکے گذرنیکے بعد نہانے سے پیشتر عورت سے صحبت نکرے کہ نص قرآنی سے اوسکی حرمت ثابت ہے اور کہتے ہین کہ اس سے اولاد مجذوم یعنی کوڑھی ہو جاتی ہی اور سوا صحبت کے ایام حیض مین عورت کے تمام بدن سے فائدہ لینا جائز ہے اور پشت کی طرف

صحبت کرنی یعنی لواطت درست نہین اسلیے کہ حیض والی عورت سے صحبت کرنی ایذا کی
جہت سے حرام ہوئی ہے اور دوسرے مقام مین صحبت کرنے سے ہمیشہ تکلیف ہوتی ہے
تو اوسکی حرمت زیادہ سخت ہے بہ نسبت حیض والی کی صحبت کے- اور اللہ تعالی نے جو فرمایا ہے
فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ - اسکے یہ معنے ہین کہ جسوقت چاہو اپنی کھیتی کو آؤ یہ غرض
نہین کہ جسطرف سے چاہو صحبت کرو- مترجم کہتا ہے کہ یہ مطلب مصنف نے لفظ حرث سے
نکالا یعنی کھیتی وہی ہے جسمین تخم ریزی سے کچھ اوگے اور چونکہ دوسری طرف کی صحبت سے
یہ غرض حاصل نہین ہوتی اسلیے وہ اسمین داخل بھی نہین ہو سکتی-
اور مرد کو جائز ہے کہ عورت کے ہاتھ سے اپنی منی نکلوا وے اور سوائے صحبت کے پاجامہ کے
اندر جس جگہ سے چاہے تمتع لے اور عورت کو چاہیے کہ ایام حیض مین ناف سے لیکر گھٹنون
کے اوپر تک ایک کپڑا باندھ لے کہ مستحب ہے- اور مرد کو درست ہے کہ ایام حیض مین
عورت کے ساتھ کھانا کھاوے اور پاس لیٹنے وغیرہ مین اوس سے میل رکھے یعنی
اوس سے علیحدہ رہنا واجب نہین- اور اگر یہ منظور ہو کہ ایکبار صحبت کر کے پھر کرے تو چاہیے
ذکر کو دھو ڈالے اور اگر احتلام ہو جاوے اور اوسکے بعد صحبت کرنا چاہے تو اول ذکر
دھو ڈالے یا پیشاب کرلے اور بدون ان دونون باتون مین سے ایک کے کرنے کے
صحبت نکرے- اور اول شب مین صحبت مکروہ ہے اس نظر سے کہ ناپاکی کی حالت مین
سونا نہ پڑے اور جس صورت مین کہ صحبت کے بعد سونا یا کچھ کھانا منظور ہو تو چاہیے کہ نماز
کے لیے جیسے وضو کرتے ہین ویسے وضو کر لیوے کہ یہ امر مسنون ہے چنانچہ حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ
ہم مین سے کوئی ناپاکی کی حالت مین سو سکتا ہے کہ نہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہان اگر وضو
کرلے- اور اس باب مین اجازت بھی وارد ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت مین سو رہتے تھے بدون اسکے کہ پانی کو ہاتھ لگا دین-
اور جبکہ اپنے بستر پر آوے تو اوسکو پونچھ دے یا جھاڑ ڈالے اسلیے کہ اوسکو کیا معلوم ہے
کہ پیچھے اوسپر کیا چیز پڑ گئی ہوگی- اور جنابت کی حالت مین سر منڈانا اور ناخن کٹوانے
اور استرہ لینا یا خون نکالنا یا اپنے بدن سے کوئی چیز علیحدہ کرنا نہین چاہیے کیونکہ
آخرت مین تمام اجزا اوسکے پاس واپس آوینگے پس ناپاک اجزا کا ملنا اچھا نہین اور

کہتے ہین کہ ہر ایک بال آدمی سے اپنی ناپاکی کا مطالبہ کریگا - اور صحبت کے آداب مین سے یہ ہے کہ منی کا اخراج باہر نکرے بلکہ پانی کو کھیتی کی جگہ یعنی رحم مین ہی چھوڑے کہ جو روح خدا تعالی کو پیدا کرنی منظور ہے وہ تو ہو کر رہیگی پھر باہر انزال سے کیا فائدہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس باب مین ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے - پھر اگر انزال باہر کرے تو علما اس فعل کے مباح و مکروہ ہونے مین چار مذہب مختلف رکھتے ہین بعض ہر حال میں مباح مطلق فرماتے ہین اور بعض ہر صورت مین حرام کہتے ہین اور بعض کا قول ہے کہ عورت کی رضامندی سے جائز ہے اور بدون اوسکی رضا کے ناجائز انکا مطلب گویا یہ ہے کہ ایذا دینی حرام ہے نہ باہر انزال کرنا اور بعض یہ کہتے ہین کہ یہ فعل لونڈی کے ساتھ مین درست ہے آزاد عورت کے ساتھ صحبت کرنے مین درست نہین - اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ فعل مباح ہے اور اسمین کراہت بمعنی ترک اولی ہے یعنی کراہت کا اطلاق تین معنون پر ہوتا ہے ایک نہی تحریمی ایک نہی تنزیہی ایک ترک اولی - تو اس فعل مین تیسری معنون کی کراہت ہے جیسے کہتے ہین کہ مسجد مین بیٹھنے والے کو خالی بیٹھا رہنا بدون ذکر اور نماز کے مکروہ ہے یا جو شخص مکہ معظمہ مین رہتا ہو اوسکو ہر سال حج کا نکرنا مکروہ ہے تو اس جگہ بھی مکروہ کے معنے یہی ہین کہ امر افضل اور اولی کا ترک ہے اور جو فضیلت کہ اولاد کے باب میں ہمنے بیان کی ہے اوس سے یہ مضمون پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتا ہے اور اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنی بی بی سے صحبت کرتا ہے تو اوسکے لیے اس صحبت کے عوض مین اوس مذکر بچے کا ثواب لکھا جاتا ہے جو خدا کی راہ مین لڑکر مارا جاوے - اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض اوسکے ایسا ہی لڑکا پیدا ہو تو اس شخص کو اوسکے سبب ہونیکا ثواب ملیگا باوجودیکہ بچہ کا پیدا کرنیوالا اور زندہ رکھنے والا اور جہاد پر قدرت دینے والا خدا تعالی ہے مگر جو کام آدمی کا تھا یعنے سبب ظاہری بنجانا اور صحبت کا کرنا اوسکو آدمی نے کیا اور اسکا صحبت کرنا بچہ کی پیدائش کا سبب جبھی ہوگا کہ جب منی کو رحم کے اندر ڈالیگا - اور یہ جو ہمنے کہا کہ اس فعل مین کراہت تحریمی اور تنزیہی نہین اوسکی وجہ یہ ہے کہ نہی کا ثبوت نص سے ہے یا منصوص چیز پر قیاس کرنے سے ہی ہوسکتا ہے اور یہان نہ کوئی نص صریح ہے اور نہ کوئی اصل جسپر قیاس نہی کا کیا جاوے بلکہ ایک اصل ہے جسپر اباحت کا قیاس ہوسکتا ہے

وہ یہ ہے کہ سرے سے نکاح نکرنا یا نکاح کے بعد صحبت کو ترک کرنا یا دخول کے بعد انزال اندر نہونے دینا کہ یہ سب باتین افضل بات کے ترک کرنیکی ہین منہی کے ارتکاب کی اور ان تینون مین کچھ فرق نہین اسلیے کہ بچہ رحم مین نطفہ کے پڑنے سے بنتا ہے اور اوسکے چار سبب ہین اول نکاح دوم صحبت سوم بعد صحبت کے انزال تک توقف چہارم انزال کے بعد ٹھہرنا تاکہ نطفہ رحم میں پڑجاوے اور ان سببون مین سے کوئی سبب زیادہ قریب ہی نسبت دوسرے کے پس چوتھے سبب سے رک رہنا ایسا ہے جیسے تیسرے سے رکنا اور تیسرا سبب دوسرے کے مانند ہے اور دوسرا اول جیسا ہے اور ان سببون سے رکنا ایسا نہین جیسا حمل کا گرانا اور زندہ بچہ کو داب دینا ہے اسلیے کہ یہ دونون صورتین ایک موجود چیز پر ستم کرنیکی ہین پھر اسکے بھی کئی مراتب ہین کیونکہ وجود کے مراتب مین سے اول یہ ہے کہ نطفہ رحم مین واقع ہو اور عورت کی منی سے ملکر زندگی کی قابلیت بہم پہونچاوے اس حالت مین اوسکا تلف کرنا خطا ہے پھر اگر وہ نطفہ خون منجمد یا گوشت کا لوتھڑا ہو جاوے تو خطا پہلے کی نسبت کر زیادہ ہوگی اور جب پیدایش کامل ہو جاوے اور روح بھی پڑجاوے تو اوسوقت مین ضائع کرنا اور بھی برا ہوگا اور سب سے زیادہ قصور اوسوقت ہوگا کہ بچہ جب زندہ ماکے پیٹ سے علیحدہ ہووے اور اوسوقت اوسکو تلف کیا جاوے - اور وجود کے مراتب کا شروع جو ہمنے رحم مین نطفہ کے پڑنے کو کہا اور منی کے جدا ہونے کو سوراخ ذکر سے نکہا اسکی وجہ یہ ہے کہ بچہ صرف مرد کی منی سے پیدا نہین ہوتا بلکہ زن و شو دونون کے پانی ملنے سے یا مرد کے پانی اور خون حیض سے پیدا ہوتا ہے بعض اہل تشریح نے کہا ہے کہ گوشت کا لوتھڑا خدا تعالی کے حکم سے حیض کے خون سے بنتا ہے اور خون کو اوس سے وہ نسبت ہے جو دودھ کو ہے دہی سے اور خون حیض کے جمنے کیلیے مرد کا نطفہ شرط ہے جیسے جماون دودھ کے منجمد ہونے اور دہی بننے کیلیے شرط ہے تو جیسا جاون سے دودھ بستہ ہو جاتا ہے اسیطرح مرد کے نطفہ سے خون حیض بستہ ہو جاتا ہے - بہرحال عورت کا پانی نطفہ کے منجمد ہونے مین ایک رکن ہے اور دونون پانی وجود انسانی مین ایسے ہین جیسے معاملات کے وجود حکمی مین ایجاب و قبول ہوتے ہین پس اگر کوئی شخص ایجاب کرے اور طرف ثانی کے قبول سے پیشتر اوس سے پھر جاوے تو اوسکو نقض معاملہ کے فسخ کرنے خواہ توڑنیکا نہوگا ہان اگر ایجاب و قبول دونون ہو چکین گے

تو اسوقت پھر جانا معاملہ کا برطرف کردینا اور فسخ کرنا اور توڑنا کہلائیگا اور جسطرح کہ مرد کی پشت مین نطفہ رہنے سے لڑکا نہین پیدا ہوتا اسیطرح بعد ذکر سے نکلنے کے بھی نہین بنتا جبتک کہ عورت کے پانی یا خون حیض سے نہ ملے۔ غرض کہ اس باب مین قیاس جلی یہ ہے جو مذکور ہوا اب اگر یہ کہو کہ ہر چند باہر منی کا ڈالنا اس نظر سے تو مکروہ نہین کہ اس فعل سے لڑکے کے وجود مین خلل ہوتا ہو مگر کچھ بعید نہین کہ اسکی کراہت اسوجہ سے ہو کہ نیت فاسد کی جہت سے اس فعل کا مرتکب ہوا اسلیے کہ ایسی حرکت کا باعث خراب نیت ہی ہوگی جس مین کچھ شرک خفی کا شائبہ ہووے پس اسکا جواب یہ ہے کہ جو نیتین اس فعل کا باعث ہوتی ہین وہ پانچ ہین۔ اول تو لونڈیون کے حق مین یعنی مرد کو یہ منظور ہوتا ہے کہ اس سے اولاد ہونیکی صورت مین مستحق آزادی کی ہوجاویگی اور مال ہاتھ سے جاتا رہیگا اسلیے ایسی صورت کرنی چاہیے کہ یہ ہمیشہ اپنے پاس رہے اور آزاد نہو تو اپنی ملک کی تلف ہونیکے اسباب کو دور کرنا ممنوع نہین۔ دوم عورت کا حسن وجمال بنا رہنا منظور ہوتا ہے کہ ہمیشہ موٹی تازی رہے اور زندہ رہے کہ دردزہ مین خطرہ بہت ہے پس اسطرح کی نیت بھی ممنوع نہین۔ سوم اولاد کی کثرت کے باعث زیادتی حرج کا خوف کرنا اور اس بات سے بچنا کہ کمائی کی محنت نہ پڑے اور بری آمدنی کی جگہون مین جانا نہو اور یہ بات بھی ممنوع نہین اسلیے کہ حرج کا کم ہونا دین پر مدد کرتا ہے ہان فضل اور کمال یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کفالت رزق کی فرمائی ہے اس ارشاد مین وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا اوسپر اعتماد اور بھروسا کرے پس بلاشبہ اس تیسری قسم کی نیت کرنیسے کمال کے مرتبہ سے گرنا اور افضل بات کا چھوڑنا ہے لیکن انجام کار کا نظر کرنا اور مال کی حفاظت اور اوسکا رکھ چھوڑنا گو کہ توکل کے خلاف ہے مگر ہم اوسکو ممنوع نہین کہہ سکتے۔ چہارم اس بات کا خوف کہ لڑکیان پیدا ہونگی اور اونکی شادی کرنے سے دامادی کا بٹا لگیگا جیسے عرب کے لوگ اسی وجہ سے لڑکیون کو مارڈالتے تھے (اور ہندوستان مین بھی یہ دستور بکثرت جاری تھا) تو اس نیت کی جہت سے اگر نکاح نکریگا یا نکاح کے بعد صحبت چھوڑدیگا تو البتہ نیت خراب ہوگی اور گنہگار ہوگا صرف نکاح چھوڑنے یا صحبت ترک کرنے سے گناہ نہین بلکہ اوس نیت بد کی جہت سے ہے اور یہی صورت منی کے باہر ڈالنے کی ہے کہ اوسمین اگر یہ نیت ہوگی تو گنہگار ہوگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مین عیب کا اعتقاد رکھنا نہایت خراب ہے اور اس صورت کو بہتر تصور کرلیا جاویگا

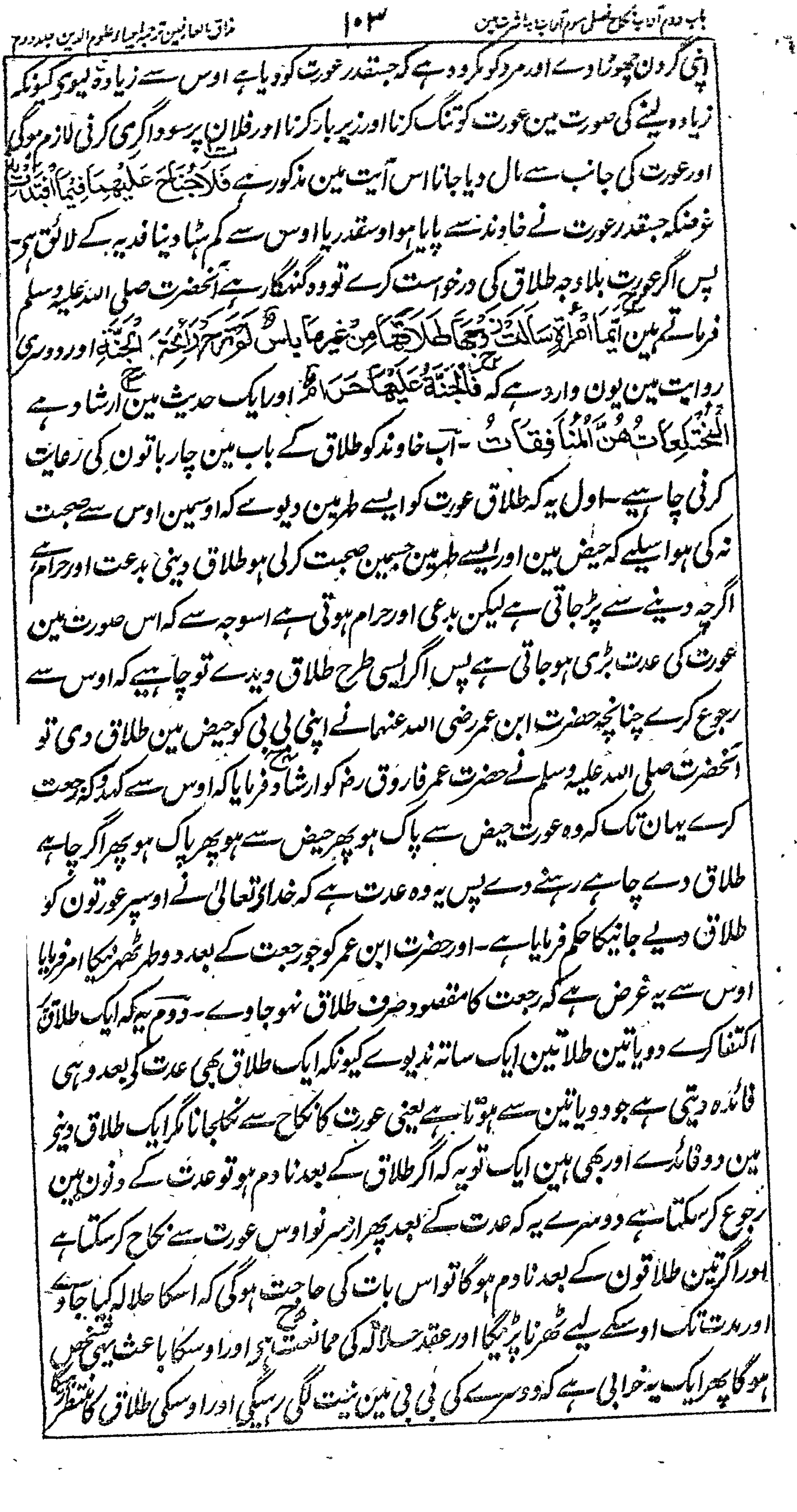
اگر کوئی عورت نکاح اسوجہ سے ترک کرے کہ مرد کا اوسپر بیٹھنا اوسکو ناگوار ہو تو گویا وہ مرد سے مشابہت پیدا کرتی ہے اسی وجہ سے ترک نکاح اوسکے حق مین برا ہے اور یہ برائی خاص ترک نکاح پر راجع نہیں جب تک کوئی نیت فاسد اوسکے ساتھ نہو پنجم یہ کہ عورت خود اندر انزال ہونیکی مانع ہو اسوجہ سے کہ اپنے آپ کو عزت دار سمجھتی ہو اور ستھرائی مین اور مدد روزہ اور نفاس اور دودہ پلانے سے بچنے مین مبالغہ کرتی ہو اور یہ عادت خارجیون کی عورتون کی تھی کہ پانی بہت استعمال کیا کرتیں اور ایام حیض کی نمازین قضا پڑہتین اور پاخانہ مین ننگی جایا کرتیں پس یہ حرکت بدعت اور سنت کے مخالف ہے اور اسطرح کی نیت خراب ہی چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بصرہ مین تشریف لائین تو اس طرح کی ایک عورت آپ سے ملنے کو آئی مگر آپ نے اوسکو اپنے پاس نہ آنے دیا غرض کہ اس نیت مین فساد ہے بچہ ہونے کو روکنے مین کچہ خرابی نہین اب اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مَنْ تَرَكَ النِّكَاحَ مَخَافَةَ الْعِيَالِ فَلَيْسَ مِنَّا اور تم ترک نکاح اور منی باہر ڈالنے کو یکسان کہتے ہو اور خوف عیال سے اوسکو مکروہ مین بتاتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ لیس منا کے معنی یہ ہین کہ وہ شخص ہمارا موافق اور ہمارے طریق وسمت پر نہین کہ ہماری سنت افضل بات کا بجا لانا ہے پھر اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جا اس حرکت کے باب مین ارشاد فرمایا ہے ذَاكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ اور اسکے بعد یہ آیت پڑھی وَإِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ اور یہ روایت حدیث صحیح میں وارد ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ روایت صحیح مین اس فعل کی اباحت بھی موجود ہے اور آپ کا فرمانا الوأد الخفی ایسا ہے جیسا الشرک الخفی فرمایا ہے اور اس سے کراہت ثابت ہوتی ہے کراہت تحریمی نہین ثابت ہوتی اب اگر یہ کہو کہ حضرت ابن عباس رضی فرمایا ہے کہ منی کا باہر ڈالنا چھوٹا سا زندہ درگور کرنا ہے کیونکہ اس حرکت سے جس بچہ کو وجود کو روک دیا وہ گویا چھوٹا سا زندہ درگور ہوا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد ایک قیاس ہے کہ وجود کو یقینی فرض کرکے اوسکے دور کرنیکو زندہ درگور کرنا فرمایا اور یہ قیاس ضعیف ہے اور اسکے ضعیف ہونے کی وجہ سے جب حضرت علی رضی یہ قول سنا تو نمانا اور فرمایا کہ زندہ درگور ہونا بدون سات کیفیتون کے گذرے ثابت نہوگا پھر یہ آیت پڑھی جس مین ساتون کیفیتون کا مذکور ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ

مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ اور خلق آخر سے مراد یہ ہے کہ اوسمین روح کو پھونکا اور یہ آیت پڑھی وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ اور جو کچھ طریقہ قیاس کا اور عبرت حاصل کرنیکا ہم اوپر لکھ آئے ہین اوسکے تامل کرنے سے تمکو ظاہر ہوگا کہ معانی کے اندر غوض کرنے اور علوم و اسرار کے نکالنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس رضہ کے منصب مین بہت فرق ہے۔ اور یہ قیاس حضرت ابن عباس رضہ کا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ بخاری و مسلم مین حضرت جابر رضہ سے مروی ہے كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ اور دوسری طرح یون آیا ہے كُنَّا نَعْزِلُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا اور ایک روایت صحیح حضرت جابر رضہ سے یہ بھی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ میرے یہان ایک لونڈی ہے کہ وہ خدمت کرتی ہے اور درختونکو پانی دیتی ہے اور مین اوس سے صحبت کرتا ہون اور یہ نہین چاہتا کہ اوسکو حمل رہے آپنے ارشاد فرمایا کہ اِعْزِلْ عَنْهَا اِنْ شِئْتَ فَاِنَّهٗ سَيَاْتِيْهَا مَا قُدِّرَ لَهَا پھر وہ شخص چند روز کے بعد حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ وہ لونڈی حاملہ ہوگئی آپنے فرمایا کہ مین نے تو کہدیا تھا کہ جو کچھ اوسکے مقدر مین ہے وہ اوسکو پہونچیگا یہہ سب روایتین بخاری و مسلم مین موجود ہین گیارھوان ادب بچہ ہونیکے باب مین ہے اور وہ پانچ باتین ہین۔ اول یہ کہ لڑکا پیدا ہونے سے زیادہ خوش نہو اور نہ لڑکی کے ہونے سے رنجیدہ ہو کیونکہ اوسکو کیا معلوم ہے کہ اوسکے حق مین اون دونون مین سے بہتری کسمین ہے بہت سے پسر والے تمنا کیا کرتے ہین کہ ہمارے پسر نہو یا یہ چاہتے ہین کہ دختر ہو بلکہ اگر بتامل دیکھا جاوے تو لڑکیون سے سلامت رہنا اکثر ہے اور اونکے باب مین ثواب بہت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جس شخص کے ایک لڑکی ہو اور وہ اوسکو ادب سکھاوے اور اچھی طرح تادیب کرے اور کھانا کھلاوے اور بخوبی پرورش کرے اور جو نعمت کہ اللہ تعالیٰ نے اوسپر کامل کی ہو اوسمین سے اوس لڑکی پر نعمت پوری کرے تو وہ لڑکی اوس شخص کے لیے دہنے اور بائین دوزخ کی آڑ ہو کر اوسکو جنت مین پہونچا دیگی اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جسکو

دو لڑکیاں ہین اور جب تک وہ اوسکے ساتھ رہین تب تک اونسے سلوک کرتا ہے تو وہ دونو
اوسکو جنت مین داخل کرینگی۔ اور حضرت انس رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا مَنْ كَانَتْ لَهُ ابْنَتَانِ اَوْ اُخْتَانِ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ كُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ
كَهَاتَيْنِ اور یہ بھی اونھین سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمانون کی بازارون
مین سے کسی بازار مین جاکر کوئی چیز خریدے اور اوسکو اپنے گھر لاکر خاص لڑکیون کو دیوے
نہ لڑکون کو تو اللہ تعالیٰ اوسکی طرف نظر عنایت کریگا اور جسکی طرف وہ نظر عنایت کریگا اوسکو
عذاب نہ دیگا۔ اور یہ بھی اونھین سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص بازار سے کوئی
عجیب اپنے عیال کے لیے لیجاوے تو وہ گویا اونکے واسطے خیرات لیے جاتا ہے یہانتک
کہ اوس چیز کو اونمین تقسیم کرے اور چاہیے کہ لڑکون سے پیشتر لڑکیون سے شروع کرے اسلیے
کہ جو کوئی لڑکی کو خوش کرتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کے خوف سے روتا ہے اور جو کوئی خدا تعالیٰ
کے خوف سے روتا ہے اللہ تعالیٰ اوسکے بدن کو دوزخ پر حرام کردیتا ہے۔ اور حضرت
ابو ہریرہ رضہ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ
اَوْ اَخَوَاتٍ فَصَبَرَ عَلَى لَاْوَائِهِنَّ وَضَرَّائِهِنَّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ اِيَّاهُنَّ
ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر دو بیٹیاں ہوں آپ نے فرمایا کہ دو بھی یہی حال ہے پس ایک شخص نے کہا کہ خواہ ایک آپ نے فرمایا کہ خواہ ایک ہو۔
دوم یہ کہ بچہ لڑکا ہو تو اوسکے کان مین اذان کہے ابو رافع اپنے باپ سے راوی ہین کہ اونھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت
امام حسن علیہ السلام حضرت فاطمہ رضہ سے پیدا ہوئے تو آپ نے اونکے کان مین اذان کہی اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا مَنْ وُلِدَ لَهُ مَوْلُودٌ فَاَذَّنَ فِي اُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَاَقَامَ فِي اُذُنِهِ الْيُسْرٰى دُفِعَتْ عَنْهُ
اُمُّ الصِّبْيَانِ اور مستحب ہے کہ جب لڑکے کی زبان کھلے تو سب سے پہلے اوسکو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
سکھلاوین تاکہ اول گفتگو یہی ہووے اور ساتوین روز ختنہ کرنی مستحب ہے اس باب مین
ایک حدیث آئی ہے۔ سوم یہ کہ اوسکا نام اچھا رکھے کہ یہ بھی بچہ کا حق ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِذَا سَمَّيْتُمْ فَعَبِّدُوْا اور فرمایا اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللّٰهِ
عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ اور فرمایا سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَا تُكَنُّوْا بِكُنْيَتِي علما فرماتے ہین کہ منع کرنا
صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک تھا اسلیے کہ آپ کو یا ابا القاسم کہکر پکارتے تھے
اور اب دوسرے کے لیے یہ کنیت مقرر کرنی کچھ مضائقہ کی بات نہین ہان آپ کے نام
اور کنیت کو ایک شخص کے لیے اکٹھا کرنا نہین چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے کہ میرے نام اور کنیت کو جمع مت کرو - اور بعض کہتے ہین کہ یہ نہی بھی مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک تک تھی - اور ایک شخص کا نام ابوعیسیٰ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تو باپ نتھا - اس سے معلوم ہوا کہ ابوعیسیٰ نام رکھنا مکروہ ہے - اور جو بچہ کہ پیدا نہوا اور ایام معین سے پہلے ہی گر جاوے تو اوسکا بھی نام رکھنا چاہیے عبدالرحمن بن یزید کہتے ہین کہ مین نے ایسا سنا ہے کہ گرا ہوا بچہ قیامت کو اپنے باپ کے پیچھے فریاد کریگا اور کہیگا کہ تو نے مجکو کھو دیا اور بے نام چھوڑ دیا - حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ یہ کیسے ہوگا باپ کو کبھی معلوم بھی نہین ہوتا کہ حمل ساقط لڑکا ہے یا لڑکی تو وہ نام کسطرح رکھے عبدالرحمن نے جواب دیا کہ بہت نام ایسے ہین کہ عورت مرد دونوں کے ہو سکتے ہین جیسے عمارہ اور طلحہ اور عتبہ وغیرہ - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -
اِنَّکُمْ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِاَسْمَائِکُمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَکُمْ اور جس شخص کا نام برا ہو اوسکو اوسکا بدل ڈالنا مستحب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص کا نام عبداللہ سے بدل دیا تھا اور حضرت زینب رض کا نام برّہ تھا پس آپ نے فرمایا کہ اپنے آپکو اچھا کہتی ہے اسلیے اونکا نام زینب فرمایا - اور اسیطرح افلح اور یسار اور نافع اور برکت نام رکھنے سے منع وارد ہے کیونکہ جب پوچھا جاویگا کہ یہان برکت ہے اور وہ نہوگا تو جواب مین کہا جاویگا کہ نہین یعنی برکت کا انکار کرنا پڑیگا - چہارم عقیقہ کرنا پسر کے لیے دو بکریان اور دختر کے واسطے ایک اور کچھ مضائقہ نہین کہ عقیقہ مین جانور نر ہو یا مادہ - حضرت عائشہ رض روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ پسر کے عقیقہ مین دو بکریان برابر کی بے عیب ذبح کیجاوین اور دختر کے عقیقہ مین ایک بکری - اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کا عقیقہ ایک بکری سے کیا اس سے یہ نکلا کہ ایک بکری پر اکتفا کرنا بھی درست ہے - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا مَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَۃٌ فَاَھْرِقُوْا عَنْہُ دَمًا وَاَمِیْطُوْا عَنْہُ الْاَذٰی - اور سنت یون ہے کہ بچہ کے بالون کی برابر سونا یا چاندی خیرات کردے کہ اس باب مین ایک حدیث وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیدایش کے ساتوین روز حضرت فاطمہ رض کو ارشاد فرمایا کہ اونکے بال منڈوا کر بالون کی برابر چاندی صدقہ کردو - اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈی نہ توڑی جاوے - پنجم یہ کہ بچہ کے تالو مین خرما

یا شیرینی ل دیجاوے حضرت اسما بیٹی حضرت صدیق اکبر کی فرماتی ہین کہ قبا مین عبداللہ
بن زبیر مجھسے پیدا ہوئے مین فورا اونکو لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مین رکھدیا آپنے
ایک خرما منگا کر چبایا اور اپنا لب مبارک عبداللہ کے منہ مین ڈالدیا پس سب سے اول چیز
جو اونکے پیٹ مین گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لب مبارک تھا پھر آپ نے خرما
اونکے تالو مین ملا اور دعا اور برکت اونکے لیے فرمائی اور مسلمانون مین سب سے اول یہی پیدا ہوئے
اسلیے انکے پیدا ہونے سے مسلمان بہت خوش ہوئے کیونکہ لوگون نے یہ کہہ رکھا تھا کہ
یہودیون نے تمپر جادو کردیا ہے تمہارے اولاد نہوگی - بارھوان ادب طلاق کے
باب مین ہے - اول یہ کہ معلوم کرلینا چاہیے کہ طلاق مباح ہے مگر مباح چیزون مین سے
خداتعالی کے نزدیک اس سے زیادہ بری اور کوئی نہین اور یہ مباح اوسوقت ہوتی ہے
کہ اس سے ناحق ایذا منظور نہو یعنی جب عورت کو طلاق دیگا تو اوسکو ایذا دیگا اور دوسرے
شخص کو ایذا پہونچانا درست نہین بجز اسکے کہ کوئی خطا عورت کی ہو یا ضرورت مرد کی جانب
سے چنانچہ خداتعالی فرماتا ہے فَاِنۡ اَطَعۡنَکُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَیۡہِنَّ سَبِیۡلًا - یعنے
اطاعت کی صورت مین کوئی تدبیر جدا ہونیکی تلاش نہ کرو - اور اگر مرد کا باپ اوس عورت
کو برا سمجھے تو اوسکو طلاق دیدینی چاہیے - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ میرے
نکاح مین ایک عورت تھی جس سے مجھکو محبت تھی اور حضرت عمر رض اوسکو ناپسند کرتے تھے
اور مجھکو فرماتے تھے کہ اوسکو طلاق دیدو مین نے اس باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین رجوع کیا تو آپنے ارشاد فرمایا کہ اے ابن عمر اپنی بی بی کو طلاق دیدے
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ کا حق مقدم ہے مگر اوسی صورت مین ہے کہ باپ کے
ناپسند کرنیکی کوئی غرض فاسد نہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے کہ ایسے باپ کا حکم
بلاشک مقدم ہے - اور جب عورت اپنے خاوند کو ایذا دے یا اوسکے گھر والون کو برا کہے
تو وہ خطاوار ہے اور اسیطرح جبکہ بدخلق اور دین کی خراب ہو حضرت ابن مسعود رض
اس آیت کی تفسیر مین وَلَا یَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ارشاد فرماتے ہین
کہ جب عورت اپنے شوہر کے گھر والون کو برا کہے اور شوہر کو ایذا دیوے تو اوسکی یہ حرکت
فاحشہ ہے اور ہرچند یہ مضمون عدت کے باب مین بیان ہوا ہے مگر اوس سے اصل مقصود
تنبیہ ہے - اور اگر ایذا دینا شوہر کی جانب سے ہو تو عورت کو مناسب ہے کہ کچھ مال اوسکو دیکر



اپنی گردن چھوڑا دے اور مرد کو مکروہ ہے کہ جسقدر عورت کو دیا ہے اوس سے زیادہ لیوے کیونکہ زیادہ لینے کی صورت مین عورت کو تنگ کرنا اور زیر بار کرنا اور فلان پر سوداگری کرنی لازم ہوگی اور عورت کی جانب سے مال دیا جانا اس آیت مین مذکور ہے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ غرضکہ جسقدر عورت نے خاوند سے پایا ہو اوسقدر یا اوس سے کم ہٹا دینا فدیہ کے لائق ہے۔ پس اگر عورت بلا وجہ طلاق کی درخواست کرے تو وہ گنہگار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقَهَا مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ لَمْ تَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ اور دوسری روایت مین یون وارد ہے کہ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهَا حَرَامٌ اور ایک حدیث مین ارشاد ہے اَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ۔ اب خاوند کو طلاق کے باب مین چار باتون کی رعایت کرنی چاہیے۔ اول یہ کہ طلاق عورت کو ایسے طہر مین دیوے کہ اوسمین اوس سے صحبت نہ کی ہو اسلیے کہ حیض مین اور ایسے طہر مین جسمین صحبت کر لی ہو طلاق دینی بدعت اور حرام ہے اگرچہ دینے سے پڑجاتی ہے لیکن بدعی اور حرام ہوتی ہے اسوجہ سے کہ اس صورت مین عورت کی عدت بڑی ہوجاتی ہے پس اگر ایسی طرح طلاق دیدے تو چاہیے کہ اوس سے رجوع کرے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بی بی کو حیض مین طلاق دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رض کو ارشاد فرمایا کہ اوس سے کہدو کہ رجعت کرے یہان تک کہ وہ عورت حیض سے پاک ہو پھر حیض سے ہو پھر پاک ہو پھر اگر چاہے طلاق دے چاہے رہنے دے پس یہ وہ عدت ہے کہ خدای تعالی نے اوسپر عورتون کو طلاق دیے جانیکا حکم فرمایا ہے۔ اور حضرت ابن عمر کو جو رجعت کے بعد دو طہر ٹھہرنیکا امر فرمایا اوس سے یہ غرض ہے کہ رجعت کا مقصود صرف طلاق نہو جاوے۔ دوم یہ کہ ایک طلاق کی اکتفا کرے دو یا تین طلاقین ایک ساتھ ندیوے کیونکہ ایک طلاق بھی عدت کی بعد وہی فائدہ دیتی ہے جو دو یا تین سے ہوتا ہے یعنی عورت کا نکاح سے نکلجانا مگر ایک طلاق دینے مین دو فائدے اور بھی ہین ایک تو یہ کہ اگر طلاق کے بعد نادم ہو تو عدت کے دنون مین رجوع کر سکتا ہے دوسرے یہ کہ عدت کے بعد پھر از سر نو اوس عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر تین طلاقون کے بعد نادم ہوگا تو اس بات کی حاجت ہوگی کہ اسکا حلالہ کیا جاوے اور مدت تک اوسکے لیے ٹھہرنا پڑیگا اور عقد حلالہ کی ممانعت ہے اور اوسکا باعث یہی شخص ہوگا پھر ایک یہ خرابی ہے کہ دوسرے کی بی بی مین نیت لگی رہیگی اور اوسکی طلاق کا منتظر رہیگا

یعنی حلالہ کرنیوالا نکاح کے بعد اوسکو طلاق دے تو اوسپر حلال ہو اور ایک یہ خرابی ہے
کہ اس حرکت سے بی بی سے نفرت ہو جاویگی غرضکہ یہ ساری خرابیان اکٹھی طلاقین دینے کی
ہین ایک طلاق دینے مین مطلب بھی نکل آتا ہے اور کوئی خرابی بھی لازم نہین آتی اور ہم
یہ نہین کہتے کہ طلاقون کا اکٹھا دینا حرام ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ ان خرابیون کی جہت سے
مکروہ ہے اور کراہت سے یہ مراد ہے کہ اس فعل مین اپنا لحاظ نہین رہتا۔ سوم یہ کہ اوسکو
طلاق دینے مین کوئی لطیف بہانہ کرے درشتی اور حقارت کے ساتھ نہ چھوڑے بلکہ جو رنج کہ
جدائی کا اوسکو ہوگا اوسکے دور کرنیکے لیے کوئی چیز ہدیہ اور متعہ کے طور پر اوسکو دیکر اوسکا
دل خوش کرے اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَتِّعُوهُنَّ یعنی متعہ دو اونکو اور متعہ کا دینا اوس
عورت کے لیے واجب ہے جسکے عقد نکاح کے وقت مہر کا نام نہ لیا گیا ہو۔ حضرت
امام حسن علیہ السلام طلاق بہت دیتے اور نکاح بہت کرتے ایک روز آپنے اپنے ایک
ساتھی کو بھیجا کہ ہماری دو بیبیون کو طلاق دیدو اور ہر ایک کو دس ہزار درم حوالہ کرو وہ
شخص حکم بجا لایا اور جب لوٹ کر آیا تو آپ نے پوچھا کہ اونکا کیا حال ہوا اوس نے
عرض کیا کہ ایک نے درم لیکر گردن جھکالی اور کچھ نہ بولی اور دوسری روئی اور چیخی اور
مین نے سنا کہ یون کہتی تھی ع یہ درہم قلیل ہین داغ فراق یار پر حضرت امام حسن علیہ السلام
نے سر جھکایا اور اوسپر ترس کھایا اور فرمایا کہ اگر چھوڑنے کے بعد مین کسی عورت سے
رجعت کرتا تو اسی سے کرتا۔ اور ایک روز آپ عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کے پاس
گئے جو مدینہ منورہ کے فقیہ اور رئیس تھے اور اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا نے اونھین کو ضرب المثل کر کے فرمایا تھا کہ اگر مین اپنی اس راہ مین نہ آتی تو میرے
نزدیک یہ بہتر تھا کہ میرے پاس سولہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یادگار مثل
عبد الرحمن بن حارث کی ہوتے پس جب حضرت امام حسن علیہ السلام اونکے گھر گئے تو
اونھون نے بہت تعظیم کی اور اپنی جگہ آپکو بٹھلایا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھہ سے
کہلا بھیجا ہوتا مین خود حاضر ہوتا آپنے فرمایا کہ ضرورت مجکو ہی تھی اونھون نے پوچھا کہ
وہ کیا ہے فرمایا کہ تمہاری لڑکی کا خواستگار ہو کر آیا ہون اونھون نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر
کے بعد سر اوٹھا کر کہا کہ بخدا روے زمین پر چلنے والا ایسا کوئی نہین کہ جو مجکو تمسے زیادہ
محبوب ہے مگر تم جانتے ہو کہ میری لڑکی میرا جگر پارہ ہے جس بات سے اوسکو رنج ہوگا

اوس سے مجکو رنج پہونچیگا اور جس بات سے وہ خوش ہوگی اوس سے مین خوش ہونگا اور آپ طلاق بہت دیتے ہین مجھے یہ خوف ہے کہ مبادا آپ اوسکو طلاق دیدین تو پھر میرا دل آپ کی محبت مین بدل جاوے اور یہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ آپ کے باب مین میرے دل مین کچھ تبدیل آوے اسلیے کہ آپ جگر پارہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اس صورت مین اگر آپ شرط کر لین کہ مین اوسکو طلاق ندونگا تو مین آپ سے عقد کر دونگا آپ خاموش ہوئے اور اوٹھکر باہر چلے آئے عبدالرحمن کے گھر والو ن مین سے کسی نے ذکر کیا ہے کہ مین نے سنا کہ آپ چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ عبدالرحمن کو یہی منظور تھا کہ اپنی بیٹی کو میرے گلے کا طوق کر دے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے زیادہ طلاق دینے سے تنگ ہوتے اور برسر منبر اونکی طرف سے عذر کرتے اور اپنے خطبہ مین فرماتے کہ حسن طلاق بہت دیتے ہین پس تم اونکو اپنی بیٹیان مت دو یہان تک کہ ایکبار ہمدان کی قوم مین سے ایک شخص اوٹھا اور عرض کیا کہ یا امیرالمومنین بخدا جسقدر امام حسن علیہ السلام نکاح کرنا چاہینگے ہم اونکو لڑکیان دینگے چاہین وہ رکھین اور چاہین چھوڑین اس بات سے حضرت علی رض خوش ہوئے اور فرمایا شعر

اگر مجکو ملے جنت کے دروازون کی دربانی	تو ہمدان سے کہون اندر چلے آؤ باسانی

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کے اہل یا اولاد پر کسی حیا کی بات کا طعن کیا جاے تو اوس شخص کو چاہیے کہ اپنے زن و فرزند کی پچ نہ کرے کہ پچ کرنا برا ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ جہانتک ممکن ہو اوسکی مخالفت اس باب مین کرے کہ اس سے اپنا دل مسرور ہوگا اور اوسکے دل کے روگ کا علاج ہو جاویگا۔ اور اس قصہ کے بیان کرنے سے یہان اتنی ہی غرض تھی کہ طلاق مباح ہے اور اللہ تعالی نے غنی کرنے کا وعدہ نکاح اور جدائی کی صورت مین دونون مین فرمایا ہے مثلاً نکاح کے باب مین ارشاد ہے وَانْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاۗءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اور جدائی کی صورت مین ارشاد ہے وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۔

چہارم یہ کہ عورت کا راز ظاہر نکرے نہ طلاق مین نہ نکاح مین کیونکہ عورتون کے راز کے فاش کرنیکے باب مین صحیح حدیث مین بڑا وعید آیا ہے اور بعض صلحا سے مروی ہے

کر اونھون نے اپنی بی بی کو طلاق دینا چاہا لوگون نے اونسے پوچھا کہ اوسکے باب مین آپکو کیا شک ہوا ہے فرمایا کہ عاقل آدمی اپنی بی بی کے راز کا پردہ نہین کھولتا جب اونھون نے طلاق دیدی تو پوچھا گیا کہ آپنے اوسکو طلاق کیون دی فرمایا کہ مین اجنبی عورت کا حال کیون کہون حاصل یہ کہ جو حقوق و آداب شوہر پر ہونے چاہیین وہ یہی تھے جن کا بیان ہوگیا

دوسری قسم اون حقوق کے بیان مین کہ عورت پر ہونے چاہیین ہے اور قول شافی اس باب مین یہ ہے کہ نکاح ایک طرح کا لونڈی ہونا ہے تو وہ شوہر کی لونڈی ہوچکی اسلیے اوسپر شوہر کی فرمانبرداری مطلقاً واجب ہے جس بات کا وہ اوس سے خواہان ہو بشرطیکہ معصیت نہو اور شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہونے مین بہت سی حدیثین وارد ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ - اور ایک شخص سفر کو گیا اور اپنی بی بی سے کہگیا کہ بالاخانہ سے نیچے مت اوترنا اور اوس عورت کا باپ نیچے رہتا تھا اتفاقاً وہ بیمار ہوا اوس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اجازت لینے کے لیے آدمی بھیجا کہ اپنے باپ کے پاس اوترون آپنے ارشاد فرمایا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر اوسکا باپ مرگیا پھر اوسنے اوترنے کی اجازت چاہی پھر آپنے ارشاد فرمایا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کر غرض کہ اوسکا باپ دفن ہوگیا اور وہ نہ اُتری پس آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اوس عورت سے کہلا بھیجا کہ تو نے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی اسکے عوض مین اللہ تعالی نے تیرے باپ کی مغفرت فرمائی - اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا دَخَلَتْ جَنَّةَ رَبِّهَا اس حدیث مین زوج کی فرمانبرداری کو ارکان اسلام پر زیادہ کیا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار عورتون کا ذکر فرمایا کہ پیٹ والیان جننے والیان دودھ پلانیوالیان اپنی اولاد پر رحم کرنیوالیان اگر اپنے شوہرون سے جو افعال کرتی ہین نکرتین تو اونمین کی نمازی عورتین جنت مین داخل ہوتین اور فرمایا اِطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ فَقُلْنَ لِمَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ يُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَيَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ - عشیر سے غرض شوہر سے ہے جو اوسکے ساتھ معاشرت کرتا ہے

اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ مین نے جنت مین جھانک کر دیکھا تو تمام جنتیون کے نسبت کر عورتین بہت کم تھین مین نے پوچھا کہ عورتین کہان ہین فرمایا کہ اونکو دو سرخ چیزون نے روک دیا سونے اور زعفران نے یعنی زیور اور رنگین کپڑون نے۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ ایک جوان عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جوان ہون اور لوگ میرے ساتھ عقد کا پیام کرتے ہین اور مجکو شادی کرنی اچھی نہین معلوم ہوتی پس شوہر کا حق عورت پر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر بالفرض شوہر کے سر سے پانون تک پیپ ہو اور عورت اوسکو چاٹے تب بھی اوسکا شکر ادا نکریگی اوسنے عرض کیا کہ مین نکاح کر لون فرمایا کہ کر لو کہ نکاح کرنا بہتر ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ ایک عورت قبیلہ خثعم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئی اور عرض کیا کہ مین بے شوہر ہون اور نکاح کرنا چاہتی ہون پس شوہر کا حق کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک حق شوہر کا یہ ہے کہ اگر اونٹ کی پشت پر ہو اور اوسوقت اوس سے طلبگار صحبت کا ہو تو اوس سے انکار نکرے اور ایک حق اوسکا یہ ہے کہ کوئی چیز اوسکے گھر سے بدون اوسکی اجازت کے ندیوے اگر دیویگی تو اوسپر گناہ ہوگا اور شوہر کو ثواب ملیگا اور ایک حق اوسکا یہ ہے کہ نفل روزہ بدون اوسکی اذن کے نہ رکھے اگر رکھیگی تو بھوکی پیاسی رہیگی اور روزہ قبول نہوگا اور اگر اپنے گھر سے بدون شوہر کے حکم کے نکلے گی تو جب تک گھر مین پھر آویگی یا توبہ کریگی اوسکو فرشتے لعنت کرتے رہین گے۔ اور فرمایا لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ یَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا اور یہ اسلیے فرمایا کہ شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہے اور فرمایا کہ عورت خداے تعالی کی ذات مقدس سے زیادہ تر قریب اوس وقت ہوتی ہے کہ جب اپنی کوٹھری کے قعر مین ہووے اور عورت کی نماز اپنے گھر کے صحن مین بہ نسبت مسجد مین نماز پڑھنے کی بہتر ہے اور اپنی کوٹھری مین نماز پڑھنی بہ نسبت گھر کے صحن مین نماز پڑھنے کے فضل ہے اور کوٹھری در کوٹھری مین نماز پڑھنی کوٹھری کی نماز کی نسبت کر فضل ہے۔ اور یہ اسلیے فرمایا کہ مدار عورت کے حال کا پردہ پر ہے جس صورت مین پردہ زیادہ ہوگا وہی اوسکے حق مین افضل ہے۔ اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَرْاَۃُ عَوْرَۃٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَھَا الشَّیْطَانُ اور فرمایا کہ عورت کی دس برہنگیان ہین

جب وہ نکاح کرلیتی ہے تو شوہر ایک برہنگی کو چھپا دیتا ہے اور جب مرجاتی ہے تو قبر دونوں
برہنگیوں کی پردہ پوش ہوتی ہے۔ غرض کہ شوہر کے حق عورت پر بہت سے ہین اونمین سے
زیادہ اہم دو ہین ایک بچاؤ اور پردہ دوسرے زائد از حاجت چیز کا مطالبہ نکرنا اور جسوقت
کہ اوسکی کمائی حرام کی ہو تو اوس سے نیچے رہنا چنانچہ زمانہ سلف مین عورتون کی عادت
ایسی ہی تھی کہ جب آدمی اپنے گھر سے باہر جاتا تھا تو اوسکی بی بی یا بیٹی اوس سے کہتی تھی
کہ خبردار حرام کمائی مت کرنا کہ ہم بھوک اور تکلیف پر صبر کرلینگے مگر دوزخ کی آگ پر صبر
نہ کرسکین گے۔ اور ایک شخص نے سابق کے لوگون مین سے سفر کا ارادہ کیا اور اوسکے
ہمسایون کو اوسکا سفر برا معلوم ہوا سبنے اوسکی بی بی سے کہا کہ تو اسکے سفر پر کیون راضی
ہوتی ہے یہ تو تیرے نفقہ کے لیے کچھ چھوڑے نہین جاتا اوسنے جواب دیا کہ مین نے اپنے
شوہر کو جبسے دیکھا ہے کھانیوالا ہی پایا ہے رزاق نہین پایا میرا رب میرا رزاق ہے کھانیوالا
چلا جاویگا رزاق میرے پاس رہیگا۔ اور رابعہ بنت اسمعیل نے احمد بن ابی الحواری سے
پیام اپنے نکاح کا کیا اونکو بوجہ اپنی عبادت کی برا معلوم ہوا اور فرمایا کہ بخدا مجکو عورتون کی
خواہش نہین کہ مین اپنے دھندے مین لگا ہون رابعہ نے کہا کہ مین اپنے حال مین
تمسے زیادہ مشغول ہون اور مجکو مرد کی خواہش نہین مگر مجکو اپنے شوہر سے مال بہت ملا ہے
مین چاہتی ہون کہ تم اوس مال کو اپنے یارون پر خرچ کرو اور تمھارے سبب سے مین
نیک بختون کو پہچان جاؤن اور مجکو بھی خدا کی طرف کی راہ ملجاوے احمد رح نے فرمایا کہ
مین اول اپنے اوستاد سے اجازت لے لون پس آپ حضرت ابو سلیمان دارانی کے پاس
گئے اور اونسے یہ ماجرا کہا جب آپنے اوس عورت کی گفتگو سنی تو فرمایا کہ اوس سے نکاح
کرلے کہ وہ خدا کی ولی ہے کیونکہ اوسکی یہ گفتگو صدیقون کی ہے احمد رح کہتے ہین کہ آپ
مجکو نکاح سے منع فرمایا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہمارے یارون مین سے جس کسی نے
نکاح کیا ہے وہ بدل گیا ہے خلاصہ یہ کہ مین نے اوس سے نکاح کیا اور اوسنے اسقدر
کھانا پکوا کر کھلوایا کہ ہمارے گھر مین ایک چونہ کا رتہ خانہ تھا لوگ جو جلدی نکلنے کے مارے
کھانے کے بعد ہاتھ اوسمین دھو دیتے تھے اوس پانی کی تری سے وہ خراب ہوگیا
اور جو لوگ اشنان وغیرہ سے ہاتھ دھوتے تھے اونکا تو کیا ذکر ہے اور مین نے اوسکے بعد
تین عورتون سے اور شادی کی تو اوسکا یہ دستور تھا کہ مجکو عمدہ چیزین کھلاتی اور

خوشبو لگاتی اور کہتی کہ جاؤ اب اپنی بیبیون مین مزے کرو- اور یہ رابعہ شام مین ایسی تھی جیسے بصرہ مین رابعہ بصری تھین - اور عورت پر واجبات مین سے ہے کہ شوہر کے مال مین سے فضول خرچی نکرے بلکہ اوسکے مال کی حفاظت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عورت کو حلال نہین کہ شوہر کے گھر سے بدون اوسکی اجازت کھانا وغیرہ دیوے بجز تر خوراک کے جسکے بگڑنے کا خوف ہو پس اگر اوسکی رضامندی سے کھلاویگی تو شوہر کی برابر اوسکو بھی ثواب ہوگا اور اگر بدون اوسکی اجازت کے کھلاویگی تو ثواب شوہر کو ہوگا اور گناہ اوسپر رہیگا- اور عورت کا حق ماباپ پر یہ ہے کہ اوسکو دوسرے لوگون کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور شوہر کے ساتھ اچھی طرح رہنا سکھلاوین چنانچہ مروی ہے کہ اسما بنت خارجہ فزاری نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اوسکو یون کہا کہ جس گھر مین تو آئی تھی اب اوس سے نکلتی ہے اور ایسے بستر پر جاتی ہے جس سے تو واقف نتھی اور ایسے آدمی کے پاس رہیگی جس سے پہلے سے الفت نتھی تو بیٹی تو اوسکی زمین بننا کہ وہ تیرا آسمان بنجاویگا اور تو اوسکے لیے باعث آرام ہونا وہ تیرے لیے باعث آرام ہوگا اور تو اوسکی لونڈی ہونا وہ تیرا غلام رہیگا اپنی طرف سے اوسکے پاس مت جانا کہ تجھسے نفرت کرے اور نہ اوس سے دور ہونا کہ تجکو بھولجاوے بلکہ وہ اگر تیرے پاس ہو تو اوسکے قریب ہونا اور اگر علیحدہ رہے تو دور رہنا اور اوسکی ناک اور کان اور آنکھ کا لحاظ رکھنا کہ تجھسے بجز خوشبو کے اور کچھ نہ سونگھے اور جب سُنے تب اچھی بات سُنے اور جب دیکھے اچھی بات دیکھے

اور ایک شخص نے اپنی بی بی کو یون کہا **نظم**

درگذر کر مجھسے تا ہو تو حبیب جاودان	ہو غضب مجکو تو ہر گز مت ہلا اپنی زبان
ڈھول کے مانند مجکو مت بجا یہ یاد رکھ	تجکو کیا معلوم ہے آواز کیسی ہو عیان
کثرت شکوہ نہ کر اوس سے ہو زائل حب قلب	ہے مسلم دل بدلنے مین نہین لگتی ہے آن
مین نے دیکھا ہی نہین رہتی ہے باقی دوستی	دل مین جب تبدیل و ایذا کا ہوا کچھ درمیان

اور سنو کی ایک بات عورت کے آداب مین یہ ہے کہ اپنے گھر مین بیٹھی چرخہ وغیرہ کا شغل رکھے چھت پر چڑھنے اور جھانکنے کی کثرت نہ کرے ہمسایون سے بات کم کرے اور بدون ضرورت شدید اونکے گھر مین نجاوے شوہر کے پیچھے اور سامنے اوسکا لحاظ رکھے اور ہر کام مین اوسکی خوشی کی خواہان رہے اپنے نفس مین اور اوسکے مال مین خیانت نکرے

اور نہ بدون اوسکی اجازت کے گھر سے باہر قدم رکھے اور اگر اوسکی اجازت سے بھی نکلے تو پرانے کپڑون میں چھپی ہوئی نکلے اور خالی جگھون مین چلے بیچ سڑک اور بازار سے بچی رہے اور اس بات سے احتراز کرے کہ کوئی اجنبی اوسکی آواز پہچانے یا اوسکے جسم پر واقف ہو بلکہ ایسا کرے کہ شوہر کے دوست سے اگر کوئی اپنا کام کہے تو وہ اوسکو پہچان جاوے بلکہ اگر گمان کرتی ہو کہ یہ مجھکو پہچانتا ہے تو آواز بدلدے ہمہ تن اپنے حال کی بہتری اور گھر کے انتظام مین مصروف رہے اور نماز روزہ سے سروکار رکھے اور اگر شوہر کا کوئی دوست دروازہ پر آوے اور شوہر گھر مین نہو تو اپنی اور شوہر کی غیرت کا مقتضی یہ ہے کہ اوس سے کچھ سوال اور کلام نہ کرے۔ اور شوہر کو جو کچھ خدا نے دیا ہو اوسپر قناعت کرے اور اوسکے حق کو اپنے حق پر اور اپنے تمام رشتہ دارون کے حق پر مقدم کرے اور خوب صاف و شستہ رہے اور ہر ایک حال مین جب شوہر اس سے تمتع چاہے مستعد رہے اور اپنی اولاد پر شفقت کرے اور اونکے راز کا افشا نہ کرے اور اونکو برا کہنے مین زبان کم کھولے اور شوہر کی بات کا جواب نہ دیوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین اور وہ عورت کہ اوسکے رخسار ونکا رنگ تیرہ ہو گیا ہو جنت مین پاس پاس مانند دو انگلیون کے ہونگے اور یہ عورت ہے کہ شوہر سے اوسکے اولاد ہوئی ہو اور اپنے نفس کو اوسنے اپنی بیٹیون پر بند رکھا ہو یہانتک کہ وہ بالغ ہو جاوین یا مر جاوین اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی پر جنت حرام فرمائی ہے اسطرح کہ مجھسے پیشتر اوسمین داخل ہو لیکن مین ایک عورت کو دیکھونگا کہ جنت کے دروازہ کی طرف مجھ سے آگے جاتی ہوگی مین پوچھونگا کہ یہ کیا بات ہے کہ یہ عورت مجھسے آگے جاتی ہے مجھکو کہا جاویگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہہ ایک عورت حسین و خوبصورت تھی اور اسکے پاس یتیم بچے تھے اسنے اونپر صبر کیا یہانتک کہ اونکا حال جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اللہ تعالیٰ نے یہ بات اسکی پسند فرمائی اور اوسکے ثواب مین یہ رتبہ دیا۔ اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہے کہ شوہر پر اپنی خوبصورتی سے فخر نکرے اور نہ اوسکو بدصورتی کے باعث حقیر سمجھے۔ اصمعی کہتے ہین کہ مین جنگل مین گیا دیکھا تو ایک عورت نہایت خوبصورت ہے اور اوسکا شوہر ویسا ہی بدصورت مین نے اوس سے کہا کہ عجیب بات ہے کہ تو اس جیسے شخص کی بی بی ہونے پر خوش ہو اوسنے کہا کہ خاموش تم غلطی پر ہو اصل یہ ہے کہ شاید اس مرد نے کوئی کام خالق کی رضا کا کیا ہے

جسکے عوض مین مین اوسکو ملی اور شاید مجھسے کوئی حرکت اوسکی مرضی کے خلاف ہوئی جسکی سزا مین
مجکو یہ شوہر ملا ہے پس جس چیز کو خدا تعالی نے میرے لیے پسند فرمایا اوسپر مین بھلا راضی نہون
اصمعی کہتے ہین کہ اوس عورت نے مجکو لاجواب کر دیا- اور یہ بھی اصمعی کا قول ہے کہ مین نے
جنگل مین ایک عورت دیکھی کہ سُرخ کرتا پہنے ہے اور خضاب کیے ہاتھہ مین تسبیح لیے ہے
مین نے کہا کہ یہ امور تو اسپر زیبا نہین اوسنے جواب دیا شعر حق جو خالق کا ہے مجھسے نہین
کرتی ہون تلف ؛ اور ادہر لہو بطالت کا بھی ہے مجکو خیال ؛ مین نے جان لیا کہ
یہ ایک نیک بخت عورت ہے اور شوہر دار ہے اوسی کے لیے بناو سنگار کرتی ہے —
اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہے کہ جب شوہر نہو تو نیک بخت اور پژمردہ رہے
اور اوسکے سامنے پھر وہی رنگ لیان اور سامان عیش کرے اور یہ مناسب نہین کہ
کسی حال مین شوہر کو ستاوے چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رض سے مروی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تؤذی امرأة زوجها فی الدنیا الا قالت زوجته
من الحور العین لا تؤذیه قاتلک اللہ فانما هو عندک دخیل یوشک
ان یفارقک الینا- اور حقوق نکاح مین سے عورت پر ایک یہ واجب ہے
کہ جب اوسکا شوہر مرجاوے تو اوسپر چار مہینے دس روز سے زیادہ سوگ نہ کرے اور اس
عرصہ مین خوشبو اور زینت سی اجتناب کرے زینب بنت ابی سلمہ کہتی ہین کہ مین ام المؤمنین
ام حبیبہ رض کی خدمت مین اوسوقت گئی کہ اونکے باپ ابو سفیان بن حرب مر گئے تھے
پس حضرت ام حبیبہ رض نے ایک خوشبو منگائی جسمین زردی زعفران یا کسی اور چیز کی
ملی تھی ایک لونڈی وہ خوشبو لائی آپنے اوسکو اپنے گالون پر ملا اور فرمایا کہ بخدا مجھکو
خوشبو کی حاجت نتھی مگر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے
لا یحل لامرأة تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تحد علی میت اکثر من
ثلثة ایام الا علی زوج اربعة اشهر و عشرا- اور آخر عدت تک اوسی گھر مین رہنا
لازم ہے یہ جائز نہین کہ اپنے گھر چلی جاوے یا بدون ضرورت اوس گھر مین سے نکلے
اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہے کہ گھر کے جتنے کام ہون اور اوس سے ہوسکتے ہون
اونکو بجا لاوے چنانچہ حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہین کہ
حضرت زبیر رض نے مجھ سے شادی کی اور اونکے پاس نہ کچھ مال تھا نہ کوئی غلام یا باندی

بجز اسکے کہ ایک گھوڑا اور پانی لانے کا اونٹ تھا تو مین ہی اونکے گھوڑے کو دانہ گھاس دیتی اور ملتی اور مین ہی اونٹ کے لیے خرما کی گٹھلیان کوٹتی اور اوسکو چارہ دیتی اور پانی بھر لاتی اور ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی اور گٹھلیان اپنے سر پر دو کوس سے لاتی یہانتک کہ حضرت ابو بکر صدیق رض نے میرے پاس ایک لونڈی بھیجدی جسنے گھوڑے کے ملنے وغیرہ سے مجکو بچا دیا تو گویا مجکو آزاد کر دیا - اور ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی کہ آپ کے ساتھ اصحاب تھے اور میرے سر پر گٹھلیان تھین آپ نے اپنے ناقہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا کہ مجکو اپنے پیچھے سوار کرین مگر مجکو مردون کے ساتھ چلنے سے شرم آئی اور اپنے شوہر کی غیرت یاد کی کہ وہ بہت غیرت ناک تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حیا کرنیکو پہچان لیا اور تشریف لیگئے جب مین آئی تو حضرت زبیر رض سے ماجرا کہا اونھون نے فرمایا کہ بخدا تیرا سر پر گٹھلیون کا لادنا آپ کے ساتھ سوار ہونیکی نسبت کہ مجھپر نہایت سخت ہے

باب آداب النکاح خداے تعالی کی عنایت سے تمام ہوا - والحمد للہ اولا و آخرا فی ظاہرا و باطنا و صلی اللہ علی کل عبد مصطفے

تیسرا باب کسب و معاش کے آداب مین

رباعی ہنر وہ معاش ہے جو ہو زاد معاد | بدتر ہے وہ کسب جس سے ہو دین برباد
ہر پیشہ مین فکر نفع عقبے پر کرو | ہے مزرعۃ الآخرۃ دنیا رکھہ یاد

واضح ہو کہ رب الارباب اور مسبب الاسباب نے دارین کی تقسیم اسطرح فرمائی ہے کہ آخرت کو جزا اور سزا کا مقام ٹھہرایا ہے اور دنیا کو محنت اور اضطراب اور مستعد ہو کر کمائی کا مکان مقرر فرمایا ہے اور دنیا مین مستعد ہونا یہی نہین کہ صرف معاد ہو اور معاش نہو بلکہ معاش معاد کا ذریعہ اوسکا مددگار ہے چنانچہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ قول مشہور ہے اور دنیا ہی سے تدریج آخرت کی نوبت آتی ہے - اب دنیا کے آدمی اس باب مین تین طرح کے ہین ایک وہ کہ معاش مین ایسے مشغول ہین کہ معاد سے غافل ہین یہ فرقہ تو تباہ کارون اور ہلاک شدون کا ہے دوم وہ لوگ کہ معاد کے شغل مین معاش سے بے پروا ہین یہ لوگ اعلی رتبہ کے پہونچنے والے ہین سوم وہ ہین کہ اعتدال سے بہت قریب ہین یعنی معاش کا شغل معاد ہی کے واسطے کرتے ہین یہ لوگ مقتصدین اور متوسطین مین سے ہین اور ظاہر ہے کہ جو شخص معاش کی طلب مین راستی کی راہ اپنے اوپر لازم نکریگا

اوسکو میانہ روی کا رتبہ کبھی نہ ملیگا اور جب تک کہ طالب معاش مین آداب شرعیہ کا پابند نہوگا اوسکے حق مین دنیا وسیلہ آخرت کبھی نہوگی اسی نظر سے ہم تجارتون اور پیشون کے آداب اور کسبون کے اقسام اور طریقے پانچ فصلون مین مشرح بیان کرتے ہین

فصل اول معاش کے پیدا کرنے کی فضیلت اور اوسکی ترغیب کے بیان مین

آیات اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اسکو احسان جتانے کی جگہ مین ذکر فرمایا ہے۔ اور فرمایا وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ اس آیت مین معیشت کو نعمت فرمایا اور اوسپر شکر کی طلب کی۔ اور فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ اور فرمایا وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ اور فرمایا فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ ۔ اور احادیث یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین۔ مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوبٌ لَا يُكَفِّرُهَا إِلَّا الْهَمُّ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ اور فرمایا۔ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوقُ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ اور فرمایا مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا تَعَفُّفًا عَنِ الْمَسْأَلَةِ وَسَعْيًا عَلَى عِيَالِهِ وَتَعَطُّفًا عَلَى جَارِهِ لَقِيَ اللَّهَ وَوَجْهُهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ۔ اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے مین اصحاب نے ایک جوان قوی وچالاک کو دیکھا کہ علی الصباح کچھ کام کرنے لگا سبھون نے کہا کہ ہا کاش اسکی جوانی اور چالاکی راہ خدا مین صرف ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مت کہو اسلیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کے لیے کام کرتا ہو اس غرض سے کہ اوسکو سوال کرنے سے باز رکھے اور لوگون سے بے پروا کردے تو وہ راہ خدا مین ہے اور اگر اپنے ضعیف ماباپ اور کمزور بچون کے لیے کرتا ہے تاکہ وہ محتاج نہون تب بھی وہ راہ خدا مین مصروف ہے اور اگر اسلیے کرتا ہے کہ مال کی کثرت مین دوسرون سے مقابلہ اور فخر کرے تو اس صورت مین راہ شیطان مین مصروف ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ البتہ اوس بندہ کو پسند فرماتا ہے جو کوئی کار خدمت اسلیے کرے کہ اوسکے باعث لوگون سے بے پروا ہو جاوے اور اوس بندہ کو ناپسند فرماتا ہے جو علم اسلیے سیکھے کہ اوس سے خدمت لے اور ایک خبر مین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایماندار حرفت والے سے محبت رکھتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا أَحَلُّ

عیالہ اکل الحلال من کسبہ وکل بیع مبرور - اور دوسری حدیث میں ارشاد ہے احل ما اکل العبد کسب ید الصانع اذا نصح اور فرمایا علیکم بالتجارۃ فان فیہا تسعۃ اعشار الرزق - اور مروی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھکر اوس سے پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہے اوسنے عرض کیا کہ خداے تعالی کی عبادت کرتا ہون آپنے فرمایا کہ تیرے نفقہ کی کفالت کون کرتا ہے اوسنے عرض کیا کہ میرا ایک بھائی کرتا ہے آپنے فرمایا کہ تیرا بھائی تجھسے زیادہ عابد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چیزیں مجکو ایسی معلوم تھین کہ تمکو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرین وہ مین نے تمکو بدون حکم کیے نہیں چھوڑین اور جتنی باتین مین ایسی جانتا تھا کہ تمکو جنت سے دور اور دوزخ سے قریب کرین اونسے بدون منع کیے نہیں چھوڑا اور جبریل نے میرے دل مین پھونک دیا ہے کہ کوئی نفس نہین مریگا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ لیلے اگرچہ رزق مذکور اوسکے پاس دیر کرآوے پس اللہ سے خوف کرو اور طلب رزق اچھی طرح کرو - اس حدیث مین رزق کو اچھی طرح طلب کرنیکا حکم فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ طلب مت کرو پھر اس حدیث کے آخر مین ارشاد فرمایا کہ کسی رزق کا دیر کر ملنا تمکو اس بات کا باعث نہونا چاہیے کہ تم اوسکو خداے تعالی کی نافرمانی کرکے طلب کرو اسلیے کہ جو چیز خداے تعالی کے پاس ہے وہ اوسکی نافرمانی سے نہین ملتی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بازار اللہ تعالی کے دسترخوان ہین جو شخص اونمین آویگا کچھ اون مین سے پاویگا - اور فرمایا تم مین سے کوئی شخص رسی لیکر لکڑیان اپنی پیٹھ پر لادلاوے تو اس سے بہتر ہے کہ کسی شخص کے پاس جاوے جسکو خداے تعالی نے مال دیا ہو اور اوس سے سوال کرے وہ اوسکو دے یا نہ دے اور فرمایا من فتح علی نفسہ بابا من السؤال فتح اللہ علیہ سبعین بابا من الفقر اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا حلال کمائی کرکے اپنی مفلسی دور کرنا کیونکہ جو فقیر ہوجاتا ہے اوسکے اندر تین باتین پیدا ہوتی ہین اول دین کی نرمی دوسری ضعف عقل تیسرے مروت کا جاتا رہنا اور ان تینون سے بڑھکر یہ ہے کہ آدمی اوسکو حقیر جانتے ہین - اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تمکو نچاہیے کہ طلب رزق مین تقاعد کرو اور یون کہو کہ بارخدایا ہمکو رزق دے اسلیے کہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے سونا اور چاندی نہیں برستا - اور زید بن سلمہ اپنی زمین مین درخت لگا رہے تھے

حضرت عمر رضہ نے اونکو فرمایا کہ یہ تم خوب کرتے ہو آدمیون سے بے پروا ہو جانا چاہیے کہ
اس سے تمہارا دین زیادہ محفوظ رہیگا اور اسی صورت مین اونپر کرم زیادہ کرسکوگے
جیسے کہ احیحہ شاعر نے کہا ہے شعر خدمت زور ایین ہون مصروف دائم اسلیے
ہو نہین سکتا کرم لوگون پہ گر ہو دے نہ مال اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ مجکو
برا معلوم ہوتا ہے کہ کسی آدمی کو بیکار دیکھون نہ دنیا کا کام کرتا ہو نہ دین کا - اور حضرت
ابراہیم نخعی سے کسی نے سوال کیا کہ یہ فرمائیے کہ سچا سوداگر آپ کو زیادہ پسند ہے یا وہ
شخص کہ عبادت کے لیے فارغ ہو رہا ہو آپنے فرمایا کہ میرے نزدیک سچا سوداگر زیادہ
محبوب ہی اسلیے کہ وہ شخص جہاد مین مصروف ہی کہ شیطان کبھی اوسکو ناپنے مین اور کبھی
تولنے مین اور کبھی لینے اور دینے مین دھوکا دیا چاہتا ہے اور وہ اوس سے لڑتا ہے
اور اوسکی اطاعت نہین کرتا - اور حضرت حسن بصری رح نے اس باب مین اونکے خلاف
بیان کیا ہے - اور حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ مجکو اور کسی جگہ مین اپنا مرنا خوش نہین آتا
بجز اوس جگہ کے کہ اوسمین بازار کرتا ہون اور اپنے گھر والون کے لیے خرید و فروخت
کرتا ہون - اور ہیثم رح نے فرمایا ہے کہ بعض اوقات مین سنتا ہون کہ فلان شخص مجکو برا
کہتا ہے تو یاد کرتا ہون کہ مجکو اوسکی حاجت نہین اس یاد سے اوسکی بات مجھپر آسان
ہو جاتی ہے - اور ایوب رح نے فرمایا ہے کہ کوئی پیشہ کرنا جس سے کچھ ملجاوے
میرے نزدیک لوگون سے مانگنے کی نسبت اچھا ہے - اور ایکبار سمندر مین طوفان آیا
کشتی والون نے حضرت ابراہیم ادہم رح سے جو کشتی مین اونکے ساتھ تھے عرض کیا کہ
دیکھیے کیسی شدت ہی آپنے فرمایا کہ شدت اسکا نام نہین شدت یہ ہے کہ لوگون کا محتاج ہو
اور ایوب رح کہتے ہین کہ مجکو ابو قلابہ رح نے فرمایا کہ بازار کا پیچھا مت چھوڑ کہ تونگری
ایک قسم کی سلامتی ہے یعنی لوگون سے سلامت رہتا ہے اور کسی کا محتاج نہین ہوتا -
اور امام احمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے حق مین کیا فرماتے ہین جو اپنے
گھر مین یا مسجد مین بیٹھ رہے اور کہے کہ مین کچھ کام نکرونگا یہان تک کہ میری روزی میرے
پاس آوے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص علم سے بیخبر ہے کیا اوسنے یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا نہین سنا کہ اللہ تعالی نے میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ کے نیچے بنایا ہے -
اور جسوقت آپنے پرندون کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا

یعنے صبح کو بھوکے اوٹھتے ہین اور شام کو پیٹ بھرے جاتے ہین غرض اس سے یہ ہے
کہ رزق کی طلب مین پرند بھی صبح کو اوہر اودھر جاتے ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے اصحاب خشکی اور تری کی تجارت کیا کرتے اور اپنے باغون کی خدمت کرتے پس اونکا
اقتدا کافی ہے۔ اور ابو قلابہ نے ایک شخص کو کہا کہ مین تمکو اگر طلب معاش مین مصروف
دیکھون تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ تمکو مسجد کے کونہ مین دیکھون۔ اور کہتے ہین
کہ اوزاعی رح حضرت ابراہیم بن ادہم سے ملے اور دیکھا کہ اونکے سر پر لکڑیون کا بوجھ ہے
کہنے لگے کہ اے ابو اسحاق یہ مشقت کیون کرتے ہو تمھاری خدمت کو تمھارے بھائی کافی
ہین حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ اے ابو عمرو مجھ سے اس باب مین تعرض مت کرو کہ مین نے
سنا ہے کہ جو شخص حلال کی طلب میں ذلت کی جگہ کھڑا ہوگا اوسکے لیے جنت واجب ہوگی اور حضرت
ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ ہمارے نزدیک عبادت اسکا نام نہین کہ اپنے پانون
جوڑ رکھو اور دوسرا شخص تمکو کھانا کھلاوے بلکہ اول دو روٹیون کی فکر کر لو تب عبادت کرو
اور حضرت معاذ بن جبل رض کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز ایک پکارنیوالا پکاریگا کہ وہ لوگ
کہان ہین جنسے تمام روے زمین مین خداے تعالی بغض رکھتا تھا اوسوقت سجدون کے
سوال کرنیوالے اوٹھین گے۔ غرض کہ سوال کی مذمت اور دوسرے شخص کی خدمت پر
بھروسا کرنیکی برائی شرع کے نزدیک یہ تھی جو بیان ہوئی اور جس شخص کے پاس مال موروثی
نہو اوسکو بجز کمانے اور تجارت کے کوئی چارہ نہین۔ اب اگر یون کہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد تو یون ہے کہ مجکو یہ حکم الہی نہین ہوا کہ مال اکٹھا کرو اور سوداگرون مین ہو
بلکہ یہ وحی مجھپر ہوئی ہے کہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ
الْيَقِينُ اور اسیطرح حضرت سلمان فارسی رض سے کسی نے کہا کہ آپ ہمکو وصیت
فرمائیے آپ نے فرمایا کہ تم مین سے جس کسی سے ہوسکے تو یہ کرے کہ حالت حج مین یا کنارے
لڑنے مین یا اپنے پروردگار کی مسجد بنانے مین اوسکی موت واقع ہو یہ نہو کہ سوداگری کرکر کے
اور لوگون سے جٹی کا روپیہ لیتے لیتے مرجاوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان احادیث کی تطبیق
حالات کی تفصیل پر موقوف ہے ہم یہ نہین کہتے کہ تجارت ہر چیز سے مطلقاً افضل ہے
بلکہ ہماری غرض یہ ہے کہ تجارت سے یا تو یہ مقصود ہے کہ بقدر کفایت مال حاصل ہوجاوے
یا دولت اور زائد از قدر حاجت منظور ہے اگر تجارت سے یہی مطلوب ہے کہ زائد از حاجت مال

تاکہ مال بہت سا ہو اور خزینہ جمع ہو جاوے نہ اسلیے کہ خیرات وصدقات میں دیا جاوے تو
یہ تجارت بُری ہے کیونکہ اسمین دنیا کی طرف بہمہ تن متوجہ ہونا پایا جاتا ہے جسکی چاہ تمام
گناہون کی اصل ہے اور اگر باوجود اسکے لوگون سے باچھہ وصول کریگا تو ظلم اور فسق مین
داخل ہے اور حضرت سلمان رض نے اسی قسم کی تجارت مراد لی ہے جسمین طلب زیادتی
کی ہو لیکن جس صورت مین تجارت سے آدمی اسی بات کا طالب ہو کہ بقدر کفایت اپنی اور
اور اپنی اولاد کے پیدا کرلے اور مانگنے سے بھی بقدر کفایت اوسکو ملسکتا ہو تو ایسی
صورت مین سوال سے بچنے کے لیے تجارت افضل ہے اور اگر اوسکو سوال کی ضرورت
نہ ہوتی ہو بدون مانگے لوگ اوسکو دیتے ہون تب بھی کچھہ پیشہ کرنا افضل ہے
کیونکہ لوگ اوسکو اسی نظر سے دیتے ہین کہ وہ اپنی زبان حال سے سوال کرتا ہے
اور لوگون مین اپنی احتیاج کھلا کھلی کہہ رہا ہے پس ہمین جت اوسکو بچنا اور پردا
بھرم رکھنا بیکاری سے بہتر ہے بلکہ عبادات بدنی مین مشغول ہونے سے بھی افضل ہے
اور پیشہ کا نکرنا چار شخصون کے لیے افضل ہے اول جو شخص کہ عبادات بدنی کا عابد ہو
دوم وہ شخص کہ اوسکو باطن کی سیر اور علوم حالات اور مکاشفات مین دل کا عمل
حاصل ہو سوم وہ عالم کہ علم ظاہر مین سے ایسی باتون مین مشغول ہو جو لوگون کو دین کی
باب مین کار آمد ہون جیسے مفتی اور مفسر اور محدث ہین چہارم وہ شخص کہ لوگون کی بہتری
مین مصروف ہو اور اونکے معاملات کا متکفل ہو جیسے بادشاہ اور قاضی اور گواہ۔ تو
ان چارون قسمون کے لوگ انکو کسب مین مشغول ہونیکی نسبت کراپنا دھندا کرنا افضل ہے
بشرطیکہ بیت المال کے مال مین سے خواہ فقرا اور علما پر وقفی اشیا مین سے بقدر کفایت
لیتے ہون اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوئی سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ اور یہ حکم نہوا کہ کُنْ مِنَ التَّاجِرِينَ اسلیے کہ آپ مین یہ چارون
وصف مع اور زیادہ اوصاف کے جو خارج از حیطہ بیان ہین موجود تھے۔ اور یہی وجہ تھا
کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رض مسند آراے خلافت ہوئے تو اصحاب رض نے اونکو تجارت
کے ترک کرنے کا مشورہ دیا اسلیے کہ شغل تجارت مین مسلمانون کے کام کی فرصت کم
ہوتی تھی پس آپ نے یہ معمول کرلیا کہ بیت المال مین سے بقدر کفایت لے لیتے اور اوسیکو
بہتر سمجھا اور جب آپکی موت قریب ہوئی تو وصیت کردی کہ جسقدر مین نے بیت المال مین سے

لیا ہے اوسقدر اوسمین رکھ دیا الا ابتدا مین اوسکا لینا ہی بہتر جانتا تھا اور ان چارون قسمون
کے لیے دو حالتین اور ہین ایک یہ صورت ہے کہ جب وہ پیشہ کچھ نکرین تو اونکی کاروائی
لوگون کے ہاتھ سے اور مال زکوۃ خواہ صدقہ و خیرات سے ہوئی جاوے اور اونکو سوال
کی حاجت نہ پڑے پس ایسی صورت مین پیشہ کا نکرنا اور اپنے کام مین مشغول رہنا بہتر ہے
اسلیے کہ اسمین لوگون کو خیرات پر مدد کرنا اور جو حق اونپر واجب ہے اوسکا قبول کرنا خواہ اونکی
زائد از حاجت مال کو خیرات مین صرف کرانا پایا جاتا ہے۔ دوسری حالت یہ ہے کہ سوال کی
حاجت پڑے اور تامل اسی مین ہے اور جتنی تشدیدات کہ سوال اور اوسکی مذمت مین
ہمنے بیان کی ہین اونسے بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ سوال سے بچنا اولی ہے اور
بدون احوال اور اشخاص کے لحاظ کے اسباب مین حکم مطلق دینا مشکل ہے بلکہ آدمی کے
اجتہاد پر منحصر ہے کہ اپنے لیے جس بات مین بہتری جانے اوسکو اختیار کرے یعنی میزان عقل
کے ایک پلہ مین سوال کی ذلت اور مروت کا جاتا رہنا اور دوسرے کے سامنے کھڑا ہونا
اور منت کرنی رکھے اور دوسرے پلہ مین علم و عمل مین مشغول ہونیسے جو فائدہ اپنے آپ کو
اور دوسرون کو ہوتا ہے اوسکو رکھے اور دیکھے کہ کونسا اونمین سے بھاری ہوتا ہے کیونکہ
بہت لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اونکا فائدہ اور خلق کا نفع اونکے علم و عمل مین مشغول ہونیسے
بہت ہوتا ہے اور قدر کفایت اونکی ادنی اشارہ اور کنایۂ سوال سے حاصل ہوجاتی ہے
اور بعضون کا معاملہ برعکس ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات مطلوب اور محذور چیز کا پلہ برابر
پڑتا ہے اوسوقت طالب کو اپنے دل سے فتوی لینا چاہیے گو مفتی کچھ ہی حکم لگا دین
اسلیے کہ فتوی مین سب صورتون کی تفصیل اور اصول باریک بعض اوقات مین نہین
ہوا کرتے۔ اور سلف مین بعض لوگ ایسے ہوئے ہین کہ اونکے تین سو ساٹھ دوست تھے
سال بھر مین ایک ایک روز ہر ایک کی یہان رہا کرتے تھے اور بعضون کے صرف تیس
دوست تھے کہ مہینہ مین ایک روز ہر ایک کی یہان رہتے اور خود کوئی کام بجز عبادت پروردگار
کے نکرتے اسلیے کہ جانتے تھے کہ جن لوگون کے یہان ہم رہتے ہین اور وہ ہماری خدمت
کرتے ہین اس خدمت کو وہ اپنی سعادت سمجھتے ہین اور ہمارے قبول کے باعث اپنی
گردنون پر بار منت جانتے ہین پس اونکی خیرات کا قبول کرنا اون اکابر کے حق مین
علاوہ اونکی عبادات کے منجملہ خیرات ہوتا ہے۔ غرضکہ طالب کو ان امور مین نظر دقیق

کرنی چاہیے کیونکہ لینے والے کو ثواب اوسیقدر ہوتا ہے جتنا دینے والے کو ہوتا ہے
بشرطیکہ لینے والا اوس مال سے اپنے امور دینی مین مدد لے اور دینے والا بطیب خاطر
دیوے - اور جو شخص کہ ان باتون سے واقف ہو جاویگا اوسکو ممکن ہے کہ اپنا حال جان لے
اور اپنی حالت اور مصلحت وقت کی نسبت کر جو بات اوسکے حق مین افضل ہو اپنے دلمین
اوسکو واضح پاوے واللہ اعلم یہان تک پیشہ کرنیکی فضیلت بیان ہوئی اب چونکہ جن معاملات
سے آدمی کچھ پیدا کرتا ہے اونمین چار باتین ضروری ہونی چاہیین اول درستی معاملہ
دوم عدل سوم احسان چہارم دین کا خوف پس ہم ان چارون باتون کو اگلی چار
فصلون مین بیان کرینگے اور دوسری فصل مین درستی معاملہ کے اسباب سے شروع کرتے ہین

دوسری فصل بیع اور سود اور بادنی اور ٹھیکہ اور مضاربت اور شرکت سے کمانے کی کیفیت اور ان معاملات کی صحت مین شرع کی شرطون کے بیان مین کہ شرع مین مدار پیدا وار کا یہی چھؤن چیزین ہین

واضح ہو کہ اس فصل کا مضمون جاننا ہر مسلمان صاحب کسب پر فرض ہے کیونکہ یہ جو
حدیث مین وارد ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اوس سے یہی غرض ہے
کہ جس علم کی حاجت ہو اوسکا سیکھنا فرض ہے اور پیشہ ور کو پیشہ کے علم کی حاجت ہوتی ہے
اسلیے اوسکو سیکھنا اس علم کا واجب ہی کہ جب اس علم سے واقف ہو گا تو معاملہ کو فاسد
کرنیوالی باتون کو معلوم کر لیگا اور معاملہ مین اونسے احتراز کریگا اور اگر کوئی مسئلہ جزئی
مشکل پیش ہوگا تو جب تک اوسکو دریافت نہ کر لیگا تب تک اوسمین توقف کریگا کیونکہ
جب تک مجملاً اسباب فساد کو نہ جان لیگا تو اوسکو کیسے معلوم ہوگا کہ توقف اور دریافت کرنا
کس وقت اوسکے ذمہ واجب ہی اور اگر اہل معاملہ یہ کہے کہ مین علم کو اول نہین سیکھتا
بلکہ اپنا کام کیے جاؤنگا جب تک کہ کوئی معاملہ سخت مجکو پیش آوے اوسوقت اوسکا مسئلہ
پوچھ لونگا اور فتوی دریافت کر لونگا تو اوسکو یون جواب دیا جاوے کہ جس صورت مین
کہ تجکو مجمل علم معاملہ کی مفسد چیزون کا نہین تجکو کیسے معلوم ہوگا کہ یہ معاملہ قابل دریافت ہی
کیونکہ تو معاملہ کیے جائیگا اور اوسکو صحیح اور مباح جانیگا حالانکہ حقیقت مین شاید درست نہو
اس نظر سے علم تجارت مین اسقدر کا جاننا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ فلان معاملہ مباح ہے
اور فلان ممنوع اور یہ معاملہ ظاہر ہے اور یہ مشکل - اور یہین وجہ حضرت عمر رضی سے مروی ہے

کہ آپ بازارمین پہیرا کرتے اور بعض سوداگرون کو درہ سے مارتے اور فرماتے کہ ہماری بازار مین وہی خرید و فروخت کرے جو علم خرید و فروخت کے مسائل کا رکھتا ہو ورنہ سود کہا جاویگا خواہ اوسکی مرضی ہو یا نہو۔ اور علم معاملات کا بہت ہے مگر ان چہون عقد مذکورہ بالا کی اکثر پیشون مین ضرورت رہتی ہے اسلیے ہم انہین کی شرطون کو چہہ بیانون مین علیحدہ علیحدہ لکہتے ہین —

پہلا بیان بیع کے ذکر مین - بیع کو اللہ تعالی نے حلال فرمایا ہے اور اوسکے رکن تین ہین

رکن اول عاقد ہے یعنی معاملہ کرنے والا - اسمین تاجر کو چاہیے کہ چار شخصون کو بیع کا معاملہ نکرے ایک لڑکا دوم مجنون سوم غلام چہارم اندہا - اسلیے کہ لڑکا او مجنون غیر مکلف ہین تو لڑکا اگر خرید و فروخت کریگا گو اوسکو ولی نے اجازت دیدی ہو اوسکی بیع امام شافعی کے نزدیک درست نہوگی اور لڑکے اور مجنون سے جو کچھ سوداگر لیگا او اوسکے پاس سے ضائع ہوگا تو اوسپر تاوان آویگا اور اگر اپنی چیز اونکے حوالہ کریگا او تلف ہو جاویگی تو اوسیکا مال جاویگا اونکو کچھ نہ دینا پڑیگا اور غلام عاقل کی خرید و فروخت بدون اوسکے آقا کی اجازت کے درست نہین تو کنجڑے اور نان بائی اور قصائی وغیرہ کو چاہیے کہ غلامون کے ساتھ کوئی معاملہ نکرین جب تک کہ اونکے مالک اون کو خرید و فروخت کی اجازت ندین اور مالک کی اجازت دو طرح سے معلوم ہوسکتی ہے یا تو اسطرح کہ خود سوداگر مالک کے مُنہ سے سُن لے یا شہر مین مشہور ہو جاوے کہ فلان غلام اپنے آقا کی طرف سے خرید و فروخت کا مجاز ہے یا کوئی عادل شخص اوس سے کہدے کہ یہ غلام مجاز ہے پس اگر بدون اجازت آقا کے اوس سے معاملہ کریگا تو یہ معاملہ باطل ٹہیریگا اور جو کچھ غلام سے لیگا بشرط جاتے رہنے کے اوسکا تاوان مالک کے حوالہ کرنا پڑیگا اور جو چیز غلام کو دیگا اگر اوسکے پاس سے جاتی رہیگی تو اوسکا تاوان نہ اوسپر ہوگا نہ آقا پر بلکہ جب غلام آزاد ہو جاویگا اوسوقت اوس سے مطالبہ پہونچیگا — اور اندہے کا معاملہ اسوجہ سے درست نہین کہ بن دیکھی چیز کی خرید و فروخت کرتا ہے اسلیے اوسکی تدبیر یہ ہے کہ اوس سے کہدیا جاوے کہ کسی واقف کار کو اپنا وکیل کر دے تاکہ تیری طرف سے خرید و فروخت کرے اس صورت مین وکالت درست ہوگی اور وکیل کی خرید و فروخت بھی صحیح ہوگی لیکن اگر سوداگر خود اندہے سے معاملہ کریگا تو فاسد ہوگا

اور جو چیز اوس سے لیگا اگر چاندی رہیگی تو قیمت دینی پڑیگی اور چاندھے کو دیگا اور اوسکے
پاس سے چاندی رہیگی اوسکا دام بھی نرخ بازار سے لیگا- اور کافر کے ساتھ معاملہ دادوستد
درست ہی مگر اوسکے ہاتھ قرآن مجید اور مسلمان غلام نہ بیچنا چاہیئے اور جس صورت مین کہ وہ
حربی ہو اسوقت اوسکے ہاتھ ہتھیار بھی فروخت نکیے جاوین اور اگر یہ معاملات کیے جاوینگے
تو مردود ہونگے اور معاملہ کرنیوالا خدا تعالی کا گنہگار ہوگا- اور ترکی سپاہی خواہ ترکمانی یا
بدو یا کرد اور چور اور خائن اور سود خوار اور ظالم یا اور شخص جسکا اکثر مال حرام کا ہو تو اونکی
چیز کو اپنی ملک مین نہ لانا چاہیے کیونکہ اونکا مال حرام ہے ہان اگر کوئی خاص چیز ایسی
معلوم ہوجاوے کہ بوجہ حلال اونکے پاس آئی ہے تو اوسکے لینے کا مضائقہ نہین اور
اسکی تفصیل باب حلال اور حرام مین آویگی —

دوسرا رکن بیع کا وہ چیز ہے جسکا معاملہ ہوتا ہے یعنی جس مال کا کہ ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس
چلا جانا مقصود ہے خواہ وہ ثمن ہو یا مبیع اوسمین چھہ شرطین معتبر ہین- اول یہ کہ
وہ مال اپنی ذات سے نجس نہو اور اگر ہوگا تو بیع درست نہوگی مثلاً کتے اور سور اور گوبر
اور پاخانہ اور ہاتھی دانت اور اوسکے برتنون کی بیع درست نہوگی ہاتھی دانت کی بیع
درست نہونیکی یہ وجہ ہی کہ ہڈی مرنے سے ناپاک ہوجاتی ہے اور ہاتھی ذبح کرنے سے
پاک نہین ہوتا اور نہ اوسکی ہڈی ذبح سے پاک ہو اور نیز شراب کی بیع اور جو جانور
کہ کھائے نہین جاتے اونکی چربی کی بیع درست نہین گو اوسکے چراغ مین جلانے
اور کشتیون مین ملنے سے فائدہ ہوسکتا ہے اور پاک تیل اگر نجاست گرنے سے خواہ
چوہے کے مرجانے سے نجس ہوجاوے تو اوسکی بیع درست ہے اسوجہ سے کہ کھانے
کے سوا اور چیزون مین کام آسکتا ہے اور اوسکی ذات نجس نہین نجاست بیرونی سے
نجس ہوگیا ہے اسیطرح ریشم کے کیڑون کے انڈون کے فروخت مین میرے نزدیک
کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ وہ ایک جاندار کی اصل ہین جو کارآمد ہوتا ہے اور اون کو
بیضہ مرغ سے تشبیہ دینا کہ وہ بھی پرند کے اصل ہین اس سے بہتر ہے کہ پیخال اور لید سے
تشبیہ دیوین- اور مشک کے نافہ کی بیع درست ہی اور جس صورت مین کہ وہ ہرن سے
زندگی کی حالت مین علیحدہ ہوا ہو تو اوسکی طہارت کا حکم کرنا چاہیے- دوسری شرط یہ
کہ وہ چیز کارآمد ہو اس سے یہ نکلا کہ حشرات الارض کی بیع اور چوہے اور سانپ کی بیع

ناجائز ہے اور سانپ سے مداریون کو نفع پہونچنا یا سنپیرون کا نفع کہ سانپ کو پاس سے
نکالکر لوگون کو دکھلاتے پھرتے ہین قابل لحاظ نہین یعنی اسوجہ سے اوسکی جائز
نہوگی۔ اور بلی کی بیع اور شہد کی مکھی اور چیتے اور شیر کی اور اون جانورون کی جو شکار
کی لیاقت رکھتے ہین یا اونکا چمڑہ کارآمد ہے درست ہی اور بوجھ لادنے کیلیے ہاتھی کی
بیع درست ہی اور طوطے اور مور اور خوشرنگ جانورون کی بیع گو وہ کھانے مین نہ آوین
درست ہی اسلیے کہ اونکی آواز سننی اور صورت سے دل بہلانا ایک مباح غرض ہے
ہان کتا اگرچہ خوبصورت بھی ہو اوسکو نہ لینا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اوس سے ممانعت فرمائی ہے۔ اور بین و سارنگی اور چنگ اور ستار کے باجون اور کھیل کے
باجون کی بیع جائز نہین اسلیے کہ اونمین شرعاً کوئی نفع نہین اسیطرح مٹی کے کھلونے
جو عیدون اور میلون مین لڑکون کے لیے بکتے ہین اونکا لینا جائز نہین اس لیے
کہ شرعاً اونکا توڑنا واجب ہی مگر درخت وغیرہ کی مورت کا مضائقہ نہیں اور کپڑون
اور کابیون پر جو جانورون کی صورتین ہوتی ہین اونکا بیچنا درست ہی اور یہی حال
تصویردار پردون کا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ ان چیزون کا استعمال رکھے ہوئے درست ہے
اور اوپر ٹانگ کر درست نہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ کو
ارشاد فرمایا کہ اسکا بچھونا بنالو۔ پس چونکہ من وجہ اون سے نفع لینا درست ہی تو اسی وجہ
کے باعث اونکی بیع بھی صحیح ہی۔ **تیسری** شرط یہ ہے کہ معقود علیہ عاقد کی ملک ہو
یا مالک کی اجازت سے اوسکا عقد ہوتا ہو پس اگر کوئی چیز غیر مالک سے مول لے اس توقع پر
کہ مالک اجازت دیدیگا تو یہ عقد صحیح نہوگا بلکہ اگر بالفرض مالک بعد کو راضی بھی ہوجاوے
تو از سر نو معاملہ کرنا واجب ہی اسیطرح اگر زوجہ سے شوہر کا مال مول لے یا شوہر سے زوجہ کا
یا باپ سے بیٹے کا خواہ بیٹے سے باپ کا اس بھروسے پر کہ اگر مالک کو علم ہوجاویگا تو راضی
ہوجاویگا تو یہ معاملہ صحیح نہوگا اسلیے کہ رضا مالک بیع سے مقدم ہونی چاہیے اور وہ ان
صورتون مین پائی نہین گئی اور ایسے معاملہ بازارون مین ہوتے ہین مگر بندۂ دیندار کو چاہیے
کہ اونسے احتراز کرے۔ **چوتھی** شرط یہ ہے کہ معقود علیہ ایسی چیز ہو جسکو شرعاً اور حساً
حوالہ کرسکتا ہو تو جو چیز حساً حوالہ نکرسکیگا اوسکی خرید و فروخت درست نہوگی جیسے بھاگا ہوا
غلام اور پانی کے اندر مچھلی اور پیٹ کے اندر بچہ اور نر کا مادہ پر ڈالنا اسیطرح جانور کے

پشت پر کی اُون کو بیع کرنا اور تھنون کے اندر کے دودھ کو بیچنا درست نہین اس لیے
کہ اوسکا مشتری کو دینا دشوار ہے کہ مبیع اور غیر مبیع ملے جلے ہین اور جن چیزون کا مشتری
کو دینا شرعاً متعذر ہے وہ ایسی ہین جیسے مرہون اور وقف کی چیز اور ام ولد تو اونکی بیع بھی
درست نہین اسیطرح ماں کا بیچنا بدون اوسکے بچہ کے جبکہ بچہ چھوٹا ہو خواہ بچہ کو فروخت کرنا
بدون اوسکی والدہ کے جائز نہین کیونکہ بیع کی صورت مین اگر مبیع حوالہ مشتری کریگا تو
دونون مین جدائی ہوجائیگی اور بچہ کو اوسکی ماں سے جدا کرنا حرام ہے۔ پانچوین شرط یہ ہے
کہ مبیع کی تعیین اور مقدار اور وصف معلوم ہو تعیین کے علم سے یہ مراد ہے کہ معین چیز کی
طرف اشارہ کردے اس سے یہ نکلا کہ اگر بائع یون کہے کہ تیرے ہاتھ اس گلہ مین سے ایک
بکری مین نے بیچی جونسی تو چاہے یا ان تھانون مین سے جو تیرے سامنے ہین ایک تھان
بیچا یا اس کپڑے مین ایک گز فروخت کیا جدھر سے چاہے لے لینا یا اس زمین مین سے
دس گز زمین بیچی جدھر سے چاہے ناپ لینا تو بیع باطل ہوگی اور یہ سب باتین ایسی ہین
کہ دین مین سستی برتنے والے اِنکے عادی ہین ہان اگر یون کہے کہ اس چیز کا آدھا یا
چوتھائی یا دسوان حصہ فروخت کرتا ہون تو بیع جائز ہوگی اور مقدار مبیع کا علم ناپنے
یا تولنے یا اوسکے دیکھنے سے ہوتا ہے پس اگر بائع یون کہے کہ اس کپڑے کو تیرے ہاتھ
اوسقدر پر بیچتا ہون جتنے پر فلان شخص نے اپنا کپڑا بیچا ہے حالانکہ دونون کو اوسکا حال
معلوم نہین تو یہ بیع باطل ہوگی اسی طرح اگر یون کہے کہ اس پتھر کے وزن کی برابر فروخت
کیا اور معلوم نہین کہ وہ وزن مروج کی رو سے کتنا ہے تو بیع باطل ہے اور اگر یون
کہے کہ تیرے ہاتھ یہ گیہون کا ڈھیر فروخت کیا یا اس ہمیانی کے روپیہ کی عوض یا سونیکے
اس ٹکڑے کی عوض بیع کیا اور مشتری اِن چیزون کو دیکھ رہا ہو تو بیع درست ہوگی
اور مقدار پہچاننے مین صرف نظر کا انداز کافی ہوگا۔ اور وصف کا علم چیزون کو دیکھنے
سے ہوا کرتا ہے تو غائب چیز کی بیع درست نہوگی لیکن اگر چیز کو پہلے دیکھ لیا ہو اور دیکھے ہوئے
اتنے دن گذرے ہون کہ اوسقدر عرصہ مین غالباً وہ بدلی نہوگی تو بیع درست ہوگی مگر
مذہب ٹھیک یہی ہے کہ وصف دیکھنے کے قائم مقام نہین ہوتا ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ
اور بنی ہوئی چیزون مین تو تھوڑی کپڑے کی بیع اوسکے نقوش کے اعتبار پر درست نہین
جبتک کہ پیش نظر نہو اور گیہون کی بیع بالی کے اندر ناجائز ہے۔ اور چاول کی بیع

اوس پوست کے اندر جس سمیت وہ ذخیرہ کیا جاتا ہے اور وہان کھلاتا ہے درست ہو
اور ایسا ہی بادام اور ناریل کی بیع اندرونی چھلکے کے اندر درست ہے دونون پوست
سمیت جائز نہیں اور باقلا تر کی بیع دونون پوستون مین ضرورت کی وجہ سے درست ہے
اور فقاح کی بیع مین تسامح کیا جاتا ہے اسوجہ سے کہ سلف کے لوگ اوسکی بیع کے عادی
تھے اور ہم اس بیع کو بدلہ کی عوض مین اباحت ٹھہراتے ہین پس اگر اسلیے خریدیگا کہ اوسکو
فروخت کرے تو قیاس یہی ہے کہ بیع باطل ہو اس لیے کہ وہ پیدائش کی رو سے پوشیدہ
نہین رہتا اور یہ بھی بعید نہین کہ تسامح کی وجہ یہ بیان کیجاوے کہ باہر نکالنے سے وہ انار
کی طرح بگڑ جاتا ہے اس لیے اوسکو بدون نکالنے کے فروخت کرنے مین مضائقہ نہین جسطرح
اور مستور الخلقت چیزین ہین چھٹی شرط یہ ہے کہ اگر بیع پر ملک معاوضہ کی جہت سے ہوئی ہو
تو وہ قبضہ مین آجانی چاہیے اور یہ ایک شرط خاص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی
چیز کی بیع سے منع فرمایا ہے جسپر بائع نے قبضہ نکیا ہو اور اس باب مین زمین اور منقول چیز
یکسان ہے تو جس چیز کی خرید و فروخت قبض سے پیشتر ہوگی اوسکی بیع باطل ہوگی اور منقول
چیز کا قبضہ اوٹھالیجانے سے ہے اور زمین کا قبضہ اسطرح ہے کہ دوسرے کی چیز اوسمین
کچھ نرہنے پاوے اور غیر کا تصرف اوٹھ جاوے اور جس غلہ کو ناپنے کی شرط پر خریدا ہو اوسکا
قبضہ بدون ناپے کے کامل نہوگا۔ اور ترکہ کی بیع اور وصیت اور ودیعت کے مال کی اور
ایسی چیزون کی جن مین ملک بوجہ عوض دینے کے نہوئی ہو قبضہ سے پہلے جائز ہے
تیسرا رکن بیع کا لفظ عقد ہے اس مین ایجاب اور اوسکے متصل ہی قبول کا ہونا ایسے
لفظون سے جن سے مقصود نکلتا ہو اور صراحتہً یا کنایۃً غرض سمجھ مین آتی ہو ضرور ہے مثلاً
اسطرح کہے کہ مین نے تجکو یہ چیز اتنے کے بدلے دی بجاے یون کہنے کے کہ تیرے ہاتھ
اتنے کو بیچی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کی تو بیع درست ہوگی بشرطیکہ دونون کا
مقصود ان الفاظ سے بیع ہو کیونکہ اگر یہ الفاظ دو کپڑون یا گھوڑون وغیرہ مین جاری
ہونگے تو ان الفاظ سے منگنی کا احتمال بھی ہو سکتا ہے اور نیت کے باعث احتمال
دور ہو جاتا ہے اور تصریح کر دینے سے کچھ خصومت ہی نہین رہتی مگر کنایہ سے جس چیز مین
بولونگے اوس سے ملک اور حلال ہونیکا فائدہ ہوگا۔ اور بیع مین ایسی شرط نہ لگانی چاہیے
جو مقتضاے عقد کے خلاف ہو مثلاً یہ شرط کرے کہ کسی قدر زیادہ دیا یا یہ کہ بیع کو

ہمارے گھر پہونچا دینا یا لکڑیان خریدین اس شرط پر کہ گھر پر ڈلوا دینا تو یہ شرطین فاسد ہین ہان اگر مبیع کے پہونچانے کی اجرت بیع سے جدا گانہ معین ہو گئی ہو تو مضائقہ نہین ہے اور جبکہ بائع اور مشتری مین صرف داد وستد ہوئی ہو اور زبان سے کچھ نہ کہا ہو تو امام شافعی کے نزدیک اس طرح کی بیع سرے سے نہین ہوتی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک حقیر چیزون مین ایسی بیع درست ہی مثلاً صراف کے ہاتھ مین پیسا حوالہ کیا اور ایک ڈھیر کوڑیون کا اوسنے مشتری کو دیدیا اور زبان سی کچھ نہ کہا تو درست ہو لیکن اس صورت مین حقیر چیزون کا ضبط کرنا کہ کون کونسی ہین مشکل ہے اگر اس امر کو عادت پر منحصر کیا جاوے تو لوگ حقیر چیزون سے تجاوز کر کے نفیس مین بھی ایسا کرنے لگین مثلاً دلال بزاز کے پاس اگر تھان دیبا دس روپیہ کا مشتری کے پاس لیجاتا ہے اور دوبارہ اوس سے آکر کہتا ہے کہ مشتری دس روپیہ پر راضی ہے بائع کہتا ہے کہ اوس سے دس لے آو مشتری سے دس لیکر بزاز کو دیتا ہے اور وہ اون مین تصرف کرتا ہے اودھر مشتری تھان کو قطع کرتا ہے حالانکہ دونون مین ایجاب و قبول ہرگز نہین ہوا اسی طرح چند خریدار بائع کی دوکان پر جمع ہوتے ہین اور وہ کوئی چیز مثلاً سو روپیہ کی نیلام کرتا ہے ایک اوسکے نوے لگاتا ہی دوسرا پچانوے کہتا ہے تیسرا سو کہتا ہے اوس سے کہتے ہین کہ اچھا گن دو وہ سو گن کر بائع کی حوالہ کرتا ہے اور چیز کو لے لیتا ہے بدون ایجاب و قبول کے تو یہ ہمیشہ کی عادت ہو گئی ہی اور ایسا روگ ہی جو علاج پذیر نہین اس لیے کہ ایسی صورت مین تین احتمالات ہو سکتے ہین اول یہ کہ بدون ایجاب و قبول کے داد وستد سے بیع مطلق درست ہو جاوے خواہ حقیر چیز کی ہو یا نفیس کی اور یہ محال ہی اسلیے کہ اسمین ایک کی ملک دوسرے کے پاس بدون ایسے لفظ سے جس سے نقل ملک معلوم ہو چلی جاویگی اور خدا تعالی نے تو بیع کو حلال فرمایا ہے جو ایجاب و قبول کا نام ہی اور وہ ہوا نہین اور صرف دینے اور لینے کے فعل پر لفظ بیع بولا نہین گیا تو کیسے حکم کر دیا جاویگا کہ ایک کی ملک دوسرے کی ملک مین چلی گئی خصوص لونڈیون اور غلامون اور زمینون اور عمدہ چوپایون اور اون چیزون مین جن مین اکثر نزاع ہوا کرتا ہے یہ کیسے ہوگا کیونکہ دینے والے کو اختیار ہے کہ پھر جاوے اور کہے کہ مین نادم ہوا اور مین نے فروخت نہین کیا مجھ سے صرف یہی فعل ہوا کہ چیز دیدی اور دیدینا بیع نہین ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس قسم کی بیع کا باب بالکل

مسدود کیا جاوے جیسے امام شافعی رح نے فرمایا ہے کہ صرف داد و ستد سے عقد باطل ہوتا ہے اور اس احتمال مین دو وجہ سے مشکل پڑتی ہے اول تو یہ کہ قریب الصواب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح کا معاملہ حقیر چیزون مین صحابہ رضہ کی عادت مین داخل تھا اور اگر بالفرض وہ لوگ کنجڑی اور نانبائی اور قصائی وغیرہم سے ادنی ادنی معاملون مین ایجاب وقبول کیا کرتے تو ایک تو یہ فعل اونپر گران گذرتا علاوہ ازین اونکا یہ فعل نقل متواتر سے نقل کیا جاتا اور کوئی نکوئی ایسا وقت مشہور ہوتا کہ اوسمین یہ عادت بالکل متروک ہوئی کیونکہ ایسی باتون مین زمانے مختلف ہوا کرتے ہین۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ آدمی اب اس عادت مین نہایت درجہ کو مبتلا ہین جو شخص کوئی سی چیز کھانے یا پینے وغیرہ کی مول لیتا ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بائع کی ملک اسپر معاطاۃ سے ہوئی ہے تو جس صورت مین یہ نوبت ہے تو پھر الفاظ عقد بولنے سے کونسا فائدہ ہے تیسرا احتمال یہ ہے کہ حقیر اور نفیس چیزون مین حکم جداگانہ ہو جیسے کہ امام ابو حنیفہ رح ارشاد فرماتے ہین اسصورت مین دو دقتین ہونگی اول حقیر چیزون کا ضبط کرنا دوم ملک کے بدلنے کا سبب بدون زبان سے کوئی لفظ نکلنے کے جس سے تبدیل ملک پائی جاوے اور ابن سریج نے امام شافعی رح کے قول کو موافق ارشاد امام اعظم رح کے نکالا ہے یعنی اس مسئلہ مین امام اعظم کے قول کی بموجب فتوی دیا ہے اور یہ قول واقع مین اعتدال کے قریب تر ہے اور چونکہ اس کی حاجت پڑتی ہے اور خلق مین بہت مروج ہو رہا ہے اور ظن غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ صحابہ رضہ مین یہ امر معتاد تھا تو ان وجوہات کی نظر سے اگر ہم اس قول کی طرف رجوع کرین تو کیا مضائقہ ہے باقی رہا ان دونون دقتون کا جواب تو حقیر چیزون کے ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہین کہ ہم پر ضروری نہین کہ تکلف اونکی مقدار معین کرین کیونکہ یہ امر غیر ممکن ہے بلکہ اس باب مین دو طرفین کھلی کھلی ہین اول تو یہ کہ اگر کوئی شخص ساگ اور تھوڑا سا میوہ اور روٹی اور گوشت اور دوسری حقیر چیزین جنمین صرف داد و ستد مروج ہے اور زبان سے ایجاب وقبول کی عادت نہین مول لیوے تو یہ طرف حقارت کی ہے اس مین مشتری اگر طالب ایجاب وقبول ہوتا ہے تو لوگ اوسکو خسیس جانتے ہین اور اوسکے تکلف کو برا اور بیجا سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ فلان شخص ادنی چیز کو تولتا ہے اور بال کی کھال نکالتا ہے اور دوسری طرف جو

جو نفاست کی ہے وہ سواری کے جانور اور غلام اور زمینیں اور نفیس کپڑے ہیں کہ انہیں
ایجاب و قبول کے تکلف کو لوگ بعید نہیں جانتے اور ان دونوں طرفوں کے درمیان
میں جو چیزیں رہیں وہی مقام شک اور شبہ میں رہیں پس دیندار کو چاہیے کہ ان میں
راہ احتیاط کی چلے۔ اور شرع کے جتنے قواعد اس طرح کے ہیں کہ عادات سے معلوم ہوتی
ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ اونکے اطراف کھلے ہوتے ہیں اور درمیانی امور مشکل
اور مشتبہ ہوا کرتے ہیں۔ اور دوسرے وقت جو ملک کے بدلنے کی وجہ تلاش کرنیکی ہے
اوسکی یہ تدبیر ہے کہ ہاتھ سے لینے اور دینے کو سبب ملک کے انتقال کا ٹھہرانا چاہیے
کہ لفظ بھی تو سبب بذات خود نہیں ہوا کرتا بلکہ اوسکی دلالت ہی سبب پڑتی ہے اور ہاتھ کی
فعل سے بھی وہی مقصود بیع کا بلحاظ عادت دائمی کے پایا گیا اور اوسپر حاجت کا ہونا
اور پہلے لوگوں کا اسکو برتنا ضمیمہ ہوگیا علاوہ ازیں ہدیوں کا قبول کرنا بدون ایجاب
وقبول سبکی عادت ہی حالانکہ ملک کی تبدیل ہدیہ میں بھی ہو اور کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا
کہ جب چیز کی عوض میں ملک بدلے تب ایجاب و قبول ضروری ہو اور جب بدون
عوض بدلے تو ضرورت ایجاب و قبول کی نہ رہی ہاں یہی ہے کہ پہلے لوگوں کی عادت
اسی طرح تھی کہ ہدیہ حقیر چیز کا ہو یا نفیس کا اوسکو بلا ایجاب و قبول منظور کرتے تھے
بلکہ ہدیہ کسی طرح کا ہو اوس میں ایجاب و قبول کی طلب کو برا سمجھتے تھے اور بیع میں سوا
ادنی چیزوں کے اور کسی میں ایجاب و قبول ہونے کو برا نجانتے تھے۔ غرضکہ ہمارے
نزدیک یہ احتمال نہایت درست ہے اور معتمد اتقی دیندار کو شایان ہے کہ ایجاب و قبول
ترک نکرے تاکہ شبہہ خلاف سے بری ہوجاوے یعنی جس صورت میں کہ اوسکو یہ معلوم ہو
کہ بائع اس چیز کا مالک بدون ایجاب و قبول کے ہوا ہے تو اوسکے لیے مناسب نہیں
کہ اس وجہ سے خود ایجاب و قبول نکرے کیونکہ اصل حقیقت بائع کی ملک کی معلوم
نہیں ہوسکتی کیا عجب ہو کہ اوسنے وہ چیز ایجاب و قبول ہی سے لی ہو ہاں اگر اوس کے
لینے کے وقت یہ شخص خود موجود ہو یا بائع اپنی زبان سے اقرار کرے کہ میں نے بدون
ایجاب و قبول کے لی ہے تو اس صورت میں وہ چیز اوس سے خرید نکرے کسی اور
سے مول لے پس اگر بیع حقیر چیز ہو اور مشتری کو اوسکی ضرورت بھی ہو تو زبان سے
ایجاب و قبول کرلے کیونکہ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ آگے کو بائع سے جھگڑا نہ ہوگا

ہوتا ہے کہ لفظ صریح سے پھرنا ممکن نہیں اور فعل سے البتہ پھر جانا ممکن ہے۔ اب
اگر یہ کہو کہ یہ بات حقیر چیزوں کی چیزوں میں تو ہو سکتی ہے لیکن جس صورت میں کہ کسی شہر میں
گیا خواہ کسی کے یہاں مہمان ہوا اور اوسکو معلوم ہے کہ وہ لوگ بیع میں صرف داد و ستد پر
اکتفا کرتے ہیں اور زبانی ایجاب و قبول نہیں کرتے یا اون سے اس امر کو سنا خواہ اپنی
آنکھ سے اونکے معاملات دیکھے تو اس صورت میں اوسکو کیا کرنا چاہیے اونکے کھانے سے
دست کش ہونا چاہیے یا نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ چیز کے خریدنے سے تو بلا تامل
احتراز واجب ہے بشرطیکہ شے نفیس ہو اور حقیر نہو مگر کھانے سے دست کش ہونا واجب نہیں
اسلیے کہ ہم فعل کو اگر نقل ملک کی دلیل کرنے میں تردد کریں تو اباحت کی دلیل ٹھہرانے
میں کیا تردد چاہیے اباحت کا حال زیادہ گنجایش رکھتا ہے اور ملک کی تبدیل کے
معاملہ میں اتنی گنجایش نہیں پس جو کھانے کی چیز کہ اوسمیں تعاطی سے بیع ہوئی ہو
بائع کا اوسکو دیڈالنا اجازت اکل میں داخل ہوگا بقرینۂ حالیہ جیسے حمامی کی اجازت
حمام میں جانے کی قرینۂ حالیہ سے سمجھی جاتی ہے اسی طرح تسلیم بائع کی اس امر کی بھی
اجازت جانی جاویگی کہ مشتری جسکو چاہے اوس چیز کو کھلا دے یعنی بائع کا مبیع کو حوالہ
کر دینا اس جملہ کے قائم مقام کر لیا جاویگا کہ میں نے یہ کھانے کی چیز مشتری کو مباح
کر دی چاہے خود کھا دے چاہے دوسرے کو کھلا دے تو اس صورت میں مشتری کو
اوسکا کھانا اور کھلانا حلال ہوگا۔ اور اگر بائع تصریح کر دیتا اور کہتا کہ اس کھانے کو
کھالے اور کھانے کے بعد مجھکو اوسکا عوض دیدینا تو کھانا حلال ہو جاتا اور کھانیکے
بعد اوسکو تاوان دینا پڑتا یہ ہے فقہ کا قیاس میری دانست میں لیکن تعاطی کے بعد
مشتری بائع کی ملک کھاویگا اور اوسکو ضائع کریگا تو مشتری پر تاوان چاہیے اور نرخ
بازار کے موافق دام اوسکے ذمہ پر واجب الادا ہوئے اور جو دام کہ مشتری نے بائع کو
دیے ہیں اگر وہ مبیع کی قیمت کی مثل ہیں تب تو بائع اپنا حق پا چکا اوسکو اختیار ہے
کہ اون میں تصرف مالکانہ کرے بشرطیکہ جسپر اونکا مطالبہ ہے اوس سے مطالبہ کرنیسے
عاجز ہو اور اگر مطالبہ پر قادر ہے تو اس صورت میں جو دام پا چکا ہے اون میں تصرف
مالکانہ نکرے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ مشتری اون داموں کو قرض میں دینے پر
راضی نہو تو ایسی صورت میں بائع کو چاہیے کہ مشتری سے اپنے دام مانگے مگر چونکہ

تعاطی کی صورت مین رضا طرفین بقرینۂ حالیہ چیز کے دینے کے وقت معلوم ہوتی ہے
تواس وجہ سے فعل کو دلیل رضا ٹھہرا کر اگر بائع مشتری کے دیے ہوئے دامون سے
اپنا حق لے لیوے تو کچھ بعید نہین پھر بھی بہر حال بائع کی جانب زیادہ دقیق ہے کیونکہ
جو کچھ اوسنے مشتری سے پایا ہے اوسمین کبھی تصرف کرنا چاہتا ہے اور یہ تصرف اوسکا
ہو نہین سکتا جب تک کہ مشتری کے ہاتھ مین اوسکی چیز تلف نہ ہولے پھر بعض اوقات
اوسکو یہ حاجت پڑتی ہے کہ قصد تملک از سر نو کرے اور بعض اوقات صرف رضامندی
جو فعل سے مستفاد ہوتی ہے نہ قول سے اوسکی جہت سے مالک ہو جاتا ہے مگر کھانیکی
چیز جو مشتری کے پاس گئی اور اوسکو اوس سے اور کوئی غرض بجز کھا لینے کے نہین
تو اوسکی جانب اتنا کھٹکا نہین کیونکہ اباحت جو فعل سے بقرینۂ حال سمجھی جاتی ہے اوس سے
کھانا مباح ہو جاتا ہے۔ لیکن تقریر گذشتہ سے کبھی یہ لازم آتا ہے کہ مہمان جو چیز کھا کر
تلف کر دے اوسکا تاوان اوسکے ذمہ پر ہو اور یہ تاوان اوس وقت اوسکے ذمہ سے
ساقط ہو جبکہ چیز کا بائع مشتری یعنی میزبان کی دی ہوئی چیز پر تملک کرلے تو اوسوقت
مین گویا میزبان اسکا قرض ادا کر دیگا اور جو اوسکے ذمہ تھا وہ اپنے ذمہ پر لے لیویگا
غرض کہ تعاطی کا قاعدہ نہایت دقیق ہے اس باب مین فتوی دینے کی بنا انھین
احتمالات اور ظنون پر ہے جو ہمنے بیان کیے اور پرہیزگار آدمی کے لیے اتنا ہی چاہیے
کہ وہ اپنے دل سے فتوی لیوے اور شبہون کی جگہہ سے احتراز کرے۔

دوسرا بیان سود کے معاملہ کے ذکر مین - اللہ تعالی نے سود کو حرام فرمایا اور
اوسکے باب مین تشدد کیا تو جتنے صراف اور سونے چاندی کا معاملہ کرنے والے ہین
خواہ غلہ کی تجارت کرتے ہین اون پر سود سے احتراز کرنا واجب ہے کیونکہ سود دو ہی
چیزون مین ہوتا ہے ایک نقد مین دوم غلہ مین۔ صراف کو چاہیے کہ ادھار و زیادتی
سے بچے۔ اودھار سے بچنے کے یہ معنی ہین کہ چاندی سونے کی جو چیز چاندی سونے کی
کسی چیز کے بدلے مین بیچے تو چاہیے کہ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے یعنی بائع ثمن پر
اور مشتری مبیع پر اوسی مجلس پر قبضہ کرلین یہ نہو کہ بائع کی چیز آج لے اور اپنی چیز
مشتری کل کو دیوے یا کچھ عرصہ کے بعد حوالہ کرے غرضکہ سونے چاندی کی بیع مین
اودھار نہ ہونا چاہیے اس سے یہ نکلا کہ صراف جو سونا خواہ چاندی ٹکسال مین دین

اور اونکے عوض اشرفیان خواہ روپیہ بعد کو لیوین تو ادھار ہونے کی جہت سی یہ بیع حرام ہوگی اور اس وجہ سے بھی حرمت ہے کہ برابری مبیع اور ثمن مین نہین ہوتی کیونکہ ٹکسال مین سونے چاندی کا وزن بعد ٹھپہ لگنے کے اوسقدر نہین رہتا جتنا پیشتر تھا اور زیادتی سے بچنا یہ ہے کہ تین باتوں سے احتراز کرے اول سکہ کے ٹکڑے کو پورے سکہ سے بیچنے سے کہ دونون کی بیع درست نہوگی جب تک کہ دونون ایک سی نہونگے دوم کھوٹے سکہ کو کھرے کے بدلہ مین بشرطیکہ دونون کی تول مین فرق ہو تو ایسا نچاہیے کہ جس سکہ کا وزن کم ہو اور مال کھرا ہو اوسکو ایسے سکہ سے بدلے جسکا مال کھوٹا اور وزن زیادہ ہو اور یہ دونون اوس صورت مین ناجائز ہین کہ چاندی چاندی کے عوض اور سونا سونے کے بدلے بیچا جاوے لیکن اگر مبیع اور ثمن مختلف جنسین ہون مثلاً ایک طرف چاندی ہو اور دوسری طرف سونا تو زیادتی کا مضائقہ نہین تیسری صورت یہ ہے کہ جو چیز چاندی اور سونے سے مرکب ہو مثلاً اشرفیان جن مین چاندی مخلوط ہو اگر سونے کی مقدار مجہول ہوگی تو اوسکا معاملہ ہرگز درست نہوگا ہان اگر وہ سکہ شہر مین رائج ہوگا تو ہم اوسکے معاملہ کی صحت کا حکم کرینگے اس شرط پر کہ نقد کے عوض معاملہ نہو اور یہی حال ہے اون روپیون کا جنمین تانبا ملا ہو کہ اگر شہر مین چلتے نہونگے تو اون سے معاملہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ اون سے مقصود چاندی ہے اور وہ معلوم نہین کہ کتنی ہے اور اگر شہر مین رائج ہونگے تو ہم اونسے معاملہ کرنیکی اجازت دینگے حاجت کی وجہ سے اور نیز اس باعث سے کہ اس صورت مین اونکی چاندی نکالنی مقصود نہین مگر چاندی کے عوض مین ہرگز اونکی داد و ستد نہ ہونی چاہیے۔ اور اسی طرح جو زیور کہ سونے اور چاندی سے مرکب ہو اوسکا خریدنا سونے کے عوض درست نہین اور نہ چاندی کے عوض بلکہ اور اسباب کی عوض خریدنا چاہیے اگر سونے کی مقدار معلوم ہو لیکن جس صورت مین کہ زیور مذکور پر سونے کا ملمع ایسا ہو کہ آگ مین رکھنے سے جدا سونا نکل سکے تو ایسے زیور کی بیع اوسکے ہموزن چاندی کی عوض خواہ سوا چاندی کے جس چیز کی عوض مشتری چاہے جائز ہے۔ اور اسیطرح صراف کو سونے کے عوض مین ایسا ہار خریدنا نہ چاہیے جس مین سونا اور پوت دونون ہون اور نہ اوسکو سونے کے عوض فروخت کرنا چاہیے بلکہ چاندی کے عوض اوسکی خرید و فروخت یداً بید کرے اگر اوسمین چاندی

اور جو کپڑا کہ سونے کے تارون سے بنا ہوا ہو اسطرح کہ جلانے سے اوسکا سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اوسکو سونے کے عوض خریدنا جائز نہین چاندی وغیرہ کے بدلے مین درست ہے۔ اور کھانے کی چیزون کی سوداگری کرنے والون کو چاہیے کہ جنس طعام اگر مبیع اور ثمن ہون تو خواہ ایک ہی ہو یا مختلف مجلس عقد مین اونکا تقابض کر لیا کرین جیسے گیہون کو گیہون کے بدلے فروخت کرین یا چنے کے عوض تو دونون صورتون مین اس ہاتھ دین اس ہاتھ لین اور اگر مبیع اور ثمن ایک ہی جنس ہو تو اتنا لحاظ اور ضروری ہے کہ دونون چیزین برابر بھی ہون اور اس باب مین کئی ایک معاملے لوگون مین رائج ہو رہے ہین حالانکہ وہ درست نہین مثلاً قصائی کو بکری زندہ دیتے ہین اور اوسکو عوض مین اوس سے گوشت نقد یا اودھار لیتے ہین اور یہ حرام ہے یا نان بائی کو گیہون دیکر اونکو عوض اوس سے روٹی نقد یا اودھار لیتے ہین یہ بھی حرام ہے یا تیلی کو ناریل اور تل اور زیتون اور سرسون وغیرہ دیتے ہین تاکہ ان چیزون کے عوض اوس سے انکا تیل اوسی وقت خواہ کچھ عرصہ کے بعد لیوین حالانکہ یہ بھی حرام ہے اسی طرح گھوسی کو دودھ دیتے ہین کہ اوس سے پنیر اور گھی اور مکھن خواہ اور کوئی چیز دودھ کی لیوین وہ بھی حرام ہے غرضکہ اشیاء خوردنی مین سے اگر کوئی چیز غیر جنس کے عوض بیچی جاوے تو اوس مین اودھار نہونا چاہیے اور اگر اوسی جنس کی عوض ہو تو اوس مین برابری بھی ضروری ہے۔ اور جو چیز کہ کسی خوردنی چیز سے بنتی ہے اوسکی بیع عوض مین اوس خوردنی کے درست نہین خواہ دونون برابر ہون یا کم وبیش مثلاً آٹا اور روٹی اور ستو جس غلہ کا ہو انکی بیع اوس غلہ کے عوض نہ چاہیے اور سرکہ اور شیرہ اور دوشاب جس میوہ کا ہو اوسکی بیع اوس میوہ کے عوض نہونی چاہیے اور گھی اور مکھن اور مٹھا اور پنیر اور کھویا جو دودھ سے بنتے ہین اونکی بیع دودھ کے عوض نہ چاہیے اور مبیع اور ثمن کی برابری اشیاء خوردنی مین جبھی تک کارآمد ہے کہ وہ چیزین ذخیرہ کرنے کی ہون اور جب ایسی ہون کہ قابل ذخیرہ کرنے کے نہون اور ایک حال پر نہ رہتی ہون تو اون مین برابری مفید نہوگی اس بنا پر خرما تر کی بیع خرما تر کے عوض مین اور انگور کی انگور کے بدلے مین درست نہوگی خواہ مبیع و ثمن برابر ہون یا کم وبیش۔ پس یہ چند امور ہوئے جو بیع کی تعریف مین اور مقامات فساد پر تاجر کو واقف کرنے مین کافی ہین کہ جب اوسکو کچھ شک ہو

یا کوئی بات سمجھ مین نہ آوے تو دریافت کرلے اور اگر اسقدر باتین بھی نہ جانتا ہوگا تو سوال کی جگہون سے بھی ناواقف رہیگا اور نادانستہ سود اور حرام مین داخل ہوجاویگا۔

تیسرا بیان سلم یعنی بدنی کے ذکر مین۔ تاجر کو اس باب مین دس شرطون کا لحاظ چاہیے۔ اول یہ کہ راس المال جو پیشگی دیا جاوے وہ معلوم ہو مجہول نہو تاکہ اگر طرف ثانی بدنی کی چیز نہ دے سکے تو مال والا اپنے مال کو اوس سے واپس لے سکے پس اگر اول ایک مٹھی بھر روپے اٹکل سے دیے کہ انکے عوض اتنے گیہون لینگے تو ایک روایت کے بموجب یہ بدنی درست نہو گی۔ دوم یہ کہ راس المال کو جدا ہونے سے پیشتر عین عقد کی مجلس مین حوالہ کردینا چاہیے اگر دوسرا شخص راس المال پر قبضہ نہ کریگا اور دونو اوس مجلس سے علیحدہ ہوجاوینگے تو بدنی ٹوٹ جاویگی۔ سوم یہ کہ مسلم فیہ یعنی جس چیز کی بدنی کیجاوے وہ ایسی شے ہو کہ اوسکے اوصاف کو بتا سکین جیسے غلہ اور حیوانات اور کان کی چیزین اور روئی اور اون اور ریشم اور دودھ اور گوشت اور گندھیون کی چیزین اور جو انکی مثل ہو اور معجونون اور مرکب چیزون کی بدنی اور ایسے اشیا کی جنکی اجزا مختلف ہوتی ہون جیسے کمانین اور تیر بنائے ہوئے اور موزے اور جوتے جنکی افراد اور ساخت مختلف ہون اور حیوانات کے چمڑون کی بدنی درست نہین اور روٹی کی بدنی جائز ہے اور روٹی مین جو آب نمک کم یا زیادہ پکانے سے مختلف ہوجاتا ہے وہ معاف ہے اور اوس سے چشم پوشی کرلیجاتی ہے۔ چہارم یہ کہ جو چیزین وصف کے قابل ہون اونکے اوصاف کامل طور پر بیان کردیے جاوین یہان تک کہ ایسا وصف کوئی نہ رہجاوے جسکے سبب سے چیز کی قیمت مین اتنا فرق ہوجاوے کہ لوگ اوسکو ناگوار جانین اور اونہی کمی نہ اوٹھاوین کیونکہ ایسے اوصاف بیان کرنے قائم مقام دیکھ لینے بیع کے ہین بیع مین۔ پانچوین یہ کہ اگر بدنی مدت پر ٹھہرے تو مدت معین ہو یون نہ کہے کہ کھیت کٹنے یا پھل پکنے تک بدنی کرتے ہین بلکہ مہینون اور دنون کے شمار سے مدت مقرر کرنی چاہیے اسلیے کہ کھیت کا کٹنا اور پھل کا پکنا آگے پیچھے بھی ہوجاتا ہے۔ چھٹے یہ کہ مسلم فیہ ایسی چیز ہو جسکو آدمی وعدہ کے وقت دے سکے اور بظن غالب اوس وقت اوسکے معدوم ہونے سے مامون ہو تو یون نچاہیے کہ انگور اور دوسرے میوون کی بدنی ایسی مدت پر کرے جس مین وہ نہ پکین لیکن اگر مدت ایسی مقرر کی تھی کہ غالبا اوس وقت

مسلم فیہ موجود ہوتی مگر وعدہ پر کسی آفت کی وجہ سے نہ دے سکا تو مالک مال کو اختیار ہے
چاہے اوسکو مسلم فیہ کے بہم ہوجانے تک مہلت دے یا معاملہ کو فسخ کرکے اپنا مال یا ہوا
واپس لے۔ ساتوین یہ کہ جس مکان مین مسلم فیہ کو دیگا اوسکا ذکر کر دینا چاہیے بشرطیکہ
چیزین مکان کے اختلاف سے اختلاف قیمت ہوتا ہو تاکہ اسکے باعث نزاع نہ پیدا ہو
آٹھوین یہ کہ مسلم فیہ کو معین چیز سے متعلق نکرے مثلاً یون نہ کہے کہ اس کھیت کے
گیہون یا اس باغ کا پھل لین گے کیونکہ اس قید سے مسلم فیہ کا دین ہونا باطل ہوجاتا ہے
ہان اگر یون کہے کہ فلان شہر کا پھل یا فلان قصبہ کلان کا لین گے تو کچھ ضرر نہین
اوس شخص کو وہی دینا پڑیگا۔ نوین یہ کہ مسلم فیہ کوئی ایسی چیز نہو جس کا وجود کمیاب ہو
مثلاً موتی کے ایسے اوصاف کہدیے کہ اوسطرح کا کم ملے یا خوبصورت لونڈی کو مسلم فیہ
قرار دیا اور کہدیا کہ بچہ بھی اوسکے ساتھ ہو یا اور اسیطرح کی چیز کہ اکثر مل نہ سکے۔ دسوین
یہ کہ جب راس المال اشیاء خوردنی مین سے ہو تو مسلم فیہ کھانے کی چیز نہونی چاہیے
خواہ راس المال کی جنس ہو یا نہو اور راس المال اگر از قسم نقد ہو تو مسلم فیہ نقد نہونا چاہیے
چنانچہ اسکا ذکر سود مین ہم کر چکے ہین

چوتھا بیان معاملہ اجارہ کے بیان مین جسکو نوکری اور مزدوری اور کرایہ اور ٹھیکہ کہتے ہین۔ اس معاملہ کے دو رکن ہین اول اجرت دوم منفعت معاملہ کرنیوالا اور الفاظ
معاملہ اسمین ویسے ہی معتبر ہونگے جو ہم بیع مین ذکر کر چکے ہین اور اجرت اس معاملہ مین
ایسی ہے جیسے ثمن ہے بیع مین اسلیے جو شرطین ہم بیع مین ثمن کے لیے لکھ آئے ہین اونھین
چیزون کے ساتھ اجرت کا معلوم اور موصوف ہونا چاہیے بشرطیکہ اجرت نقد چیز ہو اور
اگر دین ہو تو اوسکی صفت اور مقدار معلوم ہونی چاہیے۔ اور اس معاملہ مین اون باتون سے
احتراز کرنا چاہیے جنکی عادت لوگون کو پڑ رہی ہے اور اونکی کچھ اصل نہین مثلاً گھر کو
کرایہ دینا اوسکی تعمیر کے عوض مین کہ اسمین مقدار تعمیر مجہول ہے۔ اور اگر کرایہ کے
روپئے مقرر کیے اور کرایہ دار سے شرط کرلی کہ انکو تعمیر مین لگا دینا تو جائز نہوگا اس لیے
کہ تعمیر مین لگانیکا عمل مجہول ہے۔ اور اگر جانور کی کھال کھچوائی اور اجرت مین کھال کو
مقرر کر دیا خواہ مردار کو اٹھوایا اور اجرت مین اوسکی کھال اوٹھانیوالے کو دیڈالے یا
آٹا پسوایا اور بھوسی کو اجرت ٹھہرایا خواہ کچھ آٹے مین سے دینا کہا تو یہ معاملے باطل ہین

اور یہی حال ہے ہر ایک اجرت کا جو مزدور یا کرایہ دار کے عمل سے حاصل ہو تو چاہیے کہ
ایسی چیز کو اجرت مقرر نکرے - اور ایک صورت یہ ہے کہ مکانون اور دوکانون کے
کرایہ مین بہت سے دنون کا کرایہ اکٹھا ٹھہرا دیوین پس اگر یہ کہدیوین کہ ہر مہینے پیچھے
ایک دینار ہے اور مدت کرایہ کے مہینے نہ بیان کرین تو مدت مجہول رہیگی اور اجارہ منعقد
نہوگا - دوسرا رکن اجارہ کا وہ منفعت ہی جو اجارہ سے مقصود ہو اور وہ صرف کام ہے اور
جو کام کہ مباح اور معلوم ہو اور کرنیوالے کو اوسمین محنت پڑتی ہو اور ایک شخص دوسرے
کی طرف سے اوسکو سلوک کے طور پر کر دیتا ہو تو ایسے کام کے لیے اجارہ درست ہے
اور اجارہ کے سب فروع اس قاعدۂ کلیہ مین مندرج ہین مگر ہم اونکی تفصیل سے کلام کو
طول نہین دیتے اس لیے کہ فقہیات مین ہم اوسکو مفصل لکھ چکے ہین اس کتاب مین
صرف اون چیزون پر اشارہ کرتے ہین جو اکثر کام آوین پس جس کام پر اجارہ یا ٹھیکا ہو
اوسمین پانچ باتون کو لحاظ رکھنا چاہیے - اول یہ کہ اوس کام کی کچھ قیمت ہو یعنی اوسمین
کچھ کلفت اور مشقت ہو اس سے یہ نکلا کہ اگر اشیاء خوردنی اس لیے کرایہ لین کہ اونسے
دوکان کو سجاوے یا درخت اس لیے کرایہ لیے کہ اونپر کپڑے سکھاوے یا روپیے اس
غرض سے کرایہ لے کہ اون سے دوکان کو زینت دے تو یہ معاملے درست نہ ہونگے
اسلیے کہ یہ منافع ایسے ہین جیسے چیزون مین تل اور گیہون کا ایک دانہ ہو جس کی بیع
درست نہین اور اسی وجہ سے اگر کسی بیچنے والے کو مزدور مقرر کیا کہ ایسی بات کہے
جس سے مال کی ترویج ہو تو یہ اجرت درست نہوگی اور یہ جو معمول ہو گیا ہے کہ بیچنے والے
اپنی وجاہت اور حشمت کے عوض مین اور اس امر کے بدلہ مین کہ مال کی فروخت مین
ہمارا قول مانا جاتا ہے مالکان مال سے کچھ حیثیت سے زیادہ لیتے ہین وہ حرام ہے کیونکہ
اونکو بجز ایک بات کرنے کے اور کوئی محنت نہین پڑتی اور ایک بار زبان ہلا دینے کی
کچھ قیمت نہین ہان یہ اجرت اونکو اوس وقت درست ہوگی کہ معاملہ کے کرنے مین
آمد و رفت کرنی پڑے یا بولتے بولتے مغز ہلجاوے پھر بھی مستحق اجرت مثل کے ہونگے
کہ جتنی محنت کی ہو اوس قدر محنت کی جو مزدوری ہوتی ہو وہ پاوین اور اونھون نے
جو باتفاق ہمدگر ایک دستور باندہ لیا ہے وہ ظلم ہے اور بوجہ حلال نہین لیتے - دوسرے
یہ کہ اجارہ مین یہ نہو کہ کوئی شے مقصود کرایہ دار کے ملک مین آوے بجز نفع کے مثلاً

اگر انگور کا ٹھیکہ لیا اس غرض سے کہ اوسکی پیداوار ہم لینگے یا دودھ کے جانور کو کرایہ لیا
دودھ کے واسطے خواہ باغ کو کرایہ پر لیا پھلون کے واسطے تو درست نہوگا۔ مگر دودھ
پلانیوالی کو اجرت پر مقرر کرنا درست ہی اس صورت مین دودھ تابع ہوجائیگا اسوجہ سے
کہ اوسکو علیحدہ نہین کرسکتے اور اسی طرح کاتب کی سیاہی اور درزی کے دھاگے کو تابع
تصور کیا جاتا ہے کیونکہ یہ چیزین علیحدہ مقصود نہین تیسرے یہ کہ عمل ایسا ہو کہ اوسکو
مزدور ظاہر مین اور شریعت کی روسے مالک کو دے سکے تو اگر کسی کم زور آدمی کو ایسے
کام کے لیے مزدور کیا جاویگا جو اوس سے نہو سکے تو یہ اجارہ درست نہوگا یا گونگے کو
تعلیم وغیرہ کے لیے مزدور کرنا صحیح نہوگا اور جن امور کا کرنا حرام ہے وہ شریعت کی روسے
مزدور نہین دیسکتا مثلاً اس بات پر مزدور کرنا کہ صحیح سالم دانت کو اوکھاڑ ڈالے یا کسی
عضو کو کاٹ ڈالے جسکے کاٹنے کے لیے شریعت مین اجازت نہین یا حائضہ عورت کو
مسجد مین جھاڑو دینے کے لیے مزدور کرے یا معلم کو جادو اور فحش سکھانے پر نوکر رکھے
یا دوسرے کی بی بی کو بدون اوسکے شوہر کی اجازت کے دودھ پلانے کے لیے نوکر رکھے
یا مصور کو جاندارون کی تصویرین بنانے کے لیے اجرت دے یا سونار کو سونے چاندی
کے برتن ڈھالنے کے لیے مزدوری دے تو یہ سب باطل ہین۔ چوتھے یہ کہ وہ کام ایسا نہو
کہ مزدور پر اوسکا کرنا واجب ہو اور نہ ایسا ہو کہ مالک کی طرف سے اوسمین نیابت نہ چلے
تو اب اگر جہاد کرنے پر اجرت لیگا تو جائز نہوگی اسی طرح جن عبادات مین نیابت نہین
ہوسکتی اون پر بھی اجرت ناجائز ہے اسلیے کہ وہ مالک کی طرف سے نہونگی بلکہ مزدور کی
طرف سے ادا ہونگی۔ ہان دوسرے کی طرف سے حج کرنی اور میت کے نہلانے اور
قبر کھودنے اور مردون کے دفن کرنے اور جنازہ اوٹھانے پر مزدوری لینی درست ہی۔
اور نماز تراویح کی امامت اور اذان دینے اور تعلیم اور قرآن پڑھانے کی اجرت لینے مین
اختلاف ہی مگر کوئی خاص مسئلہ سکھا دینے یا کوئی معین سورت کسی خاص شخص کو سکھا دینے
کی اجرت لینی درست ہی۔ پانچوین یہ کہ عمل اور منفعت معلوم ہو مثلاً درزی کا کام کپڑے مین
بتا دیا جاوے اور معلم کو سورہ کی تعلیم اور اوسکی مقدار معلوم کرا دیجاوے اور جانور کی
بار برداری مین بوجھ کی مقدار اور مسافت کا حال کہدیا جاوے غرضکہ جو باتین عادت
مین خصومت کی باعث ہون اونکو گول نہ رکھنا چاہیے صاف صاف اول ذکر کر دینا چاہیے

اور اونکی تفصیل طویل ہے ہم نے اسی قدر پر اکتفا کی کہ اوس سے احکام کھلنے کے کھلے معلوم ہو جاویں اور مشکل موقعون پر واقفیت ہو تا کہ اونکو عالم سے دریافت کیا جاوے علاوہ ازین سب مسائل کو کما حقہٗ مفصل جاننا مفتی کا کام ہے نہ عوام کا

پانچوان بیان معاملہ مضاربت کے ذکر مین - اس معاملہ مین تین ارکان کا لحاظ کرنا چاہیے اول راس المال کا اوس مین یہ شرط ہے کہ نقد اور معین ہو اور مضارب کو دیدیا جاوے نقد کی قید سے یہ فائدہ ہوا کہ اگر راس المال پیسے یا اسباب ہوگا تو مضاربت درست نہوگی کہ تجارت کا باب اون دونون مین تنگ ہے اور معین سے یہ نکلا کہ اگر راس المال مین ایک روپیون کی تھیلی و بدے تو درست نہوگی اس لیے کہ اوسمین نفع کی مقدار مجہول رہیگی اور مضارب کو دینے سے یہ نکلا کہ اگر راس المال کو مالک اپنے قبضہ مین رکھنے کی شرط کریگا تو مضاربت صحیح نہوگی کہ اس صورت مین بھی راہ تجارت تنگ ہو - دوسرا رکن مضاربت کا نفع ہے اوس مین یہ شرط ہے کہ حصہ اور سہام سے مقرر ہووے مثلاً مضارب کے لیے تہائی یا چوتھائی یا آدھا یا اور کوئی سہام مقرر کیا جاوے یہ نکہے کہ تجکو سو روپیے دونگا اور باقی میرا رہیگا کہ اسطرح مضاربت درست نہوگی اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ نفع سو روپیہ سے زیادہ نہو تو محنت مضارب کی رایگان جاویگی اسی لحاظ سے نفع کی مقدار شمار کی رو سے معین نہونی چاہیے بلکہ سہام کے لحاظ سے معین کیا جاوے تیسرا رکن مضارب کا کام ہے اوسکی شرط یہ ہے کہ کام اس طرح کا ہو جس سے تجارت کا باب اوسپر تنگ نہو یعنی کسی مال معین اور وقت معین کی قید نہ لگائی جاوے مثلاً اگر یہ شرط کرے کہ راس المال کے بدلہ مین مواشی خرید کرنا اور اون سے نسل لینا اوس نسل کو آپس مین تقسیم کر لینگے یا گیہون خرید کر روٹی پکانا اور پھر جو نفع ہوگا اوسکو آپس مین بانٹ لین گے تو درست نہوگی اس لیے کہ مضاربت کی اجازت تجارت مین ہے اور وہ بیع و شرا اور اونکے متعلق باتین کرنے سے ہوتی ہے اور روٹی پکانا اور مواشی کی رکھوالی داخل تجارت نہین بلکہ یہ حرفے ہیں اسلیے مضاربت درست نہوگی - اور اگر مضارب سے یہ شرط کرلے کہ بجز فلان شخص کے اور کسی سے مت خرید کرنا یا سرخ حریر کے سوا اور کوئی تجارت نکرنا یا اور کوئی ایسی شرط لگائے جس سے تجارت کی راہ اوسپر تنگ ہو گئی تو عقد مضاربت فاسد ہو جاویگی - اور جب کہ عقد مضاربت دو شخصون مین ہو جاوے تو اب مضارب

وکیل ہے راس المال مین تصرف وکیلون کی طرح کرے اور مالک جسوقت چاہے مضاربت
کے عقد کو فسخ کر سکتا ہے لیکن اگر ایسے وقت مین فسخ کریگا کہ مال مضاربت بالکل نقد ہو
تب تو نفع کا بانٹنا ظاہر ہے اور اگر مال مضاربت اسباب ہو اور اوسمین کچھ نفع ہوا ہو
تو وہ مالک کو پھیر دیا جاویگا اور مالک کو یہ اختیار نہین کہ مضارب سے کہے کہ اس مال
کو نقد کر دے کیونکہ عقد مضاربت تو فسخ ہو گیا اوسکے سوا اور کوئی چیز مضارب کے
ذمہ پر لازم نہین اور اگر مضارب کہے کہ مین اسکو بیچے دیتا ہون اور مالک انکار کرے
تو مالک کی رائے مانی جاویگی ہان جس صورت مین کہ مضارب کو کوئی ایسا گاہک ملے
جسکے باعث راس المال پر نفع ہوتا ہو تو اب مضارب کے قول پر عمل ہوگا۔ اور اگر
راس المال مین نفع بھی ہوا ہو اور سب اسباب ہو تو مضارب کو چاہیے کہ راس المال
کی قدر اوس مین سے بدلے اوس نقد کے جو راس المال مین لگا تھا فروخت کر ڈالے
اور کسی نقد کے عوض نہ بیچے تاکہ بچا ہوا مال فائدہ متصور ہو اور اوس مین دونون شریک
رہین اور مضارب پر یہ ضرور نہین کہ جو اسباب راس المال سے بڑھے اوسکو بیچ ڈالے
اور جب شروع سال ہوا کرے تو مالک اور مضارب زکوۃ کیلئے مال کی قیمت کا اندازہ کیا کرین
پس جس صورت مین کہ نفع کسیقدر ظاہر ہو تو قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ مضارب کے حصہ کی
زکوۃ مضارب کے ذمہ ہے اور نفع ظاہر ہونے پر وہ نفع کا مالک ہو جاتا ہے۔ اور مضارب
کو یہ اختیار نہین کہ مالک کی اجازت کے بدون مال مضاربت کو سفر مین لیجائے اگر لیجائیگا
تو اوسکے تصرفات تو درست ہونگے مگر صورت تلف نقد اور چیز سب کا تاوان دینا پڑیگا
کیونکہ باہر لیجانے سے اسکی تعدی ثابت ہوگی۔ اور اگر اجازت سے سفر کریگا تو درست ہے
اس صورت مین خرچ باربرداری اور چوکیداری کا مال مضاربت پر ہوگا جیسے کہ باتول
کی اور لپیٹنے لادنے کی مزدوری جسکی عادت سوداگرون کو نہو راس المال پر ہوتی ہے
لیکن تھان کا کھولنا اور تہ کرنا اور تھوڑے سے کام کا کرنا جو اکثر خود کیا کرتے ہین
اونپر مزدوری خرچ کرنے کا اختیار مضارب کو نہین۔ اور جبتک کہ مضارب اوسی
شہر مین رہے جہان مضاربت ہوئی ہے تو اوسکا نفقہ اور مکان سکونت خود اوسکے
ذمہ ہے مگر دوکان کا کرایہ اوسکے ذمہ نہین اور جس صورت مین کہ خاص مال مضاربت
کے لیے سفر کرے تو [illegible] اور اسکا نفقہ مال مضاربت پر ہوگا اور جب سفر سے کچھ

تو اوسکو چاہیے کہ سامان سفر کی جو چیزین رکھی ہین مثلاً لوٹا اور دسترخوان وغیرہ وہ مال مضاربت مین شامل کردے

چھٹا بیان معاملہ شرکت کے ذکر مین اور اوسکی چار قسمین ہین اون مین سے تین باطل ہین

اول شرکت مفاوضہ ہے اوسکی یہ صورت ہے کہ دو شخصون کے مال جدا جدا ہین اور وہ آپس مین کہیں کہ ہمنے شرکت مفاوضہ کی اس غرض سے کہ جتنا ہمکو نفع یا نقصان ہو اوس سب مین ہم شریک ہین تو یہ صورت باطل ہے دوم شرکت ابدان وہ یہ ہے کہ دو شخص اپنے اپنے کام کی اجرت مین ایک دوسرے کی شرکت شرط کرلین یہ بھی باطل ہے سوم۔ شرکت وجوہ وہ اسطرح ہے کہ دو شخصون مین سے ایک وجاہت رکھتا ہو اور اوسکا قول لوگ مانتے ہون وہ دوسرے کو اپنی وجاہت سے مال دلوادے اور فروخت دوسرا شخص کرے اور نفع مین دونون باہم شریک ہون یہ شرکت بھی باطل ہے چہارم شرکت عنان ہے جو درست اور جائز ہے اوسکی صورت یہ ہے کہ دو شخص اپنے مال آپس مین ایسی طرح ملادین کہ بدون تقسیم اون مین تمیز دشوار ہو اور ہر شخص دوسرے کو تصرف کی اجازت دیدے۔ پھر اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ نفع اور نقصان دونو نمبر حصہ رسد موافق دونون کے مالون کی تقسیم ہو جاوے اور یہ درست نہین کہ مالون کی نسبت کے سوا کوئی اور شرط تقسیم کی ٹھہرادین مثلاً اگر ایک کا مال تہائی ہو تو اوسکی شرکت نفع نقصان مین تہائی ہی رہیگی یہ نہوگا کہ وہ آدھے کا شریک ہو جاوے۔ پھر جب ایک شخص کو معزول کردیا جاوے تو اوسکا تصرف ممنوع ہوگا اور بانٹنے سے ایک دوسرے کی ملک علٰحدہ ہو جاویگی۔ اور صحیح یہ ہے کہ شرکت عنان اسباب مشترک سے بھی جائز ہے اسمین نقد کی بھی ضرورت نہین بخلاف مضاربت کہ اوسمین راس المال کا نقد ہونا چاہیے۔ حاصل یہ کہ علم فقہ مین سے اسقدر کا سیکھنا ہر پیشہ ور کو ضرور ہو ورنہ ناواقف حرام مین مبتلا ہو جاویگا۔ اور قصائی اور نان بائی اور بقال کے معاملہ سے تاجر اور غیر تاجر کوئی خالی نہین سبکو ضرورت پڑتی ہے اور اس معاملہ مین تین غلطیں پڑتی ہین۔ اول بیع کی شرطون کو ترک کرنا۔ دوم بدلی کی شرطون کو لحاظ رکھنا سوم معاطی پر اکتفا کرنا کیونکہ عادت یون ہو گئی ہے کہ جتنی ضرورت روزمرہ اشیا کی پڑتی ہے اوس قدر چٹھی ان لوگون کے پاس بھیجدی جاتی ہے پھر چند روز بعد حساب

اور ساری جنس کی قیمت ایسی لگائی جاتی ہے جسپر طرفین راضی ہوجاوین اور حاجت کے سبب سے ان امور پر مباح ہونے کا حکم ہے اور یہ مان لیا جاتا ہے کہ ان لوگون کا روزمرہ چیز کا دیدالنا متوقع عوض ملنے کے اوس چیز کے کھانے کو مباح کردیتا ہے مگر کھانے کے بعد ضمان چاہیے اور جس روز چیز کھایا اوس روز کا دام اوسکا ذمہ پہ ہوا تو یہ دام روزمرہ کے ذمہ پر جمع ہوگئے اب جو کسی قدر مدت کے بعد تراضی ہوئی تو چاہیے کہ اوسے مطلق فارغخطی کرائی جاوے تاکہ ایسا نہو کہ روزمرہ کی قیمتون کے تفاوت کو اوس مین کچھ دخل ہو تو ایسے معاملون مین اسی رواج پر قناعت کرنا چاہیے کیونکہ ثمن کا دینا ہر حاجت روزمرہ کے لیے ہر دم نہایت دقت ہے اسی طرح ہر گھڑی اونی اونی چیزون کے لیے ثمن مقرر کرنا اور ایجاب وقبول عمل مین آنا دشواری کی بات ہے پس جس صورت مین کہ اس قسم کے معاملے کثرت سے ہوتے ہین تو آسانی اسی مین ہے کہ اونکی قیمت یکجائی لگادی جاوے

تیسری فصل۔ معاملہ مین عدل کرنے اور ظلم سے احتراز کرنے کے بیان مین۔

واضح ہو کہ معاملہ کبھی ایسی طرح ہوتا ہے کہ مفتی اوسکو صحیح اور جائز بتاتا ہے مگر اوس مین ایسا ظلم ہوتا ہے جس کے سبب سے معاملہ کرنے والا خدا تعالی کے غصہ کا مستحق ہوتا ہے گو وہ معاملہ فی نفسہ فاسد نہو اور ظلم سے ہماری غرض یہ ہے کہ جس سے دوسرے کو ضرر ہو اور اوسکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ اوسکا ضرر عام ہو دوسری وہ کہ اوسکا ضرر خاص معاملہ کرنیوالے کو ہو۔ قسم اول کی بہت سی انواع ہین جنمین سے ہم دو کو درج کتاب کرتے ہین۔ اول گرانی کی نیت سے غلہ کو روک رکھنا کہ غلہ کا بیچنے والا غلہ کو جمع کرتا ہے اور بیچا ہو سکے گران ہونے کا منتظر رہتا ہے اور یہ فعل ظلم عام ہے اور اسکا کرنے والا شرع مین مذموم ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ تَكُنْ صَدَقَتُهٗ كَفَّارَةً لِاحْتِكَارِهٖ اور حضرت ابن عمر رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَبَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ۔ اور بعض روایت مین فَقَدْ بَرِئَ الخ کے عوض فَكَاَنَّمَا قَتَلَ نَفْسًا ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول مروی ہے کہ جو کوئی غلہ کو چالیس روز روک رکھے اوسکا دل سخت ہوجاتا ہے

اور یہ بھی نقل ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک غلہ کے روکنے والے کا مال آگ سے
پھونک دیا تھا اور غلہ کے نہ روکنے کے ثواب مین یہ حدیث مروی ہے کہ جو شخص باہر سے
غلہ خرید کر لاوے اور اوسی روز کے نرخ سے اوسکو بیچ دے تو گویا اوس نے وہ غلہ
خیرات کر دیا اور ایک روایت مین یون ہے کہ گویا اوسنے ایک بردہ آزاد کیا اور بعضون نے
اس آیت کی تفسیر مین وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ فرمایا ہے
کہ غلہ کا روکنا بھی ظلم ہے اور اس آیت کی وعید مین داخل ہے۔ اور بعض اکابر سلف
سے مروی ہے کہ وہ واسط مین تھے وہان سے اونھون نے ایک کشتی گیہون کی بھر کر
بصرہ کو بھیجی اور اپنے وکیل کو لکھ دیا کہ جس روز کشتی بصرہ مین داخل ہو اوسی روز غلہ فروخت کر دینا
توقف دوسرے روز تک مت کرنا اتفاقاً جب کشتی پہونچی تو نرخ ارزان تھا سوداگرون نے
وکیل سے کہا کہ اگر ایک ہفتہ ٹھہر و تو تمکو کئی گنا فائدہ ملیگا وہ ایک ہفتہ ٹھہر گیا اور اون کے
کہنے کے موجب کئی گنا نفع ہوا اور اپنے موکل کو یہ خبر لکھ بھیجی مالک غلہ نے اوس کے
جواب مین لکھا کہ میان صاحب ہم نے تھوڑے سے نفع پر قناعت کی تھی کہ ہمارا دین
بچا رہے تم نے ہمارے کہنے کے خلاف کیا ہمکو منظور نہین کہ نفع کئی گنا ملے اور ہمارے
دین مین سے اوسکے عوض کچھ کم ہو جاوے یہ تم نے بڑا قصور کیا اب اوسکا تدارک
یہ کرو کہ بمجرد میرے خط پہونچنے کے سب مال کو لیکر بصرہ کے فقیرون پر خیرات کر دو شاید
اس تدبیر سے مجکو ثواب نہو تو غلہ روکنے کے گناہ سے تو بچ جاؤنگا۔ اب جاننا چاہیے
کہ غلہ روکنے کی جو ممانعت ہے وہ مطلق ہے لیکن اوسمین وقت اور جنس کا لحاظ چاہیے
پس جنس کے اعتبار سے ممانعت جنس غذا مین عام ہے خواہ کوئی شے ہو کسی کا روکنا
نچاہیے ہان جو چیزین کہ آدمی کی غذا یا غذا پر مددگار نہین وہ اس ممانعت مین داخل
نہین گو کھائی جاتی ہون جیسے دوا بوٹی زعفران وغیرہ ہین اور جو چیزین کہ غذا پر
مددگار ہین مثل گوشت اور میوون کے یا ایسی چیزین کہ بعض اوقات مین غذا کی قائم مقام
ہو جاتی ہین گو ہمیشہ اونکو غذا نہین کر سکتے تو ان مین محل تامل اور اختلاف ہے بعض
علما نے ان اشیا کو بھی ممانعت مین شامل رکھا ہے اور گھی اور شہد اور شیرہ اور پنیر اور زیتون
کے تیل یا جو اس طرح کی چیزین ہون سب کو روکنے کو حرام فرمایا ہے اور بعض کے
نزدیک ان چیزون کو روکنے مین کچھ قباحت نہین۔ اور وقت کے لحاظ سے بھی تو ممانعت

یا توسب وقتون مین عام ہے اور وہ حکایت جو بصرہ مین غلہ پہونچنے کی وقت نرخ کے ارزان ہونے کے باب مین مذکور ہوئی اوس سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ممانعت سب وقتون مین نہ رہے بلکہ خاص اون وقتون مین ہو جنمین غلہ کی کمی ہو اور لوگون کو اوسکی حاجت ہو یہانتک کہ ترک کر بیچنے مین لوگون کا ضرر ہو اور جس صورت مین کہ غلہ کی افراط ہو اور لوگون کی حاجت اوسکی طرف نہو اور اگر کسیکی خواہش بھی ہو تو تھوڑے دام لگادین ایسے وقت مین اگر غلہ والا صبر کرے اور قحط کا امیدوار نہو تو اس مین کسی کا ضرر نہین۔ اور ایام قحط مین شہد اور گھی وغیرہ کو رکھ چھوڑنے سے ضرر ہوتا ہے تو چاہیے کہ اونکا رکھ چھوڑنا حرام ہو اور مدار حرمت کا ہونے اور نہونیکا ضرر پر کیا جاوے کہ طعام کی خصوصیت سے بھی سمجھا جاتا ہے اور جس صورت مین کہ ضرر نہین اوس صورت مین بھی غلہ کا روک کھنا خالی کراہت سے نہین اسلیے کہ اگرچہ غلہ والا متوقع ضرر کا نہین مگر اوسکے آغاز کا متوقع بہرصورت ہے یعنی بھاؤ کا گران ہونا اوسکو منظور نظر رہتا ہے اور جیسے خود ضرررسانی ممنوع ہے اور اسی طرح جو چیز اوسکی تمہید اور آغاز پڑے وہ بھی ممنوع ہے مگر اسکی برائی خود اوس کی نسبت کر کم ہے اور ضرررسانی کا منتظر رہنا خود ضرررسانی کی نسبت کر کم ہے غرض کہ جس درجہ کی ضرررسانی ہوگی اوسی کے موافق کراہت اور حرمت کو درجات متفاوت ہونگے۔ حاصل یہ کہ غذا کی تجارت مستحب نہین اسلیے کہ تجارت مین فائدہ مطلوب ہی اور غذائین قوام انسانی کے لیے اصل ہین اور چونکہ فائدہ اصل پر مزید ہوتا ہے تو چاہیے کہ ایسی ہی چیزون مین طلب کیا جاوے جو مخلوق کی اصل ضرورت مین داخل نہون اور خلق کو اونکی حاجت نہو۔ اور اسی وجہ سے کسی تابعی نے ایک شخص کو وصیت کی کہ اپنے لڑکے کو دو بیع مین مت سونپنا اور نہ دو پیشون مین بیعون مین سے اول بیع غلہ کی ہے دوم کفن کی بیع کیونکہ غلے کا بیچنے والا گرانی چاہا کرتا ہے اور کفن کا بائع لوگون کا مرنا چاہتا ہے اور دو پیشے یہین کہ اول قصائی کا اوس سے دل سخت ہو جاتا ہے دوم زرگری کہ وہ دنیا کو سونے اور چاندی سے زینت دیتا ہے۔

دوسری نوع ضرر عام کے نقد مین کھوٹے روپیون کا رواج دینا ہے اور یہ ظلم ہے کیونکہ اوس سے اہل معاملہ کو ضرر ہوگا بشرطیکہ ناواقف ہو اور اگر واقف ہوگا تو وہ دوسرون اوسکو رائج کریگا اسی طرح جس کے ہاتھ وہ پڑتا جاویگا وہ دوسرے کو دیتا جاویگا اور

اوراوسکا ضرر اور فساد دیر بابر پھیلتا جاویگا اور سب کا وبال اور گناہ اول شخص پر ہوگا کہ اوسی نے
یہ طریقہ نکالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا
مِنْ بَعْدِهِ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَمِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا

اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایک کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا سو روپیون کی چوری سے زیادہ
سخت ہے اسلیے کہ چوری ایک نافرمانی ہے کہ ہوگئی اور موت کے بعد منقطع ہوئی اور کھوٹے روپیہ
کا رائج کرنا ایک بدعت ہے جو رائج کنندہ دین مین ظاہر کرتا ہے اور ایک برا طریق ہے جسکو
بعد والون کے واسطے بنائے جاتا ہے تو اسکا گناہ موت کے بعد صدہا سال تک رہ سکتا ہے
جب تک کہ وہ روپیہ چلتا رہیگا اور اوسکے باعث جو کچھ خرابی اور نقصان لوگون کے مال
مین ہوگا اوس سب کا وبال اوسکی گردن پر رہیگا۔ اور خوش حال وہ شخص ہے کہ اوسکے
مرنے پر اوسکے گناہ بھی مرجاوین اور نہایت خرابی اوسکی ہے جو خود مرجاوے اور اوسکے گناہ
سو برس یا دو سو برس باقی رہین اور اونکے سبب سے قبر مین اوسپر عذاب ہوتا رہے
اور جب تک اوسکا انقطاع ہو تب تک کی بازپرس اوسی سے رہے اللہ تعالی فرماتا ہے
وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ یعنی ہم اونکے وہ اعمال جو پیچھے چھوڑ جاوینگے وہ بھی
لکھینگے جیسے وہ لکھین گے جنکو وہ اپنی زندگی مین کر گئے اور اسی طرح پر یہ ارشاد ہے ۔
يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ کہ با آخرت وہی آثار اعمال مراد ہین جو برے
طریقہ کی جڑ باندھ گیا ہے اور دوسرے اوسکو کرتے ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ کھوٹے روپیہ
کے متعلق پانچ باتین ہین اول یہ کہ جب ایسا روپیہ تاجر دیندار کے پاس آوے تو چاہیے
کہ اوسکو کنوئین مین ڈالدے کہ پھر کسی کے ہاتھ نہ لگے اور اس بات سے نہایت احتراز
کرے کہ اوسکو دوسرے معاملہ مین رائج کرے۔ اور اگر اوسکو توڑ ڈالے اسطرح کہ اوس سے
پھر معاملہ نہو سکے تو یہ بھی جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ تاجر کو نقد کا پرکھنا سیکھ لینا چاہیے
اس غرض سے کہ اپنے روپیون کو اچھا کھرا دیکھ لیا کریگا بلکہ اس نیت سے کہ کسی مسلمان
کو کھوٹا روپیہ اوسکے ہاتھ سے نادانستگی مین نہ دیا جاوے اور اوسکے باعث سے گناہگار
ٹھہرے تو اگر اس علم کے سیکھنے مین قصور کریگا تو خطاوار ٹھہریگا کیونکہ جس عمل کے لیے
ایسا علم ہے جس سے مسلمانون کی خیرخواہی پوری ہوتی ہے تو اوس عمل مین اوس علم کا
جاننا واجب ہے اور اسی جیسی بات کے لیے اکابر سلف نقد کی علامتین سیکھ لیا کرتے تھے

کہ دیانت مین خلل نہو دنیا کا اونکو کچھ لحاظ نتھا۔ تیسرے یہ کہ اگر اہل معاملہ کو ایسا روپیہ دیگا اور اوس سے کہدیگا کہ یہ کھوٹا ہے تب بھی دائرۂ گناہ سے باہر نہوگا کیونکہ دوسرا شخص جو اوسکو لیتا ہے وہ اسی لیے لیتا ہے کہ کسی اور کو بیخبری مین دیدونگا اگر یہ نیت نہوتی تو وہ اوسکو ہرگز نہ لیتا ہاں اطلاع کرنے سے اتنا فائدہ ہوگا کہ جو ضرر خاص اہل معاملہ کو ہوتا اوسکے گناہ سے البتہ بچ جاویگا۔ چوتھے یہ کہ اگر کھوٹے روپیہ کو اس نیت سے لیگا کہ جب اس حدیث شریف کے کاربند ہو رحم اللہ سھل البیع سھل الشراء سھل القضاء سھل الاقتضاء تو وہ اس حدیث کی برکت دعا مین داخل ہوگا بشرطیکہ کھوٹا روپیہ لینے سے ارادہ مصمم ہو کہ اوسکو کنوئین مین ڈالدونگا اور اگر یہ ارادہ رکھتا ہوگا کہ اس کو کسی اور جگہ چلادونگا تو یہ ایک برائی ہے کہ شیطان نے نیکی کی جگہ مین اوسپر سوجھادی اس صورت مین اون لوگون مین داخل نہوگا جو وام لینے مین سہل گیری کرتے ہین۔ پانچویں یہ کہ کھوٹے روپیہ سے ہماری غرض وہ روپیہ ہے جس مین بالکل چاندی نہو صرف ملمع کا یا اشرفی ہو تو اوس مین سونا نام کو نہو بجز ملمع کے۔ اور جس روپیہ مین چاندی اور دوسری چیز ملی ہوئی ہو اور شہر مین وہ مروج ہو تو اوس سے معاملہ کرنے مین علما کا اختلاف ہے ہماری رائے یہی ہے کہ اگر شہر مین اوسکا رواج ہے تو اوس سے معاملہ کرنا جائز ہے خواہ اوسکی چاندی کی مقدار معلوم ہو یا نہو اور اگر شہر مین وہ سکہ نہین چلتا تو اس صورت مین اوس سے معاملہ جبھی درست ہوگا کہ اوس مین کی چاندی کی مقدار معلوم ہو پس اگر دامون مین کوئی روپیہ ایسا ہو کہ شہر کے رائج روپیہ سے اوسمین چاندی کم ہو تو تاجر کو چاہیے کہ جسکو وہ روپیہ دے اوسکو اوسکے نقصان کی اطلاع کردے اور معاملہ ایسے لوگون سے کرے جنکو جان لے کہ یہ اس روپیہ کو برابر مین نہ چلاوینگے اور دھوکا دوسرون کو نہ دینگے اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ شخص اسکو برابر مین چلادیگا تو اوسکو وہ روپیہ حوالہ کرنا خود اپنی فساد ہونا ہے اوسکی مثال ایسی ہوگی جیسے انگور ایسے شخص کے ہاتھ بیچے جسکو جانتا ہو کہ وہ انکی شراب بناویگا کہ یہ بیع ممنوع ہے اور برائی مین مدد کرنا اور اوسکا شریک ہونا ہے اور ان جیسے امور کا تجارت مین خیال رکھنا نفل عبادت کی مواظبت سے زیادہ ہے اور اسی جہت سے بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ سچا تاجر خدائے تعالی کے نزدیک عابد سے افضل ہے اور اکابر سلف معاملات مین ایسی باتون سے بہت احتیاط کرتے تھے چنانچہ

چنانچہ کسی غازی کا حال سنا ہے کہ اوسنے اپنا قصہ بیان کیا کہ مین نے ایکبار جہاد مین اپنے گھوڑے کو ایک کافر پر ڈپٹایا کہ اوسکو قتل کرون مگر گھوڑے نے قصور کیا مین لوٹ آیا پھر وہ کافر میرے قریب آگیا مین نے دوبارہ حملہ کیا اوس دفعہ بھی گھوڑے نے کوتاہی کی مین نے تیسری بار حملہ کیا اوس دفعہ بھی گھوڑا بدک گیا اور کمین کا کمین گیا حالانکہ کبھی ایسا نہوا تھا مین معرکہ سے واپس آیا اور مجکو نہایت رنج تھا کہ ایک تو کافر ہاتھ سے نکل گیا دوسرے گھوڑے مین جو عادت کبھی نہ دیکھی تھی وہ ظاہر ہوئی غرض کہ اپنا سا منہ لیئے خیمہ مین آیا اور اپنا سر خیمہ کی لکڑی پر رکھ کے گھوڑے کو کھڑا چھوڑ لیٹ گیا خواب مین کیا دیکھتا ہون کہ گھوڑا مجھسے کہتا ہے کہ میان صاحب خدا کو یاد کرو تم نے تین بار یہ چاہا کہ کافر کو مجھپر سوار ہو کر مارو حالانکہ کل جو تم نے میرا چارہ لیا تھا اوس مین ایک درم کھوٹا دیا تھا تو ایسا کبھی نہوگا کہ تم مجکو ایسی خوراک کھلا کر پھر مجھسے اطاعت چاہو اسکے بعد مین جاگا اور بہت خوف کھایا اور گھاس والے کے پاس جا کر اوس درم کو بدلا پس یہ دو مثالین ضرر عام کی لکھدی گئین ان برابرون کو قیاس کر لینا چاہیے

دوسری قسم ظلم کی وہ ہے جس کا ضرر خاص اہل معاملہ کو ہو تو جنتی باتون سے کہ اہل معاملہ کا نقصان ہوتا ہو وہ ظلم مین داخل ہین عدل اسکا نام ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو ضرر نہ پہنچاوے اور اس باب مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ دوسرے کے لیے وہی بات چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہو اور اسی کے قریب یہ مثل فارسی کی ہے۔ ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند۔ تو جو بات ایسی ہو کہ اگر اپنے ساتھ کوئی کرے تو بُری معلوم ہو اور دل پر ناگوار گذرے مناسب ہے کہ وہ بات خود بھی دوسرون کے ساتھ نکرے بلکہ یون چاہیے کہ اوسکے نزدیک اپنا روپیہ اور غیر کا روپیہ مساوی ہو۔ بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے ہاتھ ایک چیز ایک روپیہ کو بیچے اور اگر اوسکے ہاتھ کوئی وہ شے بیچتا تو اپنے آپ چودہ آنہ سے زائد نہ لگاتا تو وہ شخص اوس خیرخواہی کا تارک ہوگا جسکا حکم معاملہ مین بجا لانے کا ہے اور ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگرے مپسند پر کاربند نہوگا یہہ بیان اس امر کا مجمل ہوا اور اوسکی تفصیل چار باتون مین منحصر ہے اول یہ کہ جو بات متاع مین نہو وہ اوسکی صفت مین بیان نکرے دوسرے یہ کہ چیز مین جو عیب اور پوشیدہ صفات ہون اونکو مطلق نہ چھپاوے تیسرے یہ کہ چیز کی مقدار اور وزن مین کچھ پوشیدہ نہ کرے چوتھے یہ کہ

اوسکے نرخ کو پوشیدہ نہ رکھے ایسی طرح کہ اگر طرف ثانی نرخ کو معلوم کرے تو پھر اوس چیز کو
خرید نہ کرے اب ہر ایک کو مفصل سنو۔ اول بات یعنی چیز کی زیادہ تعریف نہ کرنی اسلیے
چاہیے کہ مبیع کی تعریف کرنی دو حال سے خالی نہین یا تو وہ باتین اوسمین بیان کرتا ہے
جو واقع مین اوسکے اندر نہین تو اس صورت مین صریح جھوٹ ہی اور اگر مشتری اسکی باتونکو
مان لیگا تو جھوٹ کے سوا ظلم اور دغابازی بھی بائع کی گردن پر ہوگی اور اگر مشتری نہ مانیگا
تو جھوٹ اور بے مروتی پھر بھی بائع کے ذمہ رہیگی اور دوسری صورت یہ ہے کہ چیز مین
ایسی باتین بتاوے جو اوسمین موجود ہون۔ اس صورت مین اسکا کلام لغو اور بیفایدہ ہے
اور اوسکو سب کلمون کا حساب دینا ہے کہ فلانا کلمہ یون کہا تھا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ہان اگر چیز مین ایسی باتین بیان کرے جو
اوسکے اندر ہون اور بدون ذکر کیے ہوئے مشتری کو اونپر واقفیت نہو مثلاً لونڈی غلامون
اور جانورون کے پوشیدہ اوصاف بیان کرے تو مضائقہ نہین بشرطیکہ جسقدر موجود ہون
اونکو بے کم و کاست بدون مبالغہ اور طوالت کے کہے اور اس بیان کرنے مین یہ نیت
ہونی چاہیے کہ بھائی مسلمان ان امور سے واقف ہوکر اوسکی رغبت کرے اور اس سبب سے
اوسکا کام نکلے مگر ان امور کے بیان کرنے مین قسم قطعاً نکھاوے اسلیے کہ اگر جھوٹ پر
قسم کھاویگا تب یمین غموس کا مرتکب ہوگا جو ایسا بڑا گناہ ہے کہ شہر کے شہر چوپٹ
کردیتا ہے اور اگر سچ پر قسم کھاویگا تو اللہ تعالی کو اپنی قسم کا نشانہ بنادیگا اور یہ کمال
گستاخی ہے کیونکہ دنیا کمینی کا اتنا رتبہ کہان کہ بلا ضرورت خداے تعالی کے نام سے
اسکی ترویج کا قصد کیا جاوے۔ اور حدیث مین ہے کہ خرابی ہے سوداگر کی ان کلمات
سے بلی واللہ ولا واللہ اور خرابی ہے کاریگر کی کل اور پرسون کے وعدہ کرنیسے
اور ایک حدیث مین یون وارد ہے اَلْیَمِیْنُ الْکَاذِبَۃُ مُنَفِّقَۃٌ لِلسِّلْعَۃِ مُمْحِقَۃٌ لِلْکَسْبِ
اور حضرت ابو ہریرہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثلثۃ
لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَتَلٌ مُسْتَکْبِرٌ وَمَنَّانٌ بِعَطِیَّتِهٖ وَمُنَفِّقٌ سِلْعَتَهٗ بِیَمِیْنِهٖ
توجس صورت مین کہ چیز کی تعریف کرنی باوجود راست ہونے کے اس لحاظ سے مکروہ ہو
کہ وہ ایک کلمہ لغو ہے روزی اوس سے زیادہ نہین ہوتی تو قسم کے باب مین شدت کا
ہونا اس سے صاف ظاہر ہے۔ یونس بن عبید جو حریر بیچا کرتے تھے اونسے کسی نے

حریر مول لینے کے لیے مانگا اوسکے غلام نے حریر کے طاقون کی گٹھری نکالی آپ نے
اوسکو چھپایا اور دیکھکر کہا کہ الہی ہمکو جنت نصیب کر یہ کہکر غلام سے کہا کہ اسکو اپنی جگہہ پر
رکھدے اور خریدار کے ہاتھ اوس مین سے کچھ نہ بیچا اس خوف سے کہ وہ وعا جزبان سے نکل گئی تھی
کہین کنایۃً اپنی چیز کی تعریف مین متصور نہو تو یہ لوگ ایسے ہین کہ انھون نے دنیا مین
تجارت کی اور معاملات مین اپنے دین کو تلف نہین کیا بلکہ جان لیا کہ آخرت کا نفع
طلب کرنا بہ نسبت دنیاوی نفع کے بہتر ہے۔ **دوم** امر ہین چاہیے کہ مبیع کے تمام عیب
خواہ ظاہر ہون یا پوشیدہ سب ظاہر کرے اون مین سے کچھ نہ چھپا دے کہ یہ امر واجب ہے
اگر کوئی عیب چھپا دیگا تو ظالم اور دغاباز ہوگا اور دغا دینا حرام ہے اور نصیحت بھی
مسلمانون کی خیرخواہی ہو ضروری ہے اوسکا تارک ہی ہوگا اور جس صورت مین کپڑے کا
اچھا رخ ظاہر کرے اور دوسرے کو چھپا ہوا رکھے تو دغاباز ہوگا اسی طرح اگر مبیع کو اندھیرے
مکانون مین مشتری کے سامنے کریگا یا موزے اور جوتے وغیرہ کے جوڑے مین سے اچھی
جوتی دکھلا دیگا تو دغابازی ثابت ہوگی اور دغا و فریب کی حرمت پر یہ حدیث دلالت
کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص پر گذرے جو غلہ بیچ رہا تھا آپ کو وہ غلہ
اچھا معلوم ہوا دست مبارک اوسکے اندر ڈالا تو تری معلوم ہوئی ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہے
وسنے عرض کیا کہ اسکو مینہ پہونچ گیا ہے آپ نے فرمایا کہ پھر تو نے بھیگے غلے کو اوپر
یون نہین کر دیا تاکہ لوگ دیکھتے جو ہمکو دغا دے وہ ہمسے نہین۔ اور عیب کے کہدینے سے
مسلمانون کی خیرخواہی کا واجب ہونا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب جریر رضہ سے بیعت اسلام لی تو وہ چلنے کے لیے اوٹھے آپ نے اونکا کپڑا
کھینچ لیا اور ہر مسلمان کی خیرخواہی اونپر شرط کر دی پس جریر رضہ کا دستور تھا کہ جب اسباب
بیچنے کھڑے ہوتے تو اوسکے عیب مشتری کو خوب دکھلا دیتے اور کہتے کہ اب تمکو اختیار ہے
چاہو لو چاہو نہ لو لوگون نے اون سے کہا کہ تم اگر ایسا کروگے تو تمہاری بیع کوئی نہ پوری
ہوگی اونھون نے فرمایا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر عہد کیا ہے
کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرینگے۔ یعنی اگر اس طرح بیع نکرین تو خلاف عہد ہوگا اور واثلہ
بن الاسقع رضہ کھڑے تھے اور ایک آدمی اپنی اونٹنی بیچ رہا تھا مشتری نے اوسکے دام
تین سو درم بائع کو دیے واثلہ رضہ کا خیال اور طرف تھا کہ مشتری اونٹنی لیکر چلا گیا

جب انھون نے دیکھا کہ وہ چلا گیا اوسکے پیچھے دوڑے اور پکار کر پوچھنے لگے کہ تو نے یہ اونٹنی گوشت کو لیے لی ہے یا سواری کے لیے اوسنے کہا کہ سواری کے لیے خریدی ہو آپ نے فرمایا کہ اسکے پانون مین مین نے ایک شگاف دیکھا ہے اس سے برابر منزلین نہو سکینگی وہ واپس آیا اور اونٹنی کو بائع کے حوالہ کیا بائع نے اوسکے دام سو درم کم کر دیے اور واثلہ رضہ سے کہا کہ خدا تم پر رحم کرے تم نے میرا معاملہ بگاڑا آپ نے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر چکے ہین کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرینگے اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یَبِیْعُ بَیْعًا اِلَّا اَنْ یُّبَیِّنَ مَا فِیْهِ وَلَا یَحِلُّ لِمَنْ یَعْلَمُ ذٰلِکَ اِلَّا تَبْیِیْنُهُ ۔ غرض کہ اکابر سلف نے خیرخواہی سے یہی مضمون سمجھا تھا کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے چاہے اور مسلمان کی خیرخواہی کو اپنے اعتقاد مین یہ نہین جانتے تھے کہ زوائد اور فضائل مین سے ہی بلکہ اونکا اعتقاد یہ تھا کہ یہ مضمون اسلام کی شرطون مین سے ہے اور بیعت کے اندر داخل ہے اور یہ بات اکثر خلق پر دشوار ہے اسیلیے اچھے محتاط لوگ ان بکھیڑون مین نہین پڑتے اور گوشہ گزینی اختیار کر کے عبادت محض کرتے ہین کیونکہ لوگون مین مل جل کر اللہ تعالی کے حقوق کی بجاآوری ایک ایسا سخت اجتہاد ہو جسکو بجز صدیقون کے اور کوئی نہین کر سکتا۔ اور آدمی پر یہ امر دو چیزون کے اعتقاد کیے آسان نہین ہوسکتا اول یہ سمجھنا کہ عیبون کو چھپا کر مبیع کو بیچ دینے سے کچھ روزی نہ بڑھیگی بلکہ روزی کی برکت جاتی رہیگی اور یہ متفرق پاپ جمع ہو کر ایک روز یکایک سب سرمایہ لے ڈوبیگا۔ چنانچہ کہتے ہین کہ کسی شخص کے یہان ایک گاے تھی وہ اوسکے دودھ مین پانی ملا کر بیچ ڈالتا تھا ایک دفعہ ایک سیل آئی اور وہ گاے ڈوب گئی اوسکے کسی لڑکے نے کہا کہ وہی متفرق پانی جو ہم نے دودھ مین ملائے تھے دفعۃ جمع ہو گئے اور گاے کو بہا لیگئے۔ اور کیسے نہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اَلْبَیِّعَانِ اِذَا صَدَقَا وَنَصَحَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِیْ بَیْعِهِمَا وَاِذَا كَتَمَا وَكَذَبَا نُزِعَتْ بَرَكَةُ بَیْعِهِمَا اور ایک حدیث مین ہے یَدُ اللّٰهِ عَلَی الشَّرِیْكَیْنِ مَا لَمْ یَتَخَاوَنَا فَاِذَا تَخَاوَنَا رَفَعَ یَدَهٗ عَنْهُمَا ۔ غرض کہ مال خیانت سے بڑھتا نہین جیسے خیرات سے کم نہین ہوتا اور جو شخص کہ زیادتی اور کمی کو بجز تولنے کے دوسری طرح

نہین جانتا وہ اس بات کا مادرنگیگا لیکن جسکو معلوم ہے کہ کبھی ایک روپیہ مین وہ برکت ہوتی ہے کہ آدمی کے دین و دنیا کی سعادت کا سبب ہوجاتا ہے۔ اور کبھی اللہ تعالے ہزاروں مین سے اس طرح برکت اڑا دیتا ہے کہ وہ مالک کی تباہی کے باعث ہوتی ہین یہانتک کہ تمنا کرنے لگتا ہے کہ کاش یہ ہزاروں میرے پاس نہوئے ہوتے اور بعض اوقات مین ان باتون کو اپنے مناسب جانتا ہے تو وہ شخص ہمارے قول کے معنی سمجھتا ہے کہ واقع مین خیانت سے مال بڑھتا نہین اور صدقہ دینے سے کم نہین ہوتا۔ دوسری بات جسکا سمجھنا ضرور ہے اس امر کے لیے کہ مضمون خیرخواہی آدمی مین کامل اور حاصل ہوجاوے یہ ہے کہ جان لے کہ آخرت کا نفع اور وہان کی توانگری دنیا کے نفع سے بہتر ہے اور مال کے فوائد عمر کے پورا ہوجانے سے ہوچکتے ہین اور بعدون کے حقوق اور مال کا وبال گردن پر رہتا ہے اس صورت مین عاقل آدمی کیسے پسند کریگا کہ جو چیز ادنی ہے اوسکو لیوے اور اعلی چیز کو عوض مین دے اور دین کی سلامتی ظاہر ہے کہ سب چیزون سے اعلی اور بہتر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ کلمہ اسلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہمیشہ خلق پر سے اللہ تعالی کا غضب درگذر کرتا رہتا ہے جب تک کہ لوگ دنیا کے معاملہ کو آخرت پر ترجیح ندین۔ اور ایک روایت مین یون ہے کہ جبتک یہ پروا نکرین کہ دین کی سلامتی کے مقابل اونکی دنیا مین سے کیا جاتا رہا اور جب ایسا کرتے ہین اور پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے ہین تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تم جھوٹے ہو یہ قول مرا تمہارا دست نہین کہتے ہو۔ اور ایک اور حدیث مین ہے کہ جو شخص لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اخلاص سے کہے وہ جنت مین داخل ہوگا کسی نے عرض کیا کہ اوسکا اخلاص کیا ہے فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالی نے حرام فرمائی ہے اوس سے اوسکو بچاوے اور فرمایا مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ اور جو شخص یہ جان لیگا کہ یہ باتین اوسکے ایمان مین مخل ہین اور تجارت اخروی کا راس المال اسکے لیے بالجملہ ایمان ہو تو وہ شخص اپنی عمر بھر کا سرمایہ ایسے نفع کے سبب سے کیون کھوویگا جس سے انتفاع صرف چند روزہ ہو۔ اور بعض تابعین فرماتے ہین کہ اگر مین مسجد جامع مین جاؤن اور وہ نمازیون سے بھری ہو اور مجھسے کوئی پوچھے کہ ان سب مین بہتر کون ہے تو یہی کہون کہ جو سب سے زیادہ مسلمانون کا خیرخواہ ہو وہ سب سے اچھا ہے پھر اگر کوئی کہدے کہ

یہ شخص سب سے زیادہ خیرخواہ ہے تو کہدون کہ یہی سب مین اچھا ہے اور اگر کوئی یون پوچھے کہ ابتر
بدتر کون ہے تو کہون کہ جو سب سے زیادہ لوگون سے دغا کرتا ہو اور جب کوئی بتاوے
کہ یہ شخص زیادہ دغاباز ہے تو کہدون کہ یہی سب مین برا ہے۔ اور دغا کرنی سب معاملات مین
خواہ بیع ہو یا کاریگری حرام ہے تو کاریگر کو بھی نچاہیے کہ اپنے کام مین سستی کرے اسطرح
کہ اگر خود وہی کام دوسرے کاریگر سے لے اور وہ ویسا ہی کرے جیسا اسنے کیا تو پسند نکرے
بلکہ چاہیے کہ اپنا کام خوبی اور پائداری سے کردے اور اگر اوس مین کوئی برائی ہو تو اوسکو
بیان کردے اسطرح کرنے سے مواخذہ سے بچا رہیگا۔ ایک شخص موچی نے ابن سالم سے
پوچھا کہ اگر مین جوتیون کی بدلی کرون تو مجکو کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ دونون رخ برابر بنانا
اور وہی پوائی کو بائین سے اچھی مت کرنا اور بھرت کی چیز ایسی ڈالنا کہ پوری ہو ٹکڑے
نہون اور سیون پاس پاس کرنا اور ایک پوائی کو دوسری پر مت رکھنا۔ اور اسی قسم کا
سوال حضرت امام احمد بن حنبل سے کسی نے کیا تھا کہ کپڑے مین رفو لیا ہے جو معلوم
نہین ہوتا اوسکی بیع کیسی ہے فرمایا کہ بائع کو اوسکا چھپانا درست نہین ہان اگر رفوساز
یہ جانے کہ دوسرا شخص رفو دیکھنے کو مانگتا ہے اور خرید کرنا نہین چاہتا تو اوسکو درست ہے
کہ رفو کا اظہار نہ کرے۔ اب اگر یہ کہو کہ جب انسان پر بیع کے عیوب کا ذکر کرنا واجب ہوا
تو کبھی معاملہ نہ بنے گا تو اسکا جواب یہ ہے کہ معاملہ بننے کی صورت یہ ہے کہ تاجر آدمی ایسی ہی
چیز خریدے جو عیب دار نہو اور اگر وہ فروخت نکرے تو اپنے لیے رکھ سکے پھر فروخت کے
وقت تھوڑے سے نفع پر اکتفا کرے تو اللہ تعالی اوسکے مال مین برکت بھی کریگا اور
دھوکا دینے کی ضرورت بھی نہ پڑیگی دقت تو یہی ہے کہ لوگ تھوڑے نفع پر قناعت
نہین کرتے اور بہت بدون دغا کے ملتا نہین پس جو شخص تجارت کا ڈھنگ موافق مذکورہ بالا
ڈالیگا وہ عیب دار چیز کیون خریدیگا کہ اوسکے بیان کرنے کی ضرورت ہو اور اگر اتفاق سے
کوئی اس قسم کی چیز آجاوے تو اوسکے عیب کو ذکر کردینا چاہیے اور اوسکا جو دام اوٹھے
اوسپر قناعت کرنی چاہیے۔ ابن سیرین رح نے ایک بکری فروخت کی اور مشتری سے کہا
کہ اسمین ایک عیب ہے اوسکو بھی سن لو وہ یہ ہے کہ چارہ کو پانون سے پلٹ دیتی ہے
اور حسن بن صالح نے ایک لونڈی بیچی اور مشتری سے فرمایا کہ ایک بار اسکی ناک سے
ہمارے یہان خون آیا تھا۔ پس اکابر سلف کی عادت معاملات مین یہ تھی کہ ادنی بات

ذکر کر دیتے تھے اب جس شخص سے پابندی اِن باتون کی نہو سکے اوسکو چاہیے کہ معاملہ کرنا چھوڑ دے ورنہ عذاب اخروی اپنے اوپر ٹھان لے۔ سوم یہ کہ مقدار کو نہ چھپا دے یہ امر ترازو کی برابری اور تولنے اور ناپنے مین احتیاط کرنے سے ہوتا ہے تو چاہیے کہ جس طرح خود دوسرون سے لے اوسی طرح دوسرون کو دے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ۔ اور اس سے نجات کی صورت یہی ہے کہ دوسرون کو جھکتا دیوے اور آپ اُترتا ہوا لیوے کیونکہ ٹھیک برابری بہت کم ہو سکتی ہے اسلیے زیادتی اور کمی مین بچاؤ کی صورت نکل آتی ہے علاوہ ازین پورا حق لینے مین یہ احتمال بھی رہتا ہو کہ شاید طرف ثانی کا زیادہ نہ آجاوے یا اوسکو کمتر پہونچے اسلیے تدبیر مذکورہ سے یہ احتمال بھی نہین رہتا۔ بعض اکابر فرمایا کرتے کہ مین ایک رتی کے عوض مین اللہ تعالی سے ویل یعنی خرابی کیون خرید کرون اسلیے جب اپنا حق لیتے تو آدھی رتی کم لیتے اور دینے کیوقت ایک رتی زیادہ دیتے اور فرمایا کرتے کہ خرابی ہے اوس شخص کو جو ایک رتی کے عوض جنت بیچ ڈالے جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہے اور نہایت خسارہ اوس آدمی کو ہے جو طوبیٰ بیچ کر ویل مول لے اور ان جیسی چیزون سے بچنے کے لیے جو سلف نے نہایت تاکید کی اوسکی وجہ یہی ہے کہ یہ چیزین بندون کے حقوق ہین جنسے توبہ نہین ہو سکتی کیونکہ یہ معلوم نہین کہ کس کس کا حق رہگیا کہ وہ اکٹھے ہو جاوین اور اونکو اونکے حق دیدیے جاوین اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ وسلم نے جب کوئی چیز مول لی تو دام تولنے والے کو فرمایا کہ زِن وَارْجِح یعنی دام کو وزن کر اور جھکتے تول۔ اور فضیل رح نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ ایک اشرفی کو دہو رہے ہین منظور یہ تھا کہ اوسکو بھنا دین پس اوسپر جو میل کچیل لگا تھا اوسکو صاف کیا تاکہ میل کے سبب سے اوسکا وزن زیادہ نہو فرمایا کہ بیٹا تمھارا یہ کام دو حجون اور بیس عمرون سے بڑھکر ہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مجکو تاجر اور بائع سے بڑا تعجب ہے کہ انکی نجات کیسے ہوگی دن کو تولتے اور قسم کھاتے ہین اور رات کو سو رہتے ہین۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے فرمایا کہ اے لخت جگر جیسے سانپ دو پتھرون کے بیچ مین گھس جاتا ہے ویسے ہی خطا دو معاملہ کرنیوالون مین گھس جاتی ہے۔ اور کسی نیک بخت نے ایک مخنث پہ نماز پڑھی

اون سے کسی نے کہا کہ یہ تو بدکار تھا وہ چپ ہو رہے دوبارہ پھر وہی کہا تو اونھون نے فرمایا کہ شاید تمہاری یہ غرض ہے کہ اسکے پاس دو ترازو یا دو باٹ تھے کہ ایک سے لیتا تھا اور دوسرے سے دیتا تھا اس جواب مین انھون نے یہ اشارہ کیا کہ اوس کی بدکاری صرف حق اللہ تھی اور داد و ستد مین فریب کرنا حق العباد کی کوتاہی ہے اسکا معاف ہونا البتہ دور از قیاس ہے حاصل یہ کہ میزان کا معاملہ بہت شدید ہے اوس سے نجات کی صورت ایک ہاآدھی رتی سے ہوسکتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سورہ رحمن مین یون پڑھا ہے لَاتَطْغَوْا فِی الْمِیزَانِ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِاللِّسَانِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ یعنی زبانہ ترازو کو درست رکھو کہ کمی بیشی اوسکی ذرا سے ادھر اودھر ہونے سے ہو جاتی ہے بالجملہ جو شخص کہ اپنا حق غیر سے وصول کرتا ہے گو ایک کلمہ ہی کیون نہو اور دوسرے کا حق اوسی طرح نہین ادا کرتا جیسے اپنا وصول کیا تو وہ ان آیات کے مضمون مین داخل ہے وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا کَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ الخ کیونکہ ہر چند آیتون مین کیلی چیزون مین نابرابری کو حرام فرمایا ہے مگر غرض اوس سے یہی ہے کہ عدل و انصاف کا چھوڑنا حرام ہے اور ترک عدل ہر ایک کام مین ہوسکتا ہے اور میزان عدل ہر بالغ عاقل کے افعال و اقوال مین اور دل کے وسوسون مین جاری ہے پس اگر کوئی شخص اپنے اقوال خواہ افعال وغیرہ مین عدل سے میل کریگا اوسکے لیے ویل ضرور ہوگا اور یہ عادل اگر دشوار بلکہ محال نہوتا تو اللہ تعالی یون کیون فرماتا وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بندہ اس میل سے خالی نہین کسی مین استقامت حقیقی پائی نہین جاتی مگر چونکہ میل کے درجون مین بہت فرق ہوتا ہے اسیلیے بندون کا دوزخ مین ٹھہرنا اور اوس سے نجات حاصل کرنا بھی مختلف ہوگا یہان تک کہ بعض اسقدر ٹھہرینگے کہ صرف قسم سچی ہوجاوے اور کچھ بھی دیر نہ لگے اور بعضے ہزارون برس پڑے رہینگے ہم خداوند کریم سے سوال کرتے ہین کہ ہمکو استقامت کے قریب کردے کیونکہ ٹھیک صراط مستقیم پر استقامت نصیب ہونیکی تو طمع نہین کرنی چاہیے کہ وہ تو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اگر یہ نہوتا تو جو شخص اوسپر مستقیم رہتا وہ پل صراط پر سے گذرسکتا جو جہنم کی پشت پر بنا ہے

اور اوسکی صفت بھی یہی ہے کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جو
شخص دنیا میں جسقدر صراط مستقیم پر استقامت رکھتا ہوگا اوسیقدر قیامت میں پل صراط پر
جلد گذریگا اور جو شخص غلہ میں مٹی وغیرہ ملاکر اوسکو فروخت کریگا تو وہ مطففین میں داخل
ہوگا اور جو قصائی گوشت میں ایسی ہڈیاں تولدیگا کہ ویسی عادۃً تولی نجاتی ہوں تو اوسکا
بھی یہی حال ہے اسی طرح گز سے ناپنے وغیرہ کو خیال کرلینا چاہیے مثلاً بزاز جبکہ
کپڑا مول لیتا ہے تو کپڑے کو ڈھیلا رکھتا ہے اور اوسکو خوب نہیں تانتا اور بیچنے کے
وقت اوسکو کھینچکر ناپتا ہے کہ کسیقدر بڑھجاوے تو اسطرح کی سب باتیں آدمی کو ویل
کا مستحق کرتی ہیں۔ چہارم یہ کہ اوسوقت کا نرخ سچ سچ کہدے اوس میں سے کچھ چھپا
نرکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی رکبان سے منع فرمایا ہے اور اوسکی صورت
یہ ہے کہ جب باہر سے کوئی قافلہ شہر میں کوئی چیز لاوے تو اوسکے شہر میں آنے کے
پیشتر ہی باہر نکل کر اونکی چیز دیکھے اور شہر کا بھاؤ اون سے جھوٹا بیان کرے اسکے لیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا تَتَلَقَّوا الرُّكْبَانَ فَمَنْ تَلَقَّاهَا
فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ بِالْخِيَارِ بَعْدَ أَنْ يَقْدَمَ السُّوقَ۔ اور باہر جاکر اگر
مول لیگا تو بیع تو منعقد ہو جاویگی مگر جس صورت میں کہ بائع کو معلوم ہوگا کہ مشتری نے
بھاؤ سچ نہیں کہا تھا تو اوسکو اختیار ہوگا چاہے بیع کو قائم رکھے یا مشتری سے اپنی چیز
واپس کرلے اور اگر بھاؤ وہی ہو جو مشتری نے بیان کیا تھا تو اس صورت میں بائع
کے لیے اختیار ثابت ہونے میں اختلاف ہے بعض علما حدیث مذکورہ بالا کے الفاظ عام
دیکھکر فرماتے ہیں کہ خیار ہوگا اور بعضے اس نظر سے کہ اب کچھ فریب نہیں رہا کہتے ہیں کہ
خیار نہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر سے بھی نہی فرمائی کہ کوئی شہری رہنے
گانوں والے کی طرف سے بیع کرے اوسکی صورت یہ ہے کہ کوئی باہر کا رہنے والا شہر میں
غلہ لاوے اسلیے کہ جھٹ پٹ لوگ خرید لیں اور کوئی شہری اوس سے کہے کہ اس غلہ کو
میرے پاس چھوڑ دے کہ جب مہنگا ہو جاویگا تو اوسکو بیچ دونگا اور اسطرح کا کرنا غلہ میں
حرام ہے اور دوسری چیزوں میں اختلاف ہے ظاہر یہ ہے کہ حرمت ہی ہو اسوجہ سے
کہ نہی عام ہے اوسمیں غلہ کی قید نہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فی الجملہ لوگوں کی تنگ
کرنے کو دیر کرتا ہے حالانکہ اس شہری تنگ کرنے والے کا کچھ فائدہ نہیں۔ اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے نجش سے بھی ممانعت فرمائی یعنی بدون قصد خرید کے چیز کا نر
زیادہ کرنے سے منع فرمایا مثلاً ایک شخص برغبت ایک چیز مول لیا چاہتا ہے دوسرا با
کے سامنے ہوا اور مشتری کی نسبت کر دام زیادہ کہدیے بدون اس بات کے کہ خود خرید کر
چاہتا ہو بلکہ اسلیے کہ مشتری کی رغبت اور زیادہ ہو تو ایسی صورت اگر بائع کی سازش سے
ہوئی ہو تب تو یہ فعل حرام ہے گو بیع منعقد ہو جاتی ہے اور اگر بائع کی سازش سے نہ
تو ثبوت خیار مین اختلاف ہے بہتر یہی ہے کہ مشتری کو خیار ملے اسلیے کہ یہ فعل ایک طرح کا
دھوکا ہے جیسے دودھ کے جانور کا دودھ کئی وقت نہ نکالا جاوے اور اوس کے تھن
پھولجاوین اور فروخت کر دیا جاوے یا جیسے تلقی رکبان کی صورت اوپر مذکور ہوئی —
پس ان باتون سے منع فرمانا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اوسوقت کے نرخ کو بائع اور مشتری
سے خفیہ کرنا اور ایسی بات کو پنہان رکھنا کہ اگر اونکو اطلاع ہو تو ہرگز معاملہ نکرین ناجائز
اور داخل دغا اور حرام ہے اور جو خیرخواہی کہ مسلمان کے لیے ضروری ہے اوسکے مخالف
چنانچہ مروی ہے کہ کوئی تابعی بصرہ مین تھے اور اونکا غلام سوس مین رہا کرتا تھا اوسکے
پاس شکر خرید کر بھیجدیا کرتے تھے ایک بار غلام مذکور نے اونکو لکھا کہ اس برس گنے پر آفت
پڑگئی ہے تم شکر مول لے لینا انھون نے بہت سی شکر مول لی اور فروخت کے وقت
تیس ہزار درم کا نفع ہوا جب گھر کو ہٹ کر آئے تو رات بھر سوچا کیے کہ مین نے تیس ہزار
کمائے اور ایک مسلمان کی خیرخواہی کا خسارہ ہوا صبح کو اٹھکر شکر کے بائع کے پاس جاکر
تیس ہزار اوسکے حوالہ کیے اور فرمایا کہ یہ تمہارے ہین خداے تعالی تمکو انہین برکت کرے
اوس نے سوال کیا کہ یہ میرے کسطرح ہوئے فرمایا کہ مین نے تم سے اصل حال نہین
کہا تھا جسوقت مین نے شکر خریدی تھی اوس وقت نرخ گران ہو گیا تھا اوس نے کہا
کہ خیر اب تو آپ نے مجکو اطلاع کر دی مین نے یہ روپیہ آپ کو حلال کیا اوسوقت اوسکو
گھر لے آئے اور رات بھر بیداری اور فکر مین رہے کہ مین نے اوسکی خیرخواہی نہین کی
شاید اوسنے شرما کر مجھے دیدیے ہون صبح کو تڑکے سے بائع کے پاس گئے اور فرمایا کہ
خداے تعالی تم سے درگذر کرے یہ اپنا مال مجھ سے لیلو میرے دل کی خوشی اسی مین زیادہ ہے
اوسنے وہ مال واپس لے لیا۔ غرض کہ ان مناہی اور اخبار سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی
کو جائز نہین کہ چیز والے کی غفلت پاکر بائع سے نرخ کے گران ہونے کا حال اور مشتری سے

نرخ کی ارزانی کا حال چھپا رکھے اور اگر ایسا کریگا تو عدل اور مسلمانون کی خیرخواہی کا تارک ہوگا
اور جب کسی چیز کو نسیہ بیچے تو چاہیے کہ وہ چیز جتنے مین بڑی ہو سچ سچ بیان کردے اور
یہ بھی واجب ہے کہ عقد کے بعد جو کچھ اوس مین عیب یا نقصان ہوگیا ہو اوسکو بیان کردے
اسی طرح اگر چیز اودھار لی ہو تو اوسکا بھی ذکر چاہیے اور اگر اپنے دوست خواہ لڑکے سے
خریدی ہو اور اونکی مروت کی سبب سے کچھ زیادہ دام دیا ہو تو وہ مشتری سے کہدے کیونکہ
مشتری کو تو یہی اعتماد ہے کہ اسنے جو چیز لی ہوگی خوب ٹھوک بجا کر لی ہوگی اور کوئی
دقیقہ نہین چھوڑا ہوگا پس اگر کسی وجہ سے کوئی دقیقہ چھوٹ گیا ہو تو اوسکی اطلاع مشتری
کو کردینی چاہیے کہ وہ اسکی ایمان داری پر اعتماد رکھتا ہے

چوتھی فصل معاملہ مین احسان کرنے کے بیان مین۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے عدل
اور احسان دونون کا حکم فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ
اور عدل صرف نجات کا سبب ہے اور اسکا حال ایسا ہے جیسے تجارت مین سرمایے کا
بچ رہنا اور احسان باعث سعادت اخروی کے حاصل ہونیکا ہے اوسکو ایسا جاننا چاہیے
جیسے تجارت مین نفع ہوتا ہے تو جو شخص دنیا کے معاملون مین صرف اصل قیمت پر اکتفا
کرے اور نفع کا طالب نہو وہ عاقل نہین شمار ہوتا اسی طرح معاملات اخروی مین بھی
صرف عدل پر اور ظلم کے ترک پر کفایت کرلی اور احسان سے سروکار نرکھنا دیانت کی
مناسب نہین حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ اور فرمایا
اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ اور احسان سے ہماری غرض یہ ہے کہ آدمی وہ
کام کرے جس سے اہل معاملہ کو نفع ہو اور وہ کام اوسپر واجب نہو بلکہ صرف اپنی طرف
سلوک کی طور پر ہو کیونکہ جو باتین کرنی واجب ہین وہ عدل اور ترک ظلم مین داخل ہین
جنکا بیان ہم لکھ چکے اور احسان کا رتبہ چھہ باتون مین سے ایک کی بجالانے سے حاصل ہوتا ہے
اول یہ کہ دوسرے کو اتنا نقصان نہ دے جو عادۃً نہ دیا جاتا ہو اور کچھ نہ کچھ نقصان کی
تو اجازت ہے اسلیے کہ بیع نفع کے لیے ہوتی ہے اور نفع بدون کسی قدر زیادہ لینے کے
ممکن نہین تو اس زیادہ لینے مین لحاظ رکھنا چاہیے کہ عادت سے زیادہ نہو جاوے
کیونکہ مشتری جو عادت سے زیادہ نفع دیگا تو دو حال سے خالی نہین یا اوسکی طبیعت
اوس شئے پر زیادہ راغب ہوگی یا اوسکی حاجت زیادہ رکھتا ہوگا اس صورت مین

اگر بائع زیادہ نفع کے قبول کرنے سے باز رہیگا تو یہ امر اسکی طرف سے احسان ہوگا ورنہ
اگر شائبہ دغا نہو تو زیادہ نفع لے لینا ظلم نہین - اور بعض علما کی رائے یہ ہے کہ قیمت کی
تہائی سے زائد اگر نفع لیگا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ بعد معلوم ہونے کے چیز واپس کر دے
مگر ہماری یہ رائے نہین بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ نفع کم کرکے لینا داخل احسان ہے - کہتے ہین
کہ یونس بن عبید کے پاس مختلف قیمت کے حلّے تھے کوئی چارسو کا کوئی دوسو کا اور
علی ہذا القیاس ہر قسم کے تھے وہ اوٹھکر نماز کو گئے اور اپنے بھتیجے کو دوکان پر چھوڑ گئے
ایک اعرابی آیا اور اوسنے ایک حلّہ چارسو کا مانگا اونکے بھتیجے نے دوسو والی حلّون مین سے
اوسکو دکھلایا اوسنے پسند کرکے بخوشی چارسو دیدیے اور اوسکو ہاتھ پر دھرے ہوئے
جاتا تھا کہ راستہ مین یونس بن عبید ملے او اپنا حلّہ پہچان لیا اور اعرابی سے پوچھا کہ
کتنے کو خریدا اوسنے کہا کہ چارسو کو فرمایا کہ دوسو سے زیادہ کا نہین چلکر پھیر دے اوسنے
کہا کہ یہ ہمارے شہر مین پانسو کا مال ہے اور مین نے اپنی خوشی سے اسکو پسند کرکے
چارسو دیے ہین اونھون نے فرمایا کہ پھر چل کہ دین مین خیر خواہی دنیا اور مافیہا سے
بہتر ہے چنانچہ اوسکو دوکان پر ہٹا لیگئے اور دوسو درم اوسکو پھیر دیے اور اپنے
بھتیجے سے لڑنے لگے اور فرمانے لگے کہ تجکو شرم نہ آئی اور خدائے تعالی سے خوف
نکیا اتنا نفع لیتا ہے اور مسلمانون کی خیر خواہی کو چھوڑتا ہے اوسنے کہا کہ یہ تو خود اتنے پر
راضی ہوگیا تھا فرمایا کہ پھر تو نے اوسکے لیے وہ امر کیون نہ پسند کیا جو اپنے نفس کے لیے
پسند کرتا - اور یہی بات اگر بھاو کو چھپا کر دغا سے ہوتی تو وہ از قسم ظلم تھی جسکا ذکر
گذر چکا اور حدیث مین ہے کہ غَبْنُ المُسْتَرْسِلِ حَرَامٌ یعنی جو شخص اپنے اوپر اعتماد
رکھے اوسکو دھوکا دینا حرام ہے اور زبیر بن عدی فرمایا کرتے کہ مین نے اٹھارہ صحابی
ایسے دیکھے ہین کہ اونکو ایک درم کا گوشت بھی اچھی طرح خریدنا نہ آتا تھا تو ایسے بھولے
لوگون کو نقصان دینا اور اونکے ساتھ دھوکا کرنا ظلم ہے اور بدون دھوکا دینے کے
ترک احسان ہے اور زیادہ نفع لینے مین کسی قسم کا دھوکا یا وقت کے بھاو کا چھپانا اکثر
ہوا کرتا ہے بلکہ احسان کی صورت یہ ہے جو سری سقطی رح سے مروی ہے کہ اونھون نے
ایک بورہ بادامون کا ساٹھہ دینار کو لیا اور اپنے روزنامچہ مین اوسکا نفع تین دینار
لکھ لیے یعنی فی دس دینار پہ آدھا دینار نفع کا لگا لیا پھر بادامون کا بھاو چڑھ گیا

اور ایک بورہ نوے دینار کو بکنے لگا آپ کے پاس ایک دلال آیا اور بادام کا بورہ طلب کیا
فرمایا کہ لیلو اوسنے پوچھا کہ کتنے کو آپ نے فرمایا کہ ترسٹھ دینار کو دلال بھی نیک بخت تھا
اوسنے کہا کہ بھاؤ اب نوے کا ہے آپ نے فرمایا کہ مین نے جو عہد کیا ہے اوس سے زیادہ
نہ لونگا مین تو ترسٹھ ہی کو فروخت کرونگا دلال نے کہا کہ مین نے بھی خدا ے تعالی سے
عہد کیا ہے کہ کسی مسلمان کو نقصان نہ دونگا مین نوے ہی کو لونگا راوی کہتا ہے کہ
نہ سری رح نے نوے کو بیچا اور نہ دلال نے ترسٹھ کو مول لیا تو یہ امر دونون طرف سے
احسان تھا کہ حقیقت حال جانتے تھے - اور کہتے ہین کہ محمد بن منکدر کے پاس چغے تھے
کچھ پانچ روپیہ کے مول کے اور کچھ دس کے اونکے غلام نے اونکی غیبت مین پانچ کا چغہ
دس کو بیچدیا جب اونکو معلوم ہوا تو تمام دن مشتری کو دھونڈھتے پھرے آخر اوس سے
ملاقات ہوئی فرمایا کہ غلام نے غلطی سے پانچ کی چیز دس کو بیچ ڈالی اوسنے کہا کہ مجھے
مضائقہ نہین مین راضی ہون آپ نے فرمایا کہ تم تو راضی ہو مگر ہم تمھارے لیے وہی بات
پسند کرتے ہین جو اپنے لیے کرتے ہین تم تین باتون مین سے ایک کرو یا تو دس والا
چغہ لیلو یا پانچ روپیہ اپنے واپس کر لو یا ہماری چیز ہمکو دیدو اور اپنے دام پھیر لو اوسنے
کہا کہ مجکو پانچ روپیہ پھیردو آپنے پانچ ہٹا دیے وہ مشتری اونکو لیکر چلا اور لوگون سے
پوچھنے لگا کہ یہ کون شخص ہین کسی نے کہا کہ محمد بن المنکدر ہین اوسنے کہا لا الہ الا اللہ
انھین کی بدولت قحط سالی مین ہمپر بارش ہوتی ہے - غرضکہ احسان اسی کا نام ہے کہ
جس جگہ مین جس چیز پر جتنا نفع لینے کی عادت ہو مثلاً دس پر ایک روپیہ خواہ کم و بیش
اوس سے زیادہ نفع نہ لیوے اور جو شخص تھوڑے سے نفع پر قناعت کرتا ہے اوسکے
معاملات بہت ہوتے ہین اور کثرت معاملات سے اوسکو فائدہ بھی بہت ہوتا ہے اور
اسی وجہ سے برکت معلوم ہوتی ہے - حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کے بازار مین درہ
لیے پھرا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اے سوداگرو اپنا حق لو اور دوسرون کا حق دو اس سے
تم بچے رہوگے اور تھوڑے نفع کو مت پھیرو ورنہ بہت سے محروم رہوگے - اور حضرت
عبد الرحمن بن عوف رض سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی دولت بڑھنے کا کیا سبب ہے
فرمایا کہ تین باتین ہین اول یہ کہ نفع کو مین نے کبھی نہین پھیرا یعنی تھوڑا سا نفع بھی ملا
تو چیز بیچدی دوم یہ کہ جب مجھسے جانور کسی نے مانگا مین نے اوسکے بیچنے مین تامل نہین کیا

سوم یہ کہ کبھی اودہار نہین بیچا اور کہتے ہین کہ آپ نے ایکبار ہزار اونٹنیان بیچین اور اونمین صرف اونکی رسیان نفع مین بچ رہین ہر ایک رسی کو ایک ایک درم پر بیچا۔ یا تو ہزار درم فائدہ ہوا اور ہزار اوس روز کی خوراک بین سے بچ رہے اسطرح دو ہزار ملگئے۔

دوم اپنے آپ کسر اوٹھانی یعنی اگر مشتری کسی ضعیف یا مفلس سے کوئی چیز خرید کرے تو اسکا مضائقہ نہین کہ خود کچھ نقصان اوٹھاوے اور تسامح کر جاوے کہ اس وجہ سے اوس بیچارہ پر احسان ہوگا اور مشتری اس حدیث کے مضمون کا مصداق ہو جاوے گا رَحِمَ اللّٰہُ سَھْلَ الْبَیْعِ سَھْلَ الشِّرَاءِ ہان جس صورت مین کہ کسی مالدار سے خرید کرے جو نفع اپنی حاجت سے زیادہ لیتا ہو تو اوسکے ساتھ درگذر کرنا اچھا نہین بلکہ مال کا کھونا ہے بدون ثواب کے اور بدون اس بات کے کہ کوئی اوسکو اچھا کہے چنانچہ ایک حدیث شریف مین جو بطریق اہل بیت علیہم السلام مروی ہے وارد ہے اَلْمَغْبُوْنُ فِی الشِّرَاءِ لَا مَحْمُوْدٌ وَّلَا مَاجُوْرٌ۔ اور ایاس بن معاویہ بن قرہ جو بصرہ کے قاضی اور تابعین مین سے بڑے ہوشیار تھے فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو مین مکار ہون اور نہ کوئی مکار مجھے گھٹی دیسکتا ہے اور ابن سیرین کو بھی کوئی چل نہین دیسکتا مگر حسن بصری اور میرے باپ دمون مین آجاتے ہین اور کسر کھا بیٹھتے ہین۔ اور کمال یہ ہے کہ نہ خود دوسرے کو گھٹی دے نہ دوسرے سے گھٹی کھاوے جیسے بعضون نے حضرت عمرؓ کی تعریف مین کہا ہے کہ آپ کا کرم اس بات کا مقتضی نتھا کہ دوسرے کو فریب دین اور نہ عقل اس بات کی مقتضی کہ دوسرے سے فریب کھاوین۔ اور حضرات حسنین علیہما السلام اور دوسرے سلف کے اچھے لوگ خریدنے کے وقت خوب مبالغہ کرتے اور ذرا سی چیز کے لیے بہت سا جھگڑتے مگر دینے کے وقت بہت سا مال ویڈالتے کسی نے اونکی خدمت مین عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ خریدنے مین آپ اتنا مبالغہ اونی چیزون مین کرتے ہین اور دینے کے وقت بہت کچھ بے تامل دیڈالتے ہین فرمایا کہ دینے والا اپنی فضیلت دیتا ہے جسقدر دیگا اوسی قدر اوسکی فضیلت معلوم ہوگی اور بیع مین گھٹی کھانے والا اپنی عقل کم کرتا ہے یعنی گھٹی کھانا عقل کا خلل ہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین اپنی عقل اور بصیرت کو چل دیتا ہون مگر یہ نہین کرتا کہ دوسرا کوئی میری عقل کو گھٹی دیدے یعنی جب مین یہ کرتا ہون تو خدا کے لیے دیتا ہون اور اوس سے کچھ زیادہ نہین درخواست کرتا سوم ثمن اور تمام

بھول سکے وصول کرنے میں احسان تین طرح سے ہوسکتا ہے اول بیقدر چھوڑ دے
دوسرے کچھ مدت ا مہلت کے بعد وصول کرنے سے سوم کہ رستہ داموں کے
لینے میں سہولت برتنے سے اور یہ تینون باتیں مستحب ہین اور انکی ترغیب شرعاً وارد ہے
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین رَحِمَ اللّٰہُ سَہْلَ الْبَیْعِ سَہْلَ الشِّرَاءِ سَہْلَ
الْقَضَاءِ سَہْلَ الْاِقْتِضَاءِ تو آدمی کو چاہیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی
دعا میں داخل ہو جاوے کو غنیمت جانے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا یسّر اللّٰہ
اور فرمایا مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ تَرَکَ لَہٗ حَاسَبَہُ اللّٰہُ حِسَابًا یَسِیْرًا اور ایک روایت مین
یہ ہے اَظَلَّہُ اللّٰہُ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ وہ گناہگار تھا اوسکا حساب ہوا تو کوئی نیکی نہ پائی گئی
اوس سے پوچھا گیا کہ تو نے کبھی کوئی نیکی کی ہے اوسنے عرض کیا کہ کبھی نہیں لیکن ایک
بات یہ ہے کہ مین لوگون کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے نوکرون سے کہدیتا تھا کہ توانگرون
سے چشم پوشی کرو اور مفلسون کو مہلت دو اور ایک روایت یون ہے کہ مفلسون سے
درگذر کرو اللہ تعالی نے اوسکو ارشاد فرمایا کہ تیری نسبت کہ ہم ان باتون کے زیادہ
لائق ہین پس اوس سے درگذر کی اور اوسکو بخشدیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ارشاد فرماتے ہین کہ جو شخص قرض دے کسی مدت تک تو اوسکو اوس میعاد تک ہر روز
خیرات کا ثواب ہوگا اور جب میعاد گذر جاوے اور وہ شخص پھر مدیون کو مہلت دیدے
تو اوسکو ہر روز قرض کی برابر خیرات کرنے کا ثواب ہوگا۔ اور بعض اکابر اسی حدیث
کے مضمون کی جہت سے یہ بات اچھی نہ جانتے تھے کہ مدیون اونکا قرض ادا کردے
اسلیے کہ جب تک قرض ذمہ پر رہیگا تو دینے والے کو وقتاً ہی روپیہ ہر روز وہ خیرات کو اونکا
ثواب ملتا رہیگا۔ اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا کہ مین نے جنت کی دروازہ پر
لکھا دیکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا اسکی وجہ بعضون
نے یہ بیان کی ہے کہ صدقہ محتاج اور غیر محتاج دونون کے ہاتھ مین پڑتا ہے اور
قرض مانگنے کی ذلت بجز محتاج کے اور کوئی برداشت نہین کریگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا قرض دوسرے سے لینے کے لیے اوس کے
پیچھے پڑا ہے تو اپنے دست مبارک سے قرضخواہ کو اشارہ کیا کہ آدھا چھوڑ دے اور

ویسا ہی کیا پھر اپنے قرضدار کو فرمایا کہ اب جا اور اسکو ادا کر دے - اور جو شخص کہ مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور اوسکا دام اوسوقت نہ لیوے اور نہ اوسپر تقاضا کرے تو وہ بھی ایسا ہی ہے جیسے قرض دینے والا ہوتا ہے - اور کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رح نے ایک خچر چار سو درم کو بیچا جب مشتری کے ذمہ پر ثمن واجب ہو گیا تو اوسنے عرض کیا کہ اے ابوسعید کچھ رعایت فرمائیے آپنے فرمایا کہ میں نے سو درم تجھکو چھوڑ دیے اوسنے عرض کیا کہ آپ اب کچھ احسان کریں فرمایا کہ سو درم میں نے اور تجھکو معاف کیے غرضکہ دو سو درم باقی کے اوس سے لیلیے کسی نے عرض کیا کہ یہ تو نصف ثمن رہگیا فرمایا کہ احسان ہو تو اسی طرح ہونا چاہیے نہیں تو نہیں - اور ایک خبر میں یوں وارد ہے کہ اپنا حق پورا ہو یا نہو عفت کے ساتھ لو کہ خداے تعالی تم سے محاسبہ سہولت سے لیگا -

چہارم قرض کے ادا کرنے میں احسان کی صورت یہ ہے کہ حقدار کا حق اوسکے پاس پہونچا دے یہ نہو کہ اوسکو تقاضا کے لیئے تکلیف کرنی پڑے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خیرکم احسنکم قضاء یعنی تم میں بہتر وہ ہے جو ادا اچھی طرح کرے اور جب قرض ادا کرنے کا مقدور ہو جاوے تو چاہیے کہ جلدی کرے گو وقت سے پیشتر ہو اور جسطرح کا دینا شرط ہوا ہو اوس سے بہت عمدہ دیوے اور اگر اوس سے عاجز ہو تو نیت یہی رہے کہ جب میرے پاس ہوگا اوسی وقت ادا کرونگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص قرض لے اور اوسکی نیت میں یہ ہو کہ جسوقت پاؤنگا ادا کرونگا تو اللہ تعالی اوسپر فرشتے مقرر کر دیتا ہے کہ اوسکی حفاظت کریں اور اوسکے لیے دعا مانگیں یہاں تک کہ وہ قرض ادا کر چکے - اور کچھ لوگ سلف کے بدون ضرورت بھی اس حدیث کے مضمون سے واقف ہو کر قرض لیا کرتے تھے - اور جب کوئی حقدار گفتگو سخت کرے تو اوسکو برداشت کرنا چاہیے اور اوسکے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے کہ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا ہے چنانچہ مروی ہے کہ ایک بار ایک قرض خواہ میعاد گذرنے پر آپ کی خدمت میں آیا اور جب تک اوسکے قرض کے ادا کی نوبت نہ پہونچی تھی اوسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں الفاظ سخت کہنے شروع کیے اصحاب نے اوسکو تنبیہ کرنا چاہا آپ نے فرمایا کہ جانے دو حق والا کہا ہی کرتا ہے - اور جب قرض خواہ اور قرضدار میں گفتگو آپڑے تو تیسرے شخص کو چاہیے کہ قرضدار کی طرف داری زیادہ

کرے اسلیے کہ قرض دینے والا جو قرض دیتا ہے تو جو روپیہ اوسکی حاجت سے زائد ہوتا ہے
وہ دیتا ہے اور قرضدار اپنی حاجت کے لیے قرض لیتا ہے اسلیے حاجتمند کی رعایت
مناسب ہے اسی طرح بائع و مشتری کے تصفیہ مین مشتری کی جانب زیادہ ملحوظ رہنی چاہیے
کیونکہ بائع مبیع سے بے غرض ہوکر اوسکو فروخت کرتا ہے اور مشتری کو اوسکی حاجت ہے
ہان جس صورت مین کہ قرضدار حد سے تجاوز کرے تو اس صورت مین اوسکی اعانت
ایسی طرح کرنی چاہیے کہ وہ تعدی سے باز آوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد
فرماتے ہین انصر اخاک ظالما او مظلوما یعنی مدد کر اپنے بھائی کی خواہ وہ ظالم ہو یا
مظلوم کسی نے عرض کیا کہ ظالم ہونے کی صورت مین اوسکی مدد کیسے کرین فرمایا کہ
اوسکو ظلم سے منع کرنا ہی اوسکی مدد ہے - پنجم یہ کہ جو شخص بیع کو پھیرنا چاہے تو اوسکو منظور
کرے اسلیے کہ پھیریگا وہی شخص جو بیع سے نادم ہوگا اور اپنے حق مین اوسکو مضر سمجھیگا
تو آدمی کو نہ چاہیے کہ اپنے واسطے ایسی بات پسند کرے جو اپنے بھائی کے ضرر کا باعث
ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من اقال نادما صفقته اقال اللہ عثرته
یوم القیمة یا اور لفظون سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے - ششم یہ کہ اودھار دے
تو فقیرون کو دے اور معاملہ کرنے کے وقت نیت کرلے کہ اگر انکو دسترس نہوگی تو انسے
مطالبہ نکرونگا چنانچہ سلف کی نیک بندون تجارت پیشون کے یہان دو بہیان رہتی تھین
ایک کا عنوان کچھ نہوتا تھا اور اوسمین ایسے لوگون کے نام لکھے رہتے تھے جو گمنام ضعیف
اور فقیر ہوتے تھے یعنی جسوقت کوئی فقیر اونکی دوکان پر آیا اور غلہ یا میوہ کو اوسکا دل
راغب ہوا اور اوسنے کہا کہ مثلاً مجکو اڑھائی سیر کی اس مین سے ضرورت ہے مگر میرے پاس
دام نہین تو وہ بزرگ کہدیتے کہ لیجاو اور جب تمہارے پاس ہو تب دام دیجانا اور اوسکا
نام اوس بہی مین لکھ دیتے اور سلف مین ایسے تاجرون کو بھی نیک نجانتے تھے بلکہ نیک
اوسکو تصور کرتے تھے کہ فقیر کا نام ہی دفتر مین نہ لکھے اور نہ اوسکے ذمہ دام قرض کرے
بلکہ یون کہے جتنا تجکو درکار ہے لیجا اگر تیرے پاس ہو جاوے تو دام دیدینا ورنہ یہ چیز تجکو
حلال کردی - غرضکہ اگلے لوگون کی تجارت کے طریق یہ تھے وہ سب مٹ گئے جو اونمین
اسوقت مین قائم ہو گویا وہ اوس طریق کو زندہ کریگا - بالجملہ تجارت مردون کے حق مین
ایک کسوٹی ہے کہ اوس سے اونکا دین اور تقوی آزمایا جاتا ہے اور اسی لیے کسی نے

ایک قطعہ کہا ہے جسکا مضمون یہ ہو قطعہ

گو آدمی کے جامہ مین پیوند ہو لگا ٭ اِن باتون سے فریب مین اوسکے نہ آیو	ہاتھے پہ اوسکے گھٹا ہوا اور ساق پر ازار جب تک کہ حال سے نکر و اوسکا اختبار

اور اسی لیے کہا کرتے ہین کہ جب حالت اقامت مین آدمی کے ہمسایہ اوسکی ثنا کرین اور سفر مین اوسکے رفیق مدح خوان ہون اور بازارون مین اہل معاملہ اوس سے راضی رہین اور اچھا کہین تو اوسکی نیکبختی مین کچھ شک نہ کرنا چاہیے ۔ اور حضرت عمر رض کے سامنے ایک گواہ آیا آپ نے اوسکو ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لا جو تجکو پہچانتا ہو وہ ایک شخص کو بلا لایا اوسنے آکر اوسکی تعریف کی آپ نے اوس سے سوال کیا کہ تو کیا اسکے قریب رہتا ہے کہ اسکو آتے جاتے دیکھتا ہو اوسنے عرض کیا کہ یہ تو نہین ہوا پھر پوچھا کہ تو کسی سفر مین اسکے ساتھ رہا ہے کہ سفر مین مکارم اخلاق معلوم ہو جایا کرتے ہین اوسنے عرض کیا کہ یہ بھی نہین ہوا پھر آپ نے سوال کیا کہ تو نے اس سے کبھی روپیہ اشرفی کا معاملہ کیا ہے جس سے آدمی کی پرہیزگاری معلوم ہوا کرتی ہے اوسنے کہا کہ یہ بھی نہین ہوا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اسکو مسجد مین کھڑا دیکھا ہے کہ قرآن کو آواز بنا کر پڑھتا ہو گا اور اپنا سر کبھی نیچے کرتا ہو گا کبھی اوپر اوسنے عرض کیا کہ بیشک یون ہی ہوا ہے آپنے فرمایا کہ تو جا اسکو تو نہین پہچانتا اور اوس گواہ سے فرمایا کہ تو جا کر دوسرے شخص کو لا جو تجکو پہچانتا ہو غرض کہ پہچاننے کی صورتین یہی تین باتین ہوا کرتی ہین

پانچوین فصل اس بات کے بیان مین کہ جو باتین خاص تاجر کے لیے ہین اور اوسکی آخرت مین کارآمد ہین اون مین اوسکو اپنے دین کا خوف کرنا چاہیے یعنی ہر ایک اپنے دین کا لحاظ رکھنا چاہیے ۔ تاجر کو نہ چاہیے کہ معاش مین پڑکر معاد سے غافل ہو جاوے اور اپنی عمر اس وجہ سے برباد کرے اور تجارت مین گھٹی اوٹھاوے اور یہ آخرت کی گھٹی ایسی نہین کہ نفع دنیاوی سے پوری ہو سکے تو ایسے معاملات کرنے سے اون لوگون مین سے ہو جاویگا کہ آخرت کو بیچ کر دنیا کی زندگی خریدین بلکہ عاقل آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس پر ترس کھاوے اور ترس کھانے کی صورت یہ ہو کہ راس المال بچاوے اور آدمی کا راس المال اوسکا دین ہے جسکی تجارت کرتا ہے کسی بزرگ کا قول ہے کہ عاقل کے لیے سب سے زیادہ

ستایان وہ چیز ہے جسکی حاجت اوسکو سرو دست سب سے زیادہ ہو اور جس چیز کی حاجت سب سے زیادہ بالفعل ہے وہ یہ ہے کہ آگے کو اوسکا انجام بہتر ہو۔ اور حضرت معاذ بن جبل نے اپنی وصیت مین ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا مین کوئی حصہ تیرا ضروری ہے مگر تجکو اپنی آخرت کے حصہ کی زیادہ حاجت ہے تو شروع اوسی سے کر اور اول آخرت کا حصہ لے کر دنیا کا حصہ تو وصول ہی ہوگا اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اس سے یہ غرض ہے کہ دنیا مین سے اپنے آخرت کے حصہ کو مت بھولنا کہ دنیا مزرعہ آخرت ہے اور حسنات اوسی سے حاصل ہوتی ہین۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ تاجر کو اپنے دین کا خیال رکھنا سات باتون کی رعایت سے پورا ہوتا ہے اول ابتدا تجارت مین نیت اور عقیدہ کو درست رکھنا کہ تجارت سے یہ نیت کرے کہ سوال کی ضرورت نہ پڑے اور لوگون کا دست نگر نہو بلکہ حلال کی کمائی سے اون سے غنی ہو جاوے اور اپنے مال سے اپنے دین پر مدد لیوے اور اہل وعیال کے حقوق ادا کرے تاکہ مال سے جہاد کرنے والون کے زمرہ مین داخل ہو اور چاہیے کہ سب مسلمانون کی خیر خواہی کی نیت کرے اور دوسرون کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے چاہتا ہو۔ اور یہ نیت کرے کہ اپنے معاملہ میں عدل اور احسان کے طریق کی پیروی کرونگا جس صورت سے کہ ہمنے پیشتر ذکر کیا۔ اور یہ نیت کرے کہ بازار مین جو چیز دیکھونگا اوس مین اچھی بات کی حکم کرنے اور بری بات سے منع کرنے میں در گذر نکرونگا۔ جب اس طرح کی عقائد اور نیتین دل مین رکھیگا تو طریق آخرت کا عامل ہوگا اگر اس صورت مین کچھ مال ملجاویگا تو نفع ہے اور اگر دنیا کا کچھ نقصان ہوگا تو آخرت مین فائدہ اوٹھائیگا۔

دوم یہ کہ اپنی صنعت یا تجارت مین رہنے سے یہ قصد کرے کہ ایک فرض کفایہ ادا کرتا ہون کیونکہ اگر صنعتین اور تجارتین بالکل چھوڑ دیجاوین تو معاش کے کارخانے جاتے رہین اور اکثر لوگ تباہ ہو جاوین کہ سب کا انتظام سب کی معاونت سے ہو رہا ہے اور اس سے کہ ایک ایک فریق ایک ایک کام کا ذمہ دار ہے اگر سب کے سب ایک ہی صنعت کرنے لگین تو اور صنعتین چھوٹ جائیں اور سب کے سب ہلاک ہو جاوین اور بعض شخصون نے حدیث شریف اختلاف امتی رحمۃ کو اسی بات پر حمل کیا ہے کہ اختلاف سے غرض جدا جدا صنعتون اور حرفون کے قصد کرنے سے ہے۔ پھر صنعتون مین بعض تو نہایت کار آمد

اور بعض ضروری نہین کہ انجام کو آرام طلبی اور زینت دنیاوی اونسے ہوتی ہے تو آدمی کو چاہیے کہ ایسی صنعت اختیار کرے جس سے مسلمانون کا فائدہ ہو اور دین مین ضروری اور جو پیشے کہ ظاہری زینت کے ہین اونسے احتراز کرے مثلاً نقش و نگار کرنا اور سادہ کاری اور زرگری اور چونہ سے استرکاری وغیرہ اس قسم کی چیزون کو دینداروں نے مکروہ سمجھا ہے اور لہو کی چیزین اور آلات جنکا استعمال حرام ہے اونکے بنانے سے اجتناب کرنا ترک ظلم مین داخل ہے اور انھین چیزون مین یہ بھی ہے کہ ریشم کی قبا مردون کے لیے سیوے یا سونار سونے کی انگوٹھی وغیرہ مردون کے لیے بنا دے کہ یہ سب گناہ ہین اور اسپر مزدوری حرام ہے اور اسی وجہ سے ہم ایسے زیورون پر زکوۃ واجب کہتے ہین گو زیور ہمارے نزدیک زکوۃ واجب نہین کیونکہ جب وہ مردون کے لیے مقصود ہوئے تو حرام ٹھہرے اور جب تک عورتون کے لیے اونکے بنانے کی نیت نہو گی تب تک وہ زیور مباح نہونگے غرضکہ زیورون کا حکم نیت سے ہوتا ہے اگر مردون کے لیے ہونگے تو حرام اور موجب زکوۃ ہین اور عورتون کے لیے ہونے سے مباح ہونگے۔ اور یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہین کہ غلہ کا بیچنا اور کفن بیچنا مکروہ ہے اسلیے کہ کفن فروش کو لوگون کے مرنے کی تاک رہتی ہو اور غلہ فروش کو نرخ کے گران ہونیکی۔ اور قصائی کا پیشہ مکروہ ہے اس نظر کہ دل کی سختی کا موجب ہو اور پچھنے لگانا اور پاخانہ کمانا مکروہ ہے کہ ان دونون پیشون مین نجاست کا اختلاط اکثر رہتا ہے اور یہی حال چمڑے پکانے کا ہے یا جو ایسا ہی کام ہو۔ اور حضرت ابن سیرین رح نے دلالی کو مکروہ فرمایا ہے اور قتادہ رض نے دلال کی اجرت کو مکروہ سمجھا ہے اور غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ دلال جھوٹ بولنے اور اسباب کی تعریف مین مبالغہ کرنے کی پروا کم کیا کرتا ہے اوسکو غرض مال کی نکاسی سے ہوتی ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ اس پیشہ مین کام معین نہین ہوتا کبھی کم ہوتا ہے کبھی زیادہ اور اجرت مین کام کی مقدار پر لحاظ نہین ہوتا بلکہ مال کی قیمت دیکھی جاتی ہے اور روپیہ پیچھے کچھ اجرت قرار پاتی ہے عادت اسی طرح ہو رہی ہے حالانکہ یہ ظلم ہے اجرت اسطرح ہونی چاہیے کہ مقدار محنت دلال کے اعتبار سے ہو۔ اور بعض لوگون نے تجارت کے لیے جاندار کے خریدنے کو مکروہ کہا ہے اس نظر سے کہ مشتری کو حکم الہی برا معلوم ہوتا ہے یعنی جانور کا مرجانا جو حکم خدا سے ہوتا ہے اوسکو اچھا نہین معلوم ہوتا اور کہتے ہین کہ

کہ جانور اون کو فروخت کرے اور بے جان کی چیزین مول لے - اور منجملہ مکروہ چیزون کے
صرافی ہے اسلیے کہ اوس مین سود کے دقائق سے بچنا دشوار ہے اور نیز اون چیزون مین
دقیق صفتین تلاش کرنی پڑتی ہین جنکی ذات مقصود نہیں صرف رواج مقصود ہے
علاوہ ازین صراف کو نفع ایسی ہی صورت مین ہوتا ہے کہ جان لیتا ہے کہ دوسرا شخص
نقد کے دقائق سے واقف نہین غرضکہ انھین باتون کے لحاظ سے صراف کو احتیاط
کرے مگر اوسکا سلامت رہنا کم ہو - اور صراف وغیرہ کو ثابت روپئے اور اشرفیان
گلا ڈالنی مکروہ ہین ہان اگر اون کے اچھے ہونے مین شک ہو یا کوئی اور ضرورت ہو
تو مضائقہ نہین - حضرت امام احمد رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے
اصحاب رض سے اس باب مین ممانعت آگئی ہے اور مین بھی ثابت سکہ کو توڑنا مکروہ جانتا ہون
اگر گلانا ہی ہو تو چاہیے کہ سکہ کے عوض سونا یا چاندی خرید کر گلا دے - اور کپڑے کی
تجارت کو مستحب کہتے ہین حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ اگر کپڑے کی سوداگری
مین قسمین نہون تو میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی اور پسندیدہ نہین - اور مروی ہے
کہ تمہاری تجارتون مین سے بہتر کپڑا ہے اور پیشون مین سے اچھا موزہ کا سینا ہے اور
ایک اور حدیث مین ہے کہ اگر جنت والے تجارت کرتے تو کپڑے کی کرتے اور اگر دوزخ
والے تجارت کرتے تو مع صرف یعنی نقدین کی کرتے - اور سلف کی نیک بختون کے اکثر
اعمال ان صنعتین تھین موزہ دوزی اور تجارت اور پلہ داری اور کپڑا سینا اور جوتا بنانا
بزاز ہونا اور آہنگری اور سوت کاتنا اور خشکی اور تری کا شکار کرنا اور کتابت - عبد الوہاب کاتب
کہتے ہین کہ مجھسے امام احمد رح نے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو مین نے کہا کہ کتابت آپنے
فرمایا کہ عمدہ پیشہ ہے اگر مین بھی اپنے ہاتھ سے کام کرتا تو تمہارا ہی پیشہ کیا کرتا پھر فرمایا کہ
جب لکھو تو ایسا لکھو کہ نہ بہت دور اور وہ ہو اور نہ بہت واضح اور حاشیے چھوڑ دیا کرو اور
اجزا کی پشت پر کچھ مت لکھا کرو - اور چار پیشہ ور ایسے ہین کہ لوگون مین کم عقل مشہور ہین
اول جولاہے دوم دھنیے سوم کاتنے والے چہارم سیانجی - اور غالبا اسکی وجہ یہ ہے
کہ ان پیشہ والون کا میل عورتون اور لڑکون سے زیادہ رہتا ہے اور یہ قاعدہ ہے
کہ کم عقلون کی اختلاط سے عقل ضعیف ہو جاتی ہے جیسے عقلمندون کے پاس بیٹھنے سے
عقل بڑھجاتی ہے اور حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت مریم ع نے حضرت عیسی ع کو

ڈھونڈنے جاتی تھین اونکا گذر جولاہون پر ہوا اور اونسے رستہ پوچھا اونھون نے
جو رستہ تھا وہ بتا دیا تو آپ نے اونکو بددعا دی کہ الہی انکے پیشہ مین سے برکت دور کر
اور ایسا کر کہ یہ مفلس مرین اور لوگون کی آنکھون مین اونکو حقیر کر پس اونکی دعا قبول ہوگئی
اور اکابر سلف نے ایسی چیزون پر اجرت لینے کو مکروہ فرمایا ہے جو قسم عبادت ہو ہون
یا فرض کفایہ مثلاً مُردون کا نہلانا اور اونکو دفن کرنا اور اذان اور نماز تراویح وغیرہ
اگرچہ ان امور کے لیے نوکر رکھنا صحیح ہے اور یہی حال قرآن پڑھانے اور علم شرع سکھانے
کا ہے کہ یہ اعمال اس بات کو سزاوار ہین کہ انسے آخرت کی تجارت کیجاوے اور اگر انپر
اجرت لیجاویگی تو دنیا کے بدلے مین آخرت کا ویڑا النا ہوگا جو اچھی بات نہین —
سوم یہ کہ دنیا کا بازار آدمی کو آخرت کی بازار کا مانع نہو آخرت کی بازار اللہ تعالی کی مسجدین
ہین جنکے حق مین وہ خود فرماتا ہے فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ
يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ
وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ - تو یون چاہیے کہ دن کے اول وقت کو بازار کے
وقت ہونے تک اپنی آخرت کے لیے کردے یعنی اوسوقت مسجد مین بیٹھکر وظائف کا
ورد کرے حضرت عمر رضؓ تاجرون کو فرمایا کرتے تھے کہ دن کا شروع اپنی آخرت کے لیے کردو
اور اوسکے بعد کا وقت دنیا کے لیے رہنے دو - اور سلف کی نیک بندے دن کا اول آخر
آخرت کے لیے رکھتے تھے اور بیچ کا وقت سوداگری کے لیے چنانچہ صبح کو ہریسہ اور نہاری
اور سریان بکرے کی لڑکے اور ذمی بیچا کرتے تھے کیونکہ وہ کاندار تو جب تک مسجدون مین
رہا کرتے تھے - اور ایک حدیث مین وارد ہے کہ فرشتے جس وقت بندہ کا نامہ اعمال لیکر
اوپر جاتے ہین اور اوس مین اول اور آخر روز مین ذکر اللہ اور نیکی ہوتی ہے تو اللہ تعم
بیچ کے وقت کی برائیان دور فرماتا ہے - اور ایک حدیث مین ہے کہ رات اور دن
کے فرشتے فجر ہوتے اور عصر کے وقت حضور خداوندی مین جمع ہوتے ہین اوس وقت
اللہ تعالی اون سے سوال فرماتا ہے حالانکہ اوسکو بندون کا سب کچھ حال معلوم ہے
کہ تمنے میرے بندون کو کس حال مین چھوڑا تو وہ عرض کرتے ہین کہ ہم نے اون کو
نماز پڑھتے چھوڑا اور جب اونکے پاس گئے تو نماز پڑھتے پایا پس اللہ تعالی فرماتا ہے
کہ مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اونکو بخشدیا - پھر آدمی جس وقت دن کے

درمیانی حصہ مین ظہر یا عصر کی اذان سنے تو چاہیے کہ کسی کام کی رغبت نہ کرے اور اپنی جلد
سے مسجد کی طرف حرکت کرے اور جو کام کرتا ہو اوسکو ترک کردے کیونکہ اگر تکبیر اولے
جماعت کی امام کے ساتھ اول وقت مین نہ ملیگی تو دنیا و مافیہا سے بھی اوسکا تدارک نہوگا
تکبیر اولی کے سامنے یہ سب ہیچ ہے اور اگر جماعت مین حاضر نہوگا تو بعض علما کے نزدیک
گنہگار ٹھہریگا اور اکابر سلف کا دستور یہ تھا کہ اذان ہوتے ہی مسجد کو دوڑتے تھے اور
بازار مین صرف لڑکوں اور اہل ذمہ کو چھوڑ جاتے تھے اور اونکو اوقات نماز مین دوکان کی
حفاظت کرکے اجرت دیا کرتے تھے اسی سے اونکی گذر تھی اور رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ
وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللهِ کی تفسیر مین یون آیا ہے کہ یہ لوگ لوہار اور پوت بیدھنے والے تھے امین سے
اگر کوئی اذان سنتا تو اگر ہتوڑا چوٹ کے لیے اوٹھائے ہوتا یا برا بیدھنے کے لیے ہوتا
تو ویسے ہی بدون چوٹ اور سوراخ کے ہاتھ سے ڈال دیتا تھا اور نماز کے لیے کھڑا
ہوجاتا تھا- چہارم یہ کہ اسی پر کفایت نہ کرے بلکہ بازار مین ہر وقت اللہ پاک کی یاد کرے
اور تہلیل اور تسبیح مین مشغول رہے اسلیے کہ اللہ تعالی کی یاد بازار مین غافلون کے
درمیان بہت فضیلت رکھتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ غافلون کے
درمیان اللہ تعالی کا ذکر کرنیوالا ایسا ہے جیسا بھاگنے والون کے بیچ مین جہاد کرنیوالا
یا جیسا مردون کے بیچ مین زندہ شخص اور دوسری روایت مین یون ہے کہ جیسے سبز درخت
سوکھی گھاس مین اور فرمایا کہ جو شخص بازار مین جاوے اور کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اوسکے لیے بیس لاکھ نیکیون کا ثواب لکھیگا- اور حضرت ابن عمر اور سالم
بن عبد اللہ اور محمد بن واسع اور اونکے سوا دوسرے حضرات بازارون مین صرف اسی
ذکر کی فضیلت کے حاصل کرنے کو تشریف لیجایا کرتے تھے- اور حضرت حسن بصری رح
فرماتے ہین کہ اللہ کا ذکر کرنیوالا بازار مین قیامت کو ایسی روشنی سے آویگا جیسے چاند کی
اور اوسکی حجت آفتاب جیسی ہوگی اور جو شخص اللہ تعالی سے بازار مین مغفرت کی درخواست
کریگا اللہ تعالی اوسکے لیے بازاریون کے شمار کے موافق مغفرت کریگا- اور حضرت عمر رض
جب بازار مین داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفُسُوْقِ
وَمِنْ شَرِّ مَا اَحَاطَتْ بِهِ السُّوْقُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ يَمِيْنٍ فَاجِرَةٍ وَصَفْقَةٍ خَاسِرَةٍ

اور ابو جعفر فرغانی کہتے ہین کہ ہم حضرت جنید بغدادی کی خدمت مین تھے کہ ذکر ایسے
لوگون کا ہوا جو مسجدون مین بیٹھکر صوفیون کے مشابہ بنتے ہین اور مسجد مین بیٹھنے کے
حق کو ادا کرنے مین قاصر ہین اور بازار مین جانیوالون کو برا کہتے ہین حضرت جنید نے
سنکر ارشاد فرمایا کہ بازار والے اکثر ایسے بھی ہین کہ مسجد مین اگر بعض لوگ جو مسجد مین بیٹھے ہین
اونکا کان پکڑکر باہر نکالدین اور اونکی جگہہ خود بیٹھ جاوین مین ایک ایسے شخص کو جانتا ہون
کہ بازار مین جاتا ہے اور ہر روزہ تین سو رکعتین اور تیس ہزار بار سبحان اللہ کہنا اوسکا
معمول ہے ابو جعفر کہتے ہین کہ آپکے اس ارشاد سے مجکو یہ وہم ہوا کہ یہ حال آپ
اپنا ہی فرماتے ہونگے۔ غرض کہ جو لوگ کفایت کی طلب کے لیے تجارت کیا کرتے تھے
نہ دنیا کی آرام طلبی کے لیے تو اونکی تجارت کا یہ طریق تھا کیونکہ جو شخص دنیا کا طالب
اس غرض سے ہو کہ اوس سے آخرت پر مدد لے تو اوس سے یہ نہوگا کہ آخرت کی نفع کو
بیچ ڈالے اور اس باب مین بازار اور مسجد اور گھر سب کا حکم ایک ہے اور بچاؤ کی صورت
صرف تقوی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اتق اللہ حیث ما کنت۔ پس
تقوی کا وظیفہ خالص دینداروں سے کبھی نہین چھوٹتا اون پر کوئی حال کیون نہو اور
اسی سے اونکی زندگی اور عیش ہے کیونکہ وہ اپنی تجارت اور نفع اسی مین سمجھتے ہین۔
اور یہی وجہ کہتے ہین کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت کرتا ہے وہ عیش کرتا ہے اور جو
دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ خفیف ہوتا ہے اور احمق آدمی صبح اور شام بجز نکمی باتون کے
اور کچھ نہین کرتا اور عاقل شخص اپنے نفس کے عیبون کا جویا رہتا ہے۔ پنجم یہ کہ بازار
اور تجارت پر زیادہ حریص نہو کہ بازار مین سب سے پہلے جاوے اور سب کے بعد آوے یا
تجارت مین سمندر کا سفر کرے کہ یہ دونون باتین مکروہ ہین کہتے ہین کہ جو شخص دریا کا
سفر کرے تو وہ رزق کی طلب مین حد سے زیادتی کرتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے
کہ سمندر کا سفر بجز تین باتون کے اور ون کے لیے نکرنا چاہیے اول حج کرنا دوم عمرہ
کرنا سوم جہاد کرنا۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرمایا کرتے کہ بازار مین اول
گھسو نہ سب پیچھے نکلو کہ اوسمین شیطان انڈے بچے دیدیتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل اور
ابن عمر رض سے مروی ہے کہ ابلیس اپنے لڑکے زلنبور سے کہتا ہے کہ تو اپنے لشکر لیجا
تو بازارون پر حاکم ہوا بازاریون کے لیے جھوٹ اور قسم اور دغا اور مکر اور خیانت کو

ریت دنیا اور جو اول بازار مین آوے اور سبکے بعد اوسمین سے نکلے اوسکے ساتھ رہتا
ایک حدیث مین ہے کہ جگہون مین سے بدتر بازار مین اور بازاریون مین سے بدتر وہ
جو سب سے اول داخل ہون اور سب کے بعد خارج ہون۔ اور یہ احتراز کامل اوسی صورت
ہوگا کہ آدمی ابھی کہ اوقات کی مقدار معین کرلے کہ جب اوسقدر ملجاوے اوسی وقت
بازار سے چلا آوے اور آخرت کی تجارت مین مشغول ہو سلف کے نیک بندون کا یہی
تھا چنانچہ بعض آدمی ایسے تھے کہ جب اونکو پون آنہ کے قریب ملجاتا تو بازار سے چلے آتے
اور اوسیقدر پر قناعت کرتے اور حماد بن سلمہ ریشمی کپڑے کا بقچہ بیچنے کو سامنے رکھ لیتے
اور جب قریب چھ آنے کے ہوجاتے تو اپنا بقچہ اوٹھا ڈالتے اور گھر چلے آتے۔ ا
ابراہیم بن بشار کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ادہم رح کی خدمت میں عرض کیا کہ آج مین
جا کر گارے کا کام کرونگا فرمایا کہ اے بن بشار تو ایک چیز کا طالب ہے اور ایک کا مطلوب
تو ایسی چیز کو طلب کرتا ہے جو تجھ سے فوت نہوگی اور تجکو وہ شخص طلب کرتا ہے جس سے
تو بچ نہ رہیگا کیا تو نے حرص والے کو محروم اور کم زور کو رزق ملتے نہین دیکھا پھر میں نے
عرض کیا کہ میرا یون آنہ بقال کے پاس ہے آپنے فرمایا کہ یہ حرکت تمہاری اور بھی مجکو
گران معلوم ہوئی کہ پون آنہ کے مالک ہوکر کام کی طلب کرتے ہو۔ اور اگلے لوگون میں
بعض ایسے تھے کہ ظہر کے بعد پھرتے تھے اور بعض عصر کے بعد اور بعض اشخاص ہفتہ میں
ایک یا دو روز کام کرنے پر کفایت کیا کرتے تھے۔ ششم یہ کہ صرف حرام سے بچنے ہی پر
کفایت نہ کرے بلکہ شبہون کی جگہون اور شک کے مقامات سے بھی احتراز کرے اور
نہ دیکھے کہ اس بات مین لوگ کیا فتوی دیتے ہین بلکہ اپنے دل سے فتوی پوچھے جب
اوس مین کسی طرح کی خلش پاوے تو اوس سے اجتناب کرے اور جسوقت اوسکے پاس
کوئی اسباب آوے کہ اوسمین اوسکو شبہ ہو تو اوسکا حال لوگون سے پوچھکر دریافت کرے
ورنہ شبہ کا مال کھاویگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لوگ دودھ
لائے تو آپ نے پوچھا کہ یہ دودھ تمہارے پاس کہان سے آیا اونھون نے عرض کیا
کہ بکری کے تھنون سے آپنے فرمایا کہ وہ بکری کہان سے آئی اونھون نے عرض کیا
کہ فلان جگہ سے تب آپنے وہ دودھ پیا اور فرمایا کہ ہم انبیا کے گروہ کو یہ حکم ہے کہ نکھاویں
بجز عمدہ مال کے اور نہ کرین بجز نیک کام کے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے ایمان دارونکو

اوسی بات کا حکم فرمایا جسکا پیغمبرون کو حکم کیا ہے چنانچہ فرمایا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ اور رسولون کو ارشاد فرمایا یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا- غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس دودھ کی اصل اور اصل کے اصل تک پوچھی اس سے زیادہ سوال نہین فرمایا اسلیے کہ اس سے زیادہ مین وقت ہے اور ہم عنقریب باب حلال اور حرام مین لکھین گے کہ اس سوال کا کرنا کس جگہہ واجب ہے اگر نا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک چیز مین جو اونکی خدمت مین آتی یہ سوال نہین کیا کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہہ اس کا دریافت کرنا ضروری نہین تاجر پر اتنا ضرور ہے کہ جس سے معاملہ کرے اوسکو دیکھہ لے اگر وہ ظالم یا چور یا خائن یا سود خوار ہو تو اوس سے معاملہ نکرے اسی طرح اگر لشکری ہو خواہ اونکا کوئی ساتھی یا مددگار ہو تو اوس سے بھی معاملہ نکرے اسلیے کہ ایسے شخص سے معاملہ کرنے مین ظلم پر مدد کرنیوالا ہوگا- ایک بزرگ کا ذکر ہے کہ اونکو مسلمانون کے کسی مورچہ کی دیوار بنوانے کی خدمت ملی پھر اون کے دل مین اس نوکری سے کچھ تردد ہوا گو یہ کام خیرات کا بلکہ اسلام کے فرائض مین سے تھا مگر چونکہ جس امیر نے نوکر رکھا تھا وہ ظالم تھا اسلیے اونکو تردد ہوا چنانچہ اونھون نے سفیان ثوری سے اوسکا حال دریافت کیا اونھون نے فرمایا کہ ظالمونکی مدد نہ تھوڑی کرنہ بہت اونھون نے کہا کہ یہ دیوار تو فی سبیل اللہ مسلمانون کے لیے بنتی ہے سفیان رح نے فرمایا کہ درست ہے مگر ادنےٰ مین اونی خرابی تمھارے لیے یہ ہے کہ تم یہ چاہوگے کہ کسی طرح حاکم جیتا رہے تو ہماری تنخواہ وصول ہو جاوے تو اپنے نفع کے لیے ایسے شخص کے باقی رہنے کو چاہو گے جو اللہ تعالی کی نافرمانی کرتا ہے اور حدیث مین آچکا ہے کہ جو شخص ظالم کے باقی رہنے کی دعا مانگتا ہے اوسکو یہ منظور ہے کہ اللہ تعالی کی زمین مین اوسکی نافرمانی کیجاوے اور ایک حدیث مین یہ آیا ہے کہ اللہ تعالے غصہ ہوتا ہے جسوقت کوئی بدکار کی تعریف کرتا ہے- اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد ہے کہ جس شخص نے بدکار کی تعریف کی اوس نے اسلام کی تباہی پر اعانت کی- اور ایکبار سفیان ثوری رح خلیفہ مہدی کے پاس گئے اور اونکے ہاتھ مین ایک سفید کاغذ تھا سفیان رح سے کہا کہ مجکو دوات دیدیجیے کہ لکھون آپنے فرمایا کہ اول مجکو بتا دو کہ کیا چیز لکھوگے اگر وہ حق ہوگی تو مین دوات دونگا- اسیطرح کسی حاکم نے ایک عالم محبوس کو

اپنے پاس بلایا اور اونسے کہا کہ ذرا سی شی کھولدو کہ خط پر مہر کردون اونھون نے فرمایا کہ اول مجکو خط دیدو کہ پڑھ دیکھون غرضکہ پہلے لوگ ظالمون کی اعانت سے اتنا احتراز کرتے تھے اور معاملہ کرنا توسب سے زیادہ اعانت ہو اسلیے دینداروں کو چاہیے کہ حتی الوسع ظالمون سے معاملہ نہ کیا کرین حاصل یہ کہ یہ زمانہ ایسا نازک ہو کہ تاجر کو چاہیے کہ ابنار زمان کی دو قسمین کرلے کچھ لوگون سے معاملہ کرے اور بعض سے معاملہ نکرے اور جن سے کرے وہ دوسرے فریق کی نسبت کم ہوئین۔ بعض اکابر فرماتے ہین کہ لوگون پر ایک وہ زمانہ سچا تھا کہ اگر آدمی بازار مین جاکر پوچھتا کہ مین کس سے معاملہ کرون تو یہی جواب پاتا تھا کہ جس سے چاہے معاملہ کرلے پھر وہ وقت آیا کہ اوسکو یون کہنے لگے کہ جس سے چاہے معاملہ کر مگر فلان اور فلان شخص سے مت کرنا پھر اور زمانہ آیا تو یون کہنے لگے کہ کسی سے معاملہ مت کرنا مگر فلان اور فلان سے کرنا اور اب مجکو یہ خوف ہے کہ آیندہ کو یہ بات بھی جاتی رہے اور جس بات سے وہ بزرگ ڈرا کرتے تھے وہ اب موجود ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہفتم یہ کہ اپنے معاملہ کے سب حالات کو ہر ایک اہل معاملہ کے ساتھ نگران رہے کہ اوسکی بازپرس ہوگی قیامت کے روز اوسکا جواب سوچ رکھے کہ ہر بات اور ہر کام پر پوچھا جاویگا کہ کیون کہی اور کسواسطے کیا چنانچہ کہتے ہین کہ قیامت کو سوداگر ہر شخص کے ساتھ کھڑا کیا جاویگا جن سے اوسنے معاملہ کیا ہوگا اور جتنے آدمیون سے داد و ستد ہوئی ہوگی وتنے ہی محاسبے دینے پڑینگے۔ بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے ایک سوداگر کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھکر پوچھا کہ خدائے تعالی نے تجھسے کیا سلوک کیا اوسنے کہا کہ میرے سامنے پچاس ہزار نامہ اعمال کھولدیے مین نے عرض کیا کہ یہ سب گناہ ہین ارشاد ہوا کہ یہ تیرے معاملات ہین جو لوگون سے کیے ہین جن لوگون سے معاملہ کیا ہے اون مین سے ہر ایک کا نامہ جدا جدا ہے اور اوسمین ابتدا سے آخر تک تیرا اور اوسکا معاملہ لکھا ہوا ہے۔ یہان تک اون امور کا ذکر ہوا جو کسب دنیا کیلیے معاملہ کرنے مین ضرور ہین یعنی عدل اور احسان اور اپنے دین پر دھیان رکھنے کا پس اگر تاجر صرف عدل پر اکتفا کریگا تو نیک بختون مین سے ہوگا اور اگر عدل کے ساتھ احسان بھی کریگا تو مقرب بندون مین داخل ہوگا اور اگر ان دونون باتون کے ساتھ امور دین کے وظائف کا لحاظ بھی رکھیگا جیسا ہم نے پانچوین فصل مین لکھا ہے تو صدیقون

مین سے ہوگا واللہ اعلم تیسرا باب تمام ہوا اللہ تعالی کی عنایت سے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَّصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰى

چوتھا باب حلال اور حرام کے بیان مین

رباعی
مقبول عبادت نہین بن اکل حلال
ہے حکم خدا کہ کھاؤ تم طیب مال
کافی ہے فضیلت کو کہ اہل ایمان
اس حکم مین انبیا کے ہین شامل حال

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اسکو حضرت ابن مسعود رض نے روایت کیا ہے اس فرض کا سمجھنا عقلون پر دوسرے فرضون کی نسبت کر مشکل اور اسکا کرنا اعضا پر نہایت ثقیل ہے اسی وجہ سے اسکا علم اور عمل دونون بالکل ہٹ گئی اور اسکے علم کے دقیق ہونے کی جہت سے عمل اور بھی معدوم ہو گیا کیونکہ جاہلون نے یہ گمان کر لیا کہ حلال دنیا سے مفقود ہے اور اوس تک پہونچنے کی راہ مسدود اور مال پاک مین سے بجز نہرون کے پانی اور غیر مملوک زمین کی نباتات کے اور کوئی چیز نہین رہی اور ان دونون کے سوا جتنے مال ہین اون مین معاملات کی خرابی سے خباثت آگئی ہے اور چونکہ صرف پانی اور گھاس پر قناعت دشوار ہے تو بجز اسکے اور کیا کیا جاوے کہ محرمات مین خوب پانون پھیلائے جاوین اس خیال سے اونھون نے اس فرض دین کو پس پشت ڈالدیا اور مالون مین کچھ فرق دریافت نکیا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ حلال صاف کھلا ہے اور حرام بھی ظاہر وجدا ہے اور ان دونون کے درمیان مین مشتبہ چیزین ہین اور جتنے حالتون کے انقلاب ہوتے رہتے ہین یہ تینون باتین ایک دوسرے سے ملی رہتی ہین اور ازانجا کہ اس بدعت تازہ کا ضرر دین مین عام ہو گیا اور اسکی آگ سب خلق مین پھیل گئی لہذا ضرور ہوا کہ اسکے دور کرنیمین کوشش کیجاوے اور فرق حلال اور حرام اور شبہہ مین مشرح اور محقق تبلا دیا جاوے کہ سب صورتون کو شامل ہو سکے اور ہم اس مضمون کو سات فصلون مین بیان کرتے ہین وباللہ التوفیق

فصل اول حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت اور ان کے اقسام اور درجات کے ذکر مین مشتمل تین بیانون پر

پہلا بیان حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت مین۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اس آیت مین عمل کرنے کے پیشتر مال پاکیزہ کھانے کا حکم فرمایا اور بعضون نے کہا ہے کہ اوس سے مراد مال حلال ہے۔ اور فرمایا وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اور فرمایا اَلَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا اور فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ پھر فرمایا فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ پھر فرمایا وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ پھر فرمایا وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ اول مین سود کے کھانے کو خداے تعالی سے لڑائی ٹھانی فرمایا اور انجام کو باعث دخول دوزخ اور حلال اور حرام کے باب مین آیتین بیشمار ہین اب احادیث کا ذکر کرتے ہین کہ حضرت ابن مسعود رض راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ اور چونکہ دوسری حدیث مین طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ آیا ہے تو بعض علما نے فرمایا ہے کہ مراد علم سے حلال و حرام کا علم ہے اور دونون حدیثون سے مقصود ایک ہی چیز ہے اور فرمایا کہ جو شخص اپنے عیال کو حلال مال کما کر کھلاوے وہ ایسا ہے کہ گویا اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرتا ہے اور جو شخص کہ دنیا کو بوجہ حلال پارسائی کے ساتھ طلب کرے وہ شہید کے درجہ مین ہوگا۔ اور فرمایا مَنْ أَكَلَ الْحَلَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نَوَّرَ اللَّهُ قَلْبَهُ وَأَجْرَى يَنَابِيعَ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ اور ایک روایت مین زَهَّدَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا ہے۔ اور مروی ہے کہ حضرت سعد رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ آپ میرے لیے دعا فرماوین کہ خداے تعالی میری دعا قبول کر لیا کرے آپنے فرمایا أَطِبْ طُعْمَتَكَ تُسْتَجَبْ دَعْوَتُكَ یعنے اپنی غذا پاک و حلال کر تیری دعا مقبول ہوگی۔ اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر حرص کرنے والے کا ذکر فرمایا تو اوس کے بعد ارشاد فرمایا رُبَّ أَشْعَثَ أَغْبَرَ مُشَرَّدٍ فِي الْأَسْفَارِ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ اور حضرت ابن عباس رض کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالی کا ایک فرشتہ بیت المقدس پر ہر رات پکارتا ہے کہ جو شخص حرام کھاویگا اوسکا فرض و نفل کچھ مقبول نہوگا۔ اور فرمایا کہ جو شخص ایک کپڑا دس درم کو مول لے اور

اوسکے ثمن مین ایک درم حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اوسکے بدن پر رہیگا اللہ تعالیٰ اوسکی نماز قبول نکریگا - اور فرمایا كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ حَرَامٍ فَالنَّارُ اَوْلیٰ بِهٖ اور فرمایا جو شخص اس بات کی پروا نہین کرتا کہ کہان سے مال کماتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی پروا نکریگا کہ کہانسے اوسکو دوزخ مین داخل کرے - اور فرمایا عبادت دس جز ہین نو اون مین سے طلب حلال ہے یہ روایت مرفوعا بھی آئی ہے اور موقوفا بھی - اور فرمایا کہ جو شخص شام کرے طلب حلال سے تھک کر وہ رات کریگا اوس حال مین کہ اوسکے گناہ بخشے جاوینگے اور صبح کو اوٹھیگا اس کیفیت سے کہ اللہ تعالیٰ اوس سے راضی ہوگا - اور فرمایا جو شخص گناہ سے مال پیدا کرے پھر اوس سے صلہ رحم کرے یا صدقہ دے یا اللہ کی راہ مین خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ ان سب خرچون کو اکٹھا کریگا پھر اونکو دوزخ مین ڈالدیگا - اور فرمایا خَيْرُ دِيْنِكُمُ الْوَرَعُ - اور فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے حالت ورع مین ملیگا اللہ تعالیٰ اوسکو ثواب تمام اسلام کا عنایت کریگا - اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابون مین ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ پرہیزگار ہین اونکا حساب لیتے ہوئے مجکو شرم آتی ہے - اور ایک حدیث مین ہے کہ ایک درم سود کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانی کی حالت مین تیس زنا کی نسبت کر سخت ہے اور حضرت ابوہریرہ رض کی حدیث مین ہے کہ معدہ بدن کی حوض ہے اور رگین اوسکی طرف پیاسی جاتی ہین پس اگر معدہ اچھا ہوتا ہے تو رگین بھی صحت کے ساتھ پانی پیکر لوٹتی ہین اور اگر بیمار ہوتا ہے تو رگین بیمار ہو کر پھرتی ہین اور غذا کو دین سے وہ نسبت ہے جو بنیاد کو ہے عمارت سے تو اگر بنیاد مستحکم اور سیدھی جمی ہوئی ہوگی تو عمارت سیدھی اور اونچی ہوگی اور جس صورت مین بنیاد کمزور اور ٹیڑھی ہوگی تو عمارت گر پڑیگی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ اور حدیث شریف مین وارد ہے جو شخص مال وجہ حرام سے پیدا کرے تو اگر اوسکو صدقہ دیگا تو قبول نہوگا اور اگر اپنے پیچھے چھوڑ مریگا تو اوسکے لیے دوزخ کا توشہ ہوگا اور باب آداب الکسب مین ہمنے کچھ حدیثین لکھی ہین جنسے کسب حلال کی فضیلت واضح ہوتی ہے - اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ ایکبار حضرت ابوبکر صدیق رض نے اپنے غلام کی کمائی کا دودھ پی لیا پھر جو اوس سے دریافت کیا تو اوسنے کہا کہ مین نے ایک قوم کے لیے کہانت کی تھی اونھون نے

مجکو یہ دودھ دیا تھا آپ نے اپنے منہ مین انگلی ڈالکر قے کرنا شروع کیا یہانتک کہ غلام کو
یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کا دم نکلجاویگا پھر آپ نے فرمایا کہ الٰہی مین تیرے سامنے عذر کرتا ہون
اوس دودھ سے جو رگون اور آنتون مین رہ گیا ہو اور بعض روایت مین یہ بھی آیا ہے
کہ اس قصہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمکو معلوم نہین
کہ صدیق اپنے پیٹ مین بجز مال طیب کے اور کچھ نہین ڈالتا۔ اسی طرح ایکبار حضرت
عمر رضہ نے زکوۃ کی اونٹنی کا دودھ پی لیا تھا اور معلوم ہونے پر حلق مین اونگلی ڈالکر
قے کر دی۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو جسکا نام
حرام سے بچنا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی
طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے چلہ کی طرح دبلے ہو جاؤ تو اللہ تعالی تمہارے اعمال
قبول نہ کریگا جبتک کہ حرام سے نہ بچوگے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ
جسکو کچھ ملا ہے تو اسیطرح ملا ہے کہ جو پیٹ مین ڈالا سمجھکر ڈالا۔ اور فضیل رح فرماتے ہین
کہ جو شخص اپنے کھانے کی چیز کو سمجھ لیتا ہے اوسکو اللہ تعالی صدیق لکھتا ہے تو اے
مسکین جب روزہ افطار کیا کرے تو دیکھ لیا کر کہ کس کے پاس افطار کرتا ہے۔ اور حضرت
ابراہیم بن ادہم رح سے کسی نے پوچھا کہ تم زمزم کا پانی کیون نہین پیتے فرمایا کہ اگر خود
میرا ڈول ہوتا تو پیتا۔ اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ کی طاعت مین
مال حرام خرچ کرے اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنا کپڑا پیشاب سے پاک کرے
حالانکہ کپڑا بجز پاک پانی کے پاک نہین ہوتا اسی طرح گناہون کو سواے مال حلال کے
کوئی چیز دور نہین کرتی۔ اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ طاعت اللہ تعالی کا ایک خزانہ ہے
اور اوسکی کنجی دعا ہے اور اس کنجی کے دندانے حلال لقمے ہین۔ اور حضرت ابن عباس رضہ
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی اوس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جس کے پیٹ مین حرام ہوتا ہے
اور سہل تستری رح فرماتے ہین کہ آدمی ایمان کی تہ کو نہین پہونچتا جبتک کہ اوس مین
چار خصلتین نہون اول فرائض کا ادا کرنا مع سنتون کے دوم حلال کھانا ورع کے ساتھ
سوم ظاہر و باطن کی ممنوعات سے بچنا چہارم ان باتون پر موت تک جما رہنا اور فرمایا کہ جو کوئی
یہ چاہے کہ صدیقون کی علامتین اوس پر روشن ہو جاوین تو چاہیے کہ بجز حلال کے
اور کچھ نکھاوے اور بجز سنت اور ضروری امور کے کوئی کام نکرے۔ اور کہتے ہین کہ جو شخص

چالیس دن تک مال مشتبہ کھاتا ہے اوسکا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی معنی ہین اس آیت
کے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ اور ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ شبہ کے
ایک درم کا پھیر دینا میرے نزدیک ایک لاکھ سے چھہ لاکھ درم تک خیرات کرنے سے
بہتر ہے - اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ آدمی ایک لقمہ کھاتا ہے اور اوس سے اوسکا
دل چمڑے کی طرح بگڑ جاتا ہے اور پھر کبھی اپنی حالت اصلی پر نہین آتا - اور سہیل تستری فرماتے
کہ جو شخص مال حرام کھاتا ہے اوسکے اعضا خواہ مخواہ نافرمان ہو جاتے ہین اوسکا خیر
نہو اور جسکی غذا حلال ہوتی ہے اوسکے اعضا اطاعت کرتے ہین اور اوسکو خیرات کی
توفیق ہوتی ہے - اور کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ آدمی غذا حلال کا جب اول لقمہ کھاتا ہے
تو اوسکے پہلے کے گناہ بخشدیے جاتے ہین اور جو شخص حلال کی طلب مین ذلت کے
مقام پر اپنے آپ کو کھڑا کرتا ہے اوسکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے درخت کے پتے
جھڑتے ہین اور اکابر سلف کی آثار مین ہے کہ جب واعظ لوگون مین وعظ کو بیٹھتا تو علما
فرماتے کہ اس مین تین باتین دیکھو اگر بدعت کا معتقد ہو تو اوس کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ
شیطان کی زبان سے بولتا ہے اور اگر برا کھانا کھاتا ہو تو خواہش نفس سے کلام کرتا ہے
اور اگر عقل کا پکا نہو تو اوسکے وعظ سے خرابی زیادہ ہوگی اور اصلاح کم اوسکے پاس بھی
مت بیٹھو - اور حدیث مشہور مین بروایت حضرت علی مرتضی ع وغیرہم کے آیا ہے
اِنَّ الدُّنْیَا حَلَالُہَا حِسَابٌ وَّحَرَامُہَا عَذَابٌ اور دوسرے راویون نے وَشُبُہَاتُہَا عِتَابٌ
بھی زیادہ کیا ہے اور کہتے ہین کہ کسی سیاح نے کچھ کھانا کسی ابدال کو دیا اونھون نے
نکھایا سیاح نے اوسکا سبب پوچھا اونھون نے فرمایا کہ ہم بجز حلال کے اور کچھ نہین
کھاتے اور اسی وجہ سے ہمارے دل مستقیم رہتے ہین اور حالت یکسان رہتی ہے اور
عالم ملکوت کی سیر کرتے ہین اور آخرت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اگر ہم تین دن وہ غذا کھاوین
جو لوگ کھاتے ہین تو نہ تو کچھ علم الیقین ہمکو نصیب ہو اور نہ خوف اور مشاہدہ ہمارے دلمین
باقی رہے اوس سیاح نے کہا کہ مین ہمیشہ روزہ رکھتا ہون اور ہر مہینے مین تیس ۳۰ قرآن
ختم کرتا ہون ابدال نے فرمایا کہ یہ چیز جو مین نے تیرے سامنے رات پی ہے
میرے نزدیک تیرے تیس ختم سے جو تین سو رکعتون مین ہون بہتر ہے اور انھون نے
رات کو جنگلی ہرنی کا دودہ پیا تھا - اور امام احمد بن حنبل کو یحیی بن معین سے بہت الفت تھی

اور وہ تون تک ساتھ رہے ایکبار امام احمد رح نے سنا کہ یحییٰ بن معین کہتے ہین کہ مین کسی کو
سوال نہین کرتا لیکن اگر بادشاہ مجھے کچھ دے تو لیلون آپ نے یہ حال سنکر اون سے
ملاقات چھوڑ دی یہانتک کہ انھون نے عذر کیا اور عرض کیا کہ مین تو ہنستا تھا فرمایا کہ
تم دین کی بات میر ہنستے ہو تمکو معلوم نہین کہ غذا دین مین سے ہے اللہ تعالیٰ نے اوسکو
عمل نیک پر مقدم بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے کُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا
اور ایک روایت مین ہے کہ توریت مین مذکور ہے کہ جو شخص اس بات کی پروا نہین کرتا
کہ میری غذا کہان سے ہے خدائے تعالیٰ اس بات کی پروا نکریگا کہ اوسکو دوزخ کے
کس دروازہ سے اوس مین داخل کرے اور حضرت علی رض سے مروی ہے کہ آپ نے
حضرت عثمان رض کے قتل ہونے اور دار الخلافت کے لٹ جانے کے بعد جو غذا کھائی تو
اوسپر اپنی مہر دیکہہ لیتے تھے تاکہ شبہہ سے محفوظ رہین - اور ایک بار فضیل بن عیاض اور
ابن عیینہ اور ابن مبارک مکہ معظمہ مین وہیب بن الورد کے پاس جمع ہوئے اور خرما کا
ذکر کیا وہیب رح نے فرمایا کہ خرما مجکو نہایت محبوب ہے مگر مین اوسکو کھاتا نہین اسلیے
کہ مکہ معظمہ کے خرما زبیدہ وغیرہ کے باغون مین ملگئے ہین اسپر عبد اللہ بن مبارک نے اونسے
کہا کہ اگر آپ اسطرح کے دقائق کا لحاظ کرینگے تو روٹی کھانی دشوار ہو جاویگی اونھون نے
پوچھا کہ کیا وجہ کہا کہ اصل زمینین اطراف وجوانب کی زمینون مین ملگئی ہین یہ سنتے ہی
وہیب رح کو غش آگیا سفیان ثوری نے عبد اللہ بن مبارک سے فرمایا کہ تم نے اس شخص کو
رڈالا اونھون نے کہا کہ میری غرض تو یہ تھی کہ یہ دقت چھوڑ دین جب وہیب رح کو
ہوش ہوا تو قسم کھائی کہ مین عمر بھر روٹی نہ کھاؤنگا بھوک کیوقت دودہ پی لیا کرتے
ایکبار اونکی ما دودہ لائین آپنے پوچھا کہ یہ کہان کا ہے اونھون نے جواب دیا کہ فلان شخص
کی بکری کا ہے آپنے پوچھا کہ وہ بکری اوسکے پاس کہان سے آئی اور دام کہان سے دیا
اونھون نے بتادیا جب آپ منہ کے پاس لیگئے تو فرمایا کہ ایک بات رہگئی کہ یہ بکری کہان چرا کرتی تھی
اونکی ما خاموش ہوگئین آپ نے وہ دودہ نہ پیا اسلیے کہ وہ ایسی جگہ چرتی تھی جس مین کچھ
حق مسلمانون کا تھا اونکی مادر مشفقہ نے فرمایا کہ پی لو اللہ تعالیٰ تمکو بخش دیگا اونھون نے
کہا کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اوسکی نافرمانی کرکے اوسکی مغفرت کا خواہان ہون
یعنی پینے سے اوسکی نافرمانی یقیناً ہوگی تو ایسی طرح اپنے اختیار سے نافرمانی کرکے

جو باعث مغفرت ہونا اچھا نہین - اور بشر حافی رح بھی پرہیزگارون مین سے تھے اونسے کسی نے پوچھا کہ آپ کہان سے کھاتے ہین فرمایا کہ جہان سے تم کھاتے ہو مگر جو کھاوے اور روتا جاوے وہ اوس جیسا نہین جو کھاوے اور ہنستا جاوے اور نیز میرا ہاتھ دوسرون کی نسبت کرتا صر ہے اور لقمہ بھی اورون سے چھوٹا ہے یعنے بقدر حاجت اور ضرورت پہ اکتفا کرتا ہون غرضکہ پہلے لوگ شبہات سے اسطرح بچا کرتے تھے

دوسرا بیان حلال اور حرام کے اقسام اور مداخل کے ذکر مین - واضح ہو کہ حلال اور حرام کی تفصیل فقہ کی کتابون مین مشرح ہوتی ہے اور اگر طالب حق اپنی غذا ایسی طرح معین کرلے کہ فتوی کے روسے حلال ہو اور اوسکے سوا اور کسی جگہ سے نہ کھاوے تو اوسکو اس بحث طویل کی ضرورت نہین لیکن جو شخص اپنا کھانا چند وجوہ متفرق سے کھاوے تو اوسکو البتہ حلال اور حرام کو مفصل جاننے کی ضرورت پڑیگی چنانچہ اوسکی تفصیل ہمنے فقہ کی کتابون مین لکھی ہے یہان ہم مجملاً تقسیم کے طور پر اشارۃً مال حلال کی آمدنی کی وجہین بیان کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ مال دو حال سے خالی نہین یا تو خود اپنی ذات سے حرام ہوگا یا اس جہت سے کہ اوسکے حاصل کرنے مین کوئی خلل ہوگیا ہو قسم اول یعنی جسکی ذات مین کوئی صفت حرمت کی ہے وہ ایسی چیزین ہین جیسے شراب اور سور وغیرہ اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ جو چیزین روے زمین پر کھانے مین آتی ہین وہ تین طرح کی ہوتی ہین اول معدنیات جیسے نمک اور مٹی وغیرہ دوم نباتات سوم حیوانات - معدنیات وہ ہین جو زمین کے اجزا اور کانون مین سے نکلتی ہین وہ اسی وجہ سے حرام ہین کہ کھانے مین مضر ہین اور بعض بمنزلہ زہر کے ہین اگر بالفرض روٹی کا کھانا مضر ہوتا تو وہ بھی حرام ہوتی اور جسے مٹی کے کھانے کی عادت پڑگئی ہو وہ بھی ضرر ہی کے لحاظ سے حرام ہوتی ہے اس سے کہ اگر کوئی کوئی چیز معدنیات مین سے شوربا یا اور کسی سائل غذا مین گر جاوے تو وہ اوسکے سبب سے حرام ہو گا اور نباتات مین سے وہ چیزین حرام ہین جو عقل کو یا زندگی کو یا تندرستی کو زائل کرین عقل کی دور کرنیوالی جیسے بھنگ اور شراب اور دوسری نشے آور چیزین اور زندگی کی زائل کرنیوالی جیسے بلیش وغیرہ زہر ہین اور تندرستی کی دور کرنیوالی وہ دوائین ہین جنکا بیوقت استعمال کیا جاوے غرضکہ شراب اور نشہ کی چیزون کے سوا سب مین حرمت کی علت ضرر ہے اور مسکرات مین یہ بات نہین اون مین سے تھوڑی بھی حرام ہے گو نشہ نکرے اونمین علت

تیزی ہے جو سرور پیدا کرتی ہے اور زہر کی چیزون مین سے اگر صفت ضرر جاتی رہے خواہ مقدار کی کمی یا دوسری چیز مین ملانے سے تو وہ حرام نہونگی۔ باقی رہے حیوانات اونکی دو نوع ہین ایک ماکول دوسری غیر ماکول اور اوسکی تفصیل باب الاطعمہ مین ہے اور انکا مفصل بیان کرنا ایک بحث طویل ہے خصوص اقسام پرند اور حیوانات خشکی اور تری کا بیان۔ اور جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہے وہ بھی اس طرح ہے کہ شرعی طور پر ذبح ہوا ہو اور ذبح کرنیوالے اور آلہ ذبح اور مقام ذبح کی شرطون کا لحاظ کیا گیا ہو اور یہ باتین باب الصید والذبائح مین مذکور ہین اور جو جانور کہ شرعی طور پر ذبح نہوا ہو یا مر گیا ہو تو وہ حرام ہے اور نہین ہے سوای ٹیڑی اور مچھلی کے اور کوئی حلال نہین اور انہین کے حکم مین وہ کیڑے ہین جو غذا کے بنجاتے ہین جیسے سیب اور گولر اور پنیر اور سرکہ کے کہ اونسے احتراز کرنا غیر ممکن ہے ہان اگر اونکو علیحدہ کر کے کھایا جاوے تو اونکا حکم مکھی اور گوبریلے اور بچھو وغیرہ جانورون کا ہے جن مین خون رواں نہین یعنے انکی حرمت کی کوئی وجہ بجز کراہت طبعی کے نہین اگر کراہت طبعی نہوتی تو یہ مکروہ نہوتے اور اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ ان چیزون سے کراہت نکرے تو خاص اوسکی طبیعت پر التفات نکیا جاویگا بلکہ اکثر طبائع کے اعتبار سے ان چیزون کا کھانا مکروہ ہوگا جیسے کوئی تھوک یا سناک کو جمع کر کر پی لیوے تو مکروہ ہے حالانکہ کراہت نجاست کی سبب نہین اسلیے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ چیزین مرنے سے ناپاک نہین ہوتین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ مکھی اگر کھانے مین گر جاوے تو اوسکو غوطہ دیدو اور کھانا بعض وقت گرم ہوتا ہے کہ مکھی گرتے ہی مر جاتی ہے اور اگر کوئی چیونٹی یا مکھی ہانڈی مین پک کر پاش پاش ہو جاوے تو اوسکا گرا دینا ضرور نہین اسلیے کہ مکروہ صرف اوسکا جسم ہے وہ ناپاک نہین ہے کہ ہانڈی کو ناپاک کر دے غرض کہ ان امور سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزون کی حرمت مکروہ جاننے کی جہت سے ہے اور اسی لیے ہم کہتے ہین کہ اگر مردہ آدمی کا کوئی ٹکڑا ہانڈی مین پڑ جاوے گو کوڑی بھر ہو تو سب کھانا حرام ہو جاویگا نہ اس جہت سے کہ وہ نجس ہو گیا کیونکہ آدمی تو مرنے سے ناپاک نہین ہوتا بلکہ اس وجہ سے کہ آدمی کا کھانا تعظیم کی وجہ سے حرام ہے نہ کراہت طبعی کی وجہ سے۔ اور جو جانور کہ کھائے جاتے ہین شرائط شرع کے بموجب ذبح ہونے سے بھی اونکے سب اجزا کا کھانا حلال نہین ہوتا بلکہ خون اور غلیظ اور جتنی چیزین

اون مین نجس ہین حرام ہین اور نجاست کا کھانا مطلق حرام ہے لیکن نجس عین یا تو حیوانات
مین سے ہین یا مسکرات ہین نباتات مین سے اور جو چیزین کہ عقل کو دور کرتی ہین اور نشہ
نہین لاتین وہ نجس عین نہین جیسے بھنگ کیونکہ نشہ اور چیز کا پلید ہونا اوس سے باز رکھنے
کے لیے کیا گیا ہے کہ ویسی چیز کی طرف لوگون کا دل چلتا ہے۔ اور جب کہ بہنے والی نجاست
کا ایک قطرہ یا بستہ نجاست کا کوئی حصہ شوربا خواہ کھانے یا تیل مین گر جاوے تو ان سب
کا کھانا حرام ہو جاویگا مگر اور کام مین لانا حرام نہوگا مثلاً ناپاک تیل کا جلانا یا کشتیون مین
ملنا یا جانورون وغیرہ پر لگانا درست ہے غرضکہ جو چیزین ذات مین کوئی حرمت کی صفت
پائی جانیسے حرام ہوتی ہین وہ اسی قدر تھین۔ اب دوسری قسم کو معلوم کرنا چاہیے
یعنے جن چیزون کے حاصل کرنے مین کوئی خلل واقع ہوا ہو اور اسکی بحث وسیع ہے
اسطرح کہ مال کا لینا یا تو مالک مال کے اختیار سے ہوگا یا بدون اختیار کے دوم کی
مثال مال ارث ہے کہ بدون اختیار وارث کی اوسکی ملک مین آجاتا ہے اور اختیار سے مالک ہونا
بھی دو طرح سے ہے یا تو کسی مالک کی پاس سے اسکی ملک مین آیا یا بدون مالک کی جیسے
کان کا ملنا اور جو مالک کے پاس سے آیا وہ اوس سے زبردستی لے لیا یا رضامندی سے
اور زبردستی کی صورت مین بھی یا مالک مال کی عصمت اوسپر سے دور ہوگئی جیسے غنیمت مین
خواہ لینے کا استحقاق ثابت ہو گیا ہو جیسے زکوۃ اور واجب نفقات کی نہ دینے والون سے
مال حاصل کرنا اور جو مال رضامندی سے لیا جائے اوسکے بھی دو طور ہین یا عوض دیکر
لیا جاوے جیسے بیع اور مہر اور اجرت ہے یا بدون عوض ہو جیسے ہبہ اور وصیت پس اس
تقسیم سے چھ قسمین حاصل ہوتی ہین اول وہ جس کا کوئی مالک نہو جیسے کان مین سے
کچھ نکالنا یا افتادہ زمین کو آباد کرنا یا کسی ملک مین یا شکار کرنا یا لکڑیان لانا یا ندیون سے
پانی لے لینا یا گھاس کھود لانا تو یہ سب چیزین حلال ہین بشرطیکہ کسی آدمی کی ملک کا
علاقہ نہو پس جس صورت مین کسی کی ملک کی خصوصیت ان اشیا مین نہوگی تو لینے والا
اونکا مالک ہو جاویگا اور اسکی تفصیل زمین لاوارث کا آباد کرنیکے باب مین ہوا کرتی ہے
دوم وہ مال کہ زبردستی لیا جاوے ایسے لوگون سے جنکی حرمت نہین جیسے مال غنیمت
جو لڑائی سے ملا یا مال فی جو بدون لڑائی کے کفار سے حاصل ہو یہ مال اوس صورت مین
حلال ہوتا ہے کہ مسلمان اوس مین سے خمس نکالکر مستحقون مین عدل کے ساتھ تقسیم کر دیوین

اور ایسے کافرون سے اوسکو نلیا ہو جو حرمت رکھتے ہین مثلاً ذمی اور امن اور عہد والے اور تفصیل اون شرطون کی غنیمت اور جزیہ کے باب مین مذکور ہوتی ہے۔ سوم وہ مال جو زبردستی لیا جاوے ایسے لوگون سے کہ حق واجب کو اونکرین اور بدون رضامندی کے لیے جاوے کہ مستحق ہون یہ مال بھی حلال ہے جس صورت مین کہ استحقاق کا سبب پورا ہو جاوی اور مستحق مین وصف استحقاق کامل ہو اور مقدار واجب پر اکتفا کرے اور لینے والا قاضی یا بادشاہ یا مستحق ہو اور اس مال کی تفصیل تفریق صدقات اور کتاب الوقف اور النفقات کے بیان مین ہوتی ہے اسلیے کہ ان مین یہی بحث ہوتی ہے کہ مستحق زکوٰۃ کے اوصاف کیا ہین اور وقف ونفقات وغیرہا کے مستحق کیسے لوگ ہوتے ہین پس جبکہ یہ شرائط پوری ہونگی تو جو مال لیا جاویگا وہ حلال ہوگا۔ چہارم وہ مال جو معاوضہ کی صورت مین مالک کی رضامندی سے لیا جاوی یہ اوس صورت مین حلال ہے کہ عوض کی دونون چیزون کی شرطین اور عاقدین اور ایجاب وقبول کی شروط ملحوظ رہین اور معہذا جو شروط مفسدہ شارع نے مقرر فرما دی ہین اون سے احتراز کیا جاوے ان امور کا بیان کتاب البیع اور سلم اور اجارہ اور حوالہ اور ضمان اور مضاربت اور شرکت اور مساقاۃ اور شفعہ اور صلح اور خلع اور کتابت اور مہر اور دوسرے معاوضات مین شرح ہوتا ہے پنجم وہ مال جو مالک کی رضامندی سے بلا عوض لیا جاوے یہ اوس صورت مین حلال ہوتا ہے کہ معقود علیہ اور عاقدین اور عقد کی شروط کی رعایت کیجاوے اور کسی وارث وغیرہ کو ضرر نہوتا ہو یہ ہبہ اور وصیتون اور صدقات کے ابواب مین لکھا رہتا ہے ششم وہ مال جو بے اختیار آدمی کو ملے جیسے ترکہ مورث کا یہ اوس صورت مین حلال ہوتا ہے کہ مورث نے اوسکو بوجہ حلال وجوہ پنجگانہ مذکورۂ بالا سے پیدا کیا ہو علاوہ ازین ترکہ مذکورہ سے اول مورث کا قرض اور وصیتین ادا ہو چکی ہون اور وارثون کے حصے عدل کے ساتھہ ہوئے ہون اور حقوق واجب مثل زکوٰۃ اور حج اور کفارہ ادا ہو گئی ہون اسکی تعبیر کتاب الوصایا اور فرائض مین ہوا کرتی ہے۔ غرضکہ آمدنی کی کل صورتین مجملاً یہی ہین ہمنے بطور اجمال انکی طرف اشارہ کر دیا تاکہ طالب حق کو معلوم ہو جاوے کہ اگر اوسکی غذا ایک وجہ معین سے نہوگی بلکہ متفرق صورتون سے حاصل ہوتی ہوگی تو اوسکو بدون ان سب امور کے جانے چارہ نہین اور جس جہت سے ان صورتون میں سے

اوسکو غذا ملے چاہیے کہ اہل علم سے اوس باب مین حکم پوچھ لے اور بدون جانے ہوئے اوسپر جرأت نکرے اسلیے کہ جیسے عالم سے قیامت مین کہا جاویگا کہ تونے اپنے علم کے خلاف کیون کیا ویسے ہی جاہل سے کہا جاویگا کہ تو اپنی جہالت پر کیون اڑا رہا سیکھ کیون نہ لیا تجھے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد معلوم ہوچکا تھا طلب

العلم فریضۃ علی کل مسلم

تیسرا بیان حلال اور حرام کے درجون کے ذکر مین - واضح ہو کہ حرام سب خبیث ہے لیکن بعض مین خباثت زیادہ ہے اور بعض مین کم اسی طرح حلال سب پاک وصاف ہے مگر بعض زیادہ ستھرا ہے اور بعض کم اسکی مثال ایسی سمجھو کہ طبیب کہتا ہے کہ سب مٹھائیان گرم ہین مگر اوسکے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ بعض اول درجہ کی گرم ہین جیسے شکر ہے اور بعض دوم درجہ کی جیسے گڑ اور بعض سوم درجہ کی جیسے دوشاب اور بعض چہارم درجہ کی جیسے شہد۔ اسی طرح حرام کی خباثت کو جانو کہ بعض کی اول درجہ کی ہے اور بعض کی دوم وسوم وچہارم درجہ کی اور ایسا ہی کچھ حلال کی پاکی کا حال ہے اور ہم اس جگہ طبی اصطلاح کا اقتدا کرکے چار ہی درجے تخمینا بیان کرتے ہین گو حقیقت مین درجات کا حصر ہونا ممکن نہین اسلیے کہ ایک درجہ سے لیکر دوسرے درجہ تک بھی بہت تفاوت ہوسکتا ہے مثلاً بعض شکر مین حرارت زیادہ ہوتی ہے اور بعض مین کم اسی طرح اور چیزون کا حال ہے غرض کہ اعتبار مذکورہ بالا سے حرام سے پرہیز کرنے کے چار درجے ہین اول عادل شخصون کا ورع ہے یہ اوس حرام سے بچنے کو کہتے ہین کہ اگر آدمی اوسمین مبتلا ہو تو فاسق ہو جائے اور اوسکا عادل ہونا جاتا رہے اور موجب دخول نار ہو اور گناہگار کہلائے یہ ورع اوس وقت حاصل ہوتا ہے کہ جتنی باتون کو فقہا حرام کہین اون سے اجتناب کرے دوسرا ورع صالحین کا ہے یہ اوس چیز سے بچنے کو کہتے ہین جس مین حرمت کا شبہ کو دخل ہو گو مفتی ظاہر حال کی رو سے اوسکی حلت کا فتوی دے غرض کہ شبہ کے موقعون سے بچنے کا نام ہم ورع صالحین کہتے ہین اور یہ دوسرے درجہ مین ہے تیسرا ورع متقین کا وہ اسطرح ہے کہ کوئی چیز نہ تو فتوی کی رو سے حرام ہے اور نہ اوسکی حلت مین شبہ ہے مگر اوس سے یہ خوف ہے کہ نوبت حرام چیز کی طرف پہونچے یعنی جن چیزون مین کچھ خوف نہین اونکو خوف کی چیزون کے خاطر چھوڑ دینا اسی کو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین لا یبلغ العبد درجة المتقین حتی یدع
ما لا بأس به مخافة مما به بأس چوتھا درجہ صدیقین کا ہے کہ نہ چیزون مین کچھ خوف ہو
اور نہ اس بات کا خوف کہ اوس سے نوبت دوسری چیز خوف والی کی پہونچیگی مگر اوسکو
خاص اللہ کے لیے لینے کی نیت نہو یا اوسکی عبادت پر قوت حاصل کرنیکی یا جن اسباب
سے کہ وہ حاصل ہوئی اون مین کسی طرح کی کراہت ہو تو ایسی چیز سے احتراز کرنا صدیقین
کا ورع ہے پس یہ درجے حلال کے بالاجمال ہوے اور جس حرام سے درجہ اول مین
بچنے کا ہمنے ذکر کیا ہے یعنے جسکے بچنے سے عدالت بنی رہتی ہے اور فسق کا اطلاق
نہین ہوتا خباثت مین اوسکے بھی کئی درجے ہوسکتے ہین مثلاً جن چیزون مین صرف
داد و ستد سے بیع حرام ہے اگر اونکو بدون ایجاب و قبول زبانی کے تعاطی سے لیا تو وہ
حرام ہونگی مگر ایسی حرام نہونگی جیسے کسی سے زبردستی چیز چھین لینی حرام ہے بلکہ چھینی ہوئی
چیز کی حرمت زیادہ ہے کہ اوس مین دو باتین ہوئین ایک تو جو راہ شریعت نے چیز کے
حاصل کرنیکے لیے مقرر کی تھی اوسکو چھوڑ دیا دوم غیر شخص کو ایذا دی اور تعاطی مین گو
اول بات موجود ہے مگر دوسرے کو ایذا دینا نہین پایا جاتا پھر طریق شرع کو ترک کرنا
بھی تعاطی مین سہل ہے بہ نسبت سود سے مال حاصل کرنے کے اور اس طرح کا فرق یون
معلوم ہوتا ہے کہ جن ممنوعات مین شریعت نے تشدد اور وعید اور تاکید زیادہ کی ہے
اونکا اختیار کرنا سخت گناہ ہے اور جنمین تشدد کم ہے اونکا کم چنانچہ اس کا بیان باب التوبہ
مین گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی فرق کے ذکر مین اویگا اسی طرح اگر کوئی چیز کسی فقیر
یا نیک بخت یا یتیم سے زبردستی لے لیجاوے تو وہ اوس شئے کی نسبت کر زیادہ خبیث
ہوگی جو کسی قوی یا تونگر یا فاسق سے لیجاوے اسلیے کہ ایذا کے درجے بھی موافق حال
ایذا رسیدہ شخصون کے جدا جدا ہوتے ہین پس خباثت کی تفصیل مین ان باتون سے
غافل نہونا چاہیے اور ایک یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر گنہگارون کے مختلف درجے
نہوتے تو دوزخ کے طبقے بھی جدا جدا نہ ہوتے اور نیز جب یہ جان چکے کہ خباثت منحصر
شریعت کی تشدد پر ہے تو پھر اوسکو تین یا چار درجون مین حصر کرنا زبردستی ہے علاوہ
ازین درجات حرام کا اختلاف خباثت مین وہان خوب معلوم ہوتا ہے جہان ممنوع
چیزون مین تعارض پڑتا ہے اور پھر بعض کو بعض پر ترجیح دیجاتی ہے مثلاً ایک شخص

بھوک سے مضطر ہوا اور مردار اور مال غیر اور شکار حرم مل سکتا ہے تو خواہ مخواہ ایک کو دوسرے
پر ترجیح دینا پڑیگا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا - اب ورع کے چار درجون کی مثالون اور
شواہد کو معلوم کرنا چاہیے - ورع کے اول درجہ یعنی عادل شخصون کے ورع کے باب مین
تو یہ جاننا چاہیے کہ جو چیزین ایسی ہین کہ بمقتضای فتوی حرام ہین اور جو چھ طریق حرام
کی آمد کے اوپر مذکور ہوئے اون مین داخل ہون یعنی وجوہ حلال کی شرائط کو ملحوظ نرکھنے
سے وہی طریق حرام کا ہو جاتا ہے پس اوپر ذکر وجوہ حلال کی آمد کا ہوا ہے اونھین کو
حرام کی آمد کا بھی کہہ سکتے ہین اگر شرائط حلت مرعی نہ رہین تو ایسی چیزین حرام مطلق ہین
انکا مرتکب فاسق اور گناہگار ہے اور ہماری غرض حرام مطلق سے اسی طرح کے اشیا ہین
انھین کچھ حاجت مثالون اور شواہد کی نہین - اور دوسرے درجہ کے ورع کی مثالین
وہ شبہات ہین جنسے بچنا واجب نہین بلکہ مستحب ہے چنانچہ شبہات کے باب مین اوسکا ذکر
آویگا کیونکہ بعض شبہات سے بچنا واجب ہوتا ہے تو اس طرح کے شبہات حرام مین
داخل ہین اور بعض شبہون سے بچنا مکروہ ہوتا ہے اوس سے احتراز کرنا وسوسہ والونکا
ورع ہے اوسکی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص شکار مارنے سے احتیاط کرے اس خوف سے
کہ شاید یہ شکار کسی آدمی سے چھوٹ کر نہ بھاگ آیا ہو تو دوسرے کی ملک کو قبضہ کرنا پڑیگا
تو اس طرح کی احتیاط وسوسہ ہے اور بعض شبہات سے اجتناب کرنا مستحب ہے واجب نہین
اور اسی طرح کے شبہہ پر اس حدیث شریف کو محمول کیا جاتا ہے دَعْ مَا یُرِیبُکَ اِلیٰ
مَالَا یُرِیبُکَ اور ہم اسکو نہی تنزیہی پر محمول کرتے ہین اور اسی طرح یہ ارشاد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا كُلْ مَا اَصْمَیْتَ وَدَعْ مَا اَنْمَیْتَ یعنی جس شکار پر تیر لگے
اور آنکھ کے سامنے مرجاوے اوسکو کھاوے اور جو زخمی ہو کر نظر سے غائب ہو جاے
اور پھر مردہ ملے اوسکو مت کھا اسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ گرنے یا اور کسی سبب سے مر گیا ہو
تو ایسی صورت مین ہمارے نزدیک مختار یہی ہے کہ یہ شکار حرام نہین بلکہ اوسکا نہ کھانا
دوم درجہ کا ورع ہے اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصیغہ امر یعنی دَعْ مَا اَنْمَیْتَ
امر تنزیہی ہے اسلیے کہ بعض روایات مین وارد ہوا ہے کہ اوس شکار مین سے کھا
اگرچہ تیری نظر سے غائب ہو جاے بشرطیکہ سوا اپنے تیر کے اور کوئی علامت اومین
نپاوے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عدی بن حاتم کو سگ معلم کے باب مین

وَاِنْ اَکَلَ فَلَا تَاْکُلْ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّکُوْنَ اِنَّمَا اَمْسَکَ عَلٰی نَفْسِہٖ بطور نہی تنزیہی اور خوف کی وجہ سے تھا کیونکہ ابو ثعلبہ خشنی کو یون ارشاد فرمایا کہ کُلْ مِنْہُ وَقَالَ وَاِنْ اَکَلَ وَاِنْ اَکَلَ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ ابو ثعلبہ خشنی فقیر پیشہ و تھے اونسے یہ احتیاط نہ ہو سکتی تھی اور عدی بن حاتم البتہ اسکو نباہ سکتے تھے حضرت ابن سیرین کی نقل ہے کہ اونھون نے اپنے شریک کو چار ہزار درم چھوڑ دیے تھے اس وجہ سے کہ اوکے دل مین کچھ کھٹکا ہوگیا تھا باوجودیکہ علما کا اتفاق تھا کہ ان مین کچھ مضائقہ نہین تو اس درجہ کی مثالین ہم شبہات کے درجات کے بیان مین ذکر کرینگے یہان اتنا ہی کافی ہے کہ جو بات شبہہ کی ہو اور اوس سے احتراز کرنا واجب نہو وہ مثال اس درجہ کی ہے۔ اور درجہ سوم متقیون کے ورع کا تہا ہر یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ آپ نے فرمایا لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَۃَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِہٖ مَخَافَۃَ مَا بِہٖ بَاْسٌ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ ہم حلال کے نو حصے چھوڑ دیا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہین حرام مین مبتلا نہو جاوین اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ تقوی کے قائم رہنے کی یہ صورت ہے کہ آدمی ذرہ بھر چیز مین بھی تقوے کرے یہان تک کہ بعض چیزین جنکو حلال جانتا ہو اس ڈر سے چھوڑ دے کہ کہین حرام نہون تاکہ یہ چھوڑنا اوس مین اور دوزخ کی آگ مین آڑ ہو جائے۔ اور اسی لیے کسی بزرگ کے سو درم ایک شخص پر آتے تھے جب وہ دینے کو لایا تو ننانوے لیے اور کل کے لینے سے ورع کیا کہ کہین زیادہ نہو جائین۔ اور بعض اکابر تجارت کرتے تھے جب اپنا دام لیتے تو ایک رتی کم لیتے اور دوسرے کو دیتے تو رتی زیادہ دیتے تاکہ یہ امر مانع دوزخ کی آگ کا ہو۔ اور اسی درجہ مین اون چیزون سے احتراز کرنا داخل ہے جنمین لوگ چشم پوشی کر جاتے ہین ہر چند وہ فتوے کی رو سے حلال ہین لیکن اگر اونکا باب مفتوح ہو تو نوبت اور چیزون کی طرف پہونچتی ہے اور نفس کاہل ہو کر ورع کو چھوڑ دیتا ہے چنانچہ اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ علی بن معبد فرماتے ہین کہ مین ایک کرایہ کے مکان مین رہتا تھا ایک بار مین نے ایک خط لکھا اور چاہا کہ دیوار کی مٹی لیکر اوسکو خشک کرون پھر مین نے سوچا کہ دیوار میری ملک نہین میرے نفس نے کہا کہ دیوار مین سے اتنی مٹی کی کیا حقیقت ہے پس مین نے مٹی لیکر اپنا کام کیا جب مین سویا تو خواب مین دیکھا کہ ایک شخص کھڑا یون

کہتا ہے کہ میان صاحب کس کو حال معلوم ہوگا کہ اوس شخص کو جو کہتا ہے کہ دیوار کی تہ
مٹی کی کیا حقیقت ہے۔ اور شاید اسکے یہ معنی ہین کہ قیامت مین اوسکا درجہ کم ہو جاویگا یعنی
ورع متقین کا درجہ اوسکو نہ ملیگا یہ غرض نہین کہ اس فعل پر کوئی سزا و عذاب ملے۔ اور
اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ حضرت عمر رضہ کے پاس بحرین سے مشک آیا آپنے فرمایا کہ مجکو
یون اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عورت اوسکو تول دیتی تو اوسکو مسلمانون مین بانٹ دیتا
اونکی بی بی عاتکہ نے کہا کہ مجکو تولنا خوب آتا ہے آپ نے کچھ جواب ندیا پھر یہی فرمایا کہ
اسکو کوئی عورت تول دیتی تو مین مسلمانون مین تقسیم کرتا اونکی بی بی نے پھر وہی کہا
آپنے فرمایا کہ مین یہ نہین چاہتا کہ تو جب تول چکے تو پلہ ترازو کے غبار کو اپنی گردن پر
مل لے اور اسوجہ سے اور مسلمانون کی نسبت کہ مجکو زیادہ فائدہ مشک سے پہونچے۔
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے سامنے مشک مسلمانون کے لیے تل رہا تھا آپ نے
اپنی ناک بند کرلی کہ خوشبو نہ آوے لوگون نے یہ امر آپ سے بعید جانا فرمایا کہ اسکا فائدہ
تو صرف خوشبو ہی سے ہے مین کس طرح اورون سے زیادہ متمتع ہون۔ اور ایام طفلی مین
حضرت امام حسن علیہ السلام نے صدقہ کے چھوہارون مین سے ایک اوٹھا لیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو فرمایا کہ چھی چھی یعنے اوسکو ڈال دو۔ اور کسی بزرگ سے روایت ہے
کہ اونکی وفات شب کو ہوئی حالت نزع مین فرمایا کہ چراغ گل کر دو اسلیے کہ تیل مین وارثونکی
حق متعلق ہوگیا۔ اور سلیمان تیمی نعیمہ عطارہ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر رضہ اپنی
بی بی کو کچھ خوشبو مسلمانون کی خوشبو مین سے بیچنے کے لیے دیدیا کرتے تھے ایک بار
اونھون نے میرے ہاتھ خوشبو بیچی اور بڑھانے گھٹانے مین کسی قدر اونکی اونگلی مین
لگ رہی اونھون نے اوسکو اپنے دوپٹے مین پونچھ لیا اتنے مین حضرت عمر رضہ تشریف لائے
پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے اونھون نے ماجرا عرض کیا آپنے فرمایا کہ مسلمانون کی خوشبو
لیتی ہو پھر سر پر سے دوپٹہ اوتار لیا اور ایک ٹھلیا مین پانی لیکر دوپٹے پر ڈالتے جاتے تھے
اور زمین مین ملتے تھے پھر سونگھتے تھے پھر زمین مین ملکر دہوتے تھے یہان تک کہ اوسمین
خوشبو نہ رہی پھر جو مین ایک بار اونکی بی بی کے پاس آئی تو خوشبو تولنے کے بعد جو
اونگلی مین لگی اونھون نے اونگلی اپنے منھہ مین ڈال کر مٹی مین رگڑ دی۔ پس یہ فعل
حضرت عمر رضہ کا ورع تقوی تھا کہ کہین زیادہ کی نوبت نہ پہونچے ورنہ دوپٹے کے

دھونے سے کچھ مسلمانون کو نہ پہونچیگا بلکہ اسلیے دھو ڈالا کہ آگے کو اونکو جرأت ہو اور خود
کو زیادہ تمتع نہ حاصل ہو۔ اور اسی طرح کی یہ حکایت ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ
کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے باب مین کیا فرماتے ہین کہ وہ مسجد مین موجود ہے
اور کسی بادشاہ کی انگیٹھی مین عود سلگا کر مسجد کو بسایا جاتا ہے فرمایا کہ اوس شخص کو مسجد
مین سے نکل آنا چاہیے اسلیے کہ عود سے نفع خوشبو ہی کے ساتھہ ہوتا ہے۔ اور یہہ
صورت کبھی حرام کے قریب ہو جاتی ہے اسلیے کہ جتنی خوشبو مین اوسکے کپڑے لبس جائینگے
کبھی ایسی ہوگی کہ مالک کی طرف سے مباح ہو اور کبھی زیادہ ہوگی معلوم نہوگا کہ مالک
اوسکو گوارا کرے یا نکرے۔ اور یہہ بھی امام احمد صاحب سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے
پاس سے ایک پرچہ گر پڑا جسمین حدیثین مکتوب ہین تو پانے والے کو جائز ہے کہ اون کو
نقل کرکے مالک کو واپس کرے آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ اول اجازت لے پھر نقل
کرے۔ اور اس مین بھی شک رہتا ہے کہ مالک نقل پر راضی ہو گا کہ نہین حاصل یہ کہ
جو چیز محل شک مین ہو اور اصل اوسکی حرمت ہو تو وہ حرام ہی رہیگی اور اوسکا چھوڑنا پہلے
درجہ کے ورع مین ہے۔ اور تیسرے درجہ کے ورع مین زینت سے اجتناب کرنا ہے
اسلیے کہ اس مین بھی خوف اس امر کا ہے کہ اوس سے زیادہ کسی اور امر مین مبتلا کر دے
ورنہ زینت بذات خود مباح ہے۔ اور حضرت امام احمد رح سے کسی نے لوکدار جوتیون کا
حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین اونکو نہین پہنتا لیکن اگر کیچ گارے کے لیے ہین تو جائز
تو مضائقہ نہین زینت کے لیے نہین چاہیین۔ اور اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ حضرت عمر رض
جب خلیفہ ہوئے تو ایک بی بی سے آپکو محبت تھی اوسکو آپنے طلاق دیدی اس
خوف سے کہ کہین کسی کی سفارش ناحق نہ کر بیٹھے اور مین اسکی خوشی کے لیے اسکا
کہنا مان لون۔ اور یہ سب بے خطرہ کی چیز کو اس خوف سے ترک کرنا ہے کہ کہین خطرناک امر
کی نوبت نہ پہونچے۔ اور اکثر مباح چیزین ممنوع چیزون کی طرف داعی ہوا کرتی ہین یہانتک
کہ بہت کھانا اور مجرد آدمی کو خوشبو لگانا شہوت کا محرک ہے پھر شہوت فکر کا سبب
پڑتی ہے اور فکر باعث نظر ہوتا ہے اور نظر سے اور خرافات ہوتی ہے اسیطرح تو انگرون
کے گھرون اور اونکے تجمل کو دیکھنا فی نفسہ مباح ہے مگر اوس سے حرص اوٹھتی ہے
اور ویسی ہی باتون کی طلب پیدا ہوتی ہے اور حرام چیزون کی تحصیل کا مرتکب ہونا پڑتا ہے

اور سب مباحات کا یہی حال ہے کہ اگر دو باتون کا لحاظ نہ رہے تو اونکا انجام خطرے سے کم خالی ہوگا اول یہ کہ حاجت کی وقت بقدر ضرورت لیجاوین اور اونکی آفات کو جان لیا جاوے دوم آفات سے ہمیشہ حذرناک رہین۔ اور اسی طرح جو شخص کہ زیادتی حرص سے کوئی چیز لیگا وہ بھی خطرے سے کم خالی ہوگا۔ حضرت امام احمد رح نے زینت کے لیے دیوارون کی استرکاری کو مکروہ فرمایا ہے اور فرماتے ہین کہ زمین پر گچ کرنے سے تو یہ فائدہ ہے کہ مٹی اڑے دیوارون کی استرکاری سے بجز زینت کی اور کیا فائدہ ہے یہانتک کہ مسجد کی دیوارون کی استرکاری کو بھی برا فرماتے ہین اور دلیل اس روایت کو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ مسجد دھونی کا روغن لگایا جاوے آپ نے فرمایا کہ عریش موسیٰ کی عریش کے برابر نہین یعنے صرف سایہ دار ہونا کافی ہے غرضکہ اس حدیث مین آپ نے روغن ملنے کی اجازت نہ دی۔ اور اکابر سلف نے باریک کپڑے کو بھی مکروہ فرمایا ہے اونکا قول ہے جس شخص کا کپڑا پتلا ہوتا ہے اوس کا دین بھی پتلا ہوتا ہے۔ اور یہ سب باتین اسی لیے ہین کہ مباحات سے بڑھکر اور شہوات مین نہ جا پڑین کیونکہ مباح اور ممنوع دونون کو نفس ایک ہی خواہش سے چاہتا ہے اور جب خواہش مین چشم پوشی کا عادی ہو جاتا ہے تو پانون پھیلاتا ہے اسی لیے خوف مقتضی اس امر کا ہوا کہ اس قسم کی سب مباح چیزون سے اجتناب کیا جاوے اور جس مال حلال مین یہ خوف نہو کہ کسی گناہ کی طرف لیجاویگا تو وہ تیسرے درجہ کا پاک اور حلال ہے چوتھا درجہ صدیقین کے ورع کا باقی رہا اونکے نزدیک حلال مطلق وہ مال ہے جسکے حاصل ہونے مین کوئی معصیت نہوئی ہو اور نہ اوس سے معصیت پر مدد لیجاوے اور نہ حال اور مآل مین اوس سے قضاء حاجت مقصود ہو بلکہ صرف خدا کے لیے اور اوسکی عبادت پر قوت حاصل کرنے کے لیے اور زندگی قائم رہنے کو لیا جاوے ان لوگون کے نزدیک جو چیز خدا کے واسطے نہو وہ حرام ہے ان کا عمل اس آیت پر ہے قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ اور یہ رتبہ اون لوگون کا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ایک کہتے ہین اور اپنے نفس کے حظون سے جدا ہو کر قصداً خاص خدا تعالیٰ کے لیے ہو رہے ہین اور اس مین شک نہین کہ جو شخص اوس بات سے اجتناب کریگا جو اوس کے پاس کسی معصیت کو لاوے یا اوسپر کسی معصیت کی استعانت کیجاوے تو وہ ایسے امور بھی

احتراز کرنا جنکے کرنے کے سبب سے کوئی معصیت یا کراہت مقترن ہو چنانچہ حضرت
یحییٰ بن یحییٰ سے مروی ہے کہ اونھون نے دوا پی اونکی بی بی نے کہا کہ اگر تم صحن مین تھا
کچھ ٹہل لو تو بہتر ہے کہ دوا اپنا اثر کرے آپ نے فرمایا کہ مین اپنے نفس کا حساب تیس برس
سے کر رہا ہون یہ رفتار مجھکو معلوم نہین ہوتا کہ کچھ دین سے متعلق ہو غرض کہ اونھون نے
اس خیال سے کہ یہ رفتار متعلق بدین نہین اوسپر جراءت کرنا جائز نہ سمجھا۔ اور سری سقطی رح
فرماتے ہین کہ ایکبار کسی پہاڑ مین مین نے گھانس دیکھی اور پانی پہاڑ مین سے روان تھا
مین نے وہ سبزہ کھایا اور پانی پیا اور اپنے دل مین کہا کہ اگر مین نے کسی روز حلال طیب
کھایا ہوگا تو وہ یہی روز ہے پس مجھکو ایک ہاتف نے آواز دی کہ جس قوت سے تو یہانتک
پہونچا وہ کیسی تھی اور کہان سے پیدا ہوئی تھی مین نے اوس قول سے رجوع کیا اور
نادم ہوا۔ اور حضرت ذوالنون مصری رح ایکبار بھوکے اور محبوس تھے ایک عورت
نیک بخت نے اونکے لیے کھانا داروغہ محبس کے ہاتھ بھجوایا آپ نے نہ کھایا پھر اوس
عورت سے عذر کیا کہ میرے پاس ظالم کے ہاتھ پر پہونچا تھا یعنے جس قوت نے مجھکو
کھانا پہونچایا وہ اچھی نہ تھی اسلیے مین نے نہ کھایا اور یہ نہایت درجہ کا تقویٰ ہے اور
اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ بشر حافی رح اون نہرون کا پانی نہین پیا کرتے تھے جو امرا نے
کھدوائی ہین کیونکہ نہر پانی کے روان ہونے اور اون تک پہونچنے کا سبب تھی
اگرچہ پانی بذات خود مباح تھا مگر گویا کہ کھدی ہوئی نہرون سے فائدہ لینا پڑتا اور اونکی
کھودنے کی اجرت مال حرام سے دی گئی تھی۔ اور اسی وجہ سے بعض اکابر نے انگور
کھانے سے اجتناب کیا اور باغ والے سے کہا کہ تم نے انکو خراب کر دیا کیونکہ ظالمونکی
کھودی نہر کا پانی انکو دیا اور یہ ورع پانی پینے سے بھی بڑھکر ہوا کیونکہ اوس پانی سے
جو چیز پیدا ہوئی اوس سے بھی احتراز کیا۔ اور بعض اکابر حج کے رستہ مین جو کنوئین اور
چشمے کہ ظالمون نے بنالیے ہین اونکا پانی نہ پیتے تھے باوجودیکہ پانی مباح ہے مگر چونکہ
ایسے چشمہ مین محفوظ رہا جو مال حرام سے بنایا گیا تھا اسلیے نہ پیتے تھے کہ گویا اوس سے
فائدہ لینا ہوگا اور ان سب سے بڑھکر حضرت ذوالنون مصری رح کا ورع ہے کہ داروغہ
محبس کے ہاتھ سے جو کھانا آیا اوسکو نکھایا اسلیے کہ داروغہ کے ہاتھ کو نہین کہہ سکتے
کہ حرام ہے ہان اگر غصب کی رکابی مین آتا تو کہہ سکتے تھے کہ مال حرام مین رکھا گیا

مگر اون تک اوس قوت سے پہونچا تھا جو غذاء حرام سے پیدا ہوئی تھی اور اسی سبب سے
حضرت صدیق رضہ نے دودہ کو قے کر دیا اس خوف سے کہ کہیں قوت پیدا نکرے باوجودیکہ
آپ نے نادانستگی مین پیا تھا اور اوسکا نکالنا واجب نتھا لیکن پیٹ کا خالی ہونا خبیث
مال سے صدیقون کا ورع ہے - اور اسی قبیل سے ہے احتیاط کرنی درزی کی کمائی سے
جو مسجد مین بیٹھکر سیتا ہو اگرچہ اوسکا پیشہ حلال ہے مگر اوسکا مسجد مین بیٹھکر سینا مکروہ ہے
امام احمد رح اوسکو مکروہ فرماتے ہین اور آپ سے کسی نے پوچھا کہ مینہ کے خوف سے اگر
سوت کاتنے والا کسی مقبرہ مین بیٹھ جاوے تو اوسکا کیا حکم ہے فرمایا کہ مقبرے صرف
اسی لیے ہین کہ کوئی آخرت کا کام کیا جاوے اسلیے ایسے شخص کا بیٹھنا مکروہ ہے -
اور بعض اکابر کا غلام چراغ ایسے لوگون کے پاس سے جلا لایا جنکا مال مکروہ تھا آپ نے
چراغ کو گل کر دیا - اور کسی بزرگ نے تنور مین مکروہ لکڑی کی چنگاری رہی ہوئی سے آگ
نہین جلائی - اور بعضون نے بادشاہ کی مشعل کی روشنی مین اپنی جوتی کے تسمہ کو مضبوط باندھنے
سے احتراز کیا - غرض کہ یہ باریکیان ورع کی راہ آخرت کے چلنے والون کے نزدیک ہین
اور تحقیق اس مین یہ ہے کہ ورع مین ایک تو ابتدا ہے یعنی جس چیز کو فتوی حرام کہے اوس سے
اجتناب کرنے کو تو عادلون کا ورع کہتے ہین اور ایک اوس کی انتہا ہے جو صدیقون
کا ورع ہے یعنے جتنی چیزین کہ خداے تعالی کے واسطے نہون اور شہوت کی طور پر لیگئی ہون
یا مکروہ طور سے پہونچی ہون یا اونکے سبب سے کوئی کراہت ہوئی ہو اون سب سے
اجتناب کرنا اور ان دونون درجون کے درمیان مین احتیاط کے بہت سے درجے ہین
توجسقدر آدمی اپنے نفس پر احتیاط مین مبالغہ کریگا اوسیقدر قیامت کے دن ہلکا ہوگا
اور پل صراط پر سے جلد گذریگا اور برائی کے پلے کے جھکنے سے دور رہیگا اور آخرت کی
درجے اسی طرح مختلف ہوتے ہین جس طرح ورع کے درجے دنیا مین ہونگے جیسے ظالمون
کے حق مین دوزخ کے طبقات جداگانہ ہونگے جتنا حرام اور خبیث مال مین اونکا تفاوت
ہوگا - جب اس تحقیق کو جان چکے تو اب تمکو اختیار ہے چاہے احتیاط بہت کرو یا تھوڑی
اگر احتیاط کروگے تو اپنے لیے کروگے اور نہ کروگے تو اپنے لیے نہ کروگے مصرع

بر رسولان بلاغ باشد و بس

دوسری فصل شبہون کے مرتبون اور اونکے پیدا ہونیکے مقامات مین اور حلال

اور حرام سے اونکے جدا ہونیکے ذکر مین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَھُمَا اُمُوْرٌ مُتَشَابِھَاتٌ
لَا یَعْلَمُھَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُھَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِعِرْضِہٖ وَدِیْنِہٖ
وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُھَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ کَالرَّاعِیْ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ
اَنْ یَّقَعَ فِیْہِ اس حدیث مین تینون قسمون کی نص صریح ہے اور مشکل
انمین سے درمیانی قسم ہے جسکو بہت لوگ نہین جانتے یعنی شبہ اسلیے اوسکا بیان کرنا
اور اوسکی حقیقت کا واضح کرنا ضروری ہے کیونکہ جس چیز کو اکثر لوگ نہین جانتے اوسکو
کمتر لوگ جانتے ہین پس ہم کہتے ہین کہ حلال مطلق تو وہ چیز ہے جسکی عین ذات سے
تحریم کی صفات علیحدہ ہون اور اوسکے اسباب مین اون چیزون کا گذر نہو جنمین حرمت
یا کراہت کو دخل ہو اوسکی مثال یہ ہے کہ پانی جس وقت برسے اوسی وقت آدمی اوسکو
اپنی زمین خواہ مباح زمین مین کھڑا ہو کر جمع کرلے۔ اور حرام محض وہ ہے جس مین
کوئی صفت حرام کرنیوالی پائی جاوے جیسے تیزی سرور لانیوالی شراب مین یا نجاست
پیشاب مین یا یہ کہ وہ چیز کسی سبب قطعی ممنوع سے حاصل ہوئی ہو جیسے ظلم اور سود وغیرہ
سے چیز حاصل ہو یہ دونون طرفین ظاہر ہین کچھ شبہ کو ان مین دخل نہین اور انھین
دونون طرفون مین وہ بھی داخل ہین جنکا حال تو معلوم ہے کہ مثلاً حلال ہین مگر یہی
احتمال ہے کہ غیر کی ہون لیکن اس احتمال کے لیے کوئی سبب نہین بجز فرض و وہم کے
جیسے شکار خشکی و تری کا کہ حلال ہے مگر جو کوئی مثلاً ہرن پکڑے تو احتمال یہی ہے کہ
اوسکو کسی نے پہلے پکڑا ہو اور اوس سے چھوٹ گیا ہو اسی طرح مچھلی اگر مارے تو احتمال ہے
کہ کسی اور شخص نے پکڑی ہو اور اوس سے پھسلکر پھر پانی مین جا رہی ہو ہرچند اسطرح کا
احتمال بہنے کے پانی مین نہین ہوسکتا مگر چونکہ اس احتمال کا کوئی سبب نہین اسلیے
یہ شکار بھی حلال مطلق مین داخل ہے اور اس احتمال کو وسواس سمجھنا چاہیے اور ہم
اس سے احتراز کرنے کو وہمیون کا ورع کہین گے کیونکہ اس احتمال کی کوئی دلیل
بجز وہم کے نہین ہان جس صورت مین کہ احتمال کی کوئی دلیل قطعی ہو مثلاً مچھلی
کے کان مین بالی پڑی دیکھے یا کوئی دلیل شکی ہو مثلاً ہرن کے زخم ایسا پایا کہ
داغ کا بھی ہوسکتا ہے اور دوسری طرح بھی ویسا ہوسکتا ہے تو اس صورت مین البتہ

ورع کرنا بجا ہے اور جبکہ کسی طرح کی دلالت نہو نہ یقینی نہ شکی تو دلالت کا نہونا ایسا ہی ہے جیسا احتمال کا نہونا اسی لیے اوسکو وہم اور وسواس کہا جاویگا۔ اور اسی طرح یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے دوسرے سے گھر مانگ لیا اور مالک کہین کو چلا گیا تو وہ مکان سے نکلجاوے اور کہنے لگے کہ احتمال ہے کہ مالک مرگیا ہو اور اوسکے وارثون کا حق اس مکان سے متعلق ہوگیا ہو اس نظر سے مین نہین رہتا ہون تو یہ بھی وسواس ہے کیونکہ مالک کی موت پر کوئی سبب قطعی یا شکی نہین پایا گیا اور شبہ ممنوع وہی ہے جو شک سے پیدا ہو اور شک اسکو کہتے ہین کہ دو اعتقاد ایک دوسرے کے خلاف دو سببون جداگانہ سے پیدا ہون تو جس بات کا سبب ہی نہو گا اوسکا اعتقاد دل مین کیسے جمیگا کہ دوسرے اعتقاد کے مخالف ہوسکے اور شک بنجاوے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ اگر کسی کو شک ہوا کہ مین نے تین رکعتین پڑھی ہین یا چار تو وہ تین کو اختیار کرے کیونکہ چوتھی کی اصل معدوم ہے اور اگر کسی شخص سے سوال کیا جاوے کہ تمنے ظہر کی نماز دس برس پیشتر فلان روز تین پڑھی تھی یا چار تو اوسکو یقینًا یاد نہو گا کہ چار ہی پڑھی تھی اور جب یقین نہو تو وہم اسکا بھی کریگا کہ شاید تین ہون مگر یہ وہم شک نہین اسلیے کہ اسکا کوئی سبب نہین جس سے تین رکعتون کا اعتقاد ہو۔ غرض کہ شک اور وہم کی حقیقت کو خوب سمجھ لینا چاہیے وہ اشیا جنہین صرف وہم اور تجویز پائی جاوے اور کوئی وجہ حرمت کی نہو وہ حلال مطلق مین داخل ہین اسی طرح اگر حرمت قطعی ہو اور حلت کی وجہ وہم کے طور پر ہو اور اوسکا کوئی سبب نہو تو وہ حرام محض ہین مثلًا ایک شخص کے ہاتھ مین اوسکے مورث کی چیز ہے اور اوسکا کوئی دوسرا وارث نہین اور وہ چلا جاوے اور شخص مذکور کہنے لگے کہ ہوسکتا ہے کہ چلا مرگیا ہو اور یہ چیز میری ہی ملک مین آگئی ہو اور اسی وہم سے اوس چیز مین تصرف کر ڈالے تو مرتکب حرام محض کا ہوگا کیونکہ اسکے وہم کا کوئی سبب نہین پس ایسی طرح کی اشیا کو شبہات مین نگنا چاہیے بلکہ شبہہ کی چیزین وہی ہین جنکا حال ہمپر مشتبہ ہو جاوے یعنے دو اعتقاد دو سببون سے پیدا ہون اور کسی کو ترجیح نہو تو اس صورت کو شبہہ کہین گے اب معلوم کرنا چاہیے کہ شبہہ کے پیدا ہونیکے چار مقام ہین

مقام اول سبب حلت اور حرمت مین شک ہونا۔ اور یہ دو حال سے خالی نہین یا دونون احتمال برابر ہونگے یا ایک غالب ہوگا اگر دونون برابر ہونگے تو جو امر پہلے ہی

معلوم ہوگا وہی رہیگا شک سے کوئی دوسرا حکم نہ کیا جاویگا اور یہ یعنے حکم سابق کو دیکھکر
حال پر ویسا ہی حکم رکھنا استصحاب کہلاتا ہے اور اگر کوئی احتمال غالب ہوگا اور اوسکا
غلبہ بھی دلالت معتبر سے ہوا ہوگا تو غالب پر حکم کیا جاویگا اور یہ بات بدون مثالون
اور دلائل کے واضح نہوگی اسلیے ہم اوسکو چار قسمون مین منقسم کرتے ہین - پہلی قسم یہ کہ
حلال ہونا یقینی سے معلوم نہو پھر جس وجہ سے کہ چیز حلال ہوتی اوس مین شک پڑگیا
تو ایسے شبہہ سے احتراز کرنا واجب ہے اور اوسپر جرأت کرنی حرام ہے مثلاً ایک شخص نے
شکار کے تیر مارا اور وہ زخمی ہوکر پانی مین گرا اور اوسکو مردہ ملا اور یہ نہین معلوم کہ
ڈوب کر مرا یا زخم سے مرا تو یہ حرام ہوگا اسلیے کہ اصل مین حرام تھا بجز ایک خاص طرح
مرنے کے اور اوس طریق معین مین شک پڑگیا تو یقینی بات شک سے چھوڑی جاویگی
جیسے طہارتون اور نجاستون اور نماز کی رکعات وغیرہ مین یہی صورت کرتے ہین اور
ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عدی بن حاتم کو اسی صورت پر محمول کیا جاویگا
یعنے اوس شکار کو مت کہا شاید اوسکو تیرے کتے کے سوا اور کسی نے قتل کیا ہو اور
اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی چیز آتی اور اوسکا حال
آپ پر مشتبہ ہوتا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ تو اوسکو دریافت فرماتے یہان تک کہ معلوم ہوجاتا
کہ دونون مین سے کونسا ہے - اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات
جاگے آپ کی ازواج مطہرات مین سے کسی نے پوچھا کہ آپ جاگے آپ نے فرمایا کہ ہان
مین نے ایک خرما پایا اور کھایا پس یہ خوف ہوا کہ کہین صدقہ کا نہو اور ایک روایت
مین یہ ہے کہ مین نے اوسکو کھا لیا اور خوف کیا - اور اسی قسم کی یہ حکایت ہے جو کسی
صحابی سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے
ہمکو بھوک لگی اور ایک منزل مین اترے جسمین گوہین بہت تھین ہم نے اونکو ذبح کرکر
ہنڈیون مین چڑھا دیا وہ پک ہی رہی تھین کہ اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ایک امت بنی اسرائیل مین مسخ ہوگئی تھی مجھے ڈر ہے کہ یہ اوسی مین سے
نہون ہم نے ہانڈیون کو اوندھا دیا پھر بعد کو خدا ے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو بتا دیا کہ ہم نے کسی مخلوق کو ایسی طرح مسخ نہین کیا کہ اوسکی نسل رہی ہو
اور اول آپ کا رکنا اسوجہ سے تھا کہ اصل مین حلال نتھی مگر ذبح کی وجہ سے اور

محل ذبح ہونے مین شک تھا - دوسری قسم یہ ہے کہ چیز پیشتر حلال ہو اور وجہ حرمت مین شک ہو جاوے تو اسمین اصل حلت ہی کا حکم رہیگا اوسکی مثال یہ ہے کہ دو شخص نے دو عورتون سے نکاح کیا اور ایک پرند اڑتا ہوا دیکھکر ایک نے کہا کہ اگر یہ کوا ہو تو اوسکی بی بی پر طلاق ہے دوسرے نے کہا کہ اگر یہ کوا نہو تو اوسکی زوجہ کو طلاق ہے اور اوس پرند کا حال نہ کھلا کہ کوا تھا یا نہین تو کسی عورت کی حرمت کا حکم نہ لگیگا اور ضرور ان مردونکو اونسے اجتناب کرنا واجب ہوگا بلکہ ورع کی رو سے احتراز کرنا اور دونون کو طلاق دیدینا مناسب ہوگا تاکہ اور شوہرون کو حلال ہو جاوین اور مکحول رح نے اس مسئلہ مین اجتناب کرنیکا حکم فرمایا ہے - اور اس مسئلہ مین کہ دو شخصون نے تنازع کیا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو حاسد ہے اوسنے جواب دیا کہ ہم مین سے جو زیادہ حاسد ہو اوسکی جورو پر تین طلاق اوسنے کہا ہان اور یہ معلوم ہونا مشکل پڑا کہ زیادہ حاسد کون ہے شعبی رض نے فرمایا کہ دونون کو اپنی بی بی سے اجتناب چاہیے تو اگر شعبی اور مکحول رض کی غرض اجتناب سے وہی ہے کہ ورع کی رو سے احتراز چاہیے تب تو درست ہے اور اگر یہ غرض ہے کہ حرمت ثابت ہو گئی تو حرمت کی کوئی وجہ ثابت نہین کیونکہ طہارات اور نجاسات اور پانیون اور نمازون مین ثابت ہی کہ شک سے یقین کا ترک کرنا واجب نہین تو یہ معاملہ بھی ویسا ہی ہے یہان بھی وہی حکم ہوگا - اب اگر یہ کہو کہ اس مسئلہ مین اور طہارات کے مسئلہ مین مناسبت کیا ہے جو اسکا اور اوسکا ایک حکم کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ مناسبت کی ضرورت نہین بعض صورتون مین یہ حکم بدون مناسبت بھی لازم آجاتا ہی مثلاً جس صورت مین کہ آدمی کو پانی کے پاک ہونیکا یقین ہو پھر اوسکو اوس کی نجاست مین شک پڑجاوے تو اس صورت مین اوس پانی سے اوسکو وضو کرنا جائز ہے علی ہذا القیاس پینا کیسے ناجائز ہو جائیگا وہ بھی درست ہوگا اور جب پینا درست ہوا تو ثابت ہوا کہ یقین شک سے نہین دور ہوتا ہان یہان ایک اور نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ پانی کی نظیر جب درست ہوتی کہ آدمی اس بات مین شک کرتا کہ مین نے اپنی بی بی کو طلاق دی ہے یا نہین تو اوس وقت یون جواب ہو سکتا تھا کہ اصل یہی ہی کہ طلاق نہین دی مگر مسئلہ پرند کی نظیر اس پر منطبق نہین ہوتی کہ یقین شک سے نہین جاتا بلکہ اوسکی نظیر یہ ہو سکتی ہے کہ دو برتنون مین سے ایک یقینی نجس ہو اور یاد نہ رہے

کہ کونسا ہے تو اب اون مین سے کسی کا استعمال درست نہین جبتک کہ اجتہاد اور اٹکل نکرلے اسلیے کہ اسمین طہارت ایک کی یقینی ہے اور نجاست دوسری کی بھی یقینی تو دو یقینون کے مقابل ہونے سے استعمال درست نہوگا مگر یہ کہ ایک یقین کو اٹکل سے ترجیح دیجاوے یہی معاملہ مسئلہ پرند مین ہے کہ ایک بی بی پر طلاق یقینی پڑگئی اور یہ معلوم نہین کہ کونسی پر پڑی تو چاہیے تھا کہ اجتہاد سے ایک ہی حلال رہتی دوسری حرام ہو جاتی پس اس نکتہ کے باب مین ہم کہتے ہین کہ دو برتنون مین شافعیون کے تین قول ہین بعض تو فرماتے ہین کہ بدون اجتہاد ایک سے وضو درست ہے اور بعض کہتے ہین کہ جب یقین نجاست طہارت کے یقین کے مقابل ہوا تو دونون سے اجتناب چاہیے اور اجتہاد کرنا اس مین مفید نہ پڑیگا اور کچھ بیچ کی راہ چلے ہیں اور فرماتے ہین کہ اجتہاد کرکے ایک کا استعمال جائز ہے اور یہی قول صحیح ہے مگر اوسکی نظیر مسئلہ پرند اوس صورت مین ہے کہ ایک شخص کی دو بیبیان ہون اور وہ پرند کو دیکھکر کہے کہ اگر یہ کوا ہو تو ہندہ کو طلاق ہے ورنہ خالدہ کو تو اس صورت ہین البتہ اوسکو دونون سے علیحدگی کرنی پڑیگی اور استصحاب کی وجہ سے دونون سے صحبت کرنی ناجائز ہوگی اور اجتہاد جائز نہوگا کیونکہ کوئی علامت نہین ہے اور ہم اوسپر دونون کو حرام کہتے ہین اسلیے کہ اگر وہ دونون سے صحبت کریگا تو قطعی حرام کا مرتکب ہوگا اور اگر ایک سے کریگا اور کہیگا کہ مین اسی پر کفایت کرتا ہون تو ترجیح بلا مرجح زبردستی لازم آویگی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پرند مین اگر ایک شخص ہو تو اوسکا حکم جدا ہے اور دو ہون تو حکم اور ہے کیونکہ ایک شخص مین تو حرمت یقینی ہے اور دو مین ہر ایک شخص کو حرمت مین شک ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین برتن دو شخصون کے ہون تو چاہیے کہ وہان بھی اجتہاد مفید نہ پڑے اور ہر ایک شخص اپنے اپنے برتن سے وضو کرلے اسلیے کہ طہارت ہر ایک کی یقینی ہے اور نجاست مین شک ہوگیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع ہین احتمال فقہی تو اسیطرح ہے مگر ظن غالب کی رو سے اس صورت مین یہ حکم ہے کہ کوئی شخص وضو اون دونون برتنون سے نہ کرے پانی کی صورت مین دو شخصون اور ایک کا حکم یکسان ہے اسلیے کہ وضو کا درست ہونا اس بات کو نہین چاہتا کہ پانی اوس شخص کی ملک بھی ہو بلکہ اگر کوئی شخص غیر کے پانی سے وضو کریگا تب بھی رفع حدث کے لیے ایسا ہی ہوگا کہ گویا اپنے پانی سے وضو کیا

پس پانی کے باب مین ملک کا جدا لگانا نہ ہونا کچھ موثر نہوا انجلاف دوسرے کی زوجہ سے
صحبت کرنیکے کہ وہ ناجائز ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نجاسات کے باب مین علامتونکو
دخل ہے اور اجتہاد اوس مین ہوسکتا ہے اور طلاق مین یہ بات نہین ہوسکتی اسلیے
پانی مین استصحاب کی تقویت کسی علامت سے ضرور ہے تاکہ اوسکی نجاست کے
یقین کو جو طہارت کے یقین کے مقابل ہے دفع کردیا جاوے اور یہ اقسام استصحابات اور
ترجیحات کے فقہ کے دقائق مین سے ہین ہمنے اونکو فقہ کی کتابون مین مفصل لکھا ہے
اس مقام پر اسکے سوا اور کچھ مقصود نہین کہ اوسکے قواعد پر تنبیہ کردین۔ تیسری قسم یہ ہے
کہ اصل مین حرمت ہو مگر اوسپر کوئی ایسی شے طاری ہوئی ہو جو ظن غالب کی رو سے
موجب حلت ہو تو ایسی چیز مشکوک ہوتی ہے اور غالب یہی ہے کہ حلال ہو اسکا حکم
یہ ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ غلبہ ظن کا سبب اگر شرعی وجہ اور معتبر ہے تو ایسی صورت مین
مختار یہ ہے کہ وہ چیز حلال ہے اور اوس سے اجتناب کرنا ورع مین داخل ہے مثلاً
ایک شکار پر تیر مارا اور وہ نظر سے غائب ہوگیا بعد اوسکے مردہ ملا اور بجز تیر کے اور کوئی
نشان زخم وغیرہ کا نہین لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ گرکر مر گیا ہو یا کسی اور سبب سے مرا ہو
اگر کسی دوسرے صدمہ یا زخم کا نشان بھی ہوگا تب تو وہ اول قسم مین لاحق ہوجاویگا
مگر جب اور نشان نہو تو امام شافعی رح کا قول اس مین مختلف ہے اور مختار یہی ہے
کہ حلال ہے اسلیے کہ تیر کا زخم سبب ظاہر اور یقینی ہے اور اصل یہی ہے کہ اوسپر اور کوئی
امر مہلک طاری نہین ہوا فقط شک ہے کہ طاری ہوگیا ہو تو یقین شک کی باعث سے
دور نکیا جاویگا۔ اب اگر یہ کہا چاہیے کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ کُلْ
مَا اَصْمَيْتَ وَدَعْ مَا اَنْمَيْتَ اور حضرت عائشہ رض نے روایت کی ہے کہ ایک شخص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خرگوش لایا اور عرض کیا کہ یہ میرا شکار ہے
مین نے اسمین اپنا تیر پہچانا آپ نے پوچھا کہ یہ تیر لگتے ہی تیرے سامنے گر گیا تھا یا نظر سے
غائب ہوگیا تھا اوسنے عرض کیا کہ نظر سے غائب ہوگیا تھا آپنے فرمایا کہ رات اللہ تعالی
کی مخلوق ہے اوسکا اندازہ سوا اوسکے خالق کے اور کوئی نہین کرتا شاید اوس کے
قتل پر کسی اور چیز نے مدد کی ہو اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی
بن حاتم کو اونکے کتے تعلیم یافتہ کے باب مین فرمایا کہ اگر وہ کھاوے تو مت کھا کہ

مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں اوسنے اپنے ہی لیے شکار نہ پکڑا ہو حالانکہ غالب یہی ہے کہ
کتا تربیت یافتہ اپنی عادت نہیں بھولتا اور مالک ہی کے لیے شکار پکڑتا ہے مگر باوجود
اسکے اونکو ممانعت فرمائی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حلت جب ثابت ہوتی ہے کہ اوسکا سبب
کامل متحقق ہو جائے اور سبب کا پورا ہونا اسطرح ہے کہ بدون دوسرے سبب کے طاری ہونیکے
وہی موت کا باعث ہو اور جب اوس مین شک ہو گا تو سبب کے کامل ہونے مین
شک پڑیگا یہان تک کہ یہ امر مشتبہ ہو جائیگا کہ اوسکی موت حلت پر ہوئی یا حرمت پر
غرضکہ یہ شکار اوس طرح کا نہو گا جس کا مرنا یقینی حلت یا اوسی دم ہوا ہو پھر شک
سبب طاری مین واقع ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کا منع فرمانا یا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ورع پر اور نہی تنزیہی پر محمول ہے کیونکہ بعض روایات مین
یہ بھی تو وارد ہے کہ ایسے شکار مین سے کھالے گو تجھسے غائب ہو جاوے بشرطیکہ اپنے
تیر کے سوا کوئی اور نشان مرنیکا نپاوے اور یہ روایت اوسی حلت کی تنبیہ ہے جو ہم نے
ذکر کی ہے یعنی اگر دوسرا نشان پاویگا تو سبب مین تعارض ہو جاویگا اور اسی لیے
گمان غالب مین تعارض ہو گا اور اگر اپنے زخم کرنے کے سوا کوئی نشان نپایگا تو
غلبہ ظن حاصل ہو جائیگا اور اوسی کے لحاظ سے حلت کا اور استصحاب کا حکم کیا جائیگا
جیسے خبر واحد اور قیاس ظنی وغیرہ کے بموجب عمل کرنیکا حکم ہوتا ہے۔ باقی معترض نے
یہ جو کہا تھا کہ یقینی متحقق نہیں ہوا کہ اوسکی موت اوسی دم حلت پر ہوئی تو سبب مین
شک واقع ہو گیا پس یہ اسطرح نہیں ہے جیسا معترض نے خیال کیا بلکہ سبب تو
یقینی ہو گیا کیونکہ زخم ہی موت کا باعث ہوا ہے ہان دوسرے سبب کی طاری ہونے مین
شک ہے۔ اور ہمارے اس قول کی صحت پر اجماع دلالت کرتا ہے یعنی اگر کوئی
شخص زخمی ہو کر غائب ہو جاوے اور پھر مردہ ملے تو اس بات پر اجماع ہے کہ اوسکو
زخمی کرنیوالے پر قصاص واجب ہی بلکہ اگر وہ غائب بھی نہو تب بھی معترض کے قول
کے بموجب قصاص نہونا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اوسکی موت اوسکی باطن کی
کسی خلط کے ہیجان سے ہوئی ہو جیسے آدمی اچانک مرجاتا ہے تو چاہیے کہ قصاص
ایسی صورتون مین نہوا کرے بلکہ جب ایک شخص دوسرے کی گردن کاٹ ڈالے یا ایسا
زخم کاری لگاوے کہ فوراً ٹھنڈا کر دے اوسی صورت مین قصاص لازم آوے

کیونکہ باطن کے اسباب جو مہلکات ہین اونسے بچاؤ کی صورت نہیں اور اونکے باعث سے تندرست آدمی دفعۃً مرجاتا ہے حالانکہ اسکا قاتل کوئی نہین باوجودیکہ قصاص شبہہ کی صورت مین ساقط ہوجاتا ہے مگر یہان کوئی قصاص کو ساقط نہین کہتا اسی طرح ذبح کیے ہوئے جانور کے پیٹ مین سے جو بچہ نکلتا ہے وہ حلال ہوتا ہے حالانکہ ممکن ہے کہ وہ اپنی ماں کے ذبح ہونے سے پیشتر ہی مرگیا ہو اوسکے ذبح ہونے سے نہ مرا ہو یا اوسمین روح شروع ہی سے نہ پڑی ہو اسی طرح اگر حاملہ عورت کو کوئی شخص صدمہ پہونچاوے اور اوسکا بچہ مرا ہوا نکل پڑے تو اوس شخص پر غلام آزاد کرنا واجب ہوتا ہے اگرچہ ممکن ہے کہ بچہ مین پہلے ہی سے روح نہ پڑی ہو یا اوس شخص کے صدمہ سے پہلے کسی اور سبب سے مرگیا ہو لیکن ان سب باتون کی بنا ظاہری اسباب پر لیجاتی ہے اور دوسرے احتمال کا اگر کوئی سبب نہ پایا جاویگا تو وہ وہم اور وسواس مین شامل ہے جیسا کہ پیشتر ہم نے ذکر کیا ہے تو اسی طرح اس مسئلہ کو سمجھنا چاہیے۔ اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ کہین تعلیم یافتہ کتے نے اپنی لیے شکار نہ پکڑا ہو۔ اس باب مین امام شافعی رح کے دو قول ہین اور ہمارے نزدیک اون مین سے مختار قول حرمت ہے اسلیے کہ یہان سبب مین تعارض واقع ہوتا ہے کیونکہ تربیت یافتہ کتے کا حال مثل آلہ اور وکیل کے ہے اگر خود چھوٹ کر اپنے لیے پکڑ لیتا ہے تو حرام ہوجاتا ہے اور مالک کے واسطے پکڑتا ہے تو حلال ہوتا ہے پس جس صورت مین کہ مالک کے اشارہ سے چھوٹے اور شکار کو پکڑ کر کھاوے تو شکار پر اشارہ سے جانا تو اس بات کو چاہتا ہے کہ کتا مالک کی وکالت اور نیابت کرتا ہے اور بعد کو شکار مین سے کھانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اوسنے اپنے واسطے شکار پکڑا ہے نہ مالک کے لیے تو اب ان دونون سببون مین حلت اور حرمت کا تعارض ہوا اسلیے احتمال میں بھی تعارض ہوا اور اصل حرمت تھی تو وہی قائم رہیگی اور شک سے زائل نہوگی اور یہ ایسی صورت ہوئی کہ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے لیے ایک لونڈی خرید دے پھر وکیل نے ایک لونڈی خریدی اور ابھی یہ کہنے نہین پایا تھا کہ اپنے لیے لی ہے یا مالک کے لیے کہ انتقال کرگیا تو موکل کو اس صورت مین اوس لونڈی سے صحبت کرنی حلال نہوگی کیونکہ وکیل کو اپنے لیے خریدنے کی بھی قدرت تھی اور

وکل کے لیے بھی اور ترجیح کی کوئی دلیل موجود نہیں اور اصل حرمت پر تو اسیکا اعتبار ہوگا پس اسطرح کی صورت پہلی قسم مین ملحق ہے نہ تیسری مین - چوتھی قسم یہ کہ حلت معلوم ہوا ور کوئی وجہ شرعی معتبر حرمت کی طاری ہوگئی ہو جس سے غلبہ ظن حرمت کا ہوجاوے پس اوسکی حالت سابقہ دور کیجاویگی اور حرمت کا حکم دیا جاویگا کیونکہ ہمکو معلوم ہوگیا کہ استصحاب کی وجہ ضعیف ہے اور غلبہ ظن کے ساتھ ہین اوسکا حکم باقی نہ رہیگا - اوسکی مثال یہ ہے کہ دو برتنون مین سے ایک کی نجاست اجتہاد سے معلوم کرے یعنی کسی علامت معین پر اعتماد کر کے ظن غالب اس بات کا کرے کہ یہ برتن نجس ہے تو یہ غلبہ ظن اوس پانی کے پینے اور اوس سے وضو کرنیکی حرمت کا موجب ہوگا یا یہ کہ یون کہا کہ اگر زید عمرو کو مار ڈالے یا شکار کو قتل کرے اور اوسکو مارنے مین تنہا وہی ہو تو میری بی بی کو طلاق ہو جاے پھر زید نے عمرو کو خواہ شکار کو زخمی کیا اور مجروح غائب ہوگیا اور بعد وہ مردہ ملا تو اوس شخص کی بی بی اوس پر حرام ہو جاویگی اسلیے کہ ظاہر یہی ہے کہ مقتول کو صرف زید ہی نے مارا ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوا - اور امام شافعی رح نے تصریح فرمادی ہے کہ اگر کوئی شخص جنگلون مین پانی رنگ بدلا ہوا پاوے اور ہوسکتا ہو کہ زیادہ دنون کے رہنے سے بگڑ گیا ہو یا کسی نجاست کے باعث سے متغیر ہوا ہو تو اوس پانی کو استعمال کرے اور اگر کسی ہرنی کو اوس مین پیشاب کرتے دیکھے پھر متغیر پاوے اور اب احتمال ہو کہ پیشاب سے متغیر ہوا ہے یا زیادہ ٹھہرنے سے تو اس صورت مین اوسکا استعمال درست نہین کیونکہ پیشاب کا دیکھنا غلبہ احتمال نجاست پر دلیل موجود ہے اور یہی مثال ہے قسم چہارم کی اور یہ غلبہ ظن اوس صورت مین معتبر ہے کہ کسی علامت سے متعلق ہو جو اوس شے مین موجود ہو اور جو غلبہ ظن اس طرح کی علامت سے متعلق نہ ہوگا تو اوس مین امام شافعی رح کا قول مختلف ہے کہ آیا اصل حلت اسطرح کے غلبہ ظن سے جاتی رہتی ہے یا نہین چنانچہ مشرکون اور دائم الخمر آدمیون کے برتنون سے وضو کرنے مین اور گڑھی ہوئی قبرون مین نماز پڑھنے کے باب مین اور سڑکون کے کیچڑ کے ساتھ نماز پڑھنے مین بشرطیکہ جس قدر سے احتراز دشوار ہے اوس سے زائد لگجاوے اونکا قول مختلف ہے اور اس مسئلہ کا نام اصحاب شافعی نے یہ رکھا ہے

(کہ جب اصل اور غالبہ ظن کا تعارض ہو تو کسکا اعتبار ہوتا ہے) غرضکہ یہ غلبہ ظن واتم الحمد
اور شیر کون کے برتنون سے پانی پینے کی حلت مین جاری ہے کیونکہ نجس پانی کا پینا
حلال نہین ہوتا پس معلوم ہوا کہ ماخذ نجاست اور حلت کا ایک ہی ہے اور اگر دونون مین
سے ایک مین تردد ہوگا تو دوسرے مین بھی تردد کا موجب ہوگا اور جس بات کو ہم نے
اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اعتبار اصل کا ہے اور علامت اگر چیز کی ذات سے متعلق ہوگی
تو اصل کے دور کرنیکی موجب ہوگی اور قریب ہے کہ اس کا بیان اور دلیل شبہہ
کے اوٹھنے کے دوسرے مقام مین مذکور کرینگے جسکو شبہہ خلط کہتے ہین — اوپر کی تقریر
سے حکم اوس حلال کا معلوم ہوگیا جسکے اندر حرمت کی وجہ طاری ہونیکا شک یا گمان
غالب ہو اور اوس حرام کا حکم معلوم ہوا جس مین حلت کی وجہ طاری ہونے کا
شک یا ظن ہوا ہو اور یہ فرق بھی معلوم ہوگیا کہ اگر ظن کسی ایسی علامت سے متعلق ہو
جو چیز کی ذات مین پائی جاوے تو وہ اور ہے اور جو ایسی علامت سے متعلق نہو تو وہ
اور ہے اور ان چارون قسمون مین جن چیزون کو ہمنے حلال کہا ہے وہ اول درجہ
کی حلال ہین احتیاط یہی ہے کہ اونسے اجتناب کیا جاوے اور جو کوئی اون پر اقدام
کریگا وہ متقیون اور صالحون سے نہوگا بلکہ عادلون کے زمرہ مین منتظم رہوگا یعنی شرع کر
نزدیک موجب بدکار اور گناہگار اور مستوجب سزا نہ ٹھہریگا ہان جن باتون کو ہم وسواس
کے مرتبہ مین شامل کر چکے ہین اون سے احتراز کرنا ورع مین ہرگز داخل نہین چنانچہ
پہلے بھی ہم کہہ چکے ہین

دوسرا مقام شبہہ کے پیدا ہونے کا خلط ہے یعنے حلال اور حرام آپس مین ملجاوین
اور تمیز نہ رہے اور امر مشتبہ ہو جاوے اب خلط کی تین صورتین ہین ایک یہ کہ دونون طرف
عدد لا انتہا ہون دوم یہ کہ ایک ہی طرف ہون سوم یہ کہ دونون طرف محصور اور معدود
ہون پھر اس تیسری صورت کی دو نوع ہین ایک یہ کہ اختلاط امتزاج کے ساتھ ہو کہ
حلال اور حرام کے افراد کی طرف اشارہ جداگانہ نکر سکین جیسے بہنے والی چیزین آپس مین
ملجاوین یا اختلاط ابہام کے ساتھ ہو مگر افراد کی طرف جداگانہ اشارہ کر سکتے ہون جیسے
غلامون اور مکانون اور گھوڑون وغیرہ کا ملجانا اور یہ دوسری صورت بھی دو حال
سے خالی نہین کہ جو چیزین مختلط ہوئی ہین یا ایسی ہین کہ اونکی ذات مقصود ہو جیسے

اسباب یا ایسے مین کہ اونکی ذات معلوم نہیں جیسے نقد تو اس تقسیم سے اسکی بہت سی قسمین پیدا ہوتی ہین قسم اول یہ کہ کوئی چیز چند محصور مین ملجاوے مثلاً ایک مردار بکری ذبح کی ہوئی ایک یا دس بکریون مین ملجاوے یا ایک عورت دودھ کی بہن دس عورتون مین ملجاوے یا دو بہنون مین سے ایک کے ساتھہ نکاح کیا پھر مشتبہ ہوگیا کہ کسکے ساتھہ کیا تھا تو اس قسم کے شبہہ سے بالاجماع احتراز کرنا واجب ہے کیونکہ علامتون اور اجتہاد کو اس مین دخل نہیں اور چونکہ اختلاط عدد محصور مین ہوا ہے تو سب ملکر ایک چیز کی طرح ہوگئے ہین اور اوسمین یقین حلت اور یقین حرمت دونون ایک دوسرے کے متعارض بلا ترجیح ہین اور یہ اختلاط اگر ایسی طرح ہو کہ پہلے حلت ثابت ہو کر پھر حرمت کا اختلاط طاری ہوجاوے جیسے دو بیبیون مین سے ایک پر طلاق پڑنی مسئلہ پر نہین گذری یا اسطرح اختلاط ہو کہ حلت سے پیشتر ہی حرمت کا اختلاط ہوگیا ہو جیسے دودھ کی بہن اجنبی عورت کے ساتھہ مشتبہ ہوجاوے اور ایک کا حلال کرنا چاہے تو دونون صورتون مین کچھہ فرق نہین دونون کا حکم حرمت ہی کا رہیگا۔ مگر حرمت کے طاری ہونے کی صورت مین کبھی مشکل ہوتی ہے مثلاً دو بیبیون مین سے ایک کی طلاق مین کہ بموجب بیان گذشتہ استصحاب ہوسکتا ہے لیکن ہمنے مسئلہ پر نہین جواب کی وجہ بھی لکھدی ہے کہ یقین حرمت مقابل یقین حلت کے پڑا ہے اسوجہ سے استصحاب ضعیف ہے اور نظر شریعت مین خطر کی جانب غالب تر ہوتی ہے اسلیے ترجیح حرمت کو رہتی ہے اور یہ صورت اوسی وقت ہے کہ حلال محصور حرام محصور مین مختلط ہو اور جس صورت مین کہ حلال تو محصور ہو اور حرام غیر محصور تو ظاہر ہے کہ اجتناب بطریق اولی ہوگا قسم دوم یہ کہ حرام محصور ہو اور حلال غیر محصور جیسے مثلاً ایک دودھ کی شریک یا دس عورتین دودھ کی شریک کسی بڑے شہر کی عورتون مین مختلط ہوجاوین تو اس صورت مین سارے شہر کی عورتون سے نکاح کرنے مین اجتناب کرنا لازم نہین بلکہ جائز ہے کہ جس سے چاہے نکاح کرلے اور اس قسم مین علت یہ ٹھہرانی کہ حلال کی کثرت کی صورت مین حلت کو ترجیح چاہیے جائز نہین کیونکہ اس صورت مین یہ لازم آویگا کہ اگر ایک دودھ کی شریک دس اجنبی عورتون مین مختلط ہوجاوے تو نکاح درست ہونا چاہیے حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین بلکہ علت کثرت اور حاجت دونون ہین کیونکہ جس شخص کا دودھ کا شریک

یا اور کوئی محرم یا سسرال کے رشتہ سے یا اور کسی سبب سے حرام شخص مختلط ہو جاوے
تو یہ نہین ہو سکتا کہ اوس پر باب نکاح بالکل بند کر دیا جاوے - اور اسی طرح جس شخص کو یہ
معلوم ہو کہ مال دنیا مین قطعاً حرام ملا ہوا ہے تو اوسپر ضرور نہین کہ خریدنا اور کھانا چھوڑ دے
کیونکہ اس مین دقت اور حرج ہے حالانکہ دین اسلام مین کچھ حرج نہین ہے اور اس
امر کی دلیل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ایک ڈھال چوری
گئی تھی اور کسی شخص نے براہ خیانت غنیمت کے مال مین سے عبا لے لی تھی تو دنیا مین
کسی نے ڈھال اور عبا کے خریدنے سے امتناع نہین کیا تھا اور یہی حال ہر چیز کا ہے
جو چوری ہو جاوے کہ دوسرون پر اوسکی جنس کی بیع و شرا کا ترک کرنا لازم نہین اسیطرح
یہ بھی لوگون کو معلوم تھا کہ بعض لوگ روپیون اشرفیون پر سود لیتے دیتے ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے نیکبختون نے روپیون اشرفیون کو بالکل چھوڑ نہین دیا تھا
سبکے کاروبار اونسے ہوتے تھے - حاصل یہ کہ دنیا حرام سے جبھی بچتی ہے کہ جب تمام
دنیا کے لوگ گناہ چھوڑ دین اور یہ محال ہے پس جب اس طرح کا اجتناب دنیا مین
شرط نہین تو شہرون مین بھی مشروط نہونا چاہیے ہان جس صورت مین کہ عدد محصور ہو تو
مضائقہ نہین اور عدد غیر محصور کی صورت مین اجتناب کرنا وسواسیون کا ورع ہے کیونکہ
نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور نہ کسی صحابی سے اور نہ کسی امت اور
کسی زمانہ مین اسطرح کے اجتناب کا نباہنا خیال مین آوے - اب اگر یہ کہو کہ خدا تعالیٰ
کے علم مین تو سب عدد محصور ہی ہین پھر عدد محصور کی حد کیا ہے اگر آدمی چاہے کہ کسی
شہر کے باشندون کی شمار کرے تو ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی اوسکے شمار مین مزاحم نہ ہو
تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان جیسے امور کی حد باندھنی ناممکن ہے مگر تقریباً حد کر دیا کرتے ہین
پس ہم کہتے ہین کہ عدد غیر محصور کی یہ حد ہے کہ اگر ایک میدان مین سب اکٹھے ہو جاوین
تو دیکھنے والے کو مجرد نگاہ کرنے سے انکا شمار مشکل ہو جیسے ہزار اور دو ہزار کہ عدد غیر محصور
ہین اور اگر شمار کرنے مین دقت نہو بلکہ آسانی سے گن لیے جاوین جیسے دس یا بیس ہین
تو وہ محصور ہین اور ان دونون حدون کے درمیان کے عدد اوساط متشابہ ہین کہ
گمان غالب کے ذریعہ سے کسی طرف ملا دیے جاتے ہین اور جس عدد مین شک واقع ہو اوسمین
فتوی دل سے لینا چاہیے کہ گناہ دل پر کھٹکا کرتا ہے اور اسی جیسے مقام مین آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ وَاِنْ اَفْتَوْکَ
وَاَفْتَوْکَ اور اسی طرح جو چار قسمین کہ ہم نے تمام اول مین بیان کی ہین اون مین
کچھہ تو اطراف ایک دوسرے کے مقابل اور واضح ہوتی ہین حلت یا حرمت کے
باب مین اور کچھہ اوساط متشابہ ہوتے ہین اور مفتی اون مین ظن غالب پر فتوی دیدیتا ہے
مگر سائل کو واجب ہے کہ اپنے دل سے فتوی پوچھے اگر اوسکے دل مین کچھہ خلش رہیگی
تو وہ امر اوسکے اور اللہ تعالی کے درمیان کے معاملہ مین گناہ ہوگا مفتی کا فتوی آخرت
مین اوس گناہ سے اوسکو نجات نہ دیگا کیونکہ مفتی ظاہر کے لحاظ سے فتوی دیتا ہے
اور اللہ تعالی باطن کے حالات کا مالک ہے۔ قسم سوم یہ کہ حرام غیر محصور حلال
غیر محصور سے مختلط ہو جاوے جیسے کہ اس زمانہ کے مال ہین پس جو شخص کہ احکام کی
صورتون سے بیتے ہین وہ یہ گمان کرتے ہین کہ غیر محصور کو غیر محصور کے ساتھہ وہ
نسبت ہے جو محصور کو ہے محصور سے اور چونکہ محصور کے محصور مین اختلاط ہونے کی
صورت مین ہم حرمت لکھہ آئے ہین تو چاہیے کہ یہان بھی حکم حرمت کا دین حالانکہ
جو بات ہمارے نزدیک مختار ہے وہ اور ہے یعنی اسطرح کے اختلاط سے کوئی معین
چیز حرام نہین ہوتی جسمین احتمال حرمت اور حلت دونون کا موجود ہو ہان اگر اوس
چیز مین کوئی علامت ایسی ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ چیز حرام مین سے ہے تو مضائقہ
مین لیکن جس صورت مین کہ کوئی علامت نہو تو چیز کا ترک کرنا ورع ہے اور لینا حلال ہے
اوسکے کھانے سے آدمی فاسق نہوگا اور علامتین مال حرام ہونے کی آگے مذکور ہونگی
اون مین سے ایک یہ ہے کہ وہ چیز بادشاہ ظالم کے ہاتھہ سے پہونچے اور یہ حکم جو ہمنے
بیان کیا اس پر اثر اور قیاس دلالت کرتے ہین اثر تو اسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اور بعد آپ کے خلفاء راشدین کے زمانہ مین سود کے روپیے اور شراب کی ثمن
ذمیون کے ہاتھہ سے وصول ہو کر مالون مین ملجاتے تھے اور غنیمت مین خیانت کا
بھی یہی حال تھا اور جس وقت سے کہ آپ نے سود سے منع فرمایا تھا یعنی جب سے
کہ یہ ارشاد فرمایا تھا اَوَّلُ رِبًا اَضَعُہٗ رِبَا الْعَبَّاسِ سب لوگون نے ربوا کا لینا ہرگز
ترک نہین کیا تھا جیسے شراب کا پینا بالکل سے نہین ترک کیا تھا اور علی ہذا القیاس
اور گناہون کے مرتکب بھی کچھہ نہ کچھہ ہوتے ہی تھے چنانچہ مروی ہے کہ کسی صحابی نے

بیچی تو حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ خداے تعالی لعنت کرے فلان پر کہ اوس نے اول شراب کے بیچنے کی رسم مقرر کی اور اس بیع کی وجہ یہ تھی کہ بعض لوگون نے شراب کی حرمت سے یہ نہین سمجھا کہ اوسکا بیچنا اور ثمن حرام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلان شخص دوزخ مین اوس عبا کو گھسیٹتا ہے جسکو براہ خیانت لے لیا تھا - اور ایک شخص مارا گیا اوسکے اسباب کو جو ڈھونڈھا تو اوس مین ایک مہرہ یہود کی مہرون مین سے کہ وہ درم کا بھی نتھا خیانت کا نکلا - اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ظالم حاکمون کا عہد پایا مگر بازار کی خرید و فروخت سے دست کش نہین ہوئے اس خیال سے کہ کہین یہ چیز مدینہ منورہ کی لوٹ کی نہو حالانکہ تین دن تک یزید کے لشکر نے مدینہ طیبہ کو لوٹا تھا اور اگر کوئی ایسے مال سے دست کش بھی تھا تو وہ ورع مین انگشت نما تھا لیکن اکثرون کا حال یہی تھا کہ با وجود کثرت مال لوٹ کے ظالمون کے عہد مین اوس سے دست کش نہین ہوئے اور اختلاط کو مانع نہین سمجھا - اب اگر کوئی شخص اپنے ذمہ پر وہ بات لازم کرے جسکو سلف نے لازم نہین کیا تھا اور یہ گمان کرے کہ مین نے شریعت مین سے وہ بات سمجھ لی جو اگلے لوگون نے نہین سمجھی تھی تو وہ شخص وہمی اور دیوانہ ہے اور اگر ان جیسی باتون مین اون لوگون سے بڑھکر کوئی بات کیجاوے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن امور مین کوئی سند سوای اجماع اکابر کے نہین انمین بھی اونکا خلاف درست ہو مثلاً جیسے یہ مسئلہ کہ دادی مثل ماکے ہے حرمت مین یا یہ کہ پوتا مثل بیٹے کے ہے اور سور کے بال اور چربی کا حکم مثل گوشت کے ہی جسکا ذکر قرآن مجید مین ہے اور سود چھہ چیزون کے سوا اورون مین بھی پایا جاتا ہے پس ان مسئلون مین مخالفت کرنی سراسر باطل اور محال ہے اسی طرح اون سے زیادہ شریعت کا سمجھنا بھی محال ہے کہ وہ فہم شرعی اورون کی نسبت کرزیادہ رکھتے تھے - اور قیاس اسطرح ہے کہ اگر دنیا کے اموال کا ترک کرنا شروع کیا جاوے تو سب تصرفات مسدود ہو جاوین اور عالم خراب ہو جاوے اسلیے کہ لوگون مین بدکاری غالب ہے اور اوسی کے باعث سے معاملات مین شرعی شرطون کے ملحوظ رکھنے مین تساہل کرتے ہین اور آخر کو نوبت اختلاط کی اسی کے باعث سے پہونچتی ہے اب اگر یہ کہو کہ تم نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو سمار کے کھانے سے

انکار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ جانور اون لوگون مین سے نہو جنکو
خدائے تعالی نے مسخ کر دیا تھا حالانکہ یہ صورت غیر محصور اختلاط کی ہے تو اس کا جواب
یہ ہے کہ یہ نہی ورع اور تنزیہ پر محمول ہے یا یون کہین گے کہ سوسمار کی شکل عجیب ہوتی ہے
مانشاید اوس سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ مسخ کی ہوئی ہو تو اس صورت مین نفس
چیز مین علامت حرمت موجود ہے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
اصحاب رض کے عہد مبارک مین سود اور چوری اور غارتگری اور غنیمت کی خیانت وغیرہ
کے اموال بہ نسبت مال حلال کے بہت کم تھے وہان حلت کے ہونے کا مضائقہ نتھا
مگر ہمارے زمانہ مین کہ معاملات کی خرابی اور شروط کے لحاظ نہ رکھنے کے باعث سے
اور سود کی کثرت اور ظالم بادشاہون کی زیادتی سے اکثر مال لوگون کے خراب اور
حرام ہو رہے ہین تو اگر ان مالون مین سے کوئی مال کسی شخص کو ملے اور اوس مین کوئی
علامت خاص نہو تو اوسکو تم حرام کہوگے یا حلال تو اسکا جواب یہ ہے کہ مال مذکور
حرام نہین بلکہ اوسکا نہ لینا ورع مین داخل ہے اور اس قسم کا ورع اوس ورع سے
نہایت مشکل ہے جو مال حرام کم ہونے کی صورت مین ہو اور ٹھیک جواب اس کا
اس طرح ہے کہ یہ جو سائل کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ مین اکثر اموال حرام ہین یہ مقدمہ
غلط ہے اور اوسکی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ کثیر اور اکثر کے معنون مین فرق نہین کرتا اور
سائل پر کیا منحصر اکثر آدمی بلکہ اکثر فقہا کو یہ گمان ہے کہ جو چیز کمیاب نہین وہ اکثر ہے
اور کمیاب اور اکثر کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہین اونکے گمان مین ان دونون کے
بیچ مین کوئی تیسرا مرتبہ نہین حالانکہ واقع مین اشیا کی تین قسمین ہین ایک قلیل جسکو
نادر کہتے ہین دوم کثیر سوم اکثر اب انکی مثالین معلوم کرنی چاہئین کہ خنثی خلق مین
نادر ہے اور اوسکی نسبت کر اگر مریض کو دیکھو تو کثیر ہونگے اور ایسے ہی مسافر بھی خنثی
کی نسبت کثیر ہین چنانچہ کہتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام ہین اور استحاضہ نادر
عذر ہے ظاہر ہے کہ مرض نہ تو نادر ہے اور نہ اکثر ہے بلکہ کثیر ہے اور فقیہہ سہلاً
کہدیتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام اور غالب ہے اوس سے اونکی مراد یہ ہوتی ہے
کہ نادر نہین ہین اور اگر یہ مراد نہو تو یہ قول غلط ہوگا کیونکہ اکثر تو تندرست اور مقیم ہوتے ہین
اور مسافر اور مریض کثیر ہین اور استحاضہ والی اور خنثی نادر ہین جب یہ سمجھ چکے تو ہم

سکتے ہین کہ سائل کا یہ کہنا کہ مال حرام اکثر ہی باطل ہے اسلیے کہ حرمت کی وجہ یا ظالمون
اور سپاہیون کی کثرت کو کہیگا یا سود اور معاملات فاسد کی کثرت کو یا ملکون کی کثرت کو
جو شروع اسلام سے آج تک ان موجود مالون کی اصلون پر بدلتے رہے ہین پہلی
وجہ باطل ہے اسلیے کہ ظالم کثیر ہو سکتا ہے اکثر نا ممکن ہے کیونکہ ظالم غالباً سپاہی ہی
ہوتے ہین کہ بدون دباؤ اور شوکت کے ظلم ہو نہین سکتا اور سپاہیون کو اگر تمام
جہان کی لحاظ سے خیال کرو تو دسوان حصہ بھی نہونگے مثلاً جس بادشاہ کی فوج
ایک لاکھ ہوگی تو اوسکی ولایت مین کم سے کم دس لاکھ آدمی ہونگے اور غالباً ایک ہی
بڑے شہر کے آدمی اوسکے تمام لشکر سے شمار مین زیادہ ہون اور اگر بادشاہون کا عدد
رعایا کی گنتی سے زیادہ ہو تو سب ہلاک ہو جاوین کیونکہ اولی یہ ہے کہ رعیت کی افراد
مین سے ایک سلطان دس خدمتگار رکھے حالانکہ بادشاہون کا گذر ہزار سے بھی
نہین ہوتا اور یہی حال چورون کا ہے کہ وہ بھی بڑے شہرون مین تھوڑے ہی
ہوتے ہین۔ اور دوسری وجہ بھی باطل ہے اسلیے کہ سود اور معاملات فاسد کثیر ہی
ہین اکثر نہین کیونکہ اکثر اہل اسلام معاملے شریعت کی شرطون کے موافق کرتے ہین
اور گنتی مین اون لوگون کے شمار سے زیادہ ہین جو سود وغیرہ کے معاملات کرتی ہین
علاوہ ازین سود وغیرہ کے معاملات کرنے والے اور معاملات صحیح بھی کرتے ہین اگر
خود اونکے صحیح اور فاسد معاملون کو شمار کرو تو غالباً صحیح زیادہ نکلینگے ہان اگر شہر میں
کوئی ایسا خبیث بددین چھانٹ لیا جاوے جسکے معاملے فاسد زیادہ ہون تو اسطرح
کے آدمی کم ہوتے ہین اور اگر کثیر بھی ہون تو اکثر نہین ہو سکتے جنکے معاملے فاسد ہون
کیونکہ خود اونکے معاملے بھی صحیح اسقدر ہونگے کہ معاملات فاسد کی برابر یا اون سے
زائد ہونگے اور یہ بات تامل کرنیوالے کے نزدیک یقینی ہے مگر چونکہ دلون مین
فساد کی برائی اور کثرت اور عظمت زیادہ بیٹھی ہوئی ہے اسلیے اگر فاسد کم بھی ہوتا ہے تو
بہت معلوم ہوتا ہے یہان تک کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ زنا اور شراب خواری مال
حرام کی طرح پھیل گئی ہے اور اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ زانی اور شراب خوار اکثر
ہونگے حالانکہ یہ غلط ہے وہ لوگ کم ہین گو کثرت کے ساتھ ہون۔ باقی رہی تیسری وجہ
وہ البتہ قرین قیاس ہے اسطرح کہ یون کہین کہ مال تین طرح حاصل ہوتے ہین

یا کان سے یا حیوانات سے یا نباتات سے حیوان یا نبات تو نسل لینے سے حاصل ہوتے ہین
پس اگر بکری کو مثلاً دیکھین جو ایک برس مین بچہ دیتی ہے تو اوسکو اصول آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ تک ہمارے زمانہ سے پانسو کے قریب ہونگے اور ضرور ہے کہ انمین سے
کسی اصل کمین غصب یا معاملہ فاسد ہوا ہی ہو گا تو کیسے فرض کیا جاوے کہ اون کے
اصول مین ہمارے زمانہ تک کوئی تصرف باطل نہین ہوا اسی طرح غلہ اور میوون کی بھی
پانسو یا ہزار اصلین مثلاً ہونگی تو وہ بھی جبھی حلال ہونگی کہ اونکی سب اصلین زمانہ نبوت تک
حلال ہون - اور کان کی چیزون مین سے بعض تو ایسی ہین کہ ہر زمانہ مین از سر نو
نکالی جاتی ہین وہ تو کم ہین مگر جنکا استعمال زیادہ ہے وہ روپیے اور اشرفیان ہین
جو ٹکسال مین بنتی ہین اور ٹکسالین سب ظالمون کے قبضہ مین ہین بلکہ کانین انھین
کے قبضہ مین ہین کہ لوگون کو اونسے روکتے ہین اور فقیرون پر زبردستی کرکے کان
کھودواتے ہین پھر اون سے چاندی سونا چھین لیتے ہین تو جب ان باتون کا لحاظ
کیا جاوے تو کوئی روپیہ یا اشرفی ایسی کم ہوگی کہ نہ تو کان مین سے نکلتے وقت
عقد فاسد یا ظلم ہوا ہو اور نہ ٹکسال مین بننے کے وقت اور نہ بعد کو معاملات صرف
اور سود مین اونکے عقد مین کوئی خرابی ہوئی ہو پس جس صورت مین کہ تینون قسمون کے
مال کا یہ حال ہے تو اب بجز شکار یا لاوارثی زمین خواہ جنگل کی گھاس اور لکڑی کے
اور کوئی چیز حلال نہ رہی پھر جو کوئی ان چیزون کو پیدا کرے تو ضرور ہے کہ کھانیکے لیے
غلہ وغیرہ اونکے عوض مول لے گا جو تناسل سے پیدا ہوتا ہے تو گویا مال حلال دیکر
حرام خریدیگا غرض کہ یہ وجہ حرمت کی پہلی دو وجہون سے زیادہ مضبوط ہے اور
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غلبہ حرمت کا حرام کثیر کے حلال کثیر مین اختلاط سے نہین
پیدا ہوا تو جس قسم کا ہم بیان کر رہے ہین اوس مین سے خارج ہو گیا اور اوس صورت
مین ملگیا جس کا بیان ہم پہلے کر چکے ہین یعنے اصل اور سبب غالب کا تعارض کیونکہ
اصل ان اموال مین یہ ہے کہ تصرفات کو قبول کرین اور تراضی طرفین کی اونپر جاری ہو
اور اس اصل کے مخالف ایک احتمال غالب پڑا ہے جو اصل مذکور صلاحیت سابقہ
نہین چھوڑتا تو اسکی ایسی ہی صورت ہوگی جیسے حکم نجاسات کے باب مین امام شافعیؒ
کے دو قول ہین اور ہمارے نزدیک صحیح یہی ہے کہ راستون مین جب نجاست کا نشان

معلوم نہو تو نماز پڑھنی درست ہی کیونکہ راستون کا کیچڑ پاک ہوتا ہے اور یہ بھی صحیح جانتے ہین
کہ مشرکون کے برتنون سے وضو کرنا جائز ہے اور کھدی ہوئی قبرون مین نماز پڑھنی
درست ہی پس ان مسئلون کو اول ثابت کرکے پھر اس مسئلہ بال کو ہم اونپر قیاس کرینگے
مسئلہ وضو کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو
کیا تھا باوجودیکہ نصرانی شراب پیتے ہین اور سؤر کھاتے ہین اور جس چیز کو ہماری شریعت
نے نجس کہا ہے اوس سے احتراز نہین کرتے تو اونکے برتن اونکے ہاتھون سے
کیسے صاف بچ رہتے ہونگے علاوہ ازین ہم قطعاً جانتے ہین کہ اکابر سلف پوستین
دباغت دیا ہوا اور کپڑے رنگے ہوئے اور دھوئے ہوئے پہنا کرتے تھے اور جو شخص
دباغت دینے والون اور دھوبیون اور رنگریزون کے احوال کو تامل کرے تو جانے
کہ اکثر نجاست ہی ہوتی ہے اور اونکے یہان کپڑون کا طاہر رہنا محال یا کمتر ہے اسکے
سوا ہمکو یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ اکابر سلف گیہون اور جو کی روٹی کھایا کرتے تھے اور
اونکو دھوتے نہ تھے باوجودیکہ بیل وغیرہ جو خرمن کو روندتے ہین اناج پر پیشاب اور
گوبر کرتے جاتے ہین ایسا غلہ کم ہوگا جسپر یہ کیفیت نہ گذرے اسی طرح گھوڑون پر
پسینے کی حالت مین سوار ہوا کرتے تھے اور اونکی پیٹھون کو پاک نہ کرتے تھے
باوجودیکہ سواریان اکثر نجاستون مین لوٹا کرتی ہین بلکہ جو چوپایہ اپنی ماکے پیٹ سے
نکلتا ہے آلودہ نجاسات ہوتا ہے اور وہ نجاست کبھی تو مینہہ برسنے سے دھلجاتی ہے
اور کبھی نہین دھلتی اور اوس سے کوئی احتراز نہین کرتا تھا اور یہ بھی دستور تھا کہ
راستہ مین ننگے پاؤن اور جوتیون کے ساتھ چلتے تھے اور ویسے ہی نماز پڑھ لیتے تھے
اور مٹی پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور بلا ضرورت گارے مین گو ہو لیا کرتے تھے مگر پیشاب
اور پاخانہ مین کو نہ چلتے تھے اور نہ اونپر بیٹھتے تھے بلکہ اون سے کنارہ کرتے تھے
حالانکہ راستون کا نجاستون سے صاف رہنا ممکن نہین کہ کتے اور گھوڑے وغیرہ پیشاب
اور غلیظ کرتی رہتی ہین اور یہ گمان کرنا بیجا ہے کہ اس باب مین ہر ایک زمانہ کا حال جدا ہوگا
تاکہ یہ سمجھا جاوے کہ اگلے زمانہ مین راستے دھوئے جاتے ہونگے یا جانورون کی گندگی سے
محفوظ رکھے جاتے ہونگے کیونکہ یہ امر عادت کی روسے قطعاً محال ہے غرضکہ معلوم ہوا
کہ اون لوگون نے اوسی نجاست سے احتراز کیا ہے جو ظاہر ہو یا اوسکی کوئی علامت

دالہ ہوا اور جو احتمال غالب کہ احوال پر وہم ودونانے سے پیدا ہوتا ہے اوسکا اعتبار
نہین کیا اور یہی مذہب امام شافعی رحمۃ کا ہے کہ اونکے نزدیک تھوڑا پانی بدون بدلنے
اوصاف کے نجس نہین ہوتا کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہمیشہ حامون مین جاتے اور حوضون مین وضو
کرتے حالانکہ اون مین پانی تھوڑا ہوتا تھا اور طرح طرح کے ہاتھہ مدام پڑتے رہتے تھے
اور اس مین کسی طرح کا شبہہ نہین پس جب نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو جائز ہوا
تو اوس پانی کا پینا بھی درست ہوا اور حلت کا حکم طہارت کے حکم سے ملگیا۔ اب اگر یہ کہو
کہ حلت کا قیاس طہارت پر جائز نہین اسلیے کہ اکابر سلف امور طہارت مین تو بہت
مسامحت کرتے تھے مگر شبہات حرام سے نہایت درجہ کو احتراز کیا کرتے تھے اس صورت مین
ایک کا قیاس دوسرے پر کیسے ہو سکتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر طہارت کی مسامحت
سے یہ غرض ہے کہ وہ لوگ نجاست کے ساتھہ نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ نماز کی صحیح
اور نجاست کے ساتھ اوسکا پڑھنا گناہ ہے تب تو اونکی طرف نہایت بدگمانی ہے بلکہ یون
اعتقاد کرنا واجب ہے کہ جن نجاستون سے اجتناب کرنا واجب ہے اون سب سے اکابر سلف
نے اجتناب کیا ہے صرف تسامح ایسی صورت مین کیا ہے جس سے اجتناب کرنا واجب
نہین اور وہ وہی صورت ہے جسمین کہ اصل اور احتمال غالب کا تعارض ہو پس اس سے
صاف ظاہر ہوا کہ جب احتمال غالب کی کوئی علامت مشتبہ چیز مین نہو اوس کا اعتبار
نہیں باقی رہا اونکا ورع تو وہ تقویٰ کے طور پر تھا یعنے جس چیز مین کچھہ خوف نہین
اوسکو اوس چیز کے ڈر سے ترک کر دینا جس مین خوف ہو اسلیے کہ اموال کا حال
خطرناک ہے اور اگر نفس کو اونسے نہ روکا جاوے تو اونکی طرف جھکتا ہے اور طہارت کا
حال ایسا نہین اسی وجہ سے کچھ لوگون نے محض حلال سے بھی دست کشی کی تھی کہ مبادا
دل مشغول نہو جاوے اور ایک شخص سے یہ بھی منقول ہے کہ سمندر کے پانی سے بھی
وضو کرنے سے احتراز کیا تھا حالانکہ طاہر محض ہے پس اس باب مین اختلاف کا ہونا
ہمارے مطلب کا مخل نہین علاوہ ازین ہم اس وجہ کا جواب اوس طرح بھی دیسکتے ہین
جیسا پہلی دونون وجہون کا دیا ہے یعنی ہم نہین مانتے کہ حرام مال اکثر ہے اسلیے کہ
اموال کے اصول اگرچہ بہت ہون لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ اونکی اصول مین حرام بھی ہو
بلکہ جو مال اس زمانہ مین موجود ہین اونمین سے بعض ایسے بھی ہونگے کہ جنکی اصول مین

کچھ

کچھ فساد آگیا ہو سب ایسے نہین ہو سکتے نہ اکثر ہو سکتے ہین کیونکہ جیسے غصب اور چوری کا
مال ان دنون مین بہ نسبت اور اموال کے کم ہے اسی طرح ہر زمانہ مین اسطرح کا مال اور
اموال سے کم ہی تھا اور یہ معلوم نہین کہ ایک فرد معین کونسی قسم مین سے ہے اسلیے ہم
کیسے کہدین کہ احتمال غالب اوسکی حرمت ہی کا ہے کیونکہ جیسے غصب اور چوری کی چیز
نسل سے بڑھتی ہے ویسے ہی غیر مغصوب اور غیر مسروق بھی نسل سے زیادہ ہوتی ہے
تو اکثر کی نسل بھی ہر زمانہ مین اکثر ہی ہو گی بلکہ غلہ مغصوب غالبًا کھانے کے لیے چھینا کرتے ہین
نہ بونے کے لیے اسی طرح حیوانات غصب اور چوری کے اکثر کھا لیے جاتے ہین اور
نسل اون سے نہین لیجاتی تو کیسے کہہ سکتے ہین کہ حرام کی فروع اکثر ہین جس صورت مین
کہ حلال کی اصول ہر زمانہ مین حرام کے اصول سے زیادہ رہے ہون۔ طالب علم کو
چاہیے کہ اس تقریر سے معرفت اکثر کا طریق سمجھ لے کہ یہ قدم پھسلنے کی جگہہ ہے اور
اسمین اکثر علما غلطی کر جاتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہے۔ یہ حال حیوانات اور غلون کا ہے
جو تناسل سے ہوتے ہین۔ اور کانون کا یہ حال ہے کہ بلاد ترک وغیرہ مین چھوڑ رہتے ہین
جس کا دل چاہے اون مین سے لے مگر حکام اوس مین سے کچھ لے لیا کرتے ہین
سو وہ اقل ہوتا ہے نہ اکثر۔ اور بادشاہ جو کسی کان پر حاوی ہو جاتے ہین تو اونکا ظلم
تو یہ ہے کہ لوگون کو اوس سے منع کرتے ہین مگر اور لوگ جو اوسمین سے لیتے ہین
تو بادشاہ سے اجرت مین لیتے ہین اونکے مالک ہونے مین کچھ خرابی نہین کیونکہ
مباحات پر ملک ثابت ہونے اور اونکے ٹھیکہ لینے کے باب مین صحیح یہی ہے کہ نہایت
درست ہی مثلاً پانی لانے کا مستاجر جب پانی گھیر لیتا ہے تو جسکی طرف سے مستاجر ہوتا ہے
پانی اوسکی ملک مین داخل ہو جاتا ہے اور اجرت کا مستحق ہوتا ہے اسی طرح اس مسئلہ مین
سمجھنا چاہیے کہ بادشاہ کی طرف سے لوگ مستاجر ہین پس اس تفریع سے یہ نکلتا ہے
کہ سونے چاندی کی ذات مین کوئی حرمت نہین ہان بادشاہ کا ظلم یون ہو سکتا ہے
کہ کام کی اجرت کم دے اور یہ معاملہ اول تو کم ہوتا ہے دوسرے اس سے بھی
ذات نقدین مین کچھ خرابی نہین بلکہ اس نظر سے کہ اوسکے ذمہ پر اجرت باقی رہگئی
ظالم ٹھہریگا۔ اور ٹکسال کا حال یہ ہے کہ جو سونا اوس مین سے بنکر نکلتا ہے وہ
خاص سلطان کا نہین ہوتا جو غصب اور ظلم سے لیتا ہے بلکہ سوداگر سونے کی

ڈلیاں یا خراب سکے اوسکو دیتے ہین تاکہ بنا سکے او پر ہو جاوے اور اس کام کی اجرت سلطان کو مقرر کر دیتے ہین اور جسقدر سونا دیتے ہین اوسی قدر تول کر لے لیتے ہین صرف تھوڑا سا اجرت کی قدر چھوڑ دیتے ہین اور یہ جائز ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ اسرفیان خاص بادشاہ کے سونے کی بھی بنتی ہین تب بھی سوداگرون کے مال کی نسبت کہ بیشک کم ہونگی ہان سلطان جو ٹکسال جاری کرتا ہے اور سکہ لگانے پر اجرت لیتا ہے یہ ایک طرح کا ظلم ہے کہ چند لوگون کو تمام خلق مین سے اس کام کے لیے خاص کرتا ہے یہان تک کہ سلطان کی حشمت کی وجہ سے اونکے پاس مال زیادہ ہو جاتا ہے پس جو کچھ سلطان لیتا ہے وہ اپنی حشمت کا عوض لیتا ہے جو ظلم ہے لیکن یہ مقدار اون روپون اشرفیون کی نسبت کہ جو ٹکسال سے نکلتی ہین بہت کم ہے یعنی ٹکسال والون اور سلطان کو سو پیچھے ایک روپیہ بچتا ہے سو اسقدر اکثر کیسے ہو سکتا ہے۔ غرضکہ اس طرح کے مغالطہ مال حرام کے اکثر ہونے کے دلون پر چھا گئے ہین اور کچھ لوگ دین کے ضعیف اس وہم مین اتنے پڑے ہین کہ اونھون نے ورع کو برا جانا ہے اور ورع کا باب بالکل بند کر دیا اور جو شخص ایک مال مین دوسرے مال سے فرق بتاتا ہے اوسکو برا جانتے ہین اور یہ کہین بدعت اور گمراہی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ بالفرض اگر غلبہ مال حرام کو ہو اور غیر محصور مین مختلط ہو تو جس صورت مین کہ کسی مال مین علامت خاص نہو اوسکے باب مین تمھارا کیا قول ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوس مال کا ترک کرنا ورع ہے اور اوسکا لینا حرام نہین اسواسطے کہ اصل حلت ہے اور بدون علامت معین کے وہ دور نہین ہوگی جیسے کہ برتنون کی کیچڑ وغیرہ مسائل مین حکم ہے بلکہ ہم اور بڑھکر کہتے ہیں کہ اگر بالفرض حرام دنیا کو ڈھانپ لے اسقدر کہ کہین یقیناً نشان حلال کا نہ رہے تب بھی ایسی صورت مین ہم ازسرنو اپنے زمانہ سے شروط حرمت کی تمہید کرینگے۔ اور جو باتین گذر چکی ہین اونکو چھوڑ دینگے یعنی ہمارا مدعا یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنی حد سے بڑھجاتی ہے تو معکوس ہو کر اپنی ضد مین داخل ہو جاتی ہے تو اس صورت مین جب سب چیزین حرام ہو جاینگی تو سب حلال ہو جاینگی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب یہ معاملہ واقع ہو تو پانچ احتمال ہو سکتے ہین اول یہ کہ سب آدمی کھانا چھوڑ دین یہان تک کہ مر جادین دوم یہ کہ اتنا مین سو سد رمق پر قناعت کرکے زندگی کاٹین سوم یہ کہ مقدار حاجت جس طرح سے مل سکے لے لیوین

خواہ چوری سے یا غصب سے یا تراضی سے اور کسی مال مین اور کسی وجہ سے لینے مین
کچھ فرق نہو چہارم یہ کہ شرع کی شرطون کا اتباع کرکے اوسکے قواعد پر از سر نو عمل کرین
اور قدر حاجت پر مکتفی نہون پنجم یہ کہ باوجود شروط شرع پر اکتفا کرنے کے قدر حاجت پر
بھی اکتفا کرین اب ظاہر ہے کہ احتمال اول باطل ہے اور دوسرا بھی قطعاً باطل ہے
اسلیے کہ جب آدمی سد رمق پر اکتفا کرینگے اور زندگی کے دن کمزوری پر کاٹین گے تو بہت
مرجائین گے کیونکہ کوئی کام اور پیشہ نہو سکیگا اور دنیا بالکل خراب ہوجائیگی اور دنیا کی
خرابی مین دین کی خرابی ہے اسلیے کہ دنیا آخرت کا مزرعہ ہے اور خلافت اور قضا
اور سیاسات کے احکام بلکہ اکثر فقہ کے احکام سے مقصود دنیا کی مصلحتین ہین اس نظر سے
کہ اونسے دین پورا ہوجاوے تو ظاہر ہے کہ دنیا کی خرابی باعث دین کی خرابی کا ہے
اور تیسرا احتمال یعنی قدر حاجت پر اکتفا کرنا اور اوس سے زیادہ نہ لینا اور کسی مال اور
جہت مین فرق نکرنا بلکہ غصب اور چوری اور تراضی یا کسی اور طرح سے حاصل ہونے کو
برابر جاننا تو اسمین یہ خرابی ہے کہ باب شریعت مفسدون کے لیے بالکل بند ہوجائیگا
اور طرح طرح کے فساد کرینگے غصب اور چوری اور انواع ظلم کی طرف ہاتھ بڑھین گے
اور اونکو زجر کرنا ممکن نہوگا کیونکہ وہ یہ جواب دینگے کہ قابض کا استحقاق چیز کے لیے
ہم سے زیادہ نہین اسلیے کہ وہ چیز ہمپر اور اوس پر دونون پر حرام ہے اوسکو اوسمین
سے فقط مقدار حاجت ملسکتی ہے لیکن جیسے اوسکو حاجت ہے ہمکو بھی حاجت ہے
اور اگر بالفرض ہمنے اپنے حق سے زیادہ بھی لیا ہے تو اسیے شخص سے لیا ہے جسکے پاس اوس روز کی حاجت
سے چیز زائد تھی تو اب ایک روز کی حاجت کا ضبط کرنا چاہیے تاکہ زیادتی اور کمی
معلوم ہو غرض کہ اس احتمال کے جاری ہونے سے شرع کی سیاست بالکل باطل
ہوجائیگی اور فساد والے فساد کرنے پر ابھر کھڑے ہونگے اس صورت مین جب کہ تینون
احتمال نہین ہوسکتے تو صرف چوتھا احتمال رہا یعنے یہ کہا جاویگا کہ جسکے قبضہ مین جو چیز ہے
وہی اوسکا زیادہ مستحق ہے اوس سے براہ غصب اور زور دی لینا درست نہین بلکہ
تراضی سے لینا چاہیے اور تراضی طریق شریعت ہے مگر مطلق تراضی کا بھی اعتبار نہین
بلکہ وہ تراضی جس سے مصلحتین متعلق ہین اور اوسکا دستور شریعت مین مقرر ہے —
اب باقی رہا پانچوان احتمال یعنی قبضہ والون سے چیز کو بموجب شرع کے طریق کے

چیل کرنا اور مقدار حاجت پر اکتفا کرنا تو یہ وہ بات ہی کہ سالک طریق آخرت کے لیے
ہمارے نزدیک ورع کی مناسب ہی مگر عوام پر اسکے واجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور
فتوائے عام مین اسکو داخل کرسکتے ہین ورنہ اسوقت لوگون کے مالون پر قدر حاجت سے
زیادہ بیگمکر ظالم دست درازی کرینگے اور چور بھی زائد از حاجت کے چورانے کا قصد کریگا
اور جو شخص غالب ہوگا وہ دوسرے مغلوب کا مال چھین لیگا اور جس شخص کو موقع ملیگا
دوسرے کی چیز چورالیگا اور کہیگا کہ مالک کا حق صرف قدر حاجت مین ہے اور مین
محتاج ہون زائد از حاجت کو مین نے لے لیا اب سلطان پر یہ واجب ہوگا کہ جتنے لوگون
کے پاس جو چیز زائد از حاجت پاوے اوسکو اون سے لیکر سب اہل حاجت کو دیدے
اور اسطرح سب کا وظیفہ یومیہ یا سالانہ مقرر کیا کرے پس اس صورت مین بے انتہا
تکلیف اور مالون کا تلف کرنا ہے تکلیف تو خود ظاہر ہے کہ بادشاہ کو اتنی قدرت کہان
کہ سب خلق مین اس صورت کو جاری کرے بلکہ جاری کرنا غیر ممکن ہے اور مال کا تلف کرنا
اسطرح ہے کہ میوہ اور غلہ اور گوشت وغیرہ جو کچھ حاجت سے بچ رہیگا اوسکو سمندر مین
ڈالنا چاہیے یا چھوڑ دیا جاوے یہان تک کہ سڑ جاوے کیونکہ میوہ اور غلہ خدا تعالی
اتنا پیدا کرتا ہے کہ قدر حاجت کیا معنے اگر تمام خلق خوب وسعت کے ساتھ برتین تب بھی
بچ رہے علاوہ ازین ایک خرابی اسمین یہ ہے کہ حج اور زکوۃ اور کفارہ مالی اور جتنی
عبادتیں کہ توانگری سے متعلق ہین سب لوگون کے ذمہ سے ساقط ہو جائینگی کیونکہ
لوگون کے پاس بجز قدر حاجت کے اور کچھ نرہیگا اور یہ بھی نہایت بری بات ہی۔ بلکہ
ہم کہتے ہین کہ اگر فی المثل ایسے وقت مین کوئی نبی آوے تو اوسپر واجب ہوگا کہ
معاملہ کو از سر نو کرے اور ملکون کے اسباب کی تفصیل خواہ تراضی سے ہون یا اور
طریقون سے سبکی تمہید کرے اور وہی باتین کرے جو تمام مال حلال ہونیکی صورتمین
کرتا اسمین کچھ فرق نہوگا۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ اوسپر واجب ہی اس سے مراد وہ
صورت ہی کہ نبی موصوف اون لوگون مین سے ہو جو مخلوق کے دین اور دنیا
کی مصلحت کے لیے بھیجے جاتے ہین کیونکہ بہتری اس سے تو پوری نہوگی کہ تمام خلق
کو قدر ضرورت اور حاجت پر پابند کر دیا جاوے تو ضرور ہی کہ اسباب ملک کی تفصیل از سر نو
ہونی چاہیے اور اگر نبی کی بعثت بہتری کے لیے نہوگی تو اوسپر امر مذکور واجب بھی نہوگا

اور گو ہمارے نزدیک یہ امر ممکن ہے کہ نبی کی بعثت بہتری کے لیے نہو مثلاً خدا تعالیٰ
کوئی ایسا سبب مقدر فرماوے کہ اوس سے تمام خلق ہلاک ہو جاوے تو دنیا بھی
اون سے فوت ہو جاوے اور دین میں بھی گمراہ رہیں اسلیے کہ گمراہی اور ہدایت اور
مارنا اور جلانا سب اوسکے اختیار میں ہے مگر پھر بھی ہم اس امر کو خدا تعالیٰ کی عادت
جاری کے بموجب فرض کرتے ہیں کہ نبیون کا بھیجنا دین اور دنیا کی بہتری کے لیے
ہوتا ہے - اور ہمکو اسکے فرض کرنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ جو امر ہم فرض کرتے ہیں
وہ موجود ہی ہو گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت
مین مبعوث فرمایا کہ نبیون کا توڑا پڑ گیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت
کو گذرے قریب چھ سو برس کے ہو گئے تھے اور کچھ لوگ تو مثل یہودیون اور
بت پرستون کے آپ کو نہ مانتے تھے اور کچھ مانتے تھے مگر اون مین فسق پھیل گیا تھا
جیسے ہمارے زمانہ مین پھیل گیا ہے اور فروع شریعت کا خطاب کفار کو بھی ہوتا ہے
اور مال نہ ماننے والون اور ماننے والون دونون کے قبضہ مین تھے پس
نہ ماننے والے تو معاملات خلاف شریعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کرتے تھے
اور ماننے والے آپس کے معاملات مین تساہل برتتے تھے جیسے مسلمان اب کرتے ہیں
حالانکہ زمانہ نبوت کو گذرے بہت عرصہ نہین ہوا - غرضکہ اس وقت مین کل
اموال یا اکثر یا کثیر حرام تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امور گذشتہ کو معاف
فرمایا اور اونکے باب مین کچھ تعرض نہ کیا اور مال قبضہ والون کا ٹھہرا کر شرع کو
تمہید کیا حالانکہ جس چیز کی حرمت شریعت مین ثابت ہو گئی ہو وہ نہ کسی رسول
کے مبعوث ہونے سے حلال ہوا اور نہ اسطرح حلال ہو کہ جس شخص کے قبضہ مین
حرام ہے وہ اوسکو دیڈالے چنانچہ جزیہ مین اہل ذمہ اگر ہم کو وہ مال دین
جسکو ہم جانتے ہون کہ شراب کا دام ہے یا سود کا مال ہے تو اوس خاص کو ہم
نہ لینگے اور پہلے لوگون کے مال بھی اوس وقت مین ایسی ہی تھے جیسے اب ہمارے
مال ہین بلکہ عرب کا حال کچھ زیادہ ہی تھا کہ لوٹ کھسوٹ اون مین زیادہ تھی -
پس اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ احتمال چہارم فتوی کے لیے معین ہے اور احتمال پنجم
طریقہ ورع ہے بلکہ ورع کامل یون ہے کہ مباح مین بھی قدر حاجت پر اکتفا کیا جاوے

اور دنیا مین توسع کو بالکل ترک کیا جاوے اور یہ طریق آخرت کا ہے اور ہم اس وقت
اوس فقہ کی بحث کرتے ہین جو خلق کی بہتری سے متعلق ہے اور وہی ظاہری کا رنگ
ڈھنگ موافق مقتضائے مصلحتون کے ہوا کرتا ہے اور دین کے طریق پر چلنا کسی ہی کسی
سے ہو سکتا ہے اور اگر سب مخلوق طریق آخرت مین مشغول ہو جاوے تو انتظام بیکار
اور عالم خراب ہو جاوے کیونکہ طریق آخرت کا چلنا وہان کی بڑی سلطنت کا طالب
ہوتا ہے اور اسکو دنیا کی سلطنت پر قیاس کر لینا چاہیے کہ اگر سب آدمی سلطنت
کی جستجو مین مشغول ہو جاوین اور ادنی حرفون اور خسیس صنعتون کو چھوڑ دین تو اول
انتظام بگڑیگا پھر انجام کو سلطنت بھی باطل ہو جاویگی تو جس طرح دنیا کے انتظام کرنے
اہل حرفہ مسخر ہین اور اپنے پیشے اسی لیے کرتے ہین کہ بادشاہون کا انتظام بنا رہے
اسی طرح دنیا پر متوجہ ہونے والے اسلیے مسخر ہین کہ طریق دین دینداروں کے لیے
بنا رہے اور ملک آخرت کی طالبون کا انتظام ابتر نہونے پاوے اگر یہ بات نہ ہوتی
تو اہل دین کی سلامتی بھی نہوتی اسلیے کہ اونکے حق مین دین کی سلامت
رہنے کی یہ شرط ہے کہ اکثر لوگ اونکے طریق سے اعراض کر کے دنیا کے امور مین
مشغول رہین اور یہ امر تقدیر ازلی نے اسی طرح پر تقسیم کر دیا ہے کہ ایک کو ایسا
بنایا اور دوسرے کو دوسری طرح کا اور اسی تقسیم کی طرف اشارہ ہے اس آیت مین
نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۔ اب اگر یہ کہو
کہ حرام کو ایسی طرح عام فرض کرنا کہ حلال باقی ہی نہ رہے اسکی کچھ ضرورت نہین اسلیے
کہ یہ امر واقع مین موجود نہین چنانچہ ظاہر ہے اور اس مین شک نہین کہ بعض حرام
موجود ہین اور یہ معلوم نہین کہ وہ بعض کمتر ہین یا اکثر اور تمنے جو کہا ہے کہ وہ بعض
کل کے اعتبار سے کمتر ہین ایک امر صاف ہے مگر اوسکے لیے کوئی دلیل قطعی چاہیے
جسکا نتیجہ یہ ہو کہ کل کی نسبت کر حرام کمتر ہے اور تمنے جو تقسیمین اس باب مین بیان
کی ہین وہ سب امور فرضی ہین اور بعض علما دلائل فرضیہ کو نہین مانتے اسلیے
ضرور ہے کہ کوئی نظیر معین بیان کرو تاکہ اوسپر قیاس کر لیا جاوے اور دلیل
سبکے نزدیک مقبول ٹھہرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یون مان لیا جاوے کہ

حرام کمتر ہے تب تو ہماری دلیل کے لیے عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کا کفایت کرتا ہے کہ اوسمین بھی سود اور چوری اور خیانت اور لوٹ موجود تھی اور باوجود اسکے داد وستد اموال کی بند نہ تھی اور اگر فرض کیا جائے کہ زمانہ حال مین حرام اکثر ہے تب بھی حرام کا لینا حلال ہو جاویگا اور اسکی دلیل تین باتین ہین اول وہ تقسیم جسکو ہم نے حصر کی صورت مین لکھا ہے اور چار قسمین باطل کر کے پانچوین قسم کو قائم رکھا ہے کیونکہ جس صورت مین کہ وہ تقسیم ایسی طرح مین جاری ہے کہ کل مال حرام ہو تو اگر حرام اکثر یا کمتر ہوگا تو اوس مین بطریق اولی جاری ہوگی اور یہ جو کہتے ہو کہ وہ دلیل فرضی اور وہمی ہے تو یہ خیال خام ہے اسلیے کہ امر وہمی مظنون باتون مین ہوا کرتا ہے اور یہان امر مظنون نہین بلکہ یقینی ہے کیونکہ ہم کو اس بات مین شک نہین کہ شریعت کا مقصود دین اور دنیا کی مصلحت ہی یہ امر بدیہۃً معلوم ہے ظنی بات نہین اور اس مین بھی کچھ شبہ نہین کہ اگر تمام لوگون کو مقدار ضرورت خواہ حاجت پر منحصر کر دیا جائے یا گھاس اور شکار ہی پر چھوڑا جائے تو یہ امر اول تو دنیا کو خراب کریگا اور دنیا کے ذریعہ سے پھر دین کی خرابی لاویگا پس جس بات مین کچھ شک نہو اوسکے لیے کسی اصل شاہد کی حاجت نہین شاہد اونہین خیالات کے لیے بیان ہوا کرتا ہے جو مظنون ہون اور جداگانہ فرد بشر سے متعلق ہون — دوم یہ کہ اس کی تعلیل مین ایک ایسا قیاس جزئی لکھا جائے جسکا مآل ایسی اصل پر ہو کہ جتنے فقہا جزئی قیاسون سے مانوس ہین سب اوسپر متفق ہو جائین ہرچند جزئیات ارباب تحصیل کے نزدیک بہ نسبت امور کلی کے حقیر متصور ہوتی ہین چنانچہ امر کلی ہم نے اول ذکر کیا ہے کہ اگر بالفرض حرام عام ہو جاوے اور ضرورت کسی نبی کے بھیجنے کی پڑے تو وہ بھی اوسی امر کلی کے موافق کاربند ہوگا حتی کہ اگر اوسکے خلاف حکم کریگا تو عالم خراب ہو جائیگا۔ یہان قیاس جزئی یون ہو سکتا ہے کہ اصل اور ظن غالب متعارض ہین اور انکا تعارض ایسی صورت مین ہوا ہے جو امور غیر محصور مین سے ہے اور اوسمین کوئی علامت معین بھی موجود نہین تو اس صورت مین حکم اصل پر کیا جائیگا نہ ظن غالب پر جیسے راستون کی کیچڑ اور نصرانیہ کے گھڑے اور مشرکون کے برتنون مین اصل پر حکم ہوتا ہے چنانچہ اسکو صحابہ کے فعل سے

ہم پہلے ثابت کر چکے ہین اور علامات معینہ سبے نہونے کی قید ہمنے اسلیے کی کہ اس سے
وہ برتن نکلجاوین جن مین اجتہاد کو دخل ہے اور غیر محصور اسلیے کہا کہ مسئلہ مردار اور مذبوح
جانور کے مشتبہ ہوجانے اور دودہ کی بہن اور اجنبی کے مختلط ہونے کا نکلجاوے
اب اگر یہ کہو کہ اس جواب مین یہ خدشہ رہا کہ پانی کا طاہر ہونا یقینی ہے اور اصل ہے
لیکن یہ کون مانتا ہے کہ اموال مین اصل حلت ہو بلکہ اون مین تو اصل حرمت ہے پس
اسکا جواب یہ ہے کہ جو اموال ایسے ہین کہ اونکی حرمت اس وجہ سے نہین ہے کہ اونکی
ذات مین کوئی صفت خبیث ہو جیسے شراب اور سؤر کی ذات مین ہے تو وہ ایسی صفت پر
مخلوق ہین جس مین استعداد معاملات کے قبول کرنے کی تراضی سے ہوجاتی ہے
جسطرح کہ پانی مین استعداد وضو کی مخلوق ہوئی ہے اور شبہ جو پڑا ہے وہ اسی استعداد
مین ہے تو دونون باتون مین کچھ فرق نہ رہا کیونکہ اموال پر جب ظلم آجاتا ہو تو اونمین
صفت معاملہ کے قبول کی نہین رہتی جیسے نجاست کے آنے سے پانی مین استعداد وضو
کے قبول کی نہین رہتی تو اب دونون مین کچھ فرق نہین - اور دوسرا جواب یہ ہے
کہ قبضہ ایک دلیل ظاہر ملک کی ہے اور قائم مقام استصحاب کے اور اوس سے قوی تر
اس وجہ سے کہ شریعت نے استصحاب کو قبضہ کے ساتھ لاحق کیا ہو چنانچہ اگر کسی شخص پر دین کا
دعوی کیا جاوے تو مدیون کا قول ہی معتبر ہوگا کیونکہ اصل تو یہی ہے کہ اوسکے ذمہ کچھ نہو
تو یہ استصحاب ہوا کہ جو حکم پہلے تھا وہی اب باقی رہا اور جب شخص پر یہ دعوی ہو کہ جو چیز
اسکے قبضہ مین ہے وہ اسکی ملک ہو تو یہان بھی قابض کا قول معتبر ہے اسلیے کہ قبضہ
قائم مقام استصحاب کے ہے کیونکہ جو چیز کسی آدمی کے قبضہ مین ہو تو اصل یہی ہے
کہ اوسکی ملک ہوگی جب تک کہ اوسکے خلاف پر کوئی علامت معینہ دلالت نکرے
تیسری وجہ یہ ہے کہ جو چیز کسی جنس غیر محصور پر دلالت کیا کرتی ہے اور معین چیز پر
دلالت نہین کرتی اوسکا اعتبار نہین کیا جاتا اگرچہ قطعی الدلالت ہو تو جس صورت مین
کہ دلالت ظنی ہوگی اوسکا اعتبار بطریق اولی نہونا چاہیے مثلاً اگر کسی چیز کی نسبت
معلوم ہو کہ یہ زید کی ملک ہی تو اوس چیز کا حکم یہ ہے کہ بدون اجازت زید کے
اوس مین تصرف نکیا جاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اوسکا مالک جہان مین کوئی شخص ہے
مگر وہ مرگیا اور اوسکا وارث معلوم نہین ہوسکتا تو ایسی ملکیت کا اعتبار نہوگا اور وہ چیز

مسلمانون کی مصلحت کیلیے قرار پاینگی اور بحکم مصلحت اوس مین تصرف کرنا درست ہوگا
اور اگر یہ معلوم ہوکہ اوس چیز کا مالک دس یا بیس شخصون مین ایک ہے تو اس صورت مین
تصرف ممتنع ہوگا غرض کہ جس چیز کے مالک مین شک ہو کہ قابض مالک ہی یا نہین
اور جس چیز کے مالک کی باب مین یقین ہو کہ کوئی مالک ہی مگر اوسکی تعیین معلوم نہو
تو ایسی دونون چیزین برابر ہین اول کچھ دوسرے سے زائد نہوگی تو ایسی چیزون مین
تصرف بمقتضاے مصلحت درست ہونا چاہیے اور مصلحت وہ ہے جسکو ہم نے اقسام
پنجگانہ مین ذکر کیا ہے پس یہ اصل اوسکی شاہد ہوگی اور کیسے نہو حالانکہ ہر ایک مال
لاوارث جس کا مالک نہ ملے اوسکو بادشاہ مصلحتون مین صرف کیا کرتا ہے اور مصرف انکے منجملہ
فقرا وغیرہم بھی ہین تو جس فقیر کو بادشاہ وہ مال دیگا وہ اوسکا مالک ہو جائیگا اور
اوسکا تصرف اوس مین نافذ ہوگا اگر اوسکے پاس سے کوئی چور چورا لیگا تو چور کا ہاتھ
کاٹا جائیگا تو دیکھو کہ غیر کی ملک مین کیسے اوسکا تصرف نافذ ہوا اسکی وجہ بجز اس کے
اور کچھ نہین کہ مصلحت اس بات کی مقتضی ہے کہ ملکیت اوسکی طرف رجوع کرے اور وہ
چیز اوسکو حلال ہو جاوے اسلیے ہم نے مصلحت کی بموجب حکم کیا اب اگر یہ کہو کہ یہ صورت
تو بادشاہ کے تصرف کی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بادشاہ کو غیر کی ملک مین بدون
اوسکی اجازت کی تصرف کیون درست ہو اسکی وجہ بجز مصلحت کے اور کچھ نہین اور مصلحت
یہ ہے کہ اگر ترک کر دے تو ضائع ہو جاوے پس اب دو صورتین بادشاہ کو پیش
ہوتی ہین یا تو ضائع کر دے یا کسی امر ضروری مین صرف کرے اور امر ضروری مین
صرف کرنا ضائع کرنے کی نسبت کر بہتر ہے اسلیے صرف کرنے کو ترجیح دی گئی۔
اور جس مین شک ہوا اور اوسکی حرمت معلوم نہوا وس مین مصلحت یہ ہے کہ قبضہ
کی دلالت پر حکم کیا جاے اور قبضہ والون کی ملک مین چھوڑ دیا جائے اسلیے کہ
شک کی وجہ سے اونکو اونکے ہاتھ سے نکالنا اور اونکو یہ تکلیف دینی کہ قدر حاجت پر
اکتفا کرین اس سے وہ ضرر ہوگا جسکو ہم لکھ آئے ہین۔ اور مصلحت کی جہتین مختلف ہین
اسلیے کہ بادشاہ کو کبھی تو اس مین مصلحت معلوم ہوتی ہی کہ اوس مال سے پل بناوے
اور کبھی لشکر اسلام مین اوسکا صرف کرنا اور کبھی فقرا کو دینا مصلحت سمجھتا ہے پس
جیسی مصلحت ہوتی ہے ویسا ہی اوسکا تصرف ہوتا ہے اور اس طرح کے مال مین

فتوی بھی مصلحت کے موجب دائر ہے اس بیان سے یہ نکلا کہ اشیاء مالی مین حلق پرایا
ظلمون کا مواخذہ ہیں جنکی سند کوئی خاص دلالت اون اشیا مین نہو جیسے کہ بادشاہ
سے اور فقیرون سے جو بادشاہ سے مال لیجاتے ہین مواخذہ نہین گو یہ جانتے ہین
کہ اس مال کا کوئی مالک ہے لیکن چونکہ مالک معین مشارالیہ کا علم نہین اسلیے اوس سے
مواخذہ متعلق نہین اور اس باب مین ذات مالک اور ذات املاک مین کچھ فرق نہین
یعنے اختلاط مین دونون کا حکم یکسان ہوتا ہے - یہ تھا بیان شبہہ اختلاط کا اب صرف
اس بات کی بحث باقی رہی کہ مائعات اور دراہم اور اسباب ایک مالک کے قبضہ مین
اگر ملجاوین تو اونکا کیا حکم ہے اور اسکا بیان عنقریب اوس فصل مین ہوگا جس مین مظالم سے
بری ہونیکے طریق کی تفصیل مذکور ہے

تیسرا مقام شبہہ کے پیدا ہونے کا یہ ہے کہ جس سبب سے چیز حلال ہوئی ہے اوس مین
کوئی معصیت ملجاوے اور یہ معصیت یا تو سبب کے قرائن یعنے ساتھ کی چیزون مین ہوگی
یا نتائج مین یا مقدمات مین یا عوض مین اور اس مین یہ شرط ہے کہ ایسی معصیت ہو
جو عقد کے فاسد ہونے یا سبب محلل کے باطل کرنے کا موجب ہو اب ان چارون
معصیتون کی مثالین مذکور ہوتی ہین - قرائن مین معصیت کی مثال یہ ہے کہ جمعہ کے
روز اذان کے وقت بیع کرنا یا چھینی ہوئی چھری سے ذبح کرنا یا چھینی ہوئی کلھاڑی
سے لکڑیان کاٹنی یا غیر کی بیع پر بیع کرنا یا دوسرے کی چکائی چیز کو چکانا اسی طرح کی
اور صورتین ہوسکتی ہین پس ایسے معاملات مین جو نہی وارد ہے اور اوس سے
عقد کا فساد معلوم نہین ہوتا تو اون سے باز رہنا البتہ ورع مین داخل ہے یہ نہین
کہ جو چیز اسطرح حاصل ہو اوس پر حکم حرمت کا لگجاوے اور اس قسم کا نام شبہہ رکھنا بھی
تسامح ہے اسلیے کہ شبہہ اکثر ایسی ہی جگہہ بولتے ہین جہان اشتباہ اور جہل ہو اور
یہان اشتباہ کچھ نہین اسلیے کہ غیر کی چھری سے ذبح کرنے مین گناہ کا ہونا معلوم ہے
اور ذبیحہ کا حلال ہونا بھی معلوم ہے تو اشتباہ اور جہالت نہین کہ شبہہ کہا جاوے
ہان یہ ہوسکتا ہے کہ شبہہ کو مشتق مشابہت سے کیا جاوے اور یون کہا جاوے
کہ چونکہ اس طریق سے حاصل کی ہوئی چیز مکروہ ہے اور کراہت مشابہ حرمت کے ہے
اسلیے اوسکو بھی شبہہ قرار دیا گیا اس صورت مین اسکو شبہہ کہنا البتہ درست ہوگا

ورنہ اسکا نام کراہت ہونا چاہیے نہ شبہہ بہرحال جب معنے معلوم ہو گئے تو اب نام میں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ فقہا کی عادت ہر کہ الفاظ کے اطلاق میں تسامح کیا کرتے ہیں پھر جاننا چاہیے کہ اس کراہت کے تین درجے ہیں اون میں سے اول حرام کے قریب ہے اور اوس سے ورع کرنا امر ضروری ہے اور درجۂ دوم کی انتہا ایک گونہ مبالغہ کیطرف ہے کہ گویا اوس سے بچنا وسواسیون کے ورع میں لاحق ہوتا ہے اور ان دونون درجون کے درمیان اور مدارج ہین کہ وہ انھین دونون طرفون کی طرف مائل ہین مثلاً اگر شکاری کتے کو چھین کر اوس سے شکار کھیلے تو اسمین کراہت بہت زیادہ ہوگی نسبت اوس ذبیحہ کے جو غصب کی چھری سے ذبح ہوا ہو یا غصب کے تیر سے شکار ہوا ہو کیونکہ کتا ذی اختیار چیز ہے اور اس مین اختلاف ہر کہ جو کچھ اس کتے سے شکار ملے گا وہ شکار کرنیوالے کا ہوگا یا کتے کے مالک کا اور اسی کراہت کے قریب یہ ہر کہ تخم کو غصب کی زمین مین بووے ہرچند زراعت تخم والے کی ہوگی مگر اوس مین شبہہ ہے اور اگر مالک زمین کے لیے ہم زراعت مین حق حبس ٹھہراوین تو ثمن حرام کے مانند ہوگا مگر قیاس کے مطابق یہی ہے کہ حق زمین کے روکنے کا ثابت نہ رکھا جاوے جیسے کہ غصب کی چکی سے آٹا کوئی پیسے یا غصب کی جال سے شکار کرے کہ جال والے کا حق شکار مین کچھ نہین اور اسکے قریب یہ ہے کہ غصب کی کولھاڑی سے لکڑیان جمع کرے اور اس سے کمتر کراہت اس مین ہے کہ اپنی خاص ملک کو غصب کی چھری سے ذبح کرے کیونکہ ذبیحہ کی حرمت کا تو کوئی قائل نہین اور اسی کے قریب اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا ہے اسلیے کہ مقصود عقد سے اسکو علاقہ ضعیف ہر گو بعض شخص کہتے ہین کہ عقد فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ غایت مافی الباب یہ ہے کہ بائع اپنے ذمہ کے دوسرے واجب کو چھوڑ کر بیع مین مشغول ہوا اور اگر اسی قدر سے بیع فاسد ہو جایا کرے تو چاہیے جس شخص کے ذمہ ایک درم زکوۃ کا ہو یا کوئی نماز قضا ہو جسکا وجوب فوراً ہو یا اسکے ذمہ کسی کا حق ایک پیسا ہو تو اوسکی بیع فاسد ہو جاوے اسلیے کہ بیع مین مشغول ہونا اسکے حق مین دوسرے واجبات کی بجا آوری سے مانع ہے اور جمعہ مین بھی اذان کے بعد صرف وجوب ہی ہوتا ہے تو جب اذان کے وقت کی بیع مانع جمعہ کے ادا کی اور فاسد ٹھہری تو ایسی ہی اور واجبات کی بھی مانع ہونی چاہیے اور آخر کو یہ ہوگا

کرنا لمدن کی اولاد کا اور جن کے ذمہ ایک درم ہو اونکی اولاد کا نکاح درست نہو اسلیے
کہ وہ شخص نکاح کر دینے مین مشغول ہوئی اور جو واجب اوکے ذمہ تھا اوسکے تارک ہوئے
ہاں مگر چونکہ جمعہ کے دن مین خاص کر نہی وارد ہوئی ہے اسی لیے ذہن مین اس کی
خصوصیت جلد آتی ہے اور یہی وجہ اسکی کراہت زیادہ ہے اور اوس سے احتراز کریگا
کچھ مضائقہ نہیں مگر کبھی نوبت وسواس کی پہونچ جاتی ہے حتی کہ جن لوگون کے ذمہ
اورون کے حق ہوتے ہین اونکی بیٹیون کے نکاح اور تمام معاملات سے کنارہ کشی
ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ سے منقول ہے کہ اونھون نے ایک شخص سے
ایک چیز مول لی پھر سنا کہ اوسنے یہ چیز جمعہ کے روز مول لی تھی تو وہ چیز اوسکو پھیر دی
اس خوف سے کہ کہین اوسنے اذان کے وقت نہ خریدی ہو اور یہ نہایت مبالغہ ہے
کہ شک سے چیز کو پھیر دیا اگر منہیات اور مفسدات مین اسطرح کا وہم کیا جاوے تو
جمعہ پر کیا منحصر ہے اور دنون مین بھی مشکل پڑیگی اور ورع اچھی چیز ہے اور مبالغہ کرنا
اوس مین زیادہ اچھا ہے مگر ایک حد معین تک ہی خوب ہو ورنہ آنحضرت صلی اللہ
وسلم فرماتے ہین هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ یعنی ہلاک ہوئے مبالغہ کرنیوالے پس ان جیسے
مبالغات سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ ہر چند مبالغہ کرنے والے کو تو ایسا مبالغہ ضرر نہ
کرتا مگر غیر کو اس سے اکثر یہ وہم ہو جاتا ہے کہ ایسا مبالغہ ضروری ہے پھر اوس سے
کمہمت سے بھی عاجز ہو جاتا ہے اور سرے سے ورع کو ترک کر دیتا ہے چنانچہ اس زمانہ کے
اکثر لوگون کو یہی حجت ہو گئی ہے کہ اول اپنے اوپر راہ تنگ کی اور جب اوس کی
بجا آوری سے ناامید ہوئے تو اوسکو چھوڑ دیا غرض کہ جیسے طہارت کے وسواسی
کبھی طہارت سے عاجز ہو کر اوسکو چھوڑ دیتے ہین اسی طرح جو لوگ حلال کے بابمین
وسواس کرتے ہین اور اونکے وہم مین جم گیا ہے کہ دنیا کا تمام مال حرام ہے اونھون نے
بھی تمیز حلال و حرام کی اوٹھا ڈالی ہے اور یہ عین گمراہی کی بات ہے۔ اور نتائج مین
معصیت کی مثال یہ ہے کہ جس تصرف کے کرنے سے آیندہ کو معصیت ہو وہ اوسکی
مثال ہو سکتا ہے اون مین سے زیادہ کراہت ان مسائل مین ہے کہ انگور کو شراب
بنانے والے کے ہاتھ فروخت کرے یا غلام امرد کو ایسے کے ہاتھ بیع کرے جو
اغلام مین مشہور ہو یا تلوار کو رہزنون کے ہاتھ بیچے اور علما کو اس مین اختلاف ہے

کہ یہ معاملات صحیح ہین یا نہین اور ان سے جو ثمن آتا ہے وہ حلال ہے یا نہین اور قیاس ظاہر کے بموجب یہ ہے کہ یہ عقود صحیح ہین اور جو ثمن لیا جاتا ہے وہ حلال ہی ہان عاقد اس عقد کے سبب سے گناہگار ہے جیسے غصب کی چھری سے ذبح کرنے سے گناہگار ہوتا ہے اور ذبیحہ حلال ہوتا ہے اسلیے کہ عاقد کو گناہ اسی بات کا ہے کہ اوسنے معصیت پر دوسرے کی اعانت کی مگر یہ بات ذات عقد سے کچھ علاقہ نہین رکھتی ور جو ثمن اس وجہ سے لیا جاتا ہے وہ سخت مکروہ ہے اور اوس کا لینا ورع مہم مین منظور ہے مگر حرام نہین اور اسی کے قریب کراہت اسمین ہے کہ انگور ایسے کے ہاتھ فروخت کرے جو شراب پیتا ہو اور رہتا ہو یا تلوار ایسے شخص کے ہاتھ بیچے کہ وہ جہاد بھی کرتا ہو اور ظالم بھی ہو کیونکہ اس صورت مین ایک احتمال دوسرے سے متعارض ہے اور اکابر سلف نے فتنہ کے وقت مین تلوار کو بیچنا مکروہ جانا ہے اس خوف سے کہ کہین ظالم مول نہ لیوے تو یہ ورع پہلے کی نسبت کم زیادہ ہے اور اس مین کراہت کمتر ہے۔ اور اسکے بعد درجہ مبالغہ ہے کہ گویا وسواس مین ملجاتا ہے اور وہ یہ صورت ہے کہ بعض لوگ فرماتے ہین کہ کشتکارون کے ساتھ معاملہ آلات زراعت کا جائز نہین اسلیے کہ وہ ان آلات سے زراعت پر مدد لیتے ہین اور غلہ کو ظالمون کے ہاتھ فروخت کرتے ہین اسوجہ سے اونکے ہاتھ بیلون اور ہلون اور دوسرے آلات کا بیچنا نچاہیے تو یہ ورع وسوسہ کا ہے کیونکہ اسکا انجام یہ ہوگا کہ کاشتکار کے ہاتھ غلہ فروخت نہ کیا جاوے کیونکہ اوس سے بھی تو وہ زراعت پر تقویت پاویگا اور نہ اوسکو پانی دینا چاہیے جو خاص کاشتکارون کے لیے ہی ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ نوبت اوسی مبالغہ کی پہونچ جاویگی جس سے حدیث مین ممانعت ہوئی ہے اور جو شخص کہ بقصد خیر کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اگر علم محقق اوسکو نہین روکتا تو وہ زیادتی ضرور کرتا ہے اور کیا عجب ہے کہ کسی ایسی بات پر اقدام کربیٹھے جو دین مین بدعت ہو اور اوسکے بعد لوگون کو اوس بدعت سے ضرر ہو اور وہ یہی خیال کرتا ہے کہ مین خیر مین مشغول ہون اور یہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَى رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِي وَالْمُتَنَطِّعُوْنَ هُمُ الَّذِيْنَ يُخْشَى عَلَيْهِمْ أَنْ يَّكُوْنُوْا مِمَّنْ قِيْلَ فِيْهِمُ الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۔ حاصل یہ کہ آدمی کو نچاہیے کہ

ورع کے دقائق میں بدون کسی عالم زبردست کے پوچھے مشغول ہو اسلیے کہ اگر بدون سنے
اپنے ذہن سے کچھ بات تراشے گا اور جسقدر اوسکے لیے مقرر ہے اوس سے تجاوز
کریگا تو جس قدر اسکے فعل سے خرابی ہوگی وہ اصلاح کی نسبت کہ زیادہ ہوگی۔
اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی سے مروی ہے کہ آپنے اپنا انگور کا باغ جلا دیا تھا
اس خوف سے کہ کہیں اسکے انگور ایسے شخص کے ہاتھ نہ فروخت ہون جو شراب
بناتا ہو اسکی وجہ ہمکو معلوم نہین ہوتی شاید کوئی اور سبب خاص موجب جلانے کا
آپ کو معلوم ہوا ہوگا ورنہ جو لوگ صحابہ رضی مین آپ سے زیادہ رفیع القدر تھے
اونھون نے ایسا نہین کیا علاوہ ازین اگر یہ بات درست ہو تو چاہیے کہ زنا کے خوف
سے ذکر کا کاٹ ڈالنا اور جھوٹ کے ڈر سے زبان کا قلع کرنا اور اسی طرح اور اعضا کا
تلف کرنا درست ہو جاوے۔ اور متقیات میں معصیت کو آنے کے تین درجے ہیں
سب مین بڑا درجہ جسمین سخت کراہت ہے یہ ہے کہ معصیت کا اثر لگی ہوئی جیسے مین
باقی رہے مثلاً جس بکری نے غصب کی گھاس کھائی ہو یا چراگاہ حرام مین چری ہو
اوسکو کھانا کہ غصب سے گھاس کھلانا معصیت ہے اور یہی اوسکے بقا کا سبب ہے
اور شاید اوسکا گوشت اور خون اور اجزا اوس گھاس ہی سے ہون اور یہ ورع ضروری
گو واجب نہین اور سلف کی بہت لوگون سے ایسا ورع منقول ہے چنانچہ ابو عبد اللہ
طوسی بروغندی کے پاس ایک بکری تھی جس کا دودھ پیا کرتے تھے ہر روز اوسکو
گردن پر لاد کر جنگل مین چھوڑتے اور وہ چرتی رہتی اور خود نماز پڑھتے ایک روز ایکساعت
اوس سے غافل ہو گئے وہ بکری ایک باغ کے کنارہ پر انگور کے پتے کھانے لگی
اوسکو باغ ہی مین چھوڑ کر چلے آئے اور پکڑ لانا حلال نہ سمجھا اب اگر یہ کہو کہ حضرت
عمر رضی کے بیٹون عبد اللہ اور عبید اللہ نے کچھ اونٹ لیکر رمنہ مین چھوڑ دیے وہ
چر کر موٹے ہو گئے حضرت عمر رضی نے اون سے پوچھا کہ تم نے انکو رمنہ مین چرایا ہے
اونھون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے اون سے نصف اونٹ لے لیے تو اس سے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی رای مین جو گوشت کہ گھاس سے پیدا ہوا وہ گھاس والے کا
تھا پس اس صورت مین ایسا جانور حرام ہونا چاہیے نہ مکروہ تو اس کا جواب یہ ہے
کہ گوشت گھاس والے کا نہین ہوتا اسلیے کہ گھاس کھانے سے باقی رہتی ہے

اور گوشت ایک نئی پیدائش ہے عین گھاس نہین پس شرعاً گھاس والا اوس مین شریک نہین اور حضرت عمر رض نے لڑکون سے گھاس کی قیمت کا تاوان لیا اور گھاس کی قیمت آپ کی راے مین نصف اونٹون کے برابر تھی اسلیے تخمیناً اجتہاد سے نصف اونٹ لیے جیسے سعد بن ابی وقاص رض جب کوفہ سے آئے تھے تو اونسے بھی نصف مال لے لیا تھا اسی طرح حضرت ابوہریرہ رض سے نصف لے لیا تھا کیونکہ آپنے دیکھا کہ عامل سب کا مستحق نہین بقدر اجرت عمل اوسکو ملنا چاہیے تو نصف مال کو اونکے عمل کے عوض مین کافی سمجھا اور یہ نصف بھی اجتہاد ہی سے ٹھہرایا تھا۔ درجہ دوم وہ ہے جو بشر بن حارث سے منقول ہے کہ اونھون نے اوس پانی کو نہین پیا جو ظالمون کی کُھدوائی ہوئی نہرمین کو بہتا تھا اسلیے کہ نہر کے باعث وہ پانی اون تک پہونچا اور نہر کے کھودنے مین خداے تعالی کی نافرمانی ہوئی تھی اور کسی دوسرے بزرگ نے اوس باغ کے انگور نکھائے جسکو ظالمون کی کھودی ہوئی نہر سے پانی دیا گیا تھا یہ رتبہ اول کی نسبت کر بلند ہے اور ورع اس مین بہت زیادہ ہے اور ایک اور شخص اوس پانی کے پینے سے باز رہا جو راہ پر سقو بادشاہی چشمون مین رہتا ہے اور ان سب سے بڑھکر ذوالنون مصری کا ورع ہے کہ محبس مین حلال کھانا جو داروغہ محبس کے ہاتھ اونکے پاس گیا تو نہ کھایا اور فرمایا کہ یہ کھانا ظالم کے ہاتھ پر میرے پاس آیا اور ان رتبون کے درجے غیر منحصر ہین۔ تیسرا رتبہ جو قریب وسواس اور مبالغہ کے ہے یہ ہے کہ ایسے حلال کھانے سے باز رہے جو کسی گناہگار کے ہاتھون پہونچے مثلاً کسی نے زنا کیا ہو یا گالی دی ہو تو ایسے شخص کے ہاتھون اگر پہونچے تو اوسکو بھی نہ کھاوے اور اسکا حال ایسا نہین جیسا غذاء حرام کے کھانیوالے کا ہے کیونکہ اس صورت مین پہونچانیوالی چیز وہ قوت ہے جو غذاء حرام سے پیدا ہوئی اور زنا اور گالی ایسی چیز نہین جن سے قوت چیز کے لیجانے کی پیدا ہو غرض کہ حلال کھانا اگر کافر کے ہاتھ پہونچے تو اوس سے باز رہنا بھی وسواس ہے بخلاف حرام کھانے کے کیونکہ کفر کھانا اوٹھانے سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اور اگر اس طرح کی احتیاط کیجاوے تو انجام کو یہ نوبت پہونچیگی کہ جس شخص نے غیبت یا جھوٹ یا کوئی اور ایسا ہی گناہ کیا ہو اوسکے ہاتھ سے

بھی کوئی چیز نہ لیجاوے اور یہ نہایت درجہ کا غلو اور اسراف ہی غرض کہ ورع مین وہ
بات لحاظ رکھنی چاہیے جو ذوالنون مصری رح اور بشر بن حارث کے ورع مین
معلوم ہو چکی کہ جو سبب موصل بن معصیت سی ورع کیا تھا مثلاً نہر اور راستہ کا زور کہ عذار
حرام سے حاصل ہوا تھا سبب موصل نہ تھے اسسے ورع کرنے کا مضائقہ نہین اب اگر
کوئی اسیر قیاس کرکے آبخورہ سے پانی نہ پیوے اسوجہ سے کہ جس کمہار نے یہہ
کوزہ بنایا تھا اوسنے ایک روز خدا کی معصیت کی تھی کہ کسی آدمی کو مارا تھا یا گالی
دی تھی تو یہ ورع وسواس ہوگا اسی طرح اگر اوس بکری کا گوشت نکھاوے جسکو
کوئی شخص حرام کھانے والا ہانک کر لایا ہو تو یہ بھی ویسی صورت نہین جیسے دارو
مجس کے ہاتھون کھانا گیا تھا اسلیے کہ کھانے کو داروغہ کی قوت پہونچاتی ہے
اور بکری اپنے آپ چلی جاتی ہے ہانکنے والے کا صرف اتنا کام ہے کہ راستہ سے
اور طرف نہین جانے دیتا پس اس سے ورع کرنا بھی وسواس کے قریب ہے
اب دیکھو کہ یہ باتین جن امور کے بیان کی متقضی تھین اونکو ہم نے کیسے درجہ وار
بیان کر دیا۔ اور اوسکے بعد یہ جاننا چاہیے کہ یہ درجات علماء ظاہر کے فتوے سے
خارج ہین فقیہ کا فتوی صرف درجہ اول پر خاص ہے جسکے لیے عام خلق کو حکم شرعی
ہوسکتا ہے اور اگر سب اوسکی تعمیل کرنے لگین تو دنیا ویران نہو لیکن ورع متقیون
اور صالحون کا ایسا نہین کہ علماء ظاہر کا فتوی اوسکے لیے ہوسکے بلکہ اس باب مین
فتوی وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وابصہ رض کو فرمایا اِسْتَفْتِ
قَلْبَكَ وَإِنْ أَفْتَوْكَ وَأَفْتَوْكَ وَأَفْتَوْكَ اور واقع مین دل سے معلوم بھی ہو جاتا ہے
کیونکہ ارشاد ہے اَلْاِثْمُ حَوَازُ الْقُلُوْبِ تو اگر مرید کے دل مین ان سببون مین سے
کوئی سا کھٹکے اور وہ باوجود دل کھٹکنے کے اوسپر اقدام کریگا تو بیشک ضرر پاویگا اور
جتنا کھٹکا اوسکو معلوم ہوتا ہوگا اوسی قدر دل تاریک ہو جاویگا بلکہ جو چیز خدا کے
علم مین حرام ہے اور مرید اوسکو حلال خیال کرکے بدون کھٹکے اوسپر اپنی دانست کی بموجب
اقدام کریگا تو یہ امر اوسکے دل کی سختی مین موثر نہوگا اور اگر ایسی چیز پہ اقدام کریگا
جو علماء ظاہر کے فتوے کی رو سے حلال ہے مگر خود اوسکے دل مین کھٹکتی ہے تو
یہ اوسکو مضر ہوگی اور ہم نے جو غلو اور مبالغہ سے منع کیا ہے اوس سے ہمارا مقصود

یہ ہے کہ دل صاف اور معتدل ان جیسی باتون مین کچھہ خلش نہین پاتا لیکن اگر کسی سودائی
کا دل اعتدال سے پھر جائے اور ان مین خلش دل پاوے اور باوجود دل کی خلش
کے اوسپر جرأت کرے تو اوسکو ضرر ہوگا کیونکہ جو معاملہ اوس مین اور خدا سے تعالی
مین ہے اوسکے دل کا فتوی معتبر ہوگا اور اوسی کے بموجب اوس سے مواخذہ ہوگا
اور یہین وجہ جس شخص کو طہارت مین یا نماز کی نیت مین وسواس ہوتا ہے اوسپر
تشدد کیا گیا ہے یعنے جب اوسکے دل پر یہ امر غالب ہو کہ تین دفعہ کے بہانے مین
تمام اجزا پر پانی نہین پہونچا اسلیے کہ وسوسہ غالب ہی تو اوسپر واجب ہے کہ چوتھی بار
پانی استعمال کرے اور یہ حکم خاص اوسی شخص کے حق مین ہے اگرچہ نفس الامر مین
وہ اس باب مین خطا دار ہے غرض کہ ان لوگون نے خود تشدد کیا تو خدا ہی تعالی
نے بھی اون پر تشدد کیا اور اسی وجہ سے حضرت موسی علیہ السلام کی قوم نے
جب گاے کے باب مین بہت سے سوال کیے تو اوس طرف سے بھی ویسا ہی
تشدد ہوتا گیا اگر اول ہی دفعہ کے حکم مین لفظ بقرہ پر کاربند ہوتے اور کسی گاے کو
ذبح کر دیتے تو کافی تھا پس ان دقائق کو بھولنا نچاہیے جنکو ہمنے نفیاً اور اثباتاً
مکرر لکھا ہے کیونکہ جو شخص کلام کی ماہیت پر مطلع اور اوسکے مضامین پر واقف
نہین ہوتا وہ اوس کے مقاصد کے دریافت کرنے مین عجب نہین کہ لغزش
کر جائے - اور عوض مین معصیت کی بھی کئی درجے ہین سب سے بڑا درجہ جسمین
کراہت بہت ہو یہ ہے کہ کوئی چیز مول لے اور اوسکا ثمن مال غصب یا حرام سے
ادا کرے اب اس صورت مین دیکھا جائیگا کہ اگر اوسکو بائع نے قبض ثمن سے
پیشتر مبیع کو اپنے دل کی خوشی سے حوالہ کیا ہوگا اور مشتری نے ثمن ادا کرنیسے
پہلے اوسکو کھالیا ہوگا تب تو وہ حلال ہوگا اور اوسکا ترک کرنا بالاجماع واجب
نہین یعنے ادائے ثمن سے پیشتر کسی کے نزدیک یہ واجب نہین کہ ایسی چیز
نہ کھاوے اور نہ ورع موکدہ مین داخل ہے پھر اگر ثمن بعد کھا لینے کے مال حرام سے
ادا کیا تو ایسا ہوگا کہ گویا ادا ہی نہین کیا اور اگر بالفرض ادا ہی نہ کرتا تو حق
بائع کا یعنے دین اوسکے ذمہ رہتا مگر وہ مال حرام نہو جاتا پھر حرام سے ثمن ادا کرنے پر
اگر بائع اوسکو بری کر دے اور جانتا بھی ہو کہ اوس نے مجکو مال حرام دیا ہے

تو مشتری بری الذمہ ہو جاویگا اور اوسپر صرف اتنا گناہ رہیگا کہ حرام کے روپیون مین اسنے
تصرف کیا اور بائع کے حوالہ کیے اور اگر بائع نے یہ سمجھکر بری کیا کہ ثمن حلال ہے
تو مشتری بری نہوگا کیونکہ وہ تو یہ جانکر بری کرتا ہے کہ مین نے اپنا حق بھر پایا اور حرام
کا روپیہ اس قابل نہین کہ اس سے حق بھر پاوے۔ اور اگر بائع نے اوسکو بخوشی خاطر
وہ چیز نہ دی تھی مگر مشتری نے لے لی تو اب مشتری کو اوسکا کھانا حرام ہے خواہ ثمن
مال حرام سے اول ادا کردے یا بعد کھانے کے کیونکہ اس باب مین فتوی جو ہم
دیکھتے ہین وہ یہی ہے کہ بائع کو مبیع کے روکنے کا حق اوسوقت تک ثابت ہونا چاہیے
جب تک کہ اوسکی ملک ثمن مین متعین ہو جاوے جیسے مشتری کی ملک متعین ہو گئی ہے
اور اوسکے روکنے کا حق دو طرح سے ہی جاتا ہے یا مشتری کو معاف کردی یا اوس سے
پورا حق بھر پاوے اور یہان دونون باتون مین سے کوئی سی نہین ہوئی تو اب
مشتری جو اپنی ملک کھاتا ہے وہ اس کھانے سے گناہگار ہوتا ہے جیسے راہن
غلہ گرو کرے اور بدون اذن مرتہن کے اوسکو کھا جاوے تو وہ بھی گو اپنی ملک
کھاتا ہے مگر گناہگار ہے اور اسطرح اپنی ملک کھانے مین اور غیر کا مال کھانے مین
فرق ہے مگر اصل حرمت دونون مین شامل ہے یہ صورت اوس وقت ہے کہ مبیع کو
ثمن دینے سے پیشتر لے لیوے خواہ بائع کی دل کی خوشی سے خواہ بدون اوسکی
دل کی خوشی کے لیکن جس صورت مین کہ ثمن مال حرام سے اولاً ادا کردے پھر مبیع کو
لیوے تو اگر بائع جانتا ہو کہ ثمن حرام ہے اور با وجود اسکے مبیع حوالہ کردے تو اوسکا
حق مبیع کے روکنے کا تو باطل ہو جاویگا اور اوسکا دام مشتری کے ذمہ پر رہیگا کیونکہ
جو کچھ بائع نے لیا ہے وہ ثمن نہین اور ثمن کے باقی رہنے سے مشتری کو مبیع کا
کھانا حرام نہوگا اور اگر بائع کو معلوم نہین کہ ثمن حرام ہے لیکن ایسا ہے کہ اگر معلوم
ہوتا تو وہ مبیع کو نہ دیتا اور ثمن سے راضی ہوتا تو اس جہالت سے اوسکا حق مبیع
کے روکنے کا باطل نہوگا اس صورت مین مشتری کو مبیع کا کھانا حرام ہے جیسے
مرہون چیز کو بدون اذن مرتہن کے کھانا حرام ہے یہان تک کہ بائع اوسکو بری
کردے یا مشتری بائع کو مال حلال سے ثمن ادا کردے یا خود بائع مال حرام سے
راضی ہو کر مشتری کو دام معاف کردے تو معاف کرنا بائع کا درست ہوگا مگر حرام سے

راضی ہوجانا صحیح نہو گا غرضکہ مقتضائے فقہ اور حکم کا اس درجہ مین یہ ہے جو اوپر بیان
حلت اور حرمت کا کیا گیا اب ایسے درجہ سے احتراز کرنے کو معلوم کرنا چاہیے کہ
اوس سے احتراز ورع ضروری ہے کیونکہ معصیت جب سبب موصل سے شروع ہو کر
چیز مین جم جاتی ہے تو اوس مین کراہت بہت سخت ہوجاتی ہے جیسا پہلے گذرا او
اس باب موصل مین سب سے قوی ثمن ہے اگر بالفرض ثمن حرام نہوتا تو بائع اپنی
چیز کو مشتری کے حوالہ کرنے پر کب راضی ہوتا لیکن ثمن حرام سے بائع کا راضی ہونا
مبیع کو سخت مکروہ ہونے سے خارج نہین کرتا صرف اتنی بات ہے کہ عدالت اوس سے
نہین جاتی مگر تقوی اور ورع کا درجہ اوس سے جاتا رہتا ہے اور اگر بادشاہ کوئی
تھان یا زمین اودھار مول لے اور اوسکو بائع کی خوشی سے ثمن ادا کرنے سے پیشتر
قبضہ کر کے کسی عالم وغیرہ کو انعام خواہ خلعت مین دیدے اور اوسکو شک ہو کہ
اوسکا دام نہ معلوم حلال سے ادا کریگا یا حرام سے تو اسکی کراہت خفیف ہے بہ نسبت
پہلے درجہ کے اسلیے کہ یہان اس بات مین شک ہے کہ ثمن مین معصیت داخل
ہوگی یا نہین اور کراہت کا خفیف ہونا اوسی حساب سے ہوگا جتنا اوس بادشاہ
کے مال مین حرام کی قلت یا کثرت ہوگی یا غلبۂ ظن سے اوسکا حال معلوم ہوتا ہوگا
اور بعض صورت دوسری کی نسبت کر سخت تر ہوگی اور اوس مین اوس بات کی
طرف رجوع کرنا چاہیے جو دل مین خلش کرے۔ درمیانی درجہ یہ ہے کہ عوض
نہ غصب ہو نہ حرام ہو مگر کسی گناہ کا آمادہ کرتا ہو مثلاً ثمن کے عوض انگور ایسے
شخص کو دینے جو شراب پیتا ہے یا تلوار رہزن کو دینی تو ایسی طرح ثمن کی عوض
دینے سے وہ مبیع جو اودھار لی تھی حرام نہین ہو جاتی مگر اوس پر حکم کراہت کا
لگتا ہے اور یہ کراہت اوس سے کم ہے جو غصب کے اندر تھی اور اس رتبہ کے
درجات بھی اوسی قدر متفاوت ہوتے ہین جتنا ثمن کے لینے والے پر معصیت کا
غلبہ ظن یا احتمال کم ہوتا ہے۔ اور جس صورت مین کہ عوض عمل حرام ہو تو اوسکا
بدل حرام ہوتا ہے اور اگر اوسکی حرمت محتمل ہے اور ظن سے مباح کیا جائے تو اوسکا
بدل مکروہ ہوتا ہے اور میرے نزدیک کسب پچھنے لگانے والے کی کراہت اسی
قاعدہ کے بموجب ہے اسلیے کہ اوس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بار

منع فرمایا پھر یہ اجازت دی کہ اوسکو اپنے پانی کے اونٹ کو کھلا دے اور بعض لوگ
جو یہ وہم کرتے ہین کہ اوسکے کسب کی کراہت کا سبب نجاست اور غلاظت کی
مباشرت ہو تو یہ وہم فاسد ہے اسلیے کہ مباشرت نجاست باعث کراہت کسب کا ہو
تو چاہیے کہ دباغ اور جاروب کش کے کسب مین بھی کراہت ہو حالانکہ اسکا کوئی
قائل نہین اور اگر بالفرض انکی اجرت بھی کسی کے نزدیک مکروہ ہو تو قصائی کے
باب مین یہ قاعدہ نہ چل سکے گا کیونکہ اوسکا کسب تو گوشت کا بدل ہے اور گوشت
بذاتہ مکروہ نہین تو اوسکا بدل کیسے مکروہ ہوگا حالانکہ مباشرت نجاست اور غلاظت کی
قصائی مین پچھنے والے اور فصاد کی نسبت کر زیادہ ہے کیونکہ پچھنے والا خون شاخ سے نکالتا ہے
اور اوسکو روئی سے پوچھتا ہے اور قصائی اکثر ہاتھ سے ہی غلاظت کو دور کرتا ہے
بلکہ سبب یہ ہو کہ پچھنے لگانے اور فصد کھولنے مین خون کا نکالنا ہوتا ہے جس سے
آدمی کی حیات قائم ہے تو اصل اوس مین حرمت ہو اور حلال صرف ضرورت کی
جہت سے ہوتا ہے اور ضرورت کا معلوم ہونا گمان اور اجتہاد سے ہوتا ہے تو کیا
عجب ہو کہ فصد کو مفید گمان کیا جاوے اور وہ مضر پڑے اور خدا کے نزدیک حرام
ٹھہرے مگر ظن اور تخمین کے اعتبار سے اوس کی حلت کا حکم دیا جاتا ہے اور اسی وجہ
سے فصاد کو لڑکے اور غلام اور بیہوش کی فصد کھولنی بدون اونکے ولیون کی
اجازت اور طبیب کے کہنے کے درست نہین اور اگر فصد کھولنا ظاہر مین حلال نہوتا
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچھنے لگانیوالے کو اجرت عطا نہ فرماتے اور اگر اوسمین
احتمال حرمت نہوتا تو اوس اجرت سے منع نہ فرماتے اب ان دونون صورتونکا جمع کرنا
بدون اوس علت کے جو ہم نے بیان کی ممکن نہین اور اس صورت کو چاہیے یون تھا
کہ ہم سبب کے قرائن مقرونہ مین لکھتے اس وجہ سے کہ یہ اونھین سے زیادہ قرب
رکھتی ہے - اور سب سے نیچے کا رتبہ وسواس کا درجہ ہے مثلاً کوئی شخص قسم کھاوے
کہ اپنی ماکا کاتا نہ پہنونگا پھر اوسکا سوت بیچ کر اوس سے کپڑا مول لے کر پہنے تو
اس مین کچھ کراہت نہین اور اوس سے احتراز کرنا وسواس ہے اور حضرت مغیرہؓ
سے مروی ہے کہ یہ حیلہ درست نہین اور اونھون نے اپنے قول کا شاہد یہ کہا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو لعنت کی اسلیے کہ اونپر شراب حرام کی گئی تھی

اونکی

اونھون نے اوسکو بیچا اور اوسکا دام کھایا اس سے معلوم ہوا کہ جو شے اپنے اوپر
حرام ہو اوسکو بیچ کر اوسکی قیمت سے انتفاع بھی درست نہین - اور یہ قیاس مغیرہ رضہ کا
درست نہین اسلیے کہ شراب کی بیع باطل ہے کیونکہ شریعت مین اوسکا کوئی فائدہ
باقی نہین رہا اور بیع باطل کا ثمن حرام ہوا کرتا ہے اور یہ صورت سوت کے بیچنے کی
شراب کی مانند نہین بلکہ اسکی مثال یہ ہے کہ آدمی ایک لونڈی کا مالک ہو جو اوسکی
دودھ کی بہن ہو اور پھر اوسکو ایک اور اجنبی لونڈی سے بدل لے تو اب اس اجنبی
لونڈی سے ورع کرنا وسواس ہے اور اس طرح کا ورع نہایت غلو ہے اور ہمنے
سب درجات کو اور اونکے درمیان مین بتدریج داخل ہونے کی کیفیت کو بیان
کر دیا ہے ہرچند ان درجات کا تفاوت تین یا چار اور کسی عدد مین منحصر نہین لیکن
شمار سے مقصود تسہیل اور فہمایش ہے - اب اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جو کوئی ایک کپڑا دس درم کو مول لے جنمین ایک درم حرام کا ہو تو اللہ تعالیٰ
اوسکی نماز قبول نہ کریگا جب تک اوس کے بدن پر وہ کپڑا رہیگا پھر حضرت ابن عمر رضی
اپنی اونگلیان دونون کانون مین دین اور فرمایا کہ یہ دونون بہرے ہو جائیو اگر
مین نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو تو اس کا جواب یہ ہے
کہ اس حدیث مین اوس خرید کا ذکر ہے جو معین روپیون سے خریدے اور ادھار
خریدنے کا ذکر نہین اور جس صورت مین کہ ادھار پر ہو تو ہم نے اکثر صورتون مین
حرمت کا حکم کیا ہے اوسپر اس کو بھی محمول کرنا چاہیے علاوہ اسکے بہت سی ملکین
ایسی ہوتی ہین کہ اون پر وعید نماز کے قبول نہونے کا پایا جاتا ہے کسی گناہ کے
باعث سے جو اوس ملک کے سبب مین آگیا ہے مگر باوجود اسکے فساد عقد نہین پایا جاتا
جیسے اذان جمعہ کیوقت کی خریدی چیز وغیرہ

چوتھا مقام شبہہ کے اوٹھنے کا دلیلون کا اختلاف ہے - اسلیے کہ دلیلون کا
اختلاف ایسا ہے جیسے سبب مین اختلاف ہو کیونکہ سبب حلت اور حرمت کا سبب
ہوتا ہے اور دلیل حلت اور حرمت کی معرفت کا سبب پڑتی ہے تو دلیل معرفت
کے حق مین سبب ہوئی اور جب تک کہ دلیل بندہ کی معرفت مین ثابت نہو گی تب تک
اوس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ نفس الامر مین تو وہ ثابت ہی ہو اور دلیلون کا اختلاف

شریعت کی دلیلون کے تعارض سے ہوتا ہے یا علامات دالہ کے تعارض سے یا اشباہ ونظائر کے اختلاف سے۔ قسم اول یہ ہے کہ شریعت کی دلیلون کا تعارض ہو مثلاً دو آیتین عام قرآن مجید کی یا دو حدیثین یا دو قیاس ایک دوسرے کے متعارض ہون یا ایک قیاس اور ایک عام آیت یا حدیث متعارض ہون اور یہ سب قسمین تعارض کی شک کی موجب ہوتی ہین اور ان صورتون مین اوسی اصل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جو پہلے سے معلوم ہو اگر کوئی ترجیح نہو پھر اگر حرمت کی جانب کو ترجیح ہوگی تو اوس ترجیح کا اختیار کرنا واجب ہے اور اگر جانب حلت کو ترجیح ہو تو اوسپر عمل کرنا جائز ہے مگر اوس سے ورع کرنا اچھا ہے اور ورع کے باب مین خلاف کی جگہون سے بچنا مفتی اور مقلد دونون کے حق مین ضروری ہے گو مقلد کو جائز ہے کہ جس مفتی کو سمجھے کہ یہ تمام شہر کے علما سے افضل ہے اوسکے قول اور فتوی پر عمل کرے اور مفتی کا افضل ہونا لوگون سے سننے سے معلوم ہوتا ہے جیسے کہ طبیب کا شہر کے طبیبون سے افضل ہونا سننے اور قرینون سے پہچانا جاتا ہے گو طب اچھی طرح سمجھتا ہو اور فتوی لینے والے کو یہ جائز نہین کہ مذہبون مین سے جسمین زیادہ گنجائش اور اپنے لیے سہولت دیکھے اوسکو چھانٹ لے بلکہ اوسکو چاہیے کہ تلاش کرتا رہے یہان تک کہ اوسکو ظن غالب کسی کے افضل ہونے کا ہو جاوے پھر اوس مذہب کا اتباع ایسی طرح کرے کہ ہرگز اوسکی مخالفت نکرے ہان اگر اوسکا امام کسی چیز کا فتوی دے اور اوس مین کسی اور امام کا خلاف بھی پایا جاتا ہو تو ایسی طرح عمل کرنا کہ دونون قولون پر عمل ہو اور خلاف سے بچنا ورع موکد مین داخل ہے اسی طرح اگر مجتہد کے عندیہ مین دلیلین متعارض ہون اور ظن اوسکین سے حلت کی جانب کو ترجیح معلوم ہوتی ہو تو اوسکے حق مین ورع یہ ہے کہ اوس چیز سے خود اجتناب کرے چنانچہ سلف کے مفتی بہت چیزون کی حلت کا فتوی دیا کرتے تھے مگر ورع کی جہت سے خود اوسپر اقدام نکرتے تھے کہ شبہہ سے محترز رہین پس اسکو بھی ہم تین مرتبون پر منقسم کرتے ہین۔ پہلا مرتبہ وہ ہے کہ اوس سے احتراز کرنے مین تھا درجہ کا استحباب ہو اور یہ وہ صورت ہے جس مین مخالف کی دلیل قوی ہو اور دوسرے مذہب کی ترجیح کی وجہ دقیق ہو تو ایسی صورت مین مستحب موکد یہی ہے کہ اوس سے

اجتناب کیا جاوے مثلاً شکاری کتا تربیت یافتہ جو شکار پکڑ کر خود کھانے لگے تو اوس
شکار کی کھانے سے تو رع ضروری ہے اگرچہ مفتی فتوی دے کہ وہ حلال ہے
اسلیے کہ اس باب مین ترجیح بہت باریک ہی اور ہم نے اختیار کر لیا ہے کہ وہ شکار
حرام ہے اور امام شافعی رح کے دو قولون مین سے قیاس کے مطابق یہی ہے
اور جس صورت مین کہ امام شافعی کا کوئی نیا قول موافق مذہب امام ابو حنیفہ رح یا کسی
اور امام کے پایا جاوے تو اوس مین ورع کرنا ضروری ہوگا گو مفتی دوسرے قول کے
بموجب فتوی دیوے اور اسی قبیل سے ہی احتراز کرنا اوس جانور سے جس کے ذبح
کرتے وقت بسم اللہ نہ کہی گئی ہو گو اس باب مین قول امام شافعی رح کا مختلف نہو
اسلیے کہ آیت مین بظاہر بسم اللہ کہنے کا وجوب ہی اور اخبار اس باب مین متواتر ہین
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کسی نے شکار کا حال دریافت کیا تو
آپنے یہی فرمایا کہ جب تو اپنے کتے تعلیم یافتہ کو چھوڑے اور اوسپر بسم اللہ کہے تو اوس
شکار کو کھا اور مکرر ایسا ہی ارشاد منقول ہے اور ذبح کرنا بسم اللہ ہی پہ مشہور ہو رہا ہے
اور یہ سب باتین اس بات کی تائید کرتی ہین کہ بسم اللہ وقت ذبح مشروط ہو لیکن
چونکہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی صحیح ہے اَلْمُؤْمِنُ يَذْبَحُ عَلَىٰ
اِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى سَمّٰى اَوْ لَمْ يُسَمِّ اور یہ حدیث دو احتمال رکھتی ہے ایک یہ کہ عام ہو اور
آیت اور احادیث کو اونکے ظاہری معنون سے بدل دیوے اور ایک یہ کہ یہ حدیث
بھولنے والے کے لیے خاص ہو اور آیت اور دوسری احادیث اپنے معنے
ظاہری پر رہین اور اون مین کوئی تاویل نکیجاوے اس دوسرے احتمال کے
ممکن ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بھولنے والا بسم اللہ کے چھوڑنے مین معذور ہے
اور احتمال اول کو رکھنا اور آیت کی تاویل کرنی زیادہ تر قریب الامکان تھی اس
جہت سے ہمنے اوسی کو ترجیح دی اور جو کوئی احتمال اوس کے مقابل ہو او سکا
انکار نہین کیا جاتا غرضکہ ایسے جانور سے اجتناب کرنا ضروری ہے اور درجہ
اول مین داخل ہے دوسرا مرتبہ وسواس کے درجہ کے قریب ہی وہ یہ ہے
کہ آدمی اوس بچہ کے کھانے سے ورع کرے جو مذبوح جانور کے پیٹ سے نکلے
یا ضب کو یعنے سوسمار کے کھانے سے احتراز کرے حالانکہ صحیح حدیث مین آچکا ہے

کہ بچہ کا ذبح ہونا اوسکی ماں کے ذبح ہونے سے ہو جاتا ہے اور اس حدیث کی صحت
اس درجہ پر ہے کہ نہ کوئی احتمال اسکے متن میں ہے اور نہ کوئی ضعف اوسکی سند مین
اور اسی طرح صحیح ہوا ہے کہ ضب یعنی گوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر
کھائی گئی اور یہ روایت بخاری اور مسلم دونون مین منقول ہے پس امام ابوحنیفہؒ کی
یہ گمان کرنا کہ اونکو یہ حدیث نہین پہونچی تھی اور اگر پہونچتی تو اوس کے موجب
حکم دیتے اگر کوئی منصف انصاف کرے یا نہ کرے اونکا خلاف کرنا اس باب مین
ٹھیک نہین اور نہ کسی طرح کے شبہہ کا مورث ہو جیسے اس صورت مین کہ کسی چیز کا
حکم خبر واحد سے معلوم ہوا اور کوئی اوسکا مخالف نہو۔ تیسرا مرتبہ جو عین وسواس ہے
یہ ہے کہ مسئلہ مین ہرگز کوئی خلاف نہو مگر حلت خبر واحد سے معلوم ہوئی ہو تو اب
کوئی یون کہے کہ خبر واحد مین لوگون کو اختلاف ہے اور بعض اوسکو قبول نہین کرتے
اسلیے مین اوس سے ورع کرتا ہون کیونکہ حدیث کے راوی ہرچند عادل ہین
مگر غلطی اونسے ممکن ہے اور کسی خفیہ غرض کے لیے جھوٹ بھی اونسے ہو سکتا ہے
اسلیے کہ عادل بھی کبھی جھوٹ کہہ دیا کرتا ہے اور وہم بھی اونپر ممکن ہے کیونکہ
ہو سکتا ہے کہ کہنے والے نے کچھ کہا ہو اور اونھون نے کچھ اور سمجھا ہو تو اسطرح
کا ورع صحابہ رضہ سے منقول نہین وہ لوگ جو عادل شخص سے سنتے تھے اونکے
نفوس کو اوسپر اطمینان ہو جاتا تھا ہان جب راوی کے حق مین کسی خاص سبب
یا دلالت معینہ سے تہمت کو دخل ہو تو البتہ توقف کی وجہ ظاہر ہے گو وہ راوی
عادل ہو مگر بلا وجہ اخبار احاد کا خلاف کرنا معتبر نہین جیسے نظام اجماع کے باب مین
مخالف ہوا اور کہتا ہے کہ اجماع حجت شرعی نہین اور اگر بالفرض اسطرح کا ورع
جائز ہووے تو چاہیے کہ یہ بھی ورع مین شمار کیا جاوے کہ آدمی اپنے دادا کی
میراث نہ لے اور کہے کہ قرآن مین تو پوتے کا ذکر نہین اوس مین تو صرف بیٹون کا
ذکر ہے اور پوتے کو بیٹے کی جگہ قائم کرنا صحابہ کے اجماع سے ہوا ہے اور وہ
لوگ معصوم نہ تھے غلطی اون سے بھی ہو سکتی ہے چنانچہ نظام اس باب مین
خلاف کرتا ہے تو یہ ایک خیال خام ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو امور
قرآن مجید کے عام الفاظ سے معلوم ہوئے ہین وہ بھی چھوڑ دیے جاوین اسلیے

کہ بعض متکلمین کا یہ مذہب ہو کہ عمومات کے سیے کوئی لفظ نہیں بلکہ جو بات اونہین سے صحابہ رضؓ نے قراین اور علامت سے سمجھی ہے وہی حجت ہو اور جب صحابہ رضؓ معاذ اللہ متہم ٹھہرے تو معانی عام آیتون پر کیسے عمل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ شبہہ کی کوئی طرف ایسی نہیں جسمین غلو اور مبالغہ نہو تو اسکو سمجھ لینا چاہیے اور جب کبھی امر ان امور مین سے مشکل ہو تو اوس مین دل سے فتوی لینا چاہیے اور مقتضائے ورع کی بموجب مشکوک چیز کو چھوڑ کر یقینی بات پر عمل کرنا چاہیے اور جو امر دل مین گڑے اور سینون مین کھٹکے اوس سے کنارہ کرنا چاہیے اور یہ امر اشخاص اور وقائع کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہے مگر آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل کو ایسی چیزون سے بچاوے جو وسواس کی بموجب ہون حتی کہ جب حکم کرے تو حق بات ہی کا کرے اور وسواس کے مواضع مین ذرا خلش اوس مین نہ آوے اور کراہت کے مواقع مین کھٹکے سے خالی نہو اور ایسا دل نہایت کمیاب ہو اور یہی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو دل کے فتوے پر راجع نہیں فرمایا بلکہ صرف حضرت وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ اونکے دل کا حال آپکو معلوم تھا — دوسری قسم تعارض اون علامات کا جو حل اور حرمت پر دلالت کرین مثلاً کوئی متاع کی قسم ایسی ہو کہ کسی وقت مین التجاتی ہو اور بدون لوٹ کی اوسکا ملنا کم ہوتا ہو پھر وہ چیز کسی نیک بخت شخص کے قبضہ مین پائی جاوے تو یہان دونون علامتین موجود ہین قابض کی نیک بختی تو اس بات پر دلیل ہے کہ یہ حلال ہے اور اوس شئے کی قسم اور بدون لوٹ کے کم ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حرام ہے تو یہان دو باتین ایک دوسرے کے متعارض ہین اسی طرح اگر ایک عادل کہدے کہ یہ چیز حرام ہے اور دوسرا کہے کہ حلال ہے یا دو فاسق شخصون کی گواہی ایک دوسرے کے مخالف ہو یا لڑکے اور بالغ کے قول متعارض ہون تو سب صورتون مین امر مشتبہ رہیگا پھر اگر کسی جانب کو ترجیح معلوم ہوگی تو اوسکا حکم اوسپر لگیگا مگر ورع یہ ہے کہ اوس سے اجتناب کیا جاوے اور اگر ترجیح ظاہر نہو تو توقف واجب ہوگا اور اسکی تفصیل عنقریب تعرف اور بحث اور سوال کی فصل مین مذکور ہوگی — تیسری قسم یہ ہے کہ تعارض اشباہ کا اون صفات مین ہو جن سے احکام متعلق ہین اوس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً کسی مال کی حقیقت و

یعنے فصل اشتباہ مین[1]

فقیہون کے لیے کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص فقہ مین فاضل ہے وہ
اس وصیت مین داخل ہے اور جس نے کہ ایک روز یا ایک مہینے سے فقہ شروع کیا
وہ داخل نہین اور ان دونون کے بیچ مین درجات بیشمار ہین جنمین شک پڑتا ہے
پس مفتی اپنے ظن کے موافق حکم کرتا ہے اور ورع کا حکم اجتناب ہے اور یہ قسم
شبہہ کے مقامات مین سے نہایت باریک ہے کیونکہ اسمین بعض صورتین ایسی بھی
ہوتی ہین کہ مفتی کو اوس مین حیرت لازم ہوتی ہے اور کچھ حیلہ اوسکو نہین سوجھتا
یعنے جس صورت مین کہ موصوف ایسی صفت رکھتا ہو کہ وہ دو درجون مقابل کے
ٹھیک درمیان مین ہو تو اس صورت مین اوسکو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرف کو
میل کیا جاوے بظاہر کوئی علامت کسی طرف میل کی موجود نہین۔ یہی حال ان
صدقات کا ہے جو محتاجون مین صرف ہوتے ہین اسلیے کہ ظاہر ہے کہ جسکے پاس
کچھ نہین وہ قطعاً محتاج ہے اور جسکے پاس بہت سا مال ہے وہ غنی ہے اور ان
دونون کے درمیان مین بہت سے مسائل باریک ہین مثلاً ایک شخص کے پاس
ایک مکان اور اثاث البیت اور کپڑے اور کتابین ہین اب اگر یہ چیزین بقدر حاجت
ہین تو اوس شخص کو صدقہ ملنے کی مانع نہین اور اگر مقدار حاجت سے زائد ہین تو مانع
ہین اور حاجت کی کچھ حد مقرر نہین وہ تخمین سے معلوم ہوتی ہے اور اوس مین
یہ بحث آپڑتی ہے کہ مکان کی وسعت اور عمارت کتنی ہو اور بیچ شہر مین یا کنارہ پر
ہونے سے مقدار قیمت کیا ہو اور ایک مکان سے کارروائی ہوتی ہے یا کم ہے
اسی طرح اثاث البیت اور تانبے کے برتنون مین نظر کرنی پڑیگی اور اون کے شمار
اور قیمت مین گفتگو ہوگی پھر یہ کہ بعض چیزیں ہر روز کی حاجت کی ہین اور بعض
سال بھر مین کارآمد ہین مثلاً لوازم سرمائی اور بعض ایسی ہین کہ برسون کے بعد اونکی
حاجت ہوتی ہے اور ان مین سے کسی چیز کی کچھ حد مقرر نہین اور اس صورت مین
کارآمد وہی حدیث ہے کہ دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ کیونکہ یہ سب چیزین محل
ریب مین ہین اور اگر مفتی اس باب مین توقف کرے تو شایان ہے کہ بدون توقف
کے اور کوئی صورت نہین اور اگر ظن اور تخمین سے کچھ حکم کرے تو ورع کی رو سے
توقف چاہیے اور ورع کے مقامات مین سے یہ مقام نہایت ضروری الورع ہے۔

اور یہی حال ان صورتون مین ہے کہ اقربا کا نفقہ اور بیبیون کا لباس کسقدر واجب ہے
اور فقہا اور علما کو بیت المال مین سے کسقدر رکھنا کافی ہے اسلیے کہ یہان بھی دو طرفین ہین
جنکا حال معلوم ہے کہ ایک کم ہے اور دوسری زائد اور اون دونون کے درمیان مین
متشابہ امور ہین کہ شخص اور حال کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی مین اور حاجات
پر اطلاع رکھنے والا خدا ہی تعالی ہے آدمی کو اوسکی حدود پر کچھ واقفیت نہین مثلاً
اتنا تو جانتے ہین کہ ایک قوی الجثہ آدمی کے لیے آدہ سیر سے کمتر غذا شب و روز مین
کم ہے اور ڈیڑھ سیر قدر کفایت سے زائد ہے اور اونکے درمیان کے اوزان کی کچھ حد نہین پس
اہل ورع کو چاہیے کہ مشکوک چیز کو چھوڑے اور یقینی بات پر کاربند ہو جیسے حدیث
مذکورہ بالا مین مندرج ہے اور یہ قاعدہ اون سب حکمون مین چلیگا جو متعلق بسبب ہین
اور اونکے سبب الفاظ سے معلوم ہوتے ہین اسلیے کہ عرب اور دوسری زبان والون
نے لغات کے معانی کی ایسی حدود مقرر نہین کی ہین کہ اون سے اطراف مقابل ایک
دوسرے سے جدا ہو جاوین جیسے حسابیات مین ہوتے ہین مثلاً عدد چھہ کا اپنے سے
کمتر اور زائد دونون کا احتمال نہین رکھتا اسی طرح سب حسابیات کی باتین مقرر ہین
مگر الفاظ لغوی کا یہ حال نہین اسلیے کہ کوئی لفظ قرآن مجید اور حدیث شریف مین
ایسا نہین کہ اوس مین رتبہ درمیانی کا شک داخل نہو اور وہ اطراف متقابلہ کے
بیچ مین واقع نہو بہین وجہ وصایا اور اوقاف مین اس فن کی حاجت زیادہ ہوتی ہے
مثلاً اگر صوفیون پر وقف کیا جاوے تو درست ہوگا لیکن اس لفظ کی مصداق کے
اندر بہت سی باریکیان ہین اسی طرح اور الفاظ کو سمجھنا چاہیے اور ہم خاص لفظ صوفیہ
کے مقتضا پر اشارہ کرینگے تاکہ اوس سے الفاظ مین تصرف کرنے کا طریق معلوم ہو
ورنہ سب لفظون کا حال لکھنا تو غیر ممکن ہے غرض کہ جو علامتین متعارض ہوتی ہین
اور دو طرفون متقابل کی طرف کو کھینچتی ہین اونسے یہ اشتباہ پیدا ہوتے ہین
اور یہ سب شبہہ ہین جنسے اجتناب کرنا واجب ہے جس صورت مین حلت کی جانب
غلبہ ظن کی دلالت سے یا بموجب ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دَعْ مَا
یُرِیبُکَ الخ کے استصحاب کرنے سے یا کسی اور دلیل سے جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے راجح
نظر نہ آوے پس مقامات شبہہ کے پیدا ہونے کے یہ تھے اور اون مین ایک دوسرے

کی نسبت کے زیادہ سخت ہو اور جس صورت میں کہ ایک چیز پر مختلف شبہات جمع ہو جاوین تو معاملہ اور بھی دشوار ہوگا مثلاً ایسا کھانا مول لے جو مختلف فیہ ہو اور بائع نے اوسکو کسی شراب بنانے والے سے انگوروں کے عوض جمعہ کی اذان کے بعد لیا ہو اور بائع کے مال مین بھی حرام مخلوط ہو اگرچہ اکثر مال حرام نہین مگر شبہہ تو ہو گیا ہے حاصل یہ کہ اسطرح کے شبہون کے جمع ہونے سے یہ نوبت ہوتی ہے کہ اوس امر پر اقدام کرنا بہت ہی دشوار ہو جاتا ہے پس ہم نے ان مراتب پر واقف ہونیکے طریقے بتلا دیے ہین اور آدمی کی قوت سے خارج ہے کہ اون سب کو حصر کرے تو اس شرح سے جو مرتبہ واضح ہو جاوے اوسکو اخذ کرے اور جو گول مول ہے اوس سے اجتناب کرے کہ گناہ وہی ہوتا ہے جو دل مین کھٹکے۔ اور جس جگہ کہ ہمنے حکم کیا ہے کہ دل سے فتویٰ لے اوس سے ہماری یہ مراد ہے کہ جہان مفتی مباح کہتا ہو اور جس صورت کو وہ حرام کہتا ہو اوس سے باز رہنا واجب ہے پھر دل سے فتویٰ لینے مین بھی ہر ایک دل کا اعتبار نہین کیونکہ بہت لوگ وسواسی ہوتے ہین کہ ہر چیز سے بھاگتے ہین اور بہت سے حریص تساہل والے ہر چیز پر اطمینان کرتے ہین اور مباح سمجھتے ہین تو ان دونون دلون کا اعتبار نہین بلکہ عالم توفیق یافتہ کے دل کا اعتبار جو احوال کی باریکیون کا نگران رہے اور وہ کسوٹی ہوتی ہے جس سے پوشیدہ امر امتحان کیے جاتے ہین مگر ایسا دل کہان پائیے پس جس شخص کو اپنے دل پر اعتبار نہ ہو اوسکو چاہیے کہ اس صفت کے دل سے نور کا خواہان ہو اور اپنے حال کو اوس پر ظاہر کرے۔ اور کہتے ہین کہ زبور مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد ؑ کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل سے کہدو کہ مین تمہاری نماز اور روزہ کو نہین دیکھتا بلکہ اوس شخص کو دیکھتا ہون جو کسی چیز مین شک کرے اور پھر اوس کو میری خاطر ترک کر دے پس ایسے شخص کی تائید مین اپنی مدد سے کرتا ہون اور اپنے فرشتون پر اوس کے سبب سے فخر کرتا ہون

تیسری فصل اس بات کے بیان مین کہ جو مال آدمی کے سامنے آوے اوسکی تفتیش اور تلاش کرے یا بدون پوچھے اوسکو لے لے اور بحث اور کھوج کے

مقامات کون کون سے ہین - واضح ہو کہ جب کبھی کوئی شخص تمھارے سامنے کوئی کھانا یا ہدیہ پیش کرے یا تم اوس مین سے مول لینا یا ہبہ مین لینا چاہو تو تم کو یہ ضرور نہین کہ اوسکا حال تحقیق کرو اور یون کہو کہ ہمارے نزدیک اسکی حلت ثابت نہین اسلیے نہین لیتے اور اسکی تحقیق کرتے ہین اور یہ بھی ضرور نہین کہ مطلق تفتیش نہ کرو اور جن چیزون کی حرمت یقینی نہو اونکو لے لیا کرو بلکہ سوال کرنا اور حال کا تحقیق کرنا بعض صورتون مین واجب ہی اور بعض مین حرام اور کسی صورت مین مستحب ہی اور کسی مین مکروہ اسلیے اوسکی تفصیل ضرور ہے اور قول فیصل اس باب مین یہ ہے کہ مقام سوال شبہہ کی جگہین ہین اور شبہہ کے اوٹھنے کی جگہہ یا تو ایسا امر ہوتا ہے جو مالک سے متعلق ہو یا ایسا کہ خود مال سے علاقہ رکھتا ہو اسلیے اوسکو دو بیانون مین تحریر کیا جاتا ہی -

پہلا بیان - مالک کے حالات مین - مالک کا حال تمھاری معرفت کے اعتبار سے تین طرح ہو سکتا ہے یا یہ کہ مجہول ہو یا مشکوک ہو یا کسی طرح کے ظن سے معلوم ہو جسپر کوئی دلالت ہے - پہلی حالت مجہول ہونے کی ہے یعنے مالک کے ساتھہ کوئی قرینہ ایسا نہین جس سے اوسکا فساد اور ظلم معلوم ہو جیسے سپاہیون کا لباس یا تمغا ہوتا ہے اور نہ کوئی علامت صلاح کی ہے جیسے تصوف والون اور تاجرون اور اہل علم کا لباس ہوتا ہے اور نہ اور کسی طرح کی علامت ہی تو ایسی صورت مین وہ مجہول الحال ہوگا جیسے تم اگر کسی گانون مین جاؤ جسکا حال تمکو معلوم نہین اور اوس مین کسی آدمی کو دیکھو جس کے حال کی تمکو کچھ اطلاع نہو اور نہ اوس مین کوئی ایسی علامت ہو جس سے وہ اہل صلاح یا اہل فساد کہا جاسکے تو وہ شخص مجہول الحال ہوگا اور جب کسی اجنبی شہر مین جاؤ اور وہان کوئی نان بائی یا قصائی یا اور کوئی پیشہ ور پاؤ اور کچھ علامت نہو جس سے اوسکا فریبی یا خائن ہونا پایا جاوے اور نہ ایسی علامت ہو جس سے ثقہ ہونا ثابت ہو تو وہ مجہول الحال ہوگا اور اوسکو مشکوک نہین کہہ سکتے اسلیے کہ شک اسکو کہتے ہین کہ ایک امر مین دو اعتقاد ایک دوسرے کے متقابل ہون اور ان دونون اعتقادون کے سبب بھی ایک دوسرے کے متقابل ہون اور اس صورت مین نہ کوئی اعتقاد ہے

اور نہ سبب ہوا ہو اکثر فقہا کو مجہول اور مشکوک مین فرق نہین معلوم ہوتا حالانکہ دونون جدا جدا چیزین ہین اور پہلے بیان سے تمنے جان لیا ہے کہ جس چیز کا حال معلوم ہو اوس مین ورع کا مقتضا ترک کرنا ہے۔ یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ تیس برس سے میرا یہ حال ہے کہ جس چیز نے میرے دل مین خلش کی اوسکو مین نے ترک کر دیا۔ اور کچھ لوگون نے باہم تذکرہ کیا کہ سب اعمال مین مشکل ترکونسا ہے اور یہ تجویز کیا کہ مشکل تر ورع ہے حسان بن سنان نے کہا کہ میرے نزدیک ورع سے آسان تر کوئی بات نہین جب کوئی چیز میرے سینہ مین خلش کرتی ہے مین اوسکو چھوڑ دیتا ہون تو یہ صورت ورع کی ہے مگر ہم اوسکا حکم ظاہری لکھتے ہین وہ یہ ہے کہ مجہول شخص اگر تمہارے سامنے کھانا پیش کرے یا تمکو ہدیہ بھیجے یا تم اوسکی دوکان سے کچھ خرید کرنا چاہو تو تمکو اوسکا حال پوچھنا ضروری نہین بلکہ اوسکا چیز پر قابض ہونا اور مسلمان ہونا اس بات کو کافی ہین کہ وہ چیز تم لیلو اور تمکو یہ کہنا لازم نہین کہ فساد اور ظلم لوگون مین پھیل رہا ہے یہ مال بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ یہ وسوسہ ہے اور اس سے اس مسلمان خاص کے ساتھ بدگمانی ہوتی ہے حالانکہ بعض ظن گناہ ہین اور وہ مسلمان اپنے اسلام کی جہت سے تم پر یہ حق رکھتا ہے کہ تم اوسکے ساتھ بدگمانی نکرو پس اگر تم اوس خاص شخص پر بدگمانی اس وجہ سے کروگے کہ دوسرون کو معاملہ مین خراب پایا ہے تو تم اوسکے قصور وار ٹھہروگے اور اس بدگمانی کا گناہ تمکو سر دست یقینا بلاشبہ ہو جاویگا اگر بالفرض اوس سے مال لیلو تو اتنی ہی خرابی ہے کہ اوسکی حرمت مشکوک ہے یقینی تو نہین ہے اور گناہ بدگمانی کا یقینی ہے اور مجہول الحال لوگون سے معاملہ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ ہم جانتے ہین کہ صحابہؓ غزوات اور سفرون مین گانؤن مین اوترتے تھے اور ضیافتون کو رد نہین کرتے تھے اور شہرون مین جاتے تھے تو بازارون سے احتراز نکرتے تھے حالانکہ مال حرام اونکے زمانہ مین بھی موجود تھا اون سے کبھی نہین سنا گیا کہ بدون شک کی کچھ تفتیش کی ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو چیز سامنے آتی تھی اوسکا حال نہ پوچھتے تھے بلکہ ابتدا مین جو آپ مدینہ منورہ مین رونق افروز ہوئے تو ابتدا جو کسی نے بھیجا اوسکا حال دریافت فرمایا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ کیونکہ قرینہ حالیہ

اوس وقت ایسا ہی تھا اسلیے کہ مدینہ منورہ میں جو مہاجرین داخل ہوئے سب
مفلس تھے اسلیے غالب ظن یہی تھا کہ جو کچھ اونکو بھیجا جاتا ہے وہ صدقہ ہی ہوگا
علاوہ ازین دینے والے کا قبضہ اور مسلمان ہونا اس بات پر دلالت نہین کرتا
کہ وہ چیز صدقہ نہین اور آپ کی ضیافت اگر کوئی کرتا تھا تو مان لیتے تھے اوس مین
یہ استفسار نہ فرماتے تھے کہ صدقہ ہے یا نہین کیونکہ اس بات کی عادت نہین کہ
ضیافت صدقہ کی ہووے اور اسی وجہ سے آپکی دعوت ام سلیم نے کی اور انس رضہ
کی روایت مین ہے کہ ایک درزی نے آپ کی دعوت کی اور آپ کے سامنے
کھانا رکھا جسمین کدو تھا اور ایک فارسی نے آپ کی دعوت کی تو آپ نے فرمایا کہ مین
مع عائشہ منظور کرتا ہون اوسنے عرض کیا کہ نہین صرف آپ ہی کی دعوت ہے آپنے
فرمایا کہ تو مین نہین مانتا پھر وہ شخص راضی ہو گیا چنانچہ آپ مع عائشہ رضہ کے ایک دوسرے کے پیچھے
تشریف لیگئے اوسنے دونون کے سامنے سالن چربی کا رکھا اور ان دعوتون مین سے
کسی مین یہ منقول نہین کہ آپنے سوال کیا ہو۔ اور حضرت ابو بکر رضہ نے جو اپنے
غلام سے اوسکے کسب کا حال پوچھا تو اوسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو اوسکے معاملہ مین
کچھ شک پڑ گیا تھا اسی طرح حضرت عمر رضہ کو جس شخص نے زکوۃ کے اونٹون کا
دودھ پلا دیا تھا اوس سے سوال کیا کہ یہ کہان سے آیا کیونکہ آپ کو اسوجہ سے
شک پڑا کہ جیسا ہر شب پیا کرتے تھے اوس مزہ کا نتھا تو یہ وجہ شک کی تھی ورنہ
اگر کوئی شخص مجہول الحال کسی کی ضیافت کرے اور وہ دوسرا بدون تفتیش اوسکی
ضیافت مان لے تو گنہگار نہوگا بلکہ اگر اوسکے گھر مین تجمل اور بہت سامان دیکھے
تو یہ نہین کہہ سکتا کہ حلال مال بہت کم ہے اسکے پاس اتنا بہت کہان سے آیا
کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کو وراثت مین ملا ہو یا اوسنے کمایا ہو بہر حال وہ
اس بات کا مستحق ہے کہ اوسکے ساتھ حسن ظن کیا جاوے اور اس سے بڑھکر ہم
یہ کہتے ہین کہ اوس سے سوال کرنا نچاہیے بلکہ اگر دوسرا شخص یہ چاہے کہ اپنے پیٹ
مین کوئی چیز غذا لے جبتک کہ معلوم نہ کرلے کہ وہ کہان سے آئی تو یہ اچھی بات ہے
پس سیدھی طرح اوسکا کھانا نہ کھاوے سوال کی کیا ضرورت ہے اور اگر کھانا ہی
ضرور ہو تو بدون سوال کھالیوے کیونکہ سوال کرنا ایذا دینا اور پردہ دری اور

وحشت دلاتا ہے اور وہ بلا شبہ حرام ہے اب اگر یہ کہو کہ شاید وہ ایذا نپاوے تو اس کا
جواب یہ ہے کہ شاید کے ڈر سے تو تم سوال کرتے ہو اگر شاید ہی پر اکتفا کرو تو شاید اوسکا
مال حلال ہو اور شاید اوسکو ایذا بھی ہو اور مسلمان کے ایذا دینے مین گناہ مال حرام
اور شبہہ کے کھانے سے کم نہین اور اکثر لوگون کا حال یہی ہے کہ تفتیش سے وحشت
پاتے ہین اور یہ بھی جائز نہین کہ اوسکا حال دوسرے کسی اور سے اس طرح پوچھا جاوے
کہ اوسکو بھی خبر ہو جاوے کیونکہ اس صورت مین اور زیادہ ایذا ہوتی ہے اور اگر اسطرح
پوچھے کہ اوسکو علم نہو تو اس مین بدگمانی اور پردہ دری اور تجسس اور غیبت کی تمہید ہے
اور یہ سب باتین ایک ہی آیت مین ممنوع ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ
بَّعْضُکُمْ بَعْضًا۔ اور بہت سے جاہل زاہد ایسے ہین کہ تفتیش سے دلون کو متوحش
کر دیتے ہین اور کلام سخت اور موذی کہا کرتے ہین اور یہ امر شیطان اونکے دلمین
اچھا کر دیتا ہے تا کہ حلال کے کھانے مین مشہور ہو جاوین اگر اس کا باعث صرف
دیانت ہوتی تو مسلمان کے دل کے ایذا پانے کا خوف اوسکو زیادہ ہوتا بہ نسبت
اس خوف کے کہ پیٹ مین ایسی چیز نجاوے جسکا حال معلوم نہو علاوہ ازین اگر
ایسی چیز پیٹ مین جاویگی بھی تو اوس سے مواخذہ نہوگا پھر معلوم کرنا چاہیے کہ
جس چیز کا حال مجہول ہو اور کوئی علامت موجب اجتناب نہو تو طریق ورع اوسکو
ترک کرنا ہے نہ تجسس کرنا اور جب اوسکا کھانا ہی ضرور ہو تو ورع یہی ہے کہ کھالیوے
اور حسن ظن مسلمان پر رکھے کیونکہ صحابہ رضی کا طریق مالوف یہی ہے اور جو شخص کہ
ورع مین اونسے زیادہ ہوا چاہے وہ گمراہ اور بدعتی ہے اونکا پیرو نہین کیون کہ
حدیث صحیح مین آگیا ہے کہ اگر کوئی کوہ احد کی برابر سونا خرچ کریگا تو صحابہ کے ایک
مد کے برابر نہوگا اور نہ اوسکے نصف کو پہونچیگا علاوہ ازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بریرہ کا کھانا بھیجا ہوا تناول فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ یہ کھانا اوسکو صدقہ میں
ملا تھا آپ نے فرمایا کہ اوسکے لیے صدقہ تھا اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے اور یہ دریافت
نہ فرمایا کہ اوسکو صدقہ کس نے دیا تھا کیونکہ صدقہ دینے والا آپ کے نزدیک
مجہول تھا اور اوس کھانے سے دست کش بھی نہ ہوئے۔ دوسری حالت یہ ہے

کہ مالک مشکوک فیہ ہو یعنے کسی وجہ کی دلالت اوس مین شک کی موجب ہو گئی ہو
اول ہم شک کی صورت لکھتے ہین پھر اوسکا حکم بیان کرینگے صورت شک یہ ہے کہ
جو چیز مالک کے قبضہ مین ہے اوسکی حرمت پر کوئی دلیل مالک کی خلقت یا لباس
یا فعل اور قول سے پائی جاوے خلقت مین اسطرح کہ مثلاً ترکون یا جنگلیون یا
رہزنون یا اور ظالمون کی خلقت پر مخلوق ہو اور موچھین بڑی رکھتا ہو سر کے بال
ایسے پٹھے ہون جیسے فسادیون کے ہوا کرتے ہین اور لباس مین اس طرح کہ قبا
اور ٹوپی اور ظالم سپاہیون وغیرہ کی وضع کا ہو اور فعل اور قول مین اس طرح کہ اوسکی
کردار اور گفتار مین جرائت ایسی باتون کی پائی جاوے جو حلال نہین تو اوس سے
سمجھا جاویگا کہ یہ شخص مال مین بھی تساہل کرتا ہوگا اور جو حلال نہ ہوتا ہوگا اوس کو
لے لیتا ہوگا غرضکہ شک کی صورتین یہی ہوتی ہین پس جب کوئی شخص اس جیسے
آدمی سے کچھ مول لینا یا ہدیہ قبول کرنا یا اوسکی ضیافت کو ماننا چاہے اور سوا ے
ان علامات کے اوسکا حال اور کچھ نجانتا ہو تو ایسی صورت مین دو احتمال ہوسکتے ہین
ایک تو یون کہہ سکتے ہین کہ قبضہ ملک کی دلیل ہے اور یہ علامتین ضعیف ہین تو
چاہیے کہ اوس چیز پر اقدام درست ہو اور اوسکا ترک کرنا ورع مین منصور ہو اور
ایک احتمال یہ ہے کہ یون کہیے کہ قبضہ ایک دلالت ضعیف ہے اور اوسکے مقابل
یہ علامات موجود ہین جنسے شک پیدا ہو گیا تو چاہیے کہ اوسپر اقدام کرنا درست نہو
اور ہم اسی دوسرے احتمال کو پسند کرتے ہین اور اسی پر فتوی دیتے ہین اس جہت سے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ
کہ بظاہر اس حدیث مین امر وجوبی ہے گو مستحب ہونیکا احتمال بھی پایا جاتا ہے اور ایک
یہ کہ آپ ارشاد فرماتے ہین اَلْاِثْمُ حَوَازُّ الْقُلُوْبِ یعنے گناہ وہ ہے جو دل مین کھٹکے
اور صورت مفروضہ مین دل پر وہ اثر ہے کہ اوسکا انکار کوئی نہین کرتا اور ایک وجہ
یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ صدقہ ہے یا ہدیہ اور حضرت
ابوبکر رضہ نے اپنے غلام سے اوسکی کمائی کا حال پوچھا اور حضرت عمر رضہ نے
دودھ کا حال دریافت کیا یہ سب تحقیقات شک کے مقام مین ہوئین اور ہر چند انکا
ورع پر محمول کرنا بھی ممکن ہے مگر ورع پر محمول کرنا بدون قیاس حکمی کے نہین ہوسکتا

اور قیاس اسکی حلت کا شاہد نہین اسلیے کہ قبضہ اور اسلام کی دلالت ان دلالتون کی
مزاحم ہے اور جب دونون ایک دوسرے کی متعارض ہوئین تو حلت کی کوئی وجہ نرہی
اور قبضہ کا اور اصل سابق کا حکم اوس شک مین نہین چھوڑا کرتے جس کے لیے کوئی
علامت ہو مثلاً اگر پانی ہم کو متغیر ملے اور یہ احتمال ہو کہ زیادہ ٹھہرنے سے بدلگیا ہوگا
اب اگر ہم کسی ہرنی کو اوس مین پیشاب کرتے دیکھین اور پھر یہ احتمال ہو کہ شاید پیشاب
سے بدل گیا ہو یا کسی اور طرح سے تو استصحاب یعنے حکم سابق کو ہم ترک کر دین گے
اور صورت مفروض بھی اوسی کے قریب ہے مگر ان دلالتون کے درمیان مین
فرق ہوتا ہے مثلاً موچھیں موٹا اور ظلم والون کی وردی کا پہننا اور لشکریون کی صورت بنانا
اس بات کی دلیل ہو کہ مال بھی ظلم سے لیتا ہوگا اور جو فعل اور قول کہ شریعت کے مخالف ہو اگر وہ
مال کے ظلم سے متعلق ہوگا تو وہ بھی ظاہر ہے کہ اسی بات کی دلیل ہوگی کہ مال ظلم سے لیا ہو جیسے کہ یہ کہ
وہ غصب کے لیے اجازت دیتا ہے یا ظلم کا امر کرتا ہے یا سود کا معاملہ کرتا ہے تو یہ باتین متعلق بمال ہین
انسے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا مال ایسا ہی کچھ ہوگا لیکن اگر کسی کو دیکھا کہ غصہ کی
حالت مین دوسرے کو گالی دیتا ہے یا جو عورت اوسکے پاس کو نکلی اوسکو گھورتا ہے
تو یہ حرکات مال کے باب مین ضعیف دلالتین ہین اسلیے کہ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین
کہ طلب مال مین تنگی کھینچتے ہین اور حلال کے سوا اور کچھ نہین لیتے مگر غصہ کی حالت مین
اپنے نفس کو نہین روک سکتے اور نہ شہوت مین نفس پر اونکو اختیار رہتا ہے تو اس
قسم کے تفاوت کا لحاظ رکھنا چاہیے اور ممکن نہین کہ اوس کی کوئی حد مقرر کیجاوے
تو ایسی صورت مین آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل سے فتویٰ لیوے۔ اور ایک بات
اور یاد رکھنے کی ہے کہ اگر ان چیزون کو کسی مجہول آدمی سے سرزد ہوتے دیکھے
تب تو اونکا اور حکم ہے اور اگر ایسے شخص سے دیکھے جو طہارت اور نماز اور قرأت
قرآن مین ورع کرنے والا مشہور ہو تو اور حکم ہے کیونکہ مال کی نسبت کر دونون دلالتین
ایک دوسرے کی متعارض ہو کر ساقط ہو گئین اور آدمی کا حال مجہول الحال کا سا
ہوگیا اسلیے کہ دونون دلالتون مین سے خاص کر مال کے مناسب کوئی بھی نہین
اور بہت سے آدمی مال مین احتیاط کرتے ہین اور چیزون مین نہین کرتے اور بہت
ایسے ہین کہ نماز اور وضو اور قرأت اچھی طرح کرتے ہین اور مال مین احتیاط نہین کرتے

بلکہ جہان سے پائے ہین کھالیتے ہین اس نظر سے ان جگہون مین حکم یہی ہے جسکی
طرف دل کا میل ہو کیونکہ یہ معاملہ بندہ کے اور خدا تعالی کے درمیان ہے تو
اس کا ربط بھی ایسے امر خفی سے مناسب ہے کہ بجز اوس بندہ یا پروردگار عالم کے
اور کسی کو اوسکی اطلاع نہو اور یہی ہے حکم دل پر کھٹکنے کا۔ پھر ایک اور دقیقہ کو
معلوم کر لینا چاہیے یعنے اس دلالت کو ایسا ہونا چاہیے جس سے یہ معلوم ہو کہ
اوس شخص کا اکثر مال حرام ہے مثلاً وہ شخص لشکری ہو یا بادشاہ کا عامل ہو یا نوحہ
کرنیوالی خواہ گانیوالی عورت ہو اور اگر یہ معلوم ہو گا کہ اوسکا مال حرام تھوڑا ہے
تو سوال کرنا ضروری نہوگا بلکہ ورع کی رو سے البتہ داخل احتیاط ہوگا تیسری حالت
یہ ہے کہ مالک کا حال کسی طرح کے تجربہ وغیرہ سے ایسا معلوم ہو جس سے غلبہ ظن
مال کی حلت یا حرمت مین ہو جاوے مثلاً کسی شخص کی نیک بختی اور دیانت بظاہر
معلوم کر لیجائے اور ہو سکتا ہے کہ باطن ظاہر کے مخالف ہو تو ایسی صورت مین
سوال اور تفتیش ضرور نہین بلکہ ناجائز ہے جیسے مجہول الحال مین بلکہ یہان بطریق
اولی ناجائز ہونا چاہیے اور مال کے لینے مین اقدام کرنا یہان شبہہ سے زیادہ بعید ہے
بہ نسبت مجہول الحال کے مال پر اقدام کرنے کے اسواسطے کہ مجہول کے کھانے پر
اقدام کرنا ورع سے بعید ہے گو حرام نہین مگر نیک بختون کا کھانا تناول کرنا انبیا
اور اولیا کی عادت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا تَاكُلْ اِلَّا طَعَامَ
تَقِيٍّ وَلَا يَاكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ لیکن جس صورت مین کہ تجربہ سے معلوم ہو کہ
وہ شخص لشکری ہے یا گانے والا یا ربوخوار اور تجربہ کے سامنے حاجت وضع اور شکل
اور لباس سے استدلال کی نرہی ہو تو یہان تفتیش بالضرور واجب ہے جیسے شک
کی صورت مین چاہیے بلکہ یہان بطریق اولی چاہیے

دوسرا بیان۔ اوس صورت کے ذکر مین جس مین شک متعلق بمال ہوتا ہے نہ مالک
کے احوال سے اور اوسکی یہ صورت ہے کہ مال حرام اور حلال مخلوط ہو جاوے
جیسے کسی بازار مین کچھ گٹھے غصب کے غلہ کے آوین اور اونکو بازار والے خرید لین
تو جو شخص اس شہر مین اور اوس بازار مین خریدے اوسپر واجب نہین کہ بیع
کی تفتیش کرے ہان اگر یہ ظاہر ہو جاوے کہ بازاریون کا اکثر مال حرام ہے

تو اس صورت مین البتہ تفتیش واجب ہو اور اگر اوس شخص کا مال حرام اکثر نہو تو تفتیش
واجب نہین بلکہ ورع مین داخل ہے اور بڑی سند ہی کا حکم ایسا ہے جیسے شہر کا حکم ہو
اور جس صورت مین کہ مال حرام اکثر نہو تو تفتیش نہ کرنیکی یہ دلیل ہے کہ صحابہ رضہ بازار لنا
کی خرید سے دست کش نہین ہوئے تھے حالانکہ اون میں سود کے درم اور غنیمت کی
خیانت وغیرہ کا مال موجود تھا اور ہر ایک معاملہ مین تفتیش نہین کیا کرتے تھے البتہ
بعض صحابہ سے کسی حالت مین سوال بہت کم منقول ہے اور وہ مقام شک کا تھا
اون اشخاص معین کے حق مین اسی طرح کفار سے غنیمت لیا کرتے تھے حالانکہ کفار
ایسے بھی تھے کہ مسلمانون سے لڑکر اونکا مال بعض اوقات لیجاتے تھے تو ہوسکتا ہو
کہ جو مال غنیمت کفار سے لیتے تھے اوسمین ایسی چیز بھی ہو جسکو کفار نے مسلمانو سے
لی ہو اور ایسی چیز کا مفت لے لینا بالاتفاق ناجائز ہے بلکہ امام شافعی رضہ کے نزدیک
وہ چیز مالک کو بجنس واپس ہونی چاہیے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اوسکا دام
مالک کو ملنا چاہیے غرض کہ صحابہ رضہ سے اس حال کی تفتیش منقول نہین۔ اور
حضرت عمر رضہ نے جو آذربیجان کو نامہ بھیجا اوسمین یہ مضمون لکھا کہ تم ایسے شہرون
مین ہو جہان مردار کے چمڑے سوکھائے جاتے ہین تو ذبح کیے ہوئے اور مردار کو
دیکھ بھال لیا کرو اس مین تفتیش کی اجازت اور حکم پایا جاتا ہے مگر اسکے ساتھ ہی
یہ حکم نہین کیا کہ روپیون اور نقد کی بھی تفتیش کر لیا کرو کہ مردار کا مول ہے یا مذبوح کا
اسلیے کہ اکثر نقد اسطرح کے نہ تھے کہ چمڑون ہی کا دام ہو گو چمڑے بھی بیع ہوتے تھے
لیکن چمڑے اکثر مردارون ہی کے ہوتے تھے اسلیے اون کی تفتیش کے لیے
امر فرمایا اسی طرح حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ تم ایسے شہرون مین ہو کہ وہاں
اکثر قصاب مجوس ہین تو مذبوح اور مردار کو دیکھ لیا کرو اس مین بھی اکثر کے لحاظ سے
تفتیش کا امر فرمایا ہے اور یہ مقصود بدون چند صورتون اور کئی مسئلون کے ذکر
کرنے کی جو عادۃ اکثر واقع ہوتی ہین اچھی طرح واضح نہو گا لہذا ہم اون مسائل کو
فرض کر کے لکھتے ہین۔ مسئلہ ایک شخص معین کے مال مین حرام ملگیا ہے
مثلاً ایک غلہ فروش کی دوکان پر غصب کا غلہ یا لوٹ کا غلہ بھی بکتا ہے یا کوئی قاضی
خواہ رئیس یا عامل یا فقیہ ہے کہ اوسکا کچھ روزینہ ظالم بادشاہ کے یہان سے بھی مقرر ہے

اور کچھ مال موروثی یا کاشتکاری یا تجارت بھی ہے یا ایک سوداگر ہو کہ سب معاملات شریعت کے مطابق کرتا ہے مگر سود بھی لیتا ہے تو ایسی صورتون مین اگر اوسکا مال اکثر حرام ہے تو نہ اوسکی ضیافت کھانی جائز ہے اور نہ ہدیہ خواہ صدقہ کا لینا درست ہے لیکن بعد تحقیقات کے اگر معلوم ہو کہ ضیافت وغیرہ وجہ حلال سے ہے تب تو قبول کرے ورنہ ترک کرے اور اگر مال حرام کم ہو اور ہدیہ وغیرہ مشتبہ ہو تو اسکے حکم مین تامل ہے اسلیے کہ اس صورت کو دو صورتون سے مناسبت ہے ایک وہ جس مین ہم نے حکم کیا ہے کہ اگر ایک ذبیحہ دس مردار مین ملجاوے تو سب سے اجتناب کرنا واجب ہے اور اسکے ساتھ مشابہت اس وجہ سے ہے کہ ایک شخص کا مال محصور چیز کی مانند ہے خصوصاً جبکہ مال اوسکے پاس بہت نہو اور ایک طرح سے اس صورت کی مخالفت بھی ہے کیونکہ مردار کا وجود تو فی الحال یقیناً معلوم ہوتا ہے اور حرام جو آدمی کے مال مین ملگیا ہے اوس مین یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ شاید فی الحال اوسکے پاس نہو اوسکے ہاتھ سے نکل گیا ہو پس اگر مال تھوڑا ہو اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ وہ فی الحال قطعاً موجود ہے تو یہ صورت اور مردار کے ذبیحہ مین ملنے کی صورت یکسان ہے اور اگر مال بہت ہو اور یہ احتمال ہو کہ حرام فی الحال اوسکے پاس نرہا ہوگا تو یہ البتہ پہلی صورت کی نسبت کے آسان ہے من وجہ اوس صورت کے مشابہ ہے جس مین حرام کا ملنا غیر محصور چیز مین ہوتا ہے جیسے بازارون اور شہرون مین حرام ملجاوے لیکن یہ صورت اختلاط غیر محصور کی نسبت کے سخت تر ہے کیونکہ یہان یہ معاملہ ایک ہی شخص کے ساتھ خاص ہے اور اس مین شک نہین کہ اس صورت پر اقدام کرنا ورع سے نہایت بعید ہے مگر بحث اس مین ہے کہ اسکا ارتکاب موجب فسق اور مخالف عدل ہوتا ہے یا نہین یہ بحث معنے کے اعتبار سے باریک ہے کہ کوئی شکل کسی طرف کھینچتی ہے اور کوئی کسی طرف اور نقل کی جہت سے بھی باریک ہے اس وجہ سے کہ اس باب مین صحابہ رضہ سے جو ان جیسی صورتون مین احتراز اور امتناع منقول ہے یا تابعین سے کچھ مروی ہے وہ ورع پر محمول ہوسکتا ہے اور حرمت کے باب مین کوئی تصریح نہین پائی جاتی اور کھانے پر جو اقدام منقول ہے جیسے حضرت ابوہریرہ رضہ نے حضرت امیر معاویہ کا کھانا مثلاً کھایا ہے تو اگر فرض کر لیا جاوے کہ جو کچھ اونکے قبضہ مین تھا وہ اکثر حرام ہی تھا تب بھی یہ احتمال ممکن ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضہ

تفتیش کے بعد اقدام کیا ہوا اور پہلے معلوم کر لیا ہو کہ یہ کھانا خاص جو مین کھاؤنگا کس وجہ کا ہے غرضکہ اعمال اس باب مین ضعیف الدلالت ہین اور علماء متاخرین کی تدبیر مختلف ہے حتی کہ بعض فرماتے ہیں کہ اگر بادشاہ مجھکو کچھ دیوے تو میں سے لون اور جس صورت مین کہ اکثر مال حرام ہوا وسمین بھی اونھون نے اباحت کو عام رکھا ہے بشرطیکہ اوس خاص چیز کا حال معلوم نہو اور ہوسکتا ہو کہ وہ وجہ حلال سے ہوا اور اونکی دلیل اس باب مین یہ ہے کہ اکابر سلف نے سلاطین سے جائزے لیے ہین چنانچہ اموال سلاطین کے بیان مین اوسکا ذکر آویگا۔ پس جس صورت مین کہ حرام کثیر ہو اور یہ بھی احتمال ہو کہ فی الحال وہ مالک کے پاس موجود نہوگا تو ایسی صورت مین کھانا حرام نہوگا لیکن اگر اوسکا وجود فی الحال متحقق ہو جیسے وجہ کا اشتباہ مردار وغیرہ ہو جاوے تو ایسے حال میں مجھکو نہین معلوم کہ کیا کہون یہ مسئلہ اون متشابہات مین سے ہے جن مین مفتی حیران رہجاتا ہے اسلیے کہ یہ تیرہ وسے ہے کہ اس صورت کو محصور چیزون کی مشابہت ہی یا غیر محصور سے اور دودہ کی بہن اگر کسی گانون میں مشتبہ ہوجاے جس میں دس عورتین ہون تو اجتناب واجب ہوتا ہے اور اگر کسی شہر مین ہو جسمین دس ہزار عورتیں ہون تو اجتناب سب سے کرنا واجب نہین اور اب دس اور دس ہزار کے درمیان بہت سے اعداد ایسے ہین کہ اگر اونکا حکم پوچھو تو مین نہین جانتا کہ کیا کہون اور علماء نے چند مسائل مین توقف کیا ہے جو اس سے بھی واضح ترین چنانچہ امام احمد رح سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے شکار پر تیر مارا اور وہ شکار غذ کو دوسرے کی ملک مین جا پڑا تو وہ تیر مارنیوالے کا ہوگا یا زمین کے مالک کا امام احمد صاحب نے فرمایا کہ مجھکو معلوم نہیں کسکا ہوگا اونسے کئی بار اس مسئلہ کو پوچھا گیا تو ہر بار یہی فرمایا کہ مین نہین جانتا اور اس قسم کے اکثر مسائل ہم نے باب العلم مین سلف سے نقل کیے ہین اس صورت مین مفتی کو طمع نکرنی چاہیے کہ سب صورتونکا حکم اوسکو معلوم ہی ہو جایا کرے۔ اور ابن مبارک رح سے اونکے کسی بصری شاگرد نے پوچھا کہ جو لوگ سلاطین سے معاملہ کرتے ہین اون سے معاملہ کرون یا نہین آپنے فرمایا کہ اگر وہ لوگ سواے سلاطین کے اور کسی سے معاملہ نکرتے ہون تو اونسے معاملہ نکرنا اور اگر سلطان اور غیر سلطان سب سے کرتے ہون تو اونسے معاملہ کرنا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقل مین مسامحت کا مضائقہ نہین بلکہ اکثر مین بھی مسامحت
کا احتمال ہے۔ حاصل یہ ہے کہ صحابہ رضہ سے منقول نہین کہ اگر قصاب اور نان بائی
اور تاجر نے ایک معاملہ فاسد کیا ہو یا ایکبار سلطان سے معاملہ کیا ہو تو اونھون نے
اوس سے بالکل معاملہ چھوڑ دیا ہو اور معاملون کا اس باب مین مقرر کرنا بعید ہے
اور مسئلہ بذات خود مشکل ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے
کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھہ سلطان تمکو دے اوسکو لیلو کہ وہ تمکو حلال ہی مین سے دیتا ہے
اور جو کچھ حلال اوسکو ملتا ہے وہ حرام کی نسبت کر زیادہ ہے اور حضرت ابن مسعود رضہ
سے ایک سائل نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے کہ مین اوسکو برا ہی جانتا ہون اور
وہ ہماری دعوت کرتا ہے اور ہم وقت حاجت اوس سے قرض لیتے ہین تو یہ امور
کیسے ہین آپنے فرمایا کہ جب تمھاری دعوت کرے تو قبول کیا کرو اور جب حاجت
ہوا کرے تو اوس سے قرض لیا کرو کہ تمھارے لیے وہ مال اچھا ہے اوسکا وبال
اوسی کے ذمہ رہیگا اور سلمان رح نے بھی ایسا ہی حکم دیا ہے تو یہان حضرت علی رضہ
نے تو کثرت ملال حلال کو علت ٹھہرایا اور حضرت ابن مسعود رضہ نے بطریق اشارہ
بیان فرمایا کہ اوسی پر وبال ہے یعنے اسلیے کہ اوسکو اوس مال کا حال معلوم ہے
اور لینے والے کے لیے اچھا ہے کیونکہ اوسکو حال معلوم نہین اسی طرح حضرت
ابن مسعود سے ایک شخص نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ سود کھاتا ہے اور ہماری دعوت کرتا ہے
تو ہم اوسکی دعوت مین جاوین یا نہین تو آپنے فرمایا کہ ہان جاؤ اور یہ بات حضرت
ابن مسعود رضہ سے بہت سی مختلف روایتون کے ساتھہ مروی ہے اور حضرت امام شافعی
اور مالک رضہ نے خلیفون اور سلطانون کے جائزے لیے ہین باوجودیکہ جانتے تھے
کہ اونکے مال مین حرام مخلوط ہے تو اگر اس مال مین خرابی ہوتی تو یہ لوگ ایسا کیون
کرتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد جو ذکر کیا ہے تو اونکا
فعل اس ارشاد کے مخالف مشہور ہے اسلیے کہ وہ بیت المال کا مال نہین لیا کرتے تھے
یہان تک کہ اپنی تلوار بیچ ڈالا کرتے تھے اور آپکے پاس ایک ہی قمیص رہا کرتا تھا
نہانے کے وقت دوسرا نہوتا تھا اور ہم یہ نہین کہتے کہ آپ کا یہ فعل محتمل ورع
کا نہین یا آپکے قول سے اجازت صریح نہین پائی جاتی مگر یہ کہتے ہین کہ آپکا ارشاد

اگر واقع مین درست ہو تو بادشاہ کے مال مین ہے جس کا حکم دوسرا ہی ہے کیونکہ وہ کثرت کی سبب سے گویا ایسا ہے جیسے غیر محصور ہوتا ہے چنانچہ عنقریب اوس کا بیان آویگا اور اسی طرح امام شافعی اور امام مالک رحم کا فعل سلطان ہی کے مال سے متعلق ہے اور ہمارا کلام دوسرے لوگون کے مال مین ہے جن کے مال قریب محصور ہونیکے ہین باقی رہا حضرت ابن مسعود رض کا قول تو اوسکا یہ حال ہے کہ اوسکا راوی خوات تیمی ہے اور اوسکا حافظہ ضعیف ہے مشہور قول حضرت ابن مسعود کا وہ ہے جس سے شبہات سے بچنا معلوم ہوتا ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی یہ نکہے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین یون نہو اور توقع رکھتا ہون کہ ایسا ہو کیونکہ حلال کھلا ہوا ہے اور حرام کھلا ہوا ہے اور ان دونون کے درمیان مین کچھ چیزین مشتبہ ہین پس شبہ مین ڈالنے والی بات کو جانے دو اور جس مین شبہ نہ پڑے اوسکو اختیار کرو اور یہ بھی آپ کا قول ہے کہ خلش کی باتون سے اجتناب کرو کہ گناہ اونھین مین ہے جو دل مین کھٹکین اب اگر یہ کہو کہ تم نے یہ کیون کہا کہ جب حرام کی کثرت ہو تو چیز کا لینا درست نہین باوجودیکہ اوس چیز مین کوئی علامت ایسی نہین جو خاص اوسکی حرمت پر دلالت کرے اور قبضہ دلیل ملک موجود ہے یہانتک کہ اگر کوئی ایسے شخص کا مال چرا لیوے جسکے مال مین حرام زیادہ ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور کثرت حرام سے بھی ایک وہمی ظن ہوتا ہے جبکو چیز سے کچھ علاقہ نہین تو چاہیے کہ جس صورت مین حرام زیادہ ہو اوسکا حال ایسا ہو جیسے غالب ظن اشتباہ کی کیچڑ مین ہوتا ہے یا غیر محصور مین اختلاط کی صورت مین ہوتا ہے اور اس صورت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ سے کرنا اور اس ارشاد کو عام ٹھہرانا نہین چاہیے کیونکہ یہ ارشاد بالاتفاق بعض جگہون مین مخصوص ہے یعنے اون صورتون مین کہ عین ملک مین کوئی علامت شک کی موجود ہو کیونکہ اگر حرام قلیل غیر محصور مین ملجاوے تو باوجودیکہ موجب شک ہوتا ہے مگر اسپر بھی تم قطعاً کہتے ہو کہ وہ حرام نہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مذکور اونھین صورتون کے لیے ہے جن مین عین ملک مین شک ہو تو اسکا جواب یہہ ہے کہ قبضہ ایک دلالت ضعیف ہے جیسے حکم اصل کا باقی رکھنا ضعیف ہے اور یہ

قبضہ کی حجت اوسوقت چلتی ہے جبکہ اوسکے مقابل کوئی حجت قوی نہو تو جس صورت میں
کہ ہمکو یقین ہے کہ حرام جو ملگیا ہے وہ فی الحال موجود ہے اور مال مالک اوس سے
خالی نہین اور یہ بھی یقین ہے کہ حرام زیادہ ہے اور یہ صورت ایک معین شخص کے
باب مین ہے جسکا مال گویا کہ محصور ہے تو اب قبضہ کی حجت سے اعراض کرنا ضروری
ہوا اور اگر اس صورت پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد یا لا کو محمول نکیا جاوے
تو اوسکے لیے کوئی محمل نہین رہیگا کیونکہ اوسکا محمل یہ تو ہو ہی نہین سکتا کہ حرام قلیل
غیر محصور حلال مین مختلط ہوا اسلیے کہ ایسی صورت تو آپ کے زمانہ مبارک مین موجود تھی
حالانکہ آپ اوسکو ترک نہ کرتے تھے اور جس جگہہ پر اوسکو حمل کیا جاوے تو وہ اوسکے
معنون مین ہوگی اور اگر اوس ارشاد کو نہی تنزیہی پر حمل کرو تو ظاہر الفاظ مین بدون
قیاس کے تبدیل اور تاویل کرنی پڑیگی اسلیے کہ اس صورت کی حرمت علامتون اور
استصحابون کے قیاس سے کچھ بعید نہین معلوم ہوتی علاوہ ازین کثرت کو ظن کے
برپا کردینے مین دخل ہے اسی طرح حصر کو بھی اوس مین دخل ہے تو جس صورت میں
حرام کی کثرت اور مال کا محصور ہونا ایک جا جمع ہونگے تو کیسے ظن کی تقویت نہوگی
حتی کہ حضرت امام ابوحنیفہ رض فرماتے ہین کہ برتنون مین اجتہاد نکرو مگر جس صورت مین
کہ پاک برتن زیادہ ہون تو آپنے حکم اصل اور اجتہاد کے یکجا ہونے مین یہ شرط
کردی کہ علامت اور کثرت ہو اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ جونسا برتن چاہے بلا اجتہاد
لے لیوے فقط استصحاب کی جہت سے تو وہ اوسکے پینے کو درست کہینگے اور
صرف علامت کے باعث سے جواز کے قائل ہونگے اور اونکی یہ دلیل اوس جگہہ
نہ چلے گی جہان پیشاب پانی سے مشتبہ ہوگیا ہو کیونکہ یہان حکم اصل باقی نہین رسکتا
اسی طرح اگر مردار ذبح کیے ہوون مین ملگیا ہو تو بھی وہ دلیل جاری نہوگی کیونکہ مردار مین
استصحاب نہین اور قبضہ سے یہ معلوم نہین ہوتا کہ یہ جانور مردار نہین اور مباح
کھانے مین معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ملک ہے غرض کہ ایسی صورتون مین چار
امور متعلق ہوتے ہین اول حکم اصل کا باقی رہنا دوم مخلوط چیز کی کمی یا کثرت
سوم جس مال مین خلط ہوا اوسکا محصور ہونا یا غیر محصور ہونا چہارم کوئی علامت خاص کا چیز
کے اندر ہونا جس سے کہ اجتہاد متعلق ہو پس جو کوئی ان چارون امور کے مجموعہ سے

غفلت کرتا ہے وہ اکثر غلطی کر کے بعض مسائل کو ایسی صورتوں سے مشابہ کر دیتا ہے
جن سے وہ واقع میں مشابہ نہیں ہوتے۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ جو مال ایک شخص
کی ملک میں مختلط ہو جاوے اوس میں یا حرام زیادہ ہوگا یا کم اور انمیں سے ہر ایک
یقین سے جانا جائیگا یا ظن مع العلامت سے یا وہم سے یعنے ہر ایک کے جاننے کے
تین طور ہیں تو سب چھہ صورتیں ہوئیں ایک یہ کہ حرام کی زیادتی یقین سے معلوم ہو
دوسرے یہ کہ حرام کی زیادتی ظن مع العلامت سے معلوم ہو تیسرے یہ کہ حرام کی زیادتی
وہم سے معلوم ہو اسی طرح حرام کی کمی کے معلوم ہونے کی تین صورتیں ہیں پس ان
چھہ صورتوں میں دو اول کی صورتوں میں یعنے جبکہ حرام کی زیادتی یقینًا ہو خواہ
بغلبۂ ظن جیسے کسی ترک مجہول الحال کو دیکھا کہ ہو سکتا ہے کہ اوسکا اسباب مال غنیمت کا ہو
ان دونوں میں تفتیش واجب ہے اور جس صورت میں کہ حرام کی کمی یقینًا معلوم ہو تو یہ
صورت مقام توقف ہے اور اکابر سلف کی سیرت اور احوال کی ضرورت کا بیان اسکے اسطرح
ہے کہ اس صورت میں حاجت تفتیش نہو باقی رہیں تین صورتیں یعنے حرام کی زیادتی
وہم سے معلوم ہو یا اوسکی کمی ظن سے معلوم ہو یا وہم سے دریافت ہو تو ان تینوں
صورتوں میں تفتیش ہرگز واجب نہیں مسئلہ جب کسی شخص کے سامنے اوسکا
کھانا پیش ہو اور وہ جانتا ہو کہ میری ملک میں کسی بادشاہی روزینہ کے لینے میں
یا کسی اور طرح سے حرام بھی آیا تھا اور یہ نجانتا ہو کہ وہ مال حرام اسوقت تک باقی ہے
یا نہیں تو اوسکو وہ کھانا کھا لینا چاہیے اور تفتیش اوسکے ذمہ پر لازم نہیں بلکہ ورع
کے لحاظ سے ہے اور اگر یہ تو جانتا ہو کہ اوس میں سے کچھ باقی ہے مگر یہ نہ معلوم ہو
کہ بقیہ کم ہے یا زیادہ تو اوسکو جائز ہے کہ یہ سمجھ لے کہ وہ بقیہ کمتر ہے اور ابھی ہم
لکھ آئے ہیں کہ جہاں حرام کی قلت معلوم یقینًا ہوتی ہے وہ موقعہ مشکل ہوتا ہے
اور یہ مسئلہ بھی اوسی کے قریب ہے مسئلہ جب خیرات یا اوقاف یا وصیتوں کے
متولی کے پاس دو مال ہوں کہ اون میں سے ایک مال کا تو ایک شخص مستحق ہے
اور دوسرے مال کا مستحق نہیں ہے اسوجہ سے کہ اوس میں وہ صفت نہیں جو اوس
مال کے مستحق میں ہونی چاہیے تو اب اگر متولی اوس شخص کو کچھہ دیوے تو اوسکو اوسکا
لینا درست ہے یا نہیں تو اسمیں یہ بات دیکھنی چاہیے کہ جس صفت سے وہ شخص مستحق ہے

وہ اکثر ظاہر ہے کہ متولی بھی جانتا ہے اور معہذا متولی بظاہر عادل معلوم ہوتا ہے
تب تو اوس شخص کو چاہیے کہ بدون بحث کرے لیوے کیونکہ متولی پر غلبہ ظن اسی
بات کا ہے کہ اوسکو اوسی مال کا مصرف کریگا جس کا وہ شخص مستحق ہے اور اگر وہ
صفت پوشیدہ ہو یا متولی کا حال معروف ہو کہ یہ پروا نہین کرتا اور خلط کر دیا کرتا ہو
تو اس صورت مین لازم ہے کہ تفتیش کرے کیونکہ یہان نہ تو قبضہ ہے اور نہ حکم
اصل سابق پر جسکا اعتماد ہو اور یہ صورت ایسی ہی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے سوال کیا تھا کہ صدقہ ہے یا ہدیہ کیونکہ آپ کو اوس مین تردد ہو گیا تھا اسوجہ سے
کہ قبضہ سے خصوصیت ہدیہ اور صدقہ کی کچھ نہین تھی اور نہ کچھ استصحاب تھا غرضکہ
ایسی صورت مین بجز سوال کے اور کوئی مفر نہین کیونکہ سوال کو جو ہمنے مجہول الحال
مین ساقط کیا ہے تو ایسی ہی جگہہ ساقط کیا ہے جہان قبضہ اور اسلام کی علامت ہو
حتی کہ اگر کسی شخص کا حال معلوم نہو کہ یہ مسلمان ہے اور کوئی شخص اوسکے پاس سے
گوشت اوسکے ذبیحہ کا لیا چاہے اور یہ احتمال ہو کہ یہ شخص شاید مجوسی ہوگا تو اوس
شخص کو گوشت کا لینا درست نہوگا جب تک کہ یہ نہ جان لے کہ مسلمان ہے کیونکہ
قبضہ سے مردار کی تمیز نہین ہو سکتی اور نہ صورت سے مسلمانی معلوم ہوتی ہے ہان
اگر کسی شہر مین اکثر مسلمان ہون تو ہو سکتا ہے کہ جس شخص پر کچھ نشان کفر نہو اوسکو
مسلمان گمان کیا جائے گو اس گمان مین غلطی کا بھی امکان ہے حاصل یہ کہ ایسا نہو
کہ جن صورتون مین قبضہ اور حال کی شہادت معتبر ہے وہ اون صورتون مین ملا دی
جاوین جنمین اونکی شہادت معتبر نہین ہے مسئلہ اگر کوئی شخص شہر مین مکان مول
لینا چاہے اور اوسکو معلوم ہو گیا ہو کہ اس شہر مین مکانات مغصوب بھی ہین تو اوسکو
مول لینا درست ہے اسلیے کہ یہ صورت غیر محصور کے اختلاط کی ہے مگر پوچھ کر لینا احتیاط
اور ورع کی بات ہے اور اگر کسی کوچہ مین مثلاً دس گھر ہون جن مین سے ایک
مغصوب ہو یا وقف ہو تو خریدنا درست نہین جب تک کہ وہ مکان متمیز نہو جاوے
اور ایسے موقع پر اوسکا حال پوچھنا واجب ہے اور جو شخص کسی شہر مین گیا جس مین
بہت رباطین بنی ہوئی ہین مگر ایک ایک رباط ایک ایک مذہب والے کے لیے خاص ہے
مثلاً حنفیون کی جدا ہے اور شافعیون کی جدا تو اوس شخص کو جائز نہین کہ جو کسی

چاہیے اوسمین ٹھہر کر اوسکے وقف میں شرکت کیا وسے بلکہ جس مذہب کا خود ہو
اوس مذہب والون کی رباط کو پوچھنا چاہیے اور اوس میں ٹھہرنا چاہیے کیونکہ رباط
اور مدرسے شہروں میں محصور ہی ہوتے ہیں تو مدرسوں کے اختلاط کی صورت ایسی نہین
تدبیر کے اقدام درست نہین مسئلہ جن جگہوں مین کہ ہمنے سوال کو ورع ٹھہرایا ہے
تو وہان یہ نہین جائز ہے کہ خود چیز کے مالک سے سوال کرنے لگے کہ تمہارا مال یا کھانا
کیسا ہے کیونکہ وہ اس صورت مین غصہ ہوگا بلکہ اگر وہ غصہ نہو تو اوس سے پوچھنے کا
مضائقہ نہین اور جب یقین ہو کہ اوسکا مال اکثر حرام ہے تو اوس وقت تفتیش کرنی
واجب ہے اور پھر یہ پروا نکرنی چاہیے کہ پوچھنے سے مالک خفا ہوگا اسلیے کہ ظالم کو تو
اس سے زیادہ ایذا دینی ضرور ہے اور غالب یہ ہے کہ اس طرح کا آدمی سوال سے
غصہ بھی نکریگا ہان اگر شک پڑے اور چیز اپنے وکیل خواہ غلام یا شاگرد یا کسی رشتہ دار
یا نوکر چاکر کے ہاتھ سے پہونچے تو جائز ہے کہ اونسے تفتیش کرے کیونکہ وہ اس کے
سوال سے غصہ ہونگے علاوہ ازین اونسے سوال اسلیے چاہیے کہ اونکو حلال کا طریق
تعلیم کرے اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رض نے اپنے غلام کی کمائی کا حال
پوچھا اور حضرت عمر رض نے اوس شخص سے تفتیش کی جسنے آپکو زکوۃ کے اونٹون کا
دودھ پلایا تھا اور حضرت ابوہریرہ رض جب آپ کی خدمت مین بہت سا مال لیکر
آئے تو اونسے پوچھا کہ بھلے مانس کیا یہ طیب ہے یا یہ وجہ کہ آپ کو کثرت مال سے
تعجب ہوا اور حضرت ابوہریرہ آپکی رعیت سے تھے اور سوال بھی کتنا نرمی سے کیا تھا
اور یہی وجہ حضرت علی رض فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک امام کے عدل اور
نرمی کی نسبت کوئی زیادہ محبوب چیز نہین اور نہ اوسکے جور و ستم سے زیادہ کوئی
بری چیز مسئلہ حارث محاسبی رح کا یہ قول ہے کہ اگر آدمی کا کوئی دوست یا بھائی
ایسا ہو کہ اوس سے تفتیش کرنے سے خفا نہو تب بھی ورع کی رو سے اوس سے
تفتیش نہین کرنی چاہیے کیونکہ کیا عجب ہے کہ جو چیز اوس سے پوشیدہ تھی وہ اوسپر
ظاہر ہو جاوے تو گویا یہی شخص اوسکی پردہ دری کا باعث ہوگا اور انجام کو
دونون مین بغض پڑ جاویگا اور واقع مین اونھون نے خوب کہا اسلیے کہ تفتیش
جس صورت مین کہ مقتضائے احتیاط اور ورع کے ہے اور واجب نہین ہے

توان جیسی باتون مین احتیاط اور ورع یہی ہے کہ پردہ دری سے اجتناب کیا جائے اور
بغض پیدا کرنیوالی بات سے احتراز رہے اور محاسبی رح نے اتنا اور کہا ہے کہ اگر
اوس شخص کو کچھ شبہہ بھی ہو تب بھی تفتیش نکرے اور اوسپر یون گمان رکھے کہ مجکو
مال طیب ہی کھلاویگا اور برا مال مجھ سے علیحدہ رکھیگا اور اگر اوسکے دل کو تسکین نہو
تو کسی عمدہ بہانہ سے نہ کھاوے مگر تفتیش سے اوسکی پردہ دری نکرے اسلیے کہ مین نے
کسی عالم کو نہین دیکھا کہ اوسنے ایسا کیا ہو تو یہ قول آپ کا باوجود اونکے زاہد ہونیکے
شہرت کے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب مال مین تھوڑا سا حرام ملگیا ہو تو تفتیش
کرنی چاہیے مگر شرط یہ ہے کہ حرمت کا اختلاط وہم سے معلوم ہوا ہو چنانچہ اونکے
قول مین لفظ شبہہ اسی پر دلالت کرتا ہے اور اگر حرام کا تحقق یقینی ہو تو اوسکا یہ حکم
نہین پس تفتیش کرنیوالے کو ان دقائق کا لحاظ بھی چاہیے مسئلہ بعض لوگ
کبھی کہنے لگتے ہین کہ جس شخص کا کچھ مال حرام ہو اوس سے استفسار کرنیمین کیا فائدہ
کیونکہ جو شخص مال حرام کو حلال جانتا ہے وہ عجب نہین کہ جھوٹ بھی بولدے اور اگر اس
باب مین اوسکو امین جاننا چاہیے تو حلال مال کے باب مین بھی اوسکی دیانت پر
اعتماد چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب تمکو معلوم ہو کہ کسی شخص کے مال مین حرام
مخلوط ہے اور اوسکی ضیافت مین تمہارے جانے سے یا اوسکا ہدیہ قبول کرنیسے
کوئی اوسکا مطلب نکلتا ہے تو اس صورت مین البتہ اوسکے قول پر اعتماد نچاہیے
اور اوس سے استفسار کرنے مین بلاشبہہ کچھ فائدہ نہین بلکہ چاہیے کہ اوسکے سوا
دوسرے شخص سے استفسار کرے اسی طرح اگر وہ شخص کوئی چیز بیچتا ہو اور نفع لینے
کے لیے اوسکی بیع کا راغب ہو تو اوسکے یہ کہدینے سے کہ یہ چیز حلال ہے اعتماد
واثق نہوگا اور نہ اوس سے استفسار کرنیسے کچھ فائدہ ہے بلکہ سوال دوسرے شخص
سے کرنا چاہیے غرضکہ قابض سے استفسار اوسی صورت مین چاہیے کہ اوسکی کوئی
غرض متعلق نہو جیسے متولی وقف سے کوئی پوچھے کہ یہ جو تم دیتے ہو کس قسم کا مال ہے
یا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ اور صدقہ کا حال پوچھا تھا کہ اس طرح کے
سوال سے نہ قابض کو ایذا ہے اور نہ کہدینے مین اوسکی کوئی غرض ہے اسی طرح اگر
دوسرے کو یون کہے کہ تمکو طریقہ کسب حلال کا معلوم نہین اور اسکے جواب مین

وہ ایسا طریق صحیح بتاوے تو تہمت نکیا جاویگا ایسا ہی اگر اپنے غلام اور خادم سے استفسار کرے اس نظر سے کہ اوسکے کمانے کا طریق معلوم ہو تو ایسی جگہ استفسار مفید پڑیگا اور جس صورت مین کہ مال والے کی کچھ غرض ہو اور وہ متہم ہو تو اوسکا حال دوسرے سے پوچھنا چاہیے اور جب ایک مرد عادل کچھ حال بتاوے تو اوسکا قول قبول کرے اور اگر فاسق کچھ حال کہے اور قرینہ حالیہ سے معلوم ہو کہ وہ جھوٹ نہین کہتا اسلیے کہ اوسکو اس مین کچھ غرض نہین تو فاسق کے قول کا قبول کرنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ معاملہ اوس کے اور خدا تعالی کے درمیان ہے اور یہان مطلوب نفس کا اطمینان ہے اور بعض اوقات فاسق کے قول سے اتنا وثوق حاصل ہوتا ہے کہ بعض حالون مین عادل کے قول سے بھی نہین ہوتا اور یہ کلیہ نہین کہ جو فاسق ہو وہ جھوٹھ ہی بولا کرے اور نہ یہ کہ جو بظاہر عادل معلوم ہوتا ہے وہ سچ ہی کہا کرے ہان گواہی کا مدار جو ظاہری عدالت پر ہے وہ حکم کی ضرورت سے ہے کیونکہ دلون پر اطلاع نہین ہو سکتی اور حضرت امام ابو حنیفہ رح نے فاسق کی گواہی قبول فرمائی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس شخص کو تم پہچانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ مرتکب گناہونکا ہوتا ہے لیکن وہ شخص جب کسی چیز کا حال تم سے کہتا ہے تو تم اوسکا اعتبار کر لیتے ہو اسی طرح تمیزدار لڑکا جس کا حال تمکو معلوم ہو کہ اسکے مزاج مین استقلال ہے تو اوسکے کہنے سے بھی وثوق حاصل ہو جاتا ہے اور اوسپر اعتماد کرنا درست ہے لیکن اگر کوئی مجہول شخص جسکا حال کچھ معلوم نہو خبر دے تو یہ اون لوگون مین سے ہے جنکے قبضہ مین کی چیز کو کہا ہمنے جائز لکھا ہے اسوجہ سے کہ اوسکا قبضہ بظاہر ملک کی دلیل ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اوسکا مسلمان ہونا اوسکی راست گوئی کی دلیل ظاہر ہے مگر تامل اسی صورت مین ہے اور اوسکا قول کچھ نہ کچھ تاثیر نفس مین کرتا ہے یہانتک کہ اگر ایسے ہی بہت سے آدمی ایک بات پر متفق ہون تو ظن غالب ہو جاوے لیکن ایک کے قول کی تاثیر نہایت ضعیف ہے پس اوسکی تاثیر کی حد دیکھنی چاہیے کہ دل مین کتنی ہے اسلیے کہ ان جیسی جگہون مین دل ہی حکم کیا کرتا ہے اور دل کو جس قرینے ایسے سوجھتے ہین کہ اونکے بیان سے زبان قاصر ہے تو اسمین تامل کرنا ضروری ہوا اور اسکی طرف التفات کے واجب ہونے کی یہ دلیل ہے

کہ عقبہ بن حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا
کہ مین نے ایک عورت سے نکاح کیا بعد اسکے ایک لونڈی سیاہ فام آئی اور اوسنے
کہا کہ مین نے تم دونون کو دودھ پلایا ہے اور وہ جھوٹی معلوم ہوتی ہے آپ نے فرمایا
کہ اپنی منکوحہ کو چھوڑ دے اونھون نے عرض کیا کہ حضرت وہ لونڈی سیاہ فام ذلیل ہے
آپ نے فرمایا کہ آخر اوس نے کہا تو کہ تم دونون کو دودھ پلایا ہے تیرے لیے اوس
منکوحہ مین بہتری نہین تو اوسکو چھوڑ دے اور ایک روایت مین یون ہے کہ کیسے
نہ چھوڑیگا اب یہ جو کہا گیا (یعنی ایک عورت کا دونون کو دودھ پلانا زبان زد ہوگیا)
اور جس صورت مین کہ مجہول شخص کا جھوٹ بولنا معلوم نہو اور نہ کوئی ایسی علامت
ظاہر ہو جس سے اوس امر مین اوسکی کوئی غرض پائی جاتی ہو تو اوسکے کہنے کا اثر
دل مین ضرور رہتا ہے اور یہین وجہ احتراز ایسی صورت مین موکد ہے اور اگر اوسکے
قول پر دل کو اطمینان ہوجاوے تو احتراز واجب اور لازم ہوجاتا ہے — مسئلہ
جس صورت مین استفسار واجب ہو اگر اوس مین دو عادل شخصون یا دو فاسقون
کے قول ایک دوسرے کی ضد پڑین تو دونون کا اعتبار نہ کیا جاویگا اور جائز ہے کہ
اپنے دل مین ایک عادل کے قول کو ترجیح دیلے خواہ ایک فاسق کے قول کو
اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونون طرفون مین سے ایک کو کثرت کے باعث خواہ اس
خصوصیت سے کہ اوسکو تجربہ اور حالات سے واقفیت زیادہ ہے ترجیح دے لیوے
اور اس مسئلہ کی صورتین اکثر پیش آیا کرتی ہین — مسئلہ ایک خاص قسم کا اسباب
لوٹا گیا اور اوس قسم کے اسباب مین سے کوئی چیز ایک شخص کے پاس ہے اور دوسرا
شخص اوسکو اوس سے مول لیا چاہتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ چیز لوٹ مین
کی نہو تو مشتری کو خریدنا درست ہے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر بائع نیکبختی مین
معروف ہو اور مشتری بھی اوسکو صالح جانتا ہو تو خریدنا درست ہے اور چھوڑنا ورع ہے
اور اگر بائع مجہول الحال ہو کہ اوسکا کچھ حال معلوم نہو تو اب یہ خیال کرنا چاہیے
کہ اگر اوس قسم کی چیز بدون لٹی ہوئی بھی بہت ملتی ہو تب تو مشتری کو جائز ہے کہ
خرید کرے اور اگر اوس جگہ مین وہ چیز کمیاب تھی مگر لوٹ سے بہت ہوگئی تو اس
صورت مین حلت پر دلالت صرف قبضہ کی باقی رہگئی اور اوسکی معارض ایک

علامت خاص ہوئی یعنے شکل اوس اسباب کی اور قسم تو اب اوسکی خرید سے باز رہنا
ورع مہم ہے مگر وجوب ورع مین تامل ہے کیونکہ علامت متعارض ہے اور ہم اور کوئی
حکم نہیں کرسکتے بجز اوسکے کہ مشتری کے دل پر حوالہ کردین تاکہ وہ اپنے جی مین قوی بات
کو تامل کرے اگر اوسکے دل مین اسی بات کو قوت ہو کہ یہ چیز لوٹ کی ہے تو اوسکو اوسکا
نہ لینا لازم ہے ورنہ خریدنا حلال ہے۔ اور اسطرح کے واقعات اکثر مشتبہ ہوجاتے ہین
اور بہت لوگ اونکو نہین پہچانتے پس جو کوئی انسے محترز رہیگا وہ اپنی آبرو اور دین
محفوظ رکھیگا اور جو کوئی ان مین گھسیگا وہ اپنے آپ کو خطرہ مین ڈالیگا۔ مسئلہ
اب اگر کوئی یون کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دودھ آپکے سامنے پیش کیا گیا
اوسکا حال استفسار فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ بکری کا ہے آپنے بکری کو پوچھا کہ کہان
کی تھی جب اوسکا حال بیان کردیا گیا تو آپ خاموش ہورہے تو ہم یہ پوچھتے ہین کہ
مال کی اصل کا استفسار واجب ہے یا نہین اور اگر واجب ہے تو ایک اصل کا ہے یا دو
باتین کا اور اس باب مین قاعدہ کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل کا حال
پوچھنے مین کوئی قاعدہ اور حد مقرر نہین بلکہ جس شبہہ کے باعث سے استفسار کی نوبت
ہوئی ہے اوسی کو دیکھنا پڑتا ہے اور جس جگہہ شبہہ منقطع ہوجاتا ہے اوسی جگہہ استفسار
موقوف ہوجاتا ہے اوسکی کچھ حد نہین اور یہ شبہہ حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے
مثلاً اگر اس بات مین شبہہ ہو کہ قابض کے پاس یہ چیز بوجہ حلال پہونچی یا نہین تو
جسوقت وہ کہدیگا کہ مین نے اوسکو مول لیا ہے تو ایک ہی سوال مین شبہہ منقطع ہوجائیگا
اور اگر وہ کہے کہ یہ دودھ میری بکری کا ہے تو شک پڑا کہ بکری کہان سے آئی ہوگی
اس صورت اگر کہدیگا کہ مین نے مول لی ہے تو شبہہ جاتا رہیگا اور اگر بدوون کا حال
دیکھکر کہ جو کچھ انکے پاس ہے وہ چھینا ہوا مال ہے اور اوسی کی نسل جاری رہتی ہے
شبہہ پڑیگا تو یہ شبہہ اتنا کہنے سے نہ جائیگا کہ یہ دودھ میری بکری کا ہے یا میری
بکری کی بچیا کا ہے ہان اگر اوس بکری کو کہیگا کہ مجکو وراثت مین باپ سے پہونچی ہے
اور اوسکا باپ مجہول الحال ہوگا تو البتہ استفسار منقطع ہوجاویگا اور اگر یہ معلوم ہوگا
کہ اوسکے باپ کا تمام مال حرام تھا تو حرمت کھلجاویگی اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اوسکا
اکثر مال حرام تھا تو تناسل کے ہونے اور مدت کے گذرنے اور وراثت کی جاری ہونے

اوسکا حکم متغیر نہوگا پس مال کی اصل کے استفسار مین ان باتون کو تامل کرنا چاہیے
مسئلہ مجھسے یہ سوال ہوا کہ کچھ لوگ صوفی ایک خانقاہ مین رہتے ہین اور جو شخص
متولی خانقاہ ہے اوسکے پاس ایک وقف تو ایسا ہے جو خانقاہ والون کے لیے ہی
اور دوسرا ایسا ہے جو اور لوگون کے لیے ہے اور متولی مذکور دونون وقفون کا مال
ملا کر ان خانقاہ کے لوگون کو کھانا کھلاتا ہے تو اوسکا کھانا صوفیون کو حلال ہے
یا حرام یا شبہہ مین نے یہ جواب دیا کہ اس مسئلہ مین سات اصولون کی طرف رجوع
کرنا چاہیے اصل اول یہ کہ جو کھانا خادم خانقاہ ان صوفیون کے سامنے لاتا ہے
غالبًا اوسکو داد و ستد سے خرید تا ہوگا یعنے الفاظ بیع و شرا کے نہ بولے جاتے ہونگے
اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ داد و ستد سے بدون کہنے الفاظ بیع و شرا کے بیع
درست ہو جاتی ہے خصوصًا کھانے کی چیزون اور کم قیمت والی چیزون مین تو اس
کھانے مین اس اصل کی بموجب صرف شبہہ خلاف ہے دوسری اصل یہ ہے کہ
دیکھنا چاہیے کہ خادم اوس کھانے کو مال حرام دیکر لیتا ہے یا اُدھار خریدتا ہے اگر
مال حرام کے بدلے مین لیتا ہے تو وہ کھانا حرام ہے اور اگر معلوم نہو کہ کیسے خریدتا ہو
تو غالب یہی ہے کہ اودھار لیتا ہو اور ظن غالب پر عمل کرنا درست ہو تو اس اصل کے
بموجب بھی حرمت نہین ثابت ہوتی بلکہ شبہہ احتمال بعید کا پیدا ہوتا ہے یعنی خادم نے
مال حرام دیکر لیا ہو تیسری اصل یہ ہو کہ خادم وہ کھانا کہان سے مول لیتا ہے اگر ایسے
شخص سے مول لیتا ہے جس کا اکثر مال حرام ہے تو درست نہین اور اگر ایسے سے
لیتا ہے جس کا کمتر مال حرام ہے تو اوس مین تامل ہے جیسے ہم نے اوپر بیان کیا
اور جب کہ معلوم نہو کہ کیسے شخص سے لیا تو اس پر عمل کرنا درست ہو کہ اوسنے ایسے ہی سے
لیا ہے جسکا مال حلال ہے یا جسکا حال مشتری کو یقینًا معلوم نہین جیسے مجہول الحال
ہوتا ہے اور ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ مجہول الحال سے خریدنا جائز ہے اسلیے کہ غالب
یہی ہے تو اس اصل سے بھی حرمت نہین پیدا ہوتی بلکہ شبہہ احتمال ہوتا ہے۔
چوتھی اصل یہ کہ کھانا اپنے لیے خرید کرتا ہے یا لوگون کے لیے کیونکہ متولی اور خادم
مثل نائب کے ہوتے ہین اور نائب کو اختیار ہے چاہے اپنے لیے لے چاہے دوسرون
کے لیے لیکن یہ امر یا نیت سے ہوتا ہے یا صریح الفاظ سے اور جس صورت مین

کہ خرید وفروخت سے ہوئی ہے تو الفاظ کہان بولے گئے ہونگے اور غالبا متولی یا
خادم داد وستد کے وقت کچھ نیت نہ کرتا ہوا ور قصائی اور نانبائی اور دوسرے معاملہ کرنیوالے
اوسی پر اعتماد کرتے ہونگے اور اوسکے ہی ہاتھ بیچتے ہونگے۔ اون لوگون کے ہاتھ
جو موجود نہین تو یہ بیع بلاشبہہ متولی کے طرف سے ہو دیگی اور مبیع اوسکی ملک مین
داخل ہوگی اس صورت مین نہ حرمت ہی اور نہ شبہہ لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے
کہ صوفی متولی کی ملک کھاتے ہین۔ پانچوین اصل یہ کہ خادم جو اونکے سامنے کھانا
رکھتا ہے اوسکو ضیافت خواہ ہدیہ بدون عوض نہین ٹھہرا سکتے کیونکہ متولی اسپر
راضی نہوگا بلکہ وہ اسلیے رکھتا ہے کہ اوسکا عوض وقف مین سے ملنے کا اوسکو احتمال
تو واقع مین یہ معاوضہ ہوا مگر بیع اور قرض دینا نہین کیونکہ اگر بالفرض اون سے ثمن
مانگنے لگے تو بعید جانا جاویگا اور قرینۂ حال سے بھی کچھ معلوم نہین ہوتا تو اب اس
صورت کو یہی کہہ سکتے ہین کہ ہدیہ بشرط عوض ہے یعنے ایسا ہدیہ ہے کہ جس مین
ہدیہ کرنیوالے نے کوئی لفظ نہین کہا مگر قرینہ اوسکے حال کا یہ چاہتا ہے کہ عوض کا
طامع ہو اور ایسا ہدیہ صحیح ہے اور عوض بھی لازم ہے اور یہان خادم کو کوئی اور
عوض کی طمع نہین بجز اسکے کہ جو کچھ اون لوگون کا حق وقف مین ہو اوسکو لیوے
اور اوس سے نان بائی اور قصائی اور بقال کا قرض ادا کرے تو اس اصل مین
کچھ شبہہ بھی نہین کیونکہ بطمع عوض ہدیہ دینے اور کھانا سامنے رکھنے مین لفظون کا
کہنا مشروط نہین۔ اور جو لوگ کہ طمع عوض کے ساتھ ہدیہ کو نادرست کہتے ہین اونکے
قول کی پروا نہین کرنی چاہیے۔ چھٹی اصل یہ ہے کہ جو عوض ایسے ہدیہ کا لازم
ہوتا ہے وہ کتنا ہو اسمین اختلاف ہی بعضون کا یہ قول ہے کہ اتنا ہو کہ ادنی درجہ کا
مال کہہ سکین اور بعضون نے یہ کہا ہے بمقدار قیمت ہدیہ کے ہونا چاہیے اور بعض
یہ فرماتے ہین کہ جس قدر سے ہدیہ دینے والا راضی ہو جاوے اوس قدر چاہیے
گو وہ چیز کی قیمت کا دونا تگنا ہو جاوے اور قول صحیح یہی ہے کہ عوض واہب کے
رضا کا تابع ہوتا ہے اگر وہ راضی نہین ہوتا تو مالک کو واپس کر دیتا ہے اور صورت
مفروضہ مین خادم کو جو حق ساکنین خانقاہ کا وقف مین سے ملتا ہے اوسپر راضی ہی
اب یہ تین صورتون سے خالی نہین یا تو یہ کہ جتنا اوسنے کھانے مین صرف کیا

اوسی قدر وقف مین سے ملا تو کچھ خدشہ نہین یا یہ کہ اوس مقدار سے کم ملا اور اوس پر
خادم راضی ہو گیا تو اس صورت مین بھی معاملہ ٹھیک ہوا یا یہ کہ خادم راضی نہ ہوتا
بشرطیکہ اوسکے قبضہ مین دوسرا وقف نہوتا جسکو وہ انھین ساکنین کی قوت سے
تحصیل کرتا ہے تو اس صورت مین وہ ایسے عوض پر راضی ہوا جس مین کچھ حلال ہے
اور کچھ حرام مگر حرام اون رہنے والون کے ہاتھ مین نہین آیا تو یہ ایسی صورت ہوئی
کہ گویا چیز کے ثمن مین خلل واقع ہوا جس کا حکم پہلے ہم لکھ آئے کہ کونسی صورت مین
حرمت کا مقتضی ہے اور کونسی مین شبہہ کا اور یہ مقتضی حرمت کا نہین جیسے ہم نے
اوپر تفصیل کی ہے اور نہ یہ ہے کہ جس ہدیہ کے سبب سے ہدیہ دینے والا حرام تک
پہونچے وہ ہدیہ خود حرام ہو جاوے — **ساتوین اصل** یہ ہے کہ خادم نان بائی اور
قصائی اور بقال کا قرض دونون وقفون کے پیداوار سے ادا کرتا ہے پس اگر
جتنا کھانا صوفیون نے کھایا اوسی قدر اونکے وقف مین سے اون لوگون کو پاس
پہونچا ہے تو معاملہ ٹھیک ہوا اور اگر اوس قدر سے کم پہونچا ہے تو انجام کو وہ راضی
ہو گئے ہین خواہ ثمن حلال کا تھا یا حرام کا تو یہ صورت بھی کھانے کی ثمن مین خلل پڑنے کی
ہوئی اس مین اوس بیان کو دیکھنا چاہیے جو ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ اودھار خریدے
اور ثمن مال حرام سے ادا کرے اور یہ صورت اوس وقت ہے کہ یقیناً معلوم ہو کہ مال حرام
سے ثمن ادا کیا اور اگر اوس مین یہ بھی احتمال ہو کہ مال حلال ہی سے ادا کیا ہے تو
شبہہ اور بھی کم ہو جاویگا - ان سب اصلون کے بیان کرنے سے یہ حکم نکلا کہ صوفیونکو
اوس مال کا کھانا حرام نہین بلکہ شبہہ کے مال کا کھانا ہے جو ورع سے بعید ہے اسلیے کہ
یہ اصول جب بہت ہوئین اور ہر ایک مین کچھ نہ احتمال رہا تو نفس مین حرمت کا
احتمال قوی ہو گیا جیسے خبر مین اسناد طویل ہوتی ہے تو کذب کا احتمال زیادہ ہوتا ہے
بہ نسبت اوس صورت کے کہ اسناد قریب ہو - غرضکہ اس واقعہ کا حکم یہ ہے اور یہ
کثیر الوقوع ہے اور ہم نے اوسکو اسلیے لکھا تا کہ تمکو معلوم ہو کہ جو مسائل پیچیدہ اور
مشتبہ ہوتے ہین اونکا حکم کس طرح چاہیے اور اونکے اصول کس طرح بنانے چاہیین
کیونکہ یہ بات اکثر مفتیون کو نہین آتی

چوتھی فصل اس امر کے بیان مین کہ توبہ کرنے والا حقوق مالی سے کسطرح بری ہو

واضح ہو کہ جو شخص توبہ کرے اور اوسکے قبضہ مین مال مختلط ہو تو اوسپر دو باتین لازم ہین اول جدا کرنا مال حرام کا اپنے مال مین سے دوم اوسکا صرف کرنا اسلیے اس فصل کو دو بیانون مین منقسم کیا جاتا ہے

بیان اول مال حرام کی تمیز اور علحدہ کرنے کی کیفیت مین۔ جاننا چاہیے کہ جو شخص توبہ کرے اور اوسکے قبضہ مین کوئی معین چیز غصب یا ودیعت وغیرہ کی بوجہ حرام ہو تو اوسکو اوسکا علحدہ کرنا سہل ہے اور اگر مال حرام اوسکے مال مین ملا جلا ہو تو اوسکی دو صورتین ہین یا تو ایسا مال ہے جو مثلی یعنے وزنی خواہ کیلی ہے جیسے غلہ اور روپیہ اشرفی اور تیل وغیرہ یا ایسا ہے جو مثلی نہین جیسے غلام اور گھر اور کپڑے تو اگر مال مثلی ہو یا مال حرام ہین سب مین ملا جلا ہو مثلاً ایک شخص نے تجارت سے کچھ مال پیدا کیا اور جانتا ہے کہ مین نے بعض مال کو نفع پر بیچنے مین جھوٹ بولا ہے اور بعض مین سچ کہا ہے یا کسی شخص نے تیل غصب کرکے اپنے تیل مین ملا لیا یا غلہ اور نقد روپیہ اشرفی مین ایسا ہی کیا تو اب دو حال سے خالی نہین یا تو مال حرام کی مقدار اوسکو معلوم ہے یا نہین اگر معلوم ہے یعنی جانتا ہے کہ مثلاً سب مال مین نصفی حرام ہے تو اوسکو چاہیے کہ نصف مال علحدہ کر دے اور اگر مقدار معلوم نہو تو اوسکے دو طریق ہین اول یہ کہ یقین کو اختیار کرے دوم یہ کہ غلبہ ظن پر عمل کرے چنانچہ رکعات نماز کے مشتبہ ہونے کی صورت مین علما کے دو قول ہین اور ہم نماز کے باب مین یقین ہی کو اختیار کرتے ہین اسلیے کہ اصل تو یہی ہے کہ رکعات مصلی کے ذمہ ہین تو وہی حکم رہیگا اور اوس مین بدون علامت قوی کے کوئی تبدیل نہو گی اور رکعتون کے شمار مین کوئی علامت ایسی نہین جسکا اعتبار کیا جاوے اور یہ صورت مال مین نہین کیونکہ یہان یہ نہین کہہ سکتے کہ جسقدر اوسکے قبضہ مین ہے سب حرام ہے بلکہ مشتبہ ہے اسی لیے اوسکو غلبہ ظن پر اجتہاد سے عمل کرنا درست ہو مگر ورع یہ ہے کہ یقین کو اختیار کرے پس اگر ورع کا ارادہ کرے تو اوسمین اجتہاد کا طریقہ یہ ہے کہ جسقدر مین حلال ہونے کا یقین ہو اوسی کو رکھے اور کچھ نہ رکھے اور اگر غلبہ ظن کو اختیار کرنا چاہے تو اوسکا طریق یہ ہے کہ جو مال اوسکے قبضہ مین ہو اوسمین مثلاً نصف تو حلال ہے اور ثلث حرام ہے تو اس صورت مین ایک سدس مال کا مشکوک رہا اوس مین غلبہ ظن پر

عمل کرے اور ہر حال میں اکل کا طریق یہی ہے کہ جتنی مقدار یقینی حرام ہو اوسکو علیحدہ کردے اور جسقدر یقیناً حلال ہو اوسکو علیحدہ رکھے اور جسقدر میں تردد ہو اوس میں اگر غلبہ ظن حرمت کا ہو تو جدا کردے اور اگر حلت غالب ہو تو اوسکا رکھہ لینا درست ہے اور ورع یہ ہے کہ اوسکو بھی جدا کردے اور اگر غلبہ ظن کسی طرف نہو بلکہ شک ہو تو اوسکو رکھہ لینا جائز ہے اور ورع کی رو سے اوسکو نکالنا چاہیے اور یہ ورع موکد تر ہے کیونکہ مال مشکوک ہے اور اوسکا رکھہ لینا صرف اس اعتماد پر تھا کہ وہ مالک کے قبضہ میں ہے اور اس سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ حلت کی وجہ غالب ہے مگر یہ وجہ اختلاط حرام کی یقین کے بعد ضعیف ہو گئی اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اصل تو حرمت ہے تو ایسی ہی چیز لیوے جس میں غلبہ ظن حلال ہونیکا ہو اور یہان دونون طرفون میں سے کسی کو ترجیح نہین اور ہمارے نزدیک فی الحال کوئی ترجیح معلوم نہین ہوتی تو یہ صورت مسائل مشکلہ سے ہو گئی - اب اگر یہ کہو کہ یہ تو مانا کہ اوسنے یقینی بات کو اختیار کیا لیکن جس مال کو وہ نکالیگا اوسکو کیا معلوم ہے کہ حرام وہی ہے شاید جو اوسکے پاس بچیگا حرام وہی ہو تو ایسی صورت مین اوسکا حرام کو علیحدہ کرنا بیکار ہوا اور اگر یہ صورت درست ہے تو یہ بھی درست ہونی چاہیے کہ جب ایک مردار نو ذبیحون میں ملجاوے تو دسوان حصہ کل کا ہوا اس صورت مین وہ شخص جونسی ایک کو چاہے حرام جانکر نکالڈالے اور باقی نو کو رہنے دے اور اونکو حلال جانے لیکن تم اسمین یہ کہتے ہو کہ شاید حرام اونہین مین ہو جو اوسنے رکھہ لی ہین بلکہ اگر وہ نو کو نکالڈالیگا اور ایک رکھہ لیگا تب بھی حرام کہتے ہو اسی احتمال سے کہ شاید مردار وہی ایک ہو تو یہان مال باقی کو کیسے حلال تبلاتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض جب درست ہوتا کہ مال اور مردار کا ایکسا حال ہوتا حالانکہ مال تو عوض نکالنے سے حلال ہو جاتا ہے اسلیے کہ معاوضہ مال پر جاری ہے اور مردار مین معاوضہ چل نہین سکتا اسلیے دونون کا حکم جدا جدا ہوا اب اس اعتراض کے دفع کرنے کے لیے ہم فرض کرتے ہین کہ ایک شخص کے پاس دو درم ہین جنمین سے ایک حرام ہے اور وہ معلوم نہین کہ کونسا ہے حضرت امام احمد رح سے جو اس قسم کا سوال ہوا تو آپنے فرمایا کہ دونون کو چھوڑ دے یہان تک کہ اوسکو معلوم ہو جاوے اور آپ

ایک برتن گرو رکھا تھا جب قرض ادا کیا تو مرتہن آپ کے سامنے دو برتن لے آیا اور کہا کہ مجکو معلوم نہیں کہ آپ کا برتن کونسا ہے آپنے دونون کو نہ لیا مرتہن نے کہا کہ آپ کا برتن یہ ہے مجکو فقط آپ کا امتحان منظور تھا آپنے اوسکا قرض دیدیا اور برتن نہ لیا اور یہ آپ کا ورع تھا یہ بات وجب نہیں مثلاً مسئلہ مذکورہ مین فرض کرو کہ اوس درم تالی کا مالک معین اوسوقت موجود ہے توجب قابض نے اوسکو دو درمون سے ایک دیدیا اور حقیقتِ حال کو جانکر راضی ہو گیا تو قابض کو دوسرا درم حلال ہو گیا اسلیے کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ درم جو مالک کو ملا خدا ے تعالی کے علم مین وہی ہے جو قابض نے اوس سے لیا تھا تب تو مقصود حاصل ہو گیا اور اگر وہ دوسرا درم ہے تو اس صورت مین ان دونون شخصون مین سے ہر ایک کا درم دوسرے کے پاس ہے تو احتیاط یہی چاہتی ہے کہ یہ ایک دوسرے سے بلفظ بیع معاوضہ کرلین اور اگر نہ کرینگے تب بھی داد وستد سے ایک کا حق دوسرے کے حق سے مجرا ہو جائیگا تو یہ ایسی صورت ہوئی کہ غاصب کے پاس سے مالک کا درم جاتا رہا اور اوسکا بعینہ ملنا دشوار ہو گیا تو تاوان کا مستحق ہوا پس جو درم مالک کے پاس آیا وہ گویا تاوان اوسکے درم کا دوسرے شخص سے ملا ہے اور یہ صورت مالک کی جانب تو بنگئی اسلیے کہ جسکی خاطر ضمان لیا جاتا ہے وہ شخص ضمان کا مالک بفور قبضہ کرنے کے ہو جاتا ہے کچھ منہ سے کہنے کی ضرورت نہیں مگر قابض کیجانب یہ صورت نہیں بنتی کیونکہ اوسکے پاس کا درم اگر خود اوسکا نہیں تو اوسکی ملک میں داخل نہیں ہوا مگر ہم کہتے ہین کہ اگر اوسنے خاص اپنا درم مالک کو دیدیا تو اوس کا بھی ایک درم مالک کے ہاتھ مین جاتا رہا جس کا بعینہ ملنا ممکن نہیں تو وہ بھی ایسا جیسا کھو یا جاوے تو وہ درم جو اوسکے پاس رہا وہ خدا کے علم مین اوسی کا عوض رہا جو اوسکا کھو یا گیا اگر واقع مین ایسا ہی ہوا ہے اور یہ مبادلہ خدا ے تعالی کے علم مین ہو جاویگا جیسے دو آدمی ایک دوسرے کا ایک درم ضائع کر دین تو بدلہ ہو جاویگا اور کسی سے تاوان نہ لیا جاویگا بلکہ اگر اسی صورت مفروضہ مین دونون شخص اپنے اپنے ہاتھ کا درم دریا مین ڈالدین یا جلادین تو ایسا ہی ہو جیسے تلف کر دیا اور کسی پر تاوان نہو گا کیونکہ ایک دوسرے کا حق مجرا ہو گیا تو ایسا ہی

اوس صورت مین حکم چاہیے جب کہ تلف نہ کیا ہو کیونکہ اس حکم کا قائل ہونا اس سے
اچھا ہے کہ یون کہا جاوے کہ جو کوئی ایک درم حرام لیکر دس لاکھہ مین دوسرے کے
ملا دیوے تو سارا مال دوسرے شخص پر ممنوع التصرف ہو جائیگا اوس مین اوس کو
تصرف کرنا درست نہین تو دیکھو کہ اس مذہب مین کتنی دوری ہے اور جو حکم ہم نے
بیان کیا ہے اوس مین بجز اسکے اور کوئی بات نہین کہ لفظ بیع کو ترک کر دیا ہے حالانکہ
داد و ستد بھی بیع ہے اور جو کوئی اوسکو بیع نہین کہتا تو ایسی جگہہ نہین کہتا کہ اوس مین
احتمال کو دخل ہو اس وجہ سے کہ فعل اوسکی دلالت کو ضعیف کر دیتا ہے اور جسجگہہ
کہ تلفظ ہو سکتا ہو اور یہان اور کا دینا اور اپنا لینا قطعاً مبادلہ کے سبب سے ہے اور بیع
ہو نہین سکتی اسلیے کہ مبیع نہ تو مشار الیہ ہے اور نہ بعینہ معلوم ہے علاوہ ازین بعض
صورتین ایسی ہین کہ وہ بیع کو قبول نہین کرتین جیسے مثلاً ایک رطل آٹا دوسرے کے
ہزار رطل آٹے مین ملا دے یا دوشاب خرما یا چھوہارے اسی طرح ملا دے اور
یہی حال ہر ایک چیز کا ہے جسکا ایک حصہ دوسرے کے بدلے مین بیع نہین کیا جاتا
اب اگر کوئی یون کہے کہ تمنے اس جیسی صورت مین اپنے حق کے موافق لے لینے کو
جائز رکھا ہے اور اوسکو بیع قرار دیتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوسکو ہم بیع قرار نہین دیتے
بلکہ یہ کہتے ہین کہ چونکہ وہ چیز عوض ہے اوس چیز کا جو دوسرے کے پاس سے
جاتی رہی اسلیے وہ اوسکا مالک ہو جاویگا جیسے کسی کے چھوہارے دوسرے شخص نے
تلف کر دیے اور مالک نے اوسی قدر تلف کنندہ کے لیلیے تو وہ اونکا مالک ہو جاویگا
اور یہ اوس صورت مین ہے کہ مال والا بھی اس بات پر اوسکا موافق ہو اور اگر
وہ موافق نہو اور یون کہے کہ مین تو ہرگز درم کوئی نہ لونگا بلکہ جو خاص میرا تھا وہی
لونگا اگر وہ رل مل گیا ہے تو مین نہ چھوڑتا ہون نہ معاف کرتا ہون اور تجھے تیرا مال
بیکار کیے دیتا ہون کہ تو بھی تصرف نہ کرے تو اس صورت مین ہم کہتے ہین کہ قاضی
پر لازم ہے کہ اوس شخص کی طرف سے نائب ہو کر اوسکا حق دوسرے شخص کے
پاس سے قبضہ کرے تاکہ باقی مال اوسکو حلال ہو جاوے کیونکہ یہ حق والے کی
ہٹ دھرمی اور تنگ گیری ہے اور شریعت مین کہین ایسی تنگی وارد نہین ہوئی
اور اگر قاضی بھی نہ ملے تو مالک مال کو چاہیے کہ کسی شخص دیانت دار کو کہدے کہ

کہ وہ حقدار کی طرف سے اوسکا حق قبض کرلے اور اگر ایسا شخص بھی نہ ملے تو وہ شخص خود متولی قبض ہوکر اوسکا حق اس نیت سے علیحدہ کردے کہ یہ اوسکو دیدونگا اس صورت مین یہ حق اوس حقدار کے لیے متعین ہوجائیگا اور باقی مال اوسکو حلال ہوجائیگا اور یہ بات مائعات کے مختلط ہوجانے کی صورت مین ظاہر اور لازم ہے اب اگر یہ کہو کہ اس تقریر کی بموجب چاہیے کہ حقدار کا حق اوسکے ذمہ اودھار ہوجاوے تو پھر اول جدا کرنیکی اور باقی مین تصرف کرنے کی کیا حاجت ہی پہلے ہی سے اوسکو لے لینا حلال ہونا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ بعض لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جبتک مقدار حرام کی رہے تب تک اوسکو اوس مین سے لینا حلال ہے مثلاً سو روپیہ مین اگر چار ملاوین تو چھیانوے روپیہ تک لینا درست ہو اور کل کا لینا درست نہین اور نہ کوئی اوسکو جائز کہتا ہے اور بعض لوگون نے فرمایا ہے کہ جبتک مقدار حرام مال مین سے بسبب توبہ اور قصد ابدال کے جدا نہو جاوے اوسوقت تک اوسکو لینا درست نہین اور کچھ یہ کہتے ہین کہ دوسرے کو اوس شخص سے لینا درست ہے مگر اوسکو دینا نچاہیے اگر وہ اوس مال کو تصرف کر کے کسی اور کو دیگا تو گناہ اوسکے ذمہ ہوگا نہ لینے والے کے ذمہ لیکن کل مال کا لینا کسی نے تجویز نہین کیا اور یہ اسلیے کہ اگر مالک پیدا ہو تو وہ اوس سب مال مین سے اپنا حق لے سکتا ہے کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ شاید جو مجکو ملیگا وہ بعینہ میرا حق ہو اور جب قابض قدر حرام کو معین کردیگا اور غیر کا حق نکال کر علیحدہ کردیگا تو یہ احتمال جاتا رہیگا پس اس احتمال کی جہت سی اس مال کو دوسرے مال پر ترجیح دیجاویگی اور جو چیز کہ اقرب الی الحق ہوتی ہے اوسکو مقدم کیا کرتے ہین جیسے مثل کو قیمت پر مقدم کرتے ہین اور خود بعینہ چیز کو مثل پر مقدم کرتے ہین اسی طرح جسمین رجوع بمثل کا احتمال ہو وہ اوس پر مقدم ہوگی جس مین قیمت کی طرف رجوع کا احتمال ہو اور جس مین رجوع بالعین کا احتمال ہو وہ اوس سے مقدم ہوگی جس مین رجوع بالمثل کا احتمال ہو اور اگر بالفرض قابض کے لیے یہ بات درست ہووے کہ وہ دوسرے کا مال اپنے ذمہ اودھار کرکے اوسکا حق صرف کر ڈالے تو دوسرے درم والے کو بھی درست ہونا چاہیے کہ دونون درم لیکر تصرف کر ڈالے اور قابض سے کہے کہ تیرے حق کو ادا کرنا وہ میرے

جگہ

جگہ سے میرے ذمہ ہے کیونکہ اختلاط تو دونون کی چیز کا ہے تو قابض کے لیے کونسی ترجیح ہے کہ دوسرے سے اس باب مین مقدم کیا جاوے یا دوسرے کے مال کو فائت قرار دیا جاوے ہان اگر کمتر بہت مین ملگیا ہو تو فرض کرسکتے ہین کہ تھوڑا بہت مین جاتا رہا جس نے ملایا اوسکے اعتبار سے قرار دے سکتے ہین کہ یہ اپنے فعل سے دوسرے کے حق کا تلف کرنیوالا ہوا اور یہ دونون باتین یہان نہین اور یہ معاوضہ مثلی چیز وغیرہ واضح ہے اسلیے کہ مثلی چیزین اتلافات مین بدون عقد کے بھی عوض ہوجاتی ہین لیکن جس صورت مین کہ کوئی مکان اور مکانون مین یا ایک غلام دوسرے غلامون مین مشتبہ ہو جاوے تو اوس مین سبیل بجز صلح اور تراضی کے اور کچھ نہین اور اگر وہ نمانے بدون اس بات کی خاص اپنا ہی لے اور قابض سے یہ ہوسکتا ہو اور دوسرا یہ چاہے کہ قابض پر سب ملک اوسکی بیکار اور ملتوی کردے تو اگر یہ مکانات ایک دوسرے کے مثل ہون تب تو یہ طور ہے کہ قاضی سب مکانات کو بیچ کر حصہ رسد اونکی قیمت مالکون کو دیدے اور اگر مکانات قیمت مین مختلف ہون تو قاضی بیع کے طالب سے سب سے نفیس گھر کے دام لیکر جو بیع نہین چاہتا تھا اوسکو ادنی کی قیمت حوالہ کردے اور جسقدر بیچ رہے اوس مین توقف کرے جبتک کہ مدعی بیان کرے یا آپس مین دونون صلح کرلین اسلیے کہ یہ صورت مشکل ہے اور اگر قاضی نہ ملے تو جو شخص کہ اپنے آپ کو حرام سے بچایا چاہتا ہے اور کل پر قابض ہے وہ خود اس امر کا کفیل ہو بہتری اسی مین ہے اور اسکے سوا اور احتمالات ضعیف ہین جنکو ہم پسند نہین کرتے اور بیان سابق مین اسکی وجہ بھی پائی جاتی ہے اور اختلاط مثلیات مین تو یہ امر ظاہر ہے اور نقدین مین اوس سے کم ہے اور اسباب مین دقیق تر ہے اسلیے کہ وہ ایک دوسرے سے بدل واقع نہین ہوتا اسی لیے اوس مین بیع کی حاجت ہوئی۔ اب ہم کچھ مسائل لکھتے ہین جن سے اس اصل کا بیان کامل ہو۔ **مسئلہ** ایک شخص کسی دوسرے شخصون کے ساتھ مورث کا وارث ہی اور حاکم نے اونکے مورث کی کوئی زمین چھین لی تھی اب حاکم مذکور نے وہی قطعہ اوس شخص کو پھیر دیا تو وہ سب وارثون کا ہوگا اور اگر اوس قطعہ کا نصف پھیرا اور اسکا حق بھی ترکہ مین نصف ہی ہے تب بھی دوسرے وارث اسکے شریک رہینگے کیونکہ جو نصف اوس کا ہے وہ علیحدہ

زمین ہے تاکہ یہ کہا جاوے کہ اوسکا نصف پھر آیا اور باقی ضبط رہا اور بادشاہ کی نیت اور قصد سے بھی علیحدہ نہو گا اگر وہ نیت کرے کہ دوسرون کا حصہ ہی ضبط رکھونگا۔

مسئلہ جب ایک شخص کے پاس کسی ظالم بادشاہ سے لیا ہوا مال ہو اور وہ توبہ کرے اور مال مذکور کوئی زمین ہو جس سے کچھ پیداوار اوسکو ملا کرتا تھا تو چاہیے کہ جتنے دنون اوسکا بیہ اوار کھایا ہو اوتنے دنون کا کرایہ موافق معمول گرد و پیش کے مالکو دیوے اسی طرح جس مال مغصوب مین سے نفع حاصل ہو سب کا حکم یہی ہے یعنی اوسکی توبہ جبھی درست ہوگی کہ مغصوب کی اجرت اپنے پاس نہ رکھیگا یا جو زیادتی اوس مین سے حاصل ہوئی ہو اوسکو مال مین سے علیحدہ نہ کریگا اور غلامون اور کپڑون اور برتنون اور ایسی ہی اور چیزون کا کرایہ جنکے کرایہ دینے کی عادت نہو معلوم ہو ناسے اوسکا اندازہ صرف اٹکل اور تخمین پر منحصر ہے اور قیمت لگانا بہرحال اجتہادی سی ہوتا ہے تو ایسی صورتون مین احتیاط یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ اجرت لگالیوے اور مال مغصوب سے اگر نفع اسطرح حاصل ہوا ہو کہ چیزین اودھار خریدین اور اونکا دام اوس مال مین سے ادا کیا تو وہ چیزین اسکی ملک ہونگی مگر جس صورت مین کہ اونکا ثمن حرام ہوگا تو اومین شبہ ہوگا چنانچہ اوسکا حکم پہلے مذکور ہوا اور اگر مال مغصوب ہی دیکر معاملات کیے تھے تو وہ معاملے بالکل فاسد تھے اور بعض یہ کہتے ہین کہ اگر مالک مال اجازت دیدے تو وہ معاملات نافذ ہونگے اس صورت مین وہ چیزین مالک کی ہونگی نہ غاصب کی اور قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ معاملات فسخ ہو کر ثمن پھیرا جاوے اور جس کی جو چیز ہو وہ اوسکو حوالہ کیجاوے یا اوسکا عوض دیا جاوے اور اگر کثرت معاملات کی جہت سے یہ بات نہو سکے تو جتنا مال اوسکے قبضہ مین ہے سب حرام ہے مالک کو اوسکے راس المال کے موافق دیکر جتنا بچے اوسکو نکالنا واجب ہے تاکہ صدقہ کیا جاوے اور وہ نہ غاصب کو حلال ہے اور نہ مالک کو بلکہ اوسکا حکم اور حرام مالون کا سا ہے

مسئلہ جو شخص مال ارث مین پاوے اور یہ نجانے کہ اوسکے مورث نے اوس کو حلال وجہ سے حاصل کیا تھا یا بوجہ حرام اور کوئی علامت بھی نہین جس سے حلت یا حرمت معلوم ہو تو سب علما متفق ہین اس بات پر کہ وہ مال حلال ہے اور اگر اوسکو یہ معلوم ہو یقیناً کہ اوس مین حرام ہے اور مقدار حرام مین شک ہو تو اندازہ سے

قدر حرام علیحدہ کر دے اور اگر مال حرام کے ہونے کا علم نہو مگر یہ جانتا ہو کہ مورث بادشاہ کا عامل تھا اور احتمال ہو کہ اوسنے اپنے عمل مین کچھ نہین لیا یا لیا تھا مگر طول مدت کے باعث اوسکے پاس نہین بچا تو یہ صورت شبہہ کی ہے اس سے ورع کرنا بہتر ہے واجب نہین اور اگر اوسکو یہ معلوم ہو کہ مورث کا کسی قدر مال ظلم کی وجہ سے تھا تو اوسپر اوس مقدار کا نکالنا لازم ہوگا اور بعض علما نے یہ فرمایا ہے کہ اوسپر نکالنا لازم نہین اور گناہ مورث کے ذمہ ہے اور اپنی دلیل مین اس روایت کو بیان کیا ہے کہ ایک شخص سلطان کا عامل مرگیا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ اب اوسکا مال اوسکے وارث کے حق مین طیب ہو گیا اور یہ روایت ضعیف ہے اسوجہ سے کہ صحابی کا نام نہین بیان کیا شاید کسی ایسے شخص نے کہا ہو جو تساہل کرتے ہون کہ صحابہ مین ایسے بھی بعض اشخاص تھے جو تساہل کیا کرتے تھے اور صحبت کی تعظیم کے باعث ہم اونکا ذکر نہین کرتے سوچنے کی بات ہے کہ جب مال مین حرام یقیناً مختلط ہو تو قابض کی موت سے وہ مباح کیسے ہو جائیگا اور اسکا ماخذ کہان سے ہوگا ہان جس صورت مین کہ وارث کو معلوم نہو تو یہ کہہ سکتے ہین کہ جس بات کا علم اوسکو نہین اوسکا مواخذہ اوس سے نہوگا اس صورت مین جس وارث کو یہ علم نہوگا کہ اس مال مین یقیناً حرام ہے اوسکے لیے وہ طیب ہوگا

دوسرا بیان مال حرام کے صرف کرنے کے ذکر مین — جبکہ مال حرام کو علیحدہ کرے تو اب تین حال سے خالی نہین ایک یہ کہ اوس مال کا کوئی مالک معین ہے اس صورت مین اوس مال کو مالک خواہ اوسکے وارث کو حوالہ کرنا چاہیے اور اگر وہ اوس جگہہ نہو تو اوسکے آنے کا انتظار کرنا چاہیے یا جس جگہہ ہو اوس جگہہ وہ مال اوسکو پہونچا دے اور اگر اوس مال مین کچھ زیادتی اور نفع ہو تو مالک کی آنے تک اوسکو بھی جمع کر رکھے — دوسرے یہ کہ اوسکا مالک معین شخص نہین اور اوسکی تعیین سے یاس ہو جاوے اور یہ بھی معلوم نہو کہ مرنے کے بعد اوسکا کوئی وارث بچا یا نہین پس اس صورت مین مالک کو اوس مال کا پہونچنا ممکن نہین تو جبتک حال خوب واضح نہو اوس مال کو رہنے دینا چاہیے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مالکون کی کثرت کے باعث مال کا اونکو واپس کرنا غیر ممکن ہوتا ہے جیسے مال غنیمت کی خیانت کہ بعد غازیون کے متفرق ہو جانیکے اونکو اکٹھا کیسے کرے اور اگر جمع بھی کر لے

تو ایک دینار کو مثلاً ایک دو ہزار شخصوں کو کس طرح تقسیم کرے تو ایسے مال کو صدقہ کرنا چاہیے
تیسرے یہ کہ وہ مال فی کا یا بیت المال کا ہے جو سب مسلمانوں کے فائدہ کے لیے
ہوتا ہے تو اوسکو پلوں اور مسجدوں اور سرایوں اور مکہ معظمہ کی راہ کے چشموں وغیرہ
امور کی تیاری میں صرف کرنا چاہیے تاکہ جو مسلمان وہاں کو گذرے اونسے فائدہ اوٹھاوے
اور مسلمانوں کے لیے عام ہوجاوے - اور قسم اول کے حکم میں کچھ شبہہ نہیں مگر دوسری
قسم کا حکم جو صدقہ کرنا اور تیسرے میں پل وغیرہ بنانا یہ کام ایسے ہیں کہ انکا کفیل قاضی
کو ہونا چاہیے تو اگر قاضی متدین ملے تو مال مذکور اوسکو حوالہ کرے اور اگر قاضی مال
حرام کو حلال جانتا ہوگا تو ایسے کو مال حوالہ کرنیسے مال کا تاوان اوسکے ذمہ رہیگا
ایسی صورت میں شہر والوں میں سے کسی عالم متدین کو یہ کام سپرد کردے یا قاضی
کے ساتھ اوسکو شریک کردے کہ ایک سے دو بہتر ہیں اور اگر یہ صورت بھی نہ بن پڑے
تو خود اپنے آپ اون امور کا کفیل ہو کیونکہ غرض تو صرف کرنیسے ہے اور معین صرف
کرنے والے کی ضرورت اسلیے ہے کہ عوام کے مصالح کے دقائق اور مصارف کی
باریکیوں سے ہر کوئی واقف نہیں ہوتا تو جب ایسا شخص نہ ملے تو اصل صرف کردینا
چھوڑنا نہ چاہیے ہاں اگر واقف کار اور دیانت دار میسر ہو تو اوسکا ہونا اولی ہے -
اب اگر یہ کہو کہ حرام چیز کے صدقہ کرنیکے جواز کی دلیل کیا ہے اور جس چیز کا آدمی
مالک نہیں اوسکو صدقہ کیسے کریگا علاوہ ازین کچھ لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ مال حرام
سے صدقہ دینا درست ہی نہیں چنانچہ فضیل رح سے منقول ہے کہ اونکے پاس دو درم
آگئے جب اونکو معلوم ہوا کہ یہ بے وجہ کے ہیں تو اونکو پتھروں میں پھینکدیا اور فرمایا کہ میں
صدقہ بجز مال طیب کے اور کسی چیز کا نہ دونگا اور دوسرے کے لیے وہ چیز نہیں پسند کرتا
جسکو میں اپنے لیے ناپسند کروں تو اسکا جواب یہ ہے کہ مال حرام کو صدقہ نکرنیکی وجہ
اور احتمال ہے مگر ہمنے اوسکا خلاف حدیث اور اثر اور قیاس کے لحاظ سے اختیار کیا
حدیث یہ ہے کہ جو بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھنی ہوئی پیش ہوئی تھی
اور آپ سے بولی تھی کہ میں حرام ہوں تو آپ نے اوسکے لیے تصدق کا ارشاد
کیا تھا یعنی فرمایا کہ اسکو قیدیوں کو کھلا دو اور نیز جب یہ آیت اوتری الم
غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ تو کفار نے

آپ کو جھٹلایا اور حضرت صدیق اکبر رض سے کہا کہ تم دیکھتے نہین تمھارے یار کیا فرماتے ہین یون ارشاد کرتے ہین کہ روم عنقریب غالب ہوگا پس حضرت صدیق اکبر رض نے باجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اون سے شرط بدلی اور جب اللہ تعالی نے اونکو سچا کیا تو حضرت صدیق رض جو کچھ شرط مین جیتے تھے کفار سے لیکر آپ کی خدمت مین لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حرام ہے اونھون نے اوسکو خیرات کردیا اور مسلمان اللہ تعالی کی نصرت عطا فرمانے سے خوش ہوئے اور قمار کی حرمت بعد کو اتری یعنے آپ حضرت صدیق رض کو کفار سے شرط بدنے کی اجازت دے چکے تھے اوسکے بعد قمار کی حرمت نازل ہوئی - اور اثر اس باب مین یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رض نے ایک لونڈی خریدی مگر اوسکا مالک پھر نہ ملا کہ اوسکو ثمن حوالہ کرتے آپنے اوسکی بہت تلاش کی کہین نہ ملا پھر آپنے ثمن خیرات کردیا اور کہا کہ الٰہی یہ مین اوسکے مالک کی طرف سے دیتا ہون اگر وہ راضی ہو تو خیر ورنہ اس کا ثواب مجکو ملے - اور حضرت حسن بصری رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مال غنیمت مین خیانت کی اور بعد لشکر کے متفرق ہونیکے توبہ کی تو اوس مال کو کیا کیا جاوے فرمایا کہ خیرات کردیا جاوے - اور روایت ہے کہ ایک شخص کے دل مین بدی آئی اوسنے مال غنیمت سے سو دینار چرائے پھر امیر لشکر کی خدمت مین اونکو لے گیا کہ یہ مجھسے قصور ہوا تھا اب انکو لے لیجیے اونھون نے فرمایا کہ لشکر متفرق ہوگیا مین نہین لونگا وہ شخص امیر معاویہ رض کے پاس آیا اونھون نے بھی دو دینار نہ لیے تب وہ ایک عابد کے پاس گیا اوسنے کہا کہ اس مال کا پانچوان حصہ امیر معاویہ رض کے حوالہ کر اور باقی کو خیرات کر امیر معاویہ رض نے جو اوسکا قول سُنا تو افسوس کیا کہ ہمکو یہ نسوجھی اور احمد بن حنبل اور حارث محاسبی اور کچھ اہل ورع کا مذہب یہی ہے اور قیاس اس باب مین یہ ہے کہ اس مال کا دو حال مین سے ایک حال ضرور ہوگا یا تو تلف کیا جاوے یا کسی مصرف خیر مین صرف کیا جاوے اسلیے کہ اوسکے مالک کے ملنے کی تو توقع ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سمندر مین ڈالدینے کی نسبت کار خیر مین اوسکا صرف کرنا بہتر ہے کیونکہ اگر بالفرض ہمنے اوسکو دریا مین ڈال دیا تو اپنے آپ سے بھی کھودیا اور مالک سے بھی اور اوس سے کچھ فائدہ نہوا اور اگر کسی فقیر کو دیدینگے

تو وہ مالک کے لیے دعا کریگا پس مالک کو اوسکی دعا کی برکت ملیگی اور فقیر کی حاجت دفع ہوگی اور صدقہ مین مالک کو بدون اوسکے اختیار کے ثواب ملنے کا انکار نہین چاہیے کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ کاشتکار اور درخت لگانیوالے کو اوسکی کھیتی اور پھلون مین سے جسقدر آدمی اور پرند کھاتے ہین ثواب ملتا ہے اور یہ اوسکے بدون اختیار ہی ہے اور یہ جو قول نقل کیا کہ صدقہ بجز مال طیب کے اور کا نہ دونگا تو یہ اوس صورت مین ہے کہ ہم اپنے لیے ثواب کے خواہان ہون اور یہان تو صورت یہ ہے کہ ہم اس مظلمہ سے چھوٹنے کے طالب ہین ثواب کے خواہان نہین اور مال کے تلف کر ڈالنے اور خیرات کر دینے مین متردد ہین اور خیرات کی جانب کو ضائع کرنے کی جانب پر ترجیح دیتے ہین اور یہ جو کسی کا قول تھا کہ ہم غیر کے لیے وہی پسند کرتے ہین جو اپنے لیے پسند کرتے ہین تو یہ ٹھیک ہے مگر مال مذکور ہمپر حرام ہے کہ ہمکو اوسکی حاجت نہین اور فقیر کے لیے حلال ہے کیونکہ دلیل شرعی نے اوسکو حلال کیا ہے اور جب کہ مصلحت مقتضی حلت کی ہوئی تو حلال کہنا واجب ہی اور جس صورت مین کہ وہ مال فقیر کو حلال ہوا تو ہم اوسکے لیے حلال ہی کو پسند کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اوسکو جائز ہے کہ اوس مال کو اپنے نفس اور عیال پر تصدق کرے بشرطیکہ فقیر ہو اہل و عیال پر تصدق تو اسلیے کہ اونکے اہل و عیال مین ہونے سے اوسکی فقیری جاتی نہین رہتی بلکہ اوپر تصدق کرنا اورونکی نسبت کہ بہتر ہے اور چونکہ وہ خود بھی فقیر ہے اسلیے اوسکو بھی اوس مین سے بقدر حاجت لینا جائز ہے اگر بالفرض اوس مال کو کسی فقیر کو دیتا تو درست ہوتا تو جب وہ خود ہی فقیر ہے تب اپنے نفس پر بھی تصدق کرنا جائز ہونا چاہیے اب اس اصل کے بیان مین بھی ہم چند مسئلے لکھتے ہیں۔ مسئلہ جب کسی شخص کے ہاتھ مین بادشاہ کے پاس سے کوئی مال پہونچے تو بعض یہ فرماتے ہین کہ اوس مال کو بادشاہ ہی کو واپس کر دے کیونکہ بادشاہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ کسکو دینا چاہیے اور یہ واپس کرنا اوس مال کے خیرات کرنے سے بہتر ہے اور محاسبی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ اوسکو خیرات کیسے کریگا شاید اوسکا کوئی مالک معین ہو اور اگر ایسے مال کو صدقہ کر دینا درست ہو تو یہ بھی درست ہونا چاہیے کہ بادشاہ کے یہان سے کوئی چیز چرا کر صدقہ کر دے۔ اور بعض یہ فرماتے ہین کہ اگر یہ جانے

کہ بادشاہ وہ مال اوسکے مالک کو نہ دیگا تو اس صورت مین اوسکو خیرات کر دے کیونکہ
بادشاہ کو دینے مین ظلم پر اعانت اور اسباب ظلم کو زیادہ کرنا ہوگا اور مالک کا حق
برباد جاویگا۔ اور بہتر یہ ہے کہ آدمی جب بادشاہ کی عادت جانتا ہو کہ وہ مال حوالہ مالک
نہ کریگا تب تو مالک کی طرف سے خیرات کر دے کیونکہ اگر اوسکا کوئی مالک معین
ہوگا تو اوسکے حق مین بادشاہ کو واپس کرنے کی نسبت کرہی بہتر ہے اس سببسے
کہ بادشاہ کو دینا تو ضائع کرنا اور ظلم پر اعانت کرنا ہے اور مالک کو جو فقیر کی دعا کی
برکت ہوتی اوس سے محروم کرنا اور اگر مالک معین نہ ہو بلکہ وہ مال حق مسلمانون کا
ہو تب بھی بادشاہ کو واپس کرنا اوسکا ضائع کرنا ہے اور اگر بادشاہ کے پاس کا مال
اوسکو میراث مین پہونچا ہو یا خود اوسنے بادشاہ سے حاصل کرنے مین تعدی کی ہو
تو اوسکا حال پڑی چیز پانے کا سا ہے جس کا مالک نامعلوم ہو اوس کو بھی مالک
کی طرف سے تصدق کرسکتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ پڑی چیز کا مالک خود بھی ہوسکتا ہے
گو تو انگر ہو باین لحاظ کہ اوسکو مباح وجہ سے حاصل کیا ہو یعنی پڑی ہوئی کو اوٹھا لیا ہے
اور صورت مفروضہ مین چونکہ مال وجہ مباح سے نہین آیا اسلیے خود مالک بننے سے
منع کرنا اور تصدق کو جائز رکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے مسئلہ جب کسی آدمی کے
ہاتھ ایسا مال لگ جاوے جس کا کوئی مالک نہو اور ہمنے اس صورت مین یہہ
جائز رکھا ہے کہ وہ شخص اپنی مفلسی کے باعث اوس مین سے حاجت کے مقدار لیوے
تو اب مقدار حاجت مین بحث ہے جس کو ہمنے باب اسرار زکوۃ مین ذکر کیا ہے یعنے
بعض یون فرماتے ہین کہ اوس مین سے اسقدر لے کہ برس روز تک اوسکو اور اوسکے
عیال کو کافی ہو اور اگر یہ کرسکے کہ اوس سے کوئی زمین خرید لے یا کوئی تجارت کرے
جس سے گذر عیال کی ہوسکے تو یہی کرے اور اس بات کو محاسبی نے پسند کیا ہے
لیکن یہہ فرمایا ہے کہ اگر اپنے نفس مین توکل کی طاقت دیکھے تو کل مال خیرات
کر دے اور خدا تعالی کے لطف کا امیدوار ہو کہ وہ اپنے فضل سے مال حلال عنایت فرماوے
اور اگر توکل نہو سکے تو اوسکو جائز ہے کہ اوس مال سے کوئی زمین خرید کرے یا
تجارت مین لگاوے جس سے بسر اوقات ممکن ہو اور جس روز کمین سے حلال
کھانا ملے اوس روز اوسمین سے نہ کھاوے جب وہ حلال ہو چکے تب پھر [illegible]

کھاوے پھر اگر مال حلال ہی کسی کے لیے معین ہو جاوے تو جتنا مال حرام پیٹ سے
پہلے کھایا تھا اوستقدر خیرات کردے اور وہ اوسکے ذمہ قرض رہیگا اور اوسمین سے کھانے
ہی پر قناعت کرے کہ اگر ہوسکے تو صرف روٹی کھاوے گوشت نہ کھاوے اور اگر گوشت
کھاوے تو چٹنی کی طرح کھاوے نہ آسایش اور وسعت کے طور پر یہ قول محاسبی
کا بہت خوب ہے اسکا کہنا ہے مگر یہ جو کہا کہ جسقدر کھا چکا ہو اوسکو اپنے ذمہ
قرض کرلے اس مین کلام ہے اور ورع مین وجہ اسی بات کا مقتضی ہے کہ اوسکو
قرض جانے اور جب وجہ حلال کا مال ملے تو اوس مین سے وتنا ہی تصدق کردے
لیکن گفتگو وجوب مین ہے کہ جس فقیر کو خیرات دیتا ہے اوسپر قرض واجب نہین تھا
تو یہ شخص خود اگر مفلسی کے باعث کچھ لیگا تو اسکے ذمہ واجب کیسے ہوگا خصوصاً
ایسی صورت مین کہ مال مذکور اوسکو میراث مین ملا ہو اور اوسنے خود کسی پر غصب
اور تعدی نکی ہو تو اوسپر ایسا سخت حکم کیونکر ہوگا مسئلہ جب کسی شخص کی
ملک مین مال حلال اور حرام یا شبہہ کا ہو اور کل مال اوسکی حاجت سے زائد نہو
تو اگر وہ شخص عیالدار ہو تو چاہیے کہ خاص اپنے اوپر مال حلال خرچ کرے کیونکہ اپنی
سے خاص اپنے نفس کی بازپرس زیادہ ہے بہ نسبت ناموں اور عیال اور چھوٹے
بچون کے اور بالغ اولاد کو حرام سے محفوظ رکھے بشرطیکہ نوبت اس سے بڑھکر کسی
خرابی کی نہ پہونچتی ہو اور اگر پہونچتی ہو تو اونکو بقدر حاجت کھلاوے حاصل یہ کہ جو
بات غیر کے حق مین ممنوع ہے وہ خود اوسکے حق مین بھی ممنوع اور ایک چیز زیادہ
یعنی یہ باوجود علم کے کھاتا ہے عیال کو تو عذر بھی ہے کہ ہم کو معلوم نتھا اور نہ ہمارے
اختیار مین تھا اسلیے چاہیے کہ حلال کو پہلے اپنے اوپر صرف کرے پھر عیال پر اور
جب اپنے اخراجات ہی مین تردد ہو کہ کھانے اور کپڑے مین حلال مخصوص کرے
یا اور کامون مین مثلاً نائی اور دھوبی اور رنگریز کی اجرت اور تیل ملنا اور مکان بنانا
اور جانورون کا گھاس دانہ خریدنا اور تنور گرم کرانا اور لکڑی کا دام اور جلانے کو تیل دام
اور دوسرے خرچ اسی طرح کے سب مین حلال صرف کرنا چاہیے تو اس صورت مین
اول غذا اور لباس مین حلال کو خاص کرنا چاہیے اسلیے کہ جو چیز بدن سے متعلق ہو
اور بدون اوسکے کچھ مفر نہین اوسکا حلال ہونا انسب ہے اب اگر غذا اور لباس مین

پوچھا جاوے کہ کونسی چیز مین حلال کا ہونا زیادہ اچھا ہے تو ایک احتمال یہ ہے
کہ غذا کو کہین اس وجہ سے کہ غذا گوشت اور خون مین ملتی ہے اور جو گوشت حرام
سے بڑھتا ہے بموجب روایت حدیث کے آتش دوزخ اوسکو زیادہ لائق ہے
اور لباس سے اتنا فائدہ ہے کہ برہنگی کا چھپانا اور گرمی سردی کا دور کرنا اور ظاہر بدن
لوگون کی نظرون سے پوشیدہ رکھنا مگر جزو بدن نہین ہوتا اسلیے ظاہری تر ویک
ظاہر تر یہ ہے کہ غذا مین حلال کا ہونا مقدم ہے اور حارث محاسبی رح کا قول ہے
کہ لباس مین صرف حلال مقدم چاہیے اسلیے کہ وہ مدت تک رہتا ہے اور غذا جلد
فضلہ ہو کر جاتی رہتی ہے اور حدیث مین آچکا ہے کہ اللہ تعالی اوس شخص کی نماز
نہین قبول کرتا جسکے بدن پر کپڑا دس کی خرید ہوا اور اوسمین ایک درم حرام کا ہو
تو یہ بھی ایک احتمال ہے مگر اسی طرح کی وعید اوس شخص کی باب مین بھی ہے
جسکے پیٹ مین حرام ہو اور اوسکا گوشت حرام سے پیدا ہوا ہو اس بات کا لحاظ کرنا
کہ گوشت اور ہڈی مال حلال سے پیدا ہو تو بہتر ہے اور اسی وجہ سے حضرت صدیق رضہ
نے جو نادانستہ پی لیا تھا اوسکو قے کر دیا تاکہ اوس سے گوشت بنکر ثابت اور پائدار
نہو جاوے- اب اگر یون کہو کہ سب طرح سے خرچ کرنے مین غرض اوسکی نکلتی ہے
تو پھر اپنے اوپر اور غیر پر خرچ کرنے مین کیا فرق ہوا اور غذا مین اور دوسرے مصارف
مین خرچ کرنا کیسے علیحدہ ہوا اور یہ فرق کہان سے معلوم ہوا تو اسکا جواب یہ ہے
کہ یہ فرق اس روایت حدیث سے معلوم ہوا کہ جب حضرت رافع بن خدیج کی وفات
ہوئی تو انھون نے اپنے ترکہ مین ایک غلام پچھنے لگانیوالا اور ایک اونٹ پانی لانیوالا چھوڑا
لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال کہا تو آپنے اوس غلام کی کمائی سے
منع فرمایا کئی بار آپ سے سوال ہوا آپنے اوسکی اجرت سے ممانعت ہی فرمائی لوگون
نے عرض کیا کہ متوفی کے یتیم اوسکی کمائی کھاوین آپنے فرمایا کہ اوسکی کمائی
اونٹ پانی لانیوالے کو کھلا دو تو اس سے معلوم ہوا کہ مال حرام کو خود کھانے
اور اپنے جانور کے کھلانے مین فرق ہے تو جب فرق کا طریق واضح ہو گیا تو جو
تفصیل ہمنے ذکر کی ہے اوسکو اسپر قیاس کر لو مسئلہ جس شخص کے پاس مال
حرام ہے اگر اوسکو وہ فقیرون پر خیرات کرے تو جائز ہے کہ خوب فراخی کے ساتھ

اونکو دیوے اور جب اپنے نفس پر خرچ کرے تو چاہیے کہ جسقدر ہو سکے تنگی کرے اور
اگر اپنے عیال پر خرچ کرے تو نہ تنگی برتے نہ فراخی بلکہ متوسط طور پر خرچ کرے تو اس
صورت مین تین مرتبے اوسکے خرچ کے ہوجاوینگے یعنے اگر کوئی مہمان اوسکے یہان
آئے اور وہ مفلس ہو تو اوسکو خوب کھلاوے اور اگر غنی ہو تو اوسکو کچھ نہ کھلاوے
ہان اگر جنگل مین ہو اور رات کو آوے اور کوئی چیز اوسکو میسر نہ آوے تو کھلانے کا مضائقہ نہیں
اسلیے کہ اس وقت مین وہ فقیر ہے گو توانگر ہے تو کیا ہوا اور اگر جو مہمان آیا ہو وہ متقی ہو
ایسا کہ اگر جان جاویگا تو کھانے سے احتراز کریگا تو اوس سے حقیقت حال کہدے اور کھانا
سامنے رکھدے تا حق مہمانی بھی ادا ہو اور دھوکا بھی نہ دیا جاوے کیونکہ جس چیز کو
اپنے آپ مکروہ جانتا ہے اوس سے مسلمان بھائی کی تواضع نکرنی چاہیے اور یہہ
بھروسا نکرنا چاہیے کہ اوسکو تو معلوم نہین تو اوسکو ضرر بھی نکریگا اسلیے کہ حرام جب
معدہ مین جگہہ پکڑتا ہے تو سختی دل مین اثر ضرور کرتا ہے اگرچہ کھانیوالے کو معلوم نہو
اور یہین وجہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضہ نے جو کچھ پیا تھا اوسکو قے کر ڈالا
حالانکہ نادانستگی مین پیا تھا اور اس مال کو اگرچہ ہم نے فتوی دیا ہے کہ فقیرون کیلیے
حلال ہے مگر حاجت کے سبب سے اوسکو حلال کہا ہے تو اوسکا حال مثل سور اور
شراب کے جاننا چاہیے کہ حالت اضطرار مین حلال کہا کرتے ہین یہ نہین کہ مال طیب
مین ملجاوین مسئلہ جس صورت مین کہ مال حرام یا شبہہ کا کسی شخص کے والدین
کے قبضہ مین ہو تو چاہیے کہ اونکے ساتھہ کھانا چھوڑدے اور اگر وہ ناراض ہون تو حرام محض
کی صورت مین اونکا کہنا نمانے اسلیے کہ خدا تعالی کی نافرمانی مین کسی مخلوق کی
فرمانبرداری نکرنی چاہیے اور اگر مال شبہہ کا ہو تو کھانا نہ کھانا ورع مین داخل ہے
اور اسکے مقابل یہ ہے کہ ماباپ کی رضاجوئی بھی ورع بلکہ واجب ہو اس صورت مین
اگر احتراز کرے تو ایسی طرح کرے کہ اونکو ناگوار نہ گذرے اور اگر یہ نہو سکے تو کھانے مین
شریک ہوجاوے مگر تھوڑا کھاوے اسطرح کہ چھوٹے چھوٹے لقمے لیکر دیر تک
چباتا رہے اور بھائی اور بہن کا حق بھی موکد ہے اونکے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ
چاہیے اسی طرح اگر ماں در شفقتہ کوئی شبہہ کا کپڑا اوسکو پہناوے اور واپس کرنیسے
ناراض ہوتی ہو تو چاہیے کہ اوسکو قبول کرکے اوسکے سامنے پہن لے اور اوسکے

پیچھے پیچھے نکال لے اور اس باب میں کوشش کرے کہ اوس کپڑے سے نماز نہ پڑھے
اور اگر والدہ کے سامنے پڑھے تو مجبورانہ پڑھے اور جب ورع کے اسباب ایک دوسرے
کے معارض ہوں تو ان دقائق کی تلاش ضرور ہے اور بشر حافی کا حال کہتے ہیں
کہ اونکی ماں نے اونکو ایک ترچھوہارا دیا اور کہا کہ تجھے میرے حقوق کی قسم اسکو کھالے
اور وہ اوسکو اچھا نہ سمجھتے تھے اونھوں نے کھا کر بالاخانہ کا قصد کیا اونکی ماں بھی پیچھے پیچھے
گئی وہاں چڑھکر دیکھا تو قے کر رہے ہیں غرض کہ اونھوں نے چاہا کہ ماں بھی راضی رہے
اور معدہ بھی بچا رہے چنانچہ حضرت امام احمد سے کسی نے کہا کہ بشر حافی سے یہ مسئلہ
پوچھا گیا کہ شبہہ کے مال میں والدین کی اطاعت ہے یا نہیں تو اونھوں نے جواب دیا
کہ نہیں امام احمد نے فرمایا کہ سخت جواب ہے پھر اون سے سائل نے کہا کہ محمد بن
مقاتل عبادانی سے جو یہ مسئلہ پوچھا تھا تو اونھوں نے یہ فرمایا تھا کہ والدین کی اطاعت
کرنی چاہیے اب آپ کیا فرماتے ہیں امام صاحب نے فرمایا کہ جب دو شخصوں کے
قول کو سن چکے تو مجھے معاف رکھو پھر فرمایا کہ بہت بہتر ہو جو دونوں باتوں کی مدارات
کرو یعنے شبہہ سے بھی احتراز رکھو اور والدین کی اطاعت بھی ہو جاوے مسئلہ
جس شخص کے پاس مال حرام محض ہو تو اوسپر نہ حج واجب ہے اور نہ کفارہ مالی اوسکو
دینا چاہیے اسلیے کہ مفلس ہے اور مفلس پر حج ہے نہ مالی کفارہ اسی طرح زکوۃ بھی
اوسپر واجب نہیں کیونکہ زکوۃ کے یہ معنے ہیں کہ مثلاً مال کا چالیسواں حصہ نکالنا
واجب ہو اور یہاں تو کل کا نکالنا واجب ہے کہ خواہ اوسکے مالک کو پہونچا دے اگر جانتا ہو
اور اگر مالک کو نجانتا ہو تو فقیروں کو دیڈالے لیکن جس صورت میں کہ آدمی کے پاس شبہہ کا مال
ہو کہ حلال ہونے کا احتمال بھی رکھتا ہو تو اوس مال کو اگر اپنے پاس رکھیگا تو اوسکی
حلت کے احتمال سے حج اوسپر واجب ہو جائیگا اور بدون مفلسی کے ساقط نہ ہوگا
اور اس صورت میں اوسکی مفلسی ثابت نہیں اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَلِلّٰہِ عَلَی
النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا اور چونکہ جس صورت میں مال کی حرمت
ظن غالب سے معلوم ہوتی ہے اوس میں حاجت سے زائد مال کو تصدق کرنا
واجب ہوتا ہے اسلیے زکوۃ کا وجوب اوسپر بطریق اولی ہونا چاہیے اور اگر کسی کفارہ
کا دینا اوسکو لازم آوے تو بردہ بھی آزاد کرے اور روزے بھی رکھے تاکہ یقیناً

کفارہ ادا ہو جاوے اور کچھ لوگوں سے لے تو دونوں باتیں کرے کہ اوسپر واجب کہا ہے اور بعض یہ کہتے ہین کہ اوسکو روزے رکھنے لازم ہین کھانا کھلانا یا بردہ آزاد کرنا لازم نہیں اسلیے کہ جیسی توانگری چاہیے وہ اوسکو حاصل نہیں اور محاسبی کہتے ہین کہ کھانا کھلانا ہی کافی ہے اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ جس شبہہ مین ہمنے حکم دیا ہے کہ اوس سے احتراز کرنا واجب ہی اور اوسکو اپنے قبضہ سے باہر کرنا لازم باین وجہ کہ احتمال حرمت اوسپر غالب ہی تو ایسے شبہہ مین تو روزون اور کھانا کھلانے مین جمع کرے روزے تو اسلیے کہ وہ شخص مفلس کے حکم مین ہے اور کھانا کھلانا اس وجہ سے کہ اوسپر سب کا تصدق کرنا واجب ہی اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ مال اوسکا ہو تو کفارہ لازم ہونا چاہیے

مسئلہ جس شخص کے پاس مال حرام ہو اور اوسکو اپنی حاجت کیلیے روک رکھا ہو وہ اگر نفل حج کرنا چاہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر پیادہ پا جاتا ہے تب تو کچھ مضائقہ نہیں اسلیے کہ وہ اوس مال کو بے عبادت بھی کھاتا ہے تو عبادت مین کھانا اولی ہے اور اگر پیادہ نہین چل سکتا سواری کا محتاج تو ایسی حاجت کے لیے اوس مال مین سے لینا جائز نہین جیسے کوئی شخص شہر مین رہکر اگر مہمات عیال اور حقوق مالیہ کی بجاآوری مین تنگدست ہو تو اوسکو سواری کا خریدنا جائز ہی اور اگر اوس شخص کو یہ توقع ہو کہ اگر چندے قیام کرونگا تو مال حلال میسر ہو جاویگا جسکے پھر لتبہ حرام کی حاجت رہیگی تو مال حرام لیکر پیادہ حج کو جانے سے یہ بہتر ہے کہ حلال کی توقع مین ٹھہرا رہے

مسئلہ جو شخص حج واجب کیلیے ایسا مال لیکر جاوے جس مین شبہہ ہو تو یہ کوشش کرے کہ غذا مال طیب سی کھائے اور اگر تمام راستہ مین نہو سکے تو جب سے احرام باندھے اوس وقت سے حلال ہونے تک غذا طیب کی فکر کرے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو اتنا ہی کرے کہ عرفہ کے روز خداے تعالی کے سامنے کھڑا ہونا اور دعا مانگنی ایسی طرح نہو کہ غذا بھی حرام ہو اور لباس بھی حرام بلکہ یہ کوشش کرے کہ اوسکا بدن نہ اوسکے معدہ مین حرام ہو اور نہ بدن پر اسلیے کہ اگرچہ ہمنے مال مشتبہ کو حاجت کیلیے جائز بتایا ہے تاہم وہ جواز ضرورت کیلیے ہے اوس سے یہ غرض نہین کہ مال مذکور طیب ہو اور اگر یہ بھی نہ بن سکے تو اپنے دل مین خوف اور غم اس بات کا رکھے کہ جو مال طیب نہین اوسکو مین اضطرار اور مجبوری سے

کہتا ہون شاید اس خوف وغم سے اللہ تعالی نظر عنایت فرما دے اور خطا کو معاف کر دے مسئلہ حضرت امام احمد سے ایک شخص نے یہ مسئلہ پوچھا کہ میرا باپ مر گیا اور اوسنے مال چھوڑا ہے اور وہ ایسے لوگون سے معاملات کرتا تھا جن سے معاملہ کرنا مکروہ ہے تو مین اب کیا کرون آپنے فرمایا کہ جسقدر اوسکو نفع ہوا ہو اوسکو چھوڑ دے اور باقی رہنے دے اوسنے عرض کیا کہ اوسکا کچھ قرض اورون کے ذمہ ہے اور کچھ دوسرون کا اوسکے ذمہ ہے آپنے فرمایا کہ اوسکے ذمہ کا ادا کر دے اور اوس کا اپنا وصول کرے اوسنے پوچھا کہ آپ اسکو جائز جانتے ہین آپنے فرمایا کہ تو تیری مرضی ہے کہ وہ اپنے قرضہ مین پھنسا رہے اور یہ جواب امام صاحب کا درست ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکل سے مقدار حرام کو نکال ڈالنا اونکے نزدیک درست ہے کیونکہ فرمایا کہ مقدار نفع کو نکال ڈال اور ایک یہ کہ راس المال کی چیزین آپکے نزدیک مالک مالک ہو گئین اسطرح کہ فاسد معاملات مین جو اوسنے اونکا عوض دیا اور تصرف بہت سے ہوئے اور واپس کرنا اصل مالکون کو دشوار پڑا تو تقابل اور مجرائی کے طور پر وہ اوس شخص کی ملک مین آگئین کہ اورونکے پاس اوسکی چیز گئی اور اوسکے پاس اورونکی آگئی اور قرض ادا کرنے مین اونھون نے اس بات پر اعتماد کیا کہ قرض یعنی جو شبہہ کے سبب سے اوسکو ترک کرنا نہین چاہیے

پانچوین فصل اس ذکر مین کہ بادشاہون کے روزینون اور انعامات مین سے کونسی حلال ہین اور کون سے حرام — واضح ہو کہ جو شخص بادشاہ سے کوئی مال لے اوسکو دو باتین دیکھنی ضرور ہین اول یہ کہ وہ مال بادشاہ کے پاس کس آمدنی کی مد سے آیا دوسرے اپنی صفت جس سے کہ مستحق مال کے لینے کا ہوا اور یہ کہ جو مقدار لیتا ہے اگر اوسکو بلحاظ اپنے حال اور دوسرے اپنے جیسے مستحقون کے حال کے دیکھا جاوے تو اوسی مقدار کا خود مستحق ہے یا نہین اس لیے اس فصل کو دو بیانون مین لکھتے ہین —

بیان اول بادشاہ کی آمدنی کی مدات کے ذکر مین — زمین لاوارث کو قابل زراعت کرنے کے سوا جو مال کہ بادشاہ کو حلال ہے اور رعیت اوسمین شریک ہے وہ دو قسم ہے اول قسم وہ ہے جو کفار سے لیا جاوے جیسے غنیمت جو لڑائی جیتنے سے ہاتھ لگے دوسرے جو بدون لڑائی ہاتھ لگے اور جزیہ اور صلح کے اموال جو شرائط کے بموجب

لیے جاتے ہین۔ دوسری قسم وہ ہے جو مسلمانون سے بادشاہ کے ہاتھہ لگے اس قسم
کی آمدنی سے صرف دو طرح کے مال اوسکو حلال ہین اول وہ میراث یا مال جسکا کوئی
وارث نہ ٹھہرے دوم وقف کا مال جس کا کوئی متولی نہو اور صدقات تو اس زمانہ مین
لیے نہین جاتے کہ اونکا حال لکھا جاوے اور ان دونون کے سوا جتنے خراج یا ڈانڈ
کہ مسلمانون سے لے جاتے ہین اور مال رشوت سبکے سب حرام ہین پس اگر بادشاہ کسی
فقیہ وغیرہ کے لیے کوئی جاگیر یا انعام یا خلعت لکھے تو آٹھہ حال سے خالی نہین یا تو
جزیہ کی آمدنی پر لکھیگا یا لاوارثی میراث پر یا اوقاف پر یا اپنی ملک پر جسکو قابل زراعت
کیا ہے یا اپنی زر خرید ملک پر یا اوس عامل پر جو مسلمانون سے خراج لیتا ہے یا کسی
سوداگر پر یا خزانۂ خاص پر اب ہر ایک کا حال سننا چاہیے اول جزیہ ہے جس کے
چار خمس مسلمانون کی مصلحتون کے لیے ہین اور ایک خمس مصارف معینہ کے واسطے
تو اگر بادشاہ ان مصارف کی خمس پر لکھیگا یا ان چار خمسون پر لکھیگا باین لحاظ کہ اوس مین
مسلمانون کی بہتری ہے اور مقدار انعام مین بھی احتیاط ملحوظ ہوگی تو وہ مال حلال ہے
اس شرط سے کہ جزیہ بوجہ شرعی مقرر کیا ہو یعنے فی کس ایک دینار یا چار دینار سالانہ سے
زیادہ نہو کیونکہ مقدار جزیہ مین اختلاف ہے اور بادشاہ کو جائز ہے کہ اختلافی صورت مین
جس قول پر چاہے عمل کرے اور ایک شرط یہ ہے کہ جس ذمی سے جزیہ لیا جاتا ہے
وہ ایسا پیشہ اپنی کمائی کا نہ رکھتا ہو جسکی حرمت یقینی ہو مثلاً بادشاہ ظالم کا عامل نہو
اور نہ شراب بیچتا ہو اور ایک یہ کہ لڑکا اور عورت نہو اسلیے کہ ان دونون پر جزیہ نہین ہے
تو جزیہ کے مقرر ہونے اور مقدار جزیہ مین اور جسکو وہ دیا جاوے اوسکی صفت مین اور
جسقدر کہ دیا جاوے اوس مقدار مین ان باتون کا لحاظ ہونا چاہیے اسلیے ان سب
باتون کی بحث واجب ہے۔ دوسری میراث اور اموال لاوارث ہین کہ وہ بھی مسلمانون
کی بہتری کے لیے ہین اونپر لکھے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ جس شخص نے وہ مال چھوڑا ہے
اوسکا سب مال حرام تھا یا اکثر یا کمتر اور انکا حکم پہلے لکھ چکے ہین اور اگر حرام نہ تھا تو اب
یہ دیکھنا چاہیے کہ جس شخص کو دیا جاتا ہے اوسکے دینے مین کوئی بہتری ہے یا نہین
اور کسقدر مین بہتری ہے تیسرے وقف کا مال ہے جو باتین میراثون مین قابل
دیکھنے کے تھین وہ مال وقف مین بھی ملحوظ رہین اور ایک بات آئین اور زیادہ ہے

کو وقف کرنیوالے کی شرط کو دیکھنا چاہیے تاکہ جو چیز بادشاہ دیتا ہے وہ بموجب وقف کے شرائط کے ہو سو فرق اسقدر ہے کہ جو زمین کہ بادشاہ نے اوسکو قابل زراعت کیا ہو اور اس مین کوئی شرط معتبر نہیں اسلیے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ اپنی ملک مین سے جسکو چاہے جسقدر چاہے حوالہ کر دے ہان یہ بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ غالباً بادشاہ نے جو اوس زمین کو اوٹھایا ہے تو مزدورون کو زبردستی پکڑ لیا ہوگا یا اونکی مزدوری مال حرام سے دی ہوگی کیونکہ زمین کا قابل زراعت کرنا خود بادشاہ کا تو کام نہین بلکہ کاریزونکا اور نہرون کا کھودنا اور احاطہ کا بنانا اور زمین کا برابر کرنا یہ سب باتین مزدورون کے متعلق ہین پس اگر اون سے زبردستی بنوائی ہوگی تو بادشاہ اوس زمین کا مالک نہین ہے اور وہ حرام ہے اور اگر مزدورون کو اجرت دی مگر مال حرام سے ادا کی تو اس صورت مین شبہہ ہے جسپر ہم پہلے اشارہ کر آئے ہین کہ عوض مین کراہت کی ہوجانے سے مال مشتبہ ہوجاتا ہے — پانچوین مال زر خرید سلطانی یعنے زمین خواہ خلعت کے پارچے اور گھوڑا وغیرہ تو یہ بادشاہ کی ملک ہین اور اوس مین اوسکو تصرف کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر اونکا دام مال حرام سے ادا کریگا یا مشتبہ سے تو ایک صورت مین حرام ہونگے اور ایک مین مشتبہ اور اونکی تفصیل پہلے گذر چکی ہے چھٹے یہ صورت ہو کہ مسلمانون سے جو خراج لینے پر عامل ہو یا جو مال غنیمت اور ڈانڈ کو جمع کرتا ہو اوسکے نام لکھ دے تو یہ مال حرام محض ہے کچھ شبہہ اسمین نہین اور اکثر جاگیرین اس زمانہ مین ایسی ہی ہین مگر عراق کی زمینین البتہ ایسی نہین کہ وہ امام شافعی رح کے نزدیک مسلمانون کی بہتری ہی کے لیے وقف ہین — ساتوین یہ کہ ایسے سوداگر کے نام لکھے جو خود بادشاہ سے معاملہ کرتا ہے ہین وہ کسی دوسرے سے معاملہ نکرتا ہو تب تو اوسکا مال ایسا ہے جیسے خزانہ بادشاہی کا مال ہے اور اگر دوسرون سے معاملہ زیادہ کرتا ہے تو جو کچھ وہ بادشاہ کے لکھنے کے بموجب دیگا وہ بادشاہ پر اودھار ہوگا اور اوسکا عوض حرام سے وصول کریگا تو اس صورت مین عوض کے اندر خلل راہ پاویگا اور ہم ثمن حرام کا حکم پہلے لکھ چکے ہین — آٹھوین یہ کہ خزانہ خاص پر لکھے یا ایسے عامل پر جسکے پاس حلال اور حرام جمع ہوتا ہو پس اگر بادشاہ کی آمدنی بجز حرام کے اور کچھ نہو تو قطعی حرام ہوگا اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ خزانہ شاہی مین حلال اور حرام دونون ہین اور احتمال

قریب یہ ہو کہ جو کچھ عالم مذکور کو دیتا ہے وہ بعینہ حلال ہے اور دل میں بھی یہ احتمال جمتا ہو
اور احتمال یہ بھی ہو کہ مال حرام ہو کیونکہ ان دونون مین تو اموال سلاطین اکثر حرام ہی ہین
اور مال حلال اونکے پاس نایاب یا کمیاب ہے تو اس صورت مین لوگون کو اختلاف ہے
بعض کا قول تو یہ ہے کہ جس چیز پر مجھکو یقین نہو کہ یہ حرام ہے تو مین اوسکو لے سکتا ہون
اور کچھ یہ فرماتے ہین کہ جبتک یہ ثابت نہو جاوے کہ چیز مذکور حلال ہے تب تک اوسکا
لینا نچاہیے اسلیے کہ شبہہ کبھی حلال نہین ہوتا اور یہ دونون قول حد اعتدال سے بڑھے ہوئے ہین
اور قول معتدل اس مین وہی ہے جو ہمنے لکھا ہے کہ اگر اغلب حرام ہے تو حرام ہے
اور اگر حلال غالب ہو اور حرام کے ہونیکا بھی یقین ہے تو محل توقف ہے جیسا پیشتر گذرا
اور جو لوگ اموال سلاطین کا لینا جائز کہتے ہین اس صورت مین کہ اونکے مال مین
حرام اور حلال دونون ہون اور جو چیز لیجاتی ہے خود اوسکی حرمت بعینہ ثابت نہ ہو
تو وہ اپنے قول کی دلیل یہ کہتے ہین کہ صحابہ رض مین سے بہت ایسے ہین جنھون نے
زمانہ ظالمون کا دیکھا اور اونسے مال لیے چنانچہ حضرات ابوہریرہ اور ابوسعید خدری
اور زید بن ثابت اور ابوایوب انصاری اور جریر بن عبداللہ اور جابر اور انس بن مالک
اور مسور بن مخرمہ اور ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ
اور ابوسعید رض نے مروان بن حکم اور یزید بن عبدالملک سے مال لیا ہے اور
حضرت ابن عمر رض اور ابن عباس رض نے حجاج بن یوسف سے لیا ہے اور بہت سے
تابعین نے لیا ہے جیسے شعبی اور ابراہیم اور حسن بصری اور ابن ابی لیلی ہین اور
حضرت امام شافعی نے ہارون رشید سے ایک دفعہ مین ہزار دینار لیے تھے اور امام
مالک رح نے خلفا سے بہت سے اموال لیے ہین اور حضرت علی رض فرماتے ہین
کہ جو کچھ بادشاہ تجھکو دے اوسکو قبول کر کہ وہ تجھکو حلال ہی سے دیتا ہے اور جو کچھ
اوسکو حلال سے ملتا ہے وہی زیادہ ہوتا ہے اور جن لوگون نے عطار شاہی سے
انکار کیا ہے تو اونکا ترک براہ ورع تھا اور اس خوف سے کہ کہین ایسی چیز نہ آجاوے
جو حلال نہو اور باعث خرابی دین ہو دیکھو حضرت ابوذر غفاری نے احنف بن قیس
کو فرمایا کہ عطا کو اوسوقت تک لو کہ بطیب خاطر ہو اور جب تمہارے دین کا مول ہوجاے
تو ترک کر دو اور حضرت ابوہریرہ رض نے فرمایا کہ جب ہمکو کوئی عطا دیتا ہے تو قبول کر لیتے ہین

اور نہین دیتا ہے تو سوال نہین کرتے اور حضرت سعید بن مسیب رضہ حضرت ابوہریرہ رضہ
سے ناقل ہین کہ جب حضرت معاویہ اونکو کچھہ دیتے تھے تو خاموش رہتے تھے اور اگر
نہین دیتے تھے تو اونکو کچھہ کہا کرتے تھے اور شعبی رح حضرت مسروق سے ناقل ہین
کہ عطا لینے والے ہمیشہ عطا لین گے یہان تک کہ اونکو دوزخ مین داخل کرے یعنی
ہوتے ہوتے حرام لینے لگین گے نہ یہ کہ عطا فی نفسہ حرام ہے۔ اور نافع حضرت ابن عمرؓ
سے روایت کرتے ہین کہ مختار اونکے پاس مال بھیجا کرتا تھا آپ اوسکو قبول کر لیتے تھے
پھر فرماتے تھے کہ مین کسی سے سوال نہین کرتا اور جو چیز مجکو اللہ تعالی نے دی اسکو
پھیرتا نہین اور ایکبار اوس نے آپکو ایک سانڈنی بھیجی تھی اوسکو آپ نے لیا اور
وہ مختار کی سانڈنی کے نام سے مشہور تھی اور اس روایت کی معارض وہ روایت ہے
کہ حضرت ابن عمر رضہ سے مروی ہے کہ آپنے کسی کا ہدیہ واپس نہین کیا بجز مختار کے
ہدیہ کے اور روایت واپس کرنے کی زیادہ ثابت ہو بہ نسبت قبول ہدیہ کے۔ اور
نافع سے یہ بھی مروی ہے کہ ابن معمر نے حضرت ابن عمر رضہ کے پاس ساٹھہ ہزار درم
بھیجے آپنے اونکو اوسی وقت تقسیم کر دیا پھر جو ایک سائل آیا تو آپ نے جو لوگون کو
دیا تھا کسی سے قرض لیکر اوس سائل کو دیا۔ اور جب حضرت امام حسن رضہ امیر معاویہ رضہ
کے پاس تشریف لائے تو امیر معاویہ نے فرمایا کہ مین آپ کو وہ پیشکش کرتا ہون
کہ آپ سے پیشتر مین نے نہ کسی عرب کو دیا اور نہ آگے کو کسی کو دون پھر چار لاکھہ
درم پیشکش کیے آپنے اونکو لے لیا۔ اور حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ مین نے
مختار کا جائزہ حضرات ابن عمر اور ابن عباس کے واسطے دیکھا ہے دونون صاحبون نے
اوسکو قبول کر لیا لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا تھا اونھون نے کہا کہ مال نقد اور کپڑا تھا
اور زبیر بن عدی سے مروی ہے کہ اونھون نے کہا کہ حضرت سلمان فارسی کا ارشاد ہے
کہ جب تیرا کوئی دوست عامل یا تاجر ہو کہ مرتکب سود کا ہو اور وہ تجکو کھانے وغیرہ کی
دعوت کرے یا کوئی چیز دیوے تو قبول کرلے کہ تیرے لیے جائز اور طیب ہو اور گناہ
اور وبال اوسکے ذمہ ہے اور جب سود لینے والے کے باب مین قبول ثابت ہوا
تو ظالم کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے کہ دونون کا حال ایک ہی سا ہے۔ اور
حضرت امام جعفر صادق رضہ اپنے باپ سے راوی ہین کہ حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جائزے قبول کیا کرتے تھے - اور حکیم بن جبیر کہتے ہین کہ ہم حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جبکہ وہ فرات کی اسفل جانب کو عاشر مقرر ہوئے تھے آپ نے اور عشر لینے والون کے پاس آدمی بھیجا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہے اوسمین سے ہمکو بھی کھلاؤ اونھون نے کھانا بھیجدیا آپنے اوسکو کھایا اور ہم نے بھی آپکے ساتھ کھایا۔ اور علاء بن زہیر ازدی کہتے ہین کہ میرا باپ حلوان مین عامل تھا اوسوقت ابراہیم نخعی اونکے پاس آئے اونھون نے کچھ پیشکش کیا آپنے قبول کر لیا - اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہین کہ عاملون سے جائزہ لینے کا کچھ مضائقہ نہین کیونکہ وہ محنت کرکے کھاتے ہین اور اونکے بیت المال مین خبیث اور طیب سب طرح کا مال ہوتا ہے تو جو کچھ تم کو دینگے وہ اپنے طیب مال مین سے دینگے - تو دیکھو کہ ان سب لوگون نے ظالم بادشاہون سے جائزے لیے حالانکہ جو کوئی سلاطین کی اطاعت خدائے تعالی کی معصیت مین کرتا تھا یہ سب اوسکو برا کہتے تھے اور سلف مین سے جس نے بادشاہی عطا کو نہین لیا اونکا نہ لینا حرمت پر دلیل نہین بلکہ ورع کی راہ سے نہین لیا جیسے خلفاء راشدین اور ابوذر غفاری اور دوسرے زاہد کہ وہ اپنے زہد کے باعث حلال مطلق بھی نہ لیتے تھے اور جس حلال سے کسی ممنوع کی طرف نوبت پہونچانے کا خوف ہوتا تھا اوسکو ورع اور تقوی کی جہت سے نہ لیتے تھے پس اون لوگون کے لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اموال سلطانی کا لینا جائز ہے اور حضرت سعید بن مسیب سے جو منقول ہے کہ انھون نے اپنی عطا بیت المال مین چھوڑدی یہان تک کہ کئی اوپر تیس ہزار جمع ہوگئے اور حضرت حسن بصری رح سے جو اونکا قول نقل کرتے ہین کہ مین صراف کے پانی سے وضو نہین کرتا گو نماز کا وقت تنگ ہوجاوے کیونکہ مجکو اوسکے اصل مال کی خبر نہین تو یہ سب ورع کے اقوال ہین اور ہم اسکے منکر نہین ایسا کرنا واقع مین بہت خوب ہے بہ نسبت نہ کرنیکے لیکن کلام اس مین ہے کہ اگر کوئی انکا اتباع ورع مین نہ کرے اور اموال سلطانی لیوے تو حرام نہین ہے بلکہ جائز ہے یہ تقریر ہے اون لوگون کی جو ظالم بادشاہون سے مال لینا درست کہتے ہین - اور اس تقریر کا جواب یہ ہے کہ جن لوگون سے لینا منقول ہے وہ بہت کم ہے بہ نسبت اون روایات کے جو اونکے انکار اور واپس کرنے مین مروی ہین اور اگر نہ لینے مین صرف ایک احتمال ورع کا ہے تو لینے والون کے لینے مین تین احتمال

احتمال

مختلف درجون کے آسکتے ہین بسبب ورع کے تفاوت کے کیونکہ سالکین کو حق
ورع کے چار درجے ہین۔ درجۂ اول یہ ہے کہ اونکے مال مین سے کچھ نہ لے جیسا سلف
کے ورع والون نے کیا اور جیسا کہ خلفاء راشدین رضہ کیا کرتے تھے یہان تک کہ حضرت
ابو بکر صدیق رضہ نے جو کچھ بیت المال مین سے لیا تھا اوس سب کا حساب کرکے جمع کیا
تو چھہ ہزار درم ہوئے وہ چھون ہزار آپنے بیت المال مین دلوا دیے اور ایکبار حضرت
عمر فاروق رضہ بیت المال کا مال تقسیم کر رہے تھے کہ اونکی ایک لڑکی آئی اور مال مین سے
ایک درم اوٹھا لیا آپ اوسکے پکڑنے کو ایسی طرح اوٹھے کہ چادر آپکے ایک شانہ پر سے
اوتر گئی اور وہ لڑکی روتی ہوئی گھر مین چلی گئی اور درم کو اپنے منہ مین رکھ لیا آپ نے
اپنی اونگلی اوسکے منہ مین ڈالکر وہ درم نکال لیا اور لاکر خراج مین ڈال دیا اور فرمایا
کہ لوگو عمر کو اور اوسکی اولاد کو اس مین سے اوسی قدر ہے جو اور دور اور نزدیک کے
مسلمانون کو ہے۔ اور حضرت ابو موسی اشعری نے بیت المال مین جھاڑو دی اور
ایک درم اونکو ملا آپنے وہ درم حضرت عمر رضہ کے چھوٹے لڑکے کو دیدیا جو وہان پھرتا تھا
حضرت عمر رضہ نے جو وہ درم اوسکے ہاتھ مین دیکھا تو دریافت کیا کہ کہان سے آیا اوسنے
عرض کیا کہ ابو موسی نے مجکو دیا ہے آپنے ابو موسی اشعری رضہ سے فرمایا کہ کیا تمام
مدینہ والون مین کوئی گھر تمھاری دانست مین عمر کے گھر سے زیادہ ذلیل نتھا تمھارا یہ
ارادہ ہے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین کوئی ایسا نرہے جو ہم سے اپنا حق طلب نکرے پھر
یہ کہکر وہ درم بیت المال مین ہٹا دیا باوجودیکہ وہ مال حلال تھا مگر آپ کو یہ خوف ہوا
کہ کہین ہمارے حق مین استقدر نہ پہونچے غرض کہ اپنے دین اور آبرو کے بچانیکے لیے
اپنے حق سے کم پر کفایت کرتے تھے بموجب حدیث شریف دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی
مَا لَا یُرِیْبُکَ اور بموجب اس ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فَمَنْ تَرَکَہَا
فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِعِرْضِہٖ وَدِیْنِہٖ اور اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان
مبارک سے اموال سلطانی کے باب مین تشدیدات سنی تھین چنانچہ جب حضرت عبادہ
بن صامت کو آپنے صدقہ یعنے زکوۃ وغیرہ کے لینے کو بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ اے
ابو الولید خدا تعالی سے ڈرنا ایسا نہو کہ قیامت مین تو ایک اونٹ کو اپنی گردن پر
لادکر لاوے جو بلبلاتا ہو یا گائے کو جو رانبھتی ہو یا بکری کو جو ممیاتی ہو اونھون نے عرض کیا

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ایسا ہی ہوگا آپنے فرمایا کہ ہان قسم ہے مجکو اوس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے ایسا ہی ہوگا مگر جسپر خدا تعالی رحم کرے اونھون نے عرض کیا کہ قسم ہے مجکو اوس ذات کی جس نے آپکو حق کے ساتھ بھیجا کہ مین کسی چیز پر کبھی مائل نہونگا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّي لَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلٰكِنِّي اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوا – اور خوف آپکو صرف مال کے حریص ہوجانے کا تھا اور اسی لیے ایک بڑی حدیث مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مال بیت المال کے باب مین یہ فرمایا کہ مین اپنے آپ کو اس مال کے باب مین ایسا پاتا ہون جیسے یتیم کے مال کا ولی ہوتا ہی اگر مجکو حاجت نہیں ہوتی تو مین اس سی دور رہتا ہون اور اگر حاجت ہوتی ہے تو بطور شایستہ اوسمین سی کھاتا ہون – اور روایت ہی کہ طاؤس رح کے ایک لڑکے نے اونکی طرف سے ایک خط جعلی بناکر حضرت عمر بن عبد العزیز کو دیا آپنے تین سو اشرفیان اوسکو دیدین طاؤس رح کو جو حال معلوم ہوا اپنی ایک زمین بیچ کر آپکے پاس تین سو اشرفیان بھیجدین حالانکہ سلطان حضرت عمر بن عبد العزیز تھے تو یہ درجہ ورع کے درجون مین نہایت اونچا دوسرا درجہ یہ ہے کہ بادشاہ کا مال لیوے لیکن اوس وقت مین کہ معلوم ہوجاوے کہ جو کچھ مین لیتا ہون بوجہ حلال ہے اب اگر سلطان کی ملک مین کوئی دوسرا حرام ہوگا تو اوس شخص کو ضرر نکریگا اور کثر آثار صحابہ خواہ بالکل خواہ اکابر صحابہ جو اہل ورع تھے اون سب کا لینا اسی درجہ پر محمول ہے مثلاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہ ورع مین نہایت مبالغہ کرتے تھے وہ کیسے مال سلطان کو بے سمجھے بوجھے لے لیتے وہ تو سلاطین پر سب سی زیادہ انکار کرتے تھے اور اونکے اموال کی برائی سب سی زیادہ کیا کرتے تھے چنانچہ ایکبار لوگ ابن عامر کے پاس جمع تھے جس وقت کہ وہ بیمار تھے اور اپنے عامل ہونے اور خدا تعالی کے نزدیک ماخوذ ہونیسے ڈرتے تھے لوگون نے اونسے کہا کہ ہمکو توقع ہے کہ تمھارے حق مین بہتر ہو اسلیے کہ تمنے کنوئین کھدوائے اور حاجیون کے قافلون کو پانی پلوایا اور ایسا کیا اور ویسا کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ چپکے سنا کیے ابن عامر نے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ مین یہ کہتا ہون کہ یہ باتین اوسوقت ہین کہ کمائی اچھی ہوا ور خرچ بھی اچھی طرح کیا ہو اور اب تم جاکر جھگت ہی لوگے اور دوسری روایت مین یون آیا ہے کہ آپنے یون فرمایا کہ خبیث چیز گناہون کا عوض

نہین ہوسکتی اور تم بصرہ کے حاکم رہے ہو میرے گمان مین تمنے اوس مین سے برائی ہی کمائی ہے ابن عامر نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے آپنے فرمایا کہ مین نے سُنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃً بِغَیْرِ طَھُوْرٍ وَّلَا صَدَقَۃً مِّنْ غُلُوْلٍ اور تم بصرہ کی حکومت رکھتے تھے غرض یہہ کہ حضرت ابن عمر رض کا یہ قول اوس مال مین تھا جسکو کہ ابن عامر نے خیرات مین صرف کیا تھا۔ اور یہ بھی حضرت ابن عمر رض سے مروی ہے کہ حجاج بن یوسف کے وقت مین آپنے فرمایا کہ جب سے کہ دار الخلافت لٹا ہے مین نے آج تک شکم سیر ہو کر کھانا نہین کھایا۔ اور حضرت علی مرتضی رض سے مروی ہے کہ آپکے پاس ایک برتن سربمہر مین کچھ ستو تھے جن مین سے آپ پی لیا کرتے تھے کسی نے آپ سے کہا کہ آپ اس کو عراق مین ہو کر سربمہر رکھتے ہین یہان تو کھانا بہت ہے یعنے کوئی اسکو کیون لیگا آپنے فرمایا کہ مین اسپر مُہر اسلیے نہین لگاتا کہ اس سے دوسرون کے ساتھ بخل منظور ہو مگر مجکو یہ بُرا معلوم ہوتا ہے کہ اس مین وہ چیز ملا دیجاوے جو اسمین کی نہو اور یہ بھی بُرا جانتا ہون کہ میرے پیٹ مین غیر طیب چیز داخل ہو غرض ان اکابر سے یہ اقوال و عادات مشہور ہین اور حضرت ابن عمر رض کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی چیز آپکو اچھی معلوم ہوتی اوسکو ملک سے خارج کر دیتے مثلاً ابن عامر نے آپکے غلام نافع رح کو تیس ہزار کے عوض مانگا آپنے فرمایا کہ مجکو یہ خوف ہے کہ کہین ابن عامر کے دراہم مجکو فتنہ مین نہ ڈالین یہ کہکر نافع کو آزاد کر دیا اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ ہم مین سے ایسا کوئی نہین جسکو دنیا نے مائل نہ کر دیا بجز ابن عمر رض کے کہ اونکو میل دنیا نہوا تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر پر یا جو کوئی اونکے مثل منصب رکھتا ہو اوسپر یہ گمان نہین ہو سکتا کہ اونھون نے کوئی مال بدون اوسکے حلال جانے ہوئی لے لیا ہو گا۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ بادشاہ سے جو کچھ لیوے اوسکو فقیرون اور مستحقون پر تقسیم کر دے باین لحاظ کہ جس مال کا مالک معین نہو حکم شریعت اوس مین بھی ہے تو جس صورت مین کہ بادشاہ ایسا ہو کہ اگر اوس سے نہ لیا جاوے تو وہ خود تقسیم نکرے بلکہ اوس مال سے ظلم پر استعانت کرے تو اس حال مین ہم بھی کہتے ہین کہ مال کو اوس سے لیکر بانٹ دینا اس سے اچھا ہے کہ اوسکے ہاتھ مین رہنے دیا جاوے

بعض علما کی یہی راے ہے اور اسکی وجہ آگے مذکور ہوگی اور اکثر سلف کا لینا اسی پر محمول ہے اور اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک نے فرمایا کہ جو لوگ بادشاہی عطا کو آج لیتے ہین اور اپنی حجت حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضہ کو ٹھہراتے ہین وہ اُن دونون کا اقتدا نہین کرتے اسلیے کہ حضرت ابن عمر رضہ نے تو جو کچھ لیا اوسکو بانٹ دیا حتی کہ ساٹھہ ہزار دیکر دوسرے سائل کے لیے اوس مجلس مین قرض لیا اور حضرت عائشہ رضہ نے بھی ایسا ہی کیا اور جابر بن زید نے قبول کرکے خیرات کردیا اور فرمایا کہ اونسے لیکر بانٹ دینا مجکو اس سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اونکے قبضہ مین رہنے دون اور حضرت امام شافعی رح نے جو ہارون رشید سے لیا تھا اوسکو بھی چند ہی روز مین خیرات کردیا تھا یہان تک کہ اپنے لیے ایک حبہ نہین رکھا تھا۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ نہ تو یہ ثابت ہو کہ وہ مال حلال ہے اور نہ تقسیم کے لیے لیتا ہے بلکہ رکھنے کے لیے لیتا ہو مگر ایسے سلطان سے لیتا ہے جسکا اکثر مال حلال ہے اور زمانہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین مین خلفا اسی طرح کے تھے اور اونکا اکثر مال حرام تھا اور اسکی دلیل حضرت علی رضہ کا ارشاد ہے کہ فرمایا کہ بادشاہ کو جو مال بوجہ حلال ملتا ہے وہ اکثر ہے اور اس امر کو علما کی ایک جماعت نے اکثر پر اعتماد کرنیسے جائز رکھا ہے اور ہمنے صرف ایسی صورت مین عام لوگون کے مال مین توقف کیا ہے جنکے مال بمنزلہ محصور کے ہیں اور چونکہ مال سلطان حد حصر سے خارج سا معلوم ہوتا ہے تو عجب نہین کہ کسی مجتہد کا اجتہاد اسی طرف پہونچے کہ جس چیز کے حرام ہونے کا علم نہو اوسکا لینا جائز ہے بسبب غلبہ مال حلال کے اور ہمنے منع اوس صورت مین کیا ہے کہ حرام زیادہ ہو پس جب تمنے ان درجات کو سمجھہ لیا تو معلوم کرلیا ہوگا کہ جاگیرین اور روزینے ظالم بادشاہون کے اس زمانہ مین ویسے نہین جیسی پہلے تھین اور اون مین دو وجہون قطعی سے فرق ہے وجہ اول یہ ہے کہ اس زمانہ مین سلاطین کے اموال بالکل خواہ اکثر حرام ہین اسلیے کہ حلال صرف صدقات اور فی اور غنیمت کی مدین تھین اون مین سے کوئی بادشاہ کے پاس نہین آتی کہ اونکا وجود ہی نہین رہا تو اب جزیہ باقی رہا اور وہ ایسے ظلم سے لیا جاتا ہے کہ اوس ظلم کے ساتھ مین اوسکا لینا حلال نہین اسلیے کہ سلاطین نہ تو مقدار جزیہ مین حدود شرع کو لحاظ رکھتے ہین اور نہ ذمیون کے باب مین اور اُنکی

شرطونکو پورا کرتے ہین اور اسپر طرہ یہ ہے کہ جو آمدنی اونکی مسلمانون کے خراج اور تاوانہ اور رشوتون سے ہوتی ہے اوسکی نسبت کر جزیہ سوان حصہ بھی نہین ہر۔ اور دوسری وجہ یہ کہ پہلے زمانہ کے ظالم چونکہ خلفاء راشدین کے زمانہ کے قریب تھے اپنے ظلم کو جانتے تھے اور صحابہ اور تابعین کی دلداری کا شوق رکھتے تھے اور اس بات کے حریص تھے کہ وہ لوگ ہماری عطا اور جائزے قبول کرلین اور بدون اونکے مانگے اور ذلیل کرنیکے اونکی خدمت مین بھیجدیا کرتے ہین اور اونکے قبول کرنیسے احسان مند ہوکر خوش ہوا کرتے تھے اور وہ لوگ سلاطین سے لیکر تقسیم کردیا کرتے تھے اور سلاطین کی غرضون کی اطاعت نہ کرتے تھے نہ اونکی مجلسون مین جاتے نہ اونکی بھیڑ بڑھاتے نہ اونکا باقی رہنا پسند کرتے بلکہ باقی کے لیے دعا بد کرتے اور اونکے حق مین برا بھلا کہتے اونکی برائیون کو برا جانتے رہتے تو اونپر یہ خوف نتھا کہ جسقدر سلاطین سے اونکو دنیا ملیگی اوسقدر اونکے دین مین نقصان پڑیگا اور اونکو بھی سلاطین کا کچھ خوف نتھا اور اب تو یہ حال ہے کہ سلاطین کا دل اوسی شخص کے دینے کو چاہتا ہے جس سے توقع ہو کہ ہمارا کچھ کار خدمت کریگا اور ہماری جماعت بڑھاویگا اور مدد کریگا اور ہماری مجلسون مین شریک ہوکر باعث زینت ہوگا اور ہمارے حق مین دعا اور ثنا مدام کرتا رہیگا اور سامنے اور غیبت مین ہماری تعریف مین مبالغہ کرتا رہیگا پس اگر لینے والا ان ستا ذلتون کو اپنے اوپر نہ لے یعنی اول ذلت سوال دوم خدمت مین دوڑنا تیسرے دعا اور ثنا کہنی چوتھے استعانت کے وقت اونکے مقاصد مین مدد کرنی پانچوین مجلس اور سواری کے وقت اونکی جمعیت زیادہ کرنی چھٹے اونکی محبت اور اونکے دشمنون پر اونکی شرکت کا ظاہر کرنا ساتوین اونکے ظلمون اور برے کامون کو چھپانا تو یقین ہے کہ سلاطین اوسکو ایک درم بھی نہ دیوین اگرچہ وہ اپنے وقت کا مثلاً امام شافعی ہی ہو پس ان وجوہات کی نظر سے اس زمانہ کے سلاطین سے مال حلال بھی ہوتا تو لینا درست نہ تھا تو جس صورت مین کہ معلوم ہے کہ مال اونکا حرام یا مشکوک ہر تب بطریق اولی ناجائز ہوگا اب جو کوئی اونکے مال پر جرأت کرے اور اپنے نفس کو صحابہ اور تابعین رضہ سے تشبیہ دیوے تو وہ فرشتون پر لوہارون کو قیاس کرتا ہے اور اوسمے مال لینے مین اونسے ملنے کی حاجت ہوتی ہے اور اونکی پاسداری کرنی پڑتی ہے

اور اونکے عاملون کی خدمت اور اونکے سامنے ذلت اوٹھانی اور انکی تعریف کرنی اور ڈیوڑھی پر حاضر باشی کرنی پڑتی ہے اور یہ سب باتین گناہ ہین چنانچہ چھٹی فصل مین مذکور کرینگے۔ اور جب کہ بیان گذشتہ سے مدات سلاطین کی آمدنی کے معلوم ہوگئے کہ فلان حلال ہے اور فلان حرام اب اگر فرض کیا جاوے کہ کسی شخص کو مدحلال سے بقدر اوسکے استحقاق کے گھر بیٹھے ملجایا کرے اور کسی عامل کی خوشامد اور خدمت کی ضرورت نہ پڑے نہ سلاطین کی تعریف اور تزکیہ کی نوبت آوے اور نہ اونکے مطالب مین ...ام تو ایسی صورت مین مال کا لینا حرام تو نہ ہوگا مگر کئی وجہون سے مکروہ ہوگا جسکا بیان چھٹی فصل مین کیا جاویگا

دوسرا بیان ماخوذ کی مقدار اور لینے والے کی صفت کے ذکر مین۔ چونکہ بعض اموال ایسے ہین کہ اونکے مستحق معین ہوتے ہین جیسے مال وقف یا زکوۃ یا خمس فی یا خمس غنیمت اور بعض اموال ملک سلطان کے ہین جیسے وہ زمین جسکو قابل زراعت کرے یا جو چیز اوسکی زرخرید ہو کہ ان مین بادشاہ کو اختیار ہے جسکو چاہے اور جس قدر چاہے دیدے اسی لیے ہم اُن اموال مین بحث کرتے ہین جو مسلمانون کی مصلحتون کے لیے ہون جیسے چار خمس فی کی اور میراثین لاوارثی ہین تو ان اموال کا دینا اونھین لوگونکو چاہیے جنکے دیے مین عوام کی بہتری ہو! جو شخص اوس کا محتاج اور کمانے سے عاجز ہے اور جو شخص تونگر ہو اور اوسکے دینے مین کسی طرح کی بہتری ہو تو بیت المال کا مال اوسکو نہ دینا چاہیے ہرچند اس مین علما کو اختلاف ہو مگر صحیح یہی ہے کہ نہ دینا چاہیے۔ اور حضرت عمر رض کے کلام سے ایسا پایا جاتا ہے کہ بیت المال کے مال مین ہر مسلمان کا حق ہے بوجہ مسلمان ہونے اور جماعت اسلام کے زیادہ کرنیکے مگر باوجود اسکے حضرت عمر رض سب مسلمانون کو مال تقسیم نہین کیا کرتے تھے بلکہ اونھین کو دیتے تھے جن مین خاص صفتین ہوا کرتی تھین جب یہ ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ جو شخص ایسا کام کرتا ہو کہ اوسکا نفع مسلمانون کو ہو اور اگر وہ اوس کام کو چھوڑ کر کمائی کی فکر مین پڑے تو وہ کام نہو سکے تو ایسے شخص کا حق بقدر کفایت بیت المال مین ہوگا اس قاعدہ کی رو سے تمام علما کا حق بیت المال مین ہے کہ بقدر کفایت اونکو ملے مگر علوم سے ہماری غرض وہ علوم ہین جنسے دین کی بہتری ہو جیسے فقہ اور حدیث

اور تفسیر اور قرأت مین یہان تک کہ پڑھانے والے اور اذان دینے والے بھی
اسی مین ہین اور ان علوم کے طالب علم بھی داخل ہین کیونکہ اگر اونکو بقدر کفایت
نہ ملیگا تو تحصیل نہ کرسکینگے اور اسی مین وہ عامل بھی داخل ہین جنکے عمل سے
مصالح دنیاوی وابستہ ہین جیسے فوج کے آدمی جو ملک کو تلوار کے زور سے باغیون
اور ڈاکہ ڈالنے والون اور اسلام کے دشمنون سے بچاتے ہین اور اسی مین حساب دان
اور کاتب اور متصدی اور جن لوگون کی ضرورت دفتر خراج مین پڑتی ہے داخل ہین
بشرطیکہ دفتر اموال حلال کا ہو۔ غرضکہ یہ مال مصلحتون کے واسطے ہوتا ہے اور مصلحت
یا متعلق بدین ہے یا متعلق بدنیا پس علما سے دین کی حراست ہی اور لشکریون سے دنیا
کی حفاظت اور دین اور ملک توام ہین ایسا نہین کہ ایک کو دوسرے کی حاجت نہو
اور طبیب کے علم سے ہر چند کوئی امر دینی متعلق نہین مگر چونکہ اوسپر صحت جسم کی منحصر ہے
اور دین صحت کی بعد ہے تو اس علم والے کے لیے خواہ اور علم جو ایسا ہی ہو کہ اوسکی
حاجت مصلحت بدن مین یا مصلحت بلاد مین ہوتی ہو اوسکے لیے روزینہ بیت المال
مین سے ہونا چاہیے تاکہ جو شخص بدون اجرت اونسے علاج کرانا چاہے تو کرسکین۔
اور ان لوگون مین حاجت کا ہونا شرط نہین بلکہ توانگری کے ہوتے ہوئے بھی انکو
دینا درست ہی چنانچہ خلفاے راشدین مہاجرین اور انصار کو دیا کرتے تھے حالانکہ حاجت
سبکو تھی اور روزینہ کی بھی کوئی مقدار معین نہین بلکہ امام کی راے پر منحصر ہے اوسکو
اختیار ہے کہ چاہے اتنا دے کہ غنی کردے چاہے بقدر کفایت پر اکتفا کرے جیسی مصلحت
وقت اور مال مین گنجایش ہو کرسکتا ہے چنانچہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہؓ
سے ایک دفعہ مین چار لاکھ درم لیے تھے اور حضرت عمرؓ کچھ لوگون کو بارہ ہزار درم
سالانہ دیا کرتے تھے اور حضرت عائشہ رضؓ کو اسی فہرست مین لکھ رکھا تھا اور کچھ لوگونکو
دس ہزار اور کچھ کو چھ ہزار اور اسی طرح ہر ایک کے لیے مختلف مقرر تھا۔ حاصل یہہ کہ
مال بیت المال ان لوگون کا حق ہے انپر تقسیم کیا جائے یہان تک کہ کچھ نہ رہے
اور اگر کسی شخص کو مال بہت دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین اسی طرح بادشاہ کو اختیار ہے
کہ اس مال مین سے خصوصیات والون کو خلعت اور انعام کے ساتھ مخصوص کرے
کہ یہ امر پہلے بھی ہوتا تھا مگر اوس مین لحاظ مصلحت کا ضرور رہنا چاہیے اور جب

کوئی عالم یا شجاع انعام کے ساتھ مخصوص ہوگا تو دوسرے شخصونکو اوس سے ترغیب
ہوگی اور یہ شوق پیدا ہوگا کہ ہم بھی انھین کی طرح کام کرین تو معلوم ہوا کہ خلعت وانعام
سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اچھی بات کی ترقی ہو اور یہ سب باتین سلطان کے اجتہاد پر
وابستہ ہین - اور ظالم سلطانون کے باب مین دو باتون پر نظر چاہیے اول یہ کہ
سلطان ظالم حکومت سے برطرف کرنے کے قابل ہے تو وہ یا معزول ہے یا واجب العزل
پھر جب وہ حقیقت میں سلطان ہی نہیں تو اوسکے پاس سے مال لینا کب درست ہوگا
دوسرے یہ کہ سلطان ظالم اپنا مال سب مستحقون کو تو دیتا نہین تو پھر ایک دو کو اوس سے
لینا کیسے درست ہوگا اور پھر اس میں کلام ہے کہ ایک دو کو بقدر اپنے حصہ کے لینا
درست ہے یا بالکل - لینا چاہیے یا جسکو جو کچھ ملے اوسکو لے لینا درست ہے پہلی صورت میں
ہماری رائے یہ ہے کہ وہ شخص اپنے حق لینے سے منع نکیا جاوے اسلیے کہ سلطان جس
صورت مین کہ صاحب شوکت ہوتا ہے اور اوسکا برطرف کرنا دشوار ہوتا ہے اور
دوسرے کو ایسی جگہ مقرر کرنے میں ایسا فساد برپا ہوتا ہے جسکی تاب نہ ہو تو اوسی
سلطان کو رہنے دینا اور اوسکی فرمانبرداری کرنی واجب ہوا کرتی ہے جیسے کہ امرا
کی طاعت واجب ہے اور امیرون کی طاعت کرنی اور اونکی مساعدت سے باز رہنے
کے ترک مین بہت سے امر اور وعید وارد ہین پس ہماری رائے یہی ہے کہ جس خلافت
کا متکفل کوئی شخص حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد مین سے ہو وہ منعقد ہے اور جن سلطانون
نے خلیفہ سے عہد کر لیا ہے اطراف بلاد مین اونکی حکومت نافذ ہے اور اس باب
مین جو مصلحت ہے اوسکو ہمنے اپنی کتاب مستظہری مین بیان کیا ہے اور مختصر یہ ہے کہ ہم سلاطین مین
صفات وشروط کا لحاظ اسلیے کرتے ہین کہ اس مین توقع زیادتی مصلحت کی ہے
اور اگر ہم حکومتون کو باطل کہدین تو سرے سے مصالح باطل ہوئے جاتے ہین تو نفع
کے طلب مین ہم راس المال کو کیسے کھو بیٹھین بلکہ اب تو حکومت شوکت کے تابع ہے
شوکت والے جس سے بیعت کر لیں وہی خلیفہ ہے اور جسکی شوکت مستقل ہو اور
وہ خطبہ اور سکہ مین خلیفہ کا مطیع ہو تو وہی سلطان نافذ الحکم ہے اور اطراف زمین
مین قاضی والی اور نافذ الحکم ہین اور اسکی تحقیق ہم نے رسالہ اقتصاد فی الاعتقاد
مین احکام امامت کے ذکر مین لکھی ہے اب بیان لکھکر طول کلام نہیں کرتے باقی رہی

دوسری بات کہ بادشاہ کی عطا چونکہ ہر مستحق کو عام نہین تو ایک شخص کو اوسکا لینا جائز ہو یا نہین تو اس مین علما کے چار قول مختلف ہین بعض نے نہایت مبالغہ کرکے یہ کہا ہے کہ جو کچھ لیگا اوس مین سب مسلمان شریک ہونگے اور ازانجا کہ یہ معلوم نہین کہ اوسکا حصہ اس قدر مین سے ایک خرمہرہ ہے یا زائد ہے یا کم اسلیے کل کو ترک کرنا چاہیے اور کچھ لوگ یہ کہتے ہین کہ اوس کو اوس روز کی غذا کی مقدار لینا درست ہو اسلیے کہ حاجت کی صورت مین مسلمانون پر اسی قدر کا استحقاق اوسکو حاصل ہے اور بعض نے یہ فرمایا ہے کہ اوسکو سال بھر کی غذا کا لینا جائز ہے کیونکہ ہر روز کی مقدار کفایت کا لینا مشکل ہے اور اس مال مین اوسکا حق ثابت ہی تو اپنا حق کیسے چھوڑ دے اور کچھ یہ کہتے ہین کہ جسقدر اوسکو ملے وہ تناولے سے ظلم رہیگا تو باقیون پر رہیگا اور یہی قیاس ہے اسلیے کہ یہ مال مسلمانون مین مشترک تو ہی نہین جیسے غنیمت لڑنے والون مین ہوتی ہے اور نہ یہ میراث ہی کہ ورثہ کی ملک ہوگئی ہے کہ اگر بالفرض وہ مرجا دین اور اونپر تقسیم نہو تو اونکے وارثون پر ارث کے بموجب بانٹنا واجب ہو بلکہ یہ مال حق غیر معین ہے اور اسکا تعین قبضہ سے ہے یا اسکو صدقات کا سا مال کہو کہ جب صدقہ مین سے فقیرون کو اونکا حصہ دیا جاتا ہے تب اونکی ملک ہوجاتا ہے اور اگر مالک مال مثلاً ظلم کرے اور صدقات مین سے مساکین اور مسافرون اور قرضدارون وغیرہ کو نہ دے صرف ایک جنس یعنے فقیرون کو دیدے تو یہ نہوگا کہ فقیر مالک کے ظلم کے سبب سے اوس صدقہ کے مالک نہون یہ اوس صورت مین ہے کہ بادشاہ اوسکو کل مال حوالہ نہین کرتا بلکہ اوس قدر دیتا ہے کہ اگر اورونکو بھی دیتا اور اونکی نسبت کر اسکو زیادہ دیتا تو اسکو لینا درست ہوتا کیونکہ عطا مین کمی بیشی درست ہی چنانچہ حضرت ابو بکر رض نے سبکو برابر دیا اور حضرت عمر رض نے آپسے عرض کیا کہ انکی فضیلت اللہ تعالیٰ کی نزدیک ثابت ہی اور دنیا بقدر کفایت ہی ہے اور جب خود خلیفہ ہوئے تو کمی بیشی کی حضرت عائشہ رض کے لیے بارہ ہزار اور حضرت زینب کے لیے دس ہزار اور حضرت جویریہ کے لیے چھ ہزار اور اتنے ہی حضرت صفیہ کے لیے مقرر فرمائے اور ایک جاگیر حضرت علی مرتضیٰ رض کے لیے جدا کردی اور حضرت عثمان رض نے بھی پانچ باغ انکے لیے خاص کیے تھے پھر اپنے نفس پر حضرت علی کو ترجیح دی کہ آپ لے لیوین اور آپنے

دستور کر لیے اور انکار نفرمایا اور اختلافیات مین یہ سب باتین مجتہد کی جانب سے درست
ہین اور یہ اون مسائل مین سے ہی جن میں ہم کہتے ہین کہ ہر مجتہد صواب ہی کرتا ہے یعنی
ایسے مسائل جن مین بعینہا کوئی نص نہیں اور نہ اونکے قریب اور متصل پر نص ہے کہ
وہ بھی قیاس جلی کے اعتبار سے اوسی کے حکم مین ہو جاتا ہے جیسے یہ مسئلہ ہے اور
مسئلہ سزای شراب نوشی بھی ایسا ہی ہے کہ صحابہ کرام نے اوس مین چالیس کوڑے
بھی لگائے اور اسی بھی اور دونون سنت اور حق ہین اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور
عمر فاروق رضؓ دونون صواب پر ہین اس جہت سے کہ صحابہ دونون کے فعل پر متفق تھے
جس شخص کو حضرت صدیق کے زمانہ مین زیادہ ملتا تھا اور فاروق کے زمانہ مین کم ملا
اوسنے اپنی پہلی بیشی واپس نکی اور نہ اون لوگون نے جنکو زمانہ حضرت فاروق مین
زیادہ ملا زیادتی کے قبول کرنے سے انکار کیا اور اس باب مین سب صحابہ مشترک
تھے سبھون نے یہی اعتقاد کیا کہ دونون رائین حق ہین تو جن اختلافات مین مجتہد
کی رائے صواب پر ہوا کرتی ہے اون مین اسی قسم کو دستور کر لینا چاہیے لیکن جس
مسئلہ مین نص موجود تھی یا قیاس جلی ہے اور مجتہد نے غفلت سے یا سوء تدبیر سے
اوس مین خلاف قیاس کہدیا یا نص کو چھوڑ دیا تو ایسے مسئلہ مین ہم یہ نہ کہین گے
کہ ہر مجتہد صواب پر ہے بلکہ صواب پر وہی ہے جو ٹھیک نص کو پہونچا یا معنے نص کو
اور ان سب باتون کے مجموعہ سے یہ حاصل ہوا کہ جو شخص ایسی صفت سے موصوف ہو
کہ اوس سے دین یا دنیا کی مصلحت متعلق ہو اور سلطان سے کوئی خلعت یا روزینہ
لے لیوے میراث یا جزیہ کے مال پر تو صرف لینے ہی سے فاسق نہو جاویگا بلکہ فسق
کی یہ حرکات ہین کہ سلاطین کی خدمت اور اعانت کرے اور اونکے دربار مین جاوے
اور تعریف مین مبالغہ وغیرہ امور کہ بدون اونکے مال غالباً نہین ملتا بجا لاوے
چنانچہ فصل ذیل مین ہم اسکو بیان کرینگے

چھٹی فصل اس ذکر مین کہ ظالم سلاطین سے اختلاط کونسا حلال ہے اور کونسا
حرام اور اون کے دربار مین جانے اور اونکی تعظیم کرنے کے حالات۔ واضح ہو
کہ ظالم حاکمون اور عاملون کے ساتھ مین تین حالتین ہو سکتی ہین ایک جو سب سے
بُری ہے یہ ہے کہ تم اونکے پاس جاؤ اور دوسری جو اس سے کم ہے وہ یہ ہے

کہ وہ لوگ تمہارے پاس آوین اور بیسری جو برائی سے محفوظ ہے یہ ہے کہ تم اونسے الگ ہو
نہ وہ تمکو دیکھین اور نہ تم اونکو اب انکو جدا جدا اسکو پہلی حالت سلاطین کے پاس جانا
شریعت مین بہت ہی مذموم ہے اور احادیث و آثار مین اسکے اوپر تشدیدات وارد ہین ہم اون کو
یہان نقل کرتے ہین تاکہ تمکو معلوم ہو کہ شریعت نے کیا کچھ برا کہا ہے اور بعد کو دیکھینگے
کہ بمقتضائے فتوائے علم ظاہر جانا کونسا جائز ہے اور کونسا جانا حرام ہے اور کونسا مکروہ اور مباح احادیث
اس باب مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ظالم امرا کا ذکر فرمایا تو یہ
ارشاد فرمایا فَمَنْ نَابَذَهُمْ نَجَا وَمَنِ اعْتَزَلَهُمْ سَلِمَ اَوْ كَادَ اَنْ يَسْلَمَ وَمَنْ وَقَعَ مَعَهُمْ
فِيْ دُنْيَاهُمْ فَهُوَ مِنْهُمْ اور اس سے یہ غرض ہے کہ جو کوئی اونسے
علیحدہ رہیگا وہ اونکے گناہ سے محفوظ رہیگا لیکن اگر اونپر عذاب نازل ہو گا تو اوس سے
نہین بچیگا اس وجہ سے کہ اونکے ساتھ نزاع نہ کیا اور امر بالمعروف کا تارک ہوا اور
ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میرے بعد امیر ہونگے جو جھوٹ بولین گے اور ظلم کرینگے
تو جو کوئی اونکے جھوٹ پر سچا کہیگا اور اونکی اعانت ظلم پر کریگا وہ مجھ سے نہین اور نہ مین
اوس سے اور وہ میرے پاس حوض پر وارد نہوگا اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَبْغَضُ الْقُرَّاءِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى الَّذِيْنَ
يَزُوْرُوْنَ الْاُمَرَاءَ اور ایک حدیث مین ہے کہ امیرون سے بہتر وہ ہین جو علما کے پاس
آتے ہین اور علما مین سے بدتر وہ ہین جو امرا کے پاس جاتے ہین اور حضرت
انس رض سے یہ حدیث مروی ہے اَلْعُلَمَاءُ اُمَنَاءُ الرُّسُلِ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ مَا لَمْ
يُخَالِطُوا السُّلْطَانَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَقَدْ خَانُوا الرُّسُلَ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاعْتَزِلُوْهُمْ
اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ فتنون کی جگہ سے
دور رہو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ امیرون کے دروازے ہین جب
کوئی تم مین سے امیر کے پاس جاتا ہے تو جھوٹ بات پر اوسکو سچا کہتا ہے اور جو بات
اوس مین نہین ہوتی اوسکو اوس مین بتلاتا ہے۔ اور حضرت ابوذر رض نے سلمہ کو
نصیحت کی کہ اے سلمہ سلطانون کے دروازون پر نجانا کہ تجکو اونکی دنیا مین جسقدر
ملیگا اوس سے افضل وہ تیرے دین مین سے لین گے۔ اور سفیان ثوری
فرماتے ہین کہ دوزخ مین ایک وادی ہے جس مین وہی قاری رہین گے جو

بادشاہون کے یہان جاتے ہین - اور اوزاعی فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک
اوس عالم سے برا کوئی نہین جو کسی عامل کے پاس جاوے اور سمنون فرماتے ہین کہ
عالم کے حق مین کتنا برا ہے کہ جب اوسکی مجلس مین کوئی آوے اور اوسکو نپاوے
اور پوچھے کہ کہان ہین تو یہ جواب ملے کہ وہ امیر کے یہان ہین اور مین یہ قول سنا کرتا تھا کہ جب
تم عالم کو دیکھو کہ وہ دنیا سے محبت رکھتا ہے تو اوسکو اپنے دین پر متہم کرو اب اس قول
کو مین نے خود امتحان کر لیا یعنے مین جب کبھی اس سلطان کے پاس گیا اور دربار سے
نکلنے کے بعد اپنے نفس کا حساب لیا تو اوسپر میل پایا باوجودیکہ مین اون سے سختی
کے ساتھ بولتا ہون اور اونکی خواہشون کے مخالف کہتا ہون - اور حضرت عبادہ
بن الصامت فرماتے ہین کہ قاری عابد اگر امیرون سے دوستی کرے تو یہ نفاق ہے
اور اگر توانگرون سے محبت کرے تو ریا ہے - اور حضرت ابو ذر فرماتے ہین جو شخص کسی
قوم کی بھیڑ کو زیادہ کرے تو وہ اونھین مین شمار ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ظالمونکی
جماعت بڑھانیسے ظالم کہلائیگا - اور حضرت ابن مسعود رضہ کا ارشاد ہے کہ آدمی جب
بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو اوسکا دین اوسکے ساتھ ہوتا ہے اور وہان سے پھر کر
آتا ہے تو دین رخصت ہو جاتا ہے لوگون نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ فرمایا کہ وہ شخص
بادشاہ کو ایسی باتون سے خوش کرتا ہے جنسے خدا تعالی ناخوش ہو - اور حضرت عمر
بن عبد العزیز رح نے ایک شخص کو عامل کیا پھر سنا کہ وہ حجاج بن یوسف کا عامل
رہا ہے آپنے اوسکو معزول کر دیا اوسنے عرض کیا کہ مین نے تو اوسکے عہد مین تھوڑے دن
کام کیا تھا آپنے فرمایا کہ اوسکی صحبت ایک روز نہ او چند پاس ہی کی نحوست اور
شرارت کے لیے کافی ہے - اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جسقدر آدمی سلطنت والا کے
مقرب ہوتا جاتا ہے اوسی قدر اللہ تعالی سے دور ہوتا جاتا ہے اور حضرت سعید
بن مسیب تیل کی تجارت کیا کرتے اور فرماتے کہ اسکی وجہ سے ان سلاطینون سے
کچھ حاجت نہین رہتی - اور وہب رح فرماتے ہین کہ لوگ بادشاہون کے یہان
جاتے ہین وہ امت کے حق مین جوارئون سے بھی زیادہ مضر ہین اور محمد بن مسلمہ
فرماتے ہین کہ جو قاری ان سلطانون کے دروازہ پر ہو اوسکی نسبت کر پاخانہ کا اوپر
کی مکھی بہتر ہے - اور جب زہری رح نے سلطان سے اختلاط کیا تو اونکے ایک

پراور دیمی نے اونکو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ خدا تعالی ہمکو اور اے ابو بکر تمکو
فتنون سے بچاوے کہ تمھارا یہ حال ہو گیا ہے کہ جو کوئی تم سے شناسائی رکھتا ہے
اوسکو شایان ہے کہ خدا تعالی سے دعا کرے کہ وہ تمپر رحم کرے تم بڑے بوڑھے ہو
اور اللہ تعالی کی نعمتون نے تمکو بھاری کر دیا ہے کہ اپنی کتاب کی سمجھ تمکو عنایت کی
اور طریق اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمایا لیکن اللہ تعالی نے
علما سے عہد لے لیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ یہ جان رکھو کہ جس بات کو مرتکب تم ہوئے ہو
اوسکی ادنی خرابی یہ ہے کہ تم نے ظالم کی وحشت کو دور کیا اور اپنے قرب سے اوس
شخص پر گمراہی کا طریق آسان کر دیا جسنے نہ کوئی حق ادا کیا اور نہ کوئی باطل ترک کیا تم کو
اون لوگون نے اپنا مقرب بنا کر مرکز اپنے ظلم کا ٹھہرا لیا کہ اونکی ظلم کی چکی تمھارے گرد
گھومے اور تم اونکے لیے پل بن گئے ہو کہ اپنی مصیبت مین تمپر کو عبور کرین تمکو زینہ
کہ تمھاری بدولت گمراہی کے مدارج طے کرین تمھارے سبب سے علما پر شک ڈالین گے
اور جاہلون کے دلون کو اپنی طرف کھینچین گے تو جتنا انھون نے تمھارا بگاڑ کیا
اوسکے مقابل تمھارا فائدہ ہیچ ہے تمکو کیا یہ خوف نہیں کہ مصداق اس آیت کے ہو جاؤ
فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ الآیۃ اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمکو
معاملہ ایسے شخص سے ہے جو تمھارے حال سے ناواقف نہیں اور تمھارے افعال کے
وہ لوگ محافظ ہین جو غافل نہیں تو اب تم اپنے دین کا علاج کرو کہ اوس مین گھن
آگیا ہے اور اپنے توشہ کی طیاری کرو کہ سفر دور و دراز موجود ہے اور اللہ تعالی سے
کوئی چیز زمین اور آسمان مین پوشیدہ نہیں والسلام۔ ان اخبار و آثار سے معلوم ہوتا ہے
کہ سلاطین کے اختلاط مین کس طرح کے فتنے اور فسادات ہین مگر ہم انکی تفصیل فقہ
کے طور پر کرتے ہین جس سے معلوم ہو کہ اس اختلاط مین سے حرام کونسا ہے اور
مکروہ اور مباح کونسا اسلیے ہم کہتے ہین کہ جو شخص بادشاہ کے پاس جاتا ہے وہ اپنے
خدا تعالی کی معصیت کا متعرض کرتا ہے خواہ اپنے فعل سے خواہ ساکت رہنے سے
خواہ قول سے خواہ اعتقاد سے ان چارون مین سے ایک نہ ایک ضرور ہوتی ہے
فعل کی معصیت اسطرح ہے کہ بادشاہون کے پاس جانا اغلب احوال مین چھینے ہوئے

مکانات مین ہوتا ہے اور مکانون مین رستہ چلنا اور بدون اجازت مالکون کے اونمین داخل ہونا حرام ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ امر خفیف ہے لوگ اس مین ورگذر کیا کرتے ہیں جیسے ایک خرما یا روٹی کا ٹکڑا اوٹھا لینے مین تعرض نہین کرتے تو اس تقریر سے تم دھوکا مت کھانا کیونکہ ورگذر کرنا غیر مغصوب چیزمین ہوتا ہے غصب کی چیز مین نہین ہوتا اسلیے کہ اگر یہ کہا جائے کہ ادنی بیٹھنے سے زمین کا نقصان نہین ہوتا پس قابل درگذر کے ہے اسی طرح زمین کو گذر جانے سے کچھ نقصان نہین تو ہر ایک گذرنیوالیکے لیے یہی کہا جائیگا پس سب کا حکم ایک ہی ہوا اور غصب سبکے فعل سے پورا ہوا ہے اور درگذر وہان کیا جاتا ہے کہ گذرنیوالا اکیلا ہو کیونکہ بعض اوقات مالک کو ایک شخص کا گذرجانا برا نہین معلوم ہوتا لیکن جبکہ اوسکی ملک سبکا رستہ کرلیا جاوے تو حرمت سبکے اوپر آجاویگی اور کسی کا گذرنا جائز نہوگا حاصل یہ کہ اس اعتماد پر کہ ہر ایک چلنے والے کے ایکبار گذرنے سے ملک مین نقصان نہین آتا کسی کی ملک کو راستہ بنا لینا درست نہین کیونکہ سب کا گذرنا تو ملک کو تباہ کرتا ہے اسکی مثال ایسی سمجھو کہ ضرب خفیف تعلیم مین مباح ہے مگر اسی شرط پر کہ تنہا ہو اب اگر بہت سے آدمی ملکر ایک شخص کے ضرب خفیف ہی لگادین جس سے وہ مر جاوے تو سب پر قصاص ہوگا حالانکہ اگر وہی ضرب تنہا ایک کی طرف ہوتی تو موجب قصاص نتھی اب اگر یہ فرض کرو کہ ظالم مغصوب جگہ مین نہین بلکہ خود ایسی زمین مین ہے جو اوسکی ملک مین ہے تو اگر خیمہ وغیرہ مین ہوگا تب بھی اوسکے پاس جانا حرام ہے اسلیے کہ خیمہ اوسی کے مال حرام سے بنا ہے اور حرام کے خیمہ وغیرہ سے فائدہ لینا اور سایہ مین بیٹھنا حرام ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ یہ سب چیزین مال حلال سے ہین تو اس صورت مین صرف روبرو جانے اور السلام علیکم کہنے سے گنہگار نہوگا لیکن اگر سجدہ کریگا یا جھکیگا یا سلام و مجرے کے لیے کھڑا رہیگا تو ظالم کی تعظیم اوسکی حکومت کی جہت سے کریگا اور حکومت اوسکے ظلم کا سامان ہے اور ظالم کے سامنے گردن جھکانی گناہ ہے بلکہ اگر کسی ایسے غنی کے سامنے گردن جھکاوے جو ظالم نہو اور وجہ اس تعظیم کی سوا تونگری کے اور کوئی بات نہو تو دین کے دو ثلث کم ہوجاتے ہین تو جس صورت مین کہ ظالم کے سامنے یہ نوبت ہو تو قیاس کرنا چاہیے کہ دین کی خرابی کس قدر ہوگی غرضکہ سوا لفظ سلام کے اور کوئی حرکت تعظیمی

مباح نہیں اور ہاتھون کو بوسہ دینا اور سلام کے لیے جھکنا معصیت نہیں مگر خوف کے سبب سے ہو یا امام عادل کے لیے یا کسی عالم کے لیے یا اور کسی کے لیے جو امر دینی کی وجہ سے بوسہ کا مستحق ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ حضرت ابو عبیدہ جراح رضہ نے جب حضرت فاروق رضہ سے شام میں ملاقات کی تو آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور حضرت فاروق نے اونکو منع نفرمایا۔ اور بعض علما نے اس باب میں ایسا مبالغہ کیا ہے کہ سلاطین کے سلام کا جواب دینا بھی منع کیا ہے اور فرمایا کہ اونکو حقیر جانکر اونکی طرف سے منہ پھیر لینا عمدہ ثواب کی بات ہے مگر ہم یہ کہتے ہین کہ سلام کے جواب نہ دینے مین کلام ہے کیونکہ جواب سلام واجب ہے اوسکے ظلم کی جہت سے واجب کیسے دوسرے شخص کے ذمہ سے ساقط ہو جاوگا پھر اگر جانیوالا ان باتون مین سے کوئی نہ کرے صرف سلام پر اکتفا کرے تو یہ ضرور ہوگا کہ اونکے فرش پر بیٹھے اور چونکہ اونکا کسب مال حرام ہے تو اونکے فرش پر بیٹھنا بھی درست نہین یہ امور بلحاظ فعل کے ہوئے۔ اب سکوت کو سننا چاہیے کہ جانے والا اونکی دربار مین حریر کے فرش اور چاندی کے برتن اور اونکا اور اونکے غلامون کا حریری لباس یا زیور وغیرہ جو حرام ہین دیکھیگا اور جو شخص کہ گناہ کی چیز دیکھکر خاموش ہو رہے وہ اوس برائی مین شریک ہوتا ہے اسکے سوا اونکی گفتگو مین فحش اور جھوٹ اور گالی اور ایذا کے کلمات اور غیبت سنیگا اور ان سب کو سنکر چپ رہنا حرام ہے خود اونکو لباس پہنے اور کھانا کھاتے دیکھیگا اور جو کچھ اونکے پاس ہے وہ سب حرام ہے تو اسپر بھی سکوت کرنا جائز نہین پس اوس کو امر بالمعروف اور نہی منکر اپنی زبان سے واجب ہو اگر فعل سے نکر سکے اور اگر یہ کہو کہ وہ ڈر کے مارے کچھ نہین بولتا اسلیے یہ سکوت عذر سے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکو وہان جانے کی ضرورت کیا تھی غیر مباح چیز کے ارتکاب کی ضرورت صرف عذر شرعی سے ہو سکتی ہے تو اگر یہ نجاتا اور ان حالات کو نہ دیکھتا تو اوسکو شرعاً حکم بھی نہوتا کہ امر معروف بجا لاوے وہ تو اپنے آپ باعث اس ارتکاب کا ہوا ہے اسلیے اوسکا عذر بھی مسموع نہین۔ اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جو شخص جانے کہ فلان جگہ مین فساد کی بات ہو اور مجھ سے اوسکا دور کرنا ممکن نہین تو اوسکو وہان جانا جائز نہین تاکہ جاکر اپنے سامنے وہ خرابی دیکھے اور چپ ہو رہے بلکہ یہ چاہیے کہ اوسکے

دیکھنے سے محترز رہے۔ اور قول یہ ہے کہ سلطان ظالم کے لیے دعا اور ثنا کہے یا جو کوئی
صریح باطل اوسکی زبان سے نکلے تو کہدے کہ حضور بجا فرماتے ہین یا سر سے اشارہ کردے
کہ درست ہے یا چہرہ پر بشاشت ظاہر کرے یا اوسکی محبت اور طرفداری کا اظہار کرے
اور شوق ملازمت اور اوسکی عمر درازہونے اور باقی رہنے کی حرص بیان کرے کیونکہ اکثر ایسا
یہی ہے کہ دربار مین جا کر صرف سلام کرکے کھڑا رہیگا کچھ نہ کچھ بولے گا تو وہان کی
کلام انھین اقسام مین سے کوئی نہ کوئی ہوگی۔ دعا مین سے ظالم کے لیے یہ الفاظ حلال
ہین خدا تعالی آپ کو نیکی دے یا اللہ تعالی آپ کو توفیق خیر عنایت فرماوے یا ایزد تعالی
اپنی طاعت مین آپکی زندگی زیادہ کرے یا جو اس قسم کے الفاظ ہون لیکن اوسکو طول کہکر
طول بقا اور حراست اور اتمام نعمت کی دعا مانگنی جائز نہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے مَنْ دَعَا لِظَالِمٍ بِالْبَقَاءِ فَقَدْ اَحَبَّ اَنْ يُعْصَى اللّٰهُ فِيْ اَرْضِهٖ
اور اگر دعا مین مبالغہ کرکے اوسکی ثنا کریگا تو عجب نہین کہ وہ صفات ذکر کرے جو اوس مین
نہون تو اوس سے جھوٹا اور منافق اور ظالم کا اکرام کرنیوالا ہوگا اور یہ تین گناہ ہین
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی غصہ کرتا ہے جسوقت کہ فاسق
کی تعریف کیجاتی ہے اور ایک اور حدیث مین ہے مَنْ اَكْرَمَ فَاسِقًا فَقَدْ اَعَانَ
عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔ اور اگر ثنا سے گذر کر اوس کے قول کو سچا کہے گا یا اوس کے
افعال کو اچھا بتاوے گا تو گنہگار ہوگا اسلیے کہ معصیت کو اچھا بتانا اور
اوسپر ثنا کرنی گویا اوس معصیت پر مدد کرنا ہے اور اوسکی رغبت پر جنبش دینا جیسے کہ برا
کہنا اور جھوٹا ٹھہرانا کسی کام کے زجر اور اوسکے لوازم کے ضعیف کرنے مین مفید ہوتا ہے
اور معصیت پر اعانت کرنا بھی معصیت ہو اگر ایک لفظ کے آدھی ہی سے ہو۔ حضرت
سفیان ثوری رح سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ ایک ظالم جنگل مین مرا جاتا ہے اوسکو
پانی پلانا چاہیے یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین اوسکو مرنے دینا چاہیے کیونکہ پانی پلانا
اوسکی اعانت ہے اور دوسرے لوگون کا اس مسئلہ مین یہ قول ہے کہ اوسکو پانی اتنا
پلاوے کہ اوسکے دم مین دم آجاوے۔ اور اگر ثنا سے تجاوز کرکے اظہار محبت اور
شوق ملازمت کا ذکر کریگا تو اگر جھوٹا ہوگا تو جھوٹ اور نفاق کی معصیت مین مبتلا
ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو ظالم کی محبت اور دیر پائی چاہنے کے باعث گنہگار ہوگا کیونکہ

وہ مستحق اس بات کا ہے کہ اوس سے بغض فی اللہ کیا جاوے اور بغض فی اللہ واجب ہے اور معصیت سے محبت رکھنے والا اور راضی ہونیوالا گناہگار ہے اور جو شخص ظالم سے محبت کریگا وہ اگر ظلم کے باعث کریگا تب تو اوسکی محبت کے سبب سے گناہگار ہوگا اور اگر کسی اور وجہ سے محبت کریگا تب ترک واجب کے سبب سے عاصی ہوگا کہ واجب یہ تھا کہ اوس سے بغض رکھے اور اوسنے بغض نہ کیا بلکہ اولٹی محبت کی ۔ اور اگر ایک شخص میں دو باتیں خیر و شر کی جمع ہوں تو چاہیے خیر کی وجہ سے اوس سے محبت کیجاوے اور شر کی وجہ سے اوسکو برا جانا جاوے اور باب پنجم میں ہم بیان کرینگے کہ بغض اور محبت جمع کسطرح ہوسکتے ہیں اب اگر ان سب باتوں سے محفوظ رہے کہ محفوظ رہنا معلوم تو اپنے دل میں خرابی آنے سے قطعی نہ بچیگا یعنے یہ دیکھیگا کہ ظالم اتنی بڑی آسائش میں ہے اور مجھپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کم ہے اور اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا مرتکب ہوگا کہ آپنے فرمایا ہے یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا فَاِنَّهَا مُسْخِطَةٌ لِلرِّزْقِ ۔ اسکے سوا اتنی خرابیاں اسکے جانے میں اور ہیں کہ دوسرے آدمی اسکا اقتدا کرینگے اور خود ان میں شریک ہوکر اونکی جماعت کو زیادہ کریگا اور اگر یہ شخص باعث اونکے تجمل کا ہوگا تو اپنے جانیسے اونکے تجمل کو بڑھاویگا اور یہ سب باتیں یا مکروہ ہیں یا ممنوع ۔ منقول ہے کہ حضرت سعید بن مسیب سے کہا گیا کہ ولید اور سلیمان جو عبد الملک کے بیٹے تھے ان دونوں کی بیعت کرلو آپنے فرمایا کہ جب تک رات و دن بدلتے ہیں میں دو کی بیعت نہ کرونگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بیعتوں سے منع فرمایا ہے لوگوں نے کہا کہ تو ایک دروازہ سے گھسکر دوسرے سے نکل آئے آپنے فرمایا کہ بخدا کبھی نکرونگا اسلیے کہ کوئی میرا اقتدا نکرے آپکے سو کوڑے لگائے گئے اور ٹاٹ پہنایا گیا مگر وہاں کا جانا منظور نکیا غرض کہ سلاطین کے پاس جانا بدون دو عذروں کے جائز نہیں اول یہ کہ اونکی طرف سے امر الزامی حاضری کا نہ پیام اکراہی اور یہ معلوم ہو کہ اگر میں نہ جاؤنگا تو مجکو ستاوینگے یا رعیت کی طاعت فاسد ہو جاویگی اور انتظام درہم برہم ہوگا تو اس صورت میں اوسپر جانا واجب ہے مگر نہ اونکی طاعت کے لیے بلکہ مصلحت خلق کے لحاظ سے کہ ولایت درہم برہم نہو دوسرے یہ کہ اسلیے اونکے پاس جاوے کہ کسی بھائی مسلمان پر سے ظلم کو دور کرے

یا نیت ہو کہ خود اپنے اوپر ظلم نہو خواہ اوسکو سمجھانے سے یا فریاد و واویلا کرنے سے تو اس طرح جانے کی اجازت ہے اس شرط سے کہ جھوٹ نہ بولے اور نہ تعریف کرے اور جس نصیحت کے قبول ہونیکی توقع ہو اوسکو بدون بیان کیے نہ رہے یہ حکم ہے بادشاہون کے پاس جانیکا۔ دوسری حالت یہ ہے کہ خود سلطان ظالم تمہاری ملاقات کو آوے تو اس صورت مین جواب سلام دینا تو ضروری ہے باقی رہا اوسکی تعظیم کرنی اور کھڑا ہونا تو یہ بھی حرام نہین اسلیے کہ اوسنے جو علم اور دین کی تعظیم کی تو اسوجہ سے قابل تعظیم ہوگیا جیسے ظلم کے باعث مستحق دوری کے تھا تو تعظیم کے بدلہ مین تعظیم اور سلام کے بدلے مین جواب دینا چاہیے لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر وہ خلوت مین آوے تو اوس کے لیے کھڑا نہو تاکہ اس باعث سے اوسکو دین کی عزت ظاہر ہو اور ظلم اوسکی نظر مین حقیر معلوم ہو اور جانے کہ یہ دین کے لیے خفا ہوتے ہین اور جس سے خدا تعالی روگردانی کرتا ہے اوس سے اوسکے خاص بندے اعراض کرتے ہین اور اگر مجمع مین ملاقات کو آوے تو ارباب حکومت کی حشمت کا پاس کرنا اونکی رعایا کے سامنے ضروری ہے پس اس نیت سے کھڑا ہونے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر جانے کہ نہ کھڑا ہونے سے رعیت مین کچھ فساد نہوگا اور اوسکے غصہ سے مجکو کچھ ایذا نہ پہونچے گی تو کھڑا ہونے کو ترک کرنا بہتر ہے۔ پھر ملاقات کے بعد واجب ہے کہ سلطان کو نصیحت کرے اور اگر وہ ایسی چیز کا مرتکب ہو جسکی حرمت نجانتا ہو اور توقع یہ ہو کہ حرمت جان جاویگا تو چھوڑ دیگا تو اوسکو اوس چیز کی حرمت تبلا دینی واجب ہے اور جن چیزون کی حرمت اوسکو خود معلوم ہے مثلاً شراب پینا اور ظلم کرنا تو اونکے ذکر کی کچھ ضرورت نہین بلکہ جن گناہون کا وہ مرتکب ہے اگر یہ گمان ہو کہ ڈرانا کچھ اثر کریگا تو اون گناہون سے ڈرا دینا چاہیے اور ایک یہ واجب ہے کہ سلطان کو راہ مصلحت تبلا دے یعنی اگر ظالم کی مطلب براری کا کوئی طریق موافق شرع کے خود جانتا ہو تو اوسکو وہ راہ بتا دے تاکہ اوسکا مطلب بھی ہو اور ظلم سے بھی بچا رہے غرض کہ اگر اپنی بات کو یہ جانے کہ سلطان مین تاثیر کریگی تو تین باتین اوسپر واجب ہین اول جو بات سلطان کو معلوم نہو اوسکا کہنا دوسرے جن باتونکو وہ جان بوجھکر کرتا ہے اونسے دھمکانا سوم جس چیز سے وہ غافل ہو اوسکی طرف رہنمونی کرنی۔ اور یہ تینون باتین اوس شخص کو بھی لازم ہین جسکو خود بادشاہ کے پاس

جائیکا اتفاق عذر سے خواہ بلا عذر ہو۔ محمد بن صالح کہتے ہیں کہ میں حماد بن سلمہ کے پاس تھا دیکھا تو اونکے گھر میں چار چیزون کے سوا اور کچھ نتھا ایک اونکے بیٹھنے کا بوریا دوم تلاوت کا قرآن سوم کتابون کا بستہ چہارم وضو کا لوٹا ایک روز میں اونکے پاس ہی تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی معلوم ہوا کہ محمد بن سلیمان ہے آپنے اوسکو اجازت دی وہ اندر آکر سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یہ کیا بات ہو کہ جب میں تمکو دیکھتا ہون تو رعب مجھپر چھا جاتا ہے آپنے فرمایا کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم جب اپنے علم سے اللہ تعالی کی رضا چاہتا ہے تو اوس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جب علم سے خزانہ کا جمع کرنا چاہتا ہے تو ہر چیز سے خود ڈرتا ہے پھر محمد بن سلیمان نے چالیس ہزار درم آپکو نذر کیے اور عرض کیا کہ انکو اپنے حوائج میں صرف فرمائیے آپنے فرمایا کہ جن لوگون پر تمنے ظلم کرکے یہ حاصل کیے ہین اونکو واپس کردو اوس نے عرض کیا کہ بخدا میں نے آپکی نذر وہ مال کیا ہے جو مجکو وراثت میں ملا ہے میں نے براہ ظلم کسی سے نہین لیا آپنے فرمایا کہ مجکو اس مال کی ضرورت نہین اوسنے عرض کیا کہ آپ اونکو لیکر لوگون کو تقسیم کردیجیے آپنے فرمایا کہ میں قسمت کرنہین شاید عدل کرون تو مجھے یہ ڈر ہے کہ جسکو اوس میں سے کچھ نہ ملے وہ یون کہے کہ اس شخص نے قسمت میں عدل نہین کیا اور میری جہت سے اوسکو گناہ ہو پس انکو مجھسے علیحدہ ہی رکھو۔ **تیسری حالت** یہ ہے کہ سلاطین سے علیحدہ رہے نہ خود اونکو دیکھے نہ وہ اوسکو دیکھیں اور یہ امر واجب ہو اسلیے کہ اس باب میں سلامتی اسی صورت میں ہے پس آدمی پر واجب ہے کہ سلاطین کے ظلم کی وجہ سے دل میں اونکی عداوت رکھے اور اونکی دیر پائی نہ چاہے اور نہ اونکی تعریف کرے نہ اونکے حالات کا جویا رہے اور نہ جو لوگ اونسے متصل رہتے ہین اونکے نزدیک جاوے اور اونسے جدا رہنے کے باعث اگر کوئی چیز اپنے آپکو نہ ملے تو اوسپر افسوس نکرے اور یہ اوس صورت میں ہے کہ دل میں اوسکا دھیان گذرے اور اگر بالکل اونسے غافل ہی ہو جاوے تو اور بھی اچھا ہے اور جب دل میں یہ بات گذرے کہ اونکے پاس مال اور سامان عشرت بہت ہے تو یہ قول حاتم اصم کا یاد کرے کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھ میں اور بادشاہون میں ایک ہی دن کا فرق ہے اسلیے کہ کل گذشتہ کی لذت تو اونکو بیسر نہین اور آیندہ کل میں مجکو اور انکو

دونکو خوف ہی پس صرف آج کا دن باقی رہا ایک روز سے کیا ہو سکتا ہی یا حضرت ابو درداؓ
کے قول کو یاد کرے کہ اونھون نے فرمایا کہ مالدار کھانے اور پینے اور لباس مین ہمارے شریک ہین
وہ بھی کھاتے پیتے اور پہنتے ہین اور ہم بھی ایسا ہی کرتے ہین اور اونکے پاس فضول مال ہوتا ہے
جسکو وہ دیکھا کرتے ہین اور ہم بھی اونکے ساتھ دیکھ لیتے ہین فرق اتنا ہے کہ اونکو اوس کا
حساب دینا پڑیگا اور ہم اس بازپرس سے بری ہین اور جو شخص کہ کسی ظالم کے ظلم یا اوس
کی معصیت پر واقف ہو چاہیے کہ اوسکا واقف ہونا اوس ظالم کا مرتبہ اوس کے دل مین
گھٹا دے کہ یہ ضروری ہے کیونکہ جو شخص حرکت مکروہ کا مرتکب ہوتا ہی بالضرور دل سے اُتر جاتا ہی
اور معصیت کا مکروہ جاننا ضرور ہی کیونکہ تین حال سے خالی نہین یا تو اوسکو بھول جاوے یا
راضی ہو یا مکروہ جانے تو باوجود جاننے کے بھول تو سکتا نہین اور معصیت پر راضی ہونے کی
کوئی وجہ نہین تو ضرور ہوا کہ اوسکو بُرا ہی جانا جاوے تو یون چاہیے کہ جو شخص خدا تعالیٰ
کے حق مین قصور کرے اوسکو ایسا بُرا جانے جیسا اپنے حق مین قصور کرنیسے جانتے - اب اگر یہ کہو
کہ دل سے بُرا جاننا تو اختیاری بات نہین تو وجوب کیسے ہو گا تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو چیز محبوب
کے نزدیک بُری ہوتی ہے عاشق اپنی طبیعت سے اوسکو بُرا جانتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ
سے محبت نہین رکھتا وہ اوسکو پہچانتا نہین حالانکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت واجب ہے
اور جب اللہ تعالیٰ سے محبت کریگا تو بالضرور جس چیز کو خدا تعالیٰ بُرا جانتا ہے اوسکو وہ بھی
بُرا جانیگا اور جسکو اللہ تعالیٰ چاہیگا اوسکو وہ دوست رکھیگا اور اسکی تحقیق باب محبت و
رضا مین مذکور ہوگی - اب اگر یہ کہو کہ سلف کے علما تو سلاطین کے پاس جایا کرتے تھے تو اسکا
جواب یہ ہی کہ ہان سلف کے لوگون سے اول جانیکا طور سیکھ لو تب جانے مین مضائقہ نہین چنانچہ
مروی ہے کہ ہشام بن عبدالملک بادشاہ حج کے لیے آیا جب مکہ معظمہ مین داخل ہوا تو کہا
کہ کسی شخص کو صحابہ رضؓ مین سے میرے پاس لاؤ لوگون نے کہا کہ وہ تو انتقال کر گئے اوسنے کہا
کہ کسی تابعی کو لاؤ تو حضرت طاؤس یمنی کو لوگ بلا لائے جب آپ ہشام کے سامنے گئے تو جوتا
فرش کے کنارے پر اُتار ڈالا اور امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا بلکہ یون کہا کہ اے ہشام السلام علیک
اور نہ اوسکی کنیت ذکر کی اور بعد سلام کے اوسکے مقابل بیٹھ گئے اور پوچھا کہ اے ہشام تم
کیسے ہو سلطان انکی حرکات سے افروختہ ہوا یہانتک کہ قصد مار ڈالنے کا کیا مگر لوگون نے
کہا کہ تو حرم خدا اور حرم رسول مین ہی یہ نہین ہو سکتا اوسنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمنے

یہ حرکت کیون کی آپنے فرمایا کہ مین نے کیا کیا اوسکو اور بھی غصہ زیادہ ہوا اور کہا کہ تمنے
میری سامنے جوڑا اُتارا اور میری ہاتھ کو بوسہ نہ دیا اور مجکو امیر المومنین کہکر سلام نکیا اور میری
کنیت نہ بیان کی اور میری مقابل بدون اجازت بٹیھہ گئے اور پوچھا کہ ہشام تم کیسے ہو آپنے
جواب دیا کہ جوڑا اُتارنیکا حال یہ ہی کہ رب العزت کی سامنے ہر روز پانچ بار اُتارتا ہون وہ مجھپر
نہ خفا ہوتا ہے نہ سزا دیتا ہی اور بوسہ دینے کی یہ وجہ ہی کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
سُنا ہے کہ فرماتی تھے کہ مرد کی لیے حلال نہین کہ کسی کے ہاتھ کو بوسہ دی بجز اپنی بی بی کے براہ
شہوت اور اپنی اولاد کے بطور رحمت اور یہ جو کہتے ہو کہ مجکو امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا
تو اسکا سبب یہ ہی کہ سب آدمی تمھاری حکومت سے رضی نہین اسلیے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا
کہ جھوٹ بولون اور کنیت نہ بیان کرنیکی یہ وجہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا کے تو نام لیے ہین
اور فرمایا یا داؤد یا یحیی یا عیسی اور اپنے دشمنون کو کنیت سے ذکر فرمایا جیسے تبت یدا ابی لھب
اور یہ جو کہتے ہو کہ میری سامنے بٹیھہ گئے اسکا باعث یہ ہی کہ مین نے حضرت علی رضہ سے سُنا ہے
کہ فرماتے تھی کہ جب تم کسی دوزخی کو دیکھنا چاہو تو ایسے شخص کو دیکھہ لو کہ خود بیٹھا ہو اور
لوگ اوسکے گرد کھڑے ہون ہشام یہ باتین سنکر بولا کہ آپ مجکو نصیحت فرمائیے آپنے فرمایا
کہ مین نے حضرت علی مرتضی رضہ سے سُنا ہے کہ فرماتی تھے کہ دوزخ مین پہاڑون کی چوٹیون
کی مانند سانپ ہین اور بچھو خچرون کے برابر ہین وہ اون امیرون کو کاٹینگے جو اپنی رعیت
مین عدل نہین کرتے پھر آپ وہان سے اُٹھکر جلدی سے چلدیے۔ اور حضرت سفیان
ثوری رضہ سے منقول ہی کہ وہ منا مین ابو جعفر منصور کے پاس تشریف لیگئے اوسنے عرض کیا
کہ آپ اپنی حاجت بیان فرمائیے آپنے فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کہ تو نے اپنے ظلم و
تعدی سے زمین کو بھر دیا ہے منصور نے گردن جھکا لی پھر سر اوٹھا کر کہا کہ آپ اپنی حاجت
مجھسے بیان کرین فرمایا کہ تو جو اس مرتبہ کو پہونچا ہے تو صرف مہاجرین اور انصار کی تلوارون
سے پہونچا ہے اب اونکے بچے بھوکون مرتے ہین خدا کا خوف کر اور اونکا حق اونکو حوالہ کر
پھر سر نیچے کر لیا اور آخر کو سر اوٹھا کر کہا کہ اپنی حاجت پیش فرمائیے فرمایا کہ حضرت عمر
فاروق رضہ نے جب حج کیا تھا تو اپنے خزانچی سے پوچھا تھا کہ مین نے کتنا خرچ کیا
اوسنے عرض کیا کہ کچھ اوپر دس درم اور تیری ساتھ اتنے مال دیکھتا ہون کہ جنکو اونٹ بھی
نہین اوٹھا سکتے یہ کہکر آپ چلے آئے تو اکابر سلف اگر بزور و تکلف جاتی بھی تھے تو اسطرح

جایا کرتے تھے اور سلاطین کے ظلم سے خدا واسطہ کا انتقام لینے کے لیے اپنی جان لڑا دیتے تھے
اور ابن ابی شمیلہ عبد الملک بن مروان کے پاس تشریف لیگئے اوسنے عرض کیا کہ کچھ فرمائے
آپنے فرمایا کہ قیامت کے دن قیامت کے غموں اور تلخیوں سے اور وہان کی تباہی دیکھنے سے
وہی لوگ بچینگے کہ جنھوں نے اپنے نفس کو ناراض کرکے خدا تعالی کو راضی کیا ہوگا عبد الملک
رو دیا اور کہا کہ جبتک مین زندہ رہونگا اس حملہ کو اپنی آنکھ کے سامنے رکھونگا۔ اور جب حضرت
عثمان غنی رض خلیفہ ہوئے تو تمام صحابہ آپکی خدمت مین آئے مگر حضرت ابو ذر غفاری جو آپکے
دوست تھے اونھوں نے تاخیر کی حضرت عثمان رض نے اونکو تاخیر پر عتاب فرمایا اونھون نے کہا
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ آدمی جب کسی حکومت کا والی
کیا جاتا ہے تو اللہ تعالی اوس سے دور ہو جاتا ہے اور حضرت مالک بن دینار رح بصرہ کے حاکم
کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ مین نے کسی کتاب مین دیکھا ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ سلطان
سے زیادہ بیوقوف کوئی نہین اور جو شخص میری نافرمانی کرے اوس سے بڑھکر نادان کوئی نہین
اور جو شخص مجھپر گھمنڈ کرے اوس سے زیادہ دھوکا کھانیوالا کوئی نہین اے خراب چرانیوالے
مین نے تجھکو موٹی تندرست بھیڑ بکریان دین تو نے اونکا گوشت کھایا اور اون پہنی اور اونکو
ہڈیان ہوا اوڑھا ضائع کر دیا حاکم بصرہ نے کہا کہ آپکو معلوم ہے کہ آپ ہم پر دلیر اور ہم سے سیر کیوں ہین
آپنے فرمایا کہ نہین اوس نے کہا اس کی یہ وجہ ہے کہ آپ ہم سے طمع کم رکھتے ہین اور مال کو
رکھنا نہین چھوڑتے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح سلیمان بن عبد الملک کے ساتھ کھڑے تھے
اتنے مین سلیمان رعد کی آواز سنکر ڈر گیا اور اپنی چھاتی چارجامہ کے اگلے حصہ پر رکھدی
حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ یہ آواز اللہ تعالی کی رحمت کی تھی جب اوس کے عذاب
کی آواز سنوگے تب کیا صورت ہوگی پھر سلیمان نے لوگون کی طرف دیکھکر کہا کہ کتنے
زیادہ آدمی ہین آپنے فرمایا کہ اے امیر المومنین یہ سب آپکے مدعی ہین اوسنے کہا کہ خدا تعالے
تمکو انسے حوالہ ڈالے۔ اور کہتے ہین کہ سلیمان بن عبد الملک بقصد مکہ معظمہ مدینہ منورہ
مین آیا اور حضرت ابو حازم کو بلوایا اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم موت کو برا جانتے ہین
آپنے فرمایا کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ تمنے اپنی آخرت خراب کی اور دنیا کو آباد کیا اسلیے آبادی سے
ویرانہ مین جانیکو برا جانتے ہو اوسنے پوچھا کہ اللہ تعالی کے سامنے جانا کیسا ہوگا آپنے
فرمایا کہ نیک بندے تو ایسے جاینگے جیسے باہر رہتا ہوا آدمی اپنے گھر آوے اور گنہگار

ایسے آوینگے جیسے بھاگا ہوا غلام آقا کے سامنے لایا جاوے سلیمان رویا اور کہنے لگا کہ کاش ہمکو
معلوم ہو کہ خدا تعالی کے یہان ہم کیسے ہونگے ابو حازم نے فرمایا کہ اپنے حال کو قرآن مجید
سے مطابق کر لو اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ
سلیمان نے کہا کہ پھر خدا تعالی کی رحمت کہان ہے آپنے فرمایا کہ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ
مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ سلیمان نے پوچھا کہ اللہ کے بندون مین سے زیادہ بزرگ کون ہے فرمایا کہ مروت
اور تقوی والے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہے فرمایا کہ فرائض کا ادا کرنا حرام چیزون سے
اجتناب کے ساتھ پوچھا کہ کلام مین سے زیادہ کونسی سننے کے قابل ہے فرمایا کہ سچ کہنا ایسے شخص
کے سامنے جس سے بیم و رجا ہو پوچھا کہ ایمان والون مین سے کونسا زیادہ دانا ہے فرمایا کہ وہ
شخص جو اللہ تعالی کی طاعت پر عمل کرے اور لوگون کو اوسی کی طرف طالب ہو پوچھا کہ
اہل ایمان سے زیادہ خسارہ مین کون ہے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی ظالم کی خواہش مین چلے
اور اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے عوض فروخت کرے پھر سلیمان نے پوچھا کہ ہم جس حال مین
ہین اوس مین تم کیا کہتے ہو آپنے فرمایا کہ کیا تم مجھکو معاف رکھوگے اوسنے کہا
کہ نہین بلکہ نصیحت فرمایئے فرمایا کہ اے امیر المومنین تمہارے باپ دادون نے لوگون پر تلوار
کا دباؤ ڈالکر یہ ملک زبردستی لیا ہے نہ تو مسلمانون سے مشورہ کیا اور نہ اونکی خوشی سے لیا
یہانتک کہ بڑا کشت و خون کرکے چلدیے تو کاش اب تم جان لو کہ اونھون نے کیا کیا اور
لوگون نے اونکو کیا کہا ایک شخص نے سلیمان کے جلیسون مین سے کہا کہ اے ابو حازم تم نے
یہ برا کلام کیا آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے علما سے عہد لیا ہے کہ لوگون مین امر حق کو بیان
کرین اور پوشیدہ نرکھین سلیمان نے عرض کیا کہ ہم کیسے اس خرابی کو دور کرین آپنے فرمایا
کہ وجہ حلال سے تحصیل کرو اور اوسکے موقع مین صرف کرو اوسنے کہا کہ یہ بات کس سے
ہوسکتی ہے آپنے فرمایا کہ جو شخص جنت کا طالب اور دوزخ سے خائف ہو اوس سے ہوسکتی ہے
اوسنے عرض کیا کہ آپ میرے حق مین دعا فرمایئے آپنے فرمایا کہ الہی اگر سلیمان تیرا دوست ہے
تو اوسکے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی آسان کردے اور اگر دشمن ہے تو اوسکو زبردستی اپنے
محبوب اور پسند چیز کی طرف پہونچادے پھر سلیمان نے عرض کیا کہ مجھکو وصیت فرمایئے
آپنے فرمایا کہ مین مختصر سی وصیت کرتا ہون کہ اپنے رب کی عظمت اور پاکی اس درجہ پر
تصور کر کہ جس کام سے اوسنے تجھکو منع کیا ہے اوسکا مرتکب نہ دیکھے اور جس کام کا امر کیا ہے

اوسمین قاصر نیا دو - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ابو حازم رح سے فرمایا کہ مجھکو نصیحت کر
آپنے فرمایا کہ لیٹ کر یہ تصور کرو کہ موت سر پر موجود ہے اور یہ وقت وہی ہے پھر یہ دھیان کر
کہ ایسے وقت میں تم کونسی صفت کو اپنے آپ میں ہونا پسند کرتے ہو اور کونسی کا ہونا مکروہ سمجھا
کرتے جس صفت کا ہونا پسند کرو اوسکو اوسی وقت اختیار کرلو اور جس کا ہونا پسند نہیں کرتا
اوسکو اوسی وقت ترک کرو کیونکہ شاید وقت آخر قریب ہی آگیا ہو - اور ایک اعرابی سلیمان
بن عبد الملک کے پاس آیا اوس سے سلیمان نے کہا کہ کچھ فرمایئے اوسنے کہا کہ اے امیر المومنین
مین آپسے کچھ کہتا ہون اوسکو برداشت کرنا اور اگر برا مانو گے تو پچھتاؤ گے کہ تمنے برداشت
کیون نکیا سلیمان نے کہا کہ ہمارا حلم تو اتنا وسیع ہے کہ جس شخص سے نصیحت کی توقع نہیں ہوتی اور
احتمال دغا کا ہوتا ہے اوسکے ساتھ بھی حلم کرتے ہین تو جو شخص ہماری نصیحت کو کہیگا اور ہم
کچھ فریب کریگا اوسکے ساتھ حلم کیسے نہ برتین گے اعرابی نے کہا اے امیر المومنین آپکے
گرد و پیش ایسے لوگ ہین کہ انھون نے اپنی جانون کے لیے برائی اختیار کی اور دین کو بیچ کر
دنیا مول لی اور تمہاری رضامندی خدا تعالی کی خفگی کے عوض اختیار کی اللہ تعالی کے
باب مین تو تمہارا خوف کیا اور تمہارے باب مین اللہ تعالی کا خوف نکیا آخرت کے ساتھ لڑائی
اور دنیا کے ساتھ صلح پسند کی تو جس چیز پر اللہ تعالی نے تمکو امین کیا ہے تم اوسپر ان لوگونکو
امین مت کرو کہ انھون نے امانت کے ضائع کرنے اور امت کے ذلیل و خوار کرنے مین کوئی دقیقہ
نہین چھوڑا اور تم سے اونکے اعمال کی بازپرس ہوگی اور اونسے تمہارے اعمال کا سوال نہوگا
تو تم اپنی آخرت بگاڑ کر اونکی دنیا کو درست مت کرو کیونکہ لوگون مین زیادہ تر خسارہ اوسکا ہے
جو دوسرے کی دنیا کے بدلے مین اپنی آخرت کھو بیٹھے سلیمان نے کہا کہ اے اعرابی تو نے اپنی
تیغ زبان سے خوب پھول کتر ہے اتنا کاٹ تو تیری تلوار مین بھی نہوتا اعرابی نے کہا کہ بجا ہے
مگر یہ باتین آپکی فائدہ کی ہین نہ ضرر کی اور حکایت ہے کہ ابو بکرہ معاویہ رض کے پاس گئے اور فرمایا
کہ اے معاویہ خدا تعالی سے خوف کرو اور جان لو کہ جو دن گذرتا جاتا ہے اور رات تمہارے
پاس آتی ہے وہ تمہین تم دنیا سے دور اور آخرت سے نزدیک ہوتے جاتے ہو اور تمہارے پیچھے
طالب لگا ہے کہ اوس سے تم بچ نہین سکتے اور ایک حد تمہارے لیے مقرر ہے جس سے آگے نہین
نکل سکتے اب تم بہت جلد اوس حد تک پہونچا چاہتے ہو اور عنقریب وہ طالب تمکو آپکڑیگا
اور ہم اور ہماری حالات سب فانی ہین اور جسکی طرف ہم جائینگے وہی باقی ہے اگر ہمارے

اپنے ہونگے تو جزا اچھی ہوگی اور اگر برے ہونگے تو جزا بری ہوگی۔ غرضکہ علماء آخرت کا جانا سلاطین کے پاس اسطرح پر تھا مگر علماء دنیا اسلیے جاتے ہین کہ اونکے دلون مین تقرب حاصل کرین اونکو طرح طرح کی اجازتین دیتے ہین اور باریک حیلہ اور گنجایش کے راستے جو اونکے مطالب کے موافق ہین سوجھاتے ہین اور اگر جس قسم کی باتین ہمنے لکھی ہین وعظ کے ضمن مین کہتے بھی ہین تو اونسے غرض اصلاح نہین ہوتی بلکہ جاہ اور قبول سلاطین کی نظرون مین حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اور اس امر مین دو دھوکے ہین جن مین احمق مبتلا ہوجاتے ہین اول یہ کہ ظاہر یہ کرین کہ ہمارا مقصود سلاطین کے پاس جانے سے یہ ہے کہ وعظ سے اونکی اصلاح کرین اور غالباً جی مین یہ بات نہین ہوتی مگر خود اونکو بھی باعث اصلی اس کا معلوم نہین ہوتا وہ باعث خفیہ خواہش شہرت کی ہوتی ہے اور یہ کہ سلاطین اونکو پہچان جاوین اور غرض صلاح کے سچ ہونیکی یہ علامت ہے کہ اگر دوسرا شخص عالم اوس وعظ کا متکفل ہو اور اوسکا وعظ مقبول ہوکر صلاح کا اثر ظاہر ہونے لگے تو چاہیے کہ اوس سے خوش ہو اور اللہ تعالی کا شکر کرے کہ جس مہم مین در پے تھا اوسکو اللہ تعالی نے دوسرے کے ہاتھ سے سر انجام کرا دیا اور میری تکلیف کو بچا دیا جیسے کسی شخص پر واجب ہو کہ ایک مریض از کار رفتہ کا علاج کرے اس صورت میں اگر دوسرا کوئی طبیب اس خدمت کو اپنے ذمہ لیوے تو پہلے طبیب کو نہایت خوشی ہوگی پس اگر اپنے دل مین اپنے وعظ کو دوسرے کے وعظ پر ترجیح جانتا ہوگا تو معلوم ہوگا کہ اوس کو دھوکا ہوا غرض اصلی اصلاح سلاطین نہین کچھ اور ہی مطلب ہے۔ دوم یہ کہ یون بیان کرے کہ مین اسلیے جاتا ہون کہ کسی مسلمان پر سے ظلم دفع کرا دون تو یہ بھی دھوکی کا مقام ہے اور اسکی کسوٹی بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ اور جبکہ سلاطین کے پاس جانیکا طریق ظاہر ہوگیا تو اب ہم چند مسائل لکھتے ہین جنسے مخالطت سلاطین اور اونکے مال کے لینے مین جو حالات عارض ہوتے ہین اونکی کیفیت معلوم ہوگی مسئلہ جب سلطان تمکو کوئی مال فقیرون کو دینے کے لیے بھیجے تو دو حال سے خالی نہین یا تو اوس مال کا کوئی مالک معین ہوگا اس صورت مین تو اوسکا لینا تمکو حلال نہین یا کوئی مالک معین نہوگا بلکہ اوس مال کا حکم یہ ہو کہ اوسکو صدقہ کر دینا مساکین پر بموجب بیان گذشتہ واجب ہو تو تمکو جائز ہے کہ اوسکو لیکر بانٹنے کے کفیل ہو جاؤ اور خود لیکر گناہگار مت ہو لیکن بعض علماء لینے ہی سے انکار کرتے ہین تو اب بہتر صورت کو دیکھنا چاہیے اسلیے ہم کہتے ہین کہ اگر تم

تین خطرون سے مامون ہو تو اوسے لینا تمھارے حق مین بہتر ہے اول خطرہ یہ ہے کہ بادشاہ
تمھارے لینے سے یہ سمجھے کہ ہمارا مال طیب ہے اگر طیب نہوتا تو تم اوسکے لینے کو ہاتھ نہ بڑھاتے
اور اپنی تحویل مین نکرتے پس اگر ایسی ہی صورت ہو تو مال مت لو کہ خطرناک ہے کیونکہ جتنی
بہتری تمھارے اوس مال کے تقسیم کرنے سے ہوگی وہ اوس برائی سے کم ہوگی جو سلطان کو مال
حرام پر جرأت ہونے سے ہوگی - دوم یہ کہ دوسرے عالم خواہ جاہل تمکو دیکھکر تمھارا اقتدا کرین اور
لینے کو جائز سمجھیں اور مساکین کو نہ دیوین تو یہ خرابی پہلی خرابی سے بھی زیادہ ہے چنانچہ کچھ
لوگ لینے کے جائز ہونے پر حضرت امام شافعی رح کے لینے کی سند لاتے ہین اور اونکے تقسیم کردینے کو
نہین دیکھتے کہ فقیرون کو دینے کی نیت سے لیا کرتے تھے تو جو شخص مقتدا ہو اوسکو اس امر
سے نہایت بچنا چاہیے کیونکہ اوسکا فعل بہت مخلوق کی گمراہی کا سبب ہو جاتا ہے وہب بن منبہ
کہتے ہین کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک شخص پکڑ آیا اور لوگون کے سامنے سلطان نے اوس کو
زبردستی سور کا گوشت کھلانا چاہا اوسنے نہ کھایا پھر اوسکے سامنے بکری کا گوشت کیا گیا اور
تلوار سے دھمکایا گیا اوسنے وہ بھی نہ کھایا لوگون نے اس کی وجہ پوچھی اوسنے کہا کہ لوگون کو
یہ یقین ہو چکا کہ مجکو سور کا گوشت کھلانا تجویز ہوا ہے اب اگر مین تندرست باہر نکلتا اور کچھ کھاتا
تو لوگ نہ جانتے کہ مین نے کیا کھایا اور گمراہ ہو جاتے اور وہب بن منبہ اور طاؤس رح حجاج کے
بھائی محمد بن یوسف کے پاس گئے وہ لڑکا ہی سا تھا اور جاڑے کے دن مین کھلی مجلس مین تھا
یہ دونون بھی کرسی پر بیٹھ گئے محمد بن یوسف نے اپنے غلام سے کہا کہ ایک چادر لاکر طاؤس رح
کو اوڑھا دے اوسنے حکم کی تعمیل کی آپنے اپنے شانے ہلانے شروع کیے یہانتک کہ چادر گر پڑی
محمد بن یوسف غصہ ہوا اور کہا کہ یہ مانا کہ آپکو اسکے استعمال کی ضرورت نہین لیکن اگر آپ
اسکو لیکر صدقہ کر دیتے تو کیا ہوتا آپنے فرمایا کہ درست ہے اگر مجکو یہ ڈر نہ ہوتا کہ بعد کو لوگ کہینگے
کہ طاؤس نے لیا تھا اور جو مین کرتا وہ نہ کرینگے تو مین ایسا ہی کرتا - سوم یہ کہ اس وجہ سے
کہ بادشاہ نے تمکو خاص کیا اور مال تمھارے ہی پاس بھیجا دوسرے کے پاس ارسال نہ کیا
تمھارے دل مین اوسکی محبت جنبش کر جاوے اگر یہ معاملہ ہو تو ہرگز مال قبول مت کرو کہ زہر
قاتل ہے اور ظالمون کی محبت درد لاعلاج ہے اسلیے کہ جسکو آدمی دوست رکھتا ہے اوسکی بابت مد
اہنت کیا کرتا ہے اور محسن سے محبت بالطبع ہوتی ہے چنانچہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ
نفوس بنی آدم کی سرشت مین رکھا گیا ہے کہ جو اونکے ساتھ سلوک کرے اوس سے محبت کرین اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عِنْدِیْ يَدًا يُحِبُّهُ قَلْبِیْ اس ارشاد میں
آپ نے بیان فرمایا کہ قلب غالباً محبت سے خالی نہین رہتا۔ اور کہتے ہین کہ کسی حاکم نے حضرت
مالک بن دینار رح کے پاس دس ہزار درم بھیجے آپنے اون سبکو تقسیم کر دیا اونکے پاس محمد
بن واسع آئے اور پوچھا کچھ تمکو اس امیر نے بھیجا تھا اوسکو کیا کیا آپنے فرمایا کہ میرے ساتھیون سے
دریافت کر لو سب نے کہا کہ بالکل تقسیم کر دیا محمد بن واسع نے کہا کہ مین تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون
کہ تمھارے دل مین اوس امیر کی محبت اب زیادہ ہے یا مال بھیجنے سے پہلے زیادہ تھی آپنے فرمایا
کہ اب زیادہ ہے اونھون نے کہا کہ مجکو اسی کا خوف تھا اور واقع مین درست کہا کیونکہ جب
اوس سے محبت رکھیگا تو اوسکی بقا چاہیگا اور معزول ہونیکو برا جانیگا اور اوسکے مرنے اور
ادبار کو اچھا نہ سمجھیگا اور یہ پسند کریگا کہ اوسکی حکومت پھیلے اور مال زیادہ ہو اور یہ سب
باتین اسباب ظلم کی اور محبت کی ہین اور وہ مذموم ہے حضرت سلمان فارسی اور ابن مسعود
رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ جو شخص کسی کام سے راضی ہو اگرچہ وہ غیر حاضر ہو مگر ایسا ہو گا کہ
گویا اوسکے کرنے مین شریک تھا اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
اسکے معنی بعض مفسرین نے یہی فرمائے ہین کہ ظالمون کے اعمال پر راضی مت ہو پس اگر تمکو اسقدر
قوت ہو کہ مال لینے سے سلاطین کی محبت زیادہ نہو تو لینے مین کچھ مضائقہ نہین۔ چنانچہ کسی
بصرہ کے عابد کا حال کہتے ہین کہ وہ مال لیکر تقسیم کر دیا کرتا تھا لوگون نے اوس سے کہا کہ تمکو
یہ ڈر نہین کہ سلاطین کی محبت کرنے لگو فرمایا کہ اگر کوئی شخص میرا ہاتھ پکڑ کر مجکو جنت مین
داخل کر دے اور پھر خدا تعالی کی نافرمانی کرے تو باوجود اتنے سلوک کے پھر بھی میرا دل
اوس سے محبت نہ کریگا کیونکہ جس شخص نے اوسکو میرے ہاتھ پکڑنیکے لیے مسخر کیا ہے اوسی کی خاطر
سے مین اوس سے بغض رکھتا ہون تقریر گذشتہ سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ مین سلاطین
سے مال لینا گو وہ وجہ حلال ہی سے ہو ممنوع اور مذموم ہے اسلیے کہ ان خرابیون مذکورۂ بالا
سے خالی نہین ہوتا مسئلہ اگر کوئی یہ کہے کہ مال کا لینا اور مساکین کو دینا تو درست نہین ہے
مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نہین کہ سلطان کا مال چرا کر یا اوسکی ودیعت کو چھپا کر خواہ منکر ہو کر
لوگون کو بانٹ دیا جاوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ امر جائز نہین اسلیے کہ کیا معلوم ہے شاید
اس مال کا کوئی مالک معین ہو اور سلطان کی نیت مین ہو کہ اوسکو واپس کر دونگا اور
یہ مال ویسا نہین ہو سکتا جیسا وہ خود تمھارے پاس بھیجدے کیونکہ عاقل سلطان اپنے

گمان نہین کرتا کہ جس مال کا مالک اوسکو معلوم ہوا وسکو خیرات کردے تو اوسکا دینا اوس پر
کی دلیل ہے کہ اوسکو مالک کا حال معلوم نہین پس اگر بادشاہ ایسا ہو کہ اس قسم کے حالات اوسکے
مشتبہ ہوتے ہین تو اوس سے مال کا قبول کرنا بچنا چاہیے جب تک کہ خوب دریافت نکرلے پھر چوری
کیسے ہوسکتی ہے اسلیے کہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ مال مسروق سلطان کی ملک ہو اوسنے اودھار
خریدا ہو کہ بتلا ہے اوسکا قبضہ ملک کی دلیل موجود ہے بلکہ اگر کوئی گری ہوئی چیز پاوے اور ظاہر ہو
کہ اوسکا مالک کوئی لشکری ہے اور یہ احتمال ہو کہ اوسنے وہ چیز اودھار لی ہو گی یا اور کسی طور
سے اوسکی ملک مین آئی ہو گی تو اوس چیز کا اوسکو واپس کرنا واجب ہے تو معلوم ہوا کہ سلاطین
کا مال چرانا واجب نہین نہ خود اونکے پاس سے اور نہ اوسکے پاس سے کہ اونھون نے ودیعت رکھا
اور اوکی ودیعت کا انکار کرنا بھی جائز نہین اور جو کوئی اون کا مال چراوے اوس پر
چوری کی سزا ہونی واجب ہے لیکن اگر چور دعوی کرے کہ یہ مال انکی ملک نہین تو دعوی سے حد
ساقط ہو جاویگی مسئلہ سلاطین کے ساتھ معاملہ کرنا حرام ہے اسلیے کہ اونکے اکثر اموال حرام ہیں
تو جو کچھ عوض مین آویگا وہ حرام ہی ہوگا ہان اگر وہ چیز کا مول ایسی جگہ سے دیوین جسکی
حلت قطعاً معلوم ہو تو اب اوس چیز مین کلام ہے جو اونکے ہاتھ فروخت کیجاتی ہے اگر یہ
معلوم ہو کہ مبیع کو لیکر وہ خداتعالی کی معصیت کرینگے مثلاً ریشمی کپڑا مبیع ہے اور بائع کو
معلوم ہے کہ سلطان اسکو پہنیگا تو یہ بیع حرام ہے جیسے انگور کا بیچنا شراب بنانیوالے کے ہاتھ
اور خلاف اوس صورت مین ہے کہ بیع درست ہو اور اگر یہ احتمال ہو کہ بادشاہ خود پہنیگا اور یہ کہ
کہ مستورات کو پہنائیگا تو یہ معاملہ شبہ مکروہ ہوگا یہ اون اشیا کا حال ہے جنسے خود معصیت
ہوتی ہے اور یہی حال ہے اونکے گھوڑا بیچنے کا خصوصاً جب کہ مسلمانون سے لڑنے کو یا اون پر
خراج لینے کو سوار ہوتے ہون کیونکہ اس سے بھی اونکی اعانت ہوتی ہے اور اعانت بھی ممنوع
باقی رہین وہ چیزین جن سے خود معصیت بلکہ وہ ذریعہ معصیت ہین جیسے دراہم و دنانیر کا
بیچنا یا جو ایسی ہی چیز ہو تو یہ بیع مکروہ ہے اسوجہ سے کہ ظلم پر اعانت ہے کیونکہ وہ ظلم کرنے مین
مال اور گھوڑون اور اسباب ہی سے اعانت لیتے ہین اور یہ کراہت اونکو کسی چیز کے تحفہ بھیجنے
اور اونکا کام بلا اجرت کردینے مین بھی جاری ہے یہان تک کہ اونکی تعلیم مین اور اون کی
اولاد کو رسم خط و کتابت اور حساب سکھلانا نہین ہان البتہ قرآن کا سکھلانا مکروہ نہین
اوس مین اگر کراہت ہے تو بلحاظ اجرت کے لینے کے ہے کہ وہ مال حرام سے ملتی ہے اوسکی حلت

اگر قطعی معلوم ہو تو مضائقہ نہیں اور اگر سلاطین کسیکو اپنا وکیل کردین کہ بازارون مین سے اون کے
واسطے خرید و فروخت بدون اجرت کیا کرے تو بوجہ اعانت یہ وکالت مکروہ ہے اور اگر ایسی چیز
خریدیگا جس سے جانتا ہے کہ وہ معصیت کا قصد کرینگے جیسے غلام اور ریشمی کپڑا مثلاً ہم بستری اور
لباس کے لیے اور ظلم اور قتل کے وقت گھوڑا سواری کے لیے تو یہ حرام ہوگا غرضکہ بیع سے قصد
معصیت اگر ظاہر ہوگا تو حرمت حاصل ہوگی اور اگر ظاہر نہوگا اور بمقتضاے دلالت حال
پایا جاتا ہوگا تو کراہت ہوگی مسئلہ جو بازار کہ سلاطین نے مال حرام سے بنائے ہین اون مین
تجارت حرام ہے اور اون مین سکونت کرنا جائز نہین اگر کوئی سوداگر اونمین رہکر شرعی طریق سے
کچھ پیدا کریگا تو اوسکا مال حرام نہوگا مگر اپنی سکونت کے باعث سے گناہگار ہوگا اور لوگون کو
اون تاجرون سے خریدنا درست ہے لیکن اگر دوسرا بازار میسر ہو تو بہتر یہ ہے کہ اوس مین سے خریدین
کیونکہ اون تاجرون سے خریدنے مین اونکو سکونت پر اعانت اور دوکانون کے کرایہ کا زیادہ
کرنا ہے اسی طرح جس منڈی پر سلاطین نے خراج مقرر نہین کیا اوس مین معاملات کرنے اچھے ہین
بہ نسبت اون منڈیون کے جنپر خراج ہے اور بعض لوگون نے اتنا مبالغہ کیا ہے کہ جن اراضی پر
سلاطین نے خراج مقرر کیا ہے اونکے زمیندارون اور کسانون سے بھی معاملہ جائز نہین کہتے
اس وجہ سے کہ بعض اوقات جو مال اونکو ملتا ہے اوسکو خراج مین ادا کردیتے ہین تو اعانت ظلم کی
ہوجاتی ہے مگر یہ دین مین غلو کرنا اور مسلمانون پر تنگی ڈالنا ہے اسلیے کہ خراج سب زمینون پر ہوگیا ہے
اور بدون زمین کی پیداوار کے لوگ رہ نہین سکتے اور اسکے منع کرنیکی کوئی وجہ نہین معلوم
ہوتی اگر وجہ اعانت ہی ہو تو چاہیے کہ مالک کو زمین کی کشتکاری کرانی بھی حرام ہو
تاکہ خراج ہی نہ مانگا جاوے اور اسی طرح طول ہوتی ہوتے باب معاش بالکل منقطع اور مسدود
ہوجاویگا مسئلہ سلاطین کے قاضیون اور عاملون اور خادمون سے بھی معاملہ کرنا حرام ہے
جیسا خود اونسے حرام ہے بلکہ قاضیون وغیرہ سے حرمت زیادہ ہے قاضیون سے تو اس وجہ سے
کہ وہ اونکا صریح مال حرام لیتے ہین اور اونکی جماعت کو زیادہ کرتے ہین اور لوگون کو اپنے
لباس سے دھوکا دیتے ہین کیونکہ وہ عالمون کا لباس پہنکر سلاطین سے اختلاط کرتے ہین
اور اونکے مال لیتے ہین اور طبیعتون کی سرشت مین ہے کہ جاہ و حشمت والون کی مشابہت
اور اقتدا کرتے ہین تو باعث مخلوق کے اونکی طرف کھینچنے کا قاضی ہی ہوتے ہین اور خادمون
اور حشم سے اسلیے معاملہ حرام ہے کہ اونکا اکثر مال صریح غصب کا ہوتا ہے اور اونکے ہاتھ مال مصلحت

اور میراث اور جزیہ اور وجہ حلال کا نہین لگتا تاکہ یہ کہا جاوے کہ اونکے مال مین مال حلال سکے
ملجانے سے شبہہ حرمت ضعیف ہوگیا - طاؤس رح فرماتے ہین کہ مین سلاطین کے قاضیون کے پاس
گواہی نہین دیتا ہون گو مجھکو یقیناً معلوم ہو اسلیئے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین وہ لوگ اون پر
تعدی نکرین جنپر مین گواہی دون - حاصل یہ کہ رعیت کی خرابی بادشاہون کی خرابی سے ہوئی
اور بادشاہون کی خرابی علما کی خرابی سے ہوئی اگر قاضی اور علما خراب نہوتے تو بادشاہ کم بگڑتے
اس خوف سے کہ مبادا یہ لوگ کہین ہمکو برا نجانین اور ہمارا حکم نہ مانین اور اسی لحاظ سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَاتَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ تَحْتَ يَدِ اللّٰهِ وَكَنَفِهٖ مَالَمْ يُمَالِي
قُرَّاؤُهَا اُمَرَاءَهَا اس ارشاد مین قرا کو اسلیئے ذکر فرمایا کہ وہی اوس زمانہ مین عالم تھے اور انکا
علم صرف قرآن مجید تھا اور اوسکے معانی جو حدیث سے سمجھے جاتے ہین اور انکے سوا اور علوم انکے
بعد پیدا ہوئے - اور حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا ہے کہ نہ سلطان سے میل کرو اور نہ اوس سے ملے
جو سلطان سے ملے اور فرمایا کہ قلم بردار اور دوات والا اور کاغذ اور صوف والا سب ایک دوسرے
کے شریک ہین اور یہ آپنے درست فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے باب مین
دس شخصون کو لعنت کی کہ اونمین نچوڑنے والا اور نچوڑوانیوالا بھی ہین اور حضرت ابن مسعود رض
فرماتے ہین کہ سود کا کھانیوالا اور کھلانیوالا اور دونون گواہ اور کاتب سو سب ملعون ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اور اسی طرح حضرت جابر اور حضرت فاروق رض نے اسکو مرفوعاً
روایت کیا ہے - اور حضرت ابن سیرین رح فرماتے ہین کہ سلطان کا خط کہین مت لیجاؤ جبتک
کہ یہ جان لو کہ اوس مین کوئی مضمون ظلم نہین - اور حضرت سفیان رح نے خلیفہ وقت کو اپنے
سامنے سے دوات اوٹھا کر دینے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جبتک یہ جان لو کہ تم کیا
لکھوگے تب تک نہ دونگا - غرضکہ سلاطین کے گرد وپیش جتنے خادم اور تابعین ہوتے ہین
سب ظالم ہین اونسے بغض فی اللہ رکھنا واجب ہے - عثمان بن زائدہ کے حال مین لکھتے ہین کہ اونسے
کسی سپاہی نے راستہ پوچھا وہ خاموش ہورہے اور اونچا سننا ظاہر کیا اس خوف سے کہ مبادا
یہ ظلم کو جاتا ہو تو رستہ بتلانے سے ظلم پر اعانت ہوگی - اور یہ مبالغہ جو سلاطین کے باب مین ہے
سلف سے فاسق تاجرون اور جولاہون اور سینگی لگانیوالون اور حمامیون اور سادہ کارون
اور رنگریزون اور دوسرے حرفہ والون کے ساتھ منقول نہین باوجودیکہ جھوٹ اور فسق ان لوگون پر
غالب ہے بلکہ ذمی کافرون کے ساتھ بھی اتنا تشدد منقول نہین یہ تو خاص ظالمون کے ساتھ ہے

جو تیمیون اور مسکینون کا مال کھاتے ہین اور مسلمانون کو مارا ستاتے ہین اور شریعت کی آثار کو مٹا یا
کرتا ہے پر آمادہ ہین اور اس تشدد کی وجہ انکے ساتھ یہ ہے کہ معصیت دو قسم کی ہے ایک لازمی اور
ایک متعدی فسق اور کفر قصور لازم ہین یعنے اونکا مرتکب اللہ تعالی کا گنہگار ہے اور کسی کو ضرر
نہین پہونچاتا اوسکا حساب خدا تعالی پر ہے اور حکام کی معصیت ظلم سے ہے اور وہ متعدی ہے
اسی وجہ سے اونکے باب مین تشدد زیادہ ہے اور جسقدر اونکا ظلم زیادہ اور عام ہوگا اوسی قدر
اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ خفگی کے مستحق ہونگے اسی لیے اونسے بہت اجتناب کرنا اور اونکی
داد و ستد سے بشدت محترز رہنا واجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یقال للشرطی
دع سوطك وادخل النار اور فرمایا من اشراط الساعة رجال معہم سیاط
کاذناب البقر پس یہ ہے اونکا حکم اور جو شخص اون مین سے معروف ہے وہ تو معروف ہی ہے اور جو
معروف نہین اوسکی علامت قبا پہننا اور موچھون کا زیادہ ہونا اور تمام ہیئتین مشہور ہین
تو جو کوئی اوس ہیئت پر نظر آوے اوس سے اجتناب کرنا چاہیے اور یہ امر بدگمانی مین داخل
نہین اسلیے کہ اوسنے تو خود خطا کی کہ ظالمون کا لباس پہنا لباس کی برابری سے دل کی
مساوات معلوم ہوتی ہے اور دیوانہ وہی بنتا ہے جو مجنون ہو اور فاسقون کی صورت وہی
بناویگا جو فاسق ہو ہان فاسق کبھی نیکبختون کی صورت بنا لیا کرتا ہے مگر نیک بخت کو نہین
چاہیے کہ فسادیون کی سی صورت بناوے کیونکہ اس حرکت سے اونکی جماعت کو زیادہ کرتا ہے
اور اللہ تعالی کا ارشاد ان الذین توفہم الملائکة ظالمی انفسہم اونھین لوگون کے
تو نازل ہوا ہے جو مسلمان تھے اور مشرکون سے ملکر اونکی جماعت کو بڑھایا کرتے تھے اور مروی ہے
کہ اللہ تعالی نے حضرت یوشع بن نون کو وحی بھیجی کہ مین تیری قوم سے چالیس ہزار اچھے بندے
اور ساٹھ ہزار برے تباہ کرونگا اونھون نے عرض کیا کہ نیکون کی تباہی کا کیا باعث ہے
ارشاد ہوا کہ وہ میرے غصہ کے ساتھ برون پر غصہ نہوئے اور اونکے کھانے پینے مین شریک رہے
اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ظالمون سے بغض رکھنا اور خدا کے واسطے اونپر غصہ کرنا واجب ہے
اور حضرت ابن مسعود رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ اللہ تعالی نے علماے
بنی اسرائیل کو لعنت کی اسلیے کہ اونھون نے معاش کے باب مین ظالمون کے ساتھ اختلاط کیا
مسئلہ جو مقامات کہ ظالمون کے بنائے ہوں مثلاً پل اور سرائین اور مسجدین اور باولیان
تو اونمین بھی احتیاط کرنی چاہیے یعنی پلون کی اوپر سے اترنا حاجت کے وقت درست ہے

اور حتی الوسع اوس سے احتراز کرنا ورع ہے اور اگر کوئی کشتی ملجاوے تو ورع موکد ہو جاتا ہے اور باوجود کشتی بہم پہونچنے کے جو ہنے پلون پر اترنا جائز کہا ہے اوسکی وجہ یہ ہے کہ جب پلون کی چیزوں کا کوئی مالک معین معلوم نہین تو اونکا حکم یہی ہے کہ خیرات میں صرف کی جاوین اور اترنا بھی ایک امر خیر ہے لیکن اگر معلوم ہو کہ پل کی اینٹین اور پتھر فلان مکان سے یا مقبرہ خواہ مسجد سے اوکھڑ کر لگی ہین تو اوس پل پر کو اترنا حلال نہین ہان اگر ایسا اضطرار ہو جسکے ہوتے ہوئے غیر کا مال حلال ہو جاتا ہے تو کچھ مضائقہ نہین اوسپر سے اوترکر چیز کے مالک سے معاف کرالے بشرطیکہ خود جانتا ہو- اور مسجد کا حال یہ ہے کہ اگر زمین غصب مین بنی ہو یا کسی اور مسجد مین کی لکڑی یا کسی مالک معین کی غصب کرکے لگائی ہو تو اوسکے اندر جانا ہرگز جائز نہین نہ جماعت کے لیے اور نہ جمعہ کے واسطے بلکہ اگر امام اوس مسجد کے اندر کھڑا ہو تو چاہیے کہ تو اوسکے پیچھے مسجد سے باہر کھڑا ہو اسلیے کہ غصب کی زمین مین نماز اوا کرنی اگرچہ فرض کو ساقط کر دیتی ہے اور اقتدا کے حق مین بھی منعقد ہے مگر اوسکے اندر کھڑا ہونیسے گنا ہگار ہوتا ہے اور اگر ایسے مال سے بنی ہو جس کا مالک معلوم نہو تو اگر دوسری مسجد بہم پہونچے تب تو ورع یہ ہے کہ دوسری مین چلا جاوے اور اگر دوسری نہو تو جمعہ اور جماعت اوسمین ترک نکرے اسوجہ سے کہ یہ بھی تو احتمال ہے کہ شاید بنانیوالے نے اپنی ملک سے بنائی ہو گو یہ احتمال ان ظالمون کے حالات کے لحاظ سے بعید ہے اور اگر اوسکا مالک معین نہین تب تو وہ مسلمانون کی بہتری کے لیے اوس مین پڑھنے کا مضائقہ نہین اور جس صورت مین کہ بڑی مسجد مین کسی ظالم سلطان کی عمارت ہو تو باوجود مسجد مین گنجائش ہونیکے جو کوئی اوس عمارت مین نماز پڑھیگا اوسکا عذر ورع مین مسموع نہوگا- امام احمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ جو جماعت کی نماز کے لیے نہین نکلتے اسکی کیا وجہ ہے حالانکہ ہم لشکر مین موجود ہین آپنے فرمایا کہ میری حجت یہ ہے کہ حسن بصری اور ابراہیم تیمی کو یہ خوف تھا کہ حجاج اونکو فتنہ مین نہ ڈالے اسلیے شریک جماعت ہوتے تھے مین بھی ڈرتا ہون کہ فتنہ مین مبتلا ہون اسلیے نہین نکلتا- اور مسجد کی زینت اور گچکاری اس بات کی مانع نہین کہ اوس مین داخل ہو کیونکہ یہ چیزین فائدہ لینے کی نہین صرف زینت کی ہین اور بہتر یہ ہے کہ نماز کو جاوے تو اونکی طرف نگاہ نکرے اور چٹائیان جو مسجد مین ڈالتے ہین اگر اونکا کوئی مالک معین ہو تو اونپر بیٹھنا حرام ہے ورنہ چونکہ مصلحت عام کے لیے ہوتی ہین تو اونکا بچھانا جائز ہے مگر حتی الوسع اونکو ترک کرنا اور دوسری مسجد مین

جہان فرش ظالمون کا ڈالا ہوا ہو جانا مقتضای ورع ہی اسلیے کہ اونکی چٹائیان شبہ کا مقام ہین
اور باولیون کا بھی حکم وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ ورع کی روسے اون مین وضو کرنا اور پانی
پینا اور اونکے اندر جانا درست نہین لیکن اگر نماز کے قضا ہو جانیکا خوف ہو تو وضو کرلے
اور یہی حال ملک معظمہ کے بادشاہون کا ہی اور سرائین اور مدرسون کی زمین اگر مغصوب ہو
یا اینٹین کسی معین جگہ سے اوکھوا کر لگی ہون اور اونکے مستحق کو واپس کرنا ممکن ہو تو اس
صورت مین اونکے اندر جانیکی اجازت نہین اور اگر مالک کا حال مشتبہ ہو تو وہ ایک امر خیر مین
لگی ہین اون مین جانیکا مضائقہ نہین مگر احتیاطاً اون سے اجتناب کرنا بہتر ہے مگر اونکے اندر جانے سے
فسق لازم نہ آویگا اور یہ عمارتین اگر سلاطین کے خادمون نے بنائی ہون تو اونکا معاملہ زیادہ
دشوار ہی اسلیے کہ لاوارثی مالون کو مصالح مین خرچ کرنیکا اونکو اختیار نہین اور ایک وجہ یہ ہی
کہ اونکے مال غالباً حرام ہوتے ہین کیونکہ مال مصالح اونکو لے لینا درست نہین یہ کام والیان
ملک اور ارباب حکومت کا ہی مسئلہ زمین مغصوب اگر شارع عام کر دیجائے تو اوس پر
رستہ چلنا جائز نہین اور اگر اوسکا کوئی مالک معین نہو تو راہ چلنا جائز ہے مگر ورع یہ ہی کہ حتی الامکان
نہ چلے پس اگر شارع مباح ہو اور اوسپر چھتا پٹا ہو تو راہ سے گذر جانا اور اوس چھتے کے نیچے
بیٹھ جانا جیسے کھلے میدان مین کسی ضرورت کو بیٹھتے ہین جائز ہے مگر دھوپ یا مینہ کے بچاؤ
کے لیے اوسکے تلے بیٹھنا حرام ہی اسلیے کہ چھتا انھین غرضون کے لیے بناتے ہین اور جب وہ حرام کا
ہوا تو اوس سے نفع لینا حرام ہے اور ایسا ہی حکم ہی اوس شخص کا جو مسجد یا زمین مباح
مین جاوے جس کی چھت یا چاردیواری غصب کی ہو یعنی صرف اوسپر گذرنے سے منتفع نہین ہو گا
مگر خاص چھت یا دیوار سے گرمی یا سردی یا آنکھ سے آڑ منظور ہو گی تو حرام ہو گی اسلیے کہ حرام
سے انتفاع ہوا اور جیسے کہ زمین غصب پر سونے اور استقرار سے انتفاع ہوتا ہی ویسے ہی
چھت سے سایہ لینے مین انتفاع ہی تو دونون مین کچھ فرق نہین

ساتوین فصل مسائل متفرقہ کے ذکر مین جنکی حاجت بہت ہوتی ہی اور اونکے استفتا
پوچھے گئے ہین مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ صوفیون کا خادم بازار مین جاکر کھانا جمع کرتا ہی
یا نقد لیکر اوسکا کھانا مول لیتا ہے تو اس کھانے مین سے کسکو کھانا حلال ہی اور صوفیون
کے لیے مخصوص ہی یا نہین ہمنے اسکا جواب دیا کہ صوفیون کے حق مین اوسکے کھالینے کے
حلال ہونے مین تو کچھ شبہ ہی نہین لیکن غیر شخص اگر خادم کی رضامندی سے کھائینگے تو

اونکو بھی حلال ہو مگر شبہ سے خالی نہین حلت کی وجہ تو یہ ہو کہ صوفیون کے خادم کو جو کوئی کچھ
دیتا ہو وہ صوفیون کی سبب سے دیتا ہو مگر لینے والا وہ خود ہو صوفی نہین ہو تو وہ ایسا ہو جیسا
عیال دار آدمی عیال کی باعث سے کچھ لوگون سے پاوے کیونکہ وہ اونکا کفیل ہو اور جو کچھ وہ لیتا
وہ اوسکی ملک ہو جاتی ہو عیال کی ملک نہین ہوتی اور اوسکو جائز ہو کہ عیال کے سوا دوسرے
شخص کو کھلا دے اور یہ کہنا بعید ہو کہ خادم کو جو کچھ ملا وہ دینے والی کی ملک سے باہر نہین ہوا
اور خادم اوسمین کوئی تنزل لینے اور سپرد کرنے پر مسلط نہین اسلیے کہ اس قول کا انجام یہ ہو کہ تعاطی
کافی نہین حالانکہ یہ بات ضعیف ہو قوی یہی ہو کہ تعاطی کافی ہو خصوصاً صدقہ اور ہدایا مین
کوئی ایسا نہین کہ تعاطی کو کافی نہ کہتا ہو اور یہ بھی کہنا بعید ہو کہ خادم کو جو کچھ ملا وہ اون
صوفیون کی ملک مین آگیا جو اوسکے سوال کیوقت خانقاہ مین موجود ہین اسلیے کہ بالاتفاق
خادم مذکور کو جائز ہو کہ جو شخص اونکے بعد آوے اوسکو اوس کھانے مین سے کھلا دے اور اگر
بالفرض موجود اشخاص یا اون مین سے ایک مر جاوے تو واجب نہین کہ اوسکا حصہ اوسکے
وارث ہی پر صرف کرے اور یہ کہنا بھی ممکن نہین کہ خادم کا دیا جانا جنس اہل تصوف کے لیے ہو
اور اوسکا مستحق کوئی شخص معین نہین اسلیے کہ ملک کا ودر کرنا جنس کی طرف اس بات کا موجب ہو
کہ چند افراد اوسکے تصرف پر مسلط کر دیے جاوین کیونکہ اوس مین تو بیشمار داخل ہین بلکہ جو شخص
جو اوس جنس کا پیدا ہوگا وہ بھی داخل ہو اور ایسی اموال مین حکام تصرف کیا کرتے ہین خادم
سارے جنس کا نائب نہین ہو سکتا پس اب بجز اسکے اور کچھ نہین کہہ سکتے کہ وہ کھانا خادم کی
ملک ہو اور وہ صوفیون کو شرط فتوت اور مروت کے پورا کرنیکو کھلاتا ہے اگر وہ اونکو کھانے سے
منع کر دے تو وہ بھی اوسکو روک دین کہ ہماری کفالت کے نام سے سوال مت کرو پھر لوگ اوسے
سلوک کچھ کرین جیسے عیالدار کے ساتھ عیال کے باعث سلوک کرتے ہین اگر عیال نہ ہین تو سلوک
سے ہاتھ روک لین مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ ایک مال صوفیون کے لیے وصیت کیا گیا اوسکا صرف
کرنا کس شخص پر جائز ہے مین نے جواب دیا کہ تصوف امر باطن ہو اوسپر واقفیت نہین ہوا کرتی
اور نہ یہ ہو سکتا ہو کہ حقیقت تصوف کو قطعاً منضبط کرین بلکہ چند امور ظاہری بیان کرسکتے ہین
جنپر اعتماد کرکے عرف والے آدمی کو صوفی کہا کرتے ہین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص ایسی صفت
کا ہو کہ اگر صوفیون کی خانقاہ مین اوترے تو اوسکا وہان رہنا اور اون لوگون مین ملنا جلنا
اونکی نزدیک برا نہو تو ایسا شخص صوفیون کی جرگہ مین داخل ہوگا اور تفصیل اسکی یہ ہے

کہ اوس مین پانچ صفتین دیکھنی چاہئین اول نیک بختی دوم فقیری سوم لباس صوفیونکا چہارم کسی حرفہ مین مشغول نہونا پنجم خانقاہ مین بطور ایک ساتھہ رہنے کے اون سے ملا جلا رہنا پھر ان صفات مین سے بعض ایسی ہین کہ اگر آدمی مین نہون تو صوفی کا لفظ بھی اوسپر نہ بولا جائیگا اور بعض ایسی ہین کہ گو وہ نہون دوسری صفات سے اونکا جبر نقصان ہوجاتا ہے شلاً جس شخص مین نیک بختی نہو بلکہ فسق ہو تو وہ اوس مال کا مستحق نہوگا اسلیے کہ صوفی نیک بخت آدمی کو کہتے ہین جو صفت مخصوص کے ساتھہ موصوف ہو تو جس شخص کا فسق ظاہر ہوگا گو وہ لباس صوفیون کا رکھتا ہو مستحق اوس مال کا نہین جو صوفیون کے لیے وصیت ہوا ہو اور صغیرہ گناہون کا ہم اعتبار نہین کرتے فسق سے غرض ارتکاب کبیرہ ہے اور حرفہ کرنا اور مال پیدا کرنے مین مشغول ہونا بھی مانع استحقاق ہے تو کسان اور عامل اور تاجر اور پیشہ ور دوکان مین خواہ گھر پر اور مزدور جو اجرت پر خدمت کرے یہ سب اوس مال کے مستحق نہین جو صوفیون کے لیے وصیت ہو اور لباس سے اور صوفیون مین ملے جلے رہنے سے اسکا جبر نقصان نہین ہوتا ہان کتابت اور سینا یا کوئی ایسا ہی کام جو صوفیون سے ہوسکے کرنا مانع استحقاق نہین بشرطیکہ ان کامون کو دوکان پر نکرے اور نہ پیشہ اور حرفہ کے طور پر اور اسکا جبر نقصان اونکے ساتھہ رہنے اور دوسری صفات کے پائی جانے سے ہوجائیگا اور حرفون پر قادر ہونا بدون اونکو کرنیکے مانع استحقاق نہین اور وعظ کہنا اور درس دینا منافی لفظ صوفی کے نہین بشرطیکہ لباس اور ساتھہ رہنا صوفیون کے اور فقیری موجود ہو کیونکہ اس مین کچھہ تناقض نہین کہ صوفی کے ساتھہ مین قاری یا واعظ یا عالم خواہ مدرس کہا جاوے بلکہ اوسکے ساتھہ مین کسان خواہ سوداگر خواہ عامل کہنا نازیبا اور منافی ہے اور فقیری کا حال یہ ہے کہ اگر آدمی کے پاس اتنا مال ہوجاوے کہ جس سے بظاہر لوگ امیر کہنے لگین تو اتنے مال کے ہوتے ہوئے صوفیون کی وصیت کا لینا اوسکو درست نہین اور اگر مال ہو مگر آمدنی خرچ کو کفایت نکرتی ہو تو اوس سے اوسکا حق باطل نہوگا اور یہی حال ہے اگر مال اتنا ہو کہ زکوۃ کو واجب ہونے سے کم ہو گو اوسکا خرچ کچھہ نہوتا ہو اور یہ ایسی باتین ہین کہ انکی دلیل بجز عادت کے اور کچھہ نہین۔ اور اونسے ملا جلا رہنے اور خانقاہ کی سکونت مین شریک ہونیکو بھی کچھہ اثر ہے لیکن جس شخص مین خاص یہ صفت نہو اور وہ اپنے مکان خواہ مسجد مین اونھین کے لباس اور اخلاق مین رہتا ہو تو وہ اونکے حصہ مین شریک ہوگا اور ترک مخالطت کا جبر لباس کی مداومت سے ہوجاویگا اور اگر لباس بھی ویسا نہوگا صرف باقی صفات پائی جائینگی تو مستحق نہوگا

ہان اگر اس صورت مین خانقاہ مین اونکے ساتھ رہتا ہوگا تو اوسپر بھی اونکی تبعیت سے اونھین
کا حکم لگجاویگا نوجہکہ لباس اور اختلاط ایک دوسرے کے عوض ہوسکتے ہین اور جو فقیہ کہ لباس
صوفیانہ نہین رکھتا اگر وہ خانقاہ مین نہین رہتا تو صوفی شمار نہوگا اور اگر صوفیون کے ساتھ رہتا
اور باقی صفتون سے بھی موصوف ہے تو بعید نہین کہ اونکی تبعیت مین اوسپر بھی اونکا حکم کیجے اور
اور صوفی کے لیے استحقاق مال مذکور مین یہ شرط نہین کہ کسی مشایخ کے ہاتھ سے اوسنے خرقہ
پہنا ہو بیاننک کہ اگر اور شرائط پائی جاوین اور خرقہ کا پہننا نہ پایا جاوے تو اس سے کچھ ضرر
نہین اور جو صوفی کہ بی بی رکھتا ہو اور اسوجہ سے کبھی گھر پر اور کبھی خانقاہ مین رہتا ہو تو وہ
اونکے زمرہ سے خارج نہوگا مسئلہ جو مال کہ خانقاہ اور اوسکے رہنے والون کے لیے وقف ہو تو
وصیت کی نسبت اوسمین گنجایش زیادہ ہے اسلیے کہ وقف کے معنے یہ ہین کہ صوفیون کی مصلحتون
مین صرف ہو تو جو صوفی نہو وہ بھی اونکی رضامندی سے اونکے دسترخوان پر ایک یا دو بار
کھالے تو درست ہے کیونکہ کھانے کی چیزون کی بنا تسامح پر ہے بیانتک کہ شترک غنیمت مین سے
اونکو تنہا ایک شخص کا لینا درست ہے اور صوفیون کے ساتھ ہی اوس مال وقف سے قوال بھی
کھاسکتا ہے کہ وہ اونکے مصالح سے شمار ہوتا ہے مگر جو مال کہ صوفیون پر وصیت ہوا ہو اوس کا
قوال کو دینا جائز نہین اسی طرح جو لوگ کہ صوفیون کے پاس آوین یعنے عامل اور تاجر اور قاضی
اور عالم اور دیگر لوگ جنکو صوفیون کی توجہ منظور ہو تو اونکو بھی مال وقف مین سے اونکی رضا
کے ساتھ کھالینا حلال ہے اسلیے کہ وقف کرنیوالا اسی نیت سے وقف کرتا ہے کہ صوفیون کی عادت
اوسی صورت سے اسکو صرف کرینگے تو اسمین عرف ملحوظ ہوگا لیکن یہ حال دوامی نہین یعنے جو شخص
صوفی نہین اوسکو اونکے ساتھ رہنا اور کھانا علی الدوام جائز نہین گو صوفی راضی ہون کیونکہ
اونکے اختیار مین یہ تو نہین کہ وقف کرنیوالے کی شرط کو بدل دین اور اپنے ساتھ غیر جنس کو ملالین
اور عالم اگر اونکا سا لباس اور اخلاق رکھتا ہو تو اوسکو اونکے پاس اترنا درست ہے اور عالم ہونا
منافی صوفی ہونیکے نہین اور نہ تصوف مین جاہل ہونا شرط ہے اون لوگون کے نزدیک
جو تصوف سے واقف ہین اور بعض احمق جو یہ کہتے ہین کہ علم حجاب اکبر ہے اور جہل حجاب خاص ہے
تو اونکے قول پر التفات نکرنا چاہیے اور ہمنے اس جملہ کے معنے باب العلم مین بیان کیے اور یہ کہ
حجاب علم مذموم ہوتا ہے نہ علم محمود اور ان دونون علمون کی تفصیل بھی اوسی جگہ مین بیان کی ہے
اور جس صورت مین کہ فقیہ اونکے لباس اور اخلاق سے متصف نہو تو صوفیون کو پہونچتا ہے

کہا اوسکو اپنے پاس نہ اوترنے دین اور اگر اوسکو اوترنے سے رضی ہو جاوین تو اوسکا اونکے ساتھ بطور
تبعیت کہانا حلال ہوگا اور ترک لباس کا جو نقصان اونکو ساتھ رہنے سے اور لباس والون کی
رضامندی سے ہو جاویگا اور یہ وہ باتین ہین کہ عادات انکی شاہد ہین اور ان مین بعض امور
متقابل ہین جنکی اطراف کا حکم نفی اور اثبات مین مخفی نہین اور اوساط مشتابہ ہوتے ہین تو
جو کوئی اشتباہ کی جگہون سے محترز رہیگا وہ اپنے دین کو پاک و صاف رکھیگا چنانچہ شبہات کے
بیان مین ہمنے اوسکو لکھدیا ہے مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ رشوت اور ہدیہ مین فرق کیا ہے رضامندی
سے دونون دیجاتی ہین اور غرض بھی دونون مین ہوتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ رشوت حرام ہوئی
اور ہدیہ حرام نہوا ہمنے یہ جواب دیا کہ مال کا خرچ کرنیوالا کبھی مال بدون غرض کے نہین خرچ کرتا
لیکن غرض یا اخروی ہوتی ہے جیسے ثواب یا دنیاوی ہوتی ہے اور غرض دنیاوی یا مال ہے
یا فعل یا کوئی مقصود معین یا تقرب دوسرے کے دل مین بطلب محبت محض یا محبت کے ذریعہ سے
کسی اور غرض کا نکالنا تو یہ پانچ قسمین ہوئین اول وہ دینا جس سے ثواب آخرت مقصود ہو
اور یہ اسوجہ سے کہ جسکو دینا منظور ہے وہ محتاج ہے یا شریف النسب ہے یا عالم ہے یا فی نفسہ صالح اور متدین ہے
پس اگر محتاج جانکر دیا جاتا ہے اور واقع مین محتاج نہین تو لینے والے کو اوسکا لینا حلال نہین
اور اگر شرف نسب کے سبب سے دیا جاتا ہے اور جانتا ہے کہ مین اپنے دعوے نسب مین جھوٹا ہون تو اوسکا
لینا حلال نہین اور اگر علم کی جہت سے دیا جاتا ہے تو لینا اوسوقت حلال ہوگا کہ علم مین اوسیقدر
ہو جتنا دینے والے کو اعتقاد ہے اور اگر ایسی صورت ہو کہ وہ تو اپنے دل مین اوسکو کامل سمجھکر دیتا ہے
کہ ثواب زیادہ ہو اور یہ کامل نہین تو لینا حلال نہوگا اور اگر دینداری اور صلاح کی وجہ سے
دیا جاتا ہے اور یہ باطن مین فاسق ہے اس وجہ کو کہ اگر دینیوالا جان لے تو نہ دے تو اسصورت مین
بھی لینا حلال نہوگا اور نیک بخت ایسے کم ہوتے ہین کہ اگر اونکے باطن کا حال ظاہر ہو جاوے تو
لوگون کے دل اونکی طرف مائل رہین بلکہ اللہ تعالی کا ستر جمیل ہے ایک مخلوق کو دوسرے کا
محبوب کر دیتا ہے اور اگلے ورع والے خرید مین ایسے شخص کو اپنا وکیل کیا کرتے تھے جسکو آدمی
نجانین کہ یہ شخص اونکا وکیل ہے اور اس سے غرض یہ ہوتی تھی کہ اہل معاملہ ہمکو خرید ار سمجھکر کچھ دام ہم سے کم لینگے
اور اچھی خرید اسے نرخ بازار لین گے تو یہ خوف تھا کہ اونکا درگذر کرنا کہین ہماری دیانت کا
عوض نہو اور ہم دین کے بدلے مین کھانیوالے نہ ٹھہرین کیونکہ دین کا معاملہ نازک ہے اور تقوی
اس باب مین پوشیدہ ہے علم اور نسب اور فقیری کا سا حال نہین تو چاہیے کہ دین کی وجہ سے

جو چیز ملے اوسکے لینے سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے۔ دوم وہ دینا جس سے غرض کوئی غرض
معین منظور ہے جیسے فقیر کسی دولتمند کو بطمع خلعت ہدیہ دے تو یہ ہبہ بشرط عوض ہے اسکا حکم
ظاہر ہے یہ اوسوقت لینا حلال ہوتا ہے کہ جس عوض کی طمع ہو وہ بجالاوے اور معاملہ کی شرطین سب
پائی جاوین سوم وہ دینا جس سے کوئی فعل معین مراد ہو مثلاً ایک شخص کو بادشاہ سے
حاجت ہے اور وہ وکیل سلطانی یا اور کسی ذی رتبہ خواہ خواص کو ہدیہ دے تو ظاہر ہے کہ یہ ہدیہ
بشرط عوض ہے کہ قرینۂ حال سے جانا جاتا ہے تو جو عمل کہ اوس ہدیہ کا عوض ہے اوسکو دیکھنا چاہیے
اگر وہ حرام ہے مثلاً سعی کرنی اس باب مین کہ روزینہ حرام جاری ہو جاوے یا کسی آدمی کو ستایا جاوے
یا اور کوئی فعل اسی طرح کا ہو تو اوس ہدیہ کا لینا حرام ہے اور اگر وہ عمل واجب ہے مثلاً دفع کرنا ظلم کا
کہ جو شخص اوسکو دفع کر سکے اوسپر واجب ہے یا شہادت متعین کا ادا کرنا کہ یہ بھی واقف کار پر واجب ہے
تو ان جیسے امور پر لینا حرام ہے اور یہ مال رشوت یہی ہے جسکی حرمت مین کچھ شک نہین اور اگر وہ عمل
نہ تو حرام ہو اور نہ واجب بلکہ مباح ہو اور اوسمین اتنی مشقت بھی ہو کہ اوسپر اجرت عرفاً لیا کرتے ہون
تو ایسے عمل کے عوض مین ہدیہ لینا حلال ہوگا بشرطیکہ لینے والا اوسکی غرض پوری کردے
اور یہ ہدیہ قائم مقام اجرت کے ہے جیسے یون کہنا کہ اگر یہ عرضی بادشاہ تک پہونچا دو تو تم کو
ایک دینار دین اور پہونچانے مین کچھ مشقت اور عمل قیمت والے کی ضرورت پڑتی ہے یا یون کہے
کہ فلان شخص سے یہ درخواست کرو کہ فلان غرض مین میرا مددگار ہو یا مجکو فلان چیز انعام مین دیدے
اور وہ شخص اوسکی غرض کے پورا کرنے مین بہت سی باتین طویل کرے تو ہدیہ اوسکے حق مین اون
باتون کی اجرت ہوگی جیسے قاضی کے سامنے جھگڑے کے وکیل کی گفتگو پر اجرت ملتی ہے تو وہ حرام
نہین بشرطیکہ حرام مین سعی نکرے اور اگر اوسکا مقصود ایسے کلمہ سے حاصل ہوتا ہو جسمین کچھ مشقت
نہو لیکن اوس کلمہ کا نکلنا ذی عزت کی زبان سے یا فعل کا صادر ہونا کسی جاہ و حشم والے کی
مفید پڑتا ہو مثلاً امیر یا وزیر کا دربان سے یہ کہدینا کہ جب یہ شخص آوے تو روکنا مت یا عرضی کو
فقط بادشاہ کے سامنے رکھدینا تو اسکے عوض مین کچھ لینا حرام ہے کیونکہ جاہ کے عوض مین کچھ لینے کا
جواز شریعت مین ثابت نہین بلکہ اوس سے نہی وارد ہے چنانچہ بادشاہون کو ہدایا دینے کے باب مین
بیان ہوگا اور جس صورت مین کہ بعض غرضون کا عوض باوجود مقصود ہونیکے لینا جائز نہین
مثلاً شفعہ سے دست بردار ہونیکا عوض اور مبیع کو عیب کے سبب سے پھیر دینے کا اور درخت کی شاخین
جو ہوا مین پھیلتی ہین اور ہوا ایک بادشاہ ہے اونکا عوض ناجائز ہے تو صرف جاہ کا عوض کیسے

جائز ہوگا اور اسی کے قریب یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی دوا معلوم ہو کہ اوسکو دوسرا نجانتا ہو اوس کو بتلانے پر عوض لینا مثلاً ایک آدمی ایسی بوٹی جانتا ہے جس سے بواسیر یا کوئی اور مرض دور ہو جاتا ہے اور بدون اجرت کے اوسکو نہین بتاتا تو یہ اجرت جائز نہین اسلیے کہ ذرا زبان ہلا دینی کوئی قیمتی چیز نہین جسکی اجرت ہو جیسے ایک تل کا دانہ کہ اوسکی قیمت کچھ نہین ہوتی اور نہ اوسکے بتلانے پر اجرت چاہیے اسلیے کہ اوسکے بتلانیسے اوسکا علم تو کم ہوتا ہی نہین دوسرے کو ویسا ہی علم ہو جاتا ہے اور وہ بھی عالم بدستور رہتا ہے اور اس سے کم اوس ماہر کی اجرت ہے جو کسی فن کو خوب جانتا ہے اور اونی عمل سے کام کرتا ہے اور اجرت بہت لیتا ہے مثلاً ایک شخص صیقل گر ہے کہ اپنے فن مین اتنی مہارت اور خوبی رکھتا ہے کہ تلوار اور آئینہ کا بل ایک دفعہ کے ہاتھ مارنیمین نکال دیتا ہے لیکن اسطرح کی اجرت مین ہمارے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اول تو اسکی صنعت سے تلوار اور آئینہ کی قیمت بعض اوقات بہت زیادہ ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ ایسی صنعتون کے سیکھنے مین آدمی بہت مشقتین اسی لیے اوٹھایا کرتا ہے کہ اوس سے روزی پیدا کرے اور اپنے نفس پر کثرت عمل کو ہلکا کرے۔ چہارم وہ دینا جس سے صرف محبت دوسرے شخص کی مراد ہو یعنی جسکو دے اوسکے دل کی محبت کا حاصل کرنا مقصود ہے اور اس محبت سے کوئی غرض معین نہو بلکہ صرف انس اور تاکید صحبت اور دلون کا ایک دوسرے کو چاہنا منظور ہو تو یہ دینا عقلا کا مقصود اور شریعت مین مستحب و مطلوب ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تَهَادُوا وَتَحَابُّوا حاصل یہ کہ ہرچند انسان کی غرض غالباً غیر کی محبت سے خود محبت ہی نہین ہوتی بلکہ اوسکی محبت سے کسی فائدہ کے لیے ہوتی ہے لیکن جس صورت مین کہ وہ فائدہ متعین نہو اور اوسکے نفس مین کوئی ایسی غرض معین نہ جمی ہو جو حال مین یا آیندہ کو اوس فائدہ کا باعث ہو تو اوسکو ہدیہ کہتے ہین اور اوسکا لینا حلال ہے۔ پنجم وہ دینا کہ جس سے دوسرے شخص کے دل مین تقرب اور محبت مطلوب ہو مگر نہ صرف محبت اور انس کی وجہ سے بلکہ اس جہت سے کہ اوسکے جاہ کی بدولت اپنی غرضین نکلین اور ان اغراض کی جنس منحصر ہو گو جدا جدا معین نہون اور ایسی صورت ہو کہ اگر اوس شخص کو جاہ و حشمت نہوتی تو ہدیہ نہ دیتا پس اگر اوسکو جاہ علم خواہ نسب کا ہو تو معاملہ خفیف ہے اور ہدیہ کا لینا مکروہ ہے کیونکہ اوسمین رشوت کی مشابہت ہے لیکن ظاہر مین ہدیہ ہے اور اگر جاہ حکومت ہو مثلاً قاضی ہو یا عامل یا زکوٰۃ وغیرہ کا محصل یا خراج وغیرہ کا تحصیل کرنیوالا یا کوئی اور سلطانی کام رکھتا ہو یہانتک کہ اوقاف کا متولی ہو مثلاً اور اگر بالفرض اس حکومت پر نہوتا تو کوئی اوسکو ہدیہ نہ دیتا تو یہ رشوت ہے ہدیہ کی صورت مین

پیشکش ہوتی ہے کیونکہ دینے والے کا مقصود فی الحال طلب تقرب اور اکتساب محبت ہے مگر ایک غرض ایسی
جسکی جنس منحصر ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ حکومت سے بہت کچھ مطالب نکل سکتے ہیں اور اوسکو محبت نہ
ہونیکی علامت یہ ہے کہ اگر اوسی وقت دوسرا حاکم ہوجاوے تو ہرگز ہدیہ مذکور حاکم معزول کو نہ دیگا بلکہ
نئے حاکم کو دیگا تو اسطرح کے ہدیہ میں باتفاق سخت کراہت ہے اور اسکے حرام ہونے میں اختلاف ہے
اور علت متعارض ہے یعنی محض ہدیہ کہیں یا رشوت کہیں جو صرف جاہ کے مقابل کسی غرض
معین میں دیتے ہیں اور جب مشابہت قیاسی ایک دوسرے کے متعارض ہوتی ہے اور اخبار اور آثار
اون میں سے ایک کی تقویت کر دیتے ہیں تو اوسی کی طرف میل کرنا متعین ہوجاتا ہے اب
اس باب میں جو اخبار کو دیکھتے ہیں تو تشدد پاتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ لوگوں پر ایک زمانہ آویگا جس میں ہدیہ کے نام سے حرام کو حلال سمجھا جاویگا اور عبرت کیلیے
قتل حلال جانیں گے کہ بیگناہ مارا جائیگا تاکہ عام لوگوں کو عبرت ہو۔ اور حضرت ابن مسعود رضی
سے کسی نے پوچھا کہ سحت کیا ہے آپنے فرمایا کہ آدمی کسی کا کام کر دے پھر اوسکے پاس ہدیہ آوے
غالباً آپکی غرض کام کرنے سے یہ ہے کہ زرا سے کہدینے میں جس میں مشقت نہو کام کر دیا ہو یا
یہ کہ تبرعاً بدون اجرت کی نیت کے کیا ہو تو اب اگر کوئی چیز عوض کے طور پر بعد کو آوے اوس کا
لینا درست نہوگا۔ اور حضرت مسروق نے ایک شخص کی سفارش کی اوسنے آپکی خدمت میں ایک
لونڈی ہدیہ بھیجی آپ غصہ ہوئے اور اوسکو واپس کر دیا اور فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ تیرے دل میں
یہ ہے تو ہرگز تیری حاجت میں نہ بولتا اور جسقدر رہگئی ہے اوس میں کچھ نہ کہونگا۔ اور طاوس رح
سے بادشاہ کے ہدایا کا حال پوچھا گیا فرمایا کہ حرام ہے اور حضرت عمر فاروق رضی نے اپنے دو
بیٹوں سے اوس مال کا نفع لیلیا جو انھوں نے بیت المال میں سے مضاربت کے طور پر لیا تھا
اور فرمایا کہ تمکو جو لوگوں نے دیا تو اسی وجہ سے دیا کہ میرا رشتہ دار سمجھا یعنی بوجہ جاہ حکومت نفع ملا
اسلیے اوسکو لیکر بیت المال میں شامل کر دیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ جراح کی بی بی نے خاتون
ملکہ روم کے پاس خوشبو ہدیہ بھیجی ملکہ نے اونکے پاس ایک جواہر بھیجا پس حضرت عمر رضی نے وہ جواہر
اونسے لیلیا اور اوسکو بیچ کر خوشبو کا دام اونکو حوالہ کیا اور باقی بیت المال میں ملا دیا۔ اور حضرت
جابر اور ابو ہریرہ رضی سے بادشاہوں کے لیے ہدایا کا حال پوچھا گیا فرمایا کہ مال خیانت ہے اور
جب حضرت عمر بن عبد العزیز نے ہدیہ کو واپس کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے آپنے فرمایا کہ آپکے لیے وہ ہدیہ تھا اور ہمارے حق میں رشوت ہے

یعنے آپکو جو لوگ دیتے تجھے تو نبوت کی وجہ سے دیتے تجھے نہ حکومت کی باعث سے اور ہمکو حکومت ہی کی وجہ سے ملتا ہے اوران سب اخبار و آثار سے بڑھکر وہ حدیث ہی جسکو ابو حمید ساعدی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازدکو صدقات پر ایک والی بھیجا جب وہ آپکی خدمت مین آیا تو بعض چیزین اپنے ساتھ کی روک لین اور کہا کہ یہ مجکو ہدیہ ملی ہین اور یہ باقی تمھارے لیے ہین آپنے فرمایا کہ پھر تو اگر سچا ہے تو اپنے باپ اور ماں کے گھر مین کیون نہ بیٹھا کہ تجکو ہدیہ آتا پھر آپنے ارشاد فرمایا مالی استعمل الرجل منکم فیقول ھذا لکم وھذا لی ھدیۃ الا جلس فی بیت امہ لیھدی لہ والذی نفسی بیدہ لا یاخذ منکم احد شیئا بغیر حقہ الا اتی اللہ یحملہ فلا یاتین احدکم یوم القیامۃ ببعیر لہ رغاء او بقرۃ لہ خوار او شاۃ تیعر پھر آپنے اپنے دونون ہاتھ اوٹھائے یہانتک کہ مین نے سفیدی آپکی بغلون کی دیکھی پھر ارشاد فرمایا کہ الٰہی مین نے پہونچایا کہ نہین۔ غرضکہ جب اخبار و آثار سے یہ تشدد ثابت ہوا تو قاضی اور والی کو چاہیے کہ اپنے آپ کو خانہ نشین فرض کرلے پھر جو چیز کہ حالت معزولی اور خانہ نشینی مین اوسکو ملتی تھی وہ حکومت کے وقت مین آوے تو اوسکا لینا درست ہی اور جس چیز کو جانے کہ یہ خاص حکومت کے سبب سے ملتی ہی اوسکا لینا حرام ہے اور اگر بعض دوستون کے ہدیہ مین اشتباہ پڑے کہ نہین معلوم حالت معزولی مین دیتے یا نہین تو وہ مال شبہ ہی اوس سے اجتناب کرنا چاہیے باب حلال وحرام خداتعالی کے فضل و انعام سے تمام ہوا الحمد للہ اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی

پانچوان باب

دوستی اور صحبت کے آداب اور اقسام خلق کے ساتھ بسر کرنیکے طریقون کے ذکر مین۔

رباعی

الفت کے سبب بپا ہے دنیا کا نظام
بے الفتی ہر گز نہین ایمان کا کام
المومن الف ہے معروف حدیث
ہو خلق حسن کا سبب سے پابند مدام

واضح ہو کہ ایک دوسرے سے محبت فی اللہ کرنی اور دین مین بھائی بننا افضل قربات ہی اور رجوع طاعتین کہ عادات مین سے نکلتی ہین اون سب مین یہ زیادہ لطیف ہی لیکن اسکی کچھ شرطین ہین جنکے باعث سے آدمی دوست فی اللہ کے زمرہ مین گنے جاتے ہین اور چند حقوق ہین کہ اونکے لحاظ سے یہ دوستی آمیزش کدورت اور وساوس شیطانی سے خالی ہو جاتی ہے جو اوسکے حقوق کی بجا آوری سے قرب خدا اور ادا شروط سے درجات عالی حاصل ہوتے ہین اسلیے

ہم اوسکی تفصیل تین فصلون مین بیان کرتے ہین

پہلی فصل الفت اور اخوت کی فضیلت اور اوسکی شرطون اور درجون اور فوائد کے ذکر مین مشتمل پانچ بیانون پر

پہلا بیان الفت اور اخوت کی فضیلت مین — واضح ہو کہ الفت خوش خلقی کا نتیجہ ہے اور جدا رہنا بدخلقی کا ثمرہ پس خوش خلقی آپس کی دوستی اور الفت اور موافقت کا موجب ہوتی ہے اور بدخلقی بغض اور حسد اور جدائی کا پھل لاتی ہے اور ظاہر ہے کہ اصل اچھی ہوتی ہے تو پھل بھی اچھا ہوتا ہے اور دین کے اندر خوش خلقی کی فضیلت عیان ہے کہ یہی چیز ہے جس سے خداوند پاک نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی اور فرمایا وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَکْثَرُ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّۃَ تَقْوَی اللّٰہِ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ اور حضرت اسامہ بن شریک رضہ کہتے ہین کہ ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیزین انسان کو ملی ہین اون مین سے بہتر کونسی ہے آپنے فرمایا کہ خلق حسن اور فرمایا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَحَاسِنَ الْاَخْلَاقِ — اور فرمایا اَثْقَلُ مَا یُوْضَعُ فِی الْمِیْزَانِ خُلُقٌ حَسَنٌ — اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے کسی آدمی کی پیدایش اور خلق اچھا نہین بنایا کہ پھر اوسکو آگ کھاوے یعنے جسکی صورت اور سیرت دونون اچھی ہون وہ مستحق آتش نہین — اور حضرت ابو ہریرہ رضہ کو ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ حسن خلق کو اپنے اوپر لازم کرلے اونھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن خلق کیا ہے فرمایا کہ تو ملے اوس سے جو تجھسے جدا ہو اور معاف کرے اوسکو جو تجھپر ظلم کرے اور دیوے اوسکو جو تجھکو محروم رکھے۔ اور یہ بھی مخفی نہین کہ خلق حسن کا ثمرہ الفت اور انقطاع وحشت ہے تو جب حسن خلق اچھا ٹھہرا تو اوسکا ثمرہ بھی اچھا ہوگا علاوہ اسکے خاص الفت کی تعریف مین اتنی آیتین اور اخبار اور آثار وارد ہین کہ اوس کی فضیلت کو کافی ہین خصوص جس صورت مین کہ رابطہ الفت تقوی اور دیانت اور اللہ تعالی کی محبت ہو۔ اللہ تعالی الفت کی نعمت کا مخلوق پر احسان عظیم جتاکر فرماتا ہے لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ پھر پھوٹ کی برائی اور اوس سے زجر کے لیے ارشاد فرمایا وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ

سے آیت میں نعمت سے مراد الفت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَقْرَبَكُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا اَحَاسِنُكُمْ
اَخْلَاقًا الْمُوَطِّئُوْنَ اَكْنَافًا الَّذِیْنَ یَاْلَفُوْنَ وَیُؤْلَفُوْنَ اور فرمایا اَلْمُؤْمِنُ
اِلْفٌ مَاْلُوْفٌ وَلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَا یَاْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ ۔ اور دینی برادری کی تعریف میں ارشا
کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری چاہتا ہے اوسکو دوست نیک بخت عنایت فرماتا ہے ک
اگر وہ بھول تو یاد دلادے اور یاد کرے تو اوسکو مدد کرے۔ اور فرمایا کہ جب دینی دو بھا
ملتے ہین اونکی مثال ایسی ہے جیسے دو ہاتھ کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے اور دو ایماندار جب کبھی
ملتے ہین تو اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے سے کچھ بہتری کا فائدہ دلوا ہی دیتا ہے۔ اور اخوت فی اللہ کی ترغیب
کے باب مین فرمایا ہے جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے اخوت فی اللہ کرے تو اللہ تعالیٰ جنت
مین اوسکو ایسے عالی درجہ پر پہونچا دے کہ اوسکو کسی عمل سے اوسکا ملنا نصیب نہو۔ اور ابو ادریس
خولانی فرماتے ہین کہ مین نے حضرت معاذ رضہ کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو آپ سے محبت فی اللہ
فرمایا کہ تمکو مژدہ ہو پھر مژدہ ہو کہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے
روز کچھ لوگون کے لیے عرش کے گرد کرسیان بچھین گی اونکے چہرے چودھوین رات کے چاند کی
طرح ہونگے لوگ گھبراوینگے اور ڈرینگے اور وہ نہ گھبراوینگے نہ خوف کرینگے اور وہ اللہ کے ولی ہین
کہ نہ اونپر کچھ خوف ہے اور نہ وہ غم کرین لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون ہین یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آپنے فرمایا کہ وہ محبت فی اللہ رکھنے والے ہین۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ نے اسکو روایت کیا ہے
اوسمین یون فرمایا ہے کہ عرش کے گرد نور کے منبر ہونگے اونپر ایک قوم ہوگی جنکے لباس اور
چہرے نور کے ہونگے وہ لوگ نہ نبی ہونگے نہ شہید مگر نبی اور شہید اونپر غبطہ کرینگے لوگون نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ اونکا وصف ہمسے بیان فرمایئے آپنے فرمایا کہ وہ لوگ آپسمین محبت فی اللہ رکھنے والے
ہین اور آپسمین فی اللہ نشست رکھنے والے اور باہم فی اللہ علیحدہ ہونیوالے۔ اور فرمایا کہ جو دو شخص
فی اللہ محبت کرتے ہین اون دونون مین سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے
جو دوسرے سے زیادہ محبت رکھتا ہو۔ اور کہتے ہین کہ دو شخص جو فی اللہ برادر ہین اگر اون مین سے
ایک کا مقام اعلیٰ ہوگا تو دوسرا بھی اوسی مقام پر اوسکے ساتھ بلند کیا جاویگا اور وہ اوسکے
ساتھ لاحق کر دیا جاویگا جیسے اولاد ماباپ کے ساتھ اور رشتہ دار ایک دوسرے کے ساتھ لاحق کیے جاوینگے
کیونکہ جب برادری فی اللہ حاصل ہوگی تو رشتہ قرابت سے کم نہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت اون لوگوں کے لیے واجب ہے جو میری خاطر ایک دوسرے کے پاس
آتے جاتے ہین اور میری محبت اون لوگون کیواسطے واجب ہے جو میرے واسطے ایک دوسرے سے
محبت کرتے ہین اور میری محبت اون لوگون کے لیے ثابت ہے جو میرے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہین
اور میری محبت اون لوگون کے لیے واجب ہے جو ایک دوسرے کی مدد میری خاطر کرتے ہین۔ اور ایک
حدیث مین ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ
اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ اور فرمایا سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ
یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ
مِنْہُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْہِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ اجْتَمَعَا عَلٰی ذٰلِکَ وَتَفَرَّقَا
عَلَیْہِ وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ وَرَجُلٌ دَعَتْہُ امْرَاَۃٌ
ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ تَعَالٰی وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَخْفَاھَا
حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُہٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ اور فرمایا جب کوئی شخص دوسرے شخص سے فی اللہ ملتا ہے
اوسکی زیارت کے شوق اور دیدار کی رغبت مین تو ایک فرشتہ اسکے پیچھے سے اوسکو یون کہتا ہے کہ تو
پاک ہوا اور تیرا چلنا ستھرا ہوا اور تجکو جنت ستھری ہوئی۔ اور فرمایا کہ ایک شخص اپنے کسی برادر دینی
کے ملنے کو چلا اللہ تعالیٰ نے راہ مین اوسکے لیے فرشتہ بٹھا دیا اوسنے پوچھا کہ تمہارا قصد کہان کو ہے
اوسنے کہا کہ اپنے فلان بھائی کے ملنے کو جاتا ہون کہا کہ تمکو اوس سے کچھ مطلب ہے کہا کہ نہیں پوچھا کہ
تم سے اور اوس سے کچھ قرابت ہے جواب دیا کہ نہین پوچھا کہ اوسنے کچھ تمہارے ساتھ سلوک کیا ہے
کہا کہ نہیں فرشتہ نے پوچھا پھر کس وجہ سے اوسنے جواب دیا کہ مین فی اللہ اوس سے محبت رکھتا ہون
فرشتہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہے کہ تجکو اطلاع کر دون کہ اللہ تعالیٰ تجھسے محبت
رکھتا ہے اس وجہ سے کہ تو اوس اپنے بھائی سے محبت رکھتا ہے اور تیرے لیے جنت واجب کر دی۔
اور فرمایا کہ ایمان کی رسیون مین زیادہ مضبوط محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ ہے۔ اسی حدیث کی
باعث واجب ہے کہ آدمی کے کچھ دشمن ہون جنسے بغض فی اللہ رکھتا ہو اور کچھ دوست ہون جن سے
محبت فی اللہ رکھتا ہو۔ اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ تو نے دنیا مین جو زہد
کیا تو اوس سے تجکو سرعت راحت ملی اور ٹوٹ کر میری طرف ہو رہا تو اس سے تجکو عزت ہوئی
یہ بتاؤ کہ میرے باب مین کسی دشمن سے عداوت یا کسی دوست سے محبت کی ہے یا نہین۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی کسی بدکار کا مجھپر احسان مت کرنا کہ اس وجہ سے میری محبت

اونکو مصیبت کا اور مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تم میری عبادت تمام آسمانون اور زمین کے باشندون کی عبادت سی کرو اور محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ تم مین نہو تو وہ عبادت تمھاری کچھ کام نہ آویگی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ اہل معصیت سے دشمنی کر کے خداتعالیٰ کی محبت پیدا کرو اور اون سے دور رہنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور اونکو ناراض کر کے خداتعالیٰ کی رضا کے طالب ہو لوگون نے عرض کیا کہ یا روح اللہ پھر ہم کسکے پاس بیٹھین فرمایا کہ اون لوگون کے پاس بیٹھو جنکے دیکھنے سے خدا یاد آوے اور جنکی تقریر تمھارا علم بڑہاوے اور جنکا عمل تمکو شوق آخرت دلاوے۔ اور اخبار گذشتہ مین مروی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے پسر عمران ہوشیار ہو اور اپنے لیے یار غار طلب کر اور جو دوست کہ میری خوشی پر تیرا موافق نہو وہ تیرا دشمن ہی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد یہ کیا بات ہی کہ تم الگ کونے مین تنہا رہتے ہو عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری خاطر خلق کو چھوڑا جانا ارشاد ہوا کہ اے داؤد ہوشیار ہو اور اپنے لیے دوست طلب کر اور جو دوست کہ میری مسرت پر تیرا موافق نہو اوسکے ساتھ مت رہنا کہ وہ تیرا دشمن ہی تیرے دل کو سخت کر دیگا اور تجھکو مجھسے دور کریگا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی اخبار مین ہی کہ آپنے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی یہ بات کس طرح سے ہو کہ سب لوگ مجھسے محبت کرین اور جو معاملہ کہ میرے اور تیرے درمیان ہی اوسمین مین سلامت بھی رہون حکم ہوا کہ لوگون سے اونکی اخلاق کے موافق سلوک کر اور جو معاملہ مجھمین اور تجھمین ہی اوس مین احسان کر اور ایک روایت مین یون ہی کہ دنیا والون سے اونکے اخلاق سے احتیاط کر اور آخرت والون سے اونکے اخلاق سے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے خداتعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہین جو الفت کرتے ہین اور الفت کیے جاتے ہین اور زیادہ مبغوض وہ ہین جو چغلی کھاتے ہین اور بھائیون مین جدائی ڈالتے ہین اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہی جسکا بدن نصف آگ کا ہی اور نصف برف کا وہ یہ کہتا ہی کہ الٰہی جیسی تو نے برف اور آگ مین الفت کی ہو ویسی ہی اپنے نیک بندون کے دلون مین الفت کر۔ اور فرمایا کہ جب کوئی بندہ نیا دوست فی اللہ پیدا کرتا ہی تو اللہ تعالیٰ اوسکو جنت مین ایک نیا درجہ مقرر کرتا ہی۔ اور فرمایا کہ دوست فی اللہ قیامت مین سرخ یاقوت کے عمود پر ہونگے اوس عمود کے سرے پر ستر ہزار کھڑکیان ہونگی وہ لوگ جنت والون کو جھانکینگے اونکا حسن جنت والون پر ایسا چمکیگا جیسا سورج دنیا والون پر چمکتا ہی تو جنت والے کہینگے

کہ پیارے فی اللہ دوستوں کو دیکھیں پس اونکا حسن اہل جنت کی نظر مین سورج کی جوت کیطرح چمکیگا اونکا لباس سبز دیباکا سا ہوگا اور اونکی پیشانیون پر لفظ اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ لکھا ہوگا۔ اور آثار مین نقل ہے کہ حضرت علی رض فرمایا کہ دوستون کو بہت پیدا کرو کہ وہ دنیا مین بھی کام آتے مین اور آخرت مین بھی دیکھو دوزخ والے اوس روز یہ کہینگے فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ بخدا اگر مین اتنے روزے رکھون کہ افطار نکرون اور رات بھر عبادت کیا کرون کہ نہ سوؤن اور اپنا مال نفیس نفیس خدا تعالی کی راہ مین دیدون لیکن جس روز مین مرون میرے دل مین اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی محبت اور اوسکے عاصیونکا بغض نہو تو یہ سب باتیں میرے کچھ کام نہ آوینگی۔ اور ابن سماک رح نے اپنی موت کی وقت عرض کیا کہ الہی تو جانتا ہے کہ مین ہرچند تیری نافرمانی کرتا تھا مگر جو شخص تیرا مطیع ہوتا تھا اوس سے محبت رکھتا تھا الہی میری اس عادت کو میرے لیے اپنے قرب کا باعث کر۔ اور حضرت حسن بصری رح وہ مضمون فرماتے ہین جو اسکی ضد ہے یعنے اے ابن آدم اس قول سے دھوکے مین مت آنا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کیونکہ تجکو ابرار کا درجہ بدون اونکے اعمال کے ہرگز نہ ملیگا یہود اور نصاری بھی تو اپنے انبیا سے محبت رکھتے ہیں اور اونکے ساتھ نہیں۔ اور اس مین یہ اشارہ ہے کہ صرف محبت بدون موافقت بعض اعمال یا کل اعمال کے مفید نہیں۔ اور حضرت فضیل رح نے اپنے کسی وعظ مین فرمایا این تو فردوس رب مین رہنا چاہتا ہے اور خدا تعالی کی ہمسائگی اوسکے مکان مین انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کے ساتھ ڈھونڈھتا ہے کس عمل پر تو مانگتا ہے کونسی شہوت کو تو نے ترک کیا کونسے غصہ کو پیا کونسے قاطع رحم سے تو ملا کونسے اپنے بھائی کے قصور کو معاف کیا کونسے قریب سے تو فی اللہ دور ہوا کونسے بعید سے تو فی اللہ قریب ہوا اور مروی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تو نے کبھی میرے لیے کوئی کام کیا ہے عرض کیا کہ الہی مین نے تیرے لیے نماز پڑھی روزہ رکھا صدقہ دیا زکوۃ دی حکم ہوا کہ نماز تیرے لیے برہان ہے اور روزہ سپر ہے اور صدقہ سایہ ہے اور زکوۃ نور ہے میرے لیے کونسا عمل کیا حضرت موسی نے عرض کیا کہ الہی مجھے بتادے کہ تیرے لیے کونسا عمل ہے ارشاد ہوا کہ تو نے کبھی میرے لیے کسی دوست سے دوستی یا کسی دشمن سے دشمنی کی ہے یا نہین تب حضرت موسی علیہ السلام نے جانا کہ محبت فی اللہ اور عداوت فی اللہ افضل اعمال ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہوکر ستر برس عبادت کرے تب بھی

اللہ تعالیٰ اوسکا حشر اوسی کے ساتھہ کریگا جس سے اوسکو محبت ہوگی - اور حضرت حسن بصری رح
فرماتے ہیں کہ فاسق سے بغض فی اللہ رکھنا موجب تقرب الی اللہ ہے - اور ایک شخص نے محمد بن
واسع رح سے کہا کہ میں آپ سے محبت فی اللہ رکھتا ہوں اونھوں نے فرمایا کہ جس شخص کی خاطر
تم مجھسے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت کرے پھر اپنا منہ پھیر کر کہا کہ الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں
اس بات سے کہ لوگ مجکو تیری خاطر سے محبوب جانیں اور تو مجھسے بغض رکھے - اور ایک شخص
داؤد طائی رح کے پاس گیا آپنے فرمایا کہ تمھارا کیا مطلب ہے اوسنے کہا کہ صرف آپکی زیارت
آپنے فرمایا کہ تمنے تو اچھا کام کیا کہ زیارت کی مگر میں اپنے حال کو سوچتا ہوں کہ اگر مجھسے
یہ کہا جائیگا کہ تو کون ہے کہ زیارت کیا جاتا ہے کیا زاہد ہے یا عابد ہے یا نیک بخت ہے تو اوسوقت
کیا ہوگا میں تو ان میں سے بخدا ایک بھی نہیں پھر اپنے نفس کی توبیخ پر متوجہ ہو کر کہنے لگے
کہ جوانی میں تو فاسق تھا اب بڑھاپے میں ریاکار ہو گیا بخدا ریاکار فاسق سے بہت برا درجہ ہے
اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہے کہ جب کوئی تم میں سے کسی بھائی کو دوست پاوے تو اوسکو
مضبوط پکڑ لے کہ ایسے آدمی کم ملا کرتے ہیں - اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں کہ جب فی اللہ
محبت کرنیوالے آپس میں ملکر ایک دوسرے کو دیکھکر خوش ہوتے ہیں تو اونکے گناہ ایسے جھڑتے ہیں
جیسے جاڑے میں درخت کے پتے سوکھکر گرتے ہیں اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ آدمی کو
اپنے بھائی کے چہرے پر نظر مودت اور رحمت سے دیکھنا عبادت ہے -

دوسرا بیان اس ذکر میں کہ اخوت فی اللہ کے معنے کیا ہیں اور اوسمیں اور دنیا کی اخوت میں کیا فرق ہے
جاننا چاہیے کہ محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ دقیق باتیں ہیں انکا حال تقریر آیندہ سے منکشف ہوگا
وہ یہ ہے کہ صحبت دو طرح کی ہے ایک یہ کہ اتفاقی ہو جائے جیسے ہمسایہ میں رہنے سے یا مکتب خواہ
مدرسہ میں ساتھ رہنے سے یا بازار میں یکجائی ہونیسے یا ایک جگہہ نوکر ہونیسے یا سفر میں رفیق ہونیسے
دوسرے وہ کہ بقصد و اختیار پیدا کیا جاوے اور ہمکو بیان اسی کا منظور ہے کیونکہ اخوت فی اللہ
یقیناً اسی قسم میں واقع ہے اسلیے کہ ثواب اور ترغیب اونھیں افعال میں ہوتی ہے جو اختیاری
ہوں اور صحبت کے معنے ہیں پاس بیٹھنا اور ملنا جلنا اور یہ باتیں انسان دوسرے سے جبھی
کرتا ہے جب اوسکو محبوب جانتا ہے کیونکہ غیر محبوب سے تو اجتناب اور دوری کیا کرتا ہے اور
اور اوس سے اختلاط نہیں چاہتا اور جس سے محبت رکھتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا صرف
اوسکی ذات سے محبت ہے کوئی اور مقصود اور محبوب چیز نہیں جس کا ذریعہ اوسکی محبت کو

کیا جائے یا اسلیے محبت کرتا ہے کہ اوسکے ذریعہ سے دوسرا مقصود حاصل ہو پھر یہ مقصود تین حال سے خالی نہیں یا صرف متعلق منافع دنیاوی سے ہو یا آخرت سے متعلق ہو یا متعلق باللہ تعالیٰ ہو تو یہ چار قسم کی محبت ہوئی اب ان چارون کو جدا جدا لکھا جاتا ہے قسم اول یہ کہ انسان دوسرے شخص سے محبت صرف اوسکی ذات کیلیے کرے اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے نزدیک فی ذاتہ محبوب ہو یعنی جب وہ اوسکو دیکھے اور پہچانے اور اوسکے اخلاق کا مشاہدہ کرے تو اوسکو لذت حاصل ہو اسوجہ سے کہ وہ اوسکو اچھا جانتا ہے کیونکہ اہل جمال اوس شخص کے حق مین لذیذ ہوتا ہے جو اوسکے جمال کو معلوم کرے اور ہر لذیذ محبوب ہوتا ہے اور لذت اچھا جاننے کے بعد ہوتی ہے اور اچھا جاننا سرشتی مناسبت اور موافقت کا تابع ہوتا ہے پھر وہ مستحسن یا تو ظاہری خوبصورتی ہو یعنے اعضاء ظاہری کا اچھا ہونا یا صورت باطنی ہو یعنے عقل کا کامل ہونا اور اخلاق کا اچھا ہونا اور اخلاق کے اچھے ہونیسے افعال اچھے ہوتے ہین اور کمال عقل کا تابع علم کی کثرت ہے اور یہ سب باتین طبع سلیم اور عقل مستقیم کے نزدیک مستحسن ہین اور ہر مستحسن چیز قابل لذت اور محبوب ہوتی ہے بلکہ دلون کی الفت کے باب مین ایک اور بات اس سے باریک تر ہے یعنے دیکھتے ہین کہ بعض اوقات دو شخصون مین دوستی اور مودت مضبوط ہو جاتی ہے حالانکہ اوسکا باعث نہ ظاہر کی ملاحت ہوتی ہے نہ خوبی عادت بلکہ وجہ اوسکی مناسبت باطنی اور مشابہت معنوی ہوتی ہے جو ان دونون مین الفت اور موافقت کا موجب ہوتی ہے کیونکہ چیز کا مشابہ اپنی سرشت سے اوسکی طرف کھچتا ہے اور اسی مضمون کا شعر کسی نے کہا ہے شعر جانب مثل و لا شکل کو ہوتی ہے کشش جیسے ہر جنس مین جاتی ہے غذا اوس جیسی اور باطنی مشابہتین پوشیدہ ہین اور اوسکے اسباب دقیق ہین آدمی کی طاقت نہین کہ اونپر واقف ہو اور اسی رمز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین ارشاد فرمایا الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف کہ جانو پہچان کا ہونا نتیجہ جدا رہنے کا ہے اور الفت نتیجہ تناسب کا ہے جسکو تعارف سے تعبیر فرمایا اور ایک روایت مین یون ہے الارواح جنود مجندة تلتقي فتتشام في الهواء اور بعض علماء نے اس مضمون کو اسطرح بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا کرکے اونمین سے بعض کے دو ٹکڑے کیے اور اونکو اپنے عرش کے گرد طواف کرایا تو ان دو ٹکڑون مین سے جن دو مین تعارف وہان ہو گیا وہ دنیا مین بھی ملے رہے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا

کہ دو مومنون کی روحین ایک مہینہ کی فاصلہ سے ملتی ہین حالانکہ اونھون نے آپس مین ایک
دوسرے کو کبھی نہین دیکھا - اور مروی ہے کہ ایک عورت مکہ معظمہ مین عورتون کو ہنسایا کرتی تھی
اور دوسری ایسی ہی مدینہ منورہ مین تھی وہ مکیہ اتفاقاً مدینہ منورہ کو گئی اور اوس مدنی عورت
کے پاس اوترکر حضرت عائشہ رض کے پاس گئی اور آپ کو ہنسایا آپنے پوچھا کہ تو کہان اتری ہے
اوس نے کہا کہ فلان عورت کے پاس آپنے فرمایا کہ سچ کہا ہے اللہ تعالی اور اوسکے رسول نے
مین نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے الارواح جنود مجندة الخ اور راز
یہ ہے کہ مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہے کہ تناسب کے وقت الفت باہمی ہوتی ہے اور طبیعتون اور اخلاق
باطنی اور ظاہری مین تناسب کا ہونا سمجھ مین آتا ہے اور جن اسباب سے کہ یہ مناسبت ہوتی ہے
اونکا دریافت کرنا قوت بشری سے خارج ہے غایت یہ ہے کہ منجم یہ ہذیان سرائی کرے کہ جب ایک کا
زائچہ دوسرے کے زائچہ کی تسدیس یا تثلیث پر ہوتا ہے تو یہ صورت موافقت اور مودت کی ہے
اور مقتضی تناسب اور میل کی اور جب مقابلہ یا تربیع پہ ہوتا ہے تو مقتضی دوری اور عداوت
کا ہوتا ہے تو یہ قول اگر سچا بھی ہو یعنے خداتعالی نے جو عادت آسمانون اور زمین کی پیدایش
مین مقرر کرلی ہے اوسکے مطابق ایسا ہی ہوا کرتا ہے تو جتنا اشکال اصل تناسب کے معلوم ہونے
مین تھا اوس سے زیادہ اس مین ہوگا پس ایسی بات مین خوض کرنیکی کیا ضرورت ہے جسکا راز
بشر کے لیے واضح نہین کیا گیا کیونکہ انسان کو تو علم مین سے تھوڑا ہی سا عنایت ہوا ہے
اور اسکی تصدیق کے لیے تجربہ اور مشاہدہ ہمکو کافی ہین اور حدیث شریف مین یہ آچکا ہے کہ اگر
ایک مومن اوس مجلس مین جاوے جس مین سو منافق اور ایک ایماندار ہو تو وہ اوسی ایماندار
کے پاس آکر بیٹھے گا اور اگر ایک منافق ایسی مجلس مین جاوے جس مین سو ایماندار اور ایک منافق
ہو تو وہ اوسی منافق کے پاس آکر ہمنشست ہوگا - اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مثل کو اپنی مثل
کی طرف کشش ہوتی ہے اگرچہ اوسکو علم نہو - اور حضرت مالک بن دینار رح فرمایا کرتے کہ دس
آدمیون مین دو کا اتفاق جبھی ہوگا کہ ایک مین دوسرے کا کوئی وصف پایا جاوے اور لوگونکی
شکلین ایسی ہین جیسے پرندون کی جنسین کہ اڑتی ہین دو قسم کے پرند کبھی نہین متفق ہوتے اور بدون
مناسبت اونکا پرواز ایک ساتھ نہین ہوتا ہے چنانچہ مشہور ہے ؎ کبوتر با کبوتر باز با باز
کند ہمجنس با ہمجنس پرواز + ایک روز اونھون نے کوے کو کبوتر کے ساتھ اڑتا دیکھکر تعجب کیا
کہ یہ کیسے ساتھ ہوئے یہ تو ایک شکل کے نہین پھر جو اونکو دیکھا تو معلوم ہوا کہ دونون لنگڑے تھے

سے فرمایا کہ اسی وجہ سے ان مین اتفاق ہوا- اور اسی وجہ سے بعض حکما نے کہا ہے کہ ہر انسان اپنے
ہم شکل سے انس کیا کرتا ہے جیسے ہر پرند اپنی جنس کے ساتھ اُڑتا ہے اور جب دو شخص چند روز ساتھ رہیں
اور حالت مین ہم شکل نہون تو ضرور ہے کہ جدا ہو جاوینگے اور یہ بات ایسی ظاہر ہو گئی ہے کہ شاعر بھی
اسکو جان گئے ہین چنانچہ کسی نے اس مضمون کو باندھا ہے شعر

وجہ فرقت کی جو پوچھی تو یہ مین اون سے کہا + میری صورت کا نتھا اسلیے ہون اوس سے جدا

غرضکہ انسان کو محبت دوسرے سے کبھی لذاتہ ہوتی ہے نہ کسی فائدہ کے سبب سے کہ اوسکو حال مین یا
مآل مین حاصل ہو بلکہ صرف اوس مجانست اور مناسبت کی وجہ سے جو باطن کی سرشتون اور پوشیدہ
اخلاق مین ہوتی ہے اور اسی قسم مین خوبصورتی کی محبت بھی داخل ہے بشرطیکہ اوس سے شہوترانی
مقصود نہو کیونکہ اچھی صورتین بذات خود لذت بخش ہوتی ہین گو وہان اصل شہوت بھی نہو
مثلاً میوون اور کلیون اور پھولون اور سرخی آمیز سیبون اور آب روان اور سبزہ کے دیکھنے سے
آنکھ کو لذت ہوتی ہے اور سوا اونکی ذات کے اور کوئی غرض بدرمیان نہین ہوتی اور یہ
محبت چونکہ سرشتی اور خواہش نفس سے ہے اور ملحدون کو بھی ہوتی ہے اسلیے خدا کے واسطے کی
محبت اس مین داخل نہیں لیکن اگر اس محبت مین کوئی غرض بد ملجاویگی تو بری ہو جاویگی
مثلاً محبت کسی اچھی صورت کی شہوت رانی کے لیے جہان کہ اوسکی تحصیل حلال نہو اور اگر کوئی
بری غرض نہ ملے تو یہ محبت مباح ہے کہ نہ اوسکو محمود کہینگے نہ مذموم کیونکہ محبت تین ہی طرح کی
ہوتی ہے یا قابل حمد یا قابل مذمت یا مباح کہ نہ قابل حمد ہو نہ قابل مذمت- دوسری قسم یہ ہے
کہ انسان دوسرے سے محبت اس غرض سے کرے کہ اوسکی ذات سے اوسکا مقصود حاصل ہو تو یہ محبت
دوسری چیز کا وسیلہ ہوتی ہے اور محبوب چیز کا وسیلہ بھی محبوب ہوتا ہے اور جو چیز کہ غیر چیز کی خاطر
محبت کیجاتی ہے تو حقیقت مین محبوب وہ غیر ہی ہوتی ہے مگر پہلی چیز چونکہ ذریعہ محبوب ہے
اسلیے محبوب ہے اور اسی وجہ سے لوگ سونے اور چاندی کو محبوب سمجھتے ہین حالانکہ اون دونونکی
ذات سے کوئی غرض نہین ہوتی کیونکہ نہ کھائی جاتی ہین نہ پہنی جاتی ہین مگر چونکہ وہ ذریعہ
دوسری محبوب چیزون کی ہین اسلیے محبوب ہین تو یہی حال بعض لوگون کا ہے کہ اون سے
لوگ اسی طرح سے محبت کرتے ہین جیسے چاندی اور سونے سے اس لحاظ سے کہ وہ ذریعہ مقصود ہوتے ہین
یعنے اونکی جہت سے جاہ یا مال یا علم حاصل ہوتا ہے مثلاً آدمی جو بادشاہ سے محبت کرتا ہے تو اسی
وجہ سے کہ اوسکے مال یا جاہ سے نفع ہوتا ہے اور اوسکے خواص سے جو محبت کرتا ہے تو

اس غرض سے کہ وہ لوگ بادشاہ کے سامنے اوس کا حال اچھی طرح پیش کریں اور اوسکو دلمیں اوسکی جگہ کردیں اور جس مقصود کے لیے شخص محبوب کو ذریعہ کیا جاتا ہے اگر اوسکا فائدہ صرف دنیاوی ہی ہو تو ذریعہ کی محبت فی اللہ محبت نہو گی اور اگر دنیاوی فائدہ پر انحصار تو نہیں مگر محبت کرنیوالے کی غرض اوس سے دنیا ہی کا فائدہ ہے تب بھی وہ محبت للہ متصور نہو گی جیسے شاگرد محبت اوستاد سے تحصیل کے لیے کرے تو ہر چند علم کے فوائد منحصر بہ دنیا نہیں مگر شاگرد کی غرض اوس سے اگر تحصیل دنیا اور مقبول ہونا مخلوق میں ہو گی تو اوسکی محبت للہ نہ ہو گی کیونکہ مقصود اوسکا اس صورت میں جاہ اور مال ہو گیا جسکے حصول کا ذریعہ علم ہے اور علم کے حاصل ہونیکا وسیلہ اوستاد ہے تو یہ محبت فی اللہ کچھ بھی نہوئی ہاں اگر علم کو تقرب الی اللہ کی نظر سے تحصیل کرتا تو البتہ محبت فی اللہ ہوتی ورنہ اس طرح کی محبت اوستاد کی تو کافر سے بھی سرزد ہوتی ہے پھر اس محبت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک مذموم دوسری مباح یعنی اگر علم کو مقاصد مذمومہ کا ذریعہ کرنیکی نیت ہے مثلاً ہمسروں کا زیر کرنا اور یتیموں کے مال کا جمع کرنا اور قاضی بن کر رعیت کو ستانا وغیرہ تو محبت بھی مذموم ہو گی اور اگر مباح مقاصد کی نیت ہو گی تو محبت بھی مباح ہو گی غرضکہ ذریعہ چونکہ بذات خود مستقل نہیں ہوتا اور مقصود کا تابع ہوتا ہے اسلیے حکم اور صفت ذریعہ پر وہی ہوتی ہے جو مقصود پر ہو **تیسری قسم** یہ ہے کہ محبت لذاتہ نہو غیر کے لیے ہو اور وہ غیر بھی حظوظ دنیاوی میں سے نہو بلکہ حظوظ آخرت میں سے ہو اور یہ محبت ظاہر ہے کہ محبت فی اللہ میں متصور ہو گی مثلاً کوئی شخص اپنے استاد اور مرشد سے بایں وجہ محبت کرے کہ اونکے ذریعہ سے علم کی تحصیل اور عمل کی درستی ہو گی اور علم و عمل سے اوسکا مقصود آخرت کی بہتری ہو تو اوسکی محبت فی اللہ محبت میں شمار ہو گی اسی طرح جو استاد اپنے شاگرد سے محبت کرے اور مقصود دنیاوی نہو صرف یہ لحاظ ہو کہ یہ مجھ سے علم سیکھتا ہے اسکی بدولت مجھکو رتبہ تعلیم ملیگا اور عالم ملکوت میں درجہ تعظیم پر ترقی کرونگا کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص جانے اور عمل کرے اور لوگوں کو سکھاوے وہ آسمان کے ملکوت میں عظیم پکارا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ تعلیم بدون متعلم کے نہیں ہو سکتی تو اس صورت میں استاد کو اس کمال کے حاصل ہونیکا سبب شاگرد ہی ہوا پس اگر استاد اوس سے محبت بدیں لحاظ کرے کہ وہ میرے لیے ذریعہ حصول سعادت اخروی ہے کہ اسی کے باعث سے درجہ تعظیم آسمان کے ملکوت میں ملیگا تو وہ محبت فی اللہ ہو گا۔ اسی طرح جو شخص اپنا مال خیرات کرتا ہو اور مہمانوں کو اکٹھا کرکے اونکے لیے

عمدہ اور عجیب کھانے مزہ دار خدا تعالیٰ کے تقرب کے لیے پکواتا ہو وہ اگر کسی باورچی اپنے فن کے
طاق سے محبت کریگا تو وہ بھی محبین فی اللہ مین سے ہوگا ایسا ہی اگر کسی ایسے شخص سے محبت کریگا
جو اوسکے صدقات کو مستحقون کو پہونچا دیا کرے تو وہ بھی فی اللہ محبت رکھنے والا ہوگا بلکہ اس سے
بڑھکر ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص اوس آدمی سے محبت کرے جو اوسکی خدمت خود کرتا ہو یعنے
اوسکے کپڑے دھوئے اور گھر مین جھاڑو دیے اور کھانا پکانا اپنے ذمہ کرلے تاکہ اوسکو علم وعمل کے
لیے فراغت ہو اور اوسکا مقصود ان کامون کے لینے سے عبادت کے لیے فارغ ہونا ہو تو وہ بھی
محب فی اللہ ہوگا - اور اس سے زیادہ اور ہم کہتے ہین کہ جب ایک شخص دوسرے کی ضروریات دنیا
کا کفیل ہو جاوے جیسے کھانا اور لباس اور مسکن وغیرہ ضروریات اپنے پاس سے دے تاکہ اوسکو علم
اور عمل کے لیے فراغت ہو جاوے اور یہ دوسرا شخص ہمین لحاظ اوس سے محبت رکھے اور اپنے علم وعمل سے
اللہ تعالیٰ کا تقرب چاہتا ہو تو وہ بھی محب فی اللہ ہے چنانچہ اگلے لوگون مین کچھ صلحا ایسے تھے
کہ اونکے مقاصد دنیاوی کی کفالت بعض اہل ثروت نے کرلی تھی اور یہ دونون شخص محبین
فی اللہ مین سے تھے - اور اس سے زیادہ ہم کہتے ہین کہ جو شخص ایک نیک بخت عورت سے نکاح کرے
اس غرض سے کہ اوسکے سبب سے شیطانی وسوسہ سے بچے اور اپنے دین کو بچاوے یا اس نیت سے
کہ اوس سے کوئی فرزند نیک بخت ہو جو اسکے لیے دعاء خیر کرے اور وہ شخص اپنی بی بی کو ذریعہ
مقاصد دینی سمجھکر محبوب جانے تو وہ بھی محب فی اللہ ہوگا اور اسی وجہ سے احادیث مین عیال پر
نفقہ کرنیکا بہت اجر اور ثواب آیا ہے حتی کہ اگر لقمہ کھانیکا اگر اپنی بی بی کے منہ مین دیوے
تو اوسپر بھی ثواب ملتا ہے - بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی محبت اور اوسکی
رضا اور دیدار اخروی کی محبت مین مشغول ہو تو وہ شخص اگر کسی غیر سے محبت کریگا تو محب فی اللہ
ہوگا اسلیے کہ یہ ہو نہین سکتا کہ وہ کسی ایسی چیز سے محبت کرے جس مین اوسکے محبوب کی مناسبت
نہو تو جس چیز سے محبت کریگا رضاء مولیٰ جو اوسکا محبوب اور مطلوب ہے اول مد نظر رکھیگا -
بلکہ ہم اس سے زیادہ کہتے ہین کہ جب ایک شخص مین دو باتین جمع ہون کہ ایک ذریعہ تقرب
الی اللہ ہو اور دوسرے ذریعہ حصول دنیا اور کوئی دوسرا شخص جسکے دل مین اللہ تعالیٰ اور
دنیا کی محبت اکٹھی ہو اوس سے ہمین وجہ محبت کرے کہ اوسکو دونون باتون کی صلاحیت ہے
تو وہ بھی محبین فی اللہ مین سے ہوگا جیسے کوئی استاد اپنے شاگرد کو دین سکھاوے اور مال دیکر
دنیا کی ضروریات سے بچاوے اور شاگرد جسکی طبیعت مین طلب جمع دنیا اور سعادت آخرت

دو مباح ہوں اوسکو دونوں امر کا ذریعہ سمجھکر استاد سے محبت کرے تو یہ محبت فی اللہ ہوگی
کیونکہ محبت فی اللہ میں یہ شرط نہیں کہ حظ دنیا کی محبت بالکل نہو اسلیے کہ جس دعا کا حکم
انبیا علیہم السلام کو ہوا ہے اوس میں دنیا اور آخرت دونوں کو جمع کیا ہے چنانچہ ایک دعا یہ ہے
رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
اپنی دعا میں فرمایا الہی مت ہنسا مجھپر میرے دشمن کو اور مت برائی پہونچا میرے سبب سے
میرے دوست کو اور مت کر میری مصیبت میرے دین میں اور مت کر دنیا کو سب سے بڑا مقصد میرا
تو اس دعا میں دشمنوں کی ہنسی کو ٹالنا حظوظ دنیاوی میں سے ہے اور یہ نہیں کہا کہ دنیا کو میرا
مقصد ہرگز مت کر بلکہ یوں دعا مانگی کہ دنیا کو میرا بڑا مقصد مت کر۔ اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنی دعا میں یہ فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ رَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ
كَرَامَتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اور فرمایا اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ مِنْ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَ
عَذَابِ الْاٰخِرَةِ تو حاصل یہ کہ جس صورت میں سعادت اخروی کی محبت اللہ تعالیٰ کی
محبت کی منافی نہیں تو دنیا میں صحت و سلامتی اور کفایت اور کرامت کی محبت کیسے
محبت الہی کی منافی ہوگی کیونکہ دنیا اور آخرت دو حالتیں ایک دوسرے کے قریب ہیں
ایک حال میں ہے اور ایک مآل میں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انسان اپنے کل کے حظوظ کو تو محبوب
سمجھے اور آج اونسے محبت نکرے اور کل میں جو اونسے محبت کرتا ہے تو اسی وجہ سے کہ کل حالت
دائمی ہو جائیگی تو معلوم ہوا کہ حالت دائمی کی مطلوب ہے اور وہ آج کی محبت سے حاصل ہوتی
ہاں حظوظ دنیاوی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ حظوظ اخروی کے مخالف ہوں اور اون سے
رو کدیں یہ وہ امور ہیں جنسے انبیا اور اولیا نے خود احتراز کیا ہے اور دوسروں کو اون سے اجتناب
کرنیکا حکم دیا اور دوسرے وہ کہ اونکے مخالف نہیں یہ وہ باتیں ہیں کہ انبیا اور اولیا نے اون سے
دستکشی نہیں کی جیسے نکاح کرنا اور حلال کھانا وغیرہ پس جو چیزیں کہ آخرت کے حظوظ کے
مخالف ہوں تو شایان عاقل یہ ہے کہ اونسے نفرت کرے نہ محبت یعنی اونسے نفرت عقلی کرے
نہ طبعی مثلاً اگر کسی بادشاہ کا کھانا لذیذ موجود ہو اور آدمی جانتا ہو کہ اگر اسکو کھاونگا تو میرا ہاتھ
کاٹا جائیگا یا گردن اڑا دیجائیگی تو جیسی نفرت اس کھانے سے ہوتی ہے ویسی ہی حظوظ دنیاوی
سے چاہیے یہ مقصود نہیں کہ لذیذ کھانیکو طبیعت نچاہے اور اگر کھالے تو لذیذ معلوم نہو کیونکہ یہ
امر تو محال ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ عقل اوسکے کھانے سے مانع ہو اور نفرت کی وجہ وہی ضرر موجود ہو لیکن

اور گردن ماری جائے سے متصور ہے- اور مقصود اس سے یہ ہے کہ اگر شاگرد اپنے استاد سے محبت بوجہ
کریگا کہ اوسکو دین سکھاتا ہے کہ دنیوی مہمات کا جبر گراں ہے یا استاد شاگرد سے باین لحاظ محبت کرے
کہ علم دین سکھتا ہے اور دنیا کی ضرورتوں مین کام آتا ہے یعنے محبت کی علت ایک دنیاوی حظ ہو
اور ایک اخروی تو وہ محبین فی اللہ مین متصور ہوگا مگر اس مین ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر
استاد مثلاً شاگرد کو علم پڑھانا موقوف کردے یا شاگرد کو استاد سے تحصیل کرنا بن نہ آوے تو محبت
اس وجہ سے کم ہو جاے تو اس شرط کے پائے جانے سے جسقدر محبت کم ہوگی اوسیقدر
محبت خدا کے واسطے ہوگی اور اوسی قدر پر فی اللہ محبت کا ثواب
بھی ملیگا- اور یہ کچھ محال نہین کہ جس آدمی سے تمہاری بہت سی غرضین وابستہ ہوں اور تم
زیادہ محبت کرو اور اگر وہ کچھ غرضوں کے پورا کرنے سے باز رہے تو تمہاری محبت بھی کم ہو جاوے
اور زیادہ مطلب آری ہو تو محبت بھی اور زیادہ ہو جاے چنانچہ سونا اور چاندی اگر مقدار مین
برابر ہون تو جتنی محبت سونے کی تمکو ہوگی وتنی چاندی کی نہوگی اسلیے کہ جتنی غرضین سونے
سے نکلتی ہین وہ چاندی کی نسبت کے زیادہ ہوتی ہین تو جب محبت کی زیادتی غرض کی
زیادتی سے ہو سکتی ہے اور اجتماع اغراض دنیوی اور اخروی کا محال نہین تو جس
محبت مین دونون غرضین ہونگی وہ منجملہ محبت فی اللہ ہوگی اور محبت فی اللہ کی تعریف یہ ہے
کہ جو محبت ایسی ہو کہ اگر خدا تعالی اور آخرت پر ایمان نہ ہوتا تو وہ محبت بھی نہوتی تو وہ محبت
فی اللہ ہوگی اسی طرح جو زیادت محبت کہ خدا تعالی اور روز آخرت پر ایمان نہونے سے
موجود نہو وہ بھی فی اللہ محبت مین سے ہوگی اور یہ ہرچند دقیق ہے مگر کمیاب ہے جریری نے
کہا ہے کہ لوگون نے قرن اول مین دین کا اتنا برتاو کیا کہ دین پتلا ہو گیا پھر دوسری
قرن مین وفا کا معاملہ کیا یہان تک کہ وفا جاتی رہی اور تیسری مین مروت کا تعامل کیا
کہ وہ بھی جاتی رہی اب بجز خوف اور خواہش کے اور کچھ نہین رہا- چوتھی قسم یہ ہے کہ آدمی
دوسرے سے للہ فی اللہ محبت کرے یعنے نہ اس غرض سے کہ اوس سے کوئی غرض علمی یا عملی
حاصل ہو یا سوا ذات الہی کے اور کوئی مقصود ہو یہ قسم محبت کی سب سے اعلی اور سب سے دقیق
اور خفیہ ہے مگر تاہم ممکن الوجود ہے اسلیے کہ غلبہ محبت کی تاثیر یہ ہے کہ محبوب سے محبت متجاوز ہو کر
اون لوگون اور چیزون پر پہونچتی ہے جو محبوب سے متعلق ہون گو دور کا علاقہ ہو مثلاً اگر
کسی کو دوسرے شخص سے محبت زیادہ ہوتی ہے تو وہ محبوب کے محبوب اور خادم اور ثناخوان سے

اور اوس شخص سے جسکی تعریف محبوب کرے محبت کیا کرتا ہے اور اوس سے بھی محبت کرتا ہے جو محبوب کی رضا میں پیش قدم ہو یہانتک کہ بقیہ بن ولید کہتے ہین کہ ایماندار جب دوسرے ایماندار سے محبت کرتا ہے تو اوسکے کتے سے بھی محبت کرتا ہے اور در حقیقت میں اونکا قول درست ہے اور تجربہ عشاق کے حالات کا اسکا شاہد ہے اور شعرا کے اشعار سے بھی مضمون ٹپکتا ہے اور یہی وجہ محبوب کا کپڑا یا دوسرا نشان رکھ چھوڑتے ہین اور اوسکے یادگار سمجھتے ہین اور اوس کے گھر اور محلہ اور ہمسایون سے محبت کرتے ہین چنانچہ مجنون بنی عامر نے اس مضمون کا قطعہ کہا ہے **قطعہ**

سیر اگذر دیار مین لیلی کے جب ہوا	بوسہ پہ بوسہ مین در و دیوار کو دیا
تڑپا نہین دیار کی الفت سے میرا دل	پر ساکن دیار کی الفت مین مر مٹا

غرضکہ مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت محبوب کی ذات سے بڑھکر اون چیزون پر بھی پہونچتی ہے جو اوسکو محیط ہون یا اوسکے اسباب سے متعلق ہون یا کوئی دور ہی کی مناسبت اوس سے رکھتی ہون مگر خاصیت غلبہ محبت کی ہے اصل محبت اس مین کافی نہین اور جسقدر غلبہ محبت کو قوت ہوتی ہے اوسی قدر ذات محبوب سے اوسکے گرد کی چیزون اور اسباب متعلقہ مین زیادہ پھیلتی جاتی ہے اسی طرح جب اللہ پاک کی محبت غالب ہوتی اور دل پر زور سے چھا جاتی ہے اور نوبت شیفتگی کی پہونچتی ہے تو جو چیز اوسکے سوا موجود ہے اوسکی طرف بھی پھیلتی ہے اس سبب سے کہ ماسوی کا وجود اوسکی قدرت کا نشان ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ اوسکی صنعت اور کتابت اور تمام افعال سے محبت کرتا ہے اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی نیا پھل آپکے پاس لاتا تو آپ اوسکو اپنی آنکھ سے لگاتے اور اوسکی تعظیم کرتے اور فرماتے کہ یہ میرے رب نے ابھی موجود فرمایا ہے (یعنی بہت سے خطا دار ہاتھون مین نہین ملا گیا نہ پانؤن سے روندا گیا نہ زمین پر پڑا رہا بلکہ عالم غیب سے حکم پاکر عالم شہادت مین تازہ وارد ہوا ہے اسکو دہ عالم چھوڑے تھوڑا زمانہ گذرا ہے) - اور اللہ تعالی کی محبت کبھی اس لحاظ سے ہوتی ہے کہ آئندہ کو اوسکے وعدون کی توقع اور دولت اخروی کے ملنے کی امید ہوتی ہے اور کبھی اس لحاظ سے کہ اوسنے زمانہ سلف مین طرح طرح کی نعمتین اور احسان عطا فرمائے ہین اور کبھی صرف لذاتہ ہوتی ہے کوئی اور بات اگلی یا پچھلی کچھ نہین ہوتی اور اقسام محبت مین سے یہ سب سے دقیق اور اعلی ہے اور اسکا بیان چہارم جلد کے باب المحبت مین مذکور ہوگا بہر حال محبت الہی کسی طرح پر ہو جب وہ قوت پکڑتی ہے تو جو چیزین کسی وجہ کا بھی تعلق اوس سے رکھتی ہین اون مین پھیلتی ہے یہانتک

کہ جو چیزین فی نفسہ بیہودہ اور مکروہ ہوتی ہین وہ نظر مین اچھی معلوم ہوتی ہین اور فرط محبت مین
اونکا درد معلوم نہین ہوتا اور وہ درد اس خوشی مین چھپ جاتا ہو کہ یہ کام ہمارے محبوب کا ہو
اور اوسنے ہماری دلرسانی کا قصد کیا ہو اسکی مثال ایسی جانو جیسے کوئی محبوب اپنے عاشق
کو بوجہ عتاب کوئی ضرب لگادے یا چٹکی لے کہ اس صورت مین فرط محبت سے درد خوشی ہوتی ہو
کہ درد اوس مین نہین معلوم ہوتا بلکہ اوسکو خوش قسمتی اور راحت سمجھتے ہین۔ اللہ تعالیٰ کی
محبت مین بعض لوگون کی یہ نوبت ہوگئی ہو کہ وہ کہتے ہین کہ مصیبت اور نعمت مین ہم
کچھ فرق نہین کرتے کیونکہ دونون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہین ع آنچہ از دوست میرسد نیکوست
اور ہم خوش اوسی چیز سے ہوتے ہین جس مین اوسکی رضا ہو یہان تک کہ بعض اون مین سے
یہ فرماتے ہین کہ خدا تعالیٰ کی معصیت کرکر اگر مغفرت بھی ملے تو مین اوسکو نہین چاہتا۔
اور سمنون نے اس مضمون کا ایک شعر کہا ہے تجھ بن نہین ایخدا مجھے چین جسطرح سے چاہے آزما لے
اور اسکی تحقیق باب المحبت مین انشاء اللہ آویگی اور مقصود یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی محبت جب قوی
ہوتی ہو تو اس بات کا موجب ہوتی ہو کہ جو شخص اوسکی عبادت کا حق ادا کرے یا اوسکی صفت
اوسکے نزدیک پسند ہو یعنی خوش خلق باشریعت کے آداب سے متصف ہو اوسکے ساتھ بھی محبت
کیجاے۔ اور جو ایماندار کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کا محب ہو اوسکے سامنے جب دو آدمیون کا
ذکر کیا جاے کہ ایک شخص عالم عابد ہو اور دوسرا جاہل فاسق تو بیشک جو محبت اوسکو شخص
کہ جو محبت ایسی ہو کہ اگر خدا تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہ ہوتا تو وہ محبت بھی نہ ہوتی وہ محبت
فی اللہ ہوگی اسی طرح جو زیادت محبت کہ خدا تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان ہونے سے
موجود ہو وہ بھی فی اللہ محبت مین سے ہوگی اور یہ ہر چند دقیق ہے مگر کمیاب ہو جریری نے
کہا ہے کہ لوگون نے قرن اول مین دین کا آپس مین برتاؤ کیا کہ دین پتلا ہوگیا پھر دوسری
قرن مین وفا کا معاملہ کیا یہان تک کہ وفا جاتی رہی اور تیسری مین مروت کا تعامل کیا
کہ وہ بھی جاتی رہی اب بجز خوف اور خواہش کے اور کچھ نہین رہا۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ آدمی
دوسرے سے للہ فی اللہ محبت کرے یعنے نہ اس غرض سے کہ اوس سے کوئی غرض علمی یا عملی
حاصل ہو یا سوا ذات الٰہی کے اور کوئی مقصود ہو یہ قسم محبت کی سب سے اعلیٰ اور سب سے دقیق
اور خفیہ ہو مگر تاہم ممکن الوجود ہو اسلیے کہ غلبہ محبت کی تاثیر یہ ہے کہ محبوب سے محبت متجاوز ہوکر
اون لوگون اور چیزون پر پہونچتی ہے جو محبوب سے متعلق ہون گو دور کا علاقہ ہو مثلاً اگر
کسی کو دوسرے شخص سے محبت زیادہ ہوتی ہو تو وہ محبوب کے محبوب اور خادم اور ثناخوان کو

جس قدر کہ اللہ تعالی کی محبت مین متفاوت ہوتی ہین اور اگر بالفرض محبت اسی باب پر منحصر ہوتی کہ محبوب سے کوئی حظ حال مین یا مآل مین حاصل ہو تو جو نیکبخت عالم اور عابد اور صحابہ اور تابعین وفات پا چکے ہین اونسے محبت ہو ہی نہ سکتی بلکہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی محبت ممکن نہ تھی حالانکہ ان سب کی محبت ہر مسلمان دیندار کے دل مین مرکوز ہے اور اس کا ظہور اوس وقت ہوتا ہے کہ کوئی دشمن اگر اون مین سے کسی کو برا کہتا ہے تو ایماندار کو غصہ آتا ہے اور اگر کوئی اونکی مدح وثنا بیان کرتا ہے اور اونکی خوبیون مین رطب اللسان ہوتا ہے تو اوس کو خوشی ہوتی ہے اور ان سب کی محبت للہ محبت مین داخل ہے اسلیے کہ یہ لوگ اللہ تعالی کے بندگان خاص ہین اور یون دستور ہے کہ جو کوئی بادشاہ سے یا کسی خوبصورت سے محبت رکھتا ہے تو اوسکے خواص اور خادمون سے اور اوسکے محبوب شخصون سے بھی محبت رکھتا ہے مگر محبت کا امتحان حظوظ نفس کے مقابلہ سے کیا جاتا ہے اور کبھی محبت ایسی غالب ہوتی ہے کہ اپنے نفس مین کوئی خواہش بجز محبوب کی خواہش کے نہین رہتی چنانچہ اسی مضمون کو کسی نے اس شعر مین باندھا ہے

مجکو منظور ہے وصل اوسکو ہے منظور فراق ۔ اوس کی مرضی کے لیے اپنی خوشی کو چھوڑا

اور کسی دوسرے نے کہا ہے

جس زخم مین تیرا ہو تمہارے نہیں ہے الم ۔ جوتا جو تیری کھال کا پہنو تیرے ہی غم

اور کبھی محبت اس طرح ہوتی ہے کہ اوسکے باعث بعض حظوظ چھوڑ دیے جاتے ہین اور بعض نہین اوسکی قدرت کا نشان ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ اوسکی صنعت اور کتابت اور تمام افعال سے محبت کرتا ہے اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی نیا پھل آپکے پاس لاتا تو آپ اوسکو اپنی آنکھ سے لگاتے اور اوسکی تعظیم کرتے اور فرماتے کہ یہ میرے رب نے ابھی موجود فرمایا ہے (یعنی بہت سے خطا دار ہاتھون مین نہین ملا گیا نہ پانون مین روندا گیا نہ زمین پر پڑا رہا بلکہ عالم غیب سے حکم پاکر عالم شہادت مین تازہ وارد ہوا ہے اسکو وہ عالم چھوڑے تھوڑا زمانہ گذرا ہے)۔ اور اللہ تعالی کی محبت کبھی اس لحاظ سے ہوتی ہے کہ آیندہ کو اوسکے وعدون کی توقع اور دولت اخروی کے ملنے کی امید ہوتی ہے اور کبھی اس لحاظ سے کہ اوسنے زمانہ سلف مین طرح طرح کی نعمتین اور احسان عطا فرمائے ہین اور کبھی صرف لذاتہ ہوتی ہے کوئی اور بات اگلی یا پچھلی کچھ نہین ہوتی اور اقسام محبت مین سے یہ سب سے دقیق اور اعلی ہے اور اسکا بیان چہارم جلد کے باب المحبت مین مذکور ہوگا بہرحال محبت الہی کسی طرح پر ہو جب وہ قوت پکڑتی ہے تو جو چیزین کسی وجہ کا بھی تعلق اوس سے رکھتی ہین اون مین پھیلتی ہے یہانتک

آپنے فرمایا کہ اونھون نے اپنا مال فتح مکہ سے پیشتر مجھپر خرچ کر دیا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اونکو اللہ تعالی کی طرف سے سلام کہیے اور یہ فرمائیے کہ تمھارا رب تم سے فرماتا ہے کہ تم اپنی اس فقیری مین مجھسے راضی ہو یا ناراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رض کیطرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابوبکر یہ جبرئیل علیہ السلام ہین کہ تمکو اللہ تعالی کی طرف سے سلام کہتے ہین اور پوچھتے ہین کہ تم اپنی فقیری مین اللہ تعالی سے راضی ہو یا ناراض حضرت ابوبکر رض روئے اور عرض کیا کہ بھلا مین اپنے رب سے ناراض ہونگا مین اپنے رب سے راضی ہون اس تقریر سے یہ حاصل ہوا کہ جو شخص کسی عالم یا عابد یا کسی ایسے شخص سے جو علم خواہ عبادت یا خیرات کی رغبت رکھتا ہو محبت رکھے تو اوسکی محبت للہ فی اللہ ہوگی اور جسقدر محبت قوی ہوگی اوسیقدر اوسکو ثواب ہوگا۔ یہ ہے شرح محبت فی اللہ اور اوسکے درجات کی اگر اسکی ضمن ہین بغض فی اللہ بھی سمجھہ مین آسکتا ہے مگر ہم اوسکو جداگانہ لکھتے ہین۔

تیسرا بیان بغض فی اللہ کے ذکر مین۔ مخفی نرہے کہ جن شخصون پر فی اللہ محبت کرنی واجب ہے اونھین پر فی اللہ بغض کرنا ضروری ہے مثلاً اگر تم کسی شخص سے باینوجہ محبت کرو کہ وہ اللہ تعالی کا مطیع اور اوسکے نزدیک محبوب ہے تو اگر وہ شخص خدا تعالی کی نافرمانی کرے تو تمکو لازم ہے کہ اوس سے بغض رکھو اسلیے کہ وہ خدا تعالی کا نافرمان اور اوسکے نزدیک مستحق خفگی ہوا غرض کہ محبت اگر کسی سبب سے ہوتی ہے تو اوسکی ضد سے بغض ہوا کرتا ہے اور یہ دونون باہم لازم ملزوم مین ایک دوسرے سے جدا نہین ہوتی اور یہ قاعدہ محبت اور بغض فی العادت مین عام ہے مگر ہر ایک انمین سے دل مین گڑی رہتی ہے اور غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہے اور اوسی کے بموجب افعال مترشح ہوتے ہین یعنے باقتضائے محبت قرب اور موافقت ظاہر ہوتی ہے اور بغض کی صورت مین بعد اور مخالفت مترشح ہوتی ہے اور فعل مین ظاہر ہونیکے بعد اول صورت مین موالات بولی جاتی ہے اور دوسری مین معادات اور اسی لیے اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو فرمایا کہ تونے میرے باب مین کسی سے موالات یا معادات کی ہے کہ نہین جیسے ہمنے پہلے ذکر کیا اور یہ دونون منفرد ہونیکی صورت مین تو ظاہر ہین مثلاً اگر کسی شخص کی طاعت ہی تمکو معلوم ہو تو تم اس بات پر قادر ہو کہ اوسکے ساتھ محبت کرو یا کسی کا فسق وفجور ہی تمکو معلوم ہو تو ہوسکتا ہے کہ تم اوس سے بغض رکھو لیکن مشکل اوس صورت مین ہے کہ طاعت اور معاصی ملے ہون کہ تم یہ کہوگے کہ محبت اور بغض تو

ایک دوسرے کے ضد ہین یہ دونون کیسے جمع کرے اسی طرح ... بعض
موافقت اور مخالفت اور موالات اور معادات کہ دونون ایک ساتھ کیسے کیے جاوین تو اسکا جواب یہ ہے
کہ خدا تعالی کے حق مین ان دونون باتون مین تناقض نہین جیسے کہ حظوظ انسانی مین بھی تناقض نہین کیونکہ اگر ایک
شخص مین چند خصلتین جمع ہون کہ کچھ اون مین سے محبوب ہون اور کچھ مکروہ تو تمکو اوس
شخص کے ساتھ بعض وجوہ سے محبت ہوگی اور بعض سے بغض مثلاً کسی کی بی بی نہایت
خوبصورت ہے مگر بدذات ہے یا لڑکا ذکی خدمتگذار ہے مگر بدکار ہے تو ابظاہر ہے کہ اوسکو ان دونون
سے من وجہ محبت ہوگی اور ایک وجہ سے بغض ہوگا تو اسکا حال اونکے ساتھ دو حالتون
کے درمیان مین ہوگا نہ محض محبت ہوگی نہ صرف بغض اسیطرح اگر ایک شخص کے بالفرض تین
لڑکے ہون ایک ذکی اور خدمتگذار ہو اور دوسرا غبی اور نافرمان اور تیسرا غبی اور خدمتگذار یا
ذکی اور نافرمان ہو تو وہ اپنے جی مین اون تینون کے ساتھ تین حالتین متفاوت رکھیگا جیسے
اون تینون کی خصلتین متفاوت ہین اسی طرح تمہارا حال بھی لوگون کے ساتھ متفاوت
ہونا چاہیے یعنی جس شخص پر غلبہ فجور ہو اوسکے ساتھ بغض اور اعراض اور جدا رہنا ہو اور جس پر
غلبہ طاعت ہو اوسکے ساتھ محبت اور التفات اور صحبت ہو اور جسمین دونون چیزین جمع
ہون اوسکے ساتھ کچھ محبت کی باتین اور کچھ بغض کی ہون۔ اب اگر یہ کہو کہ ہر ایک مسلمان
کے حق مین اسلام طاعت ہے تو باوجود اسلام کے اوس سے بغض کیسے کیا جاوے تو اسکا جواب
یہ ہے کہ اسلام کی وجہ سے اوس سے محبت کرو اور معصیت کی وجہ سے اوس سے بغض کرو اور ایسی
صورت اوسکے ساتھ رکھو کہ اگر مثلاً اوسکو کافر کی یا بدکار کی حالت پر قیاس کرو تو دونون
مین کچھ فرق معلوم ہوگا یہی فرق اسلام کی وجہ سے محبت ہے اور اسی سے حق اوسکا ادا ہو جاتا ہے
اور خدا تعالی کے حق مین طاعت اور قصور کو ایسا سمجھو جیسے اپنے حق کی طاعت اور قصور کو جانتے ہو مثلاً
جو شخص ایک غرض مین تمہاری مساعدت کرے اور دوسری مین مخالفت تو اوسکے ساتھ ایک درمیانی حالت پر ہو
کہ نہ راضی رہو نہ ناراض اور نہ التفات ہو نہ اعراض اور نہ محبت ہو نہ نفرت اور نہ اتنا مبالغہ
اوسکی تعظیم مین کرو جتنا اوس شخص کے لیے کرتے ہو جو تمام غرضون مین تمہارا موافق ہو اور نہ
اتنی زیادتی اوسکی اہانت مین کرو جتنی اوس شخص کے لیے کرو جو سب غرضون مین تمہارا مخالف
ہو پھر اس حالت درمیانی کا میل کبھی تو اہانت کی طرف ہو جاتا ہے جبکہ قصور کا غلبہ
ہوتا ہے اور کبھی تعظیم کی طرف جس صورت مین کہ غلبہ موافقت ہوتا ہے تو اسی طرح

تمھارا حال اوس شخص کے ساتھ مین ہونا چاہیے جو کبھی اللہ تعالی کی اطاعت کرے اور کبھی معصیت اور بعض اوقات اوسکے رضا کا متعرض ہو اور کبھی اوسکی خفگی کا اب اگر یہ پوچھو کہ بغض کا اظہار کونسی بات سے ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قول سے بھی ممکن ہے اور فعل سے بھی قول سے اس طرح کہ کبھی تو اوس سے گفتگو کرنی ترک کر دے اور کبھی سخت و سست کہے اور خفیف کرے اور فعل سے اس طرح کہ کبھی تو اوسکی اعانت مین سعی نہ کرے اور کبھی اوسکو برائی پہچانے اور اوسکے کام بگاڑنے مین کوشش کرے اور ان باتون مین بعض بہ نسبت باقی کے زیادہ سخت ہین مگر فسق اور معصیت جو اوس شخص سے سرزد ہون اونکے مطابق ہونی چاہیئین جیسی خطا کرے اوسی قسم کا بغض کیا جاوے لیکن جو لغزش اس طرح کی اوس سے سرزد ہو کہ معلوم ہو کہ وہ خود اوس پر نادم ہے اور آگے کو اصرار نکریگا تو بہتر یہ ہے کہ اوس سے چشم پوشی در گذر کیجاے اور اگر کسی صغیرہ یا کبیرہ پر اصرار کرے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ تم مین اور اوس شخص مین اگر پہلے سے یکجا یارانہ اور صحبت اور الفت ہے تو اوسکا حکم اور ہے جسکو ہم آگے بیان کرینگے اور اوسی مین علما کا اختلاف ہے لیکن اگر الفت اور صحبت موکد نہو تو بغض کی آثار کا ظاہر کرنا ضروری ہے یا تو اس طرح کہ اوس سے اعراض کرکے علیحدگی اختیار کرے اور توجہ کم کر دے یا اوسکو زبان سے سخت و سست کہکر خفیف کرے یہ صورت اعراض کی نسبت کے سخت ہے تو خفیف معصیتون مین اعراض کا استعمال کرنا چاہیے اور سخت معصیتون مین برا بھلا کہنا۔ اسی طرح فعل سے بغض ظاہر کرنیکے بھی دو درجے ہین ایک تو یہ کہ اوسکی اعانت اور رفاقت اور مساعدت ترک کیجائے یہ ادنی مرتبہ ہے اور دوسرا یہ کہ اوسکے کام بگاڑ دے اور کوئی غرض اوسکی پوری ہونے دے جیسے دشمن ایک دوسرے کے مطالب کے مانع ہوتے ہین مگر یہ صورت اونھین مطالب مین ہونی چاہیے جنسے طریق معصیت خراب ہو جاوے اور وہ معصیت بگڑ جاوے اور جن مطالب کی تاثیر معصیت کے ترک کرنے مین نہو اونکا بگاڑنا نہین چاہیے مثلاً ایک شخص نے شراب خواری سے خدا تعالی کی معصیت کی اور اب وہ ایک عورت سے نسبت چاہتا ہے کہ اگر بالفرض اوس سے نکاح ہو جاوے تو لوگ اوسکے مال اور جمال اور جاہ پر رشک کرین لیکن اوسکا نکاح نہ تو مانع اوسکی شرابخواری کا ہے اور نہ باعث ترغیب مے نوشی ہے اب اگر تمکو یہ قدرت ہو کہ چاہو تو اوسکی اعانت کرکے اوسکا نکاح کرا دو اور چاہو کوئی رخنہ ڈالکر نکاح نہونے دو تو اس صورت مین تمکو یہ ضرور نہین کہ خواہی نخواہی اوسکے مطلب کے فوت مین کوشش کرو ہان اگر اعانت اپنی غصہ کو ظاہر کرنے کو ترک کرو

ترجمہ حدیث الله مین مگر اعانت کا ترک کرنا واجب نہین کیونکہ کیا عجب ہے کہ تمھاری نیت اعانت کر

یہ ہو کہ ہماری وجہ سے اوسکا کام اگر نکل جائیگا تو یہ ہماری دوستی کا معتقد ہو کر جو کچھ ہم کہین گے اوسکو مان لیگا تو ایسی نیت سے اعانت کرنی بہتر ہے اور اگر یہ نیت نہو تب بھی برعایت اوا حق اسلام اوسکی اعانت ممنوع نہیں بلکہ اگر اوسنے کوئی قصور خاص تمہارا یا تمہارے کسی متعلق کا کیا ہو تو اوس وقت اوسکے انجاح مرام مین اعانت کرنی بہت بہتر ہے اور اسی باب مین یہ آیت نازل ہوئی ہے وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ اسکی شان نزول یہ ہے کہ مسطح بن اثاثہ نے حضرت عائشہ رضی کے بہتان مین شرکت کی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اونکو کچھ مال پہلے دیا کرتے تھے اس واقعہ کے بعد آپنے قسم کھائی کہ اوسکو کچھ نہ دونگا تب یہ آیت اوتری تو باوجودیکہ مسطح کی خطا ایسی بڑی تھی کہ اوس سے زیادہ اور کوئی نہیں یعنے حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گستاخی اور حضرت عائشہ رضہ جیسی بی بی پر زبان درازی کی مگر چونکہ اس حادثہ مین گویا قصور حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا کیا تھا اور صدیقون کی عادت یہ ہے کہ جو شخص اونپر ظلم کرے اوسکو معاف کرین اور جو اونکے ساتھ برائی کرے اوسپر احسان کرین لہذا یہ آیت اتری اور حضرت صدیق رضہ نے جو مسطح کا دینا موقوف کر دیا تھا اوسکو جاری کر دیا اور اس مضمون پر کاربند ہوئے بدی را بدی سہل باشد جزا * اگر مردی احسن الی من اسا اور احسان اوسی پر اچھا ہوتا ہے جو اپنے اوپر ظلم کرے لیکن جو شخص کسی دوسرے پر ظلم کرے اور خدا تعالی کی نافرمانی کرے تو اوسپر احسان کرنا اچھا نہیں اسلیے کہ ظالم پر احسان کرنا مظلوم کے ساتھ برائی کرنی ہے حالانکہ مظلوم کے حق کا لحاظ کرنا اور ظالم سے اعراض کرکے اوسکے دل کو قوی کرنا خدا تعالی کے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ ظالم کے دل کو تقویت ہو لیکن جس صورت مین کہ تم خود مظلوم ہو تو تمہارے حق مین بہتر یہی ہے کہ معاف کردو اور درگذر کرو۔ اور سلف کے طریق اہل معاصی پر بغض ظاہر کرنیکے باب مین مختلف ہین مگر اس بات پر سب متفق ہین کہ ظالمون اور بدعتیون اور ان لوگون پر جو اللہ تعالی کی معصیت ایسی کرین جس کا ضرر دوسرون کو پہونچے بغض کا اظہار چاہیے اور جن لوگون نے معصیت خود اپنے حق مین کی تو اس باب مین سلف کے طریق مختلف ہوئے کسی نے تمام اہل معصیت پر رحم کی نگاہ کی اور بعض نے بہت مبالغہ انکار مین کیا اور اونسے بولنا چھوڑ دیا چنانچہ امام احمد حنبل رح ادنی بات مین اکابر کا ملنا ترک کر دیتے تھے یہان تک کہ یحیی بن معین کے اس قول پر کہ مین کسی سے نہیں مانگتا اور اگر بادشاہ مجھکو کچھ

...ہیگا تو مین اونکا اون سے ملنا چھوڑ دیا اسی طرح حارث محاسبی سے ملاقات ترک کردی کہ انھون نے
ایک کتاب فرقہ معتزلہ کے رد مین لکھی تھی اور فرمایا کہ تم پہلے اونکا اعتراض نقل کرتے ہو تب جواب
دیتے ہو تو لوگون کو ان شبہات مین خود ڈالتے ہو اور ابو ثور سے اسوجہ سے ملنا چھوڑ دیا تھا کہ اونھون نے
اس حدیث کی تاویل کی تھی اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اور یہ درگذر کرنا ایک مرتبہ جو نیت
کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور اختلاف حال کے باعث نیت مختلف ہوتی ہے پس اگر دل پر
یہ گمان غالب ہو کہ مخلوق مضطر اور عاجز ہیں جو انکی تقدیر مین لکھ گیا ہے اوسی کے مسخر ہین تب تو
عداوت اور بغض مین تساہل کا موجب ہوگا اور اسکی بھی ایک وجہ ہے لیکن کبھی اسطرح کی حالت
مداہنت مین مشتبہ ہو جاتی ہے کہ اکثر معاصی سے چشم پوشی کی وجہ مداہنت ہوتی ہے اور لوگون کی
دلداری اور یہ خوف کہ کہین لوگ مجھسے وحشت اور نفرت نہ کرنے لگین اور شیطان اس بات کو
اہل حمق کے خیال مین یون ڈالتا ہے کہ مین لوگون کو بنظر رحم دیکھتا ہون کہ یہ حرکت ان سے
اضطرارا اور مجبور ہونیکے طور پر ہوئی ہے اور اسکے صادق ہونیکی کسوٹی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خاص
اوسی کا قصور کرے اور اوسوقت بھی مجرم کو یہ شخص بنظر رحم دیکھے اور کہے کہ شدنی یہی تھی اور
تقدیر سے تدبیر نہین چلتی یہ جرم تو اوس پر لکھا ہوا تھا اوسکا مرتکب کیسے نہوتا تب تو البتہ خطا کرنیوال
ے حق مین قصور پر اغماض کرنا صحیح ہوگا اور اگر اپنے قصور پر تو جل مرین اور خدا تعالی کے
قصور پر اغماض کرین تو یہ صورت مداہنت اور لوگون کی رعایت اور شیطان کے دھوکے کی ہے
اوس سے آگاہ رہنا چاہیے اب اگر یہ کہو کہ ادنی درجہ بغض کے اظہار کا ترک ملاقات اور اعراض
کرنا اور رفاقت اور اعانت کا قطع کر ڈالنا ہے تو کیا یہ باتین واجب ہین کہ اگر بندہ ایسا نکرے تو
گنہگار ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ علم ظاہر مین یہ باتین تکلیف کے اندر داخل مین اور نہ انکے واجب
ہونیکا حکم پایا جاتا ہے اسلیے کہ ہم قطعا جانتے ہین کہ جن لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ
کرام رضہ کے زمانہ مین شراب پی اور برائیان کین وہ ملاقات مین بالکل چھوڑے نجاتے تھے بلکہ یون
ہوتا تھا کہ بعض لوگ تو اونکو سخت سست کہتے تھے اور اظہار بغض کرتے تھے اور بعض اونسے اعراض
کرتے تھے اور اسکے کسی طرح مزاحمت نکرتے تھے اور بعض اونکو بنظر رحمت دیکھتے تھے اور اونسے
بیر کرنا اور دور رہنا پسند کرتے تھے غرض کہ یہ دینی دقائق ہین طریق آخرت کے چلنے والون کی
راہین ان مین مختلف ہین ہر ایک کا عمل اوسی طرح کا ہوتا ہے جسکو اوسکا حال مقتضی ہوا اور
مقتضا احوال ان امور مین یا کراہت ہے یا استحباب تو بھی ان باتون کا کرنا فضائل کے رتبہ مین ہے

حرمت یا واجب ہونے کی حد کو نہ پہونچیگا اسلیے کہ تکلیف شرعی مین تو اصل معرفت اللہ تعالی کی اور صرف محبت داخل ہے اور یہ محبت کبھی محبوب سے متعدی ہوکر اوسکے غیر پر پہونچتی ہے اور متعدی ہی محبت ہوتی ہے جو درجہ افراط اور استیلا کو پہونچے تو اس درجہ کی محبت عوام خلق کے حق مین فتوی کی روسے ہرگز تکلیف شرعی مین داخل نہین

چوتھا بیان اون لوگون کے مراتب کے ذکر مین جو فی اللہ بغض کرتے ہین اور اونکے معاملہ کی کیفیت مین۔ اب اگر یہ کہو کہ فعل سے بغض و عداوت کا ظاہر کرنا گو واجب نہین مگر اوس کے مستحب ہونے مین تو شک نہین اور عاصی اور فاسق مراتب مختلف پر ہین تو انسے معاملہ کرنے مین فضل کیسے حاصل ہو اور سبکے ساتھ ایک ہی طرح چلنا چاہیے یا نہین۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ مخالف حکم خدا تعالی کا دو قسم ہے ایک مخالف فی العقیدہ دوم مخالف در عمل اور مخالف فی العقیدہ تین طرح پر ہو سکتا ہے یا کافر یا بدعتی اور بدعتی دو حال سے خالی نہین یا دوسرونکو اپنی بدعت کی طرف طالب ہے یا اپنے عجز خواہ اختیار سے خاموش ہے اب تینون کو جدا جدا سنو اول کافر کا حکم دریافت کرو کہ اگر حربی ہو تو مستحق قتل اور غلام بنانیکا ہے ان دونون باتون سے بڑھکر کوئی اہانت نہین اور اگر ذمی ہے تو اوسکو ایذا دینا جائز نہین بجز اسکے کہ اوس سے اعراض کیا جاوے اور رستون مین دب کر نکلے اور سلام کی ابتدا اپنی طرف سے نہو اور اگر وہ السلام علیک کہے تو جواب مین وعلیک کہدیا جاوے اور بہتر یہی ہے کہ اوس سے گفتگو اور معاملہ اور ساتھ کھانا نکیا جاوے لیکن انبساط اور اختلاط جیسا دوستون کے ساتھ ہوتا ہے وہ تو سخت مکروہ ہے گویا کہ اختلاط کو بھی حرمت کی حد کو پہونچتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ الآیۃ اور فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ الآیۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْمُسْلِمُ وَالْمُشْرِكُ لَا تَتَرَاءٰى نَارَاهُمَا دوم وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف دوسرون کو طالب ہو اوسکا یہ حکم ہے کہ اگر بدعت ایسی ہو جس سے کافر ہو جاتا ہے تو اوسکا معاملہ ذمی سے بڑھکر ہے اسلیے کہ وہ نہ اقرار جزیہ کا کرتا ہے اور نہ عقد ذمہ کو لیے مانع اور اگر ایسی بدعت ہو کہ اوس سے کافر نہوتا ہو تو اوسکا معاملہ جو اوسکے اور اللہ تعالی مین ہے کافر کی نسبت کے خفیف ہے مگر اہل اسلام کو اوسپر انکار کرنا کافر کی نسبت کے زیادہ چاہیے اسلیے کہ کافر کی برائی مسلمانون پر متعدی نہین کہ وہ اوسکے کفر کے معتقد ہین اور یہین وجہ اوسکے قول پر التفات نہین کرتے اور نہ وہ دعوی اپنے مسلمان ہونے اور معتقد

حق کا کرتا ہی بخلاف بدعتی کے جو طالب اپنی بدعت کی طرف ہو کہ وہ یہی کہتا ہی کہ جس چیز کی طرف
مین بلاتا ہون وہی حق ہی پس وہ خلق کی گمراہی کا باعث ہی اور اوسکی بُرائی دوسرونکو لگتی ہے
تو اوسپر بغض کا ظاہر کرنا اور اوس سی عداوت رکھنی اور ملاقات ترک کرنی اور اوسکی بدعت کی
وجہ سی اوسکی حقارت کرنی اور اوسکو بُرا کہنا اور لوگون کو اوسکے پاس نہ آنی دینا نہایت درجہ کو
مستحب ہے اور اگر وہ تنہائی مین سلام کری تو جواب دینی مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر یہ معلوم ہو کہ اوس سے
اعراض کرنا اور جواب کا نہ دینا اوسکے دل مین بدعت کو بُرا کر دیگا اور اوسکی زجر و توبیخ مین اثر کریگا
تو اس صورت مین جواب کا نہ دینا بہتر ہی اسلیے کہ جواب سلام اگرچہ واجب ہی مگر ادنی غرض مصلحت سے
کی باعث ساقط ہو جاتا ہی مثلاً آدمی اگر حمام مین ہو یا قضاء حاجت کرتا ہو تو جواب سلام اوس سے
ساقط ہی اور بدعتی کا زجر کرنا ان غرضون کی نسبت کی زیادہ ضروری ہی اور اگر سلام مجمع مین کرے
تو ترک جواب بہتر ہی کہ لوگ اوس سی نفرت کرین اور اوسکی بدعت کو بُرا سمجھین۔ اور اسی طرح
اوسپر سلوک نکرنا اور اوسکو مدد نکرنا خصوص اون امور مین جو لوگون پر ظاہر ہون بہتر بات ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہین کہ جو شخص بدعتی کو جھڑکے اور اوسکے قول و فعل کو نا مانے
اللہ تعالی اوسکے دل کو امن اور ایمان سی بھریگا اور جو شخص بدعتی کی اہانت کریگا اللہ تعالی
اوسکو قیامت کے دن امن دیگا اور جو شخص اوس سی نرمی کریگا یا اوسکی تعظیم کریگا یا بکشادہ پیشانی
اوس سی ملیگا تو وہ اوس بات کو خفیف جانیگا جو اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے
سوم عامی بدعتی جو دوسرون کو اپنے عقیدہ کی طرف نہ بلاتا ہو اور نہ اوسکے اقتدا کا خوف ہو تو اوسکا
معاملہ آسان ہی اوسکے ساتھ یون کرنا چاہیے کہ ابتدا ہی سی سخت کہنا اور اہانت نچاہیے بلکہ نرمی
سے اوسکو نصیحت کرنی چاہیے کیونکہ عوام کے دل جلد بدل جاتے ہین اور اگر نصیحت مفید نہو اور اعراض
کرنے سے بدعت اوسکی نظرون مین بُری ہوتی ہو تو اعراض ہی زیادہ مستحب ہو جائیگا اور اگر یہ
معلوم ہو کہ خواہ کچھ کرو وہ کاٹھ کا اُلّو ہی رہیگا کہ دل مین جو بات جم گئی وہ نکلیگی اور طبیعت کند ہی
تو اس صورت مین بھی اعراض اولی ہی کیونکہ بدعت کی قبیح جاننی مین اگر مبالغہ نہین کیا جاتا
تو پھیل جاتی ہی اور اوسکا فساد عام ہو جاتا ہی۔ اب اوسکا حال سنو جو عمل اور فعل سی معصیت
کری اور عقیدہ مین مخالف نہو پس اوسکی معصیت یا تو ایسی ہوگی کہ اوس سی دوسرونکو ایذا ہو
جیسے ظلم اور غصب اور جھوٹی گواہی اور غیبت اور لوگون کو بھڑا دینا اور چغلی کھانا وغیرہ اور یا ایسی
ہوگی کہ اوس سی دوسرون کو ایذا نہو اور یہ بھی دو حال سی خالی نہین ایک یہ کہ دوسرون کو شر اور

فساد کی طرف بلاوے جیسے شراب فروش کہ عورت مرد کو جمع کرکے اسباب شر و فساد اونکے لیے
آمادہ کرتا ہے دوسرے وہ کہ غیر کو اپنے فعل کی طرف نہیں بلاتا جیسے وہ شخص کہ شراب پیتا ہے یا زنا
کرتا ہے پھر یہ بھی دو قسم ہے یا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے یا صغیرہ کا اور دونوں صورتوں میں اصرار کرتا ہے
یا نہیں تو ان سب تقسیموں سے تین قسمیں حاصل ہوتی ہیں اور ہر ایک قسم کے لیے ایک رتبہ ہے کہ کسی میں
شدت زیادہ ہے کسی میں کم اور سبکے ساتھ ایک چال نہیں چلا جاتا پہلی قسم معصیت کی جو سب سے
شدید ہے وہ ہے جس سے لوگوں کو ضرر ہو مثلاً ظلم اور غصب اور جھوٹی گواہی اور غیبت اور چغلی تو
جو لوگ ان حرکات کے مرتکب ہوں بہتر ہے کہ اون سے اعراض کیا جاوے اور اونکا اختلاط منقطع کیا جاوے
اور اونکے معاملہ سے کشیدگی ظاہر کیجاوے اسلیے کہ جس معصیت سے خلق کو ایذا ہو وہ سخت ہوتی ہے
پھر اس قسم کی معصیت بھی کئی قسم ہے مثلاً ایک شخص خون کا ظلم کرتا ہے اور دوسرا مال کا اور
تیسرا آبرو کا اور یہ ایک دوسرے سے سخت ہیں تو انکی اہانت کرنی اور اونسے اعراض کرنا نہایت
موکد ہے اور جس صورت میں کہ اہانت سے یہ توقع ہو کہ اونکو یا غیروں کو توبیخ ہوگی تو اوس صورت
میں حکم اور زیادہ موکد اور سخت ہوگا۔ **دوسری قسم** کا عاصی خرابانی ہے جو اسباب فساد کو
آمادہ کرتا ہے اور خلق پر طریق فساد آسان کرتا ہے تو یہ ہر چند مخلوق کو دنیا میں ایذا نہیں دیتا
مگر اپنے فعل سے اونکا دین چھینتا ہے گو اونکی مرضی سے ہو تو یہ بھی اول قسم کے قریب ہے گو اوس سے
ہلکا ہے کیونکہ جو گناہ بندہ کے اور اللہ تعالی کے درمیان ہے ہر چند عفو کے قریب ہے مگر اس جہت سے
کہ وہ فی الجملہ دوسروں کی طرف متعدی ہوتا ہے سخت یقیناً ہے تو ایسے شخص کا حکم بھی یہی ہے کہ
اوسکی اہانت کیجاوے اور اعراض اور علیحدگی اور سلام کا جواب نہ دینا عمل میں آوے بشرطیکہ یہ گمان ہو
کہ اوس سے اوسکو خواہ غیروں کو کسی قسم کا زجر ہوگا۔ **سوم** وہ گنہگار کہ خود شراب خواری یا کسی
واجب کو ترک کرنے یا امر ممنوع کے مرتکب ہونے سے فاسق ہوتا ہے تو اوسکا معاملہ خفیف ہے لیکن اوس
گناہ کے ارتکاب کے وقت اگر دیکھ لیا جاوے تو اسی طرح اوسکا روکنا واجب ہے جس سے وہ باز رہے
گو مار پیٹ سے ہو یا خفیف کرنے سے اسلیے کہ بری بات سے منع کرنا واجب ہے اور اگر وہ گناہ سے فارغ ہو چکا
اور معلوم ہے کہ یہ فلان گناہ کا عادی ہے اور اوس پر اصرار کرتا ہے تو اگر یہ ثابت ہو کہ نصیحت کرنے سے
دوبارہ نکریگا تو نصیحت کرنا واجب ہے اور اگر یقینی معلوم نہیں کہ باز آویگا مگر ظن غالب ہے تو افضل یہ ہے
کہ نصیحت اور زجر نرمی سے کیا جاوے یا اگر سختی سے مفید پڑے تو سختی سے زجر کیا جاوے اور جس صورت
میں کہ معلوم ہو کہ وہ اصرار کرتا ہے اور نصیحت اوسکو کارگر نہیں تو اوس کے سلام کے جواب نہ دینے میں

اور اوسکے اختیار سے باز رہنے مین کلام ہے اور علما کو اس باب مین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا مدار آدمی کی نیت پر ہے کہ مدار اعمال نیتون پر ہوا کرتا ہے کیونکہ نرمی کرنے اور خلق کو نظر رحمت سے دیکھنے مین ایک طرح کی تواضع اور انکسار ہے اور درشتی اور اعراض مین ایک گونہ زجر ہے تو آدمی اسکا حکم اپنے دل سے پوچھے اور جس بات کو اپنی خواہش نفس اور مقتضای طبع کے مطابق پاوے اوسکا انکار کرے کیونکہ اوسکا خفیف کرنا اور اوسپر درشتی برتنی کبھی تکبر اور شیخی سے ہوتی ہے اور اپنی برتری کا اظہار اور نیک بختی پر گھمنڈ ہوتا ہے اسی طرح ملایمت بعض اوقات مداہنت کے سبب سے اور لوگون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنے سے ہوتی ہے کہ اوس سے اپنا کوئی مطلب نکلنا متصور ہوتا ہے یا لنظر ترجیح اوسیسے ڈر ہوتا ہے کہ کہین لوگون کی وحشت اور نفرت ہمارے جاہ یا مال مین تاثیر نکر جائے اور یہ سب باتیں اشارات شیطانی کی بموجب چلنے کی ہیں اہل آخرت کے اعمال سے بعید ہین غرضکہ جو شخص اعمال دین کا راغب ہے وہ اپنے نفس کے ساتھہ ان دقائق کے کریدنے اور ان حالات کی نگرانی مین اجتہاد کرتا ہے اور اس باب مین دل مفتی ہوتا ہے اور کبھی تو اپنے اجتہاد مین حق کو پہونچتا ہے اور کبھی چوک جاتا ہے اور کبھی جان بوجھکر اپنی خواہش نفس کا اتباع کر بیٹھتا ہے اور کبھی اس دھوکے مین اقدام کرتا ہے کہ اوسکو یہی گمان ہوتا ہے کہ مین خدا تعالے کے لیے عمل کرتا ہون اور راہ آخرت پر چلتا ہون اور ان دقائق کا بیان تیسری جلد کے باب الغرور مین آویگا۔ اور جو فسق اس طرح کا ہے کہ اوسکا گناہ بندہ اور خدا تعالی کے درمیان ہے اور اوسکا ضرر خاص عاصی ہی پر ہے دوسرے پر نہیں اوسکے معاملہ کے ہلکا ہونے کی دلیل یہ روایت ہے کہ یہ شراب پینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئی بار پیٹا گیا پھر وہ دوبارہ وہی حرکت کرتا تھا اور پکڑا آتا تھا ایک نے اصحاب رض سے کہا کہ خدا اوسپر لعنت کرے بہت ہی شراب پیتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی پر شیطان کا مددگار نہو یا کوئی اور لفظ فرمایا جس کا مضمون یہ تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ ملایمت کرنی بہ نسبت درشتی اور سختی کے بہتر ہے ——

پانچوان بیان۔ اس ذکر مین کہ جس شخص سے صحبت اختیار کیجاوے اوسمین کون کون صفتین ہونی ضروری ہین۔ واضح ہو کہ ہر ایک انسان اس بات کی لیاقت نہین رکھتا کہ اوسکی صحبت اختیار کیجیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی اپنے خلیل کے طریق پر ہوتا ہے تو تم مین سے کوئی جس کسی کو خلیل بناوے اوسکو دیکھہ بھال لیوے۔ پس ضرور ہے کہ آدمی کچھہ خصلتون اور صفتون سے ممتاز ہون جنکے سبب سے اوسکی صحبت کی رغبت ہو اور

اور جو فوائد کہ صحبت سے مطلوب ہین اونکے لحاظ سے ان خصلتون کا ہونا شرط ہونا چاہیے اسلیے
کہ شرط اوسی کو کہتے ہین جس کا پایا جانا مقصود تک پہونچنے کے لیے ضروری ہو تو معلوم ہوا کہ
شرطون کا ظہور بلحاظ مقصود کے ہوتا ہے - اب صحبت سے فوائد دنیاوی اور دینی دونون مطلوب
ہوتے ہین دنیاوی فوائد جیسے مال سے یا جاہ سے نفع لینا یا صرف دیدار اور ہم نشینی سے دل کا بہلانا
وغیرہ اور یہان انکا بیان کرنا منظور نہین اور فوائد دینی ہین بھی بہت سی غرضین مجتمع ہوا کرتی ہین
مثلاً ایک یہ کہ علم اور عمل کا استفادہ منظور ہو - دوم جاہ سے استفادہ باین لحاظ کہ جو لوگ دل کو
پریشان کرین اور عبادت سے مانع ہون اونکی ایذا سے محفوظ رہے سوم استفادہ مال سے تاکہ غذا
کی طلب مین اوقات ضائع نہون اور عبادت مین اس سے بیفکری ہوجائے چہارم ضرورات مین
مدد لینا تاکہ مصیبت اور حوادث مین کام آوے پنجم صرف دعا کی برکت حاصل کرنی ششم
آخرت مین اوسکی شفاعت کی توقع کرنی چنانچہ بعض سلف نے فرمایا ہے کہ دوست بہت سے
پیدا کرو کہ ہر ایماندار شفاعت کریگا تو کیا عجب ہے کہ تم کسی اپنے دوست کی شفاعت مین داخل
ہوجاؤ اور ایک غریب تفسیر مین وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم
مِّن فَضْلِهِ کے معنی یون مذکور ہین کہ ایمانداروں کی شفاعت دوستون کے باب مین قبول فرماکر
دوستون کو اونکے ساتھ جنت مین داخل کریگا - اور کہتے ہین کہ بندہ کی جب مغفرت ہوجاویگی
تو وہ اپنے دوستون کے لیے سفارش کریگا اور اسیلیے سلف نے کچھ لوگون نے صحبت اور الفت اور
اختلاط کی ترغیب کی ہے اور تنہائی اور جدا رہنے کو برا سمجھا ہے - پس یہ فوائد دینی ہین کہ ہر ایک
فائدہ ان مین سے کچھ شرطین چاہتا ہے کہ بدون اونکے حاصل نہوگا اور اونکی تفصیل طویل ہے
مگر مجملاً یہ ہے کہ جس شخص کی صحبت اختیار کیجائے اوس مین پانچ باتین ہونی چاہئین اول
عقل دوم خوش خلقی سوم یہ کہ بدکار نہو چہارم یہ کہ بدعتی نہو پنجم یہ کہ دنیا کا حریص نہ ہو
عقل کا ہونا اسلیے چاہیے کہ راس المال اور اصل یہی ہے احمق کی صحبت مین کچھ خیر نہین
اور اوسکا انجام وحشت اور جدائی ہے گو کتنی ہی مدت کی ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین ؎

مان میرے قول کو تو جاہلون سے کر گریز | دوستی جاہل کی کردیتی ہے عاقل کو برباد
صحبت ناجنس کا انجام ہے ہوتا یہی | لفظ جاہل سے تجھے بیشک کریگی خلق یاد
دل کو دل سے راہ ہے اور خیر کا شی پر قیاس | ہے اثر صحبت کو بیمار کرے اسکو دل نہاد

اور سعدی شیرازی نے بھی اسی مضمون کو یون کہا ہے ؎ زجاہل حذر کردن اولی بود کزو ننگ دنیا و عقبی بود

کیونکہ ممکن ہے کہ احمق آدمی قصد دوست کی نفع اور اعانت کا کرے اور وہ اوسکے حق مین موجب ضرر ہو اور اوس احمق کو خبر بھی نہو اور اسی لیئے کسی شاعر نے یہ قطعہ کہا ہے

قطعہ گر عدو ہو وی خردمند نہین مجکو ڈر
دوست سی ڈرتا ہون جو ہو وی گرفتار جنون
فن واحد ہے خرد اوسکا طریقہ معلوم
تاک سکتا ہون اوسی ایک جنون کے ہین فنون

اور اسی لیے کہتے ہین کہ احمق سی جدا رہنا اللہ تعالی سی قرب حاصل کرنا ہی - اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ احمق کی چہرہ کو دیکھنا خطا مکتوب ہی اور ہماری غرض عاقل سی یہ ہی کہ جو باتون کو ایسی طرح سمجھے جس طرح نفس الامر ہین اگر خود سمجھے فبہا ورنہ سمجھانے اور سکھانے کے بعد اصل اور تہ کو معلوم کرلے - اور خوش خلقی کی ضرورت اسلیے ہی کہ اکثر عاقل چیزون کو مطابق نفس الامر کے سمجھتے ہین مگر جب اون پر غصہ یا شہوت کا غلبہ ہوتا ہے یا بخل یا نامردی کا دباو پڑتا ہے تو وہ اپنی خواہش کی اطاعت کرجاتی ہین اور جو بات اونکو معلوم ہوتی ہی اوسکے خلاف کرتی ہین اسلیے کہ اپنی صفات کے زیر کرنے اور اخلاق کے درست کرنے سے عاجز ہوتی ہین تو ایسون کی صحبت سے کچھ نفع نہین ہے - اور فاسق نہونیکی ضرورت اسلیے ہی کہ جو فاسق اپنے فسق پر اصرار کرے اوسکی صحبت مین کچھ فائدہ نہین کیونکہ جو شخص اللہ تعالی سی خوف کرتا ہی وہ کبیرہ پر اصرار نہین کرتا اور جو شخص خدا تعالی سی نہین ڈرتا اوسکے فساد سے مامون رہنا اور اوسکی دوستی پر اعتماد کرنا نچاہیے وہ تو غرضون کے متغیر ہونے سے بدلتا رہیگا اور اللہ تعالی فرماتا ہی وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ اور فرمایا فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ اور فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور فرمایا وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ اور اسکے مفہوم مین فاسق سے زجر پایا جاتا ہی علاوہ اسکے فسق اور فاسقون کے دیکھنے سی معصیت کا معاملہ دل پر آسان ہو جاتا ہی دل کو اوس سی نفرت نہین رہتی حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ ظالمون کی طرف مت دیکھو ورنہ تمہارے اچھے اعمال حبط ہو جائینگے بلکہ اون لوگون کے اختلاط مین سلامتی نہین سلامتی انسی علیحدہ رہنے مین ہی اللہ تعالی فرماتا ہی وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا لفظ سلاما مین الف عوض ة کے ہے یعنے سلامۃ کہتے ہین مراد یہ ہے کہ ہم تمہارے گناہ سے سلامت ہین - اور بدعتی نہونیکی ضرورت اسلیے ہی کہ اوسکی صحبت مین یہ خوف ہی کہ کہین اوسکی بدعت اپنے آپ مین اثر نکرے اور اوسکی نحوست دوسرے مین متعدی نہو اور بدعتی تو

قابل ترک ملاقات اور جدا رہنے کے ہے تو اوسکی صحبت کیسے اختیار کیجائیگی حضرت عمر رضہ دوست
متدین کے طلب کی ترغیب مین ارشاد فرماتے ہین بموجب روایت سعید بن مسیب رضہ کے کہ یاران صادق
کو لازم پکڑو اور اونکی حمایت مین زندگی کرو کیونکہ وہ عیش کے وقت زینت ہین اور مصیبت کے وقت
سامان اوسکے دفع کا اور اپنے دوست کے حال کو اچھی صورت پر محمول کیا کرو یہان تک کہ ایسی
بات اوسکی تمکو معلوم ہو جس سے تمکو ظن غالب ہو اور اپنے دشمن سے کنارہ کرو اور اپنے دوست سے
پرحذر ہو بجز امین کے اور امین وہی ہے جو خداتعالی سے خوف کرے پس بدکار کی صحبت مت اختیار کر
ورنہ اوسکی بدکاری سیکھ جاؤگے اور اوسکو اپنے راز کی اطلاع مت کرو اور اپنے معاملہ مین مشورہ
اون لوگون سے لو جو خداتعالی سے ڈرتے ہین - اور دنیا پر حریص نہونیکی یہ وجہ ہے کہ ایسے شخص کی
صحبت زہر قاتل ہے اسلیے کہ آدمی کی سرشت مین ہے کہ دوسرے کی مشابہت و اقتدا کیا کرتا ہے
بلکہ ایک کی طبیعت اپنی ہمنشین کی طبیعت مین سے کچھ باتین چرا لیتی ہے اور صاحب طبیعت کو
خبر بھی نہین ہوتی پس اگر دنیا کے حریص کی مجالست ہوگی تو اوس سے حرص دنیا ہی جنبش
مین آویگی اور زاہد کی مجالست سے زہد کو تحریک ہوگی اسی وجہ سے دنیا کے طالبون کی صحبت
مکروہ ہے اور راغبین آخرت کی صحبت مستحب - اب جاننا چاہیے کہ حسن خلق کو اوپر مجملاً بیان
کر دیا ہے اوسکو مفصل علقمہ عطاردی نے اپنی وصیت مین مرنے کے وقت اپنے بیٹے سے بیان کیا ہے
چنانچہ اون کہا ہے کہ بیٹا اگر تجکو لوگون کی صحبت کی ضرورت پڑے تو ایسے شخص کے ساتھ رہنا
کہ جب تو اوسکی خدمت کرے تو تیری حفاظت کرے اور جب تو اوسکے پاس بیٹھے تو تجکو زینت دے
اور اگر تجکو کوئی مشقت پیش ہے تو وہ برداشت کرے اگر تو اپنا ہاتھ خیر کے لیے پھیلانا چاہے تو
وہ پھیلا دے اور اگر تجھسے کوئی خوبی دیکھے تو اوسکو شمار کرے اور اگر برائی دیکھے تو اوسکو روکدے جس وقت
تو اوس سے سوال کرے تو دیوے اور اگر تو خاموش رہے تو خود ابتدا کرے اور اگر تجھپر کوئی بلا نازل ہو
تو تیری غمخواری کرے جب تو کوئی بات کہے تو تیرے قول کی تصدیق کرے اور اگر تو کسی کام کا قصد
کرے تو اچھا مشورہ دے اور اگر تم دونون مین اختلاف ہو تو تجکو اپنے نفس پر ترجیح دے -
تو یہ وصیت جمیع حقوق صحبت کی جامع ہے اور اسکی بجا آوری کو مشروط کر دیا ہے یحیی بن اکثم کہتے ہین
کہ خلیفہ مامون نے ان باتون کو دیکھکر کہا کہ ایسا شخص کہان ہے کسی نے خلیفہ سے کہا کہ آپ
سمجھے کہ یہ وصیت کیون کی ہے خلیفہ نے کہا کہ نہین اوسنے کہا کہ علقمہ کی غرض یہ تھی کہ کسی کی
صحبت اختیار نکرے اسلیے اتنی شرطین لگا دین - اور بعض ادبا نے فرمایا ہے کہ آدمیون مین

اوسی کی صحبت کر جو تیری راز کو چھپاوی اور عیب کو ظاہر نکرے اور مصیبتون مین ساتھ دی اور نفیس چیزون مین تجکو اپنی اوپر مقدم رکھے اور تیری خوبیون کو پھیلاوی اور برائیون کو ترک کرے اور اگر ایسا شخص نملی تو پھر اپنے ہی نفس کی صحبت اختیار کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس مضمون کا قطعہ ارشاد فرمایا ہے قطعہ

وہ تیرا سچا دوست ہی جو تیرے ساتھ ہو	تیرے نفع کے واسطے اپنا ضرر کرے
دنیا کے حادثون سے جو ابتر ہو تیرا حال	آرام اپنا دور کرے تجکو چین دے

اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ صرف دو آدمیون کی صحبت اختیار کرنی چاہیے ایک وہ کہ تم اوس سے کچھ امر دین سیکھو کہ تمھارے کام آوی اور دوسرے وہ کہ تم اوسکو کچھ دین کی بات بتاؤ تو مان لے اور تیسرے شخص کے پاس نہ جانا اور بعض فرماتے ہین کہ آدمی چار قسم کے ہین ایک بالکل شیرین کہ اوس سے سیری نہو دوسرا بالکل تلخ کہ اوس سے کھایا نجاوے تیسرا جو کھٹا میٹھا ہو تو اوس سے کچھ حاصل کرے پیشتر اس سے کہ وہ تجھ سے حاصل کرے اور چوتھا جو نمکین ہو تو اوسکو فقط حاجت کے وقت اختیار کرنا چاہیے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ پانچ آدمیون کا ساتھ مت اختیار کر اول جھوٹا کہ تجکو اوس سے دھوکا ہو گیا ہے اوسکا حال مثل سراب کے ہے بعید کو تجھسے قریب کریگا اور قریب کو بعید دوم احمق کہ اوس سے تجکو کچھ نہ ملیگا وہ تجکو نفع پہونچانا چاہیگا اور اپنی بیوقوفی سے ضرر پہونچا دیگا سوم بخیل کہ جب تجکو اوسکی طرف حد سے زیادہ حاجت ہوگی اوسوقت یہ تجھسے یاری توڑ دیگا چہارم نامرد کہ شدت کے وقت تجکو چھوڑ کر آپ رفوچکر ہوگا پنجم فاسق کہ ایک لقمہ یا اوس سے کمتر کے عوض مین تجکو بیچ کر لیگا کسی نے پوچھا کہ لقمہ سے کمتر کیا ہے آپنے فرمایا کہ لقمہ کی طمع کرنی اور پھر اوسکا نہ ملنا۔ اور حضرت جنید رح نے فرمایا ہین کہ میری پاس اگر فاسق خوش خلق بیٹھے تو اس سے بہتر ہے کہ میری صحبت مین قاری بدخلق رہے۔ اور ابن ابی الحواری رح فرماتے ہین کہ مجکو میرے استاد ابو سلیمان نے فرمایا کہ ای احمد دو آدمیونکے سوا اور کسی کے پاس مت بیٹھنا ایک وہ شخص کہ اوس سے تو اپنے دنیاوی معاملہ مین مستفید ہو اور ایک وہ کہ اوسکے ساتھ ہو کر امر آخرت سے منتفع ہو اور ان دو کے سوا اور سے مشغول ہونا بڑی بیوقوفی ہے۔ اور سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ اصناف مردم مین سے تین آدمیون کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیے اول جابر غافلون سے دوم علما مداہنون سے سوم صوفیون جاہلون سے۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر ان کلمات کی صحبت کے تمام مقاصد کو محیط نہین اور احاطہ مقاصد

اوسی طور سے ہے جو ہمنے ذکر کیا ہے کہ مقاصد کو دیکھکر اونھیں کے اعتبار سے شرائط ملحوظ ہوں کیونکہ
جو شرطیں صحبت کی مقاصد دنیاوی کیلیے ہیں وہ مقاصد آخرت اور اخوت دینی کی صحبت میں
مشروط نہیں چنانچہ بشر رح فرماتے ہیں کہ بھائی تین ہوتے ہیں ایک آخرت کیلیے اور ایک دنیا
کے لیے اور ایک دل بہلانے کیلیے۔ اور یہ سب باتیں ایک شخص میں کم مجتمع ہوتی ہیں بلکہ چند
شخصوں میں متفرق ہوتی ہیں تو ضرور ہے کہ شرطیں بھی اون میں متفرق ہوں اور مامون رح
نے کہا ہے کہ بھائی تین طرح کے ہیں ایک تو غذا کی مثل ہے کہ اوس سے مفر نہیں دوسرا دوا کی
مثل ہے کہ کبھی اوسکی ضرورت ہو اور کبھی نہو تیسرا روگ کی مثل ہے کہ اوسکی کبھی ضرورت نہ پڑے
مگر اتفاقاً بندہ کو کبھی اوس سے کام پڑجاتا ہے یہ شخص ہے کہ جس سے نہ انس ہو نہ نفع ہو۔ اور کہتے ہیں
کہ سب آدمیوں کی مثال ایسی ہے جیسے درخت اور سبزہ ہے کہ اون میں سے بعض سایہ دار ہوتے ہیں
اور ثمردار نہیں ہوتے وہ تو ایسے لوگ ہیں جنسے دنیا میں فائدہ ہو نہ آخرت میں اسلیے کہ دنیا کا
نفع ڈھلتے سایہ کی طرح سریع الزوال ہوتا ہے اور بعض درخت ایسے ہیں کہ پھل رکھتے ہیں سایہ
نہیں رکھتے تو اونکی مثل وہ لوگ ہیں جو آخرت کی کام کے ہیں نہ دنیا کے اور بعض درخت ایسے
ہیں جن میں پھل اور سایہ دونوں ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جنمیں دونوں چیزوں میں سے
ایک بھی نہیں جیسے ببول کا درخت کہ کپڑے پھاڑنے کا ہے نہ کھانیکا نہ پینے کا اور حیوانات
میں اوس جیسے چوہا اور بچھو ہیں اور آدمیوں میں وہ ہیں جن سے نہ نفع دین نہ دنیا بلکہ
مردم آزار ہیں اللہ تعالی فرماتا ہے (آیت) یَدْعُوا لَمَنْ ضَرُّهُ اَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ
الْعَشِيْرُ ایک شاعر نے یہ مضمون باندھا ہے ؎

ہر ایک فرد بشر کا مزہ نرالا ہے	جو غور کیجیے یکساں نہیں ہر رنگ شجر
کسی کے پھل میں حلاوت ہے اور شیرینی	کسی میں ذائقہ کوئی نہیں نہ کوئی ثمر

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو ایسا رفیق نملے جس سے اخوت کرے اور ان مقاصد میں سے کوئی اوس سے حاصل کرے
اوسکے لیے تنہائی بہتر ہے۔ حضرت ابو ذر رض فرماتے ہیں کہ بُرے ہمنشین سے تنہائی بہتر ہے اور
تنہا رہنے سے نیک بخت ہمنشین اچھا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ زندہ کرو
طاعات کو اون لوگوں کے پاس بیٹھنے سے جن سے لوگ حیا کریں۔ اور حضرت امام احمد رح
فرماتے ہیں کہ مجکو بلا میں ایسے ہی لوگوں کی صحبت نے ڈالا جنسے میں حیا نہیں کرتا اور لقمان
نے فرمایا کہ بیٹا علما کے پاس بیٹھ اور اونکے زانو سے اپنا زانو بھڑا کہ دل حکمت سے ایسا

زندہ ہوتا ہے جیسے زمین مردہ موسلا دھار پانی پڑنے سے - یہان تک بیان اخوت کے معانی اور
شرائط اور فوائد کا جتنا ہمکو لکھنا منظور تھا ہو گیا اب ہم اوسکے حقوق اور لوازم اور حقوق کے
بجا آوری کے طریق لکھتے ہین ف اس بیان مین مضامین مقدم موخر بہت تھے مترجم نے سب کو
بطور خود مسلسل اور مرتب کر دیا ہے تاکہ مخل مطالب فہمی نہ ہو -

دوسری فصل اخوت اور صحبت کے حقوق کے ذکر مین - واضح ہو کہ عقد اخوت دو شخصون مین
ایک علاقہ ہے جیسے نکاح خاوند بی بی مین ایک علاقہ ہوتا ہے اور جسطرح کہ نکاح چند حقوق
کا مقتضی ہے جنکا پورا کرنا حق نکاح کے ادا کرنیکے لیے واجب ہے چنانچہ اونکا ذکر باب آداب نکاح
مین بیان ہو چکا اسی طرح عقد اخوت مین کچھ حقوق کی بجا آوری ضروری ہے مثلاً جس سے
بھائی چارہ کرے تو اوسکا حق تیرے مال مین اور نفس مین اور زبان مین اور دل مین ہو گا اور سب
حقوق کا مجموعہ آٹھ ہے جنکی تفصیل یہ ہے - اول حق مال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ دو بھائیون کی مثال دو ہاتھون کی مثل ہے کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے - دو ہاتھون کی
مثال فرمائی اور ایک ہاتھ اور ایک پانون کی نہ فرمائی اسلیے کہ دونون ہاتھ ایک ہی غرض
پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہین اسی طرح دونون بھائیون کی اخوت کامل اوسوقت ہوتی ہے
کہ دونون ایک مقصد مین ایک دوسرے کی رفاقت کرین تو وہ گویا من وجہ ایک شخص ہین
اور یہ امر اس بات کا مقتضی ہے کہ نفع اور نقصان مین دونون ایک دوسرے کے سہیم اور مال
اور حال مین باہم شریک ہون اور خصوصیت مرتفع ہو جائے اور یارون کے ساتھ مال سے
سلوک کرنا تین مراتب رکھتا ہے - سب سے کمتر یہ ہے کہ یار کو بمنزلہ اپنے خادم وغیرہ کے جانو اور
جو کچھ تمہارے مال مین بیش انداز ہو اوس سے اوسکی خبرگیری کرو اور جسوقت اوسکو ضرورت
واقع ہو اور تمہارے پاس بیش انداز مال پہلے سے موجود ہو تو تم اوسکو بدون مانگنے کے حوالہ کردو
اور اگر اوسکو حاجت تم سے مانگنے کی ہوئی تو حق اخوت مین نہایت کوتاہی ہوگی - دوسرا مرتبہ
یہ ہے کہ اوسکو قائم مقام اپنے نفس کے جانو اور اوسکی شرکت اپنے مال مین پسند کرو یہانتک
کہ اپنا مال اوس سے نصفا نصف بانٹنے کو گوارا ہو حسن بصری رح فرماتے ہین کہ سلف کے
دوستون کا یہ دستور تھا کہ ایک چادر کے دو ٹکڑے کرکے آدھی آپ رکھتے اور آدھی اپنے
دوست کو دیتے - اور تیسرا مرتبہ جو سب سے بڑھکر ہے وہ یہ ہے کہ دوست کو اپنے نفس پر ترجیح دو
اور اوسکی حاجت کو اپنی حاجت سے مقدم جانو اور یہ مرتبہ صدیقین کا اور انتہا رتبہ

دوستان فی اللہ ہے اور اس رتبہ کا کمال یہ ہے کہ نفس مین دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے چنانچہ مروی ہے کہ چند صوفیون کی چغلی کسی خلیفہ کے سامنے ہوئی جنمین ابو الحسین نوری رح بھی تھے اوسنے سبکو گردن مارنے کا حکم دیا ابو الحسین نوری سب سے پیشتر جلاد کے سامنے گئے اور فرمایا کہ اول مجکو قتل کراو نسے اس بات کی وجہ پوچھی گئی آپنے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس لحظہ مین اپنے بھائیون کی زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم کرون اسی قول کے سبب سبکی رہائی ہوگئی - پس اگر ان تینون مرتبون مین سے تم کو کوئی مرتبہ اپنے بھائی کے ساتھ میسر نہو تو جان لو کہ عقد اخوت تمھارے باطن مین ابھی تک منعقد نہین ہوئی بلکہ رسم اختلاط حسب معمول و رواج جاری ہے جس کا اعتبار عقل اور دین مین کچھ نہین - اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ جو شخص یارون سے اس بات پر راضی ہو کہ اوسکو زیادہ نہ سمجھین تو اوسکو چاہیے کہ اہل قبور سے بھائی چارہ کرے اور دینداروں کے نزدیک تو درجہ کمتر بھی پسند نہین چنانچہ مروی ہے کہ عتبہ غلام ایک اپنے یار کے گھر تشریف لائے اور اوس سے فرمایا کہ مجکو تیرے مال مین سے چار ہزار کی حاجت ہے اوسنے کہا کہ دو ہزار لیلو اونھون نے اوس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ تو نے دنیا کو خدا تعالی پر ترجیح دی تجکو شرم نہین آتی کہ فی اللہ محبت کا دعوی کرکے یہ کہتا ہے اور جو شخص کہ اخوت کے مراتب مین سے سب سے کمتر رکھتا ہو چاہیے کہ اوس سے تم دنیا کا معاملہ مت کرو ابو حازم رح فرماتے ہین کہ جب کوئی تمھارا بھائی فی اللہ ہو تو اوس سے اپنے دنیاوی معاملات نکرو اس سے اونکی غرض یہی ہے کہ جو کوئی ادنی مرتبہ اخوت کا رکھتا ہو - اور سب سے اعلی مرتبہ وہ ہے جسکے سبب سے اللہ تعالی ایمانداروں کی تعریف اس آیت مین فرماتا ہے وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ یعنے اونکے مال ملے جلے تھے کوئی اپنے اسباب کو دوسرے سے علحدہ نکرتا تھا اور بعض اکابر ایسے تھے کہ اگر کوئی یون کہتا کہ میری جوتی تو اوس کا ساتھ چھوڑ دیتے تھے کہ اوسنے اپنے نفس کی طرف کیون نسبت کیا - اور فتح موصلی رح اپنے ایک یار کے یہان تشریف لائے وہ گھر پر موجود نتھے آپنے اونکی بی بی کو حکم کیا وہ اونکا صندوق لائین آپنے اپنی حاجت کی چیز اوس مین سے لی اور تشریف لیگئے جب صاحب خانہ تشریف لائے تو اونکی لونڈی نے اوس سے حال کہا اونھون نے خوش ہوکر فرمایا کہ اگر تو سچی ہے تو تو خدا تعالی کے واسطے آزاد ہے - اور ایک شخص حضرت ابو ہریرہ رض کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ سے اخوت فی اللہ کرون آپنے فرمایا کہ تو اخوت کا حق بھی جانتا ہے

اوسنے عرض کیا کہ مجکو تو ادب ہے آپنے فرمایا کہ تو اس اخوت کی بعد اپنے دینار و درم کا مستحق مجھسے زیادہ نہ ہیگا اوسنے کہا کہ مین ابھی اس درجہ کو نہین پہونچا آپنے فرمایا کہ اچھا میرے پاس سے رخصت ہو۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم مین سے کوئی اپنے بھائی کی آستین یا تھیلی مین ہاتھ ڈالکر جو چاہتا ہے بدون اوسکی اجازت کے لیلیتا ہے یا نہین اوسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ تو تم بھائی نہین ہو۔ اور کچھ لوگ حضرت حسن بصری رضی کی خدمت مین آئے اور عرض کیا کہ آپنے نماز پڑھلی آپنے فرمایا کہ ہان اونھون نے کہا بازار والون نے تو ابھی نہین پڑھی آپنے فرمایا کہ بازار والون سے دین کا طریق کون سیکھے مین نے یہ بھی تو سنا ہے کہ اونمین سے ایک اپنے بھائی کو درم نہین دیتا۔ یہ بات آپنے براہ تعجب فرمائی۔ اور ایک شخص حضرت ابراہیم ادہم کی خدمت مین آیا اور آپ کا ارادہ بیت المقدس کا تھا اوسنے عرض کیا کہ مین آپ کا رفیق ہوا چاہتا ہون آپنے فرمایا کہ اس شرط پر کہ جو تیری چیز ہو اوسپر تجھسے زیادہ میرا اختیار ہو اوسنے کہا کہ یہ مجکو منظور نہین آپنے فرمایا کہ مجکو تیرا سچ کہنا اچھا معلوم ہوا راوی کہتا ہے کہ آپ کی رفاقت مین جب کوئی شخص ہوا کرتا تھا تو آپ کی خلاف مرضی نہ کرتا تھا اور آپ ساتھہ بھی اوسی کو لیتے تھے جو آپکا موافق ہوتا تھا ایک بار آپکے ساتھہ ایک شراک بنانیوالا ساتھہ ہوا کسی منزل مین ایک شخص نے آپکے لیے ایک پیالہ ثرید کا بھیجا آپنے اپنے رفیق کی گٹھری کھولکر ایک مٹھا شراکون کا نکالکر پیالہ مین بھرا اور ہدیہ والے کے پاس بھیجدیا جب رفیق آیا کہ اوسنے پوچھا کہ شراک کہان ہین آپنے فرمایا کہ یہ ثرید کس چیز کا کھایا اسی کی عوض مین گئے اوسنے عرض کیا کہ آپ دو یا تین عطا فرما دیتے یہ تو بہت تھے فرمایا کہ درگذر کر خدا تعالی تجھسے درگذر فرماویگا اور ایک بار اپنے رفیق کا گدہا بدون اوسکی اجازت کے ایک اور شخص کو پیادہ پاکر دیدیا جب رفیق آیا تو خاموش ہو رہا اور برا نہین مانا حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ ایک شخص کے پاس اصحاب رضہ مین سے بکری کی سری ہدیہ مین آئی اونھون نے سوچا کہ میرے فلان بھائی کو میری نسبت کر اسکی حاجت ہے وہ سری اوسکے پاس بھیجدی اونھون نے تیسرے کے پاس بھیجدی اور تیسرے نے چوتھے کے پاس یہانتک کہ سات ہاتھون پھرکر پھر اول شخص کے پاس آگئی۔ اور مروی ہے کہ حضرت مسروق رضہ نے بہت بھاری قرض لیا اور اونکے یار خیثمہ کے ذمہ قرض تھا تو آپ نے جاکر وہ قرض ادا کردیا اور اونکو خبر بھی نہوئی اور خیثمہ رح نے حضرت مسروق کا قرض اونکی نادانستگی مین ادا کردیا۔

اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع میں بھائی چارہ مقرر فرما دیا تو حضرت عبد الرحمن بن عوف نے اونکو اپنے نفس اور مال کا اختیار دیدیا کہ یہ تمہارا ہے جو چاہو کرو حضرت سعد رض نے کہا کہ خدا تعالی تمکو ان دونون مین برکت دے اور اونکو قبول کرکے پھر دہی کیا جو اونھون نے کیا تھا یعنے دونون کا اختیار اونکو دیدیا تو حضرت سعد کا فعل تو مساوات ہے اور حضرت عبد الرحمن کا فعل جو ابتدا ٴً تھا وہ ایثار ہے اور ایثار مساوات سے افضل ہے اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتی ہین کہ اگر بالفرض ساری دنیا میرے ساتھ ہو اور مین اوسکو اپنے ایک فی اللہ دوست کے منہ مین رکھدون تو اوسکے حق مین اس بات کو بھی کمتر جانون — اور یہ بھی اونہین کا ارشاد ہے کہ مین لقمہ تو اپنے کسی دوست کو کھلاتا ہون اور اوسکا مزہ اپنے گلے مین پاتا ہون - اور چونکہ دوستون پر خرچ کرنا فقیرون پر خیرات کرنے سے افضل ہے اسی لیے حضرت علی رض فرماتے کہ بیس درم جنکو مین کسی اپنے دوست فی اللہ کو دون میرے نزدیک اس سے بہتر ہین کہ سو درم مساکین پر خیرات کرون - اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ اگر مین ایک صاع کھانا طیار کرکے اوسپر اپنے فی اللہ دوستون کو جمع کرون تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ ایک بردہ آزاد کرون - اور ایثار کے باب مین سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہین کہ آپکا دستور مبارک یہی تھا چنانچہ مروی ہے کہ آپ اپنے کسی صحابی کے ساتھ ایک جنگل مین تشریف لیگئے اور اوس مین سے دو مسواکین چنین ایک ٹیڑھی اور ایک سیدھی جو سیدھی تھی وہ ساتھ والے کو عنایت فرمائی اوسنے عرض کیا کہ میری نسبت آپ اسکے زیادہ مستحق ہین آپنے فرمایا کہ جو شخص دوسرے کے ساتھ رہتا ہے گو دن مین سے ایک ساعت ہی کو ہو اوس سے اوس صحبت کی بازپرس ہوگی کہ اوس مین اللہ تعالی کے حق کو بجا لایا تھا یا ضائع کیا تھا - اس حدیث مین اشارہ فرمایا کہ صحبت مین ایثار کرنا اللہ تعالی کے حق کو بجا لانا ہے - اور ایک روز آپ ایک کنوئین پر غسل کے لیے تشریف لیگئے حضرت حذیفہ بن یمان رض نے ایک چادر کی آڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرلی یہانتک کہ آپ غسل فرما چکے پھر حضرت حذیفہ رض غسل کو بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا لیا اور کھڑے ہوگئے اونکو لوگون سے آڑ مین کردین حضرت حذیفہ رض نے عرض کیا کہ فدا ہون آپ پر میرے والدین آپ ایسا نکرین آپنے نہ مانا اور آڑ کیے رہے جبتک کہ وہ غسل سے فارغ ہوئے - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہین تو اون دونون مین سے اللہ تعالی کے نزدیک

زیادہ محبوب وہ ہوتا ہی جو اپنے ساتھی کے ساتھ زیادہ ملائم ہو۔ اور مروی ہی کہ مالک بن دینار اور
محمد بن واسع حضرت حسن بصری کے گھر مین ایسے وقت گئے کہ وہ گھر پر نہ تھے محمد بن واسع نے
اونکی چارپائی کے نیچے سے ایک پیالہ نکالا جس مین کچھ کھانا تھا اور اوسکو کھانے لگے مالک
بن دینار رح نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ روک لو جب تک کہ مکان مین تشریف لاوین محمد نے اونکا کہنا نہ سنا
اور کھانے پر متوجہ رہے اور اونکی نسبت کہ زیادہ بے تکلف اور خوش خلق تھے اتنے مین حضرت حسن
بصری رح تشریف لائے اور فرمایا کہ میان مالک ہم لوگون کا پہلے یہی حال تھا کہ ایک دوسرے
سے تکلف نہ کرتے تھے یہان تک کہ تم اور تمہارے ہم عصر پیدا ہوئے۔ اس مین اشارہ ہو کہ دوستونکے
گھر مین بے تکلفی کرنی صفاء اخوت مین سے ہے اور کیسے نہو کہ اللہ تعالی خود فرماتا ہی اَوْ مَا مَلَکْتُمْ
مَفَاتِحَهُ اَوْ صَدِیْقِکُمْ اور سلف مین اول یہ دستور تھا کہ آدمی اپنے گھر کی کنجی اپنے دوست
کو سپرد کر دیتا تھا اور ہر طرح کے تصرف کا اوسکو اختیار دیدیتا تھا مگر وہ شخص بباعث تقوی
کے اوسکا مال نہ کھاتا تھا یہان تک کہ اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور دوستون کے
مال مین انبساط اور بے تکلفی کی اجازت دی۔ دوسرا حق دوست کا یہ ہی کہ اپنے نفس سے
اوسکی اعانت کرے یعنے حاجتون کے پورا کرنے اور قبل سوال کے اونکے بجا لانے اور اپنی خاص
حاجتون پر اونکے مقدم کرنے مین مدد کرے اور جیسے مالی رعایت کے کئی درجے تھے ویسے ہی اس
اعانت کے بھی کئی مرتبے ہین اون مین سے ادنی یہ ہی کہ سوال کے وقت اوسکی حاجت پوری
کرے مگر بکشادہ پیشانی اور اظہار فرحت اور قبول منت ہو۔ بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب تم
کسی اپنے دوست سے کوئی حاجت چاہو اور وہ اوسکو پورا نکرے تو اوسکو دوبارہ یاد دلادو کہ
شاید بھول گیا ہو اگر پھر بھی وہ نہ پورا نکرے تو اللہ اکبر اوسپر کہکر اس آیت کو پڑھو وَالْمَوْتٰی
یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ الآیۃ یعنے وہ اور مردہ اس صورت مین برابر ہین۔ اور ابن شبرمہ نے اپنے
کسی دوست کا بڑا کام کر دیا وہ اونکے پاس کچھ ہدیہ لایا اونھون نے پوچھا کہ یہ کیسا ہے کہا
اس وجہ سے ہے کہ آپنے میرے ساتھ بڑا سلوک کیا اونھون نے کہا کہ خدا تعالی تمکو عافیت دے
اپنا مال اپنے پاس رکھو جب تم کسی اپنے دوست سے حاجت چاہو اور وہ اوسکے پورا کرنے مین
بہمہ تن کوشش نکرے تو وضو کر کے اوسپر نماز جنازہ پڑھو اور اوسکو مردہ تصور کر لو۔ اور
حضرت جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین اپنے دشمنون کی حاجات کے پورا کرنے مین
مبادرت کرتا ہون اس خوف سے کہ مبادا انکو واپس کر دون تو مجھسے بے پروا ہو جاوین

جب مضمون ایسا حال ہو جو تو دوستوں میں لیے نہوگا - اور سلف میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ اپنے دوست کی عیال کی خبرگیری اوسکے مرنے کے بعد چالیس برس تک کرتے تھے کہ اونکی حاجتیں پوری کرتے اور ہر روز اونکے پاس جاتے اور اپنا مال صرف کرتے غرضکہ متوفی کے بال بچے صرف اپنے باپ کو اونکے سے نہ دیکھتے تھے اوسکی شفقت اور عنایت سب موجود پاتے تھے بلکہ جو راحت کہ باپ کی زندگی میں نہوتی وہ باپ کے دوستوں کے سبب سے پاتے تھے - اور کسی کا یہ دستور تھا کہ اپنے بھائی کے دروازہ پر جاتے اور پوچھتے کہ تمہارے یہان تیل ہے کہ نہیں نمک ہے کہ نہیں کوئی اور کسی طرح کی حاجت ہے کہ نہیں جو ضرورت ہوتی اوسکے بدون اطلاع صاحب خانہ موجود کردیتے اور انھیں باتون سے شفقت ظاہر ہوتی ہے اور اخوت میں اگر نتیجہ ایسی شفقت نہو جیسے خود اپنے نفس پر ہوتی ہے تو اوس اخوت میں کچھ خیر نہیں میمون بن مہران کہتے ہیں کہ جس شخص کی دوستی سے تمکو فائدہ نہوا اوسکی دشمنی بھی تمکو ضرر نہ کریگی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالی کی زمین میں اوسکے کچھ برتن ہیں اور وہ دل ہیں تو سب برتنوں میں اللہ تعالی کے نزدیک محبوب تر وہ ہیں جو سب سے زیادہ صاف اور سخت اور نرم تر ہیں زیادہ صاف گناہون سے ہون اور زیادہ سخت دین میں اور زیادہ نرم بھائیون پر - حاصل یہ کہ یون ہونا چاہیے کہ تمہارے نزدیک اپنے بھائی کی ضرورت اپنی ضرورت کی مانند ہوجائے بلکہ اوس سے بھی اہم اور یہ کہ اوسکی حاجت کی ادا کے جویاں ہو اور اوسکے احوال میں غافل نرہو جیسے اپنے احوال سے غافل نہیں رہتے اور اوسکی مدد کریں اوسکے سوال اور اظہار حاجت کی ضرورت نہ پڑے بلکہ اوسکی ضرورت کو ایسی طرح ادا کرو کہ تمکو گویا یہ علم ہی نہو کہ تمنے ادا کی اور نہ اس ادا کرنے سے اوسپر کچھ اپنا حق سمجھو بلکہ اپنے باب میں جو اوسنے تمہاری سعی منظور کی اوسکے ممنون ہو اور صرف قضاء حاجت پر ہی کفایت نکرو بلکہ کوشش کرو کہ زیادہ تر اکرام اور ایثار میں ابتدا تمہاری جانب سے ہو اور اقارب اور اولاد سے اوسکو مقدم سمجھو حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے کہ ہمارے دوست ہمکو ہمارے گھر والون اور اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اسلیے کہ گھر والے تو تمکو دنیا کی یاد دلاتے ہیں اور دوست آخرت کی اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے دوست فی اللہ کی مشایعت کرے اللہ تعالی قیامت کے دن چند فرشتے اپنے عرش کے نیچے سے بھیجیگا جو اوسکی ہمراہی جنت تک کرینگے - اور ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی دوست فی اللہ کی

زیارت اوسکی ملاقات کے شوق سے کرتا ہے تو ایک فرشتہ اوسکے پیچھے سے آواز دیتا ہے کہ تو اچھا
ہوا اور تیرے لیے جنت خوب ہوئی۔ اور عطا رح فرماتے ہین کہ تین صورتون مین اپنے یارون کی
خبر لو اگر مریض ہون اونکی عیادت کرو اور اگر کام مین پھنسے ہون اونکی اعانت کرو اور اگر
بھول گئے ہون تو اونکو یاد دلاؤ۔ اور مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور مین دہنے بائین تاکتے تھے آپنے استفسار فرمایا اونھون نے عرض کیا کہ مجھکو ایک شخص
سے محبت ہے اوسکو دیکھتا ہون وہ معلوم نہین ہوتا آپنے فرمایا کہ جب تم کسی سے محبت کرو تو اوسکا
نام اور اوسکے باپ کا نام اور اوسکا مکان پوچھ لیا کرو پھر اگر وہ بیمار ہو تو اوسکی عیادت کرو
اور اگر کام مین ہو تو اعانت کرو۔ اور ایک روایت مین ہے کہ اوسکے دادے کا نام اور قوم بھی دریافت
کر لیا کرو۔ اور شعبی رح فرماتے ہین کہ جو شخص دوسرے کے پاس بیٹھتا ہو اور پھر کہے کہ مین اوسکی
صورت پہچانتا ہون اور نام نہین جانتا تو یہ شناسائی بیوقوفون کی سی ہے۔ اور حضرت ابن عباس رض
سے کسی نے پوچھا کہ آپکے نزدیک سب لوگون سے زیادہ محبوب کون ہے آپنے فرمایا کہ میرا جلیس
اور فرمایا کہ جو شخص میری مجلس مین تین بار آتا ہے اور اوسکو کوئی کام مجھسے نہین ہوتا تو مین
جان لیتا ہون کہ اوسکا تدارک دنیا سے نہوگا۔ اور سعید بن العاص فرماتے ہین کہ میرے جلیس
کے حق مجھپر تین ہین جب میرے قریب ہو تو مرحبا کہون اور جب بات کرے تو اوسکی طرف
متوجہ ہون اور اگر بیٹھے تو اوسکو اچھی طرح جگہ دون۔ اور اللہ تعالی نے جو رُحَمَاءُ بَیْنَہُمْ فرمایا
اوسمین بھی شفقت اور اکرام کی طرف اشارہ ہے اور تتمہ شفقت یہ ہے کہ کوئی لذیذ کھانا تنہا
نہ کھاوے اور نہ کسی خوشی مین بدون اوسکے جاوے بلکہ اوسکے فراق مین مکدر اور وحشت زدہ
ہو۔ تیسرا حق دوست کا زبان پر ہے کہ چند مواضع مین سکوت کرے اول یہ کہ اوسکے عیب
نہ اوسکے سامنے ذکر کرے نہ پیٹھ پیچھے بلکہ عیبون سے تجاہل کرے دوسرے یہ کہ جب وہ کلام
کرے تو اوسکو رد نکرے اور نہ اوسکی بات کاٹے اور نہ جھگڑا کرے تیسرے یہ کہ اوسکے احوال
کو تجسس نکرے اور جب اوسکو راہ مین یا کسی کام مین دیکھے اور وہ خود اپنا مطلب ابتداء
بیان نکرے کہ کہان سے آتا ہون اور کہان جاتا ہون تو اوس سے سوال کرے نہین سکوت
کرے کیونکہ عجب نہین کہ بعض اوقات اوسکو بیان کرنا دشوار ہو یا بتکلف جھوٹ بولنا پڑے
چوتھے یہ کہ جو اسرار اوسنے کہی ہون اونکے افشا سے خاموش رہے اور اوسکے سوا دوسرے سے
ہرگز نہ کہے یہانتک کہ اپنے یا اوسکے خاص دوستون سے بھی ذکر نکرے بلکہ بعد یاری جاتی رہنے کے

بھی ایسا نکرے کہ راز کا فاش کرنا خبث باطن کا نشان ہی۔ پانچوین یہ کہ اوسکے احبا اور اقارب اور اہل و فرزند کی طعن سے سکوت کرے چھٹے یہ کہ اگر کسی نے اوسکو برا کہا ہو تو اوسکے سامنے اوسکا ذکر نکرے کیونکہ گالی گویا وہی دیتا ہے جو اوسکی نقل آدمی کے سامنے کرتا ہے اور حضرت انس رض فرماتے ہین کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایُوَاجِہُ اَحَدًا بِشَیْءٍ یَکْرَہُہٗ اور ایذا اول کلام کے نقل کرنیوالے سے ہوتی ہے پھر اصل کہنے والے سے چنانچہ سعدی شیرازی فرماتے ہین

یکی تیرے افگند و در رہ فتاد		وجودم نیازرد و رنجم نداد
تو بر داشتی و امدی سوے من		ہمی در سپوزی بہ پہلوے من

ہان جو کوئی اوسکی تعریف کرے اوسکا چھپانا نہین چاہیے کیونکہ اول سرور نقل کرنیوالے سے ہوتا ہے اور پھر اصل کہنے والے سے اور اسکا چھپانا داخل حسد ہے غرضکہ خاموشی اون باتون سے چاہیے جو اوسکو بری لگین لیکن جس صورت مین کہ امر معروف یا بری بات سے منع کرنیکے لیے آدمی پر بولنا واجب ہو اور خاموشی کی اجازت شرعًا نہ ہو تو ایسی صورت مین اوسکے برا ماننے کی پروا نکرے اسلیے کہ یہ بولنا حقیقت مین اوسکے ساتھ سلوک کرنا ہے گو اوسکے گمان مین یہی ہے کہ میرے ساتھ بظاہر بدی کرتے ہین مگر اوسکی برائیان اور عیب اور اوسکے گھر والون کے عیب بیان کرنے غیبت مین داخل ہین جو ہر مسلمان کے حق مین حرام ہین اور تم اگر دو باتون کو سوچو تو پھر اوسکو برا کہنے پر زبان نہ کھولوگے اول یہ کہ اپنے احوال پر غور کرو اور اگر اون مین کوئی برائی پاؤ تو جو بات اپنے بھائی مین دیکھو اوسکو اپنے نفس پر ناگوار مت جانو اور یہ سمجھو کہ جیسے مین ایک برائی کو کرنے مین معذور ہون اور اوس کے ترک سے عاجز ویسے ہی یہ شخص بھی اس ایک خصلت مین اپنے نفس کو نہین دبا سکتا اور ایسا آدمی کہان ہے جو برائی سے خالی ہو اور جو بات کہ تم حق اللہ مین ترک کرتے ہو اوسکی توقع اپنے دوست سے نکرو کہ خاص تمہارے حق مین وہ اوسکو بجا لاویگا کیونکہ جتنا حق خدا تعالی کا تم پر ہے اوس سے زیادہ تمہارا حق اوسپر نہین ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر تم کو یہی منظور ہو کہ مصاحب ہر عیب سے پاک ہو تو خلق سے عزلت اختیار کرو اور کسی سے صحبت مت رکھو کیونکہ دنیا مین جتنے آدمی ہین اون مین برائیان بھی ہین اور بھلائیان بھی اگر کسی کی خوبیان ہی زیادہ ہون تو اسی کو غنیمت جاننا چاہیے۔ غرضکہ کریم ایماندار ہمیشہ اپنے نفس مین اپنے دوست کی خوبیان موجود رکھتے ہین تاکہ دل سے دوستی اور توقیر اور حرمت ابھرے اور منافق لئیم ہمیشہ برائیان اور عیب تاکتا رہتا ہے چنانچہ مشہور ہے

چشم بداندیش کہ برکندہ باد		عیب نماید ہنرش در نظر

در هنرے داری و هفتاد عیب		دوست نه بیند بجز آن یک هنر

حضرت ابن مبارک فرماتے ہین کہ ایماندار معذرت کا جویا رہتا ہی اور منافق لغزشون کا طالب اور فضیل فرماتے ہین کہ
بھائیون کے قصورون کو معاف کرنا جوانمردی ہی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ جَارِ السُّوْءِ الَّذِیْ اِذَا رَاٰی خَیْرًا سَتَرَہٗ وَاِنْ رَاٰی شَرًّا اَظْهَرَہٗ
اور کوئی آدمی ایسا نہین جسکی چند خصلتون کے سبب سے اوسکو اچھا کہنا ممکن نہو اسی طرح اوسکو
برا بھی کہہ سکتے ہین چنانچہ مروی ہی کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین ایک
شخص کی تعریف کی جب دوسرا روز ہوا تو اوسکی برائی کی آپنے فرمایا کہ کل تو اوسکی تو تعریف
کرتا تھا اور آج مذمت کرتا ہی اوسنے عرض کیا کہ مین نے کل بھی اوسپر سچ بولا تھا اور آج بھی جھوٹ
مین کہتا اوسنے کل مجکو راضی رکھا تھا اسلیے جو باتین مین اوس مین بہتر جانتا تھا اونکو ذکر کیا
اور آج جو اوسنے مجکو ناراض کیا تو جو بری سی بری بات اوسکی مجکو معلوم تھی اوسکو بیان کیا
آپنے فرمایا اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا گویا کہ اس امر کو آپنے برا سمجھکر اوسکو سحر سے تشبیہ دی
اسی طرح ایک دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا اَلْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ
اور ایک اور حدیث مین ہی اِنَّ اللّٰہَ یَکْرَہُ لَکُمُ الْبَیَانَ کُلَّ الْبَیَانِ اسی طرح حضرت
امام شافعی رضہ نے فرمایا ہے کہ مسلمانون مین کوئی ایسا نہین کہ خدا تعالی کی طاعت ہی کرے
اور معصیت نہ کرے اور نہ ایسا ہی کہ معصیت ہی کرے طاعت نہ کرے تو جس شخص کی طاعت معصیت
پر غالب ہو وہی عادل ہی تو جب حق اللہ مین ایسا شخص عادل ٹھرتا ہی تو تم اگر ایسے کو اپنے
حق مین اور مقتضای اخوت مین عادل سمجھو تو مناسب ہی اور جس طرح کہ تمکو اپنے یار کی برائیان
زبان کہنے سے خاموشی واجب ہی اسی طرح دل سے سکوت کرنا بھی واجب ہی یعنی اوسکے ساتھ بدگمانی
مت کرو کیونکہ بدگمانی دل سے غیبت کرنی ہی اور اوس سے بھی ممانعت شرعی پائی جاتی ہے
اور اوسکی غایت یہ ہی کہ جبتک دوست کے فعل کو اچھا محمل ملسکے خراب موقع پر اوسکو حمل نکرنا چاہیے
اور جو بات کہ یقین اور مشاہدہ سے منکشف ہو جاوے تو ہو سکتا ہی کہ تم اوسکو آگاہ کر دو لیکن اوسکا
محمل کرنا سہو اور نسیان پر حتی الوسع ضروری ہی اور ظن کی دو قسمین ہین ایک تو تفرس ہی
جسکی کوئی علامت ہو کہ علامت کی موجود ہونے سے ظن کو جنبش ضروری ہوتی ہے جسکو آدمی
دور نہین کر سکتا اور دوسرا وہ ہی جسکا منشا تمہاری بد اعتقادی ہوتی ہی مثلا کوئی کام اوسنے
کیا جو دو وجہون پر محتمل ہو سکتا ہی مگر چونکہ تمہارا اعتقاد اوسکی طرف اچھا نہین تو تم اوس

فعل کو خراب ہی وجہ پر محمول کرتے ہو حالانکہ کوئی علامت ایسی نہیں جس سے وہ فعل اسی وجہ سے خاص ہو جاوے تو ایسا ظن باطن کا قصور ہے دوست پر منحصر نہیں ہر مسلمان کے ساتھ اسی طرح کا ظن حرام ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَی الْمُؤْمِنِ مِنَ الْمُؤْمِنِ دَمَہٗ وَمَالَہٗ وَعِرْضَہٗ وَاَنْ یَّظُنَّ بِہٖ ظَنَّ السَّوْءِ اور فرمایا اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ اور بدگمانی کا مقتضا یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے احوال خفیہ دریافت کرے اور خود چوری سے اوسکی حرکات کا نگران ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا یہان تجسس سے مراد اخبار کا معلوم کرنا ہے اور تحسس سے غرض خود اپنے آپ دوسرے کو تاکتے رہنا کہ کیا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عیبون کا چھپانا اور اونسے تجاہل اور تغافل کرنا دینداروں کی خصلت ہے اور برائی کے چھپانے اور اچھی بات کے ظاہر کرنے کی فضیلت اتنی ہی کافی ہے کہ دعاء ماثورہ مین اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے متصف کیا ہے یَا مَنْ اَظْھَرَ الْجَمِیْلَ وَسَتَرَ الْقَبِیْحَ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک پسند یہی ہے کہ جو اخلاق اوسکے ہین اونھین کو آدمی اپنی عادت ٹھہراوے تو جب وہ عیبونکو چھپاتا اور گناہون کو بخشتا ہے اور اپنے بندون سے درگذر فرماتا ہے تو تم کیسے ایسے شخص سے درگذر نکروگے جو تمھارے برابر ہے یا زیادہ ہے اور کسی حال مین تمھارا غلام یا پیدا کیا ہوا نہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریون سے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے کسی بھائی کو سوتا ہوا دیکھتے ہو اور ہوا سے اوسکا کپڑا اوڑ گیا ہو تو کیا کرتے ہو اونھون نے عرض کیا کہ ہم اوسکو ڈھانپ دیتے ہین اور کپڑا اوڑھا دیتے ہین آپنے فرمایا نہین بلکہ تم اوسکا ستر کھول دیتے ہو اونھون نے عرض کیا کہ سبحان اللہ ایسا کون کرتا ہے آپنے فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے اپنے بھائی کے باب مین کوئی بات سنتا ہے تو اوس پر زیادہ کرتا ہے اور اوسکے ساتھ مین ایک دوسری بات اول سے بڑھکر ملا دیتا ہے۔ اور واضح ہو کہ آدمی کا ایمان کامل نہین ہوتا جبتک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ بات پسند نکرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور درجات اخوت مین سے ادنیٰ یہ ہے کہ اپنے بھائی سے ایسا معاملہ کرے جیسا خود چاہتا ہو کہ دوسرا مجھ سے کرے اور اسمین کچھ شک نہین کہ آدمی دوسرے سے یہی توقع کیا کرتا ہے کہ ہمارے عیبون سے چشم پوشی کرے اور اگر اپنی توقع کے خلاف اوس سے ظاہر ہوتا ہے تو اوسپر نہایت تاؤ کھاتا ہے تو بڑی تعجب کی بات ہے کہ خود توقع چشم پوشی کی رکھے اور اوسکے عیبون سے چشم پوشی نکرے ایسے ہی انصاف کرنے کے لیے نص قرآنی مین خرابی موجود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ اور جو شخص انصاف اوس مقدار سے زیادہ چاہے جتنا اوسکا دل دوسرے کے سبب گوارا کرتا ہے تو وہ اس آیت کے مضمون مین داخل ہے۔ اور عیب پوشی مین کوتاہی کرنے اور اوسکے ظاہر کرنے مین سعی کرنے کی علت ایک رگ ہے جو باطن کے اندر گڑا رہتا ہے یعنے حقد اور حسد کہ یہ دونون چیزین جسکے اندر ہوتی ہین اوسکے باطن کو خباثت سے بھر دیتی ہین مگر اوسکے باطن مین یہ چیزین دبی ہوئی اور مقید رہتی ہین جبتک کہ کوئی موقع نہین ہوتا اور جب اوسطرح کا موقع ملتا ہے تو بیڑی ٹوٹ جاتی ہے اور پردہ چیا اوٹھ جاتا ہے اور وہی خباثت دروں نکلنے لگتی ہے تو جس صورت مین حقد اور حسد باطن مین ہو اوس صورت مین کسی سے اخوت نکرنی اچھا بلکہ علیحدگی بہتر ہے۔ بعض حکما کا قول ہے کہ بھائیون پر ظاہر کا عتاب نسبت باطنی کینہ کے اچھا ہے اور کینہ ور کا لطف بجز اوس سے وحشت کرنیکے اور کچھ نہین بڑھاتا اور جس شخص کے دل مین کسی مسلمان کا کینہ ہوتا ہے تو اوسکا ایمان ضعیف ہے اور اوسکا معاملہ خطرناک ہے اور اوسکا دل صلاحیت دیدار الٰہی کی نہین رکھتا چنانچہ عبد الرحمن بن جبیر اپنے باپ سے راوی ہین کہ اونھون نے کہا کہ مین یمن مین تھا اور میرا ہمسایہ ایک یہودی تھا کہ توریت کی خبرین مجھسے کہا کرتا تھا جب وہ سفر سے آیا تو مین نے اوس سے کہا کہ اللہ تعالی نے ہم مین ایک پیغمبر مبعوث کیا ہے جسنے ہمکو مسلمان ہونیکو فرمایا ہم مسلمان ہوگئے اور ہمارے لیے ایک کتاب اللہ تعالی نے نازل فرمائی ہے جو توریت کی تصدیق کرتی ہے اوس یہودی نے کہا کہ تم درست کہتے ہو مگر جو حکم تمہارے پیغمبر لائے ہین اونکو تم کر نسکوگے ہم اونکی اور اونکی امت کی پہچان توریت مین اسطرح پاتے ہین کہ کسی آدمی کو اپنے دروازہ کی چوکھٹ سے باہر پاؤن رکھنا حلال نہین اوس حال مین کہ اوسکے دل مین کسی مسلمان پر کینہ ہو۔ اور حقوق زبانی مین سے یہ بھی ہے کہ جس راز کو اوسنے بطور ودیعت اپنے پاس رکھا ہو اوسکا افشا نہ کیجیے اور اگر ضرورت ہو تو اوسکا انکار بھی درست ہے کہ اوسنے مجھسے کوئی راز نہین کہا گو یہ جھوٹ ہوگا مگر ایسے موقع پر سچ واجب نہین بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ جیسے آدمی کو اپنے عیبون اور اسرار کا چھپانا جائز ہے گو جھوٹ بولنا پڑے اسی طرح یہ بات اپنے بھائی کے حق مین کرنی درست ہے کیونکہ وہ بھی قائم مقام اپنے نفس کے ہے گویا ایک جان دو قالب ہین یہ حقیقت اخوت کی ہے اسی لیے جو عمل کہ ایسے دوست کے سامنے آدمی کرے تو ریا کار نہوگا اور نہ عمل باطنی سے نکل کر عمل ظاہری مین داخل ہوگا کیونکہ بھائی کے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ

يُخْسِرُونَ آئی ہو جو شخص انصاف اوس مقدار سے زیادہ چاہے جتنا اوسکا دل دوسرے کے سبب سے گوارا کرتا ہو تو وہ اس آیت کے مضمون مین داخل ہو۔ اور عیب پوشی مین کوتاہی کرنے اور اوسکے ظاہر کرنے مین سعی کرنے کی علت ایک روگ ہو جو باطن کے اندر گڑا رہتا ہو یعنے حقد اور حسد کہ یہ دونون چیزین جسکے اندر ہوتی ہین اوسکے باطن کو خباثت سے بھر دیتی ہین مگر اوسکے باطن مین یہ چیزین دبی ہوئی اور مقید رہتی ہین جبتک کہ کوئی موقع نہین ہوتا اور جب اوسطرح کا موقع ملتا ہو تو بیڑی ٹوٹ جاتی ہو اور پردہ حیا اوٹھ جاتا ہو اور وہی خباثت دروئی ٹپکنے لگتی ہو تو جس صورت مین حقد اور حسد باطن مین ہو اوس صورت مین کسی سے اخوت نکرنی بلکہ علٰحدگی بہتر ہو۔ بعض حکما کا قول ہو کہ بھائیون پر ظاہر کا عتاب بہ نسبت باطنی کینہ کے اچھا ہو اور کینہ ور کا لطف بجز اوس سے وحشت کرنیکے اور کچھ نہین بڑھاتا اور جس شخص کے دل مین کسی مسلمان کا کینہ ہوتا ہو تو اوسکا ایمان ضعیف ہو اور اوسکا معاملہ خطرناک ہو اور اوسکا دل صلاحیت دیدار الٰہی کی نہین رکھتا چنانچہ عبد الرحمن بن جبیر اپنے باپ سے راوی ہین کہ اونھون نے کہا کہ مین یمن مین تھا اور میرا ہمسایہ ایک یہودی تھا کہ توریت کی خبرین مجھسے کہا کرتا تھا جب وہ سفر سے آیا تو مین نے اوس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم مین ایک پیغمبر مبعوث کیا ہو جسنے ہمکو مسلمان ہونیکو فرمایا ہم مسلمان ہو گئے اور ہمارے لیے ایک کتاب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہو جو توریت کی تصدیق کرتی ہو اوس یہودی نے کہا کہ تم درست کہتے ہو مگر جو حکم تمہارے پیغمبر لائے ہین اونکو تم کر نہ سکوگے ہم اونکی اور اونکی امت کی پہچان توریت مین اسطرح پاتے ہین کہ کسی آدمی کو اپنے دروازہ کی چوکھٹ سے باہر پانون رکھنا حلال نہین اوس حال مین کہ اوسکے دل مین کسی مسلمان پر کینہ ہو۔ اور حقوق زبانی مین سے یہ بھی ہو کہ جس راز کو اوسنے ودیعت اپنے پاس رکھا ہو اوسکا افشا نہ کیجیے اور اگر ضرورت ہو تو اوس کا انکار بھی درست ہے کہ اوسنے مجھسے کوئی راز نہین کہا گو یہ جھوٹ ہوگا مگر ایسے موقع پر سچ واجب نہین بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ جیسے آدمی کو اپنے عیبون اور اسرار کا چھپانا جائز ہو گو جھوٹ بولنا پڑے اسی طرح یہ بات اپنے بھائی کے حق مین کرنی درست ہو کیونکہ وہ بھی قائم مقام اپنے نفس کے ہو گویا ایک جان دو قالب ہین یہ حقیقت اخوت کی ہو اسی لیے جو عمل کہ ایسے دوست کے سامنے آدمی کرے تو ریاکار نہوگا اور نہ عمل باطنی سے نکل کر عمل ظاہری مین داخل ہوگا کیونکہ بھائی کو

بھائی ہو جاؤ - اور فرمایا اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَ لَا یَحْرِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ بِحَسْبِ
امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ - اور سب سے زیادہ حقیر سمجھنا بات کاٹنا ہے کیونکہ جو شخص دوسرے
کی گفتگو کو رد کرتا ہے تو وہ حال سے خالی نہیں یا تو اوسکو جہل و حماقت کی طرف نسبت کرتا ہے
یا حقیقت اشیاء کے فہم سے اوسکی غفلت اور سہو ثابت کرتا ہے اور یہ دونوں باتیں موجب حقارت
اور باعث کینہ اور وحشت ہیں - اور ابو امامہ باہلی رضہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اوس وقت میں کہ ہم ایک دوسرے کی بات کاٹ رہے تھے تو آپ
غصے ہوئے اور فرمایا کہ بات کاٹنے کو چھوڑ دو کہ اوس میں بہتری کم ہے اور اوسکو جانے دو کہ اوس میں
فائدہ تھوڑا ہے اور بھائیوں میں عداوت پیدا کرتا ہے اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو شخص بھائیوں سے
دہشت مشت کرے اور اونکی بات کاٹے اوسکی مروت کم ہو جاتی ہے اور بزرگی جاتی رہتی ہے
اور عبد اللہ بن حسن فرماتے ہیں کہ لوگوں کی بات کاٹنے سے ڈرو بھاگو ورنہ تم پر کسی عاقل کا داؤ
چل جائیگا یا کوئی جاہل گستاخ ہو جائیگا - اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ لوگوں میں سب سے عاجز
وہ ہے جو یاروں کی طلب میں کوتاہی کرے اور اوس سے بھی عاجز وہ ہے جو یار حاصل کرکے تلف
کر دے اور ظاہر ہے کہ کثرت مناقشہ باعث تلف کرنے اور جدائی اور عداوت کا ہوتی ہے - اور
حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ہزار شخصوں کی دوستی کے عوض ایک آدمی کی عداوت مت مول لو
حاصل یہ کہ مناقشہ کا باعث صرف یہی ہے کہ اپنی تمیز اور عقل اور فضل کو زیادہ ظاہر کرنا اور
دوسرے کو جاہل ٹھہرانا اور اسمیں تکبر اور حقیر سمجھنا اور ایذا دینا اور حمق و جہالت کی گالی دینی
سب کچھ پایا جاتا ہے اور دشمنی میں بجز ان باتوں کی اور کیا ہوتا ہے پس اخوت اور دوستی میں
یہ باتیں کیسے شامل ہونگی کہ حضرت ابن عباس رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے
ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی بات مت کاٹ اور اوس سے مزاح مت کر اور نہ کوئی وعدہ
ایسا کر جسکا تو خلاف کرے - اور ایک حدیث میں ہے ارشاد ہے کہ تم لوگ اونکو اپنے مال دیتے ہو لیکن
اونکو تم سے کشادگی پیشانی اور خوش خلقی ملنی چاہیئے - اور بات کاٹنا خوش خلقی کے خلاف ہے
اور سلف کے لوگ بات کاٹنے سے اتنا ڈرتے تھے کہ دوست کی بات پر تکرار نہ کرتے اونکا مذہب
یہ تھا کہ اگر کوئی اپنے بھائی سے یہ کہے کہ اوٹھ اور وہ پوچھے کہ کہاں کو تو اوسکا ساتھ چھوڑ دے
بلکہ یوں چاہیے کہ اوسکے کہنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو جاوے اور کچھ نہ پوچھے - اور ابو سلیمان دارانی
فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست عراق میں تھا حوادث کے وقت میں اوسکے پاس جا کر کہتا

اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہین کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ تجکو کیسا ہون سے جیسا وہم دیکھے اوسکے ساتھہ رہنے مین کچھ بہتری نہین اور جو آدمی غصہ کی حالت مین راز افشا کرے وہ پاجی ہے رضا کے وقت تو راز داری ہر ایک طبیعت سلیم کا مقتضا ہے۔ اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جو شخص چار باتون مین بدل جاوے اوسکی صحبت اختیار مت کر لیے غصہ مین اور ہوا اور رضا مین اور ڈر اور طمع مین جدا ہوا اور بے طمعی مین جدا بلکہ چاہیے کہ اِن سب صورتون مین صادق الاخوت ہو اور اسی لیے کسی نے یہ قطعہ کہا ہے قطعہ

جدائی مین بھی یہ دستور ہے کریمون کا	چھپائین زشتی کو احسان کو کرین ظاہر
وے لئیم اگر دوستی کو ترک کرین	چھپائین خوبی کو بہتان کو کرین ظاہر

اور حضرت ابن عباس رض بن عبدالمطلب نے اپنے صاحبزادہ ابن عباس رض کو ارشاد فرمایا کہ چونکہ مین دیکھتا ہون کہ امیر المومنین عمر رض تمکو بوڑھون پر مقدم کرتے ہین اسلیے مین پانچ باتین کہتا ہون انکو یاد کر لو اول یہ کہ اونکا راز افشا مت کرنا دوسری یہ کہ اونکے پاس کسی کی غیبت مت کرنا تیسری یہ کہ اونکے سامنے کوئی جھوٹ مت بولنا چوتھے یہ کہ اونکی کسی حکم کی نافرمانی مت کرنا پانچوین یہ کہ ایسی بات مت کرنا کہ اونکو تمھاری خیانت ثابت ہو شعبی رح فرماتے ہین کہ ان مین سے ہر ایک بات ہزار سے بہتر ہے۔ اور حقوق زبانی مین سے یہ بھی ہے کہ جو بات اپنا دوست کہے اوسکو نہ کاٹے اور نہ اوسکا مزاحم ہو حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ نہ کسی بیوقوف کی بات کاٹو کہ وہ تمکو ایذا دیوے اور نہ کسی عقلمند کی بات کاٹو کہ وہ تم سے بغض کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خود باطل پر ہو کر بات کاٹنا ترک کرے اوسکے لیے جنت کے ایک کنارہ مین گھر بنیگا اور جو کوئی حق پر ہو کر بات کاٹنے کو ترک کریگا اوسکے لیے سب سے اونچی جنت مین مکان بنایا جائیگا۔ یہ ثواب بات کاٹنے کے چھوڑنے کا ہے حالانکہ باطل پر ہو کر ترک کرنا واجب ہے اور حق پر ہو کر ساکت رہنا نفل ہے مگر نفل پر ثواب اسلیے زیادہ ہوا کہ حق پر ہو کر خاموش ہونا نفس پر نہایت شاق ہے بہ نسبت باطل پر ہو کر سکوت کرنیکے اور ثواب بقدر مشقت کے ہوا کرتا ہے۔ اور آتش حقد و بھائیون مین بھڑکنے اور اوٹھنے کا سبب قومی یہی بات کاٹنا اور مناقشہ ہے اسلیے خلاف اصل ایذا یہی ہوتا ہے پھر اقوال مین پھر بدنون مین تو گویا عین تقاطع اور تخالف یہی بات کاٹنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ایک دوسرے سے تقاطع کرو نہ آپس مین بغض رکھو نہ حسد کرو نہ باہم جدائی رکھو اور اللہ کے بندے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ اور جو شخص انصاف اوس مقدار سے زیادہ چاہے جتنا اوسکا دل دوسرے کے بیچ گوارا کرتا ہے تو وہ اس آیت کے مضمون مین داخل ہے۔ اور عیب پوشی مین کوتاہی کرنے اور اوسکے ظاہر کرنے مین سعی کرنے کی علت ایک روگ ہے جو باطن کے اندر گڑا رہتا ہے یعنے حقد اور حسد کہ یہ دونون چیزین جسکے اندر ہوتی ہین اوسکے باطن کو خباثت سے پر کر دیتی ہین مگر اوسکے باطن مین یہ چیزین دبی ہوئی اور مقید رہتی ہین جبتک کہ کوئی موقع نہین ہوتا اور جب اوسطرح کا موقع ملتا ہے تو بیڑی ٹوٹ جاتی ہے اور پردہ کھل جاتا ہے اور وہی حالت درونی نکل آتی ہے تو جس صورت مین حقد اور حسد باطن مین ہو اوس صورت مین کسی سے اخوت نکرنی چاہئے بلکہ علحدگی بہتر ہے۔ بعض حکما کا قول ہے کہ بھائیون پر ظاہر کا عتاب بہ نسبت باطنی کینہ کے اچھا ہے اور کینہ ور کا لطف بجز اوس سے وحشت کرنیکے اور کچھ نہین بڑھاتا اور جس شخص کے دل مین کسی مسلمان کا کینہ ہوتا ہے تو اوسکا ایمان ضعیف ہے اور اوسکا معاملہ خطرناک ہے اور اوسکا دل صلاحیت دیدار الہی کی نہین رکھتا چنانچہ عبد الرحمن بن جبیر اپنے باپ سے راوی ہین کہ اونھون نے کہا کہ یمن مین تھا اور میرا ہمسایہ ایک یہودی تھا کہ توریت کی خبرین مجھسے کہا کرتا تھا جب وہ سفر سے آیا تو مین نے اوس سے کہا کہ اللہ تعالی نے ہم مین ایک پیغمبر مبعوث کیا ہے جسنے ہمکو مسلمان ہونیکو فرمایا ہم مسلمان ہو گئے اور ہمارے لیے ایک کتاب اللہ تعالی نے نازل فرمائی ہے جو توریت کی تصدیق کرتی ہے اوس یہودی نے کہا کہ تم درست کہتے ہو مگر جو حکم تمہارے پیغمبر لائے ہین اونکو تم کر نہ سکوگے ہم اونکی اور اونکی امت کی پہچان توریت مین اسطرح پاتے ہین کہ کسی آدمی کو اپنے دروازہ کی چوکھٹ سے باہر پانون رکھنا حلال نہین اوسوقت تک کہ اوسکے دل مین کسی مسلمان پر کینہ ہو۔ اور حقوق زبانی مین سے یہ بھی ہے کہ جس راز کو اوسنے ودیعت اپنے پاس رکھا ہو اوسکا افشا نہ کیجیے اور اگر ضرورت ہو تو اوس کا انکار بھی درست ہے کہ اوسنے مجھسے کوئی راز نہین کہا گو یہ جھوٹ ہوگا مگر ایسے موقع پر سچ واجب نہین بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ جیسے آدمی کو اپنے عیبون اور اسرار کا چھپانا جائز ہے گو جھوٹ بولنا پڑے اسی طرح یہ بات اپنے بھائی کے حق مین کرنی درست ہے کیونکہ وہ بھی قائم مقام اپنے نفس کے ہے گویا ایک جان دو قالب ہین یہ حقیقت اخوت کی ہے اسی لیے جو عمل کہ ایسے دوست کے سامنے آدمی کرے تو ریاکار نہوگا اور نہ عمل باطنی سے نکل کر عمل ظاہری مین داخل ہوگا کیونکہ بھائی کے

عمل کو جاننا ایسا ہے جیسا خود اپنے آپ کو جاننا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ سَتَرَ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ سَتَرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اور دوسری روایت مین یون ہے مَنْ سَتَرَ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ فَکَاَنَّمَا اَحْیَا مَوْؤُدَۃً اور فرمایا اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِحَدِیْثٍ ثُمَّ الْتَفَتَ فَھُوَ اَمَانَۃٌ اور فرمایا کہ مجالس امانت کے ساتھ ہین مگر تین مجلسین ایک وہ جسمین ناحق خون کیا جاوے دوسری وہ جسمین زنا حلال سمجھا جاوے تیسری وہ جسمین مال بوجہ ناجائز حلال کیا جاوے اور فرمایا کہ دو آپسکی بیٹھنے والے امانت کے ساتھ بیٹھتے ہین اون مین سے ایک کو حلال نہین کہ ایک کی بات ایسی ظاہر کرے جو اوسکو بری لگے - کسی ادیب سے سوال کیا گیا کہ تم راز کی حفاظت کیسے کرتے ہو کہا کہ مین راز کو حق مین قبر بنجاتا ہون اور یہ مثل بھی مشہور ہے بھلے مانسون کے صدور رازون کے قبور ہین - اور کہتے ہین کہ احمق کا دل منہ مین ہوتا ہے اور عاقل کی زبان دل مین ہوتی ہے یعنے احمق اپنے دل کی بات چھپا نہین سکتا اور یہی طرح ظاہر کر دیتا ہے کہ اوسکو خبر بھی نہین ہوتی اور یہین وجہ احمقون سے ترک ملاقات اور اونکی صحبت بلکہ اونکی صورت دیکھنے سے احتراز واجب ہے اور کسی دوسرے سے پوچھا گیا کہ تم راز کو کس طرح چھپاتے ہو کہا کہ کہنے والے سے انکار کرتا ہون اور پوچھنے والے سے قسم کھاتا ہون - اور کسی اور کا قول ہے کہ مین راز کو چھپاتا ہون اور اس امر کو بھی پوشیدہ رکھتا ہون کہ راز کو چھپاتا ہون اور ابن المعتز نے راز کے چھپانے کے باب مین یون کہا ہے شعر

رازکو مجھ سے کہا جسنے چھپانے کے لیے
رکھلے ہین نے اوسکو سینہ مین وہین دفنا د

اور ایک شخص نے اس سے بڑھ چڑھکر قطعہ کہا ہے

قطعہ ہے نہین راز مرے سینہ مین مردہ کیطرح
کیونکہ مردہ کو توقع ہے اوٹھنے روز جزا
بلکہ مین بھولتا ہون راز کو اس صورت سے
گویا اوس سے کبھی اکدم کو بھی آگاہ نتھا
ہوتا سینہ سے اگر راز چھپانا ممکن
راز کا راز مرے دل سے بھی مخفی رہتا

اور ایک شخص نے اپنا راز کسی اپنے دوست سے کہا پھر اوس سے کہا کہ تمنے یاد کر لیا اوسنے جواب دیا کہ مین تو بھول گیا اور ابوسعید ثوری فرمایا کرتے تھے کہ جب تمکو کسی شخص سے بھائی چارہ منظور ہو تو اول اوسکو خفا کر دو پھر خفیہ ایک آدمی معین کرو کہ اوس سے تمہارا حال اور تمہارے راز دریافت کرے اور اگر وہ تمہارے حق مین بہتر کہے اور تمہارے راز افشا نکرے تب اوسکی صحبت اختیار کرو - اور ابو یزید سے کسی نے پوچھا کہ تم کس صفت کے آدمی سے صحبت رکھتے ہو فرمایا کہ جو میرے وہ مخفی حال جانتا ہے جو خدا تعالی کو معلوم ہین اور پھر اونکو ایسا ہی چھپاتا ہے جیسا خدا تعالی پردہ پوشی کرتا ہے -

اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہین کہ جس شخص کو یہ بات پسند نہو کہ تجکو گناہون سے معصوم دیکھے اوسکے ساتھ رہنے مین کچھ بہتری نہین اور جو آدمی غصہ کی حالت مین راز افشا کرے وہ پاجی ہے رضا کے وقت تو راز داری ہر ایک طبیعت سلیم کا مقتضا ہے۔ اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جو شخص چار باتون مین بدل جاوے اوسکی صحبت اختیار مت کر یعنے غصہ مین اور ہوا اور رضا مین اور راور طمع مین جدا ہوا اور بدطمعی مین جدا بلکہ چاہیے کہ ان سب صورتون مین جا وقل لاخ ہوا اور اسی لیے کسی نے یہ قطعہ کہا ہے قطعہ

جدائی مین بھی یہ دستور ہے کریمون کا		چھپاتے مین زشتی کو احسان کو کرین ظاہر
وسلے لئیم اگر دوستی کو ترک کرین		چھپاتے مین خوبی کو بہتان کو کرین ظاہر

اور حضرت ابن عباس رض بن عبدالمطلب نے اپنے صاحبزادہ ابن عباس رض کو ارشاد فرمایا کہ چونکہ مین دیکھتا ہون کہ امیرالمومنین عمر رض تمکو بوڑھون پر مقدم کرتے ہین اسلیے مین پانچ باتین کہتا ہون انکو یاد کرلو اول یہ کہ اونکا راز افشا مت کرنا دوسرے یہ کہ اونکے پاس کسی کی غیبت مت کرنا تیسرے یہ کہ اونکے سامنے کوئی جھوٹ مت بولنا چوتھے یہ کہ اونکے کسی حکم کی نافرمانی مت کرنا پانچوین یہ کہ ایسی بات مت کرنا کہ اونکو تمہاری خیانت ثابت ہو شعبی رح فرماتے ہین کہ ان باتون مین سے ہر ایک بات ہزار سے بہتر ہے۔ اور حقوق زبانی مین سے یہ بھی ہے کہ جو بات اپنا دوست کہے اوسکو نہ کاٹے اور نہ اوسکا مزاحم ہو حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ نہ کسی بیوقوف کی بات کاٹو کہ وہ تمکو ایذا دیوے اور کسی عقلمند کی بات کاٹو کہ وہ تم سے بغض کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خود باطل پر ہو کر بات کاٹنا ترک کرے اوسکے لیے جنت کے ایک کنارہ مین گھر بنیگا اور جو کوئی حق پر ہو کر بات کاٹنے کو ترک کریگا اوسکے لیے سب سے اوپر کی جنت مین مکان بنایا جائیگا۔ یہ ثواب بات کاٹنے کے چھوڑنے کا ہے حالانکہ باطل پر ہو کر ترک کرنا واجب ہے اور حق پر ہو کر ساکت رہنا نفل ہے مگر نفل پر ثواب اسلیے زیادہ ہوا کہ حق پر ہو کر خاموش ہونا نفس پر نہایت شاق ہے بہ نسبت باطل پر ہو کر سکوت کرنیکے اور ثواب بقدر مشقت کے ہوا کرتا ہے۔ اور آتش حقد دو بھائیون مین بھڑک اوٹھنے کا سبب قوی یہی بات کاٹنا اور سا تقسم ہے اسلیے خلاف اول برا یوہمن ہوتا ہے پھر اقوال مین پھر بدنون مین تو گویا عین تقاطع اور تخالف یہی بات کاٹنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ایک دوسرے سے تقاطع کرو نہ آپس مین بغض رکھو نہ حسد کرو نہ باہم جدائی رکھو اور اللہ کے بندے

بھائی ہو جاؤ۔ اور فرمایا اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَحْرِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔ اور سب سے زیادہ حقیر سمجھنا بات کاٹنا ہے کیونکہ جو شخص دوسرے کی گفتگو کو رد کرتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اوسکو جہل وحماقت کی طرف نسبت کرتا ہے یا حقیقت اشیا کے فہم سے اوسکی غفلت اور سہو ثابت کرتا ہے اور یہ دونوں باتیں موجب حقارت اور باعث کینہ اور وحشت ہیں۔ اور ابو امامہ باہلی رض کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اوس وقت میں کہ ہم ایک دوسرے کی بات کاٹ رہے تھے تو آپ غصہ ہوئے اور فرمایا کہ بات کاٹنے کو چھوڑ دو کہ اوسمیں بہتری کم ہے اور اوسکو جانے دو کہ اوسمیں فائدہ تھوڑا ہے اور بھائیوں میں عداوت پیدا کرتا ہے اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو شخص بھائیوں سے وحشت مشت کرے اور اونکی بات کاٹے اوسکی مروت کم ہو جاتی ہے اور بزرگی جاتی رہتی ہے۔ اور عبداللہ بن حسن فرماتے ہیں کہ لوگوں کی بات کاٹنے سے بچ رہنا کہ ورنہ تیرے کسی عاقل کا داؤ چل جائیگا یا کوئی جاہل گلے پڑ جائیگا۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ لوگوں میں سب سے عاجز وہ ہے جو یاروں کی طلب میں کوتاہی کرے اور اوس سے بھی عاجز وہ ہے جو یار حاصل کرکے تلف کر دے اور ظاہر ہے کہ کثرت مناقشہ باعث تلف کرنے اور جدائی اور عداوت کا ہوتی ہے۔ اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ہزار شخصوں کی دوستی کے عوض ایک آدمی کی عداوت مت مول لے حاصل یہ کہ مناقشہ کا باعث صرف یہی ہے کہ اپنی تمیز اور عقل اور فضل کو زیادہ ظاہر کرنا اور دوسرے کو جاہل ٹھہرانا اور اسمیں تکبر اور حقیر سمجھنا اور ایذا دینا اور حمق وجہالت کی گالی دینی سب کچھ پایا جاتا ہے اور دشمنی میں بجز ان باتوں کے اور کیا ہوتا ہے پس اخوت اور دوستی میں یہ باتیں کیسے شامل ہونگی کہ حضرت ابن عباس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا کہ اپنے بھائی کی بات مت کاٹ اور اوس سے مزاح مت کر اور نہ کوئی وعدہ ایسا کر جسکا تو خلاف کرے۔ اور ایک حدیث میں آیا ارشاد ہے کہ تم لوگ اونکو اپنے مال دیتے ہو لیکن اونکو تمسے کشادگی پیشانی اور خوش خلقی ملنی چاہیے۔ اور بات کاٹنا خوش خلقی کے خلاف ہے اور سلف کے لوگ بات کاٹنے سے اتنا ڈرتے تھے کہ دوست کی بات پر تکرار نکرتے اونکا مذہب یہ تھا کہ اگر کوئی اپنے بھائی سے یہ کہے کہ اوٹھو اور وہ پوچھے کہ کہاں کو تو اوسکا ساتھ چھوڑ دے بلکہ یوں چاہیے کہ اوسکے کہنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو جاوے اور کچھ نہ پوچھے۔ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست عراق میں تھا حوادث کے وقت میں اوسکے پاس جاکر کہتا

کہ اپنے مال مین سے کچھ مجکو دو وہ ایک تھیلی میری سامنے رکھدیتا مین اوس مین سے بقدر حاجت
لے لیتا ایک روز جو مین اوسکے پاس گیا اور کہا کہ مجکو کچھ ضرورت ہے تو اوسنے کہا کہ کسقدر
چاہتے ہو اسکے سنتے ہی اوسکی دوستی کی حلاوت میرے دل مین سے جاتی رہی - اور کسی دوسرے
بزرگ کا قول ہے کہ جب تم اپنے بھائی سے کچھ مانگو اور وہ پوچھے کہ کیا کروگے تو اوسنے حق
اخوت کو ترک کردیا - اور یہ بھی یاد رہے کہ اخوت کا قائم ہونا کلام کی موافقت اور فعل کی مطابقت
اور شفقت سے ہوتا ہے ابو عثمان حیری کہتے ہین کہ دوستون کے ساتھ یک سخن ہونا اون پر
شفقت کرنے کی نسبت بہتر ہے اور واقع مین بھی ایسا ہی ہے جیسا انھون نے کہا -

چوتھا حق اخوت کا زبان پر بولنے مین ہے کیونکہ اخوت جیسا اس بات کی مقتضی ہے کہ
اوسکے سامنے بری باتون سے سکوت کیا جاوے ایسا ہی اس بات کو چاہتی ہے کہ جو باتین
یار کو پسند ہون وہ اوسکے سامنے بیان کیجاوین بلکہ یہ امر اخوت ہی سے خاص ہے ورنہ جو شخص
سکوت ہی پر قانع ہے وہ گویا مُردون کا ساتھی ہے یارون کی تلاش اسلیے ہوتی ہے کہ اون سے
کچھ فائدہ ہو نہ یہ کہ اونکی ایذا سے بچے رہین اور خاموشی کے معنے یہی ہین کہ دوسرے کو زبان سے
نہ ستایا جاوے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے یار سے بولے بات کرے اور جن باتون کا پوچھنا واجب ہے
اونکو پوچھے مثلاً اگر کوئی مانع پیش آجاوے جس سے دل کو اضطرار ہو یا اوسکی تندرستی معلوم ہوئے
مدت ہوگئی ہو یا کوئی اور حالت جو اوسکو بری معلوم ہوتی ہو طاری ہو تو چاہیے کہ اوسکو
زبان سے کہے کہ ہمکو بھی اس سے رنج ہے اور جن حالتون سے کہ وہ خوش ہوتا ہو اون مین اپنا
شریک ہونا زبان سے بیان کرے کیونکہ اخوت کے معنے یہی ہین کہ رنج و راحت مین شریک ہو
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِذَا اَحَبَّ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ اس حدیث میں
جو خبر دینے کیلیے ارشاد فرمایا تو اوسکی وجہ یہ ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے مثلاً اگر تم کسی سے
محبت کرو اور اوسکو معلوم نہو کہ تمکو اوس سے محبت ہے تو محبت کی ترقی نہوگی لیکن اگر وہ
جان جاویگا کہ تمکو محبت ہے تو بالطبع تمسے محبت کریگا اور جب تمکو معلوم ہوگا کہ یہ بھی مجھ سے
محبت کرتا ہے تو بالضرور تمکو محبت اوسکے ساتھ زیادہ ہوگی اسی طرح دونون طرفون سے
محبت دم بدم بڑھتی جائیگی اور شریعت مین ایمانداروں کا باہم محبت کرنا مطلوب ہے اور دین
مین بھی یہ امر محبوب ہے اور اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے اوسکا طریق سکھایا اور ارشاد فرمایا
تَهَادَوْا تَحَابُّوْا - اور ایک حق زبان سے بولنے کا یہ ہے کہ جس نام سے دوست کو پکارا جانا

پسند ہو وہی نام لیکر پکارو اور سامنے اور پیچھے اوسکا نام وہی لے جو اوسکا محبوب ہو حضرت عمر رض
فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ اگر تم اونکو بھائی کے ساتھہ برتو تو اوسکی دوستی تمہارے
ساتھہ خالص ہو جاویگی اول یہ کہ جب اوس سے ملو اول سلام کرو دوم یہ کہ اچھی طرح اوسکو
بٹھاؤ سوم یہ کہ اوسکو جونسا نام بہت اچھا معلوم ہوتا ہو اوسکو لیکر پکارو۔ اور ایک حق یہ ہے
کہ جب شخص کے سامنے دوست کو اپنی تعریف پسند ہو اوسکے سامنے جو خوبیاں تمکو معلوم ہوا
اونکو ذکر کرو کہ یہ امر کشش محبت کا بڑا سبب ہے اور اسیطرح اوسکی اولاد اور اہلخانہ اور کردار کی تعریف
کرنی بلکہ اوسکی عقل اور صورت اور نوشت اور اشعار اور تصنیف خواہ اور چیزون کی خوبی بیان کرو
جنسے وہ خوش ہو مگر اس تعریف مین جھوٹ اور مبالغہ نہو بلکہ جو بات قابل تحسین ہو اوسکی
خوبی بیان کیجاوے اور اس سے زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ اگر غیر شخص اوسکی تعریف کرتا ہو تو اظہار
فرحت کے ساتھہ دوست سے اوسکا قول نقل کرے کہ اوسکا خفیہ کرنا محض حسد ہے۔ اور ایک حق یہ ہے
کہ اگر دوست نے کوئی سلوک تمہارے ساتھہ کیا ہو تو اوسکا شکر ادا کرو بلکہ اگر اوسنے نیت سلوک کی
کی ہے اور وہ پورا نہوا ہو تب بھی مشکور ہونا بیان کرے کہ حضرت علی مرتضی رض فرماتے ہین کہ جو شخص
اپنے بھائی کی حسن نیت پر مشکور نہوگا وہ اوسکے حسن سلوک پر بھی مشکور نہوگا۔ اور سب سے زیادہ
تاثیر محبت کے کھینچنے کی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اوسکو پیٹھہ پیچھے بُرا کہے یعنے صراحۃً یا کنایۃً اوسکی
عزت کو دبائے ہو تو خود دوست کی طرفداری اور حمایت کیلیے مستعد ہو اور اوس بدگو کو چپکا
کرے اور للکارے اس سے خاموشی کرنی موجب کینہ اور نفرت دل ہے اور حق اخوت کے ادا کرنے مین
کوتاہی کا باعث ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو دوستون کو دو ہاتھون سے
تشبیہ دی کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہو تو اسکی وجہ یہی ہے کہ ایک دوست دوسرے کی مدد کرے اور اوسکا
قائم مقام ہو۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَلْمُسْلِمُ اَخُ الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ وَلَا یُسْلِمُهٗ
اور اوسکی برائی سنکر چپ ہو رہنا اوسکو رسوا کرنا اور اوسکو اعدا کے حوالہ کرنا ہے اسلیے کہ اوسکی حرمت کو ٹکڑے
ہونے دینا ایسا ہی ہے جیسے اوسکے گوشت کو پارہ پارہ ہونے دینا اسکو ایسا سمجھو کہ کتے تمکو چیرے ڈالتے
ہون اور تمہاری بوٹیان اڑاتے ہون اور کوئی تمہارا بھائی تمکو چپکا کھڑا دیکھے اور تمپر ترس نکھاوے
تو تمکو کیسا برا معلوم ہوگا حالانکہ حرمت کا ہتک ہونا دلون پر گوشت کے پارہ پارہ ہونے سے
زیادہ ناگوار ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے غیبت کو خداتعالی نے مردار کے گوشت کھانے سے مشابہ فرمایا
چنانچہ ارشاد ہے اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ اور روحین جو خواب مین

لوح محفوظ کو دیکھتے ہین تو فرشتہ اونکے دیکھے ہوئے معاملات کو محسوسات کی شکل مین بناکر دکھلا دیتا
اور غیبت کو مردار گوشت کھانے کی صورت مین پیش کرتا ہی حتی کہ اگر کوئی خواب مین دیکھے کہ گوشت
مردار کا کھاتا ہی تو اوسکی تعبیر یہی ہی کہ لوگون کی غیبت کرتا ہی اسلیے کہ وہ فرشتہ جو کسی بات کی
صورت بناتا ہی تو صرف ظاہر کا لحاظ نہین کرتا بلکہ اوس چیز اور صورت متالیہ مین مشارکت اور
مناسبت معنوی کا لحاظ رکھتا ہے جو مثال مین بمنزلہ روح کے ہی- اس تقریر سے مقصود یہ ہے
کہ حق اخوت کی رعایت کرنی اور دشمنون کی برائی کے وقت اوسکی حمایت کرنی اور بدگوؤن کی
گوئی سے اوسکو رہائی دینی آدمی پر واجب ہی- اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ دوست کو اوسکی غیبت
مین ایسی طرح ذکر کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ تمھاری غیبت مین کوئی تمھارا ذکر کرے تو اس صورت مین
تمھارے لیے دو باتین سمجھنی کارآمد ہین اول یہ کہ فرض کرو کہ جو بات دوست کو کسی نے کہی وہ تمکو
کہتا اور دوست مذکور وہان موجود ہوتا تو تمھارا دل اوسوقت کیا چاہتا کہ تمھارا دوست
تمھارے باب مین کیا کہے تو جو تقریر دوست کی اوس وقت مین تمکو پسند ہوتی وہی تمکو اوس پر
طعنہ کرنیوالے کے ساتھ کرنی چاہیے دوسری یہ کہ فرض کرلو کہ تمھارا دوست دیوار کے پیچھے موجود
اور تمھاری تقریر سنتا ہی اور اوسکے گمان مین یہ ہی کہ تم اوسکا موجود ہونا نہین جانتے تو اوس وقت
مین اوسکی طرفداری جتانی اور اوسکے سنانے کو جو کچھ تمھارے دل مین جنبش ہو وہی اوس کی
پیٹھ پیچھے بھی ہونی چاہیے چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب میرے کسی بھائی کا ذکر اوسکی
غیبت مین ہوتا ہی تو مین خیال کرلیتا ہون کہ وہ بیٹھا ہوا ہی اور پھر وہ باتین کہتا ہون کہ اگر
بالفرض وہ ہوتا اور سنتا تو اوسکو اچھی معلوم ہوتین- اور کسی دوسرے بزرگ کا قول ہی کہ جب
میرے کسی بھائی کا مذکور ہوتا ہی تو اپنے آپکو اوسکی صورت مین سمجھ لیتا ہون اور اوس کے
باب مین وہ بات کہتا ہون جسکو اپنے حق مین کہا جانا بہتر سمجھتا ہون- اور یہ امر سچی مسلمانی
مین سے ہی کہ اپنے بھائی کے لیے وہی بات مناسب معلوم کرے جو اپنے حق مین بہتر سمجھتا ہے- اور
حضرت ابو درداؓ نے ایک ہل میں دو بیل جتے ہوئے دیکھے کہ قلبہ رانی کر رہے ہین اتنے مین ایک کھڑا ہو
اپنا بدن کھجلانے لگا دوسرا بھی کھڑا ہو رہا آپ یہ دیکھکر رو پڑے اور فرمایا کہ یہی حال فی اللہ دوستون
کا ہی کہ دونون اللہ تعالی کے واسطے کام مین لگے ہوتے ہین اور ایک کھڑا ہو جاتا ہی تو دوسرا بھی
اوسکا موافق ہوتا ہی اور پورا اخلاص موافقت ہی سے ہوتا ہی اور جو شخص محبت مین اخلاص
نرکھتا ہو وہ منافق ہی اور اخلاص یہ ہی کہ آگے اور پیچھے اور زبان اور دل اور ظاہر و باطن اور

تنہائی اور جماعت مین یکسان ہووین ان دو دو چیزون مین سے اگر کسی مین اختلاف اور فرق ہوگا وہی دوستی کا بگاڑ اور دین کا خلل اور اہل ایمان کے طریق کا رخنہ ہے اور جو شخص اپنے نفس پر اس بات کا قادر نہو کہ ہر حال مین یکسان رکھہ سکے تو اوسکو چاہیے کہ صحبت اور دوستی کا نام نہ لے تنہائی اختیار کرے کیونکہ دوستی کا حق نباہنا مشکل ہے اسکی تاب وہی کو ہوتی ہے جو محقق ہو اور اسکے ثواب جزیل کا شایان بھی وہی ہے جو موافق ہو اور اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تیرے ہمسایہ مین ہو اوس کی ہمسائگی اچھی طرح کر کہ تو مسلمان ہو جائیگا اور جو شخص تیری صحبت مین ہو اوسکی مصاحبت اچھی کر کہ تو ایمان دار ہو جائیگا۔ تو دیکھو اس حدیث مین ایمان کو تو صحبت کی جزا فرمایا اور اسلام کو ہمسایہ کی جزا تو جتنا فرق ایمان اور اسلام کی فضیلت مین ہے وہی حق صحبت اور حق ہمسائگی کی بجا آوری کی مشقت مین ہے اسلیے کہ صحبت کے لیے بہت سے حقوق قریبہ متوالیہ بلکہ علی الدوام درکار ہین اور ہمسائگی کے لیے حقوق قریبہ ہوتی ہین مگر کبھی کبھی ہوتی ہین اونکے لیے دوام کی قید نہین۔ اور منجملہ حقوق زبانی کے ایک تعلیم اور نصیحت ہے کیونکہ علم کی حاجت اپنے دوست کو مال کی ضرورت سے کم نہین جب مال مین اوسکو اپنا شریک کرنا حق الفت ٹھہرا تو علم مین بھی بطریق اولی شریک کرنا چاہیے یعنے اگر تمکو سب علوم سے بہرہ وافی ہے تو چاہیے کہ جو امور دین مین خواہ دنیا مین دوست کے کار آمد اور مفید ہون اوسکو تعلیم کرو اور تمہاری تعلیم کے بعد اگر وہ علم کے بموجب کاربند نہو تو تمکو لازم ہے کہ اوسکو نصیحت کرو اسطرح کہ افعال بد کی برائیان اور اونکے ترک کے فوائد اوسکے سامنے ذکر کرو اور جو بات کہ اوسکو دنیا اور آخرت مین بری معلوم ہوتی ہو اوس سے ڈراؤ تا کہ وہ اون حرکات سے باز آوے اور اوسکے عیوب پر اوسکو خبردار کرو اور بری بات کی قباحت اور اچھی بات کی خوبی اوسکے دل مین جما دو مگر چاہیے کہ یہ امور خفیہ تنہائی مین اوس سے کہو تا کہ کسیکو اوسکی اطلاع نہو اسلیے کہ مجمع مین کہنا توبیخ اور فضیحت مین داخل ہے اور تنہائی مین کہنا شفقت اور نصیحت شمار کیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین المؤمن مرآۃ المؤمن اس سے یہ مراد ہے کہ اوسکے باعث سے وہ بات معلوم کر لیتا ہے جو اپنے آپ نہین سوجھتی یعنے ایک ایماندار اپنے دوسرے بھائی کی وجہ سے اپنے عیبون پر مطلع ہو جاتا ہے اگر تنہا ہوتا تو یہ بات حاصل نہوتی جیسے آئینہ سے اپنی ظاہری صورت کے عیب پر واقف ہو جاتا ہے اور بدون آئینہ کے نہین معلوم کر سکتا۔ اور حضرت امام شافعی رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے بھائی کو خفیہ سمجھا دے وہ اوسکو نصیحت کرتا ہے اور زینت دیتا ہے اور جو اوسکو مجمع مین فہمائش کرے

وہ فضیحت کرتا ہی اور عیب لگاتا ہی - اور سعری سے پوچھا گیا کہ جو شخص تمکو تمہاری عیوب بتادی اوس سی تم محبت کرتی ہو کہ نہین کہا کہ اگر وہ مجکو خود تنہا ئیمین نصیحت کریگا تو البتہ مین اوس سے محبت کرتا ہون اور مجمع مین مجکو فضیحت کرتا ہی تو محبت نہین کرتا ہون اور واقع مین درست کہا اسلیے کہ مجمع مین نصیحت کرنا فضیحت ہی ہی دیکھو قیامت کے دن خدا تعالی اپنے دوستون پر جو عتاب فرماویگا تو اونکو اپنی پناہ کے اندر اور ستاری کے سایہ مین علحدہ گناہون پر خفیہ مطلع کریگا اور اوسکا نامہ اعمال مہر لگا ہوا اون فرشتونکو دیگا جو اوسکے ساتھ جنت تک جائینگے جب دروازہ جنت کے قریب پہونچینگے اوس وقت وہ نوشتہ سر بند اوسکے حوالہ کرینگے کہ اوسکو پڑھ لے اور جو لوگ مستحق خفگی کے ہین وہ بر سر مجمع پکارے جائینگے اور اونکے گناہون کے لیے اونکے اعضا بولینگے جس سے زیادہ تر رسوائی اور فضیحت ہوگی خدا تعالی اوس روز کی رسوائی او فضیحت سی ہمکو پناہ مین رکھے غرضکہ فضیحت او نصیحت مین فرق یہی ہی کہ نصیحت تنہائی مین ہوتی ہی اور فضیحت مجمع مین جیسے مدارات اور مداہنت کہ دونون چشم پوشی ہوتی ہین لیکن اگر چشم پوشی اسلیے ہی کہ تمہارا دین سلامت رہی اور بھائی کی اصلاح ہو تب تو مدارات ہی اور اگر اسلیے ہی کہ اپنے نفس کا حظ اور شہوتین حاصل ہون اور جاہ بنا رہے تو اسکا نام مداہنت ہی - اور ذوالنون مصری سے فرماتی ہین کہ خدا تعالی سے صحبت موافقت ہی کی ساتھ اختیار کرو اور خلق سے نصیحت ہی کی ساتھ اور نفس سے مخالفت ہی کی ساتھ اور شیطان سے عداوت ہی کی ساتھ - اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین نصیحت کے اندر عیوب کا ذکر ہوگا تو اوس سے تو دل کا نفرت نہ لانا ہوا یہ امر حق اخوت مین سے کیسے ہوا تو اسکا جواب یہ ہی کہ تنفر کرنا دل کا اوس عیب کے ذکر سے ہوتا ہی جسکو دوسرا شخص اپنے آپ مین خود جانتا ہی اور جس عیب کو وہ اپنے نفس مین نہین جانتا اوسپر اوسکا آگاہ کرنا عین شفقت اور اوسکے دل کو اپنی طرف مائل کرنا ہی بشرطیکہ عاقل ہو اور بیوقوفون سے ہمکو بحث نہین کیونکہ اگر کوئی حرکت مذموم تم سے ہوگئی یا کوئی بری صفت تم مین ہی اور دوسرا شخص تمکو اوس فعل یا صفت سے آگاہ کردے تو اوسکی مثال ایسی ہوگی جیسے تمہارے کپڑے مین کوئی بچھو یا سانپ ہی اور وہ قصد تمہارے ہلاک کرنیکا رکھتا ہی اور دوسرا شخص تمکو آگاہ کردے تو اگر تم اوس شخص کی نصیحت کو برا جانو تو تم سے زیادہ بیوقوف اور کون ہوگا اور ظاہر ہی کہ بری صفتین بھی بچھو اور سانپ ہین اور آخرت مین ہلاک کرنیوالی ہین کیونکہ وہ دلون اور روحون کو کاٹتی ہین اور اونکا درد بہ نسبت دنیا کے سانپ بچھوؤن کے جو ظاہر بدن کو کاٹتے ہین زیادہ ہین

اور وہ اوس آگ سے زیادہ ہین جو دلون کو جھانکتی ہے۔ اور حضرت عمر رضہ عیوب پر آگاہی
کرنیکو ہدیہ فرمایا کرتے اور فرماتے اللہ تعالی رحم کرے اوس شخص پر جو اپنے بھائی کے پاس
اوسکے عیبون کا ہدیہ لیجاوے اور یہین وجہ جب حضرت سلمان آپکے پاس آئے تو آپ نے
اونسے پوچھا کہ اپنے نزدیک میری بری بات جو تمنے سنی ہو بیان کرو اونھون نے کہا کہ
اس سے مجھکو معاف فرماییے آپنے اصرار کیا اونھون نے فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ آپکے پاس دو
لباس ہین ایک دن کو پہنتے ہین اور ایک رات کو اور مین نے سنا ہے کہ آپ نے ایک دسترخوان
پر دو سالن جمع کیے حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ انکا فکر مت کرو ان دو باتون کے سوا کچھ اور سنا ہے
اونھون نے کہا کہ نہین - اور خدیفہ مرعشی نے یوسف بن اسباط کو لکھا کہ مین نے سنا ہے
کہ تمنے اپنا دین دو پیسے کے عوض بیچ ڈالا کہ دودھ والا جو تمہارا آشنا تھا اوس سے تمنے دودھ کو
پوچھا کہ کتنے کا ہے اوسنے کہا چھ پیسے کا تمنے کہا کہ نہین چار پیسے کا اوسنے کہا کہ لیجاؤ تم اپنے
سر سے غافلون کا پلہ اتارو اور خواب غفلت سے جاگو اور جان لو کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے
اور اوسکے سبب سے غنی نہین ہوتا اور دنیا کو اختیار کرتا ہے مجھکو ڈر ہے کہ کہین وہ خدا تعالی کی
آیتون سے ٹھٹھول کرنیوالا نہو اور اللہ تعالی نے جھوٹون کا وصف فرمایا ہے کہ اپنے ناصحون
سے بغض رکھتے ہین چنانچہ ارشاد ہے وَلٰکِن لَّا تُحِبُّونَ النّٰصِحِینَ اور یہ صورت اوسی عیب
مین ہے جس سے آدمی غافل ہو لیکن اگر تمکو معلوم ہے کہ وہ اپنی خطا کو جانتا ہے مگر اپنی طبیعت
سے مجبور ہے تو اگر وہ اوس گناہ کو چھپاتا ہے تو اوسکی پردہ دری نچاہیے اور اگر ظاہر کرکے
مرتکب ہوتا ہو تب البتہ نصیحت مین نرمی کرنی چاہیے اور کبھی کنایہ سے اور کبھی تصریح سے
ایسی طرح سمجھانا چاہیے کہ اوسکو وحشت نہو اور اگر جانو کہ نصیحت اوس مین اثر نکریگی اور وہ
اپنی طبیعت سے مضطر ہے اور یہین وجہ گناہ پر مصر تو اوس سے سکوت کرنا بہتر ہے اور یہ سب باتین
اون امور مین ہین جو دوست کے مقاصد دینی اور دنیوی سے متعلق ہون اور جو امور اسطرح
کے ہون کہ تمہارے حق مین کوتاہی کرنیسے علاقہ رکھتے ہون تو اون مین تحمل کرنا اور درگذر
اور معاف کرنا واجب ہے اونسے دانستہ چشم پوشی کرنی چاہیے اونکے لیے اوس سے مزاحمت کرنی
نصیحت کی بات نہین ہان اگر وہ امور ایسے ہون کہ اونسے نوبت ترک ملاقات کی
پہونچ جائیگی تو تنہائی مین اوسپر عتاب کر لینا اس سے بہتر ہے کہ اوس سے یاری ترک
کیجاوے اور عتاب بھی کنایۃً کہنا صراحۃً کہنے سے بہتر ہے اور لکھکر اوسکو دیدینا زبانی کہنے سے

اچھا ہی اور تحمل کرنا سب سی اچھا ہی اسلیے کہ دوستی سے تمہاری یہ غرض ہونی چاہیے کہ تم اوس کا لحاظ کرو اور اوسکا حق ادا کرو اور اوسکے قصور پر تحمل کرو یہ نیت نہونی چاہیے کہ اوس سے اپنے کاموں مین مدد لو اور وہ تمہارے ساتھ نرمی کرے غرض کہ نیت اپنے نفس کی اصلاح کی ہونی چاہیے - ابوبکر کتانی کہتے ہین کہ ایک شخص میری صحبت مین رہنے لگا اور میرے دل پر گران تھا مین نے ایک روز اوسکو ایک چیز دیدالی تاکہ جو بات میرے دل مین ہے وہ جاتی رہے مگر وہ بات نہ گئی پھر مین نے اوسکا ہاتھ پکڑا اور حجرہ مین لیجا کر اوس سے کہا کہ اپنا پانون میرے گال پہ رکھہ اوسنے انکار کیا مین نے کہا کہ ضرور رکھنا پڑیگا اوسنے ویسا ہی کیا تب وہ بات میرے دل سے نکلی - اور ابوعلی رباطی کہتے ہین کہ مین نے عبداللہ رازی کے ساتھہ ہونا چاہا وہ جنگل مین جایا کرتے تھے انھون نے فرمایا کہ پہلے یہ ٹھہرالو کہ حاکم تم ہوگے یا مین مین نے کہا کہ حاکم آپ ہی ہونگے فرمایا کہ پھر تمکو کہنا ماننا ہوگا مین نے کہا کہ بہتر آپنے پھر ایک تھیلا لیکر اوس مین سامان سفر رکھا اور اوسکو اپنی پیٹھہ پر لادلیا جب مین آپ سے کہتا کہ یہ بوجھ مجکو دیدیجیے تو آپ فرماتے کہ مین حاکم ہون کہ نہین تمکو میرا کہنا ماننا چاہیے ایک رات ہمکو مینہہ نے آلیا آپ کے پاس ایک چادر تھی مجکو بٹھلا دیا اور صبح تک مجپر اوس چادر کو تانے کھڑے رہے کہ مجپر پانی نہ پڑے مین اپنے جی مین کہتا تھا کہ کاش مین مرجاتا اور یہ نہ کہتا کہ حاکم تم ہو - پانچوان حق اخوت کا یہ ہے کہ دوست کی لغزشون اور خطاؤن کو معاف کرو - اور قصور جبکا دوست مرتکب ہو دو حال سے خالی نہین یا تو کسی معصیت کے ارتکاب سے اپنے دین مین کوتاہی کرتا ہے یا خاص تمہارے حق مین کمی کرتا ہے تو جو قصور دین مین کسی گناہ کے مرتکب ہونے یا اوسپر اصرار کرنیسے ہو تو اوسکے تمکو نصیحت مین ایسی نرمی برتنی چاہیے جس سے اوسکی کجی مبدل براستی اور ابتری مبدل بہ جمعیت ہو جائے اور اوسکے حال مین از سر نو صلاح اور ورع آجائے پس اگر یہ بات تم سے نہو سکے اور وہ اصرار پر جما رہے تو ایسے شخص سے دوستی کے باقی رکھنے یا جدائی اختیار کرنے مین صحابہ اور تابعین کا طریق مختلف ہے حضرت ابوذر رضؓ کا مذہب تو یہ ہے کہ اوس سے جدائی کرلی چاہیے اور فرماتے ہین کہ جب آدمی کا دوست اپنے پہلے حال سے بدلجائے تو اوسکو چاہیے کہ جیسے اچھی حالت کی وجہ سے اوس سے محبت کرتا تھا اب بری حالت کے سبب سے اوس سے بغض کرے اور اونکے نزدیک محبت اور بغض فی اللہ کا مقتضا یہی ہے - اور حضرت ابودردا اور کچھہ دوسرے صحابی یہ فرماتے ہین کہ جب تمہارے بھائی کا احوال بدلجائے اور بحالت سابقہ نرہے

تو اسکے سبب سے اوسکو ترک مت کرو کیونکہ آدمی کبھی سیدھا ہوتا ہے کبھی کج ہو جاتا ہے سدا ایک
حال پر نہین رہتا۔ اور حضرت ابراہیم نخعی رح فرماتے ہین کہ اگر تمہارے بھائی نے گناہ کیا ہو تو
اوس گناہ کے باعث اوس سے جدائی اور ترک ملاقات مت کرو اسلیے کہ وہ آج گناہ کا مرتکب ہوگا
اور کل کو چھوڑ دیگا اور یہ بھی انھین کا قول ہے کہ لوگون سے عالم کی لغزش کا ذکر مت کرو اسلیے
کہ عالم لغزش کرتا ہے اور پھر اوسکو چھوڑ دیتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ عالم کی لغزش سے
ڈرو اور اوس سے ترک ملاقات مت کرو اور توقع کرو کہ وہ اپنی حرکت سے رجوع کریگا۔ اور
حضرت عمر رض نے ایک شخص سے اخوت کی تھی اور وہ شام کو چلا گیا تھا جب کوئی شخص شام سے
آیا تو آپ نے اوس سے پوچھا کہ میرے فلان بھائی کا کیا حال ہے اوسنے عرض کیا کہ وہ آپکا
بھائی کیون ہوتا وہ تو شیطان کا بھائی ہے آپ نے فرمایا کہ کیا وجہ اوسنے کہا کہ اوس نے
بہت سے گناہ کبیرہ کیے یہان تک کہ شراب مین مبتلا ہوا آپنے فرمایا کہ جب تم شام کو جاؤ مجھے
اطلاع کرنا اور جسوقت وہ جانے لگا تو آپنے ایک پرچہ اوسکو لکھا اسطرح بسم اللہ الرحمن الرحیم
تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب
ذی الطول لا الہ الا ہو الیہ المصیر پھر اسکے بعد اوسکو عتاب اور ملامت کیا
جب اوس شخص نے یہ مضمون پڑھا رویا اور کہا کہ اللہ تعالی نے درست فرمایا اور عمر رض نے
مجکو نصیحت کی پھر توبہ کی اور اپنی پہلی حالت پر رجوع کیا۔ اور کہتے ہین کہ ایک شخص کسی پر
عاشق ہوگیا اوسنے اپنے فی اللہ دوست کو اس حال سے اطلاع دی اور کہا کہ بھائی مین تو قصوروار
ہوگیا اب اگر تیرا دل میرے ساتھ للہ محبت کرنیکو نچاہے تو مت کر اوسنے جواب دیا کہ مین ایسا نہین
ہون کہ تیری خطا کی جہت سے معاملہ دوستی فسخ کردون پھر اس شخص نے اللہ تعالی سے عہد کیا
کہ جبتک میرے یار کو اوس خواہش نفسانی سے نہ بچاویگا مین نہ کھاؤنگا اور نہ پیونگا اور بھوکا
پیاسا رہنا شروع کیا اور ہر روز دوست سے پوچھ لیتا کہ تمہارا کیا حال ہے وہ بھی کہتا کہ دل
اوسی بات پر جاہے اور یہ مارے غم اور بھوک کے روز بروز گھلتا جاتا تھا یہانتک کہ چالیس روز
بے آب و دانہ گذر گئے اب جو اوسنے دوست سے پوچھا تو اوسنے کہا کہ میرے دل سے وہ خواہش نفسانی
دور ہوئی غرضکہ اتنے دنون کے بعد کھایا اور پیا حالانکہ دوست کے غم مین قریب المرگ ہوگیا تھا
اسی طرح ایک اور حکایت سلف کی دو بھائیونکی ہے کہ ایک راہ راست سے منحرف ہوگیا تھا
کسی نے دوسرے سے کہا کہ تم اوسکی ملاقات چھوڑ نہین دیتے ہو تو بگڑ گیا اونھون نے جواب دیا

کہ اسی وقت مین تو اوسکو میری زیادہ ضرورت پڑی ہی ایسے وقت مین کیونکر ترک کرون مین تو اب اوسکا ہاتھ پکڑ کے بملایمت عتاب کرونگا اور پہلی حالت پر رجوع کرنے کو کہونگا سچ ہے دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست در پریشان حالی و درماندگی اور بنی اسرائیل کی حکایت مین ہی کہ دو بھائی ایک پہاڑ پر عبادت کیا کرتے تھے اون مین سے ایک گوشت خریدنے کو نیچے اترا قصائی کی دوکان پر ایک کسبی کو دیکھکر فریفتہ ہوا اور تنہائی مین لیجا کر اوس سے ہم بستر ہوا اور تین روز اوسکے پاس ٹھہر رہا اور ماری حیا کے اپنے بھائی کے پاس نگیا جب اوسکے بھائی نے تین روز تک اوسکو ندیکھا تو شہر مین اترا اور پوچھتے پوچھتے اوسکا سراغ لگایا جا کر دیکھا تو اوس کسبی کے پاس بیٹھا ہی دیکھتے ہی اوسکو گلے لگایا اور چومنے چاٹنے لگا اور وہ چونکہ اپنی خطا سے نہایت شرمندہ تھا اسلیے انکار کرنے لگا کہ مین تمکو پہچانتا ہی نہین پھر دوسرے نے کہا کہ لو بھائی اب مجکو تمہارا حال اور قصہ معلوم ہو گیا تم جیسے اس وقت مین مجکو عزیز اور محبوب ہو ایسے کسی وقت میں نتھے جب اوس شخص نے دیکھا کہ باوجود اپنی خطا کے مین اسکی نظرون سے نہین گرا ساتھ ہو لیا اور پھر جیسے تھے ویسے ہو گئے پس کچھ لوگون کا طریقہ خطا وار دوستون سے اسطرح ہوا کرتا ہی اور یہ طریق بہ نسبت حضرت ابوذر رضی کے طریق کے زیادہ لطیف اور زیادہ فقہ کے مطابق ہے اور اس مین بھی شک نہین کہ آپکا طریق بہتر اور اسلم ہی - اب اگر یہ کہو کہ تمنے اس طریق کو زیادہ لطیف اور فقہ کے زیادہ موافق کیون کہا معصیت کے مرتکب سے تو ابتدا ہی اخوت کرنی جائز نہین تو آخر اوس سے علیحدگی واجب ہونی چاہیے اسلیے کہ حکم جب کسی علت سے ثابت ہوتا ہی تو قیاس یہی ہی کہ اوس علت کے دور ہوتے جاتا رہی اور چونکہ معاملہ اخوت کی علت دین مین ایک دوسرے کا معاون ہونا ہی تو ظاہر ہی کہ ارتکاب معصیت سے یہ علت مفقود ہوگی تو اب اخوت بھی نرہنی چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس طریق کو لطیف کہنے کی وجہ یہ ہی کہ اس مین نرمی اور دل کا مائل کرنا اور مہربانی پائی جاتی ہی جس سے نوبت گناہ سے رجوع اور توبہ کی پہونچتی ہی کیونکہ صحبت کے باقی رہنے سے حیا کو پائداری ہوگی اور اگر علیحدگی اور ترک ملاقات ہوگی اور مجرم کو توقع صحبت کی نرہیگی تو گناہ پر اصرار ہمیشہ کریگا - اور فقہ سے زیادہ تر موافق ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اخوت قائم مقام قرابت کی ہو جاتی ہی اور جب منعقد ہو جاتی ہی تو اوسکا حق مستحکم ہو جاتا ہی اور اوسکا نباہنا اور اوسکے موجب کاربند ہونا واجب ہوتا ہی اور منجملہ اوسکے نباہنے کے یہ ہی کہ دوست کو ایام حاجت مین نچھوڑا جائے اور دین مین حاجت پڑنی بہ نسبت

مالی حاجت کی زیادہ سخت ہے اور مرتکب گناہ سے وہ ایسی آفت مین مبتلا ہو گیا ہے جسکے سبب اوسکو دین
مین حاجت پڑی تو اب ضرور ہے کہ اوسکی اعانت کیجاے اور چھوڑ نہ دینا چاہیے بلکہ ہمیشہ اوسکے ساتھ نرمی برتی جاے
تا کہ جس حادثہ مین وہ پھنس گیا ہے اوس سے نجات پاے پھر دوبارہ دوستی سے امید رجوع و عادت ہی کی
لیے ہوتی اور اس سے بڑی مصیبت کونسی ہوگی جس سے دین مین خلل ہو جب گنہگار کسی پرہیزگار کی صحبت
مین رہتا ہے اور اوسکے خوف اور خائف کو دیکھتا ہے تو چند روز مین وہ بھی اپنے گناہ سے منہ موڑ کر اوسپر
اصرار کرنے سے شرماتا ہے بلکہ سست آدمی جب کام کے حریص کے ساتھ رہتا ہے تو اوس سے شرما کر خود بھی کام کرنے
کی حرص کرتا ہے۔ جعفر بن سلیمان رح کہتے ہین کہ جب مین عمل مین سستی کرتا ہون تو محمد بن واسع کو
دیکھتا ہون اور اونکے ہمہ تن طاعت پر متوجہ ہونیکو خیال کرتا ہون تو مجھکو سرور عبادت مین کچھ
جون کا تون ہو جاتا ہے اور سستی دور ہو جاتی ہے اور ایک ہفتہ خوب چست بنا رہتا ہون۔ اور اسکی
تحقیق یہ ہے کہ دوستی کا سلسلہ مثل نسب کی سلسلہ کے ہے اور معصیت کے سبب سے قریب کو چھوڑنا نہ چاہیے
اور یہی وجہ ہے اللہ تعالی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اقارب کے باب مین ارشاد فرماتا ہے۔
فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ اور یہ ارشاد نہوا کہ مین تم سے بری ہون اسلیے
کہ حق قرابت اور سلسلہ نسب کا لحوظ ہے۔ اور اسی کی طرف حضرت ابو درداء نے اشارہ فرمایا یعنی جب
اونسے کہا گیا کہ تم اپنے فلان بھائی سے بغض نہین رکھتے وہ تو مرتکب فلان فلان حرکات کا ہوا
آپنے فرمایا کہ مین اوسکی حرکات کو برا جانتا ہون اور وہ خود تو میرا بھائی ہے۔ اور دین کی اخوت
قرابت کی اخوت سے زیادہ مستحکم ہوتی ہے اور اسی جہت سے جب کسی حکیم سے یہ سوال ہوا کہ تمھارے نزدیک
بھائی اور دوست مین سے کونسا محبوب تر ہے تو اونسے جواب دیا کہ بھائی سے بھی اوسی صورت مین
محبت کرتا ہون کہ وہ میرا دوست ہو اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ بہت بھائی تمھارے
ایسے ہین جو تمھاری ماسے نہین پیدا ہوے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ قرابت دوستی کی محتاج ہے
اور دوستی کو قرابت کی حاجت نہین۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ ایکروز
کی دوستی صلہ ہے اور ایک مہینہ کی دوستی قرابت ہے اور ایک سال کی دوستی قرابت قریبہ ہے جو کوئی
اوسکو قطع کریگا اللہ تعالی اوسکو قطع کریگا۔ غرضکہ عقد اخوت منعقد ہونیکے بعد اوسکا نباہنا
واجب ہے اور اسی سے جواب اس بات کا بھی نکل آیا کہ فاسق کے ساتھ ابتداء مواخات کس لیے
نہین چاہیے یعنی اوسکی وجہ یہی ہے کہ پہلے سے اوسکا کوئی حق نہین پس اگر پیشتر سے اوسکا کوئی
ساتھ قرابت ہو تو اوسکے ساتھ بھی ترک ملاقات نچاہیے بلکہ اچھی طرح سے پیش آنا چاہیے اور

اسکی دلیل یہ ہو کہ ابتدا صحبت اور اخوت کا ترک کرنا تو مذموم ہو نہ مکروہ بلکہ یون کہتے ہین کہ تنہائی
بہتر ہو لیکن اخوت کو ہمیشہ کیلیو منقطع کرنیسے نہی آئی ہو اور فی نفسہ بری چیز ہے اور انقطاع اخوت کی
نسبت ابتداءً ترک کیطرف ایسی ہو جیسی طلاق کو ترک نکاح کیطرف کہ طلاق ترک نکاح سو بھی زیادہ اللہ تعالی کو نزدیک
بُری ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قطع اخوت کو باب مین فرماتی ہین شِرَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الْمَشَّاؤنَ
بِالنَّمِیْمَۃِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَیْنَ الْاَحِبَّۃِ اور بعض اکابر سلف فرماتی ہین کہ شیطان کو یہی منظور تھا
کہ تمہارے بھائی سو کوئی ایسی ہی حرکت کرا دے تا کہ تم اوسکو چھوڑ دو اور ترک ملاقات کرو تو جب
تمنے ایسا ہی کیا تو شیطان کی دل چاہتی بات ہو گیا چھوڑا اوسکے دونون مطلب پورے ہو گئے
جیسا کہ آدمی کو مبتلاء عصیان کرنا شیطان کو محبوب ہو ویسا ہی دوستون مین بگاڑ ہو جانا
اوسکو پسند ہو تو جب کسی دوست سو خطا ہو جاوے اور شیطان کا ایک مطلب پورا ہو تو کیا ضرور ہے
کہ دوست سو ترک ملاقات کر کو اپنی دشمن کی دوسری غرض پوری کرین۔ اور جب ایک شخص نے
ارتکاب معصیت کیا تھا اور دوسرے نے اوسکو گالی دی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو جھڑکا اور فرمایا کہ اپنی بھائی پر شیطان کے مددگار مت ہو یعنی ایک غرض تو اوسکی ہو چکی دوسری پوری
مت کرو پس اس سب تقریر سو صحبت کے باقی رکھنے اور ابتداء صحبت کے بیچ مین فرق معلوم ہوتا ہو وہ یہ ہے
کہ یون کہہ سکتی ہین کہ فاسقون سو اختلاط کرنا بھی ممنوع ہو اور دوستون سو مفارقت بھی ممنوع ہے
تو یہ دونون امر ایک دوسرے کی متعارض ہین اور جو صورت کہ معارض سو خالی ہو وہ ایسی نہین جو اوس سو
خالی ہو اور ابتداء ترک اخوت مین کوئی معارض نہین صرف ایک ہی جملہ کی تعمیل ہو کہ فاسقون سو
اختلاط ممنوع ہو تو اس صورت مین مناسب یہی ہو کہ اوس سو مہاجرت اور دوری ہی کو اولی کہا جاوے اور
صحبت کی بقا مین دونون ایک دوسرے کو معارض ہین مگر حق اخوت کا نباہنا دوسرے کی تاکید کرتا ہو
اسلیے وہی اولی ہو گا۔ یہ سب حال دوست کی اون خطاؤن کا ہو جو اوسکے دین مین ہون اور جو
خطائین کہ خاص دوست کے حق مین ہون اور موجب وحشت و نفرت ہون اونمین بالاتفاق حلم کرنا
اور معاف کرنا بہتر ہو بلکہ جن باتون کا محمل کوئی عمدہ وجہ ہو سکے اور اون مین کوئی عذر قریب
یا بعید متصور ہو تو اونکو اوسی پر محمل کرنا مقتضا عقد اخوت واجب ہو چنانچہ کہتی ہین کہ دوست کو چاہیے کہ اپنے
دوست کی خطا کیلیو ستر عذر نکالے اور پھر بھی دل نمانے تو اپنے ہی نفس کو ملامت کرے اور کہے کہ تو
کتنا سخت دل ہو کہ تیرا یار ستر عذر کرتا ہو اور تو نہین مانتا اس سو معلوم ہوا کہ معیوب تو ہی ہے
اوسکی خطا نہین۔ پس اگر اوسکو اچھا کہنا قبول نکرے تو اتنا ہی ہو کہ اگر ہو سکے تو غصہ نہو مگر یہ بات

ہو نہ سکیگی کیونکہ حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جس شخص کو غصہ لایا جاوے اور غصہ وہ نہو تو وہ گدہا ہے اور جس شخص کو منایا جاوے اور وہ نہ منے تو وہ شیطان ہے پس آدمی کو چاہیے کہ نہ گدہا نہ بنے نہ شیطان بنے بلکہ خود اپنے دوست کا نائب ہوکر اپنے دل کو منا دے اور اس بات سے احتراز کرے کہ دوست کو نہ مانے کہ شیطان بنجاوے - احنف رح فرماتے ہین کہ دوست کا حق یہ ہے کہ اوسکی تین باتون پر تحمل کرو اول غصہ کے ظلم پر دوسرے ناز کے ظلم پر تیسرے لغزش کے ظلم پر - اور کسی دوسرے نے فرمایا ہے کہ مین نے کبھی کسیکو گالی نہین دی اسلیے کہ اگر مجکو کسی کریم نے برا کہا تو اسی شخص کی خطا معاف کرنیکا مین زیادہ مستحق ہون اور اگر کسی لئیم نے مجکو برا کہا تو اوسکی مکافات اسلیے نہ کی کہ اپنی آبرو کو اوسکا نشانہ کیون نہ بناؤن پھر یہ شعر پڑہا ؎

عفو کرتا ہون کریمون کی خطا تا ہووے اجر	گالیان گر دون لئیمون کو تو مجکو عار ہے

اور کسی دوسرے نے ایک قطعہ کہا ہے جسکا مضمون یہ ہے قطعہ

روٹھنے سے دوستون سے کر دن کی زندگی پر	یہ اختلاط باہم تو جان لے غنیمت ؎
خدا ما صفا کو سن لے دع ما کدر کو کر یاد	گر دوست سے خطا ہو دل مین نہ لا کدورت

اور جب آدمی کا دوست عذر کرے خواہ سچا ہو عذر یا جھوٹا تو اوسکا عذر قبول کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنِ اعْتَذَرَ اِلَیْہِ اَخُوْہُ فَلَمْ یَقْبَلْ عُذْرَہٗ فَعَلَیْہِ مِثْلُ اِثْمِ صَاحِبِ الْمَکْسِ اور دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا اَلْمُؤْمِنُ سَرِیْعُ الْغَضَبِ سَرِیْعُ الرِّضَاءِ تو سریع الغضب ارشاد فرمایا یہ نہین فرمایا کہ غصہ کرتا ہی نہین اور ایسے اللہ نے فرمایا اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ یہ نہین فرمایا کہ جنمین غصہ بالکل نہو - اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عادت کی رو سے یہ امر ممکن نہین کہ انسان کے زخم لگایا جاوے اور اوسکو درد نہ معلوم ہو ہان یہ ہو سکتا ہے کہ آدمی صبر اور تحمل کرے اور جسطرح کہ زخم سے ایذا ہونی بدن کی طبیعت کا مقتضا ہے اسی طرح اسباب غضب سے درد ہونا دل کی طبیعت کا مقتضا ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ غصہ کو پی جاوے اور اوسپر تحمل کیا جاوے اور اوسکے مقتضا کے خلاف عمل کیا جاوے یعنی غصہ کا اقتضا یہ ہوتا ہے کہ دوسرے سے بدلہ لیجیے تو عوض کا ترک کرنا ہو سکتا ہے مگر یہ ممکن نہین کہ اوسکو دل سے بالکل نکال ڈالا جاوے کیونکہ سرشت کا بدلنا ممکن نہین اور کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ترک الفت دوستون سے جرم پر کرتے ہو تم	پھر تا لو وہ کہان ہے جو خطا کرتا نہین ؎

اور ابو سلیمان دارانی رح نے احمد بن ابی الحواری سے فرمایا کہ اگر اس زمانہ مین تم کسی سے اخوت کرو

تو چاہیے کہ جو بات تمکو اوس کی بری معلوم ہو اوسپر اوسکو عتاب مت کرو ورنہ یہ خوف ہے کہ جواب
مین تم وہ بات سنو کہ پہلے سے بھی بدتر ہو احمد کہتے ہین کہ مین نے اس امر کا امتحان کیا تو ویسا ہی پایا
جیسا آپنے ارشاد کیا تھا۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ دوست کی خطا پر صبر کرنا اوسپر عتاب کرنے سے اچھا ہے
اور عتاب کرنا ترک ملاقات کی نسبت کہ بہتر ہے اور ترک ملاقات غیبت کی نسبت کہ بہتر ہے اور چاہیے
کہ غیبت کرنیکے وقت بغض مین مبالغہ نکرے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَّا
عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَّا وَاَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ
حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَّا اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ نہ دوستی ہی اتنی کرو کہ افراط کو پہنچے اور نہ بغض ایسا ہو
کہ ہو کہ اپنے ساتھی کا تلف ہو جانا چاہو چھٹا حق اخوت کا یہ ہے کہ اپنے دوست کیلیے اوسکی زندگی مین
اور اوسکے مرنیکے بعد وہ دعا مانگے جو اپنے لیے محبوب جانتا ہو اسیطرح اوسکے گھر والون اور متعلقون کے حق مین
دعا مانگے اور اوسکے لیے اور اپنے لیے دعا مانگنے مین فرق نکرے جس طرح اپنے لیے مانگے اوسی طرح اوسکے لیے مانگے
کیونکہ واقع مین اوسکے لیے دعا مانگنی اپنے ہی لیے دعا مانگنی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
اِذَا دَعَا الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَ الْمَلَكُ وَلَكَ مِثْلُ ذٰلِكَ اور ایک روایت مین قال الملک
کی جگہ یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مین تجھسے شروع کرونگا یعنی اس دعا کو اول تیرے حق میں
قبول کرونگا اور ایک حدیث مین ارشاد ہے کہ آدمی کی دعا اوسکے بھائی کے حق مین مستجاب ہوتی ہے
خود اوسکے حق مین نہین ہوتی اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہے دَعْوَةُ الرَّجُلِ لِاَخِيْهِ فِي الْغَيْبِ لَا تُرَدُّ
اور حضرت ابو درداء رض فرمایا کرتے تھے کہ مین اپنے ستر بھائیون کیلیے سجدہ مین دعا مانگا کرتا ہون سب کے نام
لیکر۔ اور محمد بن یوسف اصفہانی فرماتے کہ نیک دوست جیسا آدمی کہان ہے کہ تمہارے مرنے کے بعد
گھر والے تو تمہارا ترکہ بانٹین اور جو کچھ تمنے چھوڑا ہو اوس سے چین اوڑائین اور صرف وہ تنہا تمہارا غم کرے
اور تمہارے اعمال گذشتہ اور احوال آیندہ کا اوسکو تردد ہو رات کی تاریکی مین تمہارے لیے دعا مانگے
اور تم مٹی کے ڈھیر کے نیچے ہو گویا کہ وہ اس باب مین فرشتون کا اقتدا کرتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ
جب آدمی مرتا ہے تو لوگ کہتے ہین کہ اسنے کیا چھوڑا اور فرشتے کہتے ہین کہ اسنے کیا بھیجا اعمال گذشتہ
اچھے ہوتے ہین تو خوش ہوتے ہین اور اوسکا حال پوچھتے ہین اور اوسکی سفارش کرتے ہین۔ اور
کہتے ہین کہ جس شخص کو اپنے دوست کے مرنیکی خبر پہونچے اور وہ اوسپر رحمت بھیجے اور اوسکے لیے دعاء
مغفرت کرے تو ایسا لکھا جاویگا کہ گویا اوسکے جنازہ پر حاضر تھا اور اوسکی نماز پڑھی [1] یہ روایت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مردہ کا حال اپنی قبر مین ڈوبتے کا سا حال ہے جو سب چیز کا سہا
چاہتا ہے مردہ بھی اپنے بیٹے یا باپ یا بھائی یا قریب کی دعا کا منتظر رہتا ہے اور مردون کی قبرون پر
زندون کی دعا سے نور پہاڑون کی برابر آجاتے ہین۔ اور بعض سلف کا قول ہے کہ مردون کے حق مین
دعا ایسی ہے جیسے زندون کے حق مین ہدایا کہ ایک فرشتہ دعا کو ایک نور کی طباق مین رکھکر اور اوپر
رومال نور کا ڈھانپکر مردہ کے پاس لیجاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ہدیہ تیرے فلان دوست نے یا تیرے
فلان رشتہ دار نے بھیجا ہے تو مردہ اوس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے زندہ ہدیہ سے خوش ہوتا ہے۔
ساتوان حق اخوت کا وفا اور اخلاص ہے وفا کے معنے یہ ہین کہ دوست کی زندگی تک اوسکی
دوستی پر ثابت اور قائم رہے اور اوسکے مرنے کے بعد اوسکی اولاد اور دوستون اور اقارب سے وہی معاملہ
رکھے اسلیے کہ دوستی سے غرض یہ ہوتی ہے کہ آخرت مین کام آوے پس اگر مرنے کے پیشتر ہی جاتی رہے تو اوسکی محنت
اور سعی بیکار ہوجاتی ہے اور اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون سات شخصون کے ذکر مین جنکو خدا تعالے
اپنے سایہ مین جگہ دیگا فرمایا اور دو شخص وہ ہین جنھون نے باہم محبت فی اللہ کی اوسی پر اکٹھے ہوے اور اوسی پر
جدا ہوئے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ وفات کے بعد تھوڑی سی وفا بھی زندگی کی حالت مین بہت سی
وفا سے بہتر ہے اور یہین وجہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑھیا کی تعظیم کی جو آپکے
پاس آئی تھی آپ سے جو اوسکا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہمارے پاس خدیجہ رضہ کے وقت مین آیا کرتی تھی
اور پہلے وقت کو نہ بھولنا دین کی بات ہے۔ غرضکہ دوست کی دوستی نباہنے مین یہ بھی ہے کہ اوسکے
تمام دوستون اور قریبون اور متعلقون کی رعایت کرے اور انکی مراعات کا اثر دوست کے دل مین بہ نسبت
اوسکے خود کی مراعات کے زیادہ ہوتا ہے اسلیے کہ وہ خود اپنے متعلقین کی تفقد سے زیادہ خوش ہوتا ہے علاوہ
اسکے شفقت اور محبت کا زور اوسی وقت معلوم ہوتا ہے کہ محبوب سے تجاوز کرکے متعلقون تک پہونچے یہانتک
کہ اوسکے دروازہ کے کتے کو بھی اور کتون پر دل مین ترجیح ہو۔ اور اگر دوام محبت کا نباہنا منقطع ہوجاویگا
تو شیطان کی بن پڑیگی کیونکہ اوسکو جتنی حسد دو فی اللہ دوستون سے ہے اوتنی اون دو شخصون سے
نہین جو کسی اچھی کام مین ایک دوسرے کی مدد کرین اور وہ ہمیشہ اسی تاک مین رہتا ہے کہ دو دوستون مین
بگاڑ کردے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ
يَنزَغُ بَيْنَهُمْ اور حضرت یوسف کے حال مین ارشاد فرماتا ہے وَقَدْ أَحْسَنَ بِي
إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي
اور کہتے ہین کہ جب دو شخص فی اللہ محبت کرتے ہین تو اون مین جدائی کی کوئی صورت نہین ہو

بحر اسکے کہ اون مین سے کوئی گناہ کا مرتکب ہو۔ اور بشر ح نے فرمایا کہ جب بندہ اللہ تعالی کی طاعت مین سستی کرتا ہی تو اللہ تعالی اوس سے اوسکے انیس کو چھین لیتا ہی اسلیے کہ دوستون کو باعث دل کے تردد دفع ہوتے ہین اور دین پر مدد ملتی ہی اور اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک نے فرمایا کہ سب چیزون مین لذیذتر دوستون کے ساتھ بیٹھنا اور کفایت کی جانب رجوع کرنا ہی اور محبت وہ ہی اوسکو کہتے ہین جو فی اللہ ہو اور جو کسی مطلب کے لیے ہوتی ہی وہ اوس مطلب کے زائل ہونیکے بعد جاتی رہتی ہی اور محبت فی اللہ کا ایک ثمرہ یہ ہی کہ اوس مین نہ دین کے باب مین حسد ہوتا ہی نہ دنیا کے باب مین اور حسد کی وجہ کیا ہی کیونکہ جو کچھ دوست کا ہی اوسکا فائدہ دوسرے دوست کو پہونچتا ہی اور اللہ تعالی نے دوستون کو اسی وصف سے یاد فرمایا وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ اور حاجت کا پایا جانا ہی حسد ہی اور وفا محبت سے ایک یہ بات ہی کہ دوست کی خاطرداری مین اپنا حال نہ بدلے گو کسی بلند مرتبہ پر خود پہونچ جاوے اور اگر جاہ و حشمت کے زیادہ ہونے سے دوستون پر برتری کریگا تو پاجی پن ہی کسی شاعر نے کہا ہی ؎

طالع کی یاوری سے جو خوش وقت ہون کریم ۔۔۔ کرتے ہین مفلسی کے جلیسون کو اپنے یاد

اور کسی بزرگ نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ بیٹا لوگون مین سے کسی سے صحبت مت اختیار کرنا مگر جسمین یہ صفات ہون کہ جب تجکو اوسکی طرف حاجت ہو تو وہ تجھسے قریب ہو اور اگر تو اوسکی پروا نہ رکھتا ہو تو تجھسے طمع نکرے اور اگر اوسکا مرتبہ بڑھجاوے تو تجھپر برتری نکرے۔ اور کسی حکیم کا قول ہی کہ جب تمہارا کوئی دوست کہین کا حاکم ہوجاوے اور اپنی حکومت مین تمہارے ساتھ پہلی نسبت کے آدھی بھی دوستی رکھے تو بہت ہی اور ربیع نقل کرتے ہین کہ حضرت امام شافعی رح نے بغداد مین کسی شخص سے دوستی کی تھی چند روز کے بعد وہ شخص سیبین کا حاکم ہو گیا اور اوسکا حال سابق کی طرح پر نہ رہا تو امام شافعی رح نے اوسکے پاس یہ مضمون اشعار مین لکھکر بھیجدیا قطعہ

جا تری الفت کو دیدی مین نے دل نے اک طلاق ۔۔۔ ہی ہمیشہ کو ولی بائن نہین اب تک ہوئی
باز آوے اپنی خصلت سے تو ہی یہ ایک بس ۔۔۔ اور آیندہ کو الفت آپکی دو پر رہی
ورنہ لوکردون اوسکو جفت اوس جیسی بلا ۔۔۔ دو طلاقون سے بڑہی الفت پہ پھر آفت نئی
اور اگر مین تین قطعی دیدون تو یہ جان لو ۔۔۔ کچھ نہ کام آویگی تم کو سلطنت سیبین کی

اور یاد رکھو کہ جو امر حق متعلق بدین ہو اوسکے خلاف پر دوست کی موافقت کرنی داخل وفا نہین بلکہ مقتضاء وفا یہ ہی کہ ایسی صورت مین اوسکی مرضی کے خلاف کرے چنانچہ امام شافعی رض نے

محمد بن عبد الحکم سے دوستی کی تھی اور اونکو اپنا مقرب بنایا تھا اور توجہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے
کہ مصر مین میرے ٹھہرنے کا باعث بجز اس شخص کے اور کوئی نہین ایک بار وہ بیمار پڑے اور امام شافعی
اونکی عیادت کو تشریف لے گئے تو اونھون نے اس مضمون کا قطعہ پڑھا **قطعہ**

دوست بیمار ہوا مین جو عیادت کو گیا	اوسکی بیماری کے ڈر سے مجھے آزار ہوا
پھر جو وہ آیا عیادت کو مرے بالین پر	اوسکا دیدار مجھے ہوگیا معجون شفا

اور لوگونکو اونکی صدق مودت سے یہ گمان غالب تھا کہ امام صاحب بعد اپنی وفات کے حلقہ کا کام
اونکے سپرد کرینگے مگر جب امام صاحب کو مرض موت ہوا تو لوگون نے پوچھا کہ آپکے بعد ہم کس کے
پاس بیٹھین گے محمد بن عبد الحکم آپکے سرہانے موجود تھے اونکو یہ توقع ہوئی تھی کہ مجھکو اشارہ فرمائینگے
لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ ابو یعقوب بویطی کے سوا اور کون بیٹھیگا اس مین کیا تردد ہے
اسبات سے محمد بن عبد الحکم کچھ کبیدہ خاطر ہوئے اور امام صاحب کے شاگرد سب بویطی کی طرف مائل ہوگئے
پس باوجودیکہ محمد بن عبد الحکم نے تمام مذہب امام صاحب کا اون سے یاد کیا تھا مگر چونکہ بویطی
محمد بن عبد الحکم سے افضل اور قریب زہد تھے اسلیے امام صاحب نے مسلمانون کی خیر خواہی خدا تعالی کے
واسطے کی اور مداہنت کو بالاے طاق رکھا اور دوست کی رضا کو اللہ تعالی کی رضا پر ترجیح نہ دی
جب آپکا انتقال ہوگیا تو محمد بن عبد الحکم نے آپ کا مذہب ترک کرکے اپنے باپ کا مذہب اختیار کیا
اور امام مالک کی کتابین پڑھین اور اس مذہب مین بڑے رتبہ کا شخص ہوا اور بویطی نے زہد اور
گمنامی کو پسند کیا اور یہ اچھا نہ سمجھا کہ سب کے ساتھ حلقہ مین بیٹھے اور عبادت مین مشغول ہوئے
اور کتاب ام تصنیف کی جو اب ربیع بن سلیمان کی طرف منسوب و معروف ہے واقع مین بنائی ہوئی
بویطی کی ہے مگر اونھون نے اوسمین اپنا نام نہین لکھا بعد کو ربیع نے اوسمین کچھ زیادہ کیا اور تصرف
کرکے مشہور کیا۔ غرضکہ کمال محبت کی وفا کا ایک یہ ہے کہ خیر خواہی خدا واسطے کی ہو احنف
فرماتے ہین کہ محبت ایک جوہر ہے کہ اگر اوسکی حفاظت نکرو تو آفت مین جا ڈالے تو اوسکی حفاظت
کرلے غصہ کو اتنا پیو کہ اگر کوئی دوست تمپر ستم کرے تو اوسکے سامنے خود عذر کرو اور رضا اس درجہ
کی اختیار کرو کہ اپنے نفس مین فضیلت جانو نہ دوست کی طرف سے تقصیر۔ اور صدق اور اخلاص
اور وفاے کامل کی علامت ایک یہ ہے کہ اوسکی جدائی اور فراق نہایت شاق گذرے اور مضطر کردے جیسا کسی نے کہا ہے

~~ جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہو	یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہو

ابن عیینہ کے سامنے جب اس مضمون کا شعر پڑھا گیا تو اونھون نے فرمایا کہ مین کچھ لوگون کے ساتھ

رہا ہون کہ تیس برس سے اوس سے جدا ہو گیا ہون میرے خیال مین کبھی نہین آیا کہ اوسکی حسرت میرے
دل سے جاتی رہی ہو- اور ایک فائدہ کی بات یہ ہے کہ دوست کے حق مین لوگون کی شکایت نسنے خصوصًا
ایسے لوگون سے کہ پہلے تو ظاہر کرین کہ ہم فلان شخص کے دوست ہین اور پھر اوسکی طرف سے ایسی باتین
کہین جس سے دلون مین کینہ پیدا ہو اور یہ بڑی باریک تدبیر آپس مین پھوٹ ڈالنے کی ہے کہ اول اظہار
دوستی کا کرین تاکہ سامع کے گمان مین متہم نٹھہرین اور آخر کو یہ گل کھلادین اور جو شخص دوستی مین
اس امر سے احتراز نہین کرتا اور دوست کے حق مین چغلی سنتا ہے تو اوسکی دوستی ہمیشہ نہین رہتی —
کسی شخص نے ایک حکیم سے کہا کہ مین آپ سے دوستی کیا چاہتا ہون اوسنے جواب دیا کہ تین باتین منظور
کرو تو مین دوستی کرونگا اول تو یہ کہ میری شکایت نسننا دوسری یہ کہ میرے کہنے کی مخالفت نکرنا
تیسری یہ کہ ناز و نخرے سے مجھے پامال مت کرنا- اور ایک فائدہ کی بات یہ ہے کہ دوست کے دشمن سے دوستی
نکرے امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جب تمہارا دوست تمہارے دشمن کا مطیع ہو گیا تو دونون تمہاری
عداوت مین شریک ہوگئے- آٹھوان حق اخوت کا یہ ہے کہ دوست کو تکلیف ندے اور اوس سے
تکلف نکرے یعنی اوسپر اپنا کوئی بوجھ نڈالے اور ایسی فرمایش نکرے جس سے اوسکو مشقت ہو تو اوسکو
جاہ و مال سے مدد کی درخواست نکرے اور نہ یہ کہے کہ ہماری تواضع اور خبرگیری کیا کرو اور ہمارے حقوق
ادا کرو بلکہ اوسکی دوستی سے سوا رضاء الہی تعالی کے اور کوئی مقصود نرکھے اور یہی سمجھے کہ اوسکی دعا سے برکت
ہوگی اور ملاقات سے جی خوش ہوگا اور دین پر مدد ملیگی اور اوسکا کوئی کام اگر ہم کردینگے اور بوجھ
ہلکا کردینگے تو اللہ تعالی کی نزدیکی حاصل ہوگی- بعض اکابر کا قول ہے کہ جو کوئی دوستون سے ایسی
چیز کی خواہش کرے جسکی خواہش وہ اوس سے نکرین تب تو اونپر ظلم کرتا ہے اور جو شخص ویسی ہی چیز
کی خواہش کرے جو وہ کرتے ہین تو اونپر مشقت ڈالتا ہے اور جو کوئی کچھ درخواست اون سے نہین کرتا
تو وہ اونسے سلوک کرتا ہے- اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو دوستون مین اپنی قدر سے
زیادہ رکھے تو خود بھی گنہگار ہوگا اور وہ بھی گنہگار ہونگے اور جو کوئی اپنی ہستی کے موافق ہی اونکے
رہیگا تو خود مشقت اوٹھائیگا اور اونکو مشقت مین ڈالیگا اور جو کوئی اپنی قدر سے کم ہوکر اون مین رہیگا
تو اپنے آپ اور دوست آرام سے رہینگے اور زیادہ تر ہلکا پھلکا رہنے کی صورت یہ ہے کہ تکلف کو ترک کرکے
حتی کہ جس بات مین اپنے نفس سے نشرماوے اوسمین دوست سے بھی حیا نکرے- اور حضرت جنید رح فرماتے ہین
کہ فی اللہ دو محبت کرنیوالے اگر ایک دوسرے سے وحشت یا حجاب کرتے ہین تو دونون مین سے کسی مین عیب
ضرور ہوتا ہے- اور حضرت علی مرتضی رض فرماتے ہین کہ دوستون مین سے بدتر وہ ہے جو تیرے لیے تکلف کرے

اور اوسکی مدارات تکلف کرتی پڑے اور رنجش کا تو عذر کرنیکی ضرورت ہو اور فضیل رح فرماتی ہین کہ آدمی میں پھوٹ تکلف ہی سے ہوتی ہے ایک دوسرے کے پاس جاتا ہے اور وہ اوسکے لیے تکلف کرتا ہے اور یہی تکلف باعث ترک ملاقات ہوجاتا ہے۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ایماندار اہل ایمان کا بھائی ہے نہ اوسکو لوٹتا ہے اور نہ اوس سے تکلف کرتا ہے۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ صوفیہ کرام کے چار طبقون کے ساتھ مین رہا ہون ہر طبقہ مین تیس شخصون سے صحبت رہی یعنے حارث محاسبی اور اونکا گروہ اور حسن مسوحی اور اونکی جماعت اور سری سقطی اور اونکا طبقہ اور ابن کریبی اور اونکے ہمراہی ان لوگون مین سے جن دو شخصون نے باہم محبت کی اور ایک نے دوسرے سے وحشت اور تکلف کیا تو اوسکی وجہ یہی ہوئی ہے کہ دونون مین سے کسی مین کچھ علت تھی۔ اور کسی شخص سے سوال ہوا کہ صحبت کس سے کیجائے جواب دیا کہ جو شخص تم سے تکلف کا بار دور کرے اور حیا کی مشقت باہم ساقط کرے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ سب مین بھاری میرے دوستون مین سے مجھپر وہ ہے جو میرے لیے تکلف کرتا ہے اور مین اوس سے شرماتا ہون اور سب سے ہلکا مجھپر وہ ہے جسکے ساتھ مین ایسی طرح رہتا ہون جیسا تنہا رہتا ہون اور کسی صوفی کا قول ہے کہ لوگون مین سے ایسے ہی کے ساتھ رہا کرو کہ اگر نیکی کرو تو اوسکی نظرون مین زیادہ نہو اور گناہ کرو تو اوسکے نزدیک کم نہ ہو دونون حال مین اوسکے نزدیک برابر ہو نیکی کرو تو اپنے لیے اور گناہ کرو تو اپنے لیے۔ اور یہ اسلیے کہا کہ اس سے تکلف اور حیا سے نجات ہوجاتی ہے ورنہ جب آدمی کو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ فلان بات کرنیسے دوسرے کی نظرون مین اُترجاونگا تو طبیعت مین حیا اور رکاوٹ آجاتا ہے۔ اور بعضون نے فرمایا ہے کہ دنیاداروں کے ساتھ ادب سے رہنا چاہیے اور آخرت والون کے ساتھ علم سے اور عارفون کے ساتھ جیسے چاہو رہو۔ اور کسی اور شخص نے کہا ہے کہ صحبت ایسے ہی کی اختیار کرو کہ اگر گناہ تم کرو تو وہ تمھاری طرف سے توبہ کرے اور اوسکے ساتھ برائی کرو تو اولٹا عذر تمسے کرے اور تمھاری مشقت کو خود اوٹھائے اور اپنی مشقت تمپر نہ ڈالے۔ اس قول کے کہنے والے نے دوستی کی راہ لوگون پر تنگ کردی واقع مین یون نہین ہے بلکہ یون چاہیے کہ ہر دیندار عاقل سے دوستی کرے اور خود نیت کرے کہ ان شرطون کو اوسکے ساتھ ادا کرے اور اوسکو تکلیف ان شرائط کی نہ دے تاکہ بہت سے دوست ہوجائین کیونکہ اس صورت مین محبت فی اللہ ہوگی اور اگر دوسرے سے توقع اون امور کی کریگا تو صحبت صرف اپنے نفس کے فائدون کے لیے ہوگی اور یہی جہت حضرت جنید رح سے کسی نے کہا کہ اس زمانہ مین دوست کمیاب ہین فی اللہ دوست کہان ہے آپنے اوس سے اعراض کیا اوسنے تین بار یہی کہا جب

جب بہت اصرار کیا تو اپنے فرمایا کہ اگر ایسا دوست چاہتے ہو کہ تمکو مشقت سے بچاؤ اور تمہاری تکلیف
اپنے سر دہرے تب تو البتہ کم ہے اور اگر ایسا دوست فی اللہ چاہتے ہو کہ تم اوسکی خدمت کرو اور اگر وہ تکلیف دے
تو صبر کرو تو میرے پاس اس قسم کے بہت لوگ ہین جس سے چاہو محبت کر لو وہ شخص خاموش ہو رہا
اب جاننا چاہیے کہ آدمی تین طرح کے ہین ایک تو وہ ہے کہ جسکی صحبت سے تمکو فائدہ ہو دوسرا وہ کہ
اوسکو تم کچھ فائدہ دے سکتے ہو اور اوس سے تمکو کچھ ضرر نہو تیسرا وہ کہ اوسکو تم فائدہ بھی نہ پہونچا سکو اور
اوسکی صحبت سے تمکو ضرر بھی ہو تو ایسا شخص احمق بدخلق ہے اوسکی صحبت سے تو احتراز چاہیے اور دوسری قسم
کے آدمی سے اجتناب مت کرو کیونکہ دنیا مین اگر اوس سے کوئی نفع نہین تو آخرت مین تو فائدہ ہوگا
کہ اوسکی سفارش اور دعا اور اوسکی خدمت کرنیکا ثواب تمکو ملیگا اور تیسری قسم کا شخص بہر حال قابل
صحبت ہے۔ اور اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اگر تو میرا کہنا مانے تو تیرے
بہت سے دوست ہو جائین یعنی اگر اونکی غمخواری کرو اور اونکی ایذا کو برداشت کرو اور اونپر حسد نکرو
تو یار بنجائینگے۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ مین نے لوگون سے پچاس برس صحبت اختیار کی کبھی مجھ مین
اور اون مین جھگڑا نہوا اسلیے کہ مین اونکے ساتھ اپنے بھروسے پر رہا کسی پر بار نڈالا اور جسکی یہ عادت
ہوگی اوسکے بہت دوست ہو جائینگے۔ اور ترک تکلف کی ایک بات یہ ہے کہ نفل عبادت مین
دوست کا مزاحم اور معترض نہو کچھ صوفی اس شرط پر ایک دوسرے کی اخوت کرتے تھے کہ چار باتونمین
یکسان رہنا اول یہ کہ ہمیشہ اگر ایک روزہ رکھے تو دوسرا یہ نکہے کہ افطار کرو دوم یہ کہ اگر ہمیشہ افطار کرے
تو یہ نکہے کہ روزہ رکھہ سوم یہ کہ ساری رات سوئے تو یہ نکہے کہ اٹھہ چہارم یہ کہ تمام شب جاگے تو سونے کو
نکہے اور یہ چارون حالتین برابر ہین کسی مین اخوت کی کمی بیشی نہو اسلیے کہ اگر انمین تفاوت
ہوتا ہے تو طبیعت ریا اور دکھاوے کی طرف جنبش بالضرور کرتی ہے۔ اور کہتے ہین کہ جسکی کلفت
گئی اوسکی الفت دائمی ہوئی اور جسکا خرچ کم ہوا اوسکی دوستی ہمیشہ رہی۔ اور کسی صحابی کا
کا قول ہے کہ اللہ تعالی نے تکلف کرنیوالون پر لعنت فرمائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین اَنَا وَالْاَتْقِيَاءُ مِنْ اُمَّتِیْ بُرَآءٌ مِنَ التَّكَلُّفِ۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ
جس شخص نے اپنے دوست کے گھر چار باتین کین اوسکا انس اوس سے کامل ہوگیا اول اوسکے یہان
کھانا کھائے دوم بیت الخلا مین جائے سوم نماز پڑھے چہارم سوئے ان باتون کا ذکر کسی بزرگ
کے سامنے ہوا اونھون نے فرمایا کہ پانچوین بات رہگئی وہ یہ ہے کہ اگر اپنی بی بی کے ساتھ
اوسکے گھر جائے تو اوسکی کوٹھری مین اوس سے ہم بستر ہو اسلیے کہ گھر انھین پانچ باتونکو لیے

بنایا کرتی ہین ورنہ عابدون کی عبادت کیلیے تو مسجدون مین زیادہ آرام ہوتا ہی جب یہ باتین دوست کے گھر مین ہوئین تو اب اخوت کامل اور تکلف زائل اور بے تکلفی حاصل ہوئی اور عرب کے لوگ جو سلام کا جواب دیتے ہین اور کہتے ہین مرحبا اور اہلا اور سہلا تو انہین انہین امور کی طرف اشارہ ہی اسلیے کہ اول لفظ کے معنے ہین کہ تمہارے لیے ہمارے دل اور مکان مین جگہ وسعت ہی اور دوسرے لفظ کے معنے ہین کہ یہ گھر تمہارا ہی یہان تمہارا دل لگیگا کسی طرح ہمسے تمکو وحشت نہوگی اور تیسرے لفظ سے یہ مراد ہی کہ ان سب باتون مین تمپر آسانی ہی جو تم چاہوگے ہمپر گران نہ گذریگا اور آسانی اور ترک تکلف اسی بات سے پورا ہوتا ہی کہ اپنے آپ کو اپنے دوستون سے کم سمجھے اور اونپر اچھا گمان کرے اور اپنے نفس پر بدگمان رہے تو جب ونکو اپنے آپ سے بہتر جانیگا تو واقع مین سب سے اچھا آپ ہوگا ابو معاویہ اسود نے فرمایا کہ میرے یار سب مجھسے بہتر ہین لوگون نے پوچھا کہ یہ کیسے ہی فرمایا کہ ہر ایک مجکو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہی اور جو شخص مجکو اپنے اوپر فضیلت دے وہ مجھسے اچھا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہی اور جو شخص کہ تیرے لیے وہ بات تجویز نکرے جو اپنے لیے کرتا ہی اوسکی صحبت مین کچھ خیر نہین۔ اور نظر حقارت سے دوست کو دیکھنا ادنی درجہ ہی اور کامل درجہ اسی مین ہی کہ دوست کو فضل جانے اور ہمیر حضرت سفیان نے فرمایا ہی کہ جب کوئی تجکو کہے کہ اے بدترین خلق اور تو غصہ ہووے تو اس حد تو بدترین خلق ہی یعنے اپنے بدتر ہونیکا اعتقاد ہمیشہ اپنے دل مین ہونا چاہیے اور باب کبر و عجب جلد سوم مین اسکی وجہ مذکور ہوگی اور کسی شخص نے اپنے انکسار اور دوستونکو فضل جاننے کے باب مین قطعہ

قطعہ

ایسے شخصون سے کرو تم تواضع اختیار — جو تمھین احمق نجانین بلکہ سمجھین ہو لئیق
اور جو سب دوستون سے آپ کو سمجھے بڑا — ایکساعت کے لیے بھی تم نہو اوسکے رفیق

اور دوسرے نے اسی باب مین یہ کہا ہی قطعہ

معرفت یارون کے ہمکو یار کچھ ایسے ملے — جنکے باعث ہم ملے اونسے بھی کامل تر ہو
اور کچھ یارون کو ہمنے راہ مین دیکھا فقط — لیک یاران حقیقی سے بھی وہ بڑھکر ہو

اور جب اپنے آپ کو بہتر سمجھیگا تو اپنے دوست کو حقیر جانیگا حالانکہ حقارت عام مسلمانون کی بھی بری ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ اور ایک وجہ انبساط اور ترک تکلف کی یہ ہی کہ اپنے سب مقاصد مین دوستون سے مشورہ کیا کرے اور اونکی صلاح مانا کرے اللہ تعالی فرماتا ہی وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ اور اپنا راز اونسے

کوئی بہ چھپانا چاہیے چنانچہ مولانا یعقوب کرخی کہتے ہیں کہ ہرون بن سالم میرے چچا حضرت معروف کرخی
کے دوست تھے ایکبار اونسے آکر یہ کہا کہ بشر بن حارث آپسے عقد محبت چاہتے ہیں اور آپکی بالمشافہ
کہتے ہوئے شرماتے ہیں اسلیے مجکو بھیجا ہے کہ آپسے اونکی یہ التجا ہے کہ آپ عقد محبت اونسے کرلین اگر
کہ آپ جانین یا وہ اور محبت اسطرح کی ہوجسکو وہ باعث ثواب جانین اور قابل اعتبار مانین اور
اوسمین وہ چند شرطین کرتے ہیں ایک کہ معاملہ محبت مشہور نہو دوسرے یہ کہ اونکا اور آپکے درمیان
رسم زیارت اور طریق ملاقات جاری نہو کہ اونکو بہت ملاقات اچھی نہین معلوم ہوتی حضرت
معروف رح نے ارشاد فرمایا کہ برادر میرا تو یہ حال ہے کہ جب کسی سے محبت کرتا ہون تو رات دن اوسکی
جدائی نہین چاہتا ہون اور ہر وقت اوسکی زیارت کیا کرتا ہون اور ہر حال مین اوسکو اپنے اوپر
ترجیح دیتا ہون پھر آپنے اخوت کی فضیلت مین بہت سی حدیثین بیان فرمائین اور اثناء تقریر مین
فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضی رض کے ساتھ اخوت کی تو اونکو علم مین شریک کیا
اور قربانی کے اونٹ اونکو بانٹ دیے اور جو لڑکی کہ سب مین افضل اور محبوب تر تھی وہ اونکو بیاہ دی
اور اسکی وجہ صرف اخوت ہی تھی اور چونکہ بشر رح کی درخواست تم لیکر آئے ہو اسلیے مین تمکو گواہ
کرتا ہون کہ مین نے اپنے اور اونکے درمیان عقد اخوت فی اللہ آج شروع کیا کہ اگر اونکو ملنا ناپسند ہے
تو وہ میرے ملنے کو نہ آوین مگر میرا جب دل چاہیگا مین اونکے دیکھنے کو جاؤنگا اور مین اونکو کہے دیتا ہون
کہ جن جگہون مین ہم دونون مجتمع ہون اون مین مجھسے ملا کرین اور یہ اجازت دیتا ہون کہ کوئی
بھید اپنا مجھ سے نہ چھپاوین اور اپنے سب حالات پر مجکو واقف کرین پھر ابن سالم نے یہ سب تقریر
بشر سے جا کہی وہ خوش ہوئے اور اونکے ارشادات کو منظور کر لیا۔ غرضکہ حقوق صحبت یہی تھے جو
ہمنے بھلا اور مفصلا دونون طور سے بیان کر دیے اور یہ پورے اوسیوقت ہوتے ہین کہ اسی طرح ادا ہون
کہ دوستون کا فائدہ ہو اور تمہارا نقصان اور اسی طرح نہون کہ تمہارا فائدہ ہو اور اونکا نقصان
اور ایک بات اور کرنی چاہیے کہ اپنے آپ کو اونکے خادم کا قائم مقام سمجھو کہ اپنے تمام اعضا کو اونکے
حقوق مین مقید رکھو مثلاً آنکھ سے اونکو بنظر مودت دیکھو کہ وہ بھی پہچان جائین اور اونکی
خوبیون کی طرف دیکھو اور عیبون سے اندھے بنجاؤ اور جب تمہاری طرف متوجہ ہوکر گفتگو کرتے ہون تو
اپنی آنکھ دوسری طرف نہ پھیرو مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جو لوگ
آپکے پاس بیٹھتے ہر ایک کو اپنے چہرۂ مبارک سے حصہ عطا فرماتے یعنے ہر ایک کی طرف کو توجہ کرتے اور
جو کوئی آپسے ہمکلام ہوتا وہ بھی گمان کرتا کہ سب سے زیادہ آپکا کرم مجھی پر ہے یہان تک کہ آپکی نشست اور

سُننا اور بیان فرمانا اور لطیف اور پرسوال فرمانا اور توجہ کرنا سب حاضرین جلسہ کے لیے ہوتا تھا اور آپ کی مجلس شریف حیا اور تواضع اور امانت کی مجلس ہوتی تھی اور آپکا دستور تھا کہ اپنے یارون کے سامنے سب لوگون سے زیادہ تبسم اور ضحاک فرماتے اور جس چیز سے اصحاب تعجب کرتے اوس سے آپ زیادہ تعجب کرتے اور صحابہ رض کی ہنسی بھی آپ کی خدمت مین مسکرانا تھا ایک تو آپکے فعل کی اقتدا کی باعث اور دوسرے آپکی توقیر کی جہت سے۔ اور زبان کے حقوق اخوت کو ہم لکھہ ہی چکے ہین اب مکرر طول دینا ضرور نہین اور منجملہ حقوق زبانی یہ ہے کہ دوستون پر چیخ نہ بیٹھے اور اونسے گفتگو ایسی ہی طرح کرے کہ وہ سمجھہ لین اور کان پر یہ حق ہے کہ جب دوست کچھہ کہین اونکی گفتگو لذت سے سنے اور اوسکو سچ جانے اور اپنی خوشنودی ظاہر کرے اور اونپر اعتراض اور جھگڑا نکال کر بات نہ کاٹے اور اگر کسی وجہ سے اونکی گفتگو نہ سُن سکے تو اونسے معذرت کرے اور کان کو ایسی باتون کے سننے سے بچاوے جو دوستونکو بُری معلوم ہون۔ اور ہاتھون پر یہ حق ہے کہ جن امور مین کہ ہاتہ سے کیے جاتے ہین دوستون کی اعانت سے اونکو نہ کھینچے۔ اور پانون پر یہ حق ہے کہ اونسے دوستون کے پیچھے خادمون کی طرح چلے نہ مخدومون کی طرح اور اونسے اوسی قدر آگے بڑھے جتنا وہ بڑھاوین اور اونکے پاس اتنا ہی ہو جتنا وہ نزدیک کرین اور جب وہ اوسکے پاس آوین تو اونکے لیے کھڑا ہو جاوے اور جبتک وہ نہ بیٹھہ لین آپ نہ بیٹھے اور جہان جگہہ ملے وہان بیٹھہ جاوے اور جبکہ اتحاد کامل ہو جاتا ہے تو ان حقوق مین سے بعض سہل بھی ہو جاتے ہین جیسے کھڑا ہونا اور عذر کرنا اور تعریف کرنی کہ ہر چند حقوق صحبت سے ہین مگر ان مین ایک قسم کی اجنبیت اور تکلف ہے اسلیے جب بساط تکلف نہ ہو جاتا ہے تو پھر دوستون کے ساتھہ وہی معاملے برتے جاتے ہین جو اپنے نفس سے کیے جاتے ہین اسلیے کہ یہ ظاہری آداب باطن کے آداب اور صفائے قلب کے عنوان ہین اور جب دل صاف ہو جاتے ہین تو ان ظاہری تکلفون کی ضرورت نہین رہتی۔ اور جس شخص کی نظر خلق کی صحبت کی طرف ہوتی ہے وہ کبھی تو کج ہوتا ہے اور کبھی سیدھا اور جس کی نظر خالق کی طرف ہوتی وہ ظاہر مین راستی کا ساتھی ہوتا ہے اور اپنے باطن کو حب للہ اور محبت خلق سے زینت دیتا ہے اور ظاہر کو خدائے تعالی کی عبادت اور اوسکے بندون کی خدمت سے زیب دیتا ہے اسلیے کہ بندون کی خدمت اللہ واسطے کی خدمتون مین سے اعلی قسم ہے کہ اوسکو بدون حسن خلق کے آدمی حاصل نہین کر سکتا اور اپنے حسن خلق سے درجہ صائم النہار اور قائم اللیل کا بلکہ زیادہ پاتا ہے۔ خاتمہ فصل اس مین ہم چند آداب اصناف خلق کے ساتھہ ہم نشینی اور زیست بسر کرنے کے

ہے۔ حکما کی کلام سے تعجب کر کے لکھتے ہین۔ اگر تمکو اچھی طرح میل جول منظور ہو تو ان امور مفصلۂ ذیل
پر عمل کرو۔ دوست اور دشمن سے کشادہ پیشانی ملو نہ اونکو ذلیل کرو نہ آپ ہیبت مین پڑو۔ تکبر
اختیار کرو نہ اتنا کہ تکبر ہو جاوے اور تواضع کرو نہ اتنی کہ ذلیل ہو۔ اپنے سب کامون مین اوسط درجہ پر رہو
کہ افراط اور تفریط سب باتون مین مذموم ہے۔ اپنے دونون جانب کو مت دیکھو۔ کثرت سے مڑکر
نگاہ مت کرو جماعتون کے پاس کھڑے مت رہو اور جب بیٹھو تو اطمینان سے بیٹھو جس سے یہ معلوم ہو
کہ اوٹھا چاہتے ہین۔ انگلیان مت چٹکاؤ ڈاڑھی اور انگوٹھی وغیرہ سے مت کھیلو۔ دانتون مین
خلال مت کرو۔ ناک مین انگلی مت دو۔ کثرت سے نہ تھوکو۔ بہت مرتبہ ناک صاف مت کرو۔
منہ پر سے مکھیان بہت مت اوڑاؤ۔ انگڑائی اور جمھائی لوگون کے سامنے بہت مت لو اسیطرح
نماز اور تنہائی مین بھی مجلس مین غل اور شور مت کرو۔ بات مسلسل ترتیب وار کہو جو کوئی اچھی بات
کہے اوس پر کان لگاؤ بدون اس بات کے کہ تعجب مبالغہ کے ساتھہ ظاہر کرو اور دوبارہ کہنے کی بھی
درخواست نہ کرو مضحکات اور کہانیون کے لیے خاموش رہو۔ اور اسکا ذکر مت کرو کہ مجکو اپنا لڑکا یا
شعر یا تصنیف یا فلان چیز اچھی معلوم ہوتی ہے۔ عورتون کی طرح بہت زینت مت کرو اور نہ
غلامون کی طرح میلے کچیلے رہو۔ سرمہ اور تیل کثرت سے مت لگاؤ۔ حاجتون مین اصرار مت کرو
ظلم پر کسی کو تیجاع مت کہو۔ اپنے زن و فرزند سے بھی اپنے مال کی مقدار مت کہو غیرون کا تو کیا ذکر ہے
اسلیے کہ اگر اونکے عندیہ مین تھوڑا ہو گا تو تم اونکی نظرون مین خوار ہو گے اور اگر بہت ہو گا تو کبھی
تمسے خوش نہ ہونگے۔ اونکو نہ اتنا ڈراؤ کہ تمہارے پاس نہ پھٹکین اور نہ اتنا پرچاؤ کہ سر پر چڑھہ بیٹھین
اپنی لونڈی غلامون سے ہنسی مت کرو ورنہ تمہارا وقار جاتا رہیگا۔ اور جب کسی مقدمہ کی جوابدہی
کرو تو سرعت کے ساتھہ ہو اور نادانی سے احتراز کرو اور جلدی مت کرو اور اپنی حجت کو تامل کر لو
اور ہاتھون سے بہت اشارہ مت کرو اور جو لوگ پیچھے ہون اونکو گردن موڑکر بہت مت دیکھو اور
پالتی مار کر مت بیٹھو اور جب غصہ تھم جاوے تب بولو۔ اور اگر بادشاہ تمکو اپنا مقرب کرے تو اوس سے
ایسی طرح رہو کہ گویا بھال کی نوک پر ہو اور اگر تم سے ہنسی خوشی رہے تو یہ مت سمجھو کہ اب نہین بگڑیگا
بلکہ اوسکے انقلاب سے ڈرتے رہو کہ دم بھر مین بگڑ جاتا ہے اور اوسکے ساتھہ ملایمت ایسی کرو جیسی
بچون سے کرتے ہین اور اوس سے وہ گفتگو کرو جسکی اوسکو تمنا ہو اور وہ اگر تمہارے ساتھہ ملاطفت
پیش آوے تو اس وجہ سے اوسکے زن و فرزند اور نوکرون کے معاملہ مین دخل نہ دو گو اوسکے عندیہ
مین تم دخل دینے کے مستحق ہو اسلیے کہ بادشاہ اور اوسکے گھر والون کے معاملہ مین دخل دینے والا

ایسا کرتا ہے کہ پھر کبھی نہین اوٹھتا۔ اور جو دوست کہ تندرستی کا یار ہو اوس سے احتراز کرو کہ وہ دشمن سے زیادہ ہے۔ اپنے مال کو آبرو کی نسبت کم عزیز سمجھو۔ اور اگر کسی مجلس مین جاؤ تو اوسکا طریق یہ ہے کہ اول سلام کرو اور جو لوگ پہلے آچکے ہون اونکے اوپر مت جاؤ اور جہان جگہ دیکھو وہان بیٹھ جاؤ بشرطیکہ تواضع اور انکسار کے بھی مناسب ہو اور بیٹھنے مین جو شخص پاس ہو اوسکو سلام کرو۔ اور راستہ مین اول تو بیٹھنا نچاہیے اور اگر بیٹھو تو اوسکے آداب یہ ہین کہ نگاہ نیچی رکھو اور مظلوم کی مدد کرو اور فریادی داد خواہ کا ساتھ دو اور کمزور کا سہارا دو اور بھولے ہوے کو راہ بتاؤ اور سلام کا جواب دو سائل کو کچھ عطا کرو اچھی بات کا امر کرو بری بات سے روکو۔ تھوکنے کا موقع تلاش کرو قبلہ کی جانب مت تھوکو اور نہ دہنی جانب بلکہ بائین طرف یا بائین پانون کے نیچے تھوکو۔ اور بادشاہون سے ہم نشین مت ہو اور اگر ہو تو اوسکا ادب یہ ہے کہ غیبت اور جھوٹ سے احتراز کرو اور راز کو مخفی رکھو اور حاجتین کم بیان کرو اور گفتگو مین الفاظ شائستہ اور شستہ بیان کرو اور بادشاہون کے اخلاق کا ذکر کرو اور ہنسی کم کرو اور اونسے بہت خوف کرو اگرچہ تمسے دوستی ظاہر کرین اور اونکے سامنے ڈکار مت لو اور نہ کھانیکے بعد اونکے پاس خلال کرو۔ اور بادشاہ کو چاہیے کہ ہم نشینون کی ہر ایک بات کا تحمل کرے لیکن افشاء راز اور ملک مین خلل ڈالنے اور عزت کے درپے ہونیکو تحمل نکرے۔ اور عوام کے پاس نہ بیٹھے اور اگر اتفاق ہو تو اوسکا طریق یہ ہے کہ اونکی بات مین دخل نہ دے اور اونکی بیہودہ باتین کم سنے اور جو الفاظ اونسے بری سرزد ہون اونسے تغافل کرے اور باوجودیکہ اونسے کچھ غرض متعلق ہو تب بھی اونسے ملاقات کم کرے ہنسی ٹھٹھا نہ عاقل سے کرو نہ غیر عاقل سے اسلیے کہ عاقل تمسے کینہ کریگا اور بیوقوف کو تمپر جرأت ہوگی کیونکہ ٹھٹھا کرنا ہیبت دور کرتا ہے اور آبرو کھوتا ہے اور آخر کو کینہ لاتا ہے اور دوستی کی حلاوت کھوتا ہے اور عالم کی سمجھ مین عیب لگاتا ہے اور بیوقوف کو دلیر کرتا ہے اور دانا کے نزدیک مرتبہ کم کرتا ہے اور پرہیزگار ٹھٹھے والے کو برا سمجھتے ہین اور ٹھٹھا دل کو بجھاتا ہے اور خدا تعالی سے دور کرتا ہے اور غفلت پیدا کرتا ہے اور ذلت کا موجب ہے اس سے باطن اندھے ہوتے ہین اور دل مردہ ہین اسی سے عیبون کی کثرت ہوتی ہے اور گناہ کھلجاتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ ٹھٹھا بجز حماقت اور اترانے کے نہین ہوتا۔ اور اگر کوئی شخص کسی مجلس مین مبتلائے مزاح یا شور و غوغا کا ہو تو چاہیے کہ اوٹھنے کے وقت خدا تعالی کا ذکر کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ فَقَالَ قَبْلَ اَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ اِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ

تیسری فصل مسلمانوں اور یگانوں اور ہمسایوں اور لونڈی غلاموں کے حقوق اور اوسی پیش آنے کی کیفیت کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ انسان یا تنہا رہتا ہی یا غیر کے ساتھ اور چونکہ انسان کا تنہا رہنا بدون اختلاط ابنا ہم جنس کے دشوار ہی اسلیے اوسکو اختلاط کا طریق سیکھنا بھی ضرور ہے اور ملنے والے کی ساتھ ادب اوسیقدر ہوتا ہی جتنا اوسکا حق ہو اور حق اوسقدر ہوتا ہی جتنا اوسکا علاقہ ہو جس سی کہ اختلاط ہوا ہی اور علاقہ یا تو قرابت کا ہوگا جو سب سے خاص ہی یا اسلام کی اخوت کا جو سب سے عام ہی یا ہمسایگی یا سفر خواہ مدرسہ کی صحبت یا دوستی کا اور ان علاقون میں سی ہر ایک کی بہت سے درجے ہین مثلاً قرابت کا کوئی حق ہی مگر قریب اگر محرم ہوگا تو اوسکا حق زیادہ ہی اور جسقدر محرم کا حق اوس سی زیادہ والدین کا حق ہی اسی طرح ہمسایہ کا حق مکان کی نزدیک اور دور ہونی کی موافق مختلف ہوتا ہی اور یہ فرق اوس صورت مین معلوم ہوتا ہی کہ کسی نسبت کر اوسکو لحاظ کرین مثلاً بیگانہ شہر وِلایت مین ہمسایہ وطن کی رشتہ دار کا قائم مقام ہوتا ہی اسلیے کہ شہر مین ہمسایگی کا حق اوسی کو حاصل ہی یہی حال مسلمان کی حق کا ہی کہ جتنی معرفت اور شناسائی زیادہ ہوگی اوسی قدر حق زیادہ ہوگا مثلاً جس سی سنکر جان پہچان ہی اوسکے حق کی نسبت کر اوس کا زیادہ حق ہی جس سی صورت شناسی ہے اور شناسائی ہونیکے بعد اختلاط سے اوس کا استحکام ہو جاتا ہی اسیطرح صحبت کی درجات بھی مختلف ہین مثلاً صحبت درس اور کتب کا حق بہ نسبت صحبت سفر کی موکد تر ہی اور یہی حال دوستی کا ہی کہ متفاوت ہوا کرتی ہی یعنی جب قوی ہو جاتی ہی تو اخوت ہو جاتی ہی اور اوس سی بڑھتی ہی تو محبت ہوتی ہے اور اوس سی تجاوز کرتی ہے تو خلت ہو جاتی ہی اس سی معلوم ہوا کہ خلیل بہ نسبت حبیب کے زیادہ قریب ہوتا ہی اسلیے کہ محبت اوسکو کہتے ہین جو دل مین جگہ کری اور خلت وہ ہی جو دل کی رگ رگ مین پیوست ہو جائی تو جو خلیل ہوگا وہ حبیب بھی ہوگا اور یہ نہین کہ جو حبیب ہو وہ خلیل بھی ہو اور تجربہ اور شاہد سے دوستی کے درجات کا متفاوت ہونا ظاہر ہی۔ اور خلت کو جو ہمنے اخوت سی زیادہ کہا اوسکے معنے یہ ہین کہ خلت ایسی حالت کا نام ہی جو اخوت کی نسبت زیادہ کامل تر ہی اور اوسکو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سی پہچانتے ہین لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلٰكِنْ صَاحِبُكُمْ خَلِيلُ اللّٰهِ۔ اسلیے کہ خلیل اوسکو کہتے ہین کہ محبت محبوب کی اوسکے دل کی تمام اجزا ظاہری اور باطنی مین گھس جائی اور تمام دل کو گھیر لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دل مبارک کو بالکلیہ بجز محبت الٰہی کی اور کسی چیز نی نہین گھیر رکھا تھا اسلیے خلت مین شرکت نہو سکی باوجودیکہ آپنے حضرت علی رض کو بھائی بنایا اور ارشاد فرمایا عَلِيٌّ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰى اِلَّا النُّبُوَّةَ

تو حضرت مرتضیٰ کے لیے نبوت سے عدول فرمایا جیسے حضرت صدیق کے لیے خلت سے پس حضرت صدیق رض اخوت مین حضرت علی مرتضیٰ رض کے شریک ہیں اور اس امر مین بڑھ رہے کہ آپکو قربت اور لیاقت خلت کی حاصل تھی بشرطیکہ خلت مین شرکت کی گنجایش ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیاقت پر آگاہ کرنیکو فرمایا لاتخذت ابابکر خلیلا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل اور حبیب دونون ہین چنانچہ مروی ہے کہ آپ ایک روز فرحان اور شادان منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو خلیل کیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا پس مین اللہ تعالیٰ کا حبیب ہون اور مین اوسکا خلیل ہون - اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شناسائی سے پہلے کوئی اور علاقہ نہین اور خلت کے بعد کوئی درجہ اور ان دونون کے سوا جو اور مدارج ہین وہ ان دونون کے درمیان مین ہین اور ہم جو صحبت اور اخوت کو بیان کر چکے اور محبت اور خلت وغیرہ جو اور چیزین ہین وہ سب انھین مین آگئین مگر جسقدر محبت اور اخوت کے مراتب مین تفاوت ہوتا ہے اوسیقدر اون حقوق مراتب مین بھی تفاوت ہوتا ہے جیسا پہلے مذکور ہوا انتہائی اقتضاے حقوق یہ ہے کہ محبوب کو اپنے نفس اور مال سے ترجیح دے جیسے حضرت ابوبکر رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے نفس اور مال کو لٹایا اور حضرت طلحہ رض نے اپنے بدن کو آپکے تن مبارک کا سپر بنایا اور ہم اب چاہتے ہین کہ اخوت اسلامی اور اقربا اور ہمسایہ اور لونڈی غلامون کے حقوق لکھین اسلیے اس فصل کو چار بیانون مین منقسم کرتے ہین

بیان اول مسلمانون کے حقوق مین

مجمل حقوق یہ ہین کہ مسلمان سے جب ملاقات ہو اوسکو سلام کرنا اور جب پکارے اوسکا جواب دینا اور چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا اور بیمار ہو تو عیادت کرنی اور مرجائے تو جنازہ پر جانا اور اگر کسی قسم کھالے تو اوسکی قسم کو سچا کرنا اور نصیحت چاہے تو اوسکو بہتر بات بتانی اور اوسکے پیٹھ پیچھے اوسکو برا نہ کہنا اور اوسکے لیے وہ بات پسند کرنی جو اپنے لیے پسند ہو اور اوسکے حق مین وہ بات بری سمجھنی جو اپنے حق مین بری لگے اور یہ سب امور احادیث و آثار مین وارد ہین اور حضرت انس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ مسلمانون کے حقوق سے چار باتین تجھپر لازم ہین اول یہ کہ نیکی کرنیوالے کی مدد کرے دوم گناہ کرنیوالے کے لیے مغفرت چاہے سوم اونکو بدنصیب کے لیے دعا مانگے چہارم اونمین کے تائب سے محبت رکھے - اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد رحماء بینہم کے معنے یہ ہین کہ نیک آدمی بدکار کے لیے دعا مانگے اور بدکار نیک کیواسطے یعنی جب بدکار شخص امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین سے کسی نیک کو دیکھے تو بولے دعا مانگے

الہی تو نے جو اسکو خیر عنایت کی اوسکو اوسمین برکت کر اور اوسکو اوسی پر ثابت رکھ اور ہمکو اوس سے فائدہ عنایت فرما اور جب بدبخت کسی بدکار کو دیکھے تو یہ دعا مانگے الٰہی اسکو ہدایت کر اور توفیق توبہ عنایت فرما اور اسکی خطا معاف کر۔ اب حقوق کو شرح لکھتے ہین اول حق یہ ہے کہ جمیع اہل ایمان کیلئے وہی بات چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے اور اونکے لیے وہی بات بری سمجھے جو اپنے لیے بری سمجھتا ہے نعمان بن بشیر فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى عُضْوٌ مِنْهُ تَدَاعٰى سَائِرُهُ بِالْحُمّٰى وَالسَّهَرِ اور حضرت ابو موسیٰ اسکے راوی ہین کہ فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا دوسرا حق یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے فعل یا قول سے ایذا نہ دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ اور ایک بڑی حدیث شریف مین جو فضیلت کی باتون کیلیے حکم فرمایا ہے اوس مین یہ ارشاد ہے کہ اگر تجھ سے یہ امور بن نہ پڑین تو اتنا ہی کر کہ لوگون کو بدی سے پہونچا کہ یہ ایک صدقہ ہے جو تو نے اپنی طرف سے خیرات کیا۔ اور فرمایا اَفْضَلُ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ مسلم کون ہے لوگون نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اوسکا رسول زیادہ جانتا ہے فرمایا کہ مسلم وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہین اونھون نے عرض کیا کہ پھر مومن کون ہے آپ نے فرمایا کہ جس سے اہل ایمان اپنی جانون اور مالون کے باب مین امن مین ہون اونھون نے عرض کیا کہ پھر مہاجر کون ہے فرمایا کہ جو برائی کو چھوڑ دے اور اوس سے اجتناب کرے۔ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اسلام کیا چیز ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو اور مسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے سلامت رہین اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ دوزخیون پر خارش مسلط کیجاویگی پھر وہ اتنا کھجلاوینگے کہ اونمین سے کسی کی ہڈی ظاہر ہو جائیگی اور چمڑا اور گوشت اوڑجاویگا اوسکو کوئی نام لیکر پکاریگا کہ تمکو اسکی کچھ تکلیف ہے یا نہین وہ کہیگا کہ ہان بہت تکلیف ہے جواب ملیگا کہ یہ اوسکی سزا ہے کہ تو اہل ایمان کو ستایا کرتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص کو جنت مین مزے کرتے ہوئے دیکھا اوسنے راہ مین سے ایک درخت کاٹا تھا جو لوگون کو ایذا دیتا تھا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجکو کچھ تعلیم فرمایئے جسکی تعمیل سے مین نفع اوٹھاؤن آپ نے فرمایا اِعْزِلِ الْاَذٰى عَنْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا جو کوئی مسلمانون کی راہ مین سے ایسی چیز دور کردے جو اون کو

ستانی ہو تو اللہ تعالیٰ ہو سکے لیے اوسکے عوض میں ایک نیکی لکھیگا اور جسکے لیے خدا تعالیٰ ایک نیکی
لکھیگا اوسکے لیے اوس نیکی کے سبب سے جنت واجب کر دیگا۔ اور فرمایا کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں
کہ اپنے بھائی کی طرف ایسی نگاہ سے اشارہ کرے جس سے اوسکو ایذا ہو۔ اور فرمایا کہ کسی مسلمان کو حلال
نہیں کہ مسلمان کو ڈراوے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ایذا دیے جانیکو برا جانتا ہے۔
ربیع بن خثیم کہتے ہیں کہ آدمی دو قسم ہیں ایک اہل ایمان اونکو تو ایذا مت دو دوسرے جاہل اوسکو
جاہل مت بنو تیسرا حق یہ ہے کہ ہر مسلمان سے تواضع کرے اور اوسپر تکبر نکرے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھپر وحی بھیجی
کہ یہانتک فروتنی کرو کہ کوئی کسی پر فخر نکرے۔ پھر اگر دوسرا شخص آدمی پر فخر کرے تو اوسکو تحمل کرنا چاہیے
کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ
الْجَاهِلِیْنَ اور ابن ابی اوفی سے یہ حدیث مروی ہے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
لَا یَاْنَفُ وَلَا یَتَکَبَّرُ اَنْ یَّمْشِیَ مَعَ الْاَرْمَلَۃِ وَالْمِسْکِیْنِ فَیَقْضِیَ حَاجَتَہٗ چوتھا حق یہ ہے
کہ ایک مسلمان کی چغلی دوسرے سے نہ کھائے اور جو کچھ ایک سے سنے وہ دوسرے کو نہ پہونچالے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ اور خلیل بن احمد کہتے ہیں کہ جو شخص تجھسے
دوسرونکی چغلی کھائیگا وہ تیری چغلی دوسروں سے کھائیگا اور جو تجھسے غیروں کی خبر کہیگا وہ تیری خبر
غیروں سے کہیگا اسی مضمون کو سعدی رح فرماتے ہیں

بے گمان عیب تو پیش دگران خواہد		ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد

پانچوان حق یہ ہے کہ جس شخص سے شناسائی ہو اوس سے اگر کبیدگی کی صورت ہو جاوے تو تین روز
سے زیادہ ترک ملاقات نکرے کہ ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ
یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ اور فرمایا مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا عَثْرَتَہٗ اَقَالَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حضرت عکرمہ
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا کہ چونکہ تمنے اپنے بھائیوں کی خطا
معاف فرمائی اسلیے ہمنے تمہارا ذکر ذاکروں میں بلند کر دیا۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں
مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِہٖ قَطُّ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَۃُ اللّٰہِ فَیَنْتَقِمُ لِلّٰہِ
اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی نے اپنا مظلمہ معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اوسکی
عزت ہی بڑہائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا نَقَصَ مَالٌ مِنْ صَدَقَۃٍ وَمَا

ما زاد اللہ رجلاً بعفوٍ الا عزا وما من احدٍ تواضع للہ الا رفعہ اللہ۔ چھٹا حق یہ ہے کہ اگر بن سکے
تو ہر شخص پر حتی الوسع احسان ہی کرے یہ تمیز نہ کرے کہ لائق احسان کون ہے اور عدم لیاقت کس میں ہے
حضرت امام زین العابدین اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے علیہم السلام راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ قابل سلوک پر بھی احسان کرو اور ناقابل پر بھی کیونکہ اگر احسان ایسے شخص کو
نہ پہنچیگا جو قابل احسان ہو تو تم تو بہر حال قابل احسان ہو۔ اور انہی روایت سے یہ حدیث بھی
منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے بعد عقل کی اصل لوگوں سے دوستی کرنی اور
ہر نیک و بد سے سلوک کرنا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور
تھا کہ جب کوئی شخص آپ کا دست مبارک پکڑ لیتا تو آپ اپنا ہاتھ اوس سے نہ چھڑاتے یہانتک کہ
وہ خود ہی چھوڑ دیتا اور آپ کا زانوے مبارک جلیس کے زانو سے نکلا ہوا معلوم نہ ہوتا اور جو کوئی آپ سے گفتگو کرتا
اوسکی طرف آپ متوجہ ہوتے پھر اوسکی طرف سے روے مبارک نہ پھیرتے یہانتک کہ وہ گفتگو سے فارغ ہو لیتا
ساتواں حق یہ ہے کہ کسی مسلمان کے پاس بدون اوسکی اجازت کے نجاوے بلکہ تین بار اجازت چاہے
اگر وہ اجازت دے تو نہیں اور اگر وہ اجازت ندے تو واپس چلا آوے۔ حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجازت لینا تین بار ہے اول بار میں وہ چپکے ہو جاوینگے اور
دوسرے میں شور وبلاو کا کرینگے اور تیسری میں خواہ اجازت دینگے یا کہدینگے کہ چلے جاؤ۔ آٹھواں
حق یہ ہے کہ سب لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آوے ہر شخص کی لیاقت کے موافق گفتگو کرے اگر جاہل
سے علم کی باتیں اور عاجز کے ساتھ تقریر دقیق پیش کریگا تو خود بھی تکلیف ہوگی اور دوسرے کو ایذا دیگا

با ہیچ نفہم لاف معنی چہ زنی	طفلانہ بہ طفل گفتگو باید کرد

نواں حق یہ ہے کہ بوڑھوں کی عزت کرے اور لڑکوں پر رحم کرے۔ حضرت جابر رض فرماتے ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَلَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا۔ اور
لڑکوں پر لطف کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے
مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ۔ اور بوڑھوں کی تعظیم کا تتمہ یہ ہے کہ اونکی اجازت
کے بدون اونکے سامنے کلام نہ کرے چنانچہ حضرت جابر رض فرماتے ہیں کہ جہینہ کا قافلہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اونمیں سے ایک لڑکا بولنے کے لیے کھڑا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ٹھہر جا بڑا شخص کہاں ہے کہ وہ گفتگو کرے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی جوان آدمی
کسی بوڑھے کی تعظیم کرتا ہے اللہ تعالی اوسکے لیے بھی بوڑھے کی عمر میں پہنچنے پر کسی کو مقرر کر دیتا ہے

کہ اوسکی تعظیم کرے - ایمین زندگی کی دوام کی خوشخبری ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھون کی تعظیم کی توفیق
اوسی کو ہوتی ہے جسکے لیے اللہ تعالی نے عمر کی زیادتی لکھدی ہو - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ قیامت
قائم نہوگی یہانتک کہ لڑکا موجب غصہ نہو جاوے اور مینہ باعث نہ جمنے سبزہ کا اور گرم ہونے ہوا کا اور
پاجی ہر طرف نہ نکلین اور کریم غائب نہو جاوین اور چھوٹا بڑے پر اور لئیم آدمی کریم پر جرأت نہ کرنے لگے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے اور لڑکے آپ کو ملتے تو اونکے پاس آپ توقف فرماتے
اور لوگون سے کہتے کہ انکو میرے پاس لاؤ جب وہ پاس آتے تو کسیکو آگے اور کسیکو پیچھے بٹھلا لیتے اور کسیکے لیے
صحابہ رض کو اجازت فرماتے کہ تم اوٹھالو تو اکثر آخر کو لڑکے فخر کیا کرتے اور ایک دوسرے سے کہتا کہ مجھکو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے آگے بٹھلایا اور تجکو پیچھے سوار کیا اور بعض یون کہتے
کہ صحابہ رض سے کہدیا کہ تمکو اپنے پیچھے سوار کر لین اور چھوٹے بچون کو جو آپ کی خدمت مین دعا اور برکت
اور نام رکھنے کو لاتے تو آپ کی گود مین اونکو لٹا دیتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ بچہ آپکے اوپر پیشاب کر دیتا
اور جو شخص دیکھتا ہوتا وہ بچہ کو للکارتا تو آپ اوس شخص کو ارشاد فرماتے کہ اسکا پیشاب بند مت کرو
اور اوسکو ویسے ہی رہنے دیتے یہانتک کہ بالکل پیشاب کر چکتا پھر اوسکے لیے دعا کرتے اور اوسکا نام رکھتے
یہانتک کہ اوسکے گھر والے خوش ہو جاتے اور یہ گمان نکرتے کہ آپکو اسکے پیشاب سے ایذا ہوئی اور جب وہ
چلے جاتے تب اپنا کپڑا دھو ڈالتے - دسوان حق یہ ہے کہ سب خلق کے ساتھ ہشاش بشاش اور نرم
رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کو فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ دوزخ کس شخص پر حرام ہے اونھون نے
عرض کیا کہ اللہ تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتا ہے آپنے فرمایا کہ اوسپر حرام ہے جو نرم اور منکسر اور
اور آسان گیر اور ملنسار ہو - اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ تعالی آسانی والے اور کشادہ پیشانی کو دوست رکھتا ہے - اور کسی نے آپ کی خدمت اقدس مین
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو ایسا عمل بتا دیجیے کہ مجکو جنت مین داخل کرے آپنے فرمایا
کہ موجبات مغفرت کی یہ باتین ہین بذل سلام اور خوبی کلام - اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ نیکی
ایک ادنی چیز ہے یعنی خندہ پیشانی اور نرم گفتار رہنا - اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا اِتَّقُوا النَّارَ
وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ اور فرمایا کہ جنت مین چند دریچے ہین کہ
اونکے باہر کی چیز اندر سے اور اندر کی باہر سے معلوم ہوتی ہے ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کن لوگون کے لیے ہین آپ نے فرمایا کہ جو کلام اچھی طرح کرے اور
کھانا کھلاوے اور رات کو اوسوقت نماز پڑھے کہ لوگ سوتے ہون - اور حضرت معاذ بن جبل رض فرماتے ہین

کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین تجکو وصیت کرتا ہون خدایتعالی سے ڈرنے اور راست گفتاری اور وفاء عہد اور ادائی امانت اور ترک خیانت اور ہمسایہ کی رعایت اور یتیم پر رحمت اور نرم بولنے اور سلام کرنے اور تواضع کرنے کی۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک عورت راہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی اور عرض کیا کہ مجکو خدمت اقدس مین کچھ عرض ہے اور آپ کے ہمرکاب اوس وقت کچھ صحابہ رض تھے آپ نے اوس سے فرمایا کہ کوچون کی جونسی طرف مین تیرا دل چاہے بیٹھ جا مین تیرے پاس بیٹھکر سن لونگا اوسنے ویساہی کیا آپ اوسکے پاس بیٹھ گئے یہانتک کہ جو کچھ اوسکو کہنا تھا اوسنے کہدیا۔ اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل مین سے ایک شخص نے ستر برس اسطرح روزے رکھے کہ ساتوین روز افطار کرتا اوسنے اللہ تعالی سے دعا مانگی کہ مجکو یہ دکھلادے کہ شیطان آدمیون کو کس طرح بہکاتے ہین جب بہت عرصہ گذرا اور اوسکی دعا قبول نہوئی تو اوسنے کہا کہ جو خطا میری اور میرے پروردگار کے معاملہ مین مجسے ہوئی ہے اگر اوسپر اطلاع پاتا تو میرے حق مین اس دعا کی مانگنے سے بہتر ہوتا آخر مین اللہ تعالی نے اوسکے پاس ایک فرشتہ بھیجا اوسنے اوس سے کہا کہ مجکو اللہ تعالی نے تیرے پاس بھیجا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ یہ کلام جو تونے کیا میرے نزدیک تیری گذشتہ عبادت کی نسبت کے بہتر ہے اور اللہ تعالی نے تیری آنکھین کھولدی ہین اب تو دیکھ لے اوسنے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ آدمیون مین سے کوئی ایسا نہین جسکے گرد شیطان مکھیون کی طرح نہون اوسنے عرض کیا کہ الہی انسے کون بچتا ہے ارشاد ہوا کہ پرہیزگار اور نرم شخص بچتا ہے۔ گیارہوان حق یہ ہے کہ جس مسلمان سے کوئی وعدہ کرے اوسکو پورا کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ عطا ہے اور فرمایا کہ وعدہ قرض ہے اور فرمایا

ثَلٰثٌ فِی الْمُنَافِقِ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا ائْتُمِنَ خَانَ

اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ فَھُوَ مُنَافِقٌ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی مَنْ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ الخ۔ بارھوان حق یہ ہے کہ لوگون کا عوض اپنے نفس سے دے اور اونکے ساتھ وہی کام کرے جسکو چاہے کہ لوگ اوسکے ساتھ کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ بندہ اپنے ایمان کو پورا نہین کرتا جبتک اوسمین تین خصلتین نہون اول مفلسی کی ہوتے ہوئے خرچ کرنا دوم اپنے نفس سے انتقام لینا سوم سلام کرنا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ دوزخ سے دور رہے اور جنت مین داخل ہو تو چاہیے کہ ایسے حال مین مرے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت دیتا رہا ہو اور لوگون کے ساتھ وہ کام کرے

جسکو خود اپنے ساتھہ دوسرون سے چاہتا ہو - اور حضرت ابو درداء رضہ کو فرمایا کہ اپنے جلیس کی ہمنشینی اچھی طرح کر کہ تو ایماندار ہو جائیگا اور لوگون کے لیے وہ بات پسند کر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے کہ تو مسلم ہو جائیگا - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ چار باتین کرو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے سب باتون کی اصل ہین انمین سے ایک خاص میرے لیے ہے اور ایک خاص تیرے لیے اور ایک مشترک ہے مجھہ مین اور تجھہ مین اور ایک تجھہ مین اور مخلوق مین مشترک ہے جو بات کہ خاص میرے لیے ہے وہ یہ ہے کہ تو میری عبادت کرے اور میرا شریک کسی کو نکرے اور جو تیرے لیے خاص ہے وہ تیرا عمل ہے کہ اوسکی جزا تجکو ایسے وقت مین دونگا کہ تجکو اپنے عمل کی اوس وقت شدت سے حاجت ہو اور جو بات تجھہ مین اور مجھہ مین مشترک ہے وہ یہ ہے کہ تو دعا مانگے اور مین قبول کرون اور جو تجھہ مین اور مخلوق مین ہے وہ یہ ہے کہ تو اونکی صحبت اس امر سے کرے جس سے تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے ساتھہ رہین - اور حضرت موسی علیہ السلام نے درخواست کی کہ الہی تیرے بندونمین سب سے عادل زیادہ کون ہے فرمایا کہ جو لوگون کا عوض اپنے نفس سے لیوے - تیرھوان حق یہ ہے کہ جس شخص کی لباس اور صورت سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ شخص بڑے رتبہ کا ہے تو اوسکی تعظیم زیادہ کرے لیئے ہر ایک شخص کے ساتھہ اوسکے مرتبہ کے موافق پیش آنا چاہیے - مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کسی سفر مین ایک منزل مین اوترین انہین اونکا خاصہ آیا اور ایک سائل مانگنے آیا آپ نے فرمایا کہ اس مسکین کو ایک روٹی دیدو پھر ایک شخص سوار آیا آپ نے فرمایا کہ اسکو بلاؤ اور کھانا کھلاؤ لوگون نے عرض کیا کہ آپنے مسکین کو تو دیکر ٹال دیا اور اسکو بلواتی ہو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے آدمیون کا ایک رتبہ بنایا ہے ہکو بھی اونکو اوسی مرتبہ پر رکھنا چاہیے وہ مسکین تو ایک روٹی پر راضی ہو گیا مگر ہمکو نامناسب ہے کہ اس تونگر کو اس صورت پر ایک روٹی دیدین - اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی اپنے حجرہ مین تشریف لیگئے اور آپکے اصحاب رض اسقدر آپکی خدمت مین حاضر ہوئے کہ حجرہ شریف بھر گیا پھر جریر بن عبد اللہ بجلی تشریف لائے اندر جگہہ نہ دیکھی تو دہلیز پر بیٹھہ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک لپیٹ کر اونکے پاس پھینکدی اور فرمایا کہ اس چادر پر بیٹھہ جاؤ جریر رض نے اوسکو لیکر آنکھون سے لگایا اور اوسکو بوسہ دیکر رونے لگے اور پھر تہ کرکے آپکے پاس پھینکدی اور عرض کیا کہ مین اس قابل نہین کہ آپکے کپڑے پر بیٹھون اللہ تعالی آپکا اکرام فرماوے جیسے آپنے میرا اکرام کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دہنے بائین دیکھکر فرمایا کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا کریم شخص آوے تو اوسکی تعظیم کرو - اسیطرح جس شخص کا آدمی کے اوپر

قدیمی حق ہو اوسکی تعظیم بھی ضرور ہی مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ جنھون سنے
آپکو دودہ پلایا تھا آپ کی خدمت مین آئین آپنے اونکے لیے اپنی چادر بچھا دی پھر فرمایا کہ ای ماں
خوب کیا آپ تشریف لائین پھر اونکو چادر پر بٹھلا کر فرمایا کہ سفارش کرو تمہاری سفارش
قبول کرونگا اور جو سوال کروگی وہ دونگا اونھون نے فرمایا کہ مین اپنی قوم کی سفارش کرتی ہون
آپنے فرمایا کہ مین نے اپنا اور بنی ہاشم کا حق تمکو دیا یعنے جسقدر انکے حصہ مین لوگ آوین اونکو تمہارے
حوالہ کر دونگا پس ہر طرف سے لوگ اوٹھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے بھی
اپنا حق اونکو دیا پھر اونکے ساتھ بعد کو سلوک کیا اور خیبر مین سے اپنا حصہ اونکو بخشدیا جو حضرت
عثمان غنی رضہ نے ایک لاکھ درم کو اونسے مول لے لیا۔ اور بعض اوقات آپکی خدمت مین کوئی حاضر
اور آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوتے جس مین اتنی گنجایش نہوتی کہ اوسکو اپنے ساتھ بٹھلاتے تو تکیہ کو نکال کر
اوس شخص کے لیے ڈالدیتے اور اگر وہ انکار کرتا تو اوسکو قسم دیکر بٹھلاتے۔ چودھوان حق یہ ہی
کہ اگر صورت مسلمانون مین اصلاح کرنے کی بن سکے تو چاہیے کہ اونمین صلح کراوے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کیا مین تمکو وہ بات نہ بتادون جو نماز اور روزون اور خیرات
کے درجہ سے افضل ہو صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمایے آپنے فرمایا کہ آپس مین صلح کرا دینی
اور باہم کی پھوٹ ڈالنا دین کا مٹانیوالا ہی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ
اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ ۔ اور حضرت انس رضہ راوی ہین کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بیٹھے تھے کہ اتنے مین آپ اتنا ہنسے کہ آپکے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے حضرت عمر رضہ نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدا ہون آپ پر میرے والدین آپ کس بات سے ہنسے
آپنے فرمایا کہ میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے دو زانو بیٹھے اور ایک نے عرض کیا کہ یا رب
میرا حق اس سے دلادے اللہ تعالی نے دوسرے کو ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کا حق دیدے اوسنے
عرض کیا کہ الہی میری نیکیون مین سے کچھ نہین رہا جو اوسکو حوالہ کرون اللہ تعالی نے مدعی کو
فرمایا کہ اب تو کیا کریگا اوسکے پاس تو نیکیون مین سے کچھ نہین رہا اوسنے عرض کیا کہ میرے گناہ
کچھ اوس پر کر دیے جاوین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھون سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا
کہ یہ دن بڑا سخت ہی کہ آدمی کو اوس روز یہ حاجت پڑیگی کہ اوسکے گناہ کوئی اپنے ذمہ کر لے پھر
آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مظلوم کو ارشاد فرمایا کہ اپنی آنکھ اوٹھا کر جنت مین نگاہ کر وہ دیکھکر
عرض کرنے لگا کہ یا رب مجھے معلوم ہوتا ہی کہ چاندی کے شہر اور سونے کے محل موتیون سے جڑے ہین

یہ کسی نبی کے ہیں یا صدیق یا شہید کے اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ اوس شخص کے ہیں جو انکا دام دیوے اوسنے عرض کیا کہ پروردگار انکا دام کسکے پاس ہوگا ارشاد ہوا کہ تیرے پاس اونسے عرض کیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی کو معاف کردینا اوسنے عرض کیا کہ الٰہی میں نے معاف کیا اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ تو اوٹھ اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کے اوسکو جنت میں داخل کر پھر آپنے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی سے ڈرو اور آپس میں صلح کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالی قیامت میں اہل ایمان کے درمیان صلح کریگا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا لَیْسَ بِکَذَّابٍ مَنْ اَصْلَحَ بَیْنَ اِثْنَیْنِ فَقَالَ خَیْرًا اَوْ نَمٰی خَیْرًا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں میں صلح کرادینی واجب ہے کیونکہ جھوٹ کا ترک کرنا واجب ہے اور کوئی واجب ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا الا اوس صورت میں کہ دوسرا واجب اوس سے زیادہ موکد ذمہ پر ہوجاوے تو جب دو شخصوں میں صلح کرنیوالا جھوٹا نہ ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ صلح باہم ترک کذب کی نسبت کے زیادہ موکد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کُلُّ الْکَذِبِ مَکْتُوْبٌ اِلَّا اَنْ یَکْذِبَ الرَّجُلُ فِی الْحَرْبِ فَاِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَۃٌ اَوْ یَکْذِبَ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ فَیُصْلِحَ بَیْنَھُمَا اَوْ یَکْذِبَ لِاِمْرَأَتِہٖ لِیُرْضِیَھَا پندرھواں حق یہ ہے کہ سب مسلمانوں کی عیبونکو چھپاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ سَتَرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اور فرمایا کہ جو بندہ دوسرے کی عیب پوشی کریگا اللہ تعالی قیامت کے دن اوسکی عیب پوشی فرمائیگا۔ اور حضرت ابوسعید خدری رح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے بھائی کا کوئی عیب دیکھے اور پھر اوسکو چھپاوے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جب ماعز نے اپنے زنا کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اسکو اپنے کپڑے کے تلے ڈھانپ لیتا تو تیرے حق میں اچھا ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو اپنے عیب کا پوشیدہ رکھنا بھی لازم ہے اسلیے کہ اوسکے خود کے اسلام کا حق اوسکے ذمہ ایسا ہی واجب ہے جیسے غیر کے اسلام کا حق حضرت ابوبکر صدیق رض فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی شراب خوار کو پکڑ پاؤں تو مجکو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی اوسکا عیب چھپاوے اور اگر کسی چور کو پکڑوں تب بھی یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اسکی عیب پوشی فرمائے۔ اور مروی ہے کہ حضرت عمر رض مدینہ منورہ میں ایک رات گشت فرماتے تھے آپنے ایک مرد اور ایک عورت کو زنا کرتے دیکھا صبح کو لوگوں سے کہا کہ اگر بالفرض کوئی امام کسی مرد اور عورت کو زنا کرتے دیکھے اور اون دونوں کو حد مارے تو بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے اونھوں نے عرض کیا کہ آپ امام ہیں آپکو اختیار ہے لیکن حضرت علی مرتضی رض نے فرمایا کہ آپکو حد مارنا جائز نہیں ورنہ تمہارا اوپر

حد قائم کیجائیگی اسلیے کہ خدا تعالیٰ نے زنا کے لیے چار شاہدون سے حکم میں فرمایا پھر آپنے چند روز توقف
کرکے وہی سوال کیا اور سب لوگون نے اپنا پہلا ہی جواب دیا اور حضرت علی رضہ نے بھی وہی فرمایا جو پیشتر
فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضہ کو اس میں تردد تھا کہ حدود الٰہی میں امام کو اپنے علم کے
بموجب حکم دینا جائز ہے یا نہیں اسیلیے بطور مثال فرضی کے اونسے سوال کیا یہ فرمایا کہ مین نے ایسا
دیکھا ہے اس سے یہ نہ سمجھو کہ مین نے ایسا دیکھا ہو کہ یہ امر دریافت نہو تو اس صورت مین اونکا حال بیان کرا گالی
ٹھہرے اور حضرت علی مرتضیٰ رضہ کی رای اسطرف مائل ہوئی کہ امام کو یہ امر جائز نہیں اور شریعت مین
عیب پوشی کے مطلوب ہونیکی بیہ معاملہ بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ سب عیبون مین فاحش تر زنا ہے
جسکا ثبوت چار گواہون سے ہے جو مرد کے عضو کو عورت کے عضو کے اندر اسطرح دیکھین جیسے سرمہ دانی مین
سلائی اور یہ امر کبھی نہین ہوتا اور اگر قاضی اوسکا تحقیقاً معلوم بھی کرلے تو اوسکو جائز نہین کہ اوسکو
افشا کرے تو باب زنا کے انسداد کی حکمت کو دیکھو کہ اوسکے لیے سزا سنگسار کرنا ہے جو سب سے بڑی سزا ہے
مگر اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کو بھی تامل کرو کہ اپنی مخلوق کے گناہگارون پر کیسا بھاری پردہ ڈالا ہے
کہ زنا کا حال کھلنے کا رستہ تنگ کردیا ہے ہمکو توقع ہے کہ قیامت کے دن اوسکے اس کرم عمیم سے ہم
محروم نرہین کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کا عیب دنیا مین چھپاتا ہے
تو اوسکا کرم اس بات کا مقتضی کب ہوگا کہ قیامت میں اوسکو فاش کرے اور اگر دنیا مین فاش
کریگا تو اس بات سے کریم تر ہے کہ دوبارہ اوسکو افشا کرے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ روایت
کرتے ہین کہ ایک رات مدینہ منورہ مین ہم اور حضرت عمر گشت کرتے تھے کہ اتنے مین ہمکو ایک
چراغ معلوم ہوا ہم اوسکی طرف کو چلے جب اوسکے قریب پہونچے تو دیکھا کہ ایک دروازہ بند ہے
اور مکان کے اندر لوگ شور و غل مچاتے ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ
تمکو معلوم ہے کہ کسکا گھر ہے مین نے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ یہ گھر ربیعہ بن امیہ کا ہے
اور یہ سب لوگ اس وقت متوالے ہین تمہاری کیا راے ہے انکو گرفتار کرین مین نے کہا
کہ ہم نے وہ کام کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَلَا تَجَسَّسُوا یعنی بھید کی تلاش
مت کرو پس حضرت عمر رضہ اونکو ویسے ہی چھوڑ کر واپس چلے آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیب کا
چھپانا اور اوسکے درپے نہونا واجب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کو فرمایا
کہ اگر تم لوگون کے عیبون کے درپے ہوگے تو اونکو خراب کردوگے یا قریب ہے کہ اونکو بگاڑ دوگے اور
ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اے گروہ اون لوگون کی زبان سے ایمان لائے اور دل مین

ایمان داخل نہین ہوا مسلمانون کی غیبت مت کرا ور اونکی عیوب کی درپئ نہوا سلیے کہ جو شخص اپنے
بھائی مسلمان کی عیب کے درپئ ہوتا ہی اللہ تعالی اوسکے عیب کی درپئ ہوتا ہی اور جس شخص کی عیب کے
درپئ خدا تعالی ہوتا ہی وہ اوسکو رسوا کردیتا ہی گو اپنی گھر کے اندر ہی رہے - اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ
فرماتے ہین کہ اگر بالفرض مین کسی شخص کو حدود الہی مین سے کسی حد پر دیکھون تو مین اوسکو گرفتار
نکرون اور نہ اوسکے لیے کسیکو بلاؤن یہانتک کہ میرے ساتھہ کوئی دوسرا ہو یعنے دو شاہد ہون تب
البتہ قابل مواخذہ ہو جائیگا - اور کسی بزرگ نے فرمایا کہ مین حضرت ابن مسعود رضہ کی خدمت مین تھا
کہ ایک شخص دوسرے کو پکڑکر آپکے پاس لایا اور عرض کیا کہ یہ متوالا ہے آپنے فرمایا کہ اسکو سونگھو لوگون
نے سونگھا تو معلوم ہوا کہ واقع مین شراب پی ہے آپنے اوسکو قید کیا یہانتک کہ اوسکا خمار جاتا رہا پھر
ایک کوڑا منگایا اور اوسکی چوٹی کی گرہ کھولدی اور جلاد کو فرمایا کہ اسکے کوڑے لگا اور ہاتھ کو اوٹھا کر
لگانا اور سب اعضا پر متفرق لگانا جلاد نے تعمیل ارشاد کی وہ شخص قبا یا کرتہ پہنے ہوئے تھا جب
جلاد کوڑے سے فارغ ہوا تو جو شخص اوس مجرم کو لایا تھا اوس سے آپنے پوچھا کہ تو مجرم کا کون ہے
اوسنے کہا کہ مین اسکا چچا ہون آپنے فرمایا کہ تونے اسکی تعلیم اور تادیب خوب نہ کی اور نہ اوسکی عیب پوشی
کی اور امام کو چاہیے کہ جب حد اوس تک پہونچے تو اوسکی تعمیل کرے اللہ تعالی بہت معاف کرنیوالا ہے
اور معاف کرنیکو پسند فرماتا ہی پھر آپنے یہ آیت پڑھی وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا الآیہ پھر فرمایا کہ مجھے
یاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول کس شخص کا ہاتھہ کاٹا تھا آپ کی خدمت مین ایک
چور حاضر کیا گیا آپنے اوسکا ہاتھہ قطع کیا مگر گویا آپکا چہرہ مکدر ہو گیا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آپنے گویا اسکا ہاتھ کاٹنا برا جانا آپنے فرمایا کہ مجکو برا جاننے کا مانع کون بات ہے
اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار مت بنو اونھون نے عرض کیا کہ پھر آپنے معاف کیون نہ فرمادیا
آپنے فرمایا کہ حاکم کو چاہیے کہ جب حد اوس تک پہونچ جاوے تو اوسکو جاری کرے اللہ تعالی بہت
درگذر کرتا ہی اور درگذر کرنیکو پسند کرتا ہے پھر آپنے یہ آیت پڑھی وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ
أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ اور ایک روایت مین یون ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد آپکا چہرہ ایسا
متغیر ہو گیا گو چہرہ مبارک پر راکھہ پڑگئی ہے - اور مروی ہے کہ حضرت عمر رضہ مدینہ منورہ مین رات کو
گشت کر رہے تھے کہ ایک مکان مین سے ایک مرد کی گانے کی آواز سنی آپ دیوار پر چڑھ گئے دیکھا تو اوسکے پاس
ایک عورت اور شیشہ شراب بھی موجود ہے آپنے فرمایا کہ اے خدا کے دشمن کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالی تیری
پردہ پوشی فرمائیگا اور تو اوسکی نافرمانی کرتا رہیگا اوسنے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ جلدی

نہ فرمایئے اگر مین نے ایک بات مین خدا تعالی کی نافرمانی کی تو آپنے تین باتون مین نافرمانی کی اوسکا ارشاد ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا حالانکہ آپنے تجسس کیا اور اوسنے فرمایا ہے وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا اور آپ میرے پاس دیوار پھاند کر آئے اور وہ فرماتا ہے لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا اور آپ میرے گھر مین بدون اجازت اور سلام کے چلے آئے حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ بھلا اگر مین تجکو چھوڑ دون تو کچھ آگے کو درست ہو جائیگا اوسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر آپ مجکو معاف کر دینگے تو مین ایسی حرکت کے گرد کبھی نہ پھرونگا آپنے اوسکو اوسی حالت پر چھوڑ کر معاودت فرمائی۔ اور ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضہ سے کہا کہ آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے باب مین کسطرح سنا ہے آپنے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالی ایماندار کو اپنے قریب بلاویگا اور اوسکے اوپر اپنا سایہ رحمت کر کے لوگون سے چھپائیگا اور فرمائیگا کہ تو فلان گناہ پہچانتا ہے فلان گناہ یاد ہے وہ عرض کریگا کہ یا رب ہان پہچانتا ہون یہانتک کہ جب اوس سے اوسکے گناہونکا اقرار لے لیگا اور وہ اپنے دل مین سمجھیگا کہ مین تباہ ہوا اوس سے ارشاد فرمائیگا کہ اے میرے بندہ مین نے تیری عیب پوشی دنیا مین اسلیے کی تھی کہ آج تیری خطاؤن کو معاف کرون پھر اوسکو نیکیون کا نامہ دیا جاویگا اور کافرون اور منافقون کا یہ حال ہوگا کہ اونپر گواہ کہینگے کہ یہی لوگ ہین جنہون نے اپنے رب پر جھوٹ بولا آگاہ رہو اللہ کی لعنت ہے ظالمون پر۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًی اِلَّا الْمُجَاهِرِیْنَ اور وہ شخص بھی مجاہر ہوگا جو برا عمل خفیہ کرے پھر اوسکی اطلاع کر دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنِ اسْتَمَعَ سِرَّ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ صُبَّ فِیْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سولھوان حق یہ ہے کہ تہمت کی جگہون سے احتراز کرے تاکہ اہل اسلام کے دل بدگمانی سے اور اونکی زبانین غیبت سے بچی رہین کیونکہ اگر وہ اوسکو برا کہکر خدا تعالی کی نافرمانی کرینگے اور اس معصیت کا باعث وہی شخص ہوگا تو وہ بھی اوسمین شریک ہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے ماباپ کو گالی دے وہ تمہارے نزدیک کیسا ہے لوگون نے عرض کیا کہ بھلا کوئی اپنے ماباپ کو گالی دیتا ہے آپنے فرمایا کہ ہان دوسرے کے ماباپ کو گالی دیتا ہے تو دوسرا اوسکے ماباپ کو گالی دیتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ معصیت کا باعث ہونا ایسا ہے گویا خود اوسکا مرتکب ہوا اور حضرت انس رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے گفتگو فرمائی

کہ اتنے مین کوئی شخص گذرا آپنے اوسکو بلاکر فرمایا کہ یہ میری بی بی صفیہ ہے اوسنے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مین کسی پر گمان کرتا تو یہ نہین تھا کہ آپ پر گمان کرون آپنے
ارشاد فرمایا کہ شیطان آدمی مین اوسکی خون کی جگہہ چلتا ہے اور ایک روایت مین یون ہے کہ
عشرہ آخر رمضان مین آپ اعتکاف مین تھے اور دو شخص گذرے اونسے فرمایا عَلٰی رِسْلِکُمَا اِنَّھَا
صَفِیَّۃُ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یَقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِکُمَا شَیْئًا - اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص
اپنے آپ کو تہمتون کی جگہہ مین کھڑا کرے تو پھر اگر اوسپر کوئی بدگمانی کرے تو بجز اپنے نفس کے اور کسی کو
ملامت نکرے کیونکہ نہ ایسا کرتا نہ کوئی بدگمان ہوتا - اور حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ رستہ پر
ایک عورت سے باتین کرتا ہے آپ اوسکو درہ سے مارنے لگے اوسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہہ میری
بی بی ہے آپنے فرمایا کہ پھر ایسی جگہہ کیون نہین باتین کرتا جہان تجکو لوگ نہ دیکھین - سترھوان
حق یہہ ہے کہ جس شخص کے عندیہ مین اپنی قدر و منزلت ہو اگر اوس سے کسی دوسرے کو کام آپڑے
تو اوس سے کسی کی سفارش کردے اور اوسکی مطلب براری کیلیے جو کچھ اپنے آپ سے ہوسکے کر گذرے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنِّیْ اُوْتٰی وَاُسْاَلُ وَتُطْلَبُ اِلَیَّ الْحَاجَۃُ وَاَنْتُمْ عِنْدِیْ
فَاشْفَعُوْا لِتُؤْجَرُوْا وَیَقْضِی اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْ نَبِیِّہٖ مَا اَحَبَّ - اور حضرت معاویہؓ
راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے سفارش کیا کرو تاکہ تمکو ثواب ملے اور
مین کوئی معاملہ کرنا چاہتا ہون لیکن اوس مین دیر لگاتا ہون کہ تم میرے سامنے سفارش کرو اور
ثواب پاؤ - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ کوئی صدقہ زبان کے صدقہ سے افضل نہین کسی نے
پوچھا زبان کا صدقہ کسطرح ہوتا ہے فرمایا کہ سفارش کرنے سے کہ اوسکے باعث خون محفوظ ہوجاتا ہے
اور دوسرے کو فائدہ پہونچتا ہے اور غیر سے بلا ٹلتی ہے - اور عکرمہؓ حضرت ابن عباسؓ سے راوی ہین کہ
بریرہ کا شوہر ایک غلام مغیث نام تھا اوسکی صورت گویا میرے سامنے ہے کہ بریرہ کے پیچھے کھڑا رو رہا ہے
اور اوسکے آنسو ڈاڑھی پر جاری ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ
عجیب بات ہے کہ مغیث بریرہ کو اتنا چاہتا ہے اور بریرہ اوس سے بشدت متنفر ہے پھر آپنے بریرہ کو فرمایا کہ
خوب ہو جو تو اوسکے پاس پھر جاوے کہ وہ تیرے بچہ کا باپ ہے اوسنے عرض کیا کہ اگر آپ مجکو حکم
فرماتے ہین تو مین ایسا ہی کرون آپنے فرمایا کہ مین حکم تو نہین کرتا ہون بلکہ سفارش کرتا ہون -
اٹھاروان حق یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان سے کلام سے پیشتر سلام سے ابتدا کرے اور سلام کے وقت
مصافحہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص سلام سے پیشتر کلام شروع کرے تو

اوسکو جواب مت دو جبتک کہ اول سلام نہ کرلے - اور ایک صحابی کہتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور سلام نکیا اور نہ اجازت مانگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہٹ جا اور یہ کہہ کہ السلام علیکم مجھے اندر آنے کی اجازت ہے - اور حضرت جابر رض راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے گھرون مین جاؤ تو گھر والون پر سلام کرو کیونکہ جب کوئی تم مین سے سلام کرتا ہے تو اوسکے گھر مین شیطان نہین آتا - اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آٹھہ برس کی آپنے مجکو ارشاد فرمایا کہ اے انس وضو پورا کیا کر کہ اس سے تیری عمر زیادہ ہوگی اور میری امت مین سے جس سے ملے اوس سے سلام کیا کر کہ تیری نیکیان زیادہ ہونگی اور جب تو اپنے گھر مین داخل ہو تو گھر والون کو سلام کیا کر تیرے گھر مین برکت بہت ہوگی اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا - اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَفَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ اور فرمایا جب مسلمان دوسرے پر سلام کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو فرشتے اوسپر ستر بار رحمت بھیجتے ہین اور فرمایا کہ جب مسلمان دوسرے پر گذرتا ہے اور سلام نہین کرتا تو فرشتے تعجب کرتے ہین يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَإِذَا سَلَّمَ مِنَ الْقَوْمِ وَاحِدٌ أَجْزَأَ عَنْهُمْ اور حضرت قتادہ رض سے منقول ہے کہ پہلے لوگون کے لیے ملاقات کا تحفہ سجدہ تھا اللہ تعالی نے اس امت کے لیے سلام عطا فرمایا اور یہ تحفہ اہل جنت کا ہے اور ابو مسلم خولانی جب کسی قوم پر گذرتے تو سلام نکرتے اور کہا کرتے تھے اور تو کوئی وجہ سلام نکرنے کی نہین ہے مگر مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ لوگ میرے سلام کا جواب ندین اور فرشتے اونپر لعنت کرین اور سلام کے ساتھ مصافحہ بھی سنت ہے - اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا سلام علیکم آپنے فرمایا کہ اسکے واسطے دس نیکیان ہین پھر دوسرا شخص آیا اور کہا سلام علیکم و رحمۃ اللہ آپنے فرمایا بیس پھر اور آیا اور کہا سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپنے فرمایا تیس - اور حضرت انس رض کا دستور تھا کہ لڑکون کے پاس کو جاتے تو اونسے سلام کرتے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے - اور عبد الحمید بن بہرام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد مین تشریف لیگئے اور ایک جماعت عورتون کی بیٹھی تھی آپنے اپنے دست مبارک سے سلام کا اشارہ فرمایا اور عبد الحمید راوی حدیث نے بھی اس حدیث کو بیان کرتے وقت ہاتھ سے اشارہ کیا - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لَا تَبْدَأُوا الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارَى بِالسَّلَامِ وَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ

فی الطریق فاضطروھم الی اضیقہ - اور حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا لا تصافحوا اھل الذمۃ ولا تبدأوھم بالسلام فاذا لقیتموھم فی الطریق
فاضطروھم الی اضیقہ - اور حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ یہود کی ایک قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت مین آئی اور کہا السام علیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم حضرت عائشہ رضی
فرماتی ہین کہ مین نے کہا بل علیکم السام واللعنۃ آپنے فرمایا کہ اے عائشہ اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند فرماتا ہے
حضرت عائشہ رضی نے عرض کیا کہ آپنے سنا نہین انھون نے کیا کہا آپنے فرمایا کہ مین نے کہدیا علیکم -
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا یسلم الراکب علی الماشی والماشی علی القاعد
والقلیل علی الکثیر والصغیر علی الکبیر - اور فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ کی مشابہت مت کرو کہ
یہودیون کا سلام انگلیون کے اشارہ سے ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیون کے اشارہ سے ابو عیسیٰ
صاحب ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے - اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے
کسی مجلس مین آوے تو چاہیے کہ سلام کرے اور اگر مرضی ہو تو بیٹھ جاوے پھر جب کھڑا ہو تو سلام کرے
اور اگر مرضی ہو دوسرے کی نسبت کے زیادہ مستحق نہین - اور حضرت انس رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو ایماندار ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اون دونون مین ستر رحمتین تقسیم
کیجاتی ہین اکہتر اوسکو ملتی ہین جو دونون مین سے زیادہ کشادہ پیشانی ہو - اور حضرت عمر رضی فرماتے ہین
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جب دو مسلمان ملتے ہین اور ایک دوسرے کو سلام
کرتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اون دونون کے درمیان سو رحمتین نازل ہوتی ہین نوے تو ابتدا کرنیوالے کو
ملتی ہین اور دس دوسرے کو - اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ مصافحہ دوستی بڑھاتا ہے - اور حضرت
ابوہریرہ رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تتمہ تمہارے آپس کے سلام کا مصافحہ ہے
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مسلمان کا بوسہ لینا اپنے بھائی کو مصافحہ ہے - اور جو شخص دین کا بزرگ ہو
اوسکے ہاتھ کو بوسہ دینا برکت حاصل کرنیکے لیے اور اوسکی تعظیم کے لیے مضائقہ نہین - اور حضرت ابن عمر رضی
فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا ہے - اور کعب بن مالک رضی
راوی ہین کہ جب میری توبہ نازل ہوئی تو مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور
آپکے ہاتھ کو بوسہ دیا - اور مروی ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مجکو اجازت دیجیے کہ آپکے سر اور ہاتھ کو بوسہ دون آپنے اجازت دیدی اوسنے بوسہ دیا سر مبارک
کو دیا - اور حضرت ابوعبیدہ رضی حضرت عمر رضی سے ملے تو آپ سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو بوسہ دیا

اور وہ دونوں جھکر رونے لگے - اور حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے کہ مین نے سلام کیا آپنے جواب سلام نہ دیا یہانتک کہ وضو سے فارغ ہوئے اوسوقت جواب سلام دیا اور ہاتھ بڑہا کر مصافحہ کیا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جانتا تھا کہ مصافحہ کرنا عجمیون کی عادت ہے آپنے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اون دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کسی قوم پر گذرے اور اونپر سلام کرے اور وہ جواب سلام دین تو اوسکو اونپر ایک درجہ کی زیادتی ہوگی کہ اونکو سلام یاد دلایا اور اگر اوسکے سلام کا جواب دینگے تو جو جماعت اوس سے بہتر اور طیب خواہ افضل ہوگی وہ اوسکے سلام کا جواب دیگی (یعنے فرشتے جواب سلام دینگے) اور سلام کے وقت جھکنا ممنوع ہے حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم مین سے کوئی دوسرے کے لیے جھکے یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین عرض کیا کہ ایک دوسرے کو بوسہ دے یا نہین آپنے فرمایا نہین عرض کیا کہ باہم مصافحہ کرے یا نہین آپنے فرمایا ہان - اور معانقہ اور بوسہ کے باب مین سفر سے آنیکے وقت حدیث وارد ہے اور حضرت ابوذرؓ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ملا ہون تبھی آپنے مجھسے مصافحہ کیا ہے اور ایک دن آپنے مجکو تلاش کیا مین گھر نہ تھا جب مجکو معلوم ہوا تو حاضر ہوا آپ تخت پر رونق افروز تھے مجھسے معانقہ فرمایا - اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ بہت اچھا ہے اور علما کی تعظیم کے لیے رکاب کا تھامنا آثار مین آیا ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابت کی رکاب تھامی تھی اور حضرت عمرؓ نے بھی آپکی رکاب تھامی یہانتک کہ آپ سوار ہوگئے اور فرمایا کہ زید بن ثابت اور اونکے ساتھیون سے ایسا ہی کیا کرو - اور کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوجانا مکروہ نہین بشرطیکہ وہ شخص اسکا طالب نہو اور اگر وہ خود چاہے کہ لوگ میری عظمت کرین اور کھڑے ہون تو ایسا صورت مین کھڑا ہونا مکروہ ہے حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ہم لوگون کے نزدیک کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نتھا مگر ہمارا دستور تھا کہ جب آپکو دیکھتے تھے تو کھڑے نہوتے تھے اسلیے کہ جانتے تھے کہ یہ امر آپکے لیے ناپسند ہے - اور مروی ہے کہ آپنے ایک بار فرمایا کہ جب تم مجکو دیکھو تو کھڑے مت ہو جیسے عجمی کرتے ہین اور فرمایا مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ - اور فرمایا لَا يُقِمِ الرَّجُلُ الرَّجُلَ عَنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ وَلَكِنْ تَوَسَّعُوا وَتَفَسَّحُوا - اور اس امر سے اکابر سلف احتراز کرتے تھے اسی نہی کے سبب سے - اور فرمایا کہ جب لوگ اپنی اپنی جگہہ بیٹھ چکین اور کوئی شخص اپنے بھائی کو بلادے اور اوسکو جگہہ دے تو اوسکو

اوسکے پاس چلا جانا چاہیے کیونکہ اوسنے اپنے بھائی کا اکرام کیا اور اگر اوسنے جگہہ نہ دی تو جس شخص جہان زیادہ وسعت پاوے وہان بیٹھہ جاوے۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشاب کرنیکے وقت مین کسی نے سلام کیا آپنے جواب نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قضاء حاجت مین مصروف ہو اوسکو سلام کرنا مکروہ ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ سلام اسطرح ابتدا کرے کہ علیک السلام اس لفظ کو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا تھا آپنے فرمایا کہ علیک السلام مردہ کا تحفہ ہے اسکو تین بار فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو یون کہنا چاہیے السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اور جو شخص کسی مجلس مین آوے اور سلام کرے اور جگہہ بیٹھنے کی نپاوے تو چاہیے کہ وہان سے واپس نجاوے بلکہ صف کے پیچھے بیٹھہ جاوے۔ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین تین شخص آئے اون مین سے دو آپکی طرف بڑھے ایک کو تو تھوڑی سی جگہہ ملگئی وہ اوسمین بیٹھہ گیا اور دوسرا لوگون کے پیچھے بیٹھہ گیا اور تیسرا پشت پھیر کر چلا گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ان تینون شخصون کا حال مین تم سے کہتا ہون کہ ایک تو اللہ تعالی کی طرف لگا اوسکو اللہ تعالی نے جگہہ دی اور دوسرے نے حیا اختیار کی تو اللہ تعالی نے اوس سے حیا کی اور تیسرے نے روگردانی کی تو اللہ تعالی نے اوس سے روگردانی کی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَتَفَرَّقَا۔ اور حضرت ام ہانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپنے پوچھا کہ یہ کون ہے کسی نے عرض کیا کہ ام ہانی ہین آپنے فرمایا کہ مرحبا اے ام ہانی

گیارہون حق یہ ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی عزت اور جان اور مال کو ظالم سے بچاوے بشرطیکہ بچانے پر قادر ہو اور ظالم کو اوس پر سے دفع کرے اور اوسکی طرف ہو کر ظالم سے لڑے اور مظلوم کی ہر طرح مدد کرے کہ اخوت اسلامی کی مقتضا سے یہ امر آدمی پر واجب ہے حضرت ابو درداء رض روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے دوسرے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے برا کہا اور کسی نے دوسرے کی طرف ہو کر اوسکو روکا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی عزت بچاویگا اللہ تعالی پر ضرور ہے کہ قیامت کے دن اوسکو آتش دوزخ سے بچاوے۔ اور حضرت انس رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے اوسکے کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہو اور وہ اوسکی مدد کی طاقت رکھتا ہو اور مدد نہ کرے تو اللہ تعالی اوس سے دنیا و آخرت مین دھر پکڑ کریگا اور جسکے پاس کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہو اور وہ اوسکی مدد کرے تو اللہ تعالی دنیا اور آخرت مین اوسکی مدد کریگا۔ اور

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عزت دنیا میں بچائیگا اللہ تعالی قیامت کے دن اوسکے لیے ایک فرشتہ بھیجیگا کہ اوسکو دوزخ سے بچائے اور حضرات جابر اور ابو طلحہ رضی فرماتے ہیں کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپنے فرمایا کہ جو مرد مسلمان دوسرے مسلمان کی نصرت ایسی جگہ کرے کہ وہاں اوسکی ہتک عزت اور زوال حرمت ہو تو اللہ تعالی اوسکی نصرت ایسی جگہ میں کریگا جہان اوسکا دل نصرت کو چاہتا ہوگا اور جو شخص کسی مسلمان کی طرفداری ایسے موقع میں نکریگا جہان اوسکی حرمت جاتی ہو تو اللہ تعالی اوسکو ایسے موقع میں بے یار و مددگار چھوڑیگا جہان اوسکو مدد کا ملنا محبوب ہوگا بیسوان حق یہ ہے کہ اوسکی چھینک کا جواب دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چھینکنے والے کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ۔ اور جو شخص اوسکا جواب دے وہ یہ کہے یَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ اور چھینکنے والا پھر اوسکو یہ کہے یَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ ۔ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو تعلیم کیا کرتے اور فرماتے کہ جب کوئی تم میں سے چھینکے تو یوں کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ جب وہ یہ کہے تو جو شخص اوسکے پاس ہے وہ کہے یَرْحَمُكَ اللّٰهُ اور جب یاس والے یہ کہلین تو چھینکنے والا یہ کہے يَغْفِرُ اللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھینکنے والے کو جواب دیا اور دوسرے کو نہ دیا دوسرے نے اوسکی وجہ پوچھی آپنے فرمایا کہ اوسنے خدا تعالی کا شکر کیا اور تو چپ ہو رہا ۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو تین بار چھینکنے کا جواب دیا جائے اور زیادہ چھینکے تو زکام ہے ۔ اور مروی ہے کہ آپنے ایک چھینکنے والے کو تین بار جواب دیا جب وہ چوتھی بار چھینکا تو آپنے فرمایا کہ تجھکو زکام ہو گیا ہے ۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تو آواز پست کرتے اور ناک کپڑے یا ہاتھ سے چھپا لیتے اور ایک روایت مین ہے کہ منہ ڈھانپ لیتے تھے ۔ اور حضرت ابو موسی اشعری فرماتے ہین کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اس توقع پر چھینکتے کہ آپ یَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ فرماوین مگر آپ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ فرمایا کرتے ۔ اور عبد اللہ بن عامر اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے نماز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چھینکا اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ كَمَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَبَعْدَمَا يَرْضٰى وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ۔ پھر جب آپنے سلام پھیرا تو استفسار کیا کہ یہ کلمات کسنے کہے تھے اوس شخص نے عرض کیا کہ مین نے کہے تھے اور میری نیت انکے کہنے سے خیر ہی کی تھی آپنے فرمایا کہ مین نے بارہ فرشتون کو دیکھا کہ ہر ایک اونکی طرف مبادرت کرتا تھا کہ کونسا اونکو لکھے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس چھینک ہوا اور وہ پہلے الحمد للہ کہے تو اوسکو درد گردہ نہوگا ۔ اور ایک حدیث مین فرمایا اَلْعُطَاسُ مِنَ اللّٰهِ وَالتَّثَاؤُبُ

مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَضَعْ یَدَہٗ عَلٰی فِیْہِ فَاِذَا قَالَ آہ آہ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَضْحَکُ مِنْ جَوْفِہٖ - اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہین کہ جب آدمی جمائی کی حالت میں چھینکے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ اپنے جی مین الحمد للہ کہلے - اور کعب احبار رض حضرت موسی علیہ السلام کا حال فرماتے ہین کہ آپنے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی تو قریب ہے کہ مین آہستہ کچھ تجھسے کہون یا بعید ہے کہ تجکو آواز دون ارشاد ہوا کہ جو کوئی مجکو یاد کرتا ہے مین اوسکا جلیس ہون عرض کیا کہ ہم ایسے حال مین ہوتے ہین کہ اوسمین تیرا ذکر کرنا مخل ہو جیسے جنابت اور قضاء حاجت ہے ارشاد ہوا کہ میرا ذکر ہر حال مین کرو -

اکیسوان حق یہ ہے کہ اگر کسی شریر سے پالا پڑے تو چاہیے کہ اوس سے خوش خلقی کرکے محفوظ رہے بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایماندار سے اخلاص دلی کرنی چاہیے اور بد کار سے اوسکے کردار کو مخالف کام کرنا چاہیے کیونکہ وہ ظاہری خوش خلقی سے راضی ہو جاتا ہے - حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ ہم بعض لوگون کے سامنے ہنستے ہین اور ہمارے دل اونکو لعنت کرتے ہین اور ظاہر داری کے معنے یہی ہین اور یہ امر ایسے ہی لوگون کے ساتھ ہوتا ہے جنکی شر سے ڈر ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اور حضرت ابن عباس رض وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ سیئہ سے مراد فحش اور ایذا ہے اور حسنہ سے سلام اور مدارات - اور آیت وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ مین فرماتے ہین کہ خوف در جا اور حیا اور مدارات سے مراد ہے - اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آنے کی اجازت چاہی آپنے فرمایا کہ اوسکو آنے دو کہ یہ اپنی قوم مین نہایت برا شخص ہے جب وہ اندر آیا تو آپ نے اوس سے ایسی نرمی باتون مین فرمائی کہ مجکو یہ گمان ہوا کہ آپ کے نزدیک اوسکی کچھ عزت ہے جب وہ چلا گیا تو مین نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ جسوقت وہ آنیکو تھا اوسوقت تو آپنے وہ کچھ فرمایا پھر اوسکے ساتھ نرم گفتگو فرمائی آپنے فرمایا کہ اے عائشہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب مین برا مرتبہ اوس شخص کا ہوگا جسکو لوگ اوسکے فحش کے خوف سے چھوڑ دین - اور ایک حدیث مین ہے کہ جس چیز کو دیکر آدمی اپنی عزت بچاوے وہ اوسکے حق مین صدقہ ہے اور آثار مین وارد ہے کہ لوگون سے اختلاط اونکے اعمال کی بموجب کرو اور دلون سے اونسے علیحدہ رہو - اور محمد بن حنفیہ رض فرماتے ہین کہ جو شخص ایسے لوگون سے جنکی صحبت سے مفر نہین باخلاق پیش نہ آوے جبتک کہ خدا تعالیٰ کوئی راہ نکالے تو وہ دانشمند نہین

بائیسوان حق یہ ہے کہ توانگرون کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرے اور مساکین سے اختلاط رکھے

اور یتیموں کے ساتھ سلوک کرے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا
وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عہد
سلطنت میں جب مسجد میں داخل ہوتے اور کسی مسکین کو دیکھتے تو اوسکے پاس بیٹھتے اور فرماتے کہ
مسکین دوسرے مسکین کا ہمنشین ہوا اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو کسی لفظ سے پکارا جانا
اتنا محبوب نتھا جتنا یا مسکین کہکر پکارا جانا اچھا معلوم ہوتا تھا- اور کعب احبار سے مروی ہے
کہ قرآن میں جس جگہ یا ایہا الذین آمنوا ہے وہ توریت میں یا ایہا المساکین ہے- اور عبادہ بن
صامت رضہ فرماتے ہیں کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں تین توانگروں کے لیے ہیں اور تین عورتوں کے
اور ایک فقرا اور مساکین کیواسطے ہے- اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ کسی نبی
نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی میں کسطرح جانوں کہ تو مجھسے راضی ہے ارشاد ہوا کہ اس بات کو
دیکھ لے کہ مساکین تجھسے راضی ہیں- اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو مُردوں کے
پاس بیٹھنے سے بچاؤ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مُردے کون ہیں آپ نے
فرمایا کہ توانگر- اور حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی میں تجھکو کہاں تلاش کروں ارشاد ہوا
کہ شکستہ دلوں کے پاس- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فاجر کی نعمت پر رشک مت کرو
کیونکہ تمکو معلوم نہیں کہ مرنے کے بعد اوسکا کیا حال ہوگا اوسکے پیچھے تو ایک طالب جلد باز لگا ہوا ہے
اور یتیم کی تیمارداری کے فضائل ان روایات سے معلوم ہوتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شخص کہ کسی ایسے یتیم کو اپنے پاس بالغ ہونے تک رکھے جسکے ماں باپ مسلمان تھے تو اوسکے لیے یقینا
جنت واجب ہے اور فرمایا اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ کَهَاتَیْنِ یُشِیْرُ بِاِصْبَعَیْہِ اور فرمایا جو شخص یتیم
کے سر پر رحم کا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر کو اوسکا ہاتھ گذریگا ہر ایک بال کی عوض میں ایک
نیکی اوسکو ملیگی- اور فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں سے اچھا وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور اوسکے ساتھ
سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں برا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اوسکے ساتھ برائی کیجاتی ہو
تیئیسواں حق یہ ہے کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرے اور اوسکے دل میں خوشی داخل کرنے کی
کوشش کرے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ
اور فرمایا اِنَّ اَحَدَکُمْ مِرْاٰۃُ اَخِیْہِ فَاِذَا رَاٰی فِیْہِ شَیْئًا فَلْیُمِطْہُ عَنْہُ اور فرمایا کہ جو شخص اپنے
بھائی کی حاجت پوری کردے تو گویا تمام عمر اللہ تعالی کی خدمت کرے- اور فرمایا کہ جو شخص کسی ایماندار
کو راحت پہونچاوے اللہ تعالی قیامت کے دن اوسکو آرام دیگا- اور فرمایا کہ جو شخص رات خواہ دن میں

ایکساعت اپنے بھائی کے کام میں جائیگا خواہ اوسکو پورا کرے یا نہ کرے یہ امر اوسکے حق میں دو مہینے کے اعتکاف سے بہتر ہوگا۔ اور فرمایا جو شخص غمزدہ ایماندار کی مشکل آسان کرے یا کسی مظلوم کی مدد کرے اللہ تعالی اوسکو تہتر مغفرت بخشیدے۔ اور فرمایا اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُومًا فَقِيْلَ كَيْفَ يَنْصُرُ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک یہ امور زیادہ محبوب ہین ایماندار کا دل خوش کرنا اوس سے کسی غم کو ٹالنا اوسکا قرض ادا کرنا اور بھوکا ہو تو کھانا کھلانا۔ اور فرمایا جو شخص کسی ایماندار کو منافق سے بچاوے جو اوسکو دق کرتا ہو تو اللہ تعالی قیامت کے دن اوسکے پاس ایک فرشتہ بھیجیگا جو اوسکے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائیگا۔ اور فرمایا کہ دو خصلتین ایسی ہین کہ اون سے زیادہ کوئی برائی نہین ایک حق تعالی کے ساتھہ شریک کرنا دوسرے اللہ تعالی کے بندون کو ضرر پہونچانا۔ اور دو خصلتین ایسی ہین کہ اون سے بڑھکر کوئی نیکی نہین اول اللہ تعالی پر ایمان لانا دوم اوسکے بندون کو فائدہ پہونچانا۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمانون کی غمخواری نکرے وہ اون سے نہین۔ اور حضرت معروف کرخی فرماتے ہین کہ جو کوئی ہر روز تین بار یہ دعا پڑھ لیا کرے اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ تعالی اوسکو ابدال مین لکھیگا۔ اور ایک روز علی بن فضیل رونے لگے لوگون نے پوچھا آپ کیون روتے ہین فرمایا کہ مجکو اوس شخص کے حال پر رونا آتا ہے جسنے مجھپر ظلم کیا ہے کہ کل کو خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا اور اوس سے پوچھا جائیگا کہ ظلم کیون کیا تھا اور اوسکے پاس کوئی حجت نہوگی

چوبیسوان حق یہ ہے کہ بیمار پرسی کرے کہ اس حق کے ثابت ہونے اور ثواب پانے کو جان پہچان اور مسلمان ہونا مریض کا کافی ہے اور بیمار پرسی کے آداب یہ ہین کہ بیمار کے پاس تھوڑا بیٹھنا اور اوس سے کمتر سوال کرنا اور اوسکے حال پر ترس ظاہر کرنا اور شفا کی دعا مانگنی اور اوس جگہہ کی قباحت سے نگاہ نیچے رکھنی۔ اور اجازت چاہنے کا طریق یہ ہے کہ دروازہ کے مقابل کھڑا نہو اور نرمی سے کواڑ کھٹکھٹاوے اور جب کوئی پوچھے کون ہے تو یہ نہ کہے کہ مین ہون اور نہ یون پکارے کہ او لڑکے بلکہ الحمد للہ یا سبحان اللہ کہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت کامل یہ ہے کہ اوسکی پیشانی یا ہاتھ پر اپنا ہاتھہ رکھکر پوچھو کہ کیسے ہو اور سلام کی تکمیل مصافحہ ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص بیمار کی عیادت کرے وہ گویا جنت کے نخلستان مین بیٹھا ہے یہان تک کہ جب اوٹھتا ہے اوسپر ستر ہزار فرشتے متعین ہوتے ہین کہ رات تک اوسپر رحمت بھیجتے۔ اور فرمایا جب کوئی آدمی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو رحمت مین داخل ہوتا ہے اور جب بیمار کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اوسکے اندر مستحکم ہو جاتی ہے

اور فرمایا کہ جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت یا زیارت کرتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تو اچھا ہوا
اور تیری رفتار طیب ہوئی اور تو نے جنت میں ایک گھر بنا لیا- اور فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو
اللہ تعالی اوسکے پاس دو فرشتے بھیجتا ہے اور اونکو حکم دیتا ہے کہ دیکھو یہ اپنے عیادت کرنیوالوں سے
کیا کہتا ہے پس اگر عیادت کرنیوالوں کے آنے پر مریض مذکور خدا تعالی کی حمد و ثنا کرتا ہے تو فرشتے یہ بات
جناب الہی میں عرض کرتے ہیں حالانکہ وہ خود زیادہ جانتا ہے پس اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مجھپر لازم ہے
کہ اگر میں اس بندہ کو وفات دونگا تو اوسکو جنت میں داخل کرونگا اور اگر اوسکو تندرستی بخشونگا تو اوسکے
گوشت سے بہتر گوشت بدل دونگا اور خون سے بہتر خون اور اوسکے گناہ معاف کرونگا- اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی جس کی بہتری چاہتا ہے اوسکو مبتلاء مصائب کرتا ہے کہ گناہوں
سے پاک ہو جائے- اور حضرت عثمان رضہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری
عیادت کی اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ الْأَحَدِ الصَّمَدِ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ مِنْ شَرِّ مَا تَجِدُ اسکو کئی بار آپنے فرمایا- اور ایک بار حضرت علی مرتضی رضہ
بیمار ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یوں کہو اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ
تَعْجِيْلَ عَافِيَتِكَ وَصَبْرًا عَلٰى بَلِيَّتِكَ أَوْ خُرُوْجًا مِنَ الدُّنْيَا إِلٰى رَحْمَتِكَ کہ انمیں سے
ایک بات تمکو عنایت ہوگی- اور بیمار کو مستحب ہے کہ یوں کہے أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ
اور حضرت علی مرتضی رضہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو پیٹ کی بیماری ہو جائے تو چاہیے کہ اپنی بی بی
سے اوسکی مہر میں سے کچھ مانگے اور اوسکا شہد خرید کر مینہ کے پانی میں ملا کر پی جائے تو اوسکو یہ نسخہ
رچتا بچتا اور برکت کی شفا ہوگی یعنے اسلیے کہ ان تینوں چیزوں کے باب میں قرآن مجید میں یہی
صفات مذکور ہیں مہر میں فرمایا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا اور شہد کے باب میں فرمایا فِيْهِ شِفَآءٌ
لِّلنَّاسِ اور مینہ کے لیے فرمایا وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضہ کو فرمایا کہ کیا میں تجکو ایسی بات نہ بتا دوں جو اسکے شایان تر ہے
کہ اگر آدمی اپنے مرض سے اول ہی کے گر نہیں پڑھ لے تو اللہ تعالی اوسکو دوزخ سے نجات دے
حضرت ابوہریرہ نے عرض کیا کہ بہتر ارشاد فرمائیے آپنے فرمایا پڑھ لیا کرو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يُحْيِيْ
وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا
طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا إِنَّ كِبْرِيَاءَ رَبِّنَا وَجَلَالَهٗ وَقُدْرَتَهٗ
بِكُلِّ مَكَانٍ اَللّٰهُمَّ إِنْ أَنْتَ أَمْرَضْتَنِيْ لِتَقْبِضَ رُوْحِيْ فِيْ مَرَضِيْ هٰذَا فَاجْعَلْ رُوْحِيْ فِيْ أَرْوَاحِ مَنْ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنْكَ

وباعدنی من النار کما باعدت بینی وبین الذین سبقت لہم منک الحسنی اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت اتنی ہو جتنی مدت اونٹنی کو دو بار دوہنے میں لگتی ہے - اور طاؤس رح
فرماتے ہیں کہ افضل عیادت وہ ہے جو سب سے ہلکی اور جلد ہو - اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا
کہ بیمار پرسی ایک بار تو سنت ہے اور زیادہ ہو تو نفل ہے - اور بعض اکابر نے فرمایا کہ عیادت تین دن
کے بعد چاہیے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیادت ناغہ دیکر کرو اور اوس میں نرمی اختیار کرو
اور مریض کے لیے مجمل آداب یہ ہیں کہ اچھی طرح صبر کرے اور شکایت اور اضطراب کم کرے اور التجی بدعا کرے
اور دوا کے ساتھ خالق دوا پر توکل رکھے - پچیسواں حق یہ ہے کہ اونکے جنازہ کے ہمراہ جاوے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ شَیَّعَ جَنَازَۃً فَلَہٗ قِیْرَاطٌ مِنَ الْاَجْرِ فَاِنْ وَقَفَ حَتّٰی تُدْفَنَ فَلَہٗ
قِیْرَاطَانِ - اور حدیث صحیح میں ہے کہ قیراط کوہ احد کی مثل ہے اور جب حضرت ابوہریرہ
نے اس حدیث کو بیان کیا اور حضرت ابن عمر رضہ نے سنا تو فرمایا کہ ہمنے اب تک بہت سے قیراطوں کو
ذخیرۂ آخرت کر لیا ہے - اور ہمراہی جنازہ سے مسلمان کا حق ادا کرنا اور عبرت حاصل کرنی مقصود ہے
مکحول دمشقی جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے ہیں ہم بھی آتے ہیں نصیحت پوری ہے مگر غفلت چھا رہی ہے
پہلے لوگ چلے جاتے ہیں اور پچھلے نہیں سمجھتے - اور مالک بن دینار رح اپنے بھائی کے جنازہ کے ساتھ
نکلے روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ بخدا مجکو چین نہ پڑیگی جبتک یہ جان لوں کہ تمہارا انجام کیا ہوا اور
زندگی بھر تو واللہ مجکو یہ حال کیوں کھلتا ہے - اور اعمش رح فرماتے ہیں کہ ہم جنازوں پر حاضر ہوتے تھے
مگر نہ پہچانتے تھے کہ تعزیت اور تسلی کسکی کریں کیونکہ اندوہ و ملال سبکو یکساں ہوتا تھا - اور ابراہیم زیات
نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک مردہ پر دعاء رحمت کرتے ہیں فرمایا کہ اگر تم اپنے لیے دعاء رحمت کرو تو بہتر ہے
اسلیے کہ یہ مردہ تو تین ہولوں سے نجات پا چکا یعنی ملک الموت کی صورت دیکھ چکا اور موت کی
تلخی بھی چکھ لی اور خاتمہ کی خوف سے مامون ہوا اور تمکو یہ سب باتیں باقی ہیں - اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلٰثَۃٌ فَیَرْجِعُ اثْنَانِ وَیَبْقٰی وَاحِدٌ یَتْبَعُہٗ اَہْلُہٗ وَمَالُہٗ
وَعَمَلُہٗ فَیَرْجِعُ اَہْلُہٗ وَمَالُہٗ وَیَبْقٰی عَمَلُہٗ - چھبیسواں حق یہ ہے کہ اونکی قبروں کی زیارت کرے
اور اس سے مقصود دعا اور عبرت اور دل کا نرم کرنا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے
جو دیکھنی کی جگہیں دیکھی ہیں اون سب سے قبر زیادہ ہولناک ہے - اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلے آپ قبرستان میں تشریف لائے اور ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے
اور لوگوں کی نسبت آپ سے بہت قریب تھا آپ روئے تو ہم بھی روئے آپ نے پوچھا کہ تم کیوں روئے

جنے پوچھا کہا کہ آپ کے رونے کی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ یہ قبر آمنہ بنت وہب یعنی والدہ ماجدہ کی ہے
مین نے اپنے رب سے اجازت زیارت کی مانگی تو اجازت عنایت فرمائی پھر مین نے درخواست کی کہ اونکا
دعا مغفرت کرون اسکو اللہ تعالی نے نہ مانا اسوجہ سے مجکو وہ رقت ہوئی جو اولاد کو ہوا کرتی ہے۔
اور حضرت عثمان رضہ جب قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپکی داڑھی تر ہو جاتی اور فرماتے کہ مین نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ فَاِنْ نَجَا مِنْهُ
صَاحِبُهُ فَمَا بَعْدَهُ اَيْسَرُ وَاِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ اَشَدُّ اور مجاہد رح فرماتے ہین
کہ آدمی سے اوسکی قبر اول یہ کلام کرتی ہے کہ مین کیڑون کا گھر ہون تنہائی کا مکان ہون خانہ غربت
ہون منزل ظلمت ہون یہ چیزین مین نے تیرے لیے رکھہ چھوڑی ہین تو نے میرے لیے کیا سامان کیا ہے
اور حضرت ابوذر رضہ فرماتے ہین کہ سنو مین تمکو اپنی مفلسی کا دن بتاتا ہون وہ روز ہے جس دن مین
قبر مین رکھا جاؤنگا۔ اور حضرت ابو درداء قبرون کے پاس بیٹھتے لوگون نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مین
ایسے لوگون کے پاس بیٹھتا ہون کہ مجکو آخرت کی یاد دلاتے ہین اور اگر اونکے پاس سے چلا جاتا ہون
تو میری غیبت نہین کرتے۔ اور حاتم اصم رح فرماتے ہین کہ جو شخص قبرستان مین گذرے اور اپنے واسطے
فکر نکرے اور اونکے لیے دعا مانگے تو وہ اپنے نفس کی اور اونکی خیانت کرتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے
کہ ہر ایک رات کو ایک منادی پکارتا ہے کہ اے قبر والو تم کن لوگون کا رشک کرتے ہو وہ کہتے ہین
کہ ہم اہل مسجد کا رشک کرتے ہین کہ وہ روزے رکھتے ہین اور نماز پڑھتے ہین اور اللہ کا ذکر کرتے ہین اور
ہمکو یہ باتین میسر نہین۔ اور حضرت سفیان فرماتے ہین کہ جو شخص قبر کو زیادہ یاد رکھیگا وہ اوسکو جنت
کے باغون کا ایک باغ پائیگا اور جو اوسکی یاد سے غافل ہوگا وہ اوسکو دوزخ کے گڑھون کا ایک
گڑھا پائیگا۔ اور ربیع بن خثیم نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی جب اپنے دل مین سختی پاتے تو
اوسکے اندر لیٹتے اور ساعت بھر ٹھہر کر کہتے رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي اَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ
پھر فرماتے کہ اے ربیع اب تو لوٹا دیا گیا اب عمل کر لے پیشتر اسکے کہ لوٹایا نجائے۔ اور میمون بن مہران
کہتے ہین کہ مین حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے ساتھ قبرستان مین گیا جب آپنے قبرون کو دیکھا
تو رو پڑے اور فرمایا کہ اے میمون یہ قبرین بنی امیہ میرے آبا کی ہین گویا دنیا کے لوگون کی لذتون مین
کبھی شریک نتھے دیکھو اب پچھڑے پڑے ہین اور صرف تھی کہانی رہگئے کیڑے انکے بدنون کو کھاتے ہین
پھر آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا مین ان لوگون سے زیادہ کسی کو نہین جانتا کہ عیش کیا ہوا اور
اللہ تعالی کے عذاب سے مامون ہو۔ اور تعزیت اور تسلی دینے والے کے آداب یہ ہین کہ انکسار ظاہر

اور غم کا اظہار اور قلت کلام اور ترک تبسم کو ملحوظ رکھو اور جنازہ کی ہمراہی کے آداب خشوع اور ترک سخن اور میت کی حال
تامل کرنا اور اپنی موت کو سوچنا اور اوسکے سامان کی تیاری کی فکر کرنا اور جنازہ کے قریب پڑہتا ہوا چلنا ہین اور جنازہ
لیجانا سنت ہے۔ یہ باتین ہین جنسے عام خلق کے ساتھ بسر کرنیکے آداب معلوم ہوتی ہین اور مجملاً آداب جوان سبکے جا
یہ ہین کسی کو حقیر مت جانو خواہ زندہ ہو یا مردہ ورنہ تباہ ہو جاوگی اسلیے کہ تمکو کیا خبر ہے شاید وہی تمسے بہتر ہو کیونکہ
فاسق ہے مگر شاید خاتمہ نیکبختی پر ہوا اور تمہارا خاتمہ اوسکے حال کی موجب ہو۔ اور کسی کو دنیا کی حالت کا اعتبار
بچشم تعظیم نہ دیکھو کیونکہ اللہ تعالی کی نزدیک دنیا حقیر ہے اور اوسکی چیزین ذلیل اور جس صورت مین تمہارے نفس
دنیا والوان کی عظمت ہوگی تو دنیا کی چاہنے ہوگی اسلیے خدا تعالی کی نظرون سے گر جاوگے۔ اور اونکو اپنا دین اس غرض
مت دو کہ اون سے دنیا حاصل کرو ورنہ اونکی نظرون مین حقیر ہو جاوگے پھر دنیا بھی نہ ملیگی اور اگر ملی بھی تو ادنی چیز
عمدہ چیز عوض مین اونکو بیچوگے اور اون سے دشمنی مت کرو اسطرح کہ عداوت ظاہر ہو جاوے اور پھر اسی کے ہو رہو اور د
سب اسی مین چلی جاوے اور اونکا دین تمہاری باب مین جاتا رہے ہان اگر کوئی بات دین کی خرابی کی اونسے نظر پڑے
تو اونکے برے افعالون سے عداوت رکھو اور اونپر بچشم ترحم نظر کرو کہ بیچارے خدا تعالی کی نافرمانی کرنیسے مستحق اوسکے
اور عذاب کے ہوگئے اونکو یہی عذاب کافی ہے کہ دوزخ مین جاوینگے تمکو کیا ضرورت ہے کہ اونسے عداوت کرو۔ اور
دوستی اور منہ پر تعریف کرنے اور ظاہر مین تمکو دیکھکر خوش ہونے پر اطمینان مت کرو اسلیے کہ اگر یہ باتین تلاش کر
واقع مین ظاہر کے مطابق سو مین سے ایک مین پاوگے بلکہ عجب نہین کہ ایسا شخص نہ ملے کہ جسکا ظاہر و باطن یکسان ہو
اپنے حالات کی شکایت اونسے نکرو ورنہ اللہ تعالی تمکو اونہین کے حوالہ کریگا۔ اور یہ توقع نکرو کہ غیبت و باطن
وہ تمہاری حق مین ایسے ہین جیسے سامنے ظاہر ہین کیونکہ یہ طمع جھوٹی ہے ایسے لوگ کہان ملتے ہین اور اونکے
پاس کی چیزون مین طمع مت کرو کہ سرو ست تمکو ذلت ہوگی اور غرض بھی پوری نہ ہوگی۔ اور اگر تمکو اونکی حاجت
تو تکبر کی راہ سے اونکو کاٹ کھانیکو نہ دوڑو اور اگر اپنا استغنا ظاہر کرنیسے تکبر کروگے تو اللہ تعالی اسکی سزا یہ دیگا کہ تمکو او
محتاج کرنی پڑیگی اور جب کسی بھائی سے حاجت مانگو اور وہ پوری کر دے تو وہ بھائی کام کا ہے اور اگر پوری نہ کرے تو
عتاب مت کرو ورنہ دشمن ہو جاویگا اور مدت تک اوسکا رنج تمکو کھینچنا پڑیگا۔ اور جس شخص کو جانو کہ یہ کہنا نمانیگا او
دشمن ہو جاویگا اوسکو نصیحت مت کرو بلکہ اوسکی نصیحت اسطرح ہے کہ کنایۃً اور علی الاطلاق بیان کیا جاوے خاص کسیکی
صریح نہو۔ اور جب تم دیکھو کہ لوگ تمہاری تعظیم کرتے ہین اور سلوک سے پیش آتے ہین تو اللہ تعالی کا شکر کرو جسنے انکو
تمہارے لیے مسخر کر دیا اور اللہ تعالی سے پناہ مانگو اس بات سے کہ تمکو اونکے حوالہ کرے۔ اور جب تمکو خبر پہونچے کہ لوگ میری غیبت
کرتے ہین یا اونکی کوئی شرارت دیکھو یا کوئی برائی اونسے تمکو پہونچے تو اونکا معاملہ خدا تعالی کے سپرد کرو اور اونکی شر
سے پناہ مانگو اپنے نفس کو مکافات کی فکر مین مشغول مت کرو ورنہ ضرر زیادہ ہوگا اور اس شغل مین عمر مفت برباد جائیگی۔

اوس سے یہ نکہو کہ تمنے ہماری قدر و منزلت نہ پہچانی اور یہ عقیدہ رکھو کہ اگر تم قدر و منزلت کے مستحق ہوگی تو اللہ تعالی
کے دل میں ڈال ہی دیگا کیونکہ دلوں میں محبت اور بغض کا ڈالنا خدا الٰہی ہے - اور نیز یاد رہے اسطرح ہو کہ حق بات کو سنو
اور باطل سے بہرے ہو اونکے حق کو زبان پر لاؤ اور باطل سے سکوت کرو - اور اکثر لوگون کی صحبت سے احتراز کرو کہ وہ لغزش
معاف کرین نہ خطا کو ڈھکین نہ عیب کو چھپائین حساب کوڑی کوڑی کا کرین تھوڑی بہت پر حسد کرین اپنا انتقام لیں
سے اوسکا انصاف نکرین بھول چوک پر مواخذہ کرین مجمعون میں عفو کرنے سے ایذا دین بھائیوں کو بہکائین اور چغلی اور بہتان سے
مفارقت کرائین اکثرون کی صحبت مین نقصان اور زیان ہے اور اوس سے علیحدہ رہنا ہی زیبا اور شایان - اگر خوش ہوئی تو
ظاہر خوشامد ہے اور ناخوش ہوئی تو دل مین کینہ اور حسد ہے کینہ کی حالت مین اوس سے عین الموجود ہے خوشامد کی حالت
مین توقع سود ہے بظاہر دیکھنے میں لباس ہین اور باطن مین موذی خناس کہان کہان خیال دوڑاتے ہین تمہارے پیچھے
ملون سے اشارے اڑاتے ہین دوستون کا یہ وقار ہے کہ حسد کو مارے اور اوسکی موت کا انتظار ہے جلسون مین تمہاری خطائین
شمار کرین تا کہ غصہ اور وحشت کیحالت مین اون سب کی تیر بھر بار کرین - اور جسکو خوب نہ آزمالو اوسکی دوستی پر اعتماد نکرو
اور ایسا طور یہ ہے کہ مدت تک ایک مکان خواہ ایک جگہ میں اوسکے ساتھ رہو اور بحالی اور معزولی اور توانگری اور مفلسی میں
اوسکو دیکھو یا اوسکے ساتھ کوئی سفر کرو یا روپیہ اشرفی کا معاملہ اوس پر کرو یا تمکو کوئی سختی پیش آوے اور اوس مین
اوسکے محتاج ہو تو ان باتون مین اگر اوسکو اچھا پاؤ تو اگر وہ عمر مین تمسے بڑا ہے تو اوسکو بمنزلہ باپ کی جانو اور اگر چھوٹا ہے تو
میان تصور کرو اور اگر برابر ہو تو بھائی بناؤ - غرضکہ خلق کے ساتھ بسر کرنیکے یہ آداب ہیں جو مذکور ہوئی -

بیان ہمسایہ کے حقوق کے ذکر مین - واضح ہو کہ جسقدر اخوت اسلامی کے حق ہین ہمسائگی کے اوس سے سوا ہین
اسی سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ہمسایہ مسلمان ہوگا تو اوسکا حق بہ نسبت اور مسلمانون کے زائد ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ ہمسایہ تین ہین اول وہ جسکا ایک حق ہو دوم وہ جسکی دو حق ہوں سوم وہ جسکی تین حق ہوں جسکے تین حق ہیں
وہ مسلمان ہمسایہ رشتہ دار ہے کہ اوسکو حق ہمسائگی اور حق اسلام اور حق قرابت حاصل ہے اور جسکے دو حق ہین
وہ مسلمان ہمسایہ ہے کہ اوسکو حق ہمسائگی اور حق اسلام ہے اور جسکا ایک حق ہے وہ مشرک ہمسایہ ہے - تو دیکھنا چاہیے کہ شارع
اسلام نے صرف ہمسائگی کے سبب سے مشرک کا حق ثابت کیا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص تیرے ہمسایہ مین ہو
اوس سے ہمسائگی اچھی طرح کر کہ اس سے تو مسلمان ہو جائیگا اور فرمایا مَا زَالَ جِبْرَئِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ
أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ اور فرمایا - مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ اور فرمایا
لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يَأْمَنَ جَارُهُ بَوَائِقَهُ اور فرمایا قیامت کے دن اول جو باہم دو شخص خصومت کرینگے وہ
ہمسائے ہونگے - اور فرمایا جب تو نے اپنے ہمسایہ کے کتے کو کچھ پھینک مارا تو تو نے اوسکو ایذا دی - اور کہتے ہین کہ ایک شخص
حضرت ابن مسعود رضی کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے کہ وہ مجھکو ستاتا ہے اور گالی دیتا ہے اور تنگ کرتا ہے

آپنے فرمایا کہ جاؤ اگر دوستے تمہارے باب مین خدا تعالی کی نافرمانی کی تو تم اوسکے باب مین خدا تعالی کی اطاعت کرو
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ فلانی عورت دنکو روزہ رکھتی ہے اور رات بھر عبادت کرتی ہے
مگر اپنے پردسیون کو ستاتی ہے آپنے فرمایا کہ وہ دوزخ مین جائیگی - اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
حاضر ہو کر ہمسایہ کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ صبر کر پھر تیسری یا چوتھی بار کی شکایت مین آپنے فرمایا کہ اپنا اسباب رستہ مین
ڈالدے وہ شخص کہتا ہے کہ لوگ اسباب کے پاس آتے تو پوچھتے کہ تجھے کیا ہوا ہے کوئی کہدیتا کہ اسکے ہمسایہ نے اسکو ستایا ہے
تو وہ کہتے کہ خدا تعالی اوسپر لعنت کرے غرضکہ وہ ہمسایہ اوسکے پاس آیا اور کہا کہ اپنا اسباب اوٹھا لے بخدا کہ اب دوبارہ
ایسی حرکت نکرونگا - اور زہری رضہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اپنے ہمسایہ کی شکایت
کرنے آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد شریف کے دروازہ پر پکار دیا جاوے کہ سنلو چالیس گھر ہمسایہ ہین زہری
فرماتے ہین کہ چالیس ادہر اور چالیس اودہر اور چالیس ایسے اور چالیس ویسے اور چارون طرف کو اشارہ کیا - اور
ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ برکت اور نحوست عورت اور مکان اور گھوڑے مین ہے عورت کا مبارک ہونا یہ ہے کہ مہر تھوڑا ہونا
اور نکاح سہولت سے ہونا اور اوسکا خوش خلق ہونا اور اوسکی نحوست یہ ہے کہ مہر کا زیادہ ہونا اور نکاح بدشواری ہونا اور
اوسکا خلق برا ہونا اور مکان کا مبارک ہونا یہ ہے کہ فراخ ہو اور ہمسایہ کے لوگ اچھے ہون اور اوسکی نحوست یہ ہے کہ
تنگ ہو اور ہمسایہ برا ہو اور گھوڑے کا مبارک ہونا اوسکا فرمانبردار ہونا اور عادتون کا اچھا ہونا ہے اور اوسکی نحوست
عیبی اور بدرکاب ہونا ہے - اب جاننا چاہیے کہ ہمسایہ کا حق یہی نہین کہ اوسکو ایذا نہ دیجیے کیونکہ یہ بات اینٹ پتھر وغیرہ
مین بھی ہے کہ اونسے ایذا نہین پہونچتی بلکہ یہ چاہیے کہ اگر ہمسایہ ایذا دے تو برداشت کرے اور صرف برداشت ہی پر اکتفا
نکرے بلکہ اوسکے ساتھ نرمی کرے اور سلوک اور احسان سے پیش آوے کیونکہ کہتے ہین کہ مفلس ہمسایہ قیامت کے دن اپنے
ہمسایہ تونگر سے لپٹیگا اور عرض کریگا کہ یارب اس سے سوال کر کہ اپنے سلوک سے مجکو کیون محروم رکھا اور مجسے اپنا دروازہ
کیون بند کیا - اور ابن مقفع کو خبر پہونچی کہ اونکا کوئی ہمسایہ مدیون ہو گیا ہے اور اپنے قرضہ مین مکان بیچتا ہے اور آپ
اوسکی دیوار کے سایہ مین بیٹھا کرتے تھے فرمایا کہ اگر اس شخص نے مفلسی کے سبب اپنا گھر بیچدیا تو ہمنے اوسکے دیوار کے سایہ مین
بیٹھنے کا حق بھی ادا نہوا پھر اوسکو مکان کا دام دیکر کہا کہ گھر کو فروخت مت کرو - اور کسی بزرگ نے ذکر کیا کہ ہمارے
گھر مین چوہے بہت ہو گئی ہین اونسے کسی نے کہا آپ بلی کیون نہین پال لیتے اونھون نے کہا کہ یہ ڈر ہے کہ کہین بلی کی آواز
سنکر چوہے ہمسایون کے مکانون مین نہ چلے جائین اور جو بات اپنے لیے پسند نہین کرتا وہ اونکے لیے پسند کرون - اور ہمسایہ
کے حقوق مجمل یہ ہین کہ اوس سے پیشتر سلام کرے اور گفتگو کو اوسکے ساتھ طوالت نہ دے اور نہ اوسکے حال کو بہت استفسار
کرے اور حالت مرض مین اوسکی بیمار پرسی کرے اور مصیبت مین اوسکو تسلی دے اور اوسکا ساتھ نچھوڑے اور خوشی مین
مبارکباد دے اور آپ بھی اوسکے ساتھ خوشی ظاہر کرے اور اوسکی خطاؤن سے درگذر کرے اور چھت پر سے اوسکے گھر مین نجھانکے

اور دیوار پر کڑیاں رکھنے یا پرنالہ سے پانی گرانے یا صحن میں مٹی ڈالنے میں اوسکو دق کرے اور اوسکے گھر میں جانے کا رستہ تنگ کرے اور جو کچھ وہ اپنے گھر میں لیجاوے اوسپر تاک نہ لگائے اور اگر اوسکا کوئی عیب معلوم ہو تو اوسکو چھپائے اور اگر اوسپر کوئی حادثہ واقع ہو تو مصیبت میں اوسکی دستگیری کرے اور جب گھر پر نہو تو اوسکے مکان کو دیکھنے سے غافل نہو اور اوسکی برائی نہ سنے اور اوسکے اہل خانہ سے آنکھ نیچی رکھے اور اوسکی خادمہ پر نگاہ نہ لگائے اور اوسکے بچہ سے گفتگو میں نرمی برتے اور جو کچھ اوسکو دنیا یا دین کا معاملہ معلوم نہو اوسکو ٹھیک ٹھیک بتا دے اور سوا انکے وہ حقوق جو عام مسلمانوں کے لیے ہم ذکر کر چکے ہیں اونکا لحاظ ہمسایہ کے ساتھ بھی رکھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمکو معلوم ہے کہ ہمسایہ کا حق کیا ہے اوسکے حق یہ ہیں کہ اگر تمسے مدد چاہے تو اوسکی مدد کرو اور قرض مانگے تو قرض دو اور اگر تمسے کوئی کام پڑے تو پورا کرو اور بیمار ہو تو بیمار پرسی کرو اور مر جاوے تو اوسکے جنازہ کے ہمراہ جاؤ اور اوسکو کچھ بہتری حاصل ہو تو مبارکباد دو اور مصیبت پڑے تو تعزیت کرو اور بدون اوسکی اجازت اپنی عمارت اوسکی سمت بلند کر کے اوسکی ہوا نہ روکو اور اگر کوئی میوہ خرید کرو تو اوسکو ہدیہ دو ورنہ چھپا کر گھر میں لاؤ اور اپنے بچے کو وہ میوہ لیکر باہر جانے نہ دو تاکہ اوسکے بچہ کو رنج نہو اور اپنی ہانڈی کی خوشبو سے اوسکو ایذا مت دو مگر اوس صورت میں کہ ایک چمچہ اوسکے یہاں بھی بھیجو تمکو معلوم ہے کہ ہمسایہ کے حقوق کیا ہیں قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہمسایہ کا حق اوسی سے ادا ہوگا جسپر خدا تعالی رحم کرے اسیطرح اس حدیث کو روایت کیا عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اونہوں نے اپنے دادا سے اور اونہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں میں حضرت ابن عمر رض کے پاس تھا اور اونکا ایک غلام بکری کا پوست اتارتا تھا آپ نے فرمایا کہ اے غلام جب کھال اتار چکے تو اول ہمارے ہمسایہ یہودی کو دینا کئی بار آپ نے ایسا ہی فرمایا تب اوس غلام نے عرض کیا کہ آپ کتنی بار فرمائیگے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمکو ہمسایہ کے باب میں وصیت کیا کرتے تھے یہانتک کہ ہمکو خوف ہوا کہ اوسکو وارث نہ کر دینگے۔ اور ہشام فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری کے نزدیک قربانی کا گوشت یہود اور نصاری کو کھلانے میں کچھ مضائقہ نہ تھا اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو وصیت کی کہ جب تم ہانڈی پکاؤ تو اوسمیں شوربا زیادہ کرو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والوں کو دیکھو اور اوسمیں سے اونکو لپ نکالکر بھیجو۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو ہمسایہ ہیں ایک کا دروازہ تو مجھ سے قریب ہے اور دوسرے کا دروازہ مجھسے دور ہے اور بعض اوقات میرے پاس اتنی چیز ہوتی ہے کہ دونوں کو دینے کی گنجائش نہیں ہوتی تو اون دونوں میں کسکا حق زیادہ ہے آپ نے فرمایا جسکا دروازہ تمہارے سامنے ہے اوسکا حق زیادہ ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رض نے اپنے فرزند عبد الرحمن کو دیکھا کہ اپنے ہمسایہ سے تند خوئی اور درشت کلامی کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہمسایہ سے مت لڑو کہ بات رہجاتی ہے اور آدمی چلے جاتے ہیں۔ اور حسن بن عیسی نیشاپوری کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک رح سے پوچھا کہ میرا ہمسایہ میرے پاس آکر شکایت کرتا ہے کہ تمہارے غلام نے ایسا کیا اور غلام اوس فعل سے انکار کرتا ہے تو اب غلام کو

مارنے کو بھی دل نہیں چاہتا کہ شاید وہ مجرم نہو اور اوسکا چھوڑ دینا بھی برا معلوم ہوتا ہے کہ ہمسایہ مجھسے ناراض ہوگا تو اب
کیا کرون آپنے فرمایا کہ تمہارا غلام اگر کوئی تمہارا قصور کرے تو اوسکو اوسوقت سزا نہ دو جب ہمسایہ اوسکی شکایت کرے تو
قصور سابق پر اوسکو ادب دو کہ اس صورت مین ہمسایہ بھی راضی رہیگا اور اوسکی سزا بھی قصور ہی پر ہو جائیگی۔ اور حضرت
عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ دس باتین مکارم اخلاق کی ہین اللہ تعالی جسکو چاہتا ہے اوسکو عنایت کرتا ہے ممکن ہے کہ آدمی
مین ہون اور اوسکے باپ مین نہون اور غلام مین ہون اور اوسکے آقا مین نہون اول راست گفتاری دوم لوگون سے
راستی برتنی سوم سائل کو دینا چہارم سلوکون کی مکافات کرنی پنجم صلہ رحم ششم امانت کی حفاظت ہفتم ہمسایہ کی حق کی
رعایت ہشتم صحبتی کا پاس نہم مہمان کی دعوت دہم جو سبکی اصل ہے وہ حیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمان عورتو کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کی بھیجی ہوئی چیز کو حقیر نہ جانے گو بکری کی کھر ہی
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مرد مسلمان کی یہ بھی سعادت ہے کہ مکان وسیع اور ہمسایہ نیک اور سواری عمدہ سیدھی ہو
اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو کیسے معلوم ہو کہ مین نے کوئی
اچھا کیا یا برا آپنے فرمایا کہ اگر تو اپنے ہمسایون کو کہتے سنے کہ اچھا کیا تو جان لے کہ اچھا کیا اور اگر یون کہتے سنے کہ برا کیا تو معلوم
کہ برا کیا۔ اور حضرت جابر رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی دیوار مین کوئی ہمسایہ
شریک ہو تو اوسکو فروخت نکرے جبتک کہ ہمسایہ یا شریک پر پیش نکر لے۔ اور حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ ہمسایہ اپنے ہمسایہ کی دیوار مین کڑیان رکھ لے خواہ وہ راضی ہو یا نہو۔ اور حضرت ابن عباس
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدُكُمْ جَارَهُ أَنْ يَضَعَ خَشَبَةً فِي حَائِطِهِ۔ اور
حضرت ابوہریرہ رض فرمایا کرتے کہ تم اس بات سے اعراض کیون کرتے ہو مین تو اوسکو تمہارے شانون کے بیچ مین لادونگا یعنی
ہمسایہ کو لکڑی دیوار پر رکھنے سے منع مت کرو اور اوسکو ناگوار مت جانو مین تم سے اس سنت کی تعمیل بزور لونگا اور بعض علما
اسکے وجوب کی طرف گئے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ أَرَادَ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا عَسَلَهُ کسی نے عرض کیا
کہ عسلہ کے کیا معنی ہین آپ نے فرمایا کہ ہمسایون کے نزدیک اوسکو محبوب کر دیتا ہے۔

تیسرا بیان اقارب کے حقوق کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یقول اللہ تعالی أَنَا الرَّحْمٰنُ
وَهٰذِهِ الرَّحِمُ شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنْ اسْمِي فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا
مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ وَيُوَسَّعَ لَهُ فِي رِزْقِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ اور ایک روایت مین یون ہے
جس شخص کو خوش معلوم ہو کہ اوسکی عمر دراز ہو اور رزق میں وسعت ہو تو چاہیے کہ خدا تعالی سے ڈرے اور اپنے رشتہ قرابت کو
ملا رکھے۔ اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا آدمی افضل ہے آپنے فرمایا جو اللہ تعالی سے زیادہ ڈرتا ہو اور
صلہ رحم بیشتر کرتا ہو اور امر معروف اور نہی عن المنکر بہت کرتا ہو۔ اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ مجکو میرے خلیل

سے صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ صلہ رحم کرو اگرچہ مجھ سے اعراض کیا جائے اور مجھکو حکم فرمایا کہ حق کہوں اگرچہ تلخ ہو - اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرابت عرش سے لٹکی ہے اوسکو جوڑنیوالا وہ نہیں جو مکافات کرے بلکہ جوڑنیوالا وہ ہے
کہ جب اوسکی قرابت منقطع ہو جائے تو وہ اسکو جوڑ دے - اور فرمایا کہ سب طاعتون مین جلد تر ثواب صلہ رحم کا ملتا ہے یہانتک
کہ گھر والے فاجر ہوتے ہین لیکن اونکے مال بڑھتے ہیں اور شمار زیادہ ہو جاتی ہے جسوقت کہ باہم صلہ رحم کرتے ہیں - اور زہریؒ
فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے فتح کرنے کو نکلے تو ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپکا
ارادہ خوبصورت عورتوں اور سرخ اونٹنیوں کا ہو تو آپ بنی مدلج پر قصد کریں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو بنی مدلج سے
منع فرمایا ہے اسلیے کہ وہ صلہ رحم کرتے ہیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس میری ماں تشریف لائین
مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں آئی ہے اور وہ ابھی تک مشرکہ ہے مین اوس سے ملوں
آپ نے فرمایا ہاں اور ایک روایت مین یون ہے کہ مین اوسکو کچھ دون آپ نے فرمایا ہان صلہ رحم کر - اور ایک حدیث مین
ارشاد فرمایا کہ مساکین پر صدقہ کرنا ایک ہی صدقہ ہے اور قرابت والے کو کچھ دینا دو صدقہ ہین - اور جب حضرت ابو طلحہؓ
نے چاہا کہ اپنا باغ جو اونکو محبوب تھا صدقہ کریں بوجہ اس آیت کے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یہ باغ فی سبیل اللہ اور فقرا و مساکین کے لیے ہے آپ نے فرمایا کہ
تمہارا ثواب ثابت ہو گیا اب اسکو اپنے اقارب مین تقسیم کر دو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل صدقہ اوس
قرابتی کا ہے جو باطن مین عداوت رکھتا ہو اور یہ ارشاد ایسا ہی ہے جیسا یہ فرمایا ہے کہ نیکیون مین افضل یہ ہے کہ ملاوے تو
جو تجھسے علٰحدہ رہے اور دے تو اوسکو جو تجکو محروم کرے اور درگذر کرو اوس سے جو تمپر ظلم کرے - اور مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے
اپنے عاملون کو لکھا کہ اقارب سے کہدو کہ باہم ملاقات کیا کرین اور ایک دوسرے کے ہمسایہ مین نہ رہین - اور پاس رہنے کو
اسلیے منع فرمایا کہ ہمسایہ مین رہنے سے حقوق بہت سے ہو جاتے ہین اور بعض اوقات موجب حسد اور قطع قرابت
ہوا کرتے ہین - اب معلوم کرنا چاہیے کہ جسقدر قرابت مضبوط ہوتی ہے اوسیقدر حقوق بھی موکد ہوتے ہین اور سب سے
زیادہ مخصوص اور قریب ماباپ کی قرابت اولاد کے ساتھ ہے اسلیے والدین اور اولاد کے حقوق اور اقارب سے زیادہ ہین
والدین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَنْ يَّجْزِيَ وَلَدٌ وَالِدَهٗ حَتّٰى يَجِدَهٗ مَمْلُوْكًا
فَيَشْتَرِيَهٗ فَيُعْتِقَهٗ اور فرمایا والدین کے ساتھ سلوک کرنا نماز اور روزہ اور حج اور عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ سے
افضل ہے - اور فرمایا کہ جو شخص صبح کیوقت اپنے ماباپ دونون کو خوش رکھے اوسکے لیے جنت کی طرف دو دروازے کھلا کرینگے
اور جو شخص شام کیوقت اونکی مرضی کے مطابق ہو اوسکو بھی ایسا ہی ہے اور اگر ماباپ مین سے ایک ہی ہوگا تو ایک ہی
دروازہ کھلیگا اگرچہ وہ دونون ظلم کرین اس جملہ کو تین بار فرمایا - اور جو کوئی صبح کو اپنے ماباپ کو ناراض کریگا اوسکے لیے
دو دروازے دوزخ کی جانب کھل جائنگے اور جو شام کو ناراض کریگا اوسکا بھی یہی حال ہے اور اگر ایک ہوگا تو ایک ہی

اگرچہ وہ ظلم کرین اسکو تین بار مکرر فرمایا۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جنت کی خوشبو پانسو برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہے مگر فرزند نافرمان اور قرابت کا توڑنیوالا اوسکو نہ سونگھینگے۔ اور فرمایا کہ احسان کر اپنی ما اور باپ اور بہن اور بھائی کے ساتھ پھر اور رشتہ داروں کے ساتھ بحسب قرب قرابت۔ اور مروی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسی جو شخص اپنے ما باپ کی اطاعت کرتا ہے اور میری نافرمانی کرتا ہے اوسکو مین مطیع لکھتا ہون اور جو شخص ما باپ کی نافرمانی کرے اور میری اطاعت کرے اوسکو مین نافرمان لکھتا ہون اور کہتے ہین کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو حضرت یوسف کھڑے نہوئے اللہ تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ کیا تم اپنے باپ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے کو گران جانتے ہو قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی تیری پشت سے کوئی نبی نہین پیدا کرونگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص صدقہ دینا چاہے تو کچھ مضائقہ نہین کہ اپنے ما باپ کے نام سے دیدے جس صورت مین کہ وہ دونون مسلمان ہون پس اوسکا ثواب اون دونون کو ملیگا اور اوسکو بھی اونھین کے برابر ثواب ملتا ہے بدون اس بات کے کہ اونکے ثواب مین کچھ کمی ہو۔ اور مالک بن ربیعہ کہتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص بنی سلمہ مین سے آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین مر گئے ہین اونکا حق مجھ پر کوئی ہے کہ ادا کرون فرمایا کہ ہان اونکے لیے نماز پڑھ اور دعا مغفرت مانگ اور اونکا عہد وصیت بجا لا اور اونکے دوستون کی تعظیم کر اور صلہ رحم کر جسکا پیوند اونھین دونون کے سبب سے ہے اور فرمایا اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ اَنْ یَّصِلَ الرَّجُلُ اَهْلَ وُدِّ اَبِیْهِ اور فرمایا کہ ما کے ساتھ سلوک کرنا باپ کی نسبت کے دونا ہے۔ اور فرمایا کہ ما کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے لوگون نے عرض کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ وہ باپ کی نسبت کے زیادہ مہربان ہوتی ہے اور رحم کی دعا ساقط نہین ہوتی اور اولاد کے حقوق یہ ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین کسکے ساتھ سلوک کرون آپ نے فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ اوسنے عرض کیا کہ میرے ما باپ نہین فرمایا کہ اپنے بچہ پر احسان کر جیسا تیرے والدین کا حق تجھپر ہے ویسا ہی تیرے بچہ کا حق ہے۔ اور ایک حدیث مین فرمایا اللہ رحم کرے اوس باپ پر جو اپنے فرزند کی مدد نیک ہونے پر کرے یعنے اوس سے ایسے بُرے کام نکرے جس سے وہ نافرمان ہو جاوے۔ اور فرمایا کہ دینے مین اپنی سب اولاد کو برابر کرو۔ اور کہتے ہین کہ فرزند سات برس کی عمر تک آدمی کا کھلونا اور گلدستہ ہے اور سات برس تک خادم پھر یا دشمن ہے یا شریک۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرزند کی پیدایش کے ساتوین روز اوسکا عقیقہ ہو اور نام رکھا جاوے اور آلایش دور کیجاوے اور جب چھ برس کا ہو تو اوسکو ادب سکھایا جاوے اور نو برس کا ہو تو اوسکا بستر علیحدہ کیا جاوے اور تیرہ برس کا ہو تو نماز نہ پڑھنے پر پیٹا جاوے اور جب سولہ برس کا ہو جاوے تو اوسکا باپ اوسکی شادی کردے پھر اوسکا ہاتھ پکڑ کر کہے کہ مین نے تجھکو ادب سکھایا علم پڑھایا نکاح کر دیا مین اللہ تعالی کی پناہ مانگتا ہون دنیا مین تیرے فتنہ سے اور آخرت مین تیرے عذاب سے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ فرزند کا حق والد پر یہ ہے کہ اوسکو اچھی طرح ادب سکھاوے

اور اوسکا نام اچھا رکھے اور فرمایا کُلُّ غُلَامٍ رَهِينٌ بِعَقِيقَتِهِ يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ اور حضرت
قتادہ فرماتے ہیں کہ جب تم عقیقہ ذبح کرو تو اوسکے بال لیکر شہرگ کے سامنے کرو پھر اسیطرح خون میں تر کرو لڑکے کی چندیا
پر رکھدو تاکہ خون تار کی طرح بہہ جاوے پھر اوسکا سر دھو ڈالا جاوے اور اوسکے بعد بال مونڈے جائیں۔ اور ایک آدمی حضرت
عبد اللہ بن مبارک کی جناب میں آیا اور اپنے کسی لڑکے کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ تم نے اوسکو بددعا دی ہے اوسنے کہا
ہاں آپ نے فرمایا کہ خود کردہ را چہ علاج اوسکو تو نے ہی بگاڑا۔ اور بچہ کی اوپر رحم اور نرمی کرنا مستحب ہے اقرع بن حابس
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام کو پیار کر رہے ہیں اونسے عرض کیا کہ میرے دس
لڑکے ہیں میں نے اون میں سے کیسیکو پیار نہیں کیا آپ نے فرمایا مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو ایک روز فرمایا کہ اسامہ کا منہ دھو دو میں دھونے لگی گھن کرتی تھی آپ نے میرا ہاتھ
جھٹکدیا پھر اسامہ کو لیکر اوسکا منہ دھویا اور پیار کیا اور فرمایا کہ اسنے ہمپر احسان کیا کہ لڑکی نہیں ہوا اور ایک بار آپ
منبر پر تھے اور حضرت امام حسن علیہ السلام پھسلے آپ نے اوتر کر اونکو اوٹھا لیا اور یہ آیت پڑھی إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ
فِتْنَةٌ اور عبد اللہ بن شداد کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اتنے میں حضرت امام حسین
علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کی گردن پر سوار ہو گئے جس وقت کہ آپ سجدہ میں تھے آپ نے سجدہ میں بہت سی دیر لگائی
یہانتک کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ کوئی نیا معاملہ ہوا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپنے سجدہ لمبا کیا
یہانتک کہ ہمنے گمان کیا کہ کوئی اور بات ہو گئی آپ نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند مجھپر سوار ہو گیا تھا اسلئے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا
کہ بدون اوسکے مطلب پورا ہونیکے جلدی اتاروں اور اوس میں کئی فائدے بھی ہوئے اول تو قرب الی اللہ کہ سب سے زیادہ
قرب حالت سجدہ میں ہوتا ہے دوسرے اولاد پر رحم کرنا تیسرے امت کو ترحم سکھلانا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ
فرزند کی بو جنت کی خوشبو ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ نے احنف بن قیس کو بلوایا جب وہ آئے تو دریافت کیا کہ اولاد کے
باب میں آپ کیا کہتے ہیں اونھوں نے فرمایا اے امیر المومنین وہ ہمارے دلوں کے میوے اور پشتوں کے تکیہ ہیں ہم اونکے حق میں
زمین فرمانبردار اور آسمان سایہ دار ہیں بڑی بڑی مہمات میں ہم اونہیں کی خاطر گھستے ہیں اگر وہ کچھ مانگیں تو اونکو دو
اور اگر روٹھ جائیں تو منا لو کہ پھر تمکو دل و جان سے چاہینگے اور حتی الوسع تمسے محبت رکھینگے اور تم اونپر بھاری بہت مت
درپے مت پڑو ورنہ تمہاری زندگی سے ناخوش ہو کر چاہینگے کہ جلد مر جاؤ اور تمہارے پاس رہنا اونکو برا معلوم ہوگا۔
امیر صاحب نے اوس سے فرمایا کہ اے احنف بخدا تمہارے آنے سے پیشتر میں یزید پر جلا بھنا بیٹھا تھا جب احنف رخصت ہوئے تو
امیر صاحب یزید سے خوش ہوئے اور اوسکے پاس دو لاکھ درم اور دو سو تھان بھیجے یزید نے اوس میں سے آدھا احنف کو
بانٹ دیا یعنی لاکھ درم اور سو تھان اونکے پاس روانہ کیے غرضکہ اون اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کا حق نہایت مؤکد ہے
اور اونکے حقوق کی بجا آوری اخوت کے بیان سے تمکو معلوم ہو گئی جسکو ہم پہلے لکھ آئے ہیں کیونکہ یہ علاقہ اخوت سے

ہو کسیقدر ہو بلکہ اسمین دو یا تین زائد ہین اول یہ کہ اکثر علما اس بات پر ہین کہ طاعت والدین کی شبہات مین واجب ہو گو حرام محض مین واجب نہین یہانتک کہ اگر تمہارے بدون کھانا کھانے مین وہ ناراض ہون تو تمکو چاہیے کہ اونکے ساتہ کھاؤ اسلیے کہ شبہہ کا ترک کرنا ورع ہے اور راضی رکھنا والدین کا واجب تو واجب پر ورع کو تقدیم نہین ہو سکتی اسیطرح کسی امر مباح یا نفل مین تمکو جائز نہین کہ بدون اونکی اجازت کے سفر کرو اور فرض اسلام کے حج کو جلد جانا بھی نفل ہے اسلیے کہ اوسکا ادا تاخیر کے ساتہ بھی ہو سکتا ہے اور طلب علم کے لیے سفر کرنا بھی نفل ہے مگر اوس صورت مین کہ نماز اور روزہ اور دوسرے فرائض کا علم حاصل کرنا منظور ہو اور شہر مین کوئی بتانیوالا نہو جیسے کوئی شخص مثلاً اول اول اسلام لایا اور شہر مین شریعت اسلامیہ کا سکھانیوالا کوئی نہین تو اس صورت مین وہ والدین کے حقوق کا مقید نہے اور وطن چھوڑ دے ورنہ بدون اونکی مرضی کے سفر اختیار نکرے۔ حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور جہاد کا ارادہ کیا تو آپ نے اوس سے استفسار فرمایا کہ یمن مین تیرے والدین ہین یا نہین اونے عرض کیا کہ ہین آپ نے پوچھا کہ اونھون نے تجکو اجازت دیدی اوسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ تو اول جا کر اپنے والدین سے اجازت لے اگر وہ اجازت دیدین تو جہاد کرنا ورنہ جتنا تجھسے ہو سکے اونکی اطاعت کرنا کہ یہ امر توحید کے بعد اور اعمال سے بہتر ہے جنکو تو خدا تعالی کے سامنے لیجائیگا۔ اور ایک اور شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا کہ جہاد کے باب مین آپ سے مشورہ لے آپ نے اوس سے دریافت فرمایا کہ تیری ماہے کہ نہین اوسنے عرض کیا کہ ہے آپنے فرمایا کہ اوس کے ساتھ رہ کہ جنت اوس کے پانو کے تلے ہے۔ اور ایک اور شخص آپکی خدمت مین حاضر ہوا اوسکی درخواست تھی کہ ہجرت پر بیعت کرے اور عرض کیا کہ مین آپکی خدمت مین جب حاضر ہوا ہون کہ اپنے والدین کو روتا چھوڑا ہے آپ نے فرمایا کہ تو اون دونون کے پاس جا اور جیسا اونکو رولایا ہے اوسی طرح اونکو ہنسا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ حَقُّ كَبِيرِ الْإِخْوَةِ عَلَى صَغِيرِهِمْ كَحَقِّ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ۔ اور فرمایا کہ جب تم مین سے کسی کی سواری شوخی کرے یا اوسکی بی بی خواہ اور کوئی گھروالا بد خلق ہو جاوے تو چاہیے کہ اوسکے کان مین اذان کہے یعنی اس سے سواری کی شوخی اور آدمی کی بدخلقی زائل ہو جاویگی

چوتھا بیان مملوک کے حق کے ذکر مین - واضح ہو کہ ملک کی دو قسمین ہین ایک ملک نکاح دوسری ملک رقبہ اول کے حقوق آداب نکاح مین گذر چکے اور ملک رقبہ بھی کچھ حقوق کی مقتضی ہے جنکی رعایت لونڈی غلامون کے ساتھ ضروری ہے اسلیے کہ سب سے پچھلی وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمائی کہ اپنے لونڈی غلامون کے باب مین خدا تعالی سے ڈرو جو کچھ تم کھاتے ہو اوسمین سے اونکو کھلاؤ اور جو پہنتے ہو اوسمین سے اونکو پہناؤ اور اونسے ایسے کام نہ لو جنکی اونکو طاقت نہو اور جو تمکو پسند ہون اونکو رہنے دو اور جنکو برا جانو اونکو فروخت کر ڈالو اور اللہ تعالی کی مخلوق کو عذاب مت دو کہ خدا تعالی نے اونکو تمہارے بس مین کر دیا ہے اور اگر وہ چاہتا تو تمکو اونکی ملک مین کر دیتا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مملوک کو کھانا اور لباس اچھی طرح دینا چاہیے اور اوس سے زبردستی وہ کام نہ لیا جاوے جسکی اوسکو

طاقت ہو اور فرمایا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ خِبٌّ وَّلَا مُتَکَبِّرٌ وَّلَا خَائِنٌ وَّلَا سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ اور حضرت ابن عمر رضی
فرماتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم خادم ہو کتنے بار قصور کو معاف
کیا کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا پھر یہ ارشاد فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کیا کرو۔ اور حضرت عمر رضہ کا
کا دستور تھا کہ ہر شنبہ کی روز عوالی کو جایا کرتے اور مدینہ سے وہ تین میل ہے پس اگر کسی غلام کو ایسے کام میں پاتے جس کی طاقت
اوسکو ہوتی تو اوس سے کچھ کام کم کر دیتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو اپنی سواری پر دیکھا
اور اوس کا غلام پیچھے دوڑتا آتا تھا فرمایا کہ ای بندہ خدا اسکو بھی اپنے پیچھے بٹھا لے کہ وہ تیرا بھائی ہے جیسی جان تجھ میں ہے
ویسی ہی اوس میں بھی ہے اوسنے اوسکو بھی بٹھا لیا پھر حضرت ابو ہریرہ رضہ نے فرمایا کہ بندہ اللہ تعالی سے دور ہی ہوتا جاتا ہے
جبتک کہ آدمی اوسکے پیچھے پیادہ چلتے ہیں اور حضرت ابو درداء رضہ کی ایک لونڈی نے اوس سے عرض کیا کہ میں نے تم کو
ایک برس سے زہر دیا مگر تم میں کچھ اثر ہوا آپ نے پوچھا کہ تو نے زہر کیوں دیا اوسنے عرض کیا کہ اس خیال سے کہ آپ سے
رخصت مل جائے آپنے فرمایا کہ تو جا میں نے خدا تعالی کے واسطے تجھکو آزاد کیا اور زہر ہی رحم فرماتے ہیں کہ جب تو غلام کو کہے
کہ خدا تعالی تجھکو رسوا کرے تو وہ آزاد ہے اور احنف بن قیس سے کسی نے پوچھا کہ تمنے بردباری کس سے سیکھی اونھوں نے کہا کہ
قیس بن عاصم سے سائل نے کہا کہ اونکا حلم کیا تھا اونہوں نے کہا کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں اونکی لونڈی ایک سیخ کباب
کی اونکے پاس لائی وہ سیخ اوسکے ہاتھ سے چھوٹ کر اونکے لڑکے پر گری جو اوس سے زخمی ہو کر مرگیا اوس لونڈی کے ہوش
جاتے رہے اور نہایت ہراساں ہوئی اونھوں نے سوچا کہ بدون آزاد کرنے کے اس کا ڈر موقوف نہ ہوگا اوس سے کہا کہ خوف مت کر
جا تو آزاد ہے۔ اور عون بن عبد اللہ کا غلام جب اونکی حکم عدولی کرتا تو فرماتے کہ تو اپنے آقا کی مثل ہو گیا کہ تیرا آقا اپنے خداوند
کی نافرمانی کرتا ہے اور تو اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہے ایک روز اوس غلام نے اونکو بہت آزردہ کیا تو فرمایا کہ تو یہ چاہتا ہے کہ میں
تجھکو ماروں سو نہ ہوگا جا تو آزاد ہے۔ اور میمون بن مہران کے پاس ایک لونڈی تھی آپ کے یہاں کوئی مہمان آگیا آپ نے
لونڈی سے کہا کہ کھانا جلد لا وہ ہاتھ میں بھرا پیالہ لیکر جلد چلی اور ایسی پھسلی کہ وہ پیالہ آقا کے سر پر گر گیا اونھوں نے
فرمایا کہ تو نے مجھکو جلا دیا لونڈی نے عرض کیا کہ ای خیر کے سکھانیوالے اور لوگوں کو ادب دینے والے اللہ تعالی کے ارشاد
کی بموجب کاربند ہو جیے اونھوں نے پوچھا کہ اللہ تعالی نے کیا ارشاد فرمایا ہے اوسنے کہا کہ وہ فرماتا ہے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ
اونھوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے غصہ کو ضبط کیا اوسنے کہا کہ آگے یہ ارشاد ہے وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ اونھوں نے
فرمایا کہ میں نے تجھکو معاف کیا اوسنے کہا کچھ اور بھی سلوک کیجیے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ
اونھوں نے فرمایا کہ تو خدا تعالی کے واسطے آزاد ہے۔ اور ابن منکدر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے اپنے غلام کو مارا اوسنے یہ کہنا شروع کیا کہ خدا تعالی کے لیے اور اوسکی رضا کے لیے مجھے چھوڑ دو مگر اوس شخص نے معاف نہ کیا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کی فریاد سنی اور اوس شخص کے پاس قدم رنجہ فرمایا جب اوسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھا اپنا ہاتھ روک لیا آپ نے فرمایا کہ اس غلام نے تمکو خدا کے واسطے دہائی دیتے معاف نکیا اب مجکو دیکھکر دست کش ہوئے اوسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آزاد ہی خدا تعالی کی رضا کیلیے آپنے فرمایا کہ اگر تم ایسا نکرتے تو آتش دوزخ تمہارا منہ پھونک دیتی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کی خیرخواہی کرتا ہی اور اللہ تعالی کی عبادت اچھی طرح کرتا ہے تو اوسکو دوہرا ثواب ملتا ہی۔ اور جب ابو رافع رضہ آزاد ہوئے تو روئے اور کہا کہ مجکو دو ثواب ملتے تھے اب ایک جاتا رہا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے تین ایسے شخص پیش کیے گئے جو سب سے پیشتر جنت مین جاوینگے اور تین ایسے جو اول دوزخ مین داخل ہونگے جو تین کہ اول جنت مین جاوینگے ایک شہید ہی دوم غلام جسنے اپنے پروردگار کی عبادت اچھی طرح کی اور اپنے آقا کی خیرخواہی کی سوم پارسا عیالدار سوال کا تارک اور جو تین دوزخ مین اول جاوینگے ایک امیر ظالم دوسرے مالدار کہ خدا تعالی کا حق ادا نہین کرتا تیسرے فقیر شیخی باز۔ اور ابو مسعود انصاری رضہ فرماتے ہین کہ مین ایک غلام کو مار رہا تھا کہ اتنے مین اپنے پشت کی جانب سے دو بار آواز سنی خبردار ای ابو مسعود مین نے جو منہ پھیر کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے مین نے کوڑا ہاتھ سے ڈالدیا آپنے فرمایا کہ بخدا جتنی قدرت تجکو اسپر ہے اوس سے زیادہ اللہ تعالی کو تجہپر قدرت ہی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب کوئی تم مین خادم مول لے تو چاہیے کہ اول اوسکو شیرینی کھلاوے کہ اوسکے نفس کے حق مین یہ اچھی ہے اس حدیث کو معاذ رضہ نے روایت کیا ہی۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ جب تم مین سے کسی کا خادم اوسکا کھانا لاوے تو چاہیے کہ اوسکو ساتھ بٹھلا کر کھلاوے اور اگر ایسا نکرے تو اوسکو علیحدہ دیدے اور ایک روایت مین یون ہی کہ جب کسی کا غلام نے کھانا تیار کر کے اوسکی گرمی اور دھوئیں کی محنت سے بچا دیا اور کھانا اوسکے سامنے لاوے تو چاہیے کہ اوسکو بٹھلا کر ساتھ کھلاوے ورنہ علیحدہ دیدے یا ایک لقمہ کو روغن مین تر کر کے اوسکے ہاتھ پر رکھدے اور کہے کہ اسے کھالے اور جب آپنے فرمایا کہ روغن مین تر کرے تو ہاتھ سے اشارہ بھی کر دیا کہ ایسے تر کرے۔ اور ایک شخص حضرت سلمان فارسی رضہ کی خدمت مین گیا دیکھا تو آپ آٹا گوندھتے ہین اوسنے عرض کیا کہ آپ کیون گوندھتے ہین خادم کہان ہی فرمایا کہ اوسکو ہمنے اور کام کو بھیجا ہی ہمکو اچھا نہ معلوم ہوا کہ اوسپر دو کام اکٹھے کردین۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ جَارِيَةٌ فَعَالَهَا وَأَحْسَنَ إِلَيْهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَذَلِكَ لَهُ أَجْرَانِ ۔ اور ایک اور حدیث مین فرمایا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ۔ غرضکہ مملوک کے حقوق یہ ہین کہ خوراک اور پوشاک مین اونکو اپنا شریک کرے اور طاقت سے زیادہ کام نہ لیوے اور اونکی طرف تکبر اور حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور اونکے قصور معاف کرے اور جب اوسپر غصہ آوے تو یون سوچے کہ مین بھی تو آخر اللہ تعالی کی سرکار کا غلام ہون اوسکی طاعت مین قصور کرتا ہون اور وہ سزا نہین دیتا اگر اسنے کوئی خطا کی تو کیا عجب ہی حالانکہ خدا تعالی مجہپر زیادہ قادر ہی بہ نسبت اسکے کہ مین اسپر قادر ہون۔ فضالہ بن عبید روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصون کے احوال کی پرسش نہوگی ایک وہ جو جماعت سے علیحدہ ہوا دوم جسنے امام کی نافرمانی کی اور اسی حالت مین مرا ان دونون کی پرسش نہوگی سوم وہ عورت جسکا خاوند چلا گیا اور

دنیا کی محبت جاتی رہی اوسکو خارج کر گیا مگر اوسکے عوض سنوارنا اوسکا اختیار کیا اور ساتھ نکلی تو اوسکی بھی پرستش ہونے لگی اور تین
درجہ میں جنکے مال کی پرستش نہ ہوگی ایک تو اللہ تعالیٰ سے اوسکی چادر میں منازعت کرے اور اوسکی چادر کبریا و ازار عزت
دوسرا ایک وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ سے شک میں ہے اور ایک وہ کہ اسکی رحمت سے ناامید ہو ف چادر کبریا ہے اور ازار عزت ہے
یہ دونوں مثال کو ہین یعنی جیسے ایک چادر اور ازار مین دوسرا شریک نہین ہوتا ویسے ہی خدا تعالیٰ اپنی کبریا اور
عزت مین یکتا ہے اوسکا کوئی شریک نہیں۔ باب آداب صحبت تمام ہوا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ مُصْطَفٰى

چھٹا باب عزلت کے آداب کے بیان مین

رباعی دنیا میں بہت کم ہین جو ہون خوش طینت | ان لوگون کے ملنے سے بھلی ہے عزلت
یکسا جو ہو سطور تو بس سے احسن | وحدت میں سلامت ہے دوئی میں آفت

واضح ہو کہ گوشہ نشینی اور اختلاط میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے مین لوگون کا اختلاف بہت ہے اور دونوں
ہر ایک مین کچھ خرابیاں ہین جنکے باعث آدمی کو نفرت ہوتی ہے اور کچھ خوبیاں ہیں کہ اونکی ہمت کو رغبت ہوتی ہے
اور اکثر عابدون اور زاہدون کا میل اختیار عزلت کی جانب ہے اور اوسکو اختلاط پر ترجیح دیتے ہین اور جو ہم نے باب میں
جو اختلاط اور اخوت اور انس کی فضیلت مذکور کی وہ گویا اس مضمون کی مخالف پڑتی ہے جسکی طرف اکثر لوگ میل کر
کر خلوت کو اختیار کرتے ہین اسلیے اس مادہ میں امر حق کو واضح کر دینا ضرور ہوا اور یہ مطلب دو فصلون کے لکھنے سے حاصل ہوگا

پہلی فصل اس ذکر مین کہ لوگون کے مذاہب اور اقوال اس باب مین کیا ہیں اور فریقین کے دلائل کیا ہیں
اختلاف اس باب مین اتنا ہوا ہے کہ تابعین مین بھی ظاہر ہوا چنانچہ سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم اور داود طائی
اور فضیل بن عیاض اور سلیمان خواص اور یوسف بن اسباط اور حذیفہ مرعشی اور بشر حافی کا مذہب ہے کہ عزلت اختیار
کرنی چاہیے اور اختلاط پر اسکو فضیلت ہے۔ اور اکثر تابعین یہ فرماتے ہین کہ اختلاط کرنا اور بہت سے یار اور دوست بنانے
اور مومنین سے الفت اور محبت بہم پہنچانی اور دین پر انکو سبب مدد دینا مستحب ہے اسلیے کہ نیکی اور تقوی پر ایکدوسرے کو
مدد دینا اسی صورت مین پایا جاتا ہے جسکا حکم وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى مین ہے اور اس رائے کی طرف سعید بن
مسیب اور شعبی اور ابن ابی لیلی اور ہشام بن عروہ اور ابن شبرمہ اور شریح اور شریک بن عبد اللہ اور ابن عیینہ اور ابن مبارک
اور شافعی اور احمد بن حنبل اور دوسرے بہت لوگ مائل ہیں۔ اور علما کے جو اس باب مین کلمے منقول ہیں ان مین سے بعض تو مطلق ایسے
ہیں کہ دونون رایون مین سے ایک کی جانب میل پایا جاتا ہے اور بعض ایسے کلمے ہیں جنسے میل کی علامت
معلوم نہیں ہوتی ہے اب ہم اول قسم کے کلمون کو لکھتے ہین اور دوسری قسم کے کلمون کو وہان لکھینگے جہان خرابیوں اور
فوائد کا ذکر کرینگے پس کہتے ہین کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم سب اپنا اپنا حصہ عزلت میں سے لو

اور حضرت ابن سیرین فرماتی ہین کہ عزلت عبادت ہی اور حضرت فضیل رح فرماتی ہین کہ اللہ تعالی محبت ہونیکے لیے کافی ہی
اور قرآن مونس ہونیکو اور موت واعظ ہونیکو کفایت ہی اللہ تعالی کو ساتھی بنالی اور لوگون کو ایک طرف کر- اور ابوالربیع
زاہد نے داؤد طائی سی کہا کہ مجکو نصیحت فرمایئی- اونھون نے فرمایا کہ دنیا سی روزہ رکھہ اور آخرت کو اپنی افطار کی لیے مقرر کر اور
لوگون سی ایسا بھاگ جیسا شیر سی بھاگتا ہی- اور حضرت حسن بصری رح فرماتی ہین کہ کچھ جملے مجکو توریت کی یاد ہین- آدمی
نے قناعت کی اور بے پروا ہوا- لوگون سی علیحدہ ہوا اور سالم رہا- شہوتون کو ترک کیا اور آزاد ہوا- حسد کو ترک کیا تو
صاحب مروت ہوا- تھوڑا صبر کیا تو بہت نفع اوٹھایا- اور وہیب بن الورد فرماتی ہین کہ ہمنے سنا ہی کہ حکمت کے دس جزء ہین
نو تو سکوت مین ہین اور ایک آدمیون سی عزلت اختیار کرنے مین- اور یوسف بن مسلم نے علی بن بکار سی کہا کہ آپ
تنہائی پر بڑی صابر ہین اور علی بن بکار ان دنون مین اپنی گھر بیٹھہ رہی تھی باہر نہ نکلتے تھے اونھون نے جواب دیا کہ جوانی
مین تو اس سی بھی زیادہ چیز پر صبر کرتا تھا یعنی لوگون کی پاس بیٹھتا تھا اور اونسی کلام نکرتا تھا- اور سفیان ثوری رح
فرماتی ہین کہ اب وہ زمانہ ہی کہ آدمی چپ ہو کر اپنی گھر بیٹھہ رہی- اور بعض اکابر فرماتی ہین کہ ہم ایک کشتی مین سوار تھے
اور ہماری ساتھہ ایک جوان شخص علوی بھی سوار تھا سات روز ہماری ہمراہ رہا مگر ہمنے اوسکو بولتی نہ سنا آخر ہمنے اوس سے
کہا کہ خدا تعالی نے ہمکو اور تمکو سات دن سی یکجا کیا ہی یہ کیا بات ہی کہ تم ہمسے نہ ملو نہ بولو اوسنے اس مضمون کا قطعہ پڑھا

قطعہ کچھ ڈر اگر ہے نہ غم ہے پسر کے مرنے کا	نہ ڈر ہے کہ کوئی امر فوت ہووے گا
بہہ علم سیکھا ہے طفلی کی چاہ پوری کر	نہایت اسکی ہے تنہائی اور چپ رہنا

اور ابراہیم نخعی رح نے ایک شخص سی کہا کہ علم تحصیل کر پھر عزلت اختیار کر اور ایسا ہی ربیع بن خثیم نے فرمایا ہی- اور کہتے ہین
حضرت مالک بن انس رض جنازون پر آتی تھے اور بیمارون کو پوچھتے اور یار دوستون سی ملتے تھے مگر رفتہ رفتہ ایک ایک
بات ترک کی یہانتک کہ سبکو چھوڑ دیا اور فرمایا کرتی کہ آسان بات نہین کہ آدمی اپنی سب عذرون کو بیان ہی کر دیا کرے
اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رض سے کسی نے کہا کہ بہتر ہو اگر آپ کچہ فرصت ہملوگون کے لیے نکال لین آپ نے فرمایا فرصت
رخصت ہوئی اب خدا تعالی کے پاس ہی فرصت ملیگی- اور فضیل رح فرماتی ہین کہ مین آدمی کا ممنون ہون اگر
وہ رستہ مین مجھسے ملے اور مجکو سلام نکری اور جب مین بیمار پڑون تو عیادت نکری- اور ابو سلیمان دارانی رح فرماتی ہین
کہ ربیع بن خثیم اپنے مکان کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے مین ایک پتھر آپکی پیشانی پر لگا اور اوسکو زخمی کیا
آپ پیشانی پر سے خون پونچھتے جاتی تھے اور کہتی تھی کہ اے ربیع اب تو تجکو نصیحت ہوگئی پھر اوٹھکر مکان مین چلے گئے
اور اپنے جنازہ کے نکلنے تک پھر کبھی دروازہ پر نہ بیٹھے- اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید رض عقیق مین
اپنے اپنے گھرون کے اندر بیٹھہ رہے مدینہ منورہ مین جمعہ وغیرہ کو نہ آتی تھے یہانتک کہ عقیق ہی مین دونون کا انتقال ہوا
اور یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری رح کو کہتے سنا ہی کہ قسم ہی اوس ذات کی جسکے سوا اور کوئی معبود نہین

دنیا کی نجاستوں سے اوسکو فارغ کر گیا مگر اوسکے بعد اوسنے بناو سنگار کیا اور باہر نکلی تو اوسکی بھی پرستش خلق کی اور تمین
دمین میں ایسے حال کی پرستش نہ کی ایک کہ اللہ تعالیٰ سے اوسکی چادر میں منازعت کرے اور اوسکی چادر کبریا اور ازار عزت
اور ایک وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ سے شک میں ہے اور ایک وہ کہ اوسکی رحمت سے نا امید ہو۔ ف چادر کبریا ہے اور ازار عزت ہے
یہ تمثیلاً بطور مثال کے ہے یعنی جیسے ایک چادر اور ازار میں دوسرا شریک نہیں ہوتا ویسے ہی خدا تعالیٰ اپنی کبریا اور
عزت میں یکتا ہے اوسکا کوئی شریک نہیں۔ باب آداب صحبت تمام ہوا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ مُصْطَفٰى

چھٹا باب عزلت کے آداب کے بیان میں

رباعی دنیا میں بہت کم ہیں جو ہوں خوش طینت	ان لوگوں کے ملنے سے بھلی ہے عزلت
عنقا جو ہو مستور تو شن سے اچھا ہے	وحدت میں سلامت ہے دوئی میں آفت

واضح ہو کہ گوشہ نشینی اور اختلاط میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے میں لوگوں کا اختلاف بہت ہے اور دونوں میں
ہر ایک میں کچھ خرابیاں ہیں جنکے باعث آدمی کو نفرت ہوتی ہے اور کچھ خوبیاں ہیں کہ اونکی رغبت ہوتی ہے
اور اکثر عابدوں اور زاہدوں کا میل اختیار عزلت کی جانب ہے اور اوسکو اختلاط پر ترجیح دیتے ہیں اور جو ہم نے باب صحبت میں
جو اختلاط اور اخوت اور الفت کی فضیلت مذکور کی وہ گویا اس … کی مخالفت پڑتی ہے جسکی طرف اکثر دیکھا ہیں ہو
کہ خلوت کو اختیار کرتے ہیں اسلیے اس مادہ میں امر حق کو واضح کر دینا ضرور ہوا اور یہ مطلب دو فصلوں کی لکھنے سے حاصل ہوگا

پہلی فصل اس ذکر میں کہ لوگوں کے مذاہب اور اقوال اس باب میں کیا ہیں اور فریقین کے دلائل کیا ہیں
اختلاف اس باب میں آتا ہوا ہے کہ تابعین میں بھی ظاہر ہوا چنانچہ سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم اور داود طائی
اور فضیل بن عیاض اور سلیمان خواص اور یوسف بن اسباط اور حذیفہ مرعشی اور بشر حافی کا مذہب ہے کہ عزلت اختیار
کرنی چاہیے اور اختلاط پر اوسکو فضیلت ہے۔ اور اکثر تابعین یہ فرماتے ہیں کہ اختلاط کرنا اور بہت سے یار اور دوست بنانا
اور مومنین سے الفت اور محبت بہم پہنچانی اور دین پر اونکے سبب سے مدد چاہنی مستحب ہے اسلیے کہ نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کو
مدد دینا اسی صورت میں پایا جاتا ہے جسکا حکم وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى میں ہے اور اس رائے کی طرف سعید بن
مسیب اور شعبی اور ابن ابی لیلیٰ اور ہشام بن عروہ اور ابن شبرمہ اور شریح اور شریک بن عبد اللہ اور ابن عیینہ اور ابن مبارک
اور شافعی اور احمد بن حنبل اور دوسرے بہت لوگ مائل ہیں۔ اور علماء کے جو اس باب میں کلمات منقول ہیں اون میں سے بعض تو مطلق ہیں
جیسے دونوں رایوں میں سے ایک کی جانب میل پایا جاتا ہے اور بعض ہیں کچھ ایسے کلمات بھی ہیں جیسے میل کی جانب
معلوم ہوتی ہے اب ہم اول قسم کے جملوں کو لکھتے ہیں اور دوسری قسم کے جملوں کو وہاں لکھینگے جہاں خرابیوں اور
فوائد کا ذکر کرینگے پس کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم سب اپنا اپنا حصہ عزلت میں سے لو

اور حضرت ابن سیرین فرماتے ہین کہ عزلت عبادت ہے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی محب ہونیکے لیے کافی ہے
اور قرآن مونس ہونے کو اور موت واعظ ہونیکو کفایت ہے اللہ تعالی کو ساتھی بنا لے اور لوگون کو ایک طرف کر۔ اور ابوالربیع
زاہد نے داؤد طائی سے کہا کہ مجھکو نصیحت فرمایئے اونھون نے فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھ اور آخرت کو اپنے افطار کے لیے مقرر کر اور
لوگون سے ایسا بھاگ جیسا شیر سے بھاگتا ہے۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ کچھ جملے مجھکو توریت کے یاد ہین۔ آدمی
نے قناعت کی اور بے پروا ہوا۔ لوگون سے علیحدہ ہوا اور سالم رہا شہوتون کو ترک کیا اور آزاد ہوا۔ حسد کو ترک کیا تو
صاحب مروت ہوا۔ تھوڑا صبر کیا تو بہت نفع اوٹھایا۔ اور وہیب بن الورد فرماتے کہ ہمنے سنا ہے کہ حکمت کے دس جز ہین
نو تو سکوت مین ہین اور ایک آدمیون سے عزلت اختیار کرنے مین۔ اور یوسف بن مسلم نے علی بن بکار سے کہا کہ آپ
تنہائی پر بڑے صابر ہین اور علی بن بکار اون دنون مین اپنے گھر بیٹھے رہتے تھے باہر نہ نکلتے تھے اونھون نے جواب دیا کہ جوانی
مین تو اس سے بھی زیادہ چیز پر صبر کرتا تھا یعنے لوگون کے پاس بیٹھتا تھا اور اون سے کلام نکرتا تھا۔ اور سفیان ثوری رح
فرماتے ہین کہ اب وہ زمانہ ہے کہ آدمی چپ ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ہم ایک کشتی مین سوار تھے
اور ہمارے ساتھ ایک جوان شخص علوی بھی سوار تھا سات روز ہمارے ہمراہ رہا مگر ہمنے اوسکو بولتے نہ سنا آخر ہمنے اوس سے
کہا کہ خدا تعالی نے ہمکو اور تمکو سات دن سے یکجا کیا ہے یہ کیا بات ہے کہ تم ہمسے نہ ملو نہ بولو اوسنے اس مضمون کا قطعہ پڑھا

قطعہ بکھیڑا کم ہے نہ غم ہے پسر کے مرنے کا		نہ ڈر سے ہے کہ کوئی امر فوت ہووے گا
یہہ علم سیکھا ہے طفلی کی چپاؤ پوری کر		نہایت اسکی ہے تنہائی اور چپ رہنا

اور ابراہیم نخعی رح نے ایک شخص سے کہا کہ علم تحصیل کر پھر عزلت اختیار کر اور ایسا ہی ربیع بن خثیم نے فرمایا ہے۔ اور کہتے ہین
حضرت مالک بن انس رض جنازون پر آتے تھے اور بیمارون کو پوچھتے اور یاردوستون سے ملتے تھے گر رفتہ رفتہ ایک ایک
بات ترک کی یہانتک کہ سبکو چھوڑ دیا اور فرمایا کرتے کہ آسان بات نہین کہ آدمی اپنے سب عذرون کو بیان ہی کر دیا کرے
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رض سے کسی نے کہا کہ بہتر ہو اگر آپ کچھ فرصت ہملوگون کے لیے نکال لین آپ نے فرمایا فرصت
رخصت ہوئی اب خدا تعالی کے پاس ہی فرصت ملیگی۔ اور فضیل رح فرماتے ہین کہ مین آدمی کا ممنون ہون اگر
وہ راستہ مین مجھسے ملے اور مجھکو سلام نکرے اور جب مین بیمار پڑون تو عیادت نکرے۔ اور ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین
کہ ربیع بن خثیم اپنے مکان کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے مین ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا اور اوسکو زخمی کیا
آپ پیشانی پر سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اے ربیع اب تو تجھکو نصیحت ہو گئی پھر اوٹھکر مکان مین چلے گئے
اور اپنے جنازہ کے نکلنے تک پھر کبھی دروازہ پر نہ بیٹھے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید رض عقیق مین
اپنے اپنے گھرون کے اندر بیٹھ رہے مدینہ منورہ مین جمعہ وغیرہ کو نہ آتے تھے یہانتک کہ عقیق ہی مین دونون کا انتقال ہوا
اور یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری رح کو کہتے سنا ہے کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے سوا اور کوئی معبود نہین

کہ اس وقت ضروری ہوگئی۔ اور حضرت ربیع بن عبد اللہ فرماتے ہین کہ لوگون سے شناسائی کم کرو اسلیے کہ تمکو کیا خبر ہے کہ قیامت
مین تمہارا کیا حال ہوگا اگر اسمین رسوائی ہوگی تو تمہارے واقف کار تھوڑے ہی ہون تو بہتر ہے۔ اور کوئی امیر
حاتم اصم رح کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آپکو کچھ مجھسے کام ہو تو ارشاد فرمایئے اونھون نے فرمایا کہ بڑا مطلب یہ ہے کہ نہ تو
مجھکو دیکھے اور نہ مین تجکو۔ اور ایک شخص نے سہل تستری رح سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ آپکے ساتھ رہون آپ نے فرمایا کہ ہم دونون
مین سے جب ایک شخص مرجائیگا اوسوقت کون ساتھ ہوگا جو اوسوقت ساتھی ہو اوسیکے ساتھ رہنا چاہیے اور فضیل
نے کسی سے کہا کہ تمہارا لڑکا علی یہ کہتا ہے کہ کاش مین ایسی جگہہ ہون کہ لوگون کو نہ دیکھون اور وہ مجکو نہ دیکھین فضیل رح
رو پڑے اور کہا کہ افسوس ہے علی کے حال پر اوسنے بات کہی مگر ادھوری کہی پوری جب ہوتی کہ یون کہتا کہ مین لوگونکو
دیکھون نہ وہ مجھے دیکھین۔ اور یہ بھی فضیل رح کا قول ہے کہ بہت سے لوگون سے شناسائی ہونی آدمی کی عقل کے ضعیف ہونیکی
علامت ہے۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ مجلس دن مین سے افضل وہ ہے جو تمہارے گھر کے نہایت اندر ہو کہ تم کسیکو
دیکھو اور نہ کوئی تمکو دیکھے غرضکہ جو لوگ عزلت کی طرف مائل ہین یہ اونکے اقوال ہین اب مناسب ہے کہ اس فصل کو دو
بیانون مین منقسم کیا جائے اور ہر ایک فصل مین فریقین کی حجتین اور اونکا حل ذکر کیا جائے۔

پہلا بیان۔ اون لوگون کی حجتون کے ذکر مین جو اختلاط کی طرف مائل ہین اور اون حجتون کے ضعیف ہونیکا بیان
ان لوگونکی اول دلیل یہ آیت ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا الآیۃ اور یہ آیت فَاذْكُرُوا
نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ اس آیت مین اللہ تعالی نے لوگون پر اپنا احسان بتایا کہ
اونمین محبت و الفت پیدا کیا اور یہ دلیل ضعیف ہے اسلیے کہ تفرق سے مراد اس آیت مین قرآن مجید اور اصول شریعت
مین رایون کا جدا ہونا اور مذہبون کا اختلاف ہے اور الفت سے یہ غرض ہے کہ دلون مین سے اون کینون کو نکالڈالا جاوے
جو سبب فتنہ اور باعث خصومات ہون اور عزلت ان امور کی منافی نہین یہ باتین اوسمین بھی ممکن ہین۔ دوسری
دلیل یہ حدیث شریف ہے اَلْمُؤْمِنُ إِلْفٌ مَأْلُوفٌ وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ اور یہ بھی ضعیف ہے
اسلیے کہ اسمین اشارہ بدخلقی کی برائی کی طرف ہے جسکے سبب سے الفت نہین ہوسکتی اسکا مصداق وہ شخص نہین ہے
جو خوش خلق ہو اور اگر اختلاط کرے تو خود دوستون سے الفت کرے اور دوسرے اوس سے الفت کرین لیکن اپنے نفس کی
سلامتی اور بچاؤ کے ارادے اختلاط کو ترک کردیا ہو۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ فَمِيتَتُهُ جَاهِلِيَّةٌ اور ایک حدیث مین یون ارشاد فرمایا مَنْ شَقَّ عَصَا الْمُسْلِمِينَ
وَالْمُسْلِمُونَ فِي إِسْلَامٍ دَامِجٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ اور یہ دلیل بھی ضعیف ہے اسلیے کہ جماعت
یہان وہ جماعت مراد ہے جو ایک امام کی بیعت پر متفق ہوگئی ہو تو جو شخص اون لوگون کے خلاف کریگا وہ باغی ہوگا تو
جدائی سے غرض رای کی مخالفت ہے اور یہ اسلیے ممنوع ہے کہ مخلوق کیلیے ایک امام ضرور ہونا چاہیے جسکی وہ اطاعت کرین

اور سب امور پیشتر ہی جاتے ہین اور یہ صورت بدون اکثرون کی بیعت کے ہو نہین سکتی اسلیے اس امر مین مخالف ہونا
معاملہ دینی کو برہم کرنا اور فتنہ کو برپا کرنا ہے اسمین عزلت کا کچھ ذکر نہین ۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے تین دن سے زیادہ ترک ملاقات سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اور مر جاوے
تو دوزخ مین جاویگا۔ اور فرمایا کسی مرد مسلمان کو حلال نہین کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے اور جو ملاقات مین
سبقت کریگا وہ جنت مین داخل ہوگا۔ اور فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو چھ دن سے زیادہ چھوڑے تو وہ مثل اوسکے قاتل
کے ہے پس اگر آدمی عزلت کریگا تو بالکل دوست آشناؤن کو چھوڑ دیگا جو ان احادیث کی رو سے ممنوع ہے اور یہ دلیل بھی
ضعیف ہے کیونکہ اس چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ لوگون سے ناراض ہو کر بات کرنے اور سلام اور معمولی اختلاط ترک کرے
اسمین یہ صورت داخل نہین کہ بدون ناراضی کے اختلاط ترک کردے علاوہ اسکے دو جگہہ مین تین دن سے زائد بھی ترک اختلاط
درست ہے ایک یہ کہ معلوم ہو کہ تین دن سے زائد چھوڑنے مین دوسرا شخص رو براہ ہو جائیگا دوم یہ کہ اپنی سلامتی اسی مین سمجھے
اور ممانعت حدیث کی ہر چند عام ہے مگر اوس سے یہ دونون صورتین مخصوص مستثنی ہین اسلیے کہ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو ذوالحجہ اور محرم اور صفر کے کچھ دنون تک چھوڑ دیا تھا اور حضرت عمر رض روایت کرتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ایک مہینے کو ترک کیا تھا اور اونسے قسم کھائی تھی اور اپنے اوس مقام
مین چڑھ گئے تھے جسمین آپ کا غلہ وغیرہ رہتا تھا اوسمین انتیس دن ٹھہرے جب آپ اترے تو عرض کیا گیا کہ آپ تو انتیس دن
رہے آپ نے فرمایا کہ مہینا کبھی انتیس کا ہوتا ہے۔ اور حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ کسی مرد مسلمان کو حلال نہین کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد چھوڑے مگر اوس صورت مین کہ اوسکی شر سے محفوظ و
مامون نہووے تو اس حدیث مین تخصیص کی صراحت موجود ہے اور حضرت حسن بصری رح کا قول اسی حدیث پر مبنی ہے
کہ آپنے فرمایا کہ احمق سے جدا رہنا خدا تعالی کی قربت ہے یعنی زندگی بھر اوس سے جدائی چاہیے کیونکہ حماقت کا علاج ممکن نہین
اور محمد بن عمر واقدی کے سامنے کسینے ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ترک ملاقات کی اور مرنے تک نہ ملا اونھون نے کہا کہ
یہ معاملہ پہلے بھی کچھ لوگون نے کیا ہے چنانچہ سعد بن ابی وقاص رض نے عمار بن یاسر رض سے ملاقات ترک کی یہان تک کہ
دونون کی وفات ہوئی۔ اور حضرت عثمان غنی رض حضرت عبد الرحمن بن عوف رض سے نہ ملتے تھے۔ اور حضرت عائشہ رض نے
حضرت حفصہ رض کو چھوڑ دیا تھا اور طاؤس رح نے وہب بن منبہ رح سے ملاقات زندگی بھر کو چھوڑ دی تھی اور یہ جدائی
اس بات پر محمول ہے کہ ان بزرگون نے اپنی سلامتی اسی مین دیکھی تھی۔ پانچوین دلیل یہ ہے کہ مروی ہے کہ کوئی شخص
کوہستان مین گیا کہ وہان عبادت کرے اوسکو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین لائے آپنے فرمایا
کہ ایسا نکر اور تم مین سے کوئی ایسا نکرے اسلیے کہ بعض اسلام کی موقع مین تم مین سے کسی کا رہنا تنہائی کی چالیس برس
کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور غالبا یہ اسلیے فرمایا تھا کہ اوس وقت ابتداء اسلام مین جہاد بہت ضرور تھا اور عزلت سے

جہاد چھوٹا جاتا تھا چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں
جارہے تھے ہمارا گذر ایک گھاٹی پر ہوا جسمیں ایک چھوٹا سا چشمہ ستھرے پانی کا تھا ایک شخص نے ہم میں سے کہا کہ خوب ہو
کہ اس گھاٹی میں لوگوں سے علیحدہ ہوکر میں عزلت کروں مگر جبتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کرلونگا تب تک
ایسا نکرونگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو ارشاد فرمایا کہ ایسا نکر کیونکہ خدا کی راہ میں تم میں سے کسی کا ٹھہرنا اپنے گھر میں
ساٹھ برس عبادت کرنے سے بہتر ہے کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ خدا تعالی تمہاری مغفرت کرے اور تم جنت میں داخل ہو اللہ تعالی
کی راہ میں جہاد کرو اسلیے کہ جو کوئی خدا کی راہ میں اتنی دیر لڑیگا جتنی دودھ کی دو دھاروں کے نکلنے کے بیچ میں عرصہ ہوتا ہے
تو اللہ تعالی اوسکو جنت میں داخل کریگا چھٹی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَالشَّاذَّةَ وَإِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ
بِالْعَامَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَالْمَسَاجِدِ اور اس حدیث میں ایسا شخص مراد ہے جو علم کی تکمیل سے پیشتر عزلت کرے اور اسکا بیان عنقریب
آویگا اور یہ بھی کہ قبل تحصیل علم عزلت ممنوع ہے مگر ضرورت کیلیے مضائقہ نہیں

دوسرا بیان اون لوگوں کی دلائل کے ذکر میں جو عزلت کی تفضیل کی طرف مائل ہیں اور وجہ اوسکے فضیلت ہونیکی

ان لوگوں کی دلیل اول یہ ہے کہ خدا تعالی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل فرماتا ہے وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي الآیۃ اور اسکے بعد ارشاد فرمایا فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ
وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا اس سے معلوم ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نعمت عزلت کے باعث سے ملی اور یہ دلیل ضعیف ہے
اسلیے کہ کافروں کے اختلاط سے یہی فائدہ ہے کہ اونکو اسلام کی طرف بلائیں اور جب اون سے ناامیدی ہو اور جان لیا جائے
کہ یہ لوگ نہ مانینگے تو بجز اونکو چھوڑ دینے کے اور کوئی صورت نہیں اور گفتگو مسلمانوں کے اختلاط میں ہے کہ اونکی برکت
ہوتی ہے چنانچہ مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکو مٹی کے
ڈھکے ہوئے برتنوں سے وضو کرنا زیادہ پسند ہے یا ان پانی کے حوضوں سے جنسے لوگ طہارت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ان پانی
کے حوضوں سے وضو کرنا مرغوب ہے اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت حاصل ہو اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب خانہ کعبہ کا طواف کیا تو چاہ زمزم کی طرف توجہ فرمائی کہ اوسکا پانی نوش فرمائیں اتنے میں دیکھا کہ چھوہارے
کٹھروں میں کھجوریں بھیگی ہوئی ہیں اور لوگوں نے اونکو ہاتھوں سے ملدیا ہے اور اوسی کو لیکر پیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ
مجھکو بھی اسمیں سے پلاؤ حضرت عباس نے عرض کیا کہ یہ نبیذ ہے کہ ہاتھوں سے ملا اور گدلا ہوگیا ہے آپ فرمائیں تو آپکے لیے
ان ڈھکے ہوئے گھڑوں میں سے جو مکان کے اندر ہیں ستھرا شربت لا دوں آپ نے فرمایا کہ مجھکو اسی میں سے پلاؤ جسمیں سے
لوگ پیتے ہیں میں مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت کا خواہاں ہوں غرضکہ اوسمیں سے نوش فرمایا۔ حاصل یہ کہ کفار اور
اصنام سے عزلت کرنے سے کس طرح نکلتا ہے کہ مسلمانوں سے عزلت چاہیے حالانکہ اونکے اختلاط میں بہت سی برکت ہے۔ دوسری دلیل

یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ یعنی پاس کیھو تمین
آپ نے عزلت کی طرف التجا کی اور اصحاب کہف کے حال مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ
اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ اسمین عزلت کے لیے امر کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو جب قریش نے ایذا دی اور آپ پر جفا کی تو آپ اونسے علیحدہ ہو کر پہاڑ کی گھاٹی مین چلے گئے اور اپنے یاران خاص
کو عزلت کا اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنیکا حکم فرمایا چنانچہ سب ہجرت کر گئے اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنا بول بالا کیا
سب مدینہ منورہ مین آپ سے جا ملے۔ اس دلیل مین بھی یہی بات ہے کہ کافرون سے جسوقت یاس ہوا اونسے عزلت اختیار کی
یہ نہین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون سے عزلت کی ہو یا کفار مین سے جسکے مسلمان ہونیکی توقع تھی اوس سے
علیحدگی اختیار فرمائی ہو۔ اور اصحاب کہف نے باہم دیگر عزلت نہین کی حالانکہ سب ایماندار تھے بلکہ کفار سے علیحدگی کی تھی
اور گفتگو مسلمانون سے عزلت کرنے مین ہے پس اصحاب کہف کی عزلت حجت نہین ہو سکتی۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ بن عامر جہنی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا کہ
اپنے مکان ہی کے ہو رہو اور اپنی زبان بند کرو اور اپنی خطا پر روؤ۔ اور مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین عرض کیا کہ کونسا آدمی افضل ہے آپ نے ارشاد فرمایا مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى
قِيْلَ ثُمَّ مَنْ قَالَ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِيْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّهٗ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ اور ان احادیث مین حجت لانے سے بحث ہے اسلیے کہ آپ کا ارشاد عقبہ بن عامر
کو اسوجہ سے تھا کہ آپ نے اونکا حال نور نبوت سے دریافت کر لیا تھا کہ اونکے حق مین گھر مین بیٹھے رہنا اختلاط کی نسبت کرنے لائق
اور سالم تر ہے کیونکہ سب اصحاب کو آپ نے یہ حکم نہین دیا اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ کسی شخص کے حق مین عزلت ہی مین سلامتی ہوتی
نہ اختلاط مین جیسے بعض کے حق مین گھر بیٹھے رہنا اچھا ہوتا ہے جہاد مین جانے سے اور اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ مطلقاً ترک جہاد
افضل ہو اور لوگون کے اختلاط مین مجاہدہ اور مشقت ہوا کرتی ہے اور اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص
لوگون سے اختلاط کرتا ہے اور اونکی ایذا پر صبر کرتا ہے وہ اوسکی نسبت کہ بہتر ہے جو لوگون سے نہ ملے اور اونکی ایذا پر صبر نہ کرے
اور اسی امر پر یہ ارشاد آپ کا محمول ہے رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ يَعْبُدُ رَبَّهٗ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ یعنی اسمین
اشارہ اوس شخص کی طرف ہے جو سرشت مین شریر ہو اور لوگ اوسکے اختلاط سے ایذا پاوین اور یہ جو آپ کا ارشاد ہے
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ اس مین اشارہ ہے گمنامی کے اختیار کرنے اور شہرت سے محترز رہنے کے لیے اور یہ امر عزلت
سے متعلق نہین اسلیے کہ بہت سے راہب ایسے ہوتے ہین کہ اونکو تمام خلق جانتی ہے اور بہت سے اختلاط کرنیوالے ایسے ہین کہ اونکی
شہرت کچھ بھی نہین ہوتی تو پھر ایسی حدیث کو حجت ٹھیرانا جو عزلت سے متعلق ہی نہین کیا مفید ہو گا۔ چوتھی دلیل یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ارشاد فرمایا کہ کیا مین تمکو سب لوگون سے بہتر کو نہ بتاؤن اونھون نے

عرض کیا کہ کیون نہین آپ ارشاد فرمائیے آپ نے اپنے دست مبارک سے مغرب کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا کہ بہتر وہ شخص ہی
جو خدا تعالی کے رستہ مین اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے منتظر ہی کہ خود دھاوا کرے یا دوسرے لوگ اوسپر دھاوا کرین اور مین تمکو
بتائے دیتا ہون جو بعد اوسکے سب سے اچھا ہی اور اپنے ہاتھ سے حجاز کی طرف کو اشارہ کر کے فرمایا کہ اوسکے بعد وہ آدمی ہے جو
بکریوں کے گلہ مین نماز ادا کرتا ہی اور زکوۃ دیتا ہی اور اپنے مال مین خدا تعالی کا حق پہچانتا ہی اور لوگونکی شرور سے الگ رہتا ہی
اب فریقین کی حجتین بیان کرنیکے بعد ہم کہتے ہیں کہ دونون جانب کی دلیلون سے خاطر خواہ تسکین نہین ہوتی اسلیے
ضرور ہوا کہ عزلت کے فوائد اور ضررون کو مفصل لکھا اور ایک دوسرے کے مقابل کر کے دیکھیں تا کہ امر حق راجح ہو جائے۔

دوسری فصل عزلت کے فوائد اور آفات مین اور اوسکی فضیلت کے باب مین امر حق کی توضیح میں۔

واضح ہو کہ عزلت اور اختلاط میں لوگون کا اختلاف ایسا ہی جیسا نکاح اور تجرد کی فضیلت مین اختلاف ہی اور بیان نکاح
میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مطلق فضیلت ایک کو دوسرے پر نہین کہہ سکتے بلکہ احوال اور اشخاص کے لحاظ سے کسیکے حق مین نکاح
افضل ہی اور کسی کے حق مین ترک نکاح چنانچہ نکاح کی آفات و فوائد کو مفصل بیان کر کے ہمنے اس حکم کو مشرح کیا ہی پس
اسی طرح ہم اس مضمون متنازع فیہ کو بیان کرتے ہیں اور اول عزلت کے فوائد کو لکھتے ہین۔ عزلت کے فوائد دو قسم ہیں ایک
دنیاوی اور ایک دینی فوائد دینی جیسے تنہائی مین عبادت اور فکر اور تربیت علمی پر مواظبت کرنیسے طاعتون کا حاصل کرنا
یا جن منہیات کا مرتکب ہونا اختلاط پر منحصر ہی اوس سے بچا رہنا مثلاً ریا اور غیبت کرنا اور امر معروف اور نہی منکر سے رکنا
اور جلیسان بد کے برے اخلاق اور خبیث اعمال کا اپنی طبیعت مین آجانا وغیرہ اور فوائد دنیاوی یہ ہین کہ خلوت میں
تحصیل پر قادر ہونا جیسے پیشہ ور تنہائی مین اپنا کام خوب کرتے ہین اور اون خرابیون سے بچا رہنا جو اختلاط کی صورتمین
پیش ہوتی ہیں مثلاً دنیا کی بہار کو تاکنا اور لوگون کا ہمہ تن اوسکی طرف متوجہ ہونا اور خود دوسرونکی چیز پر طمع کرنا
اور اپنی چیز مین دوسرون کا طمع کرنا اور اختلاط کی جہت سے پردہ مروت کا دور ہونا اور ہمنشینون کی بری عادت سے ایذا پانا
یعنی بات کا تنگ یا بدگمان ہونا یا چغلی کھانا یا باہم حسد کرنے سے یا اوسکی بدصورتی اور گرانی سے ایذا پانا کہ عزلت کے باعث
ان سب سے محفوظ رہتا ہی غرضکہ سب فوائد عزلت کے یہی ہین انکو ہم چھہ فائدون مین منحصر کرتے ہین۔

پہلا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ عبادت اور فکر کے لیے فارغ ہونا اور خلق کی مناجات کی عوض مین اللہ تعالی کی مناجات
سے انس حاصل کرنا اور معاملہ دین و دنیا اور ملکوت زمین و آسمان مین اسرار الہی کے معلوم کرنے مین لگا رہنا [illegible]
کیونکہ یہ امور فراغ کو چاہتے ہیں اور اختلاط کی صورت مین فراغ میسر نہین پس عزلت ہی ان امور کا وسیلہ ہوتی ہی اور اسلیے
کسی حکیم نے کہا ہی کہ کوئی شخص بدون کتاب اللہ کے تمسک کی خلوت نہین کر سکتا اور جو لوگ کتاب اللہ پر تمسک
کرتے ہین وہی ہین کہ اللہ تعالی کے ذکر سے دنیا سے راحت پائی اور اللہ تعالی کی یاد ہی کے سبب سے کرتے ہین ذکر اللہ ہی
زندہ رہے اور ذکر اللہ ہی پر وفات پائی اور ذکر اللہ ہی پر اللہ تعالی سے ملے۔ اور اسمین شک نہین کہ ایسے لوگونکو اختلاط کے

اور ذکر سے مانع ہوتا ہی اسلیے اونکے حق مین عزلت ہی بہتر ہی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا مین جبل حرا پر سب
سے علیحدہ ہوکر عزلت فرماتے تھے یہانتک کہ آپ مین نور نبوت قوی ہو گیا پھر مخلوق آپ کو اللہ تعالی سے حاجب نہوتی تھی
ظاہر کے بدن سے آپ مخلوق کے ساتھ تھے اور دل سے متوجہ الی اللہ حتی کہ لوگون کو گمان تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رض آپکے خلیل ہین
مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ ہماری ہمت الا ہمت اللہ تعالی کی ساتھ مستغرق ہی اور ارشاد فرمایا لَو کُنتُ مُتَّخِذًا
خَلِیلًا لَاتَّخَذتُ اَبَابَکرٍ خَلِیلًا وَلٰکِنَّ صَاحِبَکُم خَلِیلُ اللہِ اور ظاہر مین لوگون سے ملا رہنا اور باطن مین
ہمہ تن خدا تعالی کی طرف متوجہ رہنا بجز زور نبوت کے اور کسی کی مجال نہین ایسا نہو کہ ہر ضعیف شخص اپنے نفس سے دھوکے مین
اگر اس مرتبہ کی طمع کرنے لگے اور بعض اولیاء اللہ کا درجہ اسقدر ہوجانا کچھ بعید بھی نہین چنانچہ حضرت جنید بغدادی رح سے
منقول ہی کہ اونھون نے فرمایا کہ مین تیس برس سے اللہ تعالی سے باتین کرتا ہون اور لوگون کو گمان ہی کہ ہم سے باتین کرتے ہین
اور یہ بات اوس شخص کو میسر ہوتی ہی جو اللہ تعالی کی محبت مین اتنا ڈوبے کہ اوسمین غیر کی گنجایش نرہے اور ایسا ہونا محال نہین
اسلیے کہ یہ تو مخلوق کے عاشقون کا حال بھی ہوجاتا ہی کہ ظاہر مین لوگون سے ملتے ہین مگر یہ نہین سمجھتے کہ خود کیا کہتے ہین اور
دوسرے اونسے کیا گفتگو کرتے ہین کیونکہ محبوب کی فریفتگی دل پر کمال درجہ کی ہوتی ہی بلکہ جس شخص پر دنیاوی امور کے باب
مین کوئی سخت تردد آپڑتا ہی تو بعض اوقات اوسکی فکر مین ایسا ڈوبتا ہی کہ لوگون سے ملتا ہی مگر کسیکو نہین پہچانتا اور نہ اونکی
آواز سنتا ہی اور عاقلون کے نزدیک آخرت کا معاملہ بہت بڑا ہوتا ہی اگر اسکی فکر مین آدمی کا ایسا حال ہوجاوے تو کیا بعید ہے
مگر اکثرون کے لیے عزلت سے مدد لینا بہتر ہی اور یہی وجہ کسی حکیم سے جو پوچھا گیا کہ خلوت سے لوگون کی غرض کیا ہی تو اوسنے
جواب دیا کہ اوس سے یہ مطلوب ہی کہ فکر دائم ہوجاوے اور علوم دلون مین ثابت اور مستحکم ہون تاکہ عمدہ طور سے زندگی کرین اور شیرینی
معرفت کی چکھین۔ اور کسی راہب سے کہا گیا کہ تم تنہائی پر بڑے صابر ہو اوسنے کہا کہ مین تو تنہا نہین رہتا اپنے پروردگار کا ہمنشین ہون
جب مین چاہتا ہون کہ وہ مجھسے کچھ فرماوے تو اوسکی کتاب پڑھنے لگتا ہون اور اگر چاہتا ہون کہ مین اوس سے کچھ کہون
تو نماز پڑھتا ہون۔ اور کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ زہد اور عزلت سے تمکو کیا چیز ملی اوسنے کہا کہ اللہ تعالی کا انس۔ اور سفیان
بن عیینہ کہتے ہین کہ مین نے ابراہیم ادہم رح کو شام کے شہرون مین دیکھا اور عرض کیا کہ خراسان کو آپ نے بالکل چھوڑ دیا فرمایا
کہ مجھکو آرام اسی جگہہ ملا ہی کہ مین اپنا دین ایک پہاڑ سے دوسرے پر لیے پھرتا ہون اگر مجھکو کوئی دیکھہ پاتا ہی تو کہتا ہی کہ یہ شخص
وسوسی ہی یا کوئی شتربان حاجی یا ملاح ہی۔ اور غزوان رقاشی سے کسی نے کہا کہ یہ ہمنے مانا کہ تم ہنستے نہین مگر اپنے دوستون کے
پاس بیٹھنے سے کونسی چیز مانع ہی اونھون نے کہا کہ جس سے مجھے غرض تھی اوسکی ہمنشینی سے میرے دل کو راحت ملگئی اب
دوستونکے پاس بیٹھنے سے کیا مطلب ہا۔ اور حضرت حسن بصری سے لوگون نے کہا کہ یہان ایک شخص ہی کہ ہمنے اوسکو جب
دیکھا ہی تو تنہا ایک ستون کی آڑ مین بیٹھا دیکھا ہی وہ آپ کی مجلس مین شریک نہین ہوتا آپ نے فرمایا کہ اگر تم اوسکو دیکھو تو
مجھکو اطلاع کرنا چنانچہ ایکروز اوسکو دیکھکر آپ سے کہدیا کہ وہ شخص ہی جسکا حال ہمنے آپ سے کہا تھا آپ اوسکے پاس تشریف لیگئے

اور فرمایا کہ اے بندۂ خدا مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ تمکو عزلت پسند ہے مگر کیا بات ہے کہ تم لوگوں کے پاس نہیں بیٹھتے اونہوں نے جواب دیا
کہ ایک ایسا ہی معاملہ ہے جسنے مجھکو لوگوں سے روک رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ پھر اسی شخص کے پاس بیٹھا کرو جسکو حسن کہتے ہیں اونہوں نے کہا
کہ میں ایسے امر میں لگا ہوں کہ نہ مجھے لوگوں کے پاس بیٹھنے کی فرصت ہے نہ حسن کے پاس آپ نے پوچھا کہ میاں صاحب وہ کون امر ہے
اونہوں نے کہا کہ صبح اور شام مجھپر خدا تعالیٰ کی نعمت ہوتی رہتی ہے اور میں گناہ کرتا ہوں تو میں نے یہ بہتر سمجھا کہ نعمت الٰہی پر اوسکا
شکر کروں اور اپنے گناہ ہے اوس سے مغفرت کی درخواست کروں پس ان دونوں باتوں سے مجھکو فرصت نہیں ملتی آپ نے فرمایا
کہ اے بندۂ خدا میرے نزدیک تو حسن سے زیادہ سمجھتا ہے جو کام کرتا ہے اوسکو لئے رہ۔ کہتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی بیٹھے ہوئے تھے
کہ اتنے میں ہرم بن حیان اونکی خدمت میں حاضر ہوئے اونھوں نے پوچھا کہ کیسے آئے اونھوں نے جواب دیا کہ تم سے انس حاصل کرنیکو
آیا ہوں حضرت اویس نے فرمایا کہ مجھے ایسا کوئی نہیں معلوم ہوتا کہ اپنے پروردگار کو پہچانکر اوسکے غیر سے انس حاصل کرے
اور فضیل رح کا قول ہے کہ جس وقت میں رات کو دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اب پروردگار سے خلوت کرونگا
اور جب دیکھتا ہوں کہ صبح ہوئی تو إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھتا ہوں کہ اب لوگ مجھکو آ گھیرینگے اور کوئی ایسا شخص
میرے پاس آویگا جو مجھکو میرے پروردگار سے مانع کر دیگا۔ اور عبد اللہ بن زید کہتے ہیں کہ خوش حال اون لوگوں کا جنھوں نے
دنیا میں بھی عیش کی اور آخرت میں بھی عیش کرینگے لوگوں نے پوچھا یہ کسطرح ہوگا اونھوں نے فرمایا کہ دنیا میں تو اللہ تعالیٰ
سے مناجات کرتے ہیں اور آخرت میں اوسکے پڑوس میں رہینگے۔ اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کی لذت اور
خوشی اسی میں ہے کہ تنہائی میں اپنے پروردگار سے مناجات کرے۔ اور مالک بن دینار رح فرماتے ہیں کہ جسکو مخلوق کی ہمکلامی
کے عوض میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے انس حاصل نہو وہ کم علم اور دل کا اندھا ہے اور اوسنے اپنی عمر ضائع کھوئی۔ اور ابن مبارک
فرماتے ہیں کہ کیا اچھا حال ہے اوس شخص کا جو صرف اللہ تعالیٰ کا ہو رہے۔ اور ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ میں شام کے ملک میں
سیر کرتا پھرتا تھا کہ ایک عابد کو کسی پہاڑ سے نکلتے دیکھا اوسنے جو مجھکو دیکھا تو ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا میں اوسکے پاس جاکر
کہا کہ سبحان اللہ آپکو اتنا بخل ہے کہ یہ بھی گوارا نہیں کرتے کہ میں تمکو دیکھوں اوسنے کہا کہ میاں صاحب اصل یہ ہے کہ میں اس
پہاڑ میں مدت سے اپنے دل کا علاج کر رہا ہوں کہ دنیا اور اہل دنیا سے صبر کرے اور اس باب میں میں نے بہت مشقت اوٹھائی
اور عمر صرف کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی ہیں کہ ایسا نکرنا کہ میری محنت اور مشقت کو اور کچھ ہاتھ نہ لگے بارے اللہ تعالیٰ نے
میرے دل کا اضطراب دور کیا اور تنہائی اور علیحدگی سے اوسکو انس کر دیا اب جو میں نے تمکو دیکھا تو یہ خوف ہوا کہ کہیں دل کی
حالت پھر پہلی کی سی نہو جاوے پس تم مجھ سے علیحدہ رہو کہ میں تمہارے شر سے پناہ مانگتا ہوں رب العارفین اور حبیب القانتین کی
پھر ایک نعرہ مارا کہ آہ افسوس دنیا میں اتنا زیادہ ٹھہرے پھر میری طرف سے منہ پھیر لیا اور ہاتھوں کو جھٹک کر کہا کہ اے دنیا
مجھ سے علیحدہ رہ میرے سوا کسی اور کو اپنی زینت دکھا اپنے چاہنے والوں کو دھوکا دے پھر کہا پاک ہے وہ ذات جسنے اپنی خدمت کی
لذت اور اپنی طرف منقطع ہونیکی حلاوت عارفوں کے دلوں کو ایسی چکھائی جس سے اونکو دل سے بہشت اور حوروں کی یاد بھولگئی

اور اونکی ہمتون کا صرف اپنی ہی بات مین تسکین دی کہ اونکو نزدیک کوئی چیز اوسکی مناجات سے بڑھکر مزہ دار نہین پھر قدوس قدوس کہتا ہوا چلا گیا - غرضکہ تنہائی مین اللہ تعالی کے ذکر سے انس اور اوسکی معرفت کی کثرت ہوتی ہے

اور اسی باب مین کسی نے یہ مضمون کہا ہے قطعہ

مجکو بیہوشی نہین یہ جان کر بیہوش ہون ٭ تا ملاقی ہووے شاید تیرا اور میرا خیال ٭
ہمنشینون سے الگ ہوتا ہون مین اس تا کہ مین ٭ تا کرون فرصت سے اپنے دل مین تیری قیل و قال

اور یہین وجہ کسی حکیم نے کہا ہے کہ جب آدمی اپنے آپ مین کوئی فضیلت نہین پاتا تو خود اپنے نفس سے وحشت کرتا ہے اور اسیوجہ سے لوگون سے ملکر وحشت کو اپنے نفس پر دفع کرتا ہے لیکن جس صورت مین کہ اوسکی ذات مین فضیلت ہوتی ہے تو تنہائی کو تلاش کرتا ہے تاکہ خلوت کے باعث فکر پر مدد لے اور علم و حکمت کو ظاہر کرے - اور کہتے ہین کہ آدمیون سے انس حاصل کرنا افلاس کی نشانی ہے حاصل یہ کہ خلوت سے فراغ کا ملنا بہت بڑا فائدہ ہے مگر بعض خواص کے حق مین ہے نہ کل کیلیے اور جس شخص کو کہ ذکر دائمی سے اللہ تعالی کے ساتھ انس میسر ہو اور دوام فکر سے خدا تعالی کی معرفت مین استحکام ہوتا ہو اوسکے حق مین جتنی باتین کہ اختلاط سے متعلق ہین اون سبکی نسبت کے تنہا رہنا افضل ہے اسلیے کہ علت غائی تمام عبادات کی اور ثمرہ سب معاملات کا یہ ہے کہ آدمی ایسے حال مین مرے کہ اللہ کا محب اور عارف ہو اور محبت جبھی ہوتی ہے کہ دوام ذکر سے انس حاصل ہو اور معرفت بدون دوام فکر کے نہین ہوتی اور دل کا فارغ ہونا محبت اور معرفت دونون کیلیے شرط ہے اور اختلاط کے ساتھہ فراغ نہین ہو سکتا

دوسرا فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ جو گناہ آدمی کو اکثر اختلاط سے پیش ہوا کرتے ہین اور تنہائی مین اونسے محفوظ رہتا ہے اون سے بچنا میسر ہوتا ہے اور وہ گناہ چار ہین غیبت اور ریا اور چپ رہنا امر معروف اور نہی منکر سے اور چوری چوری طبیعت مین اخلاق قبیحہ اور اعمال خبیثہ کا داخل ہونا جسکا باعث حرص دنیاوی ہوتی ہے - غیبت کا تو یہ حال ہے کہ اگر باب آفات زبان کو اس کتاب کی جلد سوم مین مطالعہ کرکے غیبت کی وجہین معلوم کروگے تو جان لوگے کہ اختلاط کی صورت مین اوس سے بچا رہنا ایک بڑا کام ہے بجز صدیقون کے اور کوئی نہین بچ سکتا اسلیے کہ لوگون کی عادت پڑگئی ہے کہ جہان بیٹھتے ہین اسی کا چرچا رکھتے ہین بلکہ اسمین چاشنی اور لذت اور نقل اور گزک کی سی حلاوت سمجھتے ہین اور تنہائی کی وحشت کو اسی سے ٹالتے ہین پس اگر تم لوگون سے اختلاط کرکے اونھین کی سی کہوگے تب تو گنہگار اور مستحق غصہ پروردگار ہوگے اور اگر خاموش رہوگے تب بھی غیبت کرنیوالون مین گنے جاؤگے کہ سننے والا غیبت کا ایسا ہی ہے جیسا غیبت کرنیوالا اور اگر تم لوگونکو غیبت سے منع کروگے تو وہ تمہارے دشمن ہو جائینگے اور جسکی غیبت کرتے تھے اوسکو چھوڑکر تمہاری غیبت کرینگے اور بات نشے دو کا مضمون ہوگا بلکہ عجب نہین کہ غیبت سے بڑھکر تمکو حقیر جانین اور گالیان سنائین - اور امر بالمعروف اور نہی منکر دین کے اصول مین سے ہے اور واجب ہے چنانچہ اسکا ذکر اس جلد کے آخر مین آویگا اور جو شخص لوگون سے اختلاط کریگا تو بالضرور بہت سی باتین دیکھیگا پس اگر اونپر سکوت کریگا تب تو اللہ تعالی کا نافرمان ٹھہریگا اور اگر منع کریگا تو اپنے آپ کو انواع ضرر کا

بدلہ پایگا اور بحث ضمن کے جن افعال سے منع کیا ہو اوس سے بیادہ اور معاصی دیکھے پر بیبار اور اوسی اقرار تلاش کرنا پر اور دوست
میں ان امور سے نجات نہیں ہے کیونکہ اختلاط کی صورت میں اونکو دیکھا نہ جیب ہوتو غرم کہتے ہو گو ہم مشکل • اگر نہ کو ہم مشکل کا
مضمون ہوتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے ایکبار خطبہ پڑہا اور فرمایا کہ لوگو تم یہ آیت پڑھتے ہو یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ اور تم اوسکو اوسکی جگہہ میں استعمال نہیں کرتے • اور میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے اِذَا رَاَی النَّاسُ الْمُنْكَرَ فَلَمْ یُغَیِّرُوْهُ اَوْشَكَ اَنْ یَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ
اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی بندہ سے یہانتک پرسش فرمائیگا یہانتک کہ یوں فرمائیگا
کہ دنیا میں جب تو نے بری بات دیکھی تھی اوسکو کسلیے منع نہ کیا پس اگر اللہ تعالی بندہ کو جواب سوجہا دیگا تو وہ عرض کریگا
الہی مجکو تیرے رحم کی توقع تھی اور لوگوں سے خوف تھا اور یہ اوس صورت میں ہے کہ مارپیٹ سے ڈرے یا ایسی بات سے جسکی طاقت
نہ آپ میں ہو اور اسکی پہچان مشکل ہے اور خالی از خطر نہیں اور عزلت میں اس سے نجات ہے اور ایسی بات کے امر کرنے میں خصومت کی

	ابھارا اور سینوں میں کینہ ہوتا ہے جیسے کسی کے کہنے سے	
زندگی میں نے نصیحت میں تمہاری صرف کی		محسن پہ افسوس ہے تیسکو عداوت ہو گئی

اور جو شخص امر بالمعروف کا امتحان کرتا ہے بالضرور نادم ہوتا ہے کیونکہ امر معروف کرنا ایسا ہی جیسا کوئی ٹیڑھی دیوار کو
سیدہا کرنا چاہے اور عجب نہیں کہ دیوار اوسی پر آرہے اور پھر پچھتائے کہ کاش میں اوسکو جھکی ہوئی رہنے دیتا ہاں اگرچہ لوگ
اوسکی مدد دیں اس طرح کہ دیوار کو تھام لیں یہانتک کہ یہ شخص اوس میں ارانا ذخیرہ خوب مضبوط لگا دے تو البتہ اوسکا سیدہا ہونا
بدون ضرر کے ہو سکتا ہے لیکن امر معروف کرنے میں مددگار اس زمانہ میں کہاں کہ اونکے سہارے کسیکو کچھ کہیں اسلیے یہ بہتر ہے کہ
آدمی کنج عافیت اختیار کرے • اور ریا ایک مرض لاعلاج ہے جس سے احتراز کرنا ابدال اور اوتاد کو بھی دشوار ہے اور ونکا تو کیا ذکر
کیونکہ جو شخص لوگوں سے ملیگا اونکی مدارات کرنی پڑیگی اور جو مدارات کریگا وہ ریا کریگا اور جو اونکو دکھلاوے کیلیے اعمال کریگا
وہ انھیں باتوں میں مبتلا ہوگا جنمیں وہ مبتلا ہیں اور جیسے وہ تباہ ہوئے ویسا ہی وہ بھی تباہ ہوگا اور ادنی خرابی
اسمیں یہ ہے کہ نفاق لازم آویگا مثلاً اگر تم دو عداوت والوں سے ملو تو اگر ایسی طرح ہر ایک سے نہ ملو جو اوسکی مرضی کے
موافق ہو تب تو دونوں کے نزدیک دشمن ٹھہرو گے اور اگر دونوں سے اونکی منہ دیکھی بات کہو گے تو بدترین خلق ٹھہروگے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تَجِدُوْنَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ
وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ • اور لوگوں کے اختلاط میں ادنی بات یہ ضرور ہے کہ ملنے کے وقت اظہار شوق اور شدت سے اشتیاق
بیان کیا جاے حالانکہ یہ امر یا تو اصل ہی میں جھوٹ ہوتا ہے یا مقدار زیادتی میں دروغ یقیناً ہوتا ہے اور یہ بھی ضرور ہے
کہ ملنے والے سے اوسکے حالات پوچھنے سے اپنی شفقت ظاہر کریں پس اگر تم کسی سے پوچھو کہ آپ کا مزاج شریف اور
آپکے اہل وعیال کیسے ہیں اور دل میں تمہارے اوسکا کچھ دہیان نہو تو یہ نفاق خالص ہے اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہیں

کہ تم مین سے کوئی اپنے گھر سے نکلتا ہے اور راستہ مین کوئی شخص اوس سے اپنی حاجت کہتا ہے کہ فلان کام میرا کر دیجیے تو وہ
بظاہر اوسکا مشکور ہوتا ہے کہ خوب کیا تمنے اپنا مطلب مجھسے کہا مگر شاید اوسکی حاجت مین کچھ کام نہین کرتا پس ایسا شخص
گھر کو جو پھرتا ہے تو اللہ تعالی کو اپنے اوپر جدا خفا کرتا ہے اور اپنے دین کو جدا برباد کرتا ہے - اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر میرے
پاس کوئی دوست آوے اور مین اوسکے دکھانیکو اپنی داڑھی ہاتھ سے برابر کرون تو مجھے یہ ڈر ہے کہ میرا نام کہین منافقون کے
دفتر مین نہ لکھا جاے - اور فضیل رحمہ اللہ مسجد حرام مین تنہا بیٹھے تھے کہ ایک اونکا دوست اونکے پاس گیا اونھون نے پوچھا
کہ کیسے آئے اوسنے کہا کہ دل بہلانے کے لیے اونھون نے فرمایا کہ یہ تو وحشت کا کام ہے کیونکہ تم بھی چاہتے ہو کہ میرے دکھانیکو
زینت کرو اور مین تمہارے دکھانیکو بنسنور بیٹھون اور تم میری خاطر جھوٹ بولو اور مین تمہاری خاطر پس اس سے بہتر یہ ہے
کہ یا تم میرے پاس سے چلے جاؤ یا مین تمہارے پاس سے اٹھ جاؤن - اور کسی عالم کا قول ہے کہ اللہ تعالی جس بندہ سے محبت کرتا ہے
تو یہ بھی چاہتا ہے کہ اسکی اطلاع اوسکو نہو اور طاوس رح خلیفہ ہشام کے پاس تشریف لیگئے اور اوسکو فرمایا کہ اے ہشام تم
کیسے ہو ہشام غصہ ہوا اور کہا کہ تمنے مجکو امیر المومنین کیون نہ کہا آپ نے فرمایا کہ اسلیے کہ سب مسلمان تمہاری خلافت پر
متفق نہین تو مجکو خوف ہوا کہ امیر المومنین کہنے سے کہین مین دروغگو نہو جاؤن تو جس شخص سے اسطرحکا احتراز ہو سکے اوسکو
لوگونسے اختلاط کرنیکا مضائقہ نہین ورنہ اپنا نام منافقون کے دفتر مین لکھوانے پر راضی ہو تو اختلاط کرے - اور سلف کے اکابر
جو آپس مین ملتے تھے تو مزاج پوچھنے اور اوسکے جواب دینے سے احتراز کرتے تھے کیونکہ اونکا دستور احوال دین کے دریافت کرنیکا تھا
نہ حالات دنیا کے پوچھنے کا چنانچہ حاتم اصم نے حامد لفاف سے پوچھا کہ تمہارا حال کیسا ہے اونھون نے جواب دیا کہ سالم اور
عافیت سے ہون حاتم کو یہ جواب برا معلوم ہوا کہا کہ اے حامد سلامتی تو پل صراط کے پار اور عافیت جنت مین ہے - اور
حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام سے جب کوئی پوچھتا کہ آپ آج کیسے ہین تو فرماتے کہ ایسا ہون کہ جس چیز کی توقع کرتا ہون
اوسکی تقدیم پر قادر نہین اور جس چیز سے ڈرتا ہون اوسکو ٹال نہین سکتا اپنے عمل کے بدلہ مین گرو ہون اور بہتری بالکل
دوسرے کے ہاتھ ہے پس کوئی محتاج مجھسے زیادہ حاجتمند نہین اور ربیع بن خثیم سے اگر کوئی پوچھتا کہ آج آپ کیسے ہین تو
کہتے کہ ضعیف گنہگار ہین اپنی قسمت کا دانہ پانی پورا کرتے ہین اور اس انتظار مین ہین کہ کب مرتے ہین - اور حضرت
ابو درداء رض سے اگر کوئی پوچھتا کہ آج آپ کیسے ہین فرماتے کہ اچھا ہون اگر دوزخ سے بچ جاؤن - اور سفیان ثوری رح سے
اگر کوئی پوچھتا کہ آپ کیسے ہین فرماتے کہ اسکا شکر اوسکے سامنے کرتا ہون اور ایک کی برائی دوسرے کے سامنے اور ایک سے
بھاگ کر دوسرے کے پاس جاتا ہون - اور حضرت اویس قرنی رض سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ اوس شخص
کا حال کیا پوچھتے ہو کہ شام ہو تو یہ نہین جانتا کہ صبح پکڑونگا اور صبح ہو تو یہ نجانے کہ شام پکڑونگا - اور مالک بن دینار رح
سے کسینے پوچھا کہ آج آپ کیسے ہین فرمایا کہ ایسا ہون کہ عمر گھٹتی جاتی ہے اور گناہ بڑھتے جاتے ہین - اور کسی حکیم سے پوچھا گیا
کہ تم کیسے ہو کہا کہ موت کی خاطر اپنی زندگی کو پسند نہین کرتا اور اپنے رب کے سامنے اپنے نفس سے راضی نہین - اور کسی دوسرے

حکیم سے سوال کیا گیا کہ تم کیسے ہو کہا کہ اپنے رب کا رزق کھاتا ہوں اور اوسکے دشمن ابلیس کی اطاعت کرتا ہوں - اور کسی نے
محمد بن واسع سے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہر روز آخرت کی طرف کو ایک منزل چلتا ہو اوسکا حال تم ہی
سمجھ لو کہ کیا ہوگا اور حامد لفاف سے کسی نے پوچھا کہ تم کیسے ہو کہا کہ یہ تمنا ہے کہ ایک دن اور رات عافیت میں گذر جائے کسی نے
کہا کہ کیا آپ ہر روز عافیت سے نہیں ہیں فرمایا کہ عافیت اوس روز ہوتی ہے جس میں خدا تعالی کی نافرمانی نکروں - اور
ایک شخص نزع کی حالت میں تھا اوس سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اوسنے کہا کہ اوس شخص کا حال کیا ہوگا جو سفر
دور دراز بے زاد کے طے کیا چاہتا ہے اور قبر وحشت ناک میں بدون مونس کے جاتا ہے اور بادشاہ عادل کے سامنے بدون
حجت کے حاضر ہوتا ہے - اور حسان بن ابی سنان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں فرمایا کہ اوس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو
جو مر جائیگا پھر اوٹھایا جائیگا پھر حساب لیا جائیگا - اور حضرت ابن سیرین رح نے ایک شخص عیالدار تنگدست سے پوچھا کہ تمہارا
کیا حال ہے اوسنے کہا کہ کیا حال پوچھتے ہو اوسکا جسکے ذمہ پانسو درم قرض ہوں اور عیالدار ہو حضرت ابن سیرین گھر میں جاکر
ہزار درم نکال لائے اور اوس شخص کو دیکر فرمایا کہ پانسو سے تو اپنا قرض ادا کرنا اور پانسو سے عیال کے لیے رکھنا اور آپ کے پاس بجز
ان ہزار درم کے اور نتھے پھر فرمایا کہ بخدا اب کسی سے اوسکے حال کا استفسار کبھی نکرونگا اور یہ صرف اسلیے کیا کہ آپ کو یہ خوف ہوا
کہ استفسار کرنیکے بعد اگر اعانت نہ بن سکیگی تو استفسار ریا اور نفاق میں محسوب ہوگا - حاصل یہ کہ اکابر سلف کا سوال دین کے
احوال اور خدا تعالی کے معاملہ میں دل کے حالات سے ہوتا تھا اور اگر دنیا کے امور کو پوچھتے تھے تو جو کچھ دوسرے کی حاجت معلوم
ہوتی تھی اوسکے پورا کرنے میں اہتمام کرتے تھے اور حتی الوسع انجاح مرام کر دیتے تھے - اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں کو
جانتا ہوں کہ ایک دوسرے سے ملاقات نکرتے تھے لیکن اگر ایک شخص دوسرے کی تمام متاع پر حکم کرتا تو دوسرا اوسکو کبھی نہیں روکتا
اور اب میں ایسے لوگ دیکھتا ہوں کہ آپس میں ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے اتنا پوچھا کرتے ہیں کہ گھر کی مرغی کا کیا حال ہے جیسے میں
لیکن اگر ایک شخص بے تکلفی کرکے دوسرے سے بالفرض ایک پیسا لینا چاہے تو وہ ہرگز نہیں دیتا - تو یہ بات بجز ریا اور نفاق کے
اور کیا ہے اور اسکی علامت یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ جب دو شخص ملتے ہیں تو ایک کہتا ہے مزاج شریف اور دوسرا کہتا ہے آپ کا مزاج
لطیف کرنا اول انتظار جواب کرتا ہے نہ دوسرا اوسکے سوال کا جواب دیتا ہے بلکہ اپنا سوال پیش کرتا ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ
انکو معلوم ہے کہ یہ محض دوسرے کے دکھانے اور تکلف کا ہے بلکہ بعض اوقات دل میں تو کینہ اور بغض ہوتا ہے اور زبان سے خیریت
پوچھی جاتی ہے - اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ جو السلام علیکم کہتے تھے تو اوس وقت کہتے تھے کہ دل سلامت
ہوتے تھے اور اب جو کہتے ہیں کہ آپ کیسے ہیں اور خدا تعالی آپکو تندرست رکھے اور آپکا مزاج کس طرح ہے اللہ تعالی آپکو بخیر رکھے
تو اگر ان اقوال کو ہم تامل کریں تو یہ سب بدعت کی راہ سے ہیں نہ تعظیم کے طور پر چاہیں لوگ ہم سے ناراض ہوں چاہیں راضی
رہیں - اور آپ نے اسلیے فرمایا کہ اگر تم ملتے ہی دوسرے سے کہنے لگو کہ مزاج شریف تو یہ بدعت ہے ایک شخص نے ابو بکر بن عیاش سے
پوچھا کہ مزاج شریف آپ نے اوسکو جواب نہ دیا اور کہا کہ ہمکو اس بدعت سے معاف رکھو اور فرمایا کہ ابتدا اس استفسار کی اسطرح ہوئی

کہ حضرت عمر رضؓ کے عہد مبارک مین جب شہر عمواس مین جو شام کے ملک مین ہی وباء طاعون پھیلی اور لوگ نہایت کثرت سے مرے تو اوسوقت اگر کوئی اپنے بھائی سے صبح کو ملتا تھا تو پوچھتا تھا کہ آپ کو صبح بخیر ہوئی یعنی آپ طاعون سے محفوظ رہے کہ نہین اور شام کو ملتا تھا تو دن کی خیریت پوچھتا تھا کہ شام بخیر گذری پھر رفتہ رفتہ ہر ملاقات مین یہہ تکلف جاری ہو گیا غرضکہ اختلاط عادتون کے اعتبار سے غالباً اقسام تکلف اور ریا اور نفاق سے خالی نہین ہوتا اور یہ سب باتین بری ہین ان مین سے کوئی ممنوع اور حرام ہی اور کوئی مکروہ اور عزلت کی وجہ سے ان برائیون سے نجات رہتی ہی کیونکہ جو شخص خلق سے ملے اور اونکی عادات مین اونکا شریک نہو تو لوگ اوس سے ناخوش ہونگے اور اوسکو گران جانینگے اور اوسکی غیبت کرینگے اور ایذا کے درپے ہونگے تو اونکا دین اس شخص کے باب مین برباد جاویگا اور اگر یہ اونسے بدلا لیگا تو اسکی دنیا اور دین دونون ضایع ہونگے- اور لوگون کے اعمال اور اخلاق کو دیکھکر دیکھنے والے کی طبیعت کا اونکو چرالینا ایک خفیہ مرض ہی کہ اوسپر عاقلون کو بھی آگاہی نہین ہوتی غافلون کا تو کیا ذکر ہی مثلاً اگر کوئی شخص کسی فاسق کے پاس تمام عمر بیٹھے گو دل مین اوسکو برا جانتا ہو تب بھی اپنے دل کا حال بیشتر کی نسبت کے متفاوت پاویگا یعنے اوسکے پاس بیٹھنے سے پہلے جتنی نفرت اور گرانی اپنے دل مین فساد سے معلوم کرتا ہوگا اوسقدر نفرت فساد سے اب نرہیگی اسلیے کہ برائی کے دیکھتے دیکھتے طبیعت پر سہل ہو جاتی ہی اور اوسکا برا ہونا دل مین جاتا رہتا ہی اور خرابی سے رکنے کی وجہ یہی ہوتی ہی کہ دل مین اوسکی وقعت بہت ہوتی ہی جب کثرت سے دیکھنے کے باعث وہ حقیر ہو جاتی ہی تو کیا عجب ہی کہ روکنے والی قوت مضمحل ہو کر آدمی خود اوس خرابی یا اوس سے کمتر کے کرنیکا آمادہ ہو جاوے- اور جس صورت مین کہ آدمی دوسرے کو کبیرہ گناہ کرتے دیکھتا ہے تو اپنے گناہ صغیرہ اوسکی نظرون مین حقیر معلوم ہوتے ہین اور یہین وجہ جو شخص توانگرون کی طرف نظر کرتا ہی تو اللہ تعالی کی نعمت اپنے اوپر کم سمجھتا ہی توانگرون کی صحبت اسلیے اختیار کیجاتی ہی تاکہ جو کچھ اپنے پاس ہی اوسکو کم جانا جاوے اور فقیرون کی صحبت اسلیے پسند ہوتی ہی کہ جو نعمتین اللہ تعالی نے عنایت فرمائی ہین اونکو بڑا سمجھین یہی حال مطیعون اور عاصیون کی طرف دیکھنے کا ہی کہ اسکی تاثیر بھی طبیعت مین ویسی ہی ہی یعنے جو شخص صرف صحابہ اور تابعین ہی کا حال دیکھے کہ اونھون نے عبادت کسطرح کی اور دنیا سے کیسے برکنار رہے تو وہ اپنے نفس کو ہمیشہ ذلیل اور اپنی عبادت کو حقیر سمجھیگا اور جانیگا کہ مین نہایت قاصر ہون اسی وجہ سے کوشش اپنی تکمیل مین ضرور کرتا رہیگا اور یہ چاہیگا کہ ان اکابر کا اقتدا کامل طور پر نصیب ہو اور جو شخص اون حالات کو دیکھیگا جو دنیا دارون پر غالب ہین یعنے خدا تعالی سے اونکا روگردان رہنا اور دنیا کی طرف متوجہ رہنا اور معاصی کا عادی ہونا تو وہ شخص اپنے دل مین اگر ادنی رغبت نیک بات کی پاویگا اوسکی سبب سے اپنے نفس کو بڑا سمجھیگا اور یہی تباہ ہونیکی صورت ہی- اور طبیعت کے بدلنے کے لیے صرف خیر و شر کی باتون کا سننا کافی ہوا کرتا ہی دیکھنا تو درکنار رہا اور اسی دقیقہ سے اس حدیث کے معنے معلوم ہوتے ہین عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ اسلیے کہ رحمت تو جنت کو داخل ہونے اور دیدار الہی کو کہتے ہین اور یہ باتین نزول کے وقت

نازل نہیں ہوتی ہین بلکہ اونکا سبب نازل ہوتا ہی یعنی دل کے اندر سے ایک جوش اور حرص صالحون کی اقتدا کی اور اپنی تقصیر
اور کمی پہ خجالت اور کراہت ابھرتی ہی جو کہ رحمت فعل خیر کی باعث ہوتی ہی اور فعل خیر سبب کی جہت سے اور رحمت
احوال صالحین کے ذکر کرنے سے تو نزول رحمت کے یہی معنی ہوئے کہ وہ چیز نزول کرتی ہی جو انجام کو ذریعہ رحمت ہوا اور جیسا کہ
حدیث کے الفاظ سے یہ معنی سمجھ مین آتے ہین ایسا ہی ہر زیرک آدمی اس کلام کے فحوی سے یہ سمجھ سکتا ہی کہ فاسقون کا احوال بیان
کرنیکے وقت لعنت برستی ہی اسلیے کہ کثرت سے اونکا ذکر کرنا گناہونکو طبیعت پہ ہلکا کر دیتا ہی اور لعنت اللہ تعالی سے دور ہونیکو
کہتے ہین اور دور ہونیکا سبب معاصی ہین اور دنیاوی لذات اور سرمست کی شہوات پر بطور تسرع متوجہ ہونا اور خدا تعالی
سے منہ پھیرنا اور ان معاصی کا سبب یہ ہی کہ دل سے انکی گرانی اور برائی جاتی رہے اور گرانی کے جانیکا باعث اونکے ساتھ
مانوس ہونا ہی اور انس کثرت سے سننے کے سبب سے ہوتا ہی تو جس صورت مین صالحون اور فاسقون کے احوال سننے کا یہ حال ہی
تو انکو دیکھنے کو سمجھ لو کہ بطریق اولی موثر ہوگا بلکہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمائی ہی چنانچہ ارشاد فرمایا
مَثَلُ الْجَلِيسِ السُّوءِ كَمَثَلِ الْكِيرِ اِنْ لَمْ يُحْرِقْكَ بِشَرَرِهِ عَلِقَ بِكَ مِنْ رِيحِهِ یعنے جیسے کپڑا بو مین بس جاتا ہی اور آدمی
کو خبر نہین ہوتی اسیطرح فساد دل پر سہل ہو جاتا ہی اور اوسکو خبر نہین ہوتی اور فرمایا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ مَثَلُ
صَاحِبِ الْمِسْكِ اِنْ لَمْ يَهَبْ لَكَ مِنْهُ تَعَبَّقَ بِكَ اور اسیلیے ہم کہتے ہین کہ جس شخص کو کسی عالم کی لغزش معلوم ہو تو دو وجہ
سے اوسکا ذکر کرنا حرام ہی اول تو یہ کہ غیبت عالم کی ہوگی دوسرے یہ کہ لوگ عالم کا حال سنکر اوس خطا مین بلا انکاری کے کرینگے
اور اوسکی گرانی اونکے دلون سے ساقط ہو جائیگی اور اوسپر جرأت کر بیٹھینگے کیونکہ جب کوئی اوس خطا کا مرتکب ہوگا
اور اوسپر کوئی اعتراض کریگا تو وہ یہ جواب دیگا کہ ہمسے ایسا ہو جانا کیا بعید ہی ہمین تو عالم اور عابد بھی مجبور ہین اور جب تک
اوسکے اعتقاد مین یہ بات ہیگی کہ ایسی حرکت پر عالم اور نیکبخت شخص مبادرت نہین کیا کرتے تب تک اوسکو اوس حرکت کا
ارتکاب مشکل معلوم ہوگا اور جاہل معتبر اور متبرک لوگون کی کوئی اس قسم کی بات سن پائی تھی اونکو اپنی حرکت کی سند ہو جاتی ہی
مثلا اکثر شخص جو دنیا پر لڑتے جھگڑتے ہین اور اوسکو جمع کرنیکے حریص ہین اور ریاست کی محبت پر گرے پڑتے ہین اونکے دلون پر
ان امور کی برائی اسوجہ سے آسان ہی کہ خیال کرتے ہین کہ صحابہ بھی ریاست کی محبت سے متحرز نہ تھے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور
حضرت معاویہ کے مشاجرہ کو اپنی سند بیان کرنے لگتے ہین اور اپنے جی مین تصور کرتے ہین کہ یہ مناقشہ طلب حق کے لیے تھا بلکہ
طلب ریاست کے لیے تھا پس اسی جھوٹے اعتقاد سے امر ریاست اونپر آسان ہو جاتا ہی اور اوسی قسم کی معصیتون کے مرتکب
ہونے لگتے ہین اور سرشت بد لغزشون کی اتباع اور حسنات سے اعراض پر مائل ہوتی ہی بلکہ جس جگہ لغزش نہین ہوتی اپنی غرض
کے لیے لغزش بنا لیتے ہین تاکہ بہانہ ہاتھ آئے اور یہ امر شیطان کی دقیق مکرون مین سے ہی اور یہی جہت اللہ تعالی نے
شیطان کے خلاف کرنیوالون کو ان الفاظ سے تعریف فرمائی الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ اور
انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی مثل بیان فرمائی کہ جو شخص بیٹھکر حکمت کی بات سنے پھر اوسمین سے برائی کو سوا

اور کچھ یاد نہ رکھے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی چرواہے کے پاس آوے اور اوس سے کہے کہ اپنے گلہ مین سے مجھکو ایک
موٹی بکری ذبح کرنیکو دیدے اور وہ جواب دے کہ گلہ مین جا اور جو بکری اوس مین سب سے بہتر تجھکو ملے اوسکو پکڑ لے
اور وہ جاکر گلہ کے کتے کا کان پکڑ لاوے پس جو شخص کہ ائمہ کی نفس شین نقل کرتا ہے یہ مثال اوسکی بھی ہو سکتی ہے علاوہ ازین
اکثر آدمیون کا دستور ہے کہ جب کسی مسلمان کو دیکھین کہ رمضان کے دنون مین بلا وجہ روزہ نہین رکھتا تو اس امر کو اتنا بعید
جانین کہ عجب نہین کہ اوسکو کافر جاننے لگین لیکن ایسے لوگون کو دیکھتے ہین کہ نماز نہین پڑھتے یا قضا کرتے ہین تو اونسے نفرت
اونکی طبیعت کو نہین ہوتی جیسے روزہ نرکھنے والون سے نفرت ہوتی ہے باوجودیکہ ایک نماز کا ترک کرنا بالاتفاق بعض کے نزدیک موجب کفر اور
بعض کے نزدیک گردن مارنیکا باعث ہے اور رمضان کے سب روزے نرکھنے سے بھی یہ امر کسی کے نزدیک نہین پھر اسکی وجہ اور کچھ نہین بجز اسکے کہ
نماز بیشمار اکثر ہوتی ہے اور دن مین پانچ بار اسکا مشاہدہ ہوتا ہے تو دیکھتے دیکھتے دل مین سے اوس برائی کی وقعت جاتی رہی ہے اور روزہ
چونکہ سال مین ایکبار ہوتا ہے اوسکی وقعت بدستور رہے اسیطرح اگر کوئی عالم ریشمی کپڑا یا سونیکی انگوٹھی پہن لے یا چاندی کے برتن
سے پانی پی لے تو لوگ اسکو سخت بعید جانین اور بہت انکار کرین حالانکہ اوسکو بار ہا بڑی دیر تک لوگون کی غیبت ہی کرتے
دیکھتے ہین اور برا نہین جانتے اگرچہ غیبت زنا سے بڑھکر ہے تو حریر پہننے سے بڑھکر کیسے نہو گی مگر چونکہ غیبت سنتے سنتے اور غیبت کرنیوالونکو
دیکھتے دیکھتے دل پر اوسکی برائی نہین رہی اسلیے اوسمین سہل انکاری برتی جاتی ہے پس ان دقائق کو سمجھکر لوگون سے ایسا
بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو اسلیے کہ لوگون مین تم وہی بات دیکھو گے جس سے تمکو دنیا کی حرص اور آخرت سے غفلت زیادہ ہو
اور معصیت کو سہل سمجھو اور طاعت مین رغبت کم کرو پھر اگر کوئی ہمنشین تجکو ایسا ملجاوے جسکی صورت اور سیرت تمکو اللہ تعالے
کی یاد دلاوے تو اوسکا ساتھ دو اور اوسکو غنیمت سمجھو اور اوس سے علیحدہ نہو کہ عاقل کے حق مین اوسکا وجود اکسیر اور سونیکی چڑیا ہے
اور یہ بھی خوب طرح جان لو کہ اچھا ہمنشین تنہائی کی نسبت کے بہتر ہے اور برے جلیس سے تنہا رہنا اچھا ہے اور جب تم ان باتونکو
سمجھ لوگے اور اپنی طبیعت کا حال ملاحظہ کروگے اور پھر جس سے اختلاط کیا چاہتے ہو اوسکے حال پر التفات کروگے تو تمکو واضح
ہو جائیگا کہ اوس سے عزلت اختیار کرنی بہتر ہے یا مختلط رہنا لیکن خبردار مطلق حکم مت کر بیٹھنا کہ عزلت بہتر ہے یا اختلاط اسلیے
کہ جو چیزین تفصیل کے ساتھ ہین اون مین مطلق ہان یا نہین کہدینا محض خلاف ہے بلکہ تفصیل وار ہین تفصیل ہی سچا بیان ہے
تیسرا فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ فتنون اور خصومتون سے نجات ملتی ہے اور ان مین گرفتار نہونے سے دین اور نفس دونون محفوظ
رہتے ہین اور چونکہ فتنون اور تعصبات سے شہر کمتر خالی ہین تو جو کوئی لوگون سے علیحدہ رہیگا وہ اونکے فتنون وغیرہ سے بھی سلامت
رہیگا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتنون کا ذکر فرمایا اور اونکا حال اسطرح
ارشاد فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ لوگونکے عہد درہم ہوگئے اور امانتین ہلکی پڑگئین اور وہ اس طور رہنے سے ہوگئے اور آپ نے ہاتھون کی
اونگلیان ایک دوسرے مین ڈال لین تو مین نے عرض کیا کہ آپ ایسے وقت مین مجکو کیا حکم فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر مین
بیٹھے رہو اور زبان بند کرو اور جو بات جانتے ہو اوسکو کرو اور جو نہین جانتے ہو اوسکو ترک کرو اور خاص لوگون کا طریق

لازم پکڑو عوام کا ترک کرو۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یُوشِکُ
اَنْ یَکُوْنَ خَیْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمًا یَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ
اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگون پر ایسا وقت آویگا کہ
دین دار کا دین سلامت نہیگا مگر جو شخص اپنا دین لیکر ایک گانون سے دوسرے گانون مین اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ مین اور ایک
بل سے دوسرے بل مین لومڑی کی طرح ادہر ادہر بہاگا پہریگا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ زمانہ کب
ہوگا آپ نے فرمایا کہ جسوقت معیشت حق تعالی کی معصیت کے سوا اور کسی چیز سے نملیگی جب ایسا وقت ہوگا تو مجرد رہنا
واجب ہوگا لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے تو ہمکو نکاح کرنیکا حکم فرمایا ہی مجرد رہنا کیسے واجب ہوگا آپ نے فرمایا کہ جب وہ وقت آویگا
تو آدمی کی تباہی اوسکے والدین کے ہاتھوں ہوگی اور اوسکے ماں باپ نہونگے تو اوسکی بی بی اور اولاد کے ہاتھ سے اور یہ بھی نہونگے تو
رشتہ دارون کے ہاتھ سے ہوگی لوگون نے عرض کیا کہ کیسے ہی آپ نے فرمایا کہ اوسکو تنگدستی کا عیب لگاتے ہین تو وہ بہ تکلف وہ کام کرتا
جسکی طاقت اوسکو نہین ہوتی اور یہی امر اوسکو تباہی کی جگہہ مین پہونچا دیتا ہی۔ اور یہ حدیث ہر چند تجرد کے باب مین ہی مگر عزلت
بہی اس سے سمجھی جاتی ہی کیونکہ عیالدار معیشت اور اختلاط سے خالی نہین رہتا اور کسب معیشت بدون معصیت کے نہین کرتا اور مین
یہ نہین کہتا کہ جو زمانہ حدیث بالا مین فرمایا ہی اوسکا وقت یہی ہی بلکہ اس حال کو وقت سے بہت پہلے ہو گیا ہی اور اسیوجہ سے
حضرت سفیان ثوری کا قول مشہور ہی کہ مجرد رہنا اب حلال ہو گئی۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فتنہ اور ایام ہرج کا ذکر فرمایا مین نے عرض کیا کہ ہرج کیا ہی آپ نے فرمایا کہ جسوقت آدمی اپنے ہمنشین سے مامون نرہے مین نے
عرض کیا کہ اگر مین وہ زمانہ پاؤن تو آپ مجکو کیا حکم فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ اپنے نفس اور ہاتھ کو روک اور اپنے گھر مین داخل ہو
مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص میرے پاس مکان میں چلا آوے آپ نے فرمایا کہ اپنی کوٹھری
مین گھس جا مین نے عرض کیا کہ اگر کوئی کوٹھری میں گھس جاوے آپ نے فرمایا کہ اپنی مسجد مین داخل ہو اور اس طرح کر اور اپنا
اپنا پہونچا پکڑ لیا اور کہہ کہ میرا رب خدا ہی یہانتک کہ تو وفات پاوے۔ اور حضرت سعد رضہ کو جب لوگون نے امیر معاویہ رضہ کے
عہد میں نکلنے کیلیے اور لڑائی کو کہا اونہون نے جواب دیا کہ مین لڑائی کو نہین جاتا ہان ایک طرح چل سکتا ہون کہ مجکو ایسی
تلوار دو جو آنکھون سے دیکھتی ہو اور زبان سے بولتی ہو کہ اگر کافر کو دیکھو تو بتادے اور مین اوسکو مار ڈالون اور ایماندار کو دیکھکر
اوسکا حال مجھسے کہدیتا کہ مین اوسکو نہ مارون اور فرمایا کہ ہماری اور تمہاری مثل ایسی ہی جیسے کچھ لوگ کھلے رستہ پر چلے جاتے ہون
اور ایکبارگی آندھی غبار آلود چلے اور راہ بہول جائین تو کوئی کہے کہ راہ دہنی طرف کو ہی اور اوسی طرف کو چلدین اور حیران و
پریشان بہٹکے پہرین اور کوئی کہے کہ بائین کو ہی اور اوسطرف جاکر خراب خستہ ہون اور کچھ لوگ اوسی جگہہ ٹھہرین اور اتنا
صبر کرین کہ آندھی موقوف ہو جاوے اور راہ معلوم ہونے لگے۔ غرضکہ حضرت سعد اور کچھ اور لوگون نے فتنون مین شرکت
نکی اور جبتک فتنہ فرو نہولیا لوگون سے اختلاط نہ کیا۔ اور حضرت ابن عمر رضہ کا حال لکھتے مین کہ جب انکو خبر ہوئی

کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عراق کو قصد فرمایا آپ روانہ ہوئے اور تین منزل پر ملازمت حاصل کی اور پوچھا کہ آپ کہان کا ارادہ کرتے ہین فرمایا کہ عراق کا اور جو خطوط عراق سے آئے وہ دکھلائے اور فرمایا کہ یہ اونکے خطوط اور عہد نامے ہین انہونے فرمایا کہ ان خطون پر آپ لحاظ نہ فرمائین اور وہان تشریف لیجائین حضرت امام علیہ السلام نے نمانا آپ نے فرمایا کہ مین آپ سے ایک حدیث بیان کرتا ہون کہ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور آپ کو دنیا اور آخرت کی پسند کرنے مین اختیار دیا آپ نے آخرت کو پسند فرمایا اور دنیا کو ناپسند کیا اور آپ لخت جگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین بخدا کہ آپ لوگون مین سے کوئی دنیا کا والی نہوگا اور تمسے دنیا کو اوسی چیز نے علیحدہ رکھا ہے جو تمہارے حق مین بہتر ہے آپ نے واپس پھرنیسے انکار کیا تو حضرت ابن عمر رض اونسے معانقہ کرکر رونے لگے اور فرمایا کہ اے شہید آپ کو خدا تعالی کے سپرد کرتا ہون۔ اور صحابہ رض مین دس ہزار آدمی تھے مگر فتنہ کے دنون مین چالیس سے زیادہ آدمیون نے جرات نکی۔ طاؤس رح اپنے گھر مین بیٹھ رہے لوگون نے اوسکی وجہ پوچھی فرمایا کہ زمانہ کی خرابی اور حاکمون کے ظلم کے باعث بیٹھ رہا ہون اور جب حضرت عروہ نے عقیق مین محل بنوایا اور اوسمین بیٹھ رہے لوگون نے کہا کہ آپ محل مین بیٹھ رہے اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کیا فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ تمہاری مسجدون مین لہو ولعب ہوتا ہے اور بازارون مین لغو اور کوچون مین فحش کا غل ہے اسلیے یہ امر اختیار کیا کہ ہمین ان سب باتون سے نجات ہے۔ اس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ عزلت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی خصومات اور فتنون سے محفوظ رہتا ہے۔ **چوتھا فائدہ** عزلت کا یہ ہے کہ لوگون کی ایذا سے رہائی رہتی ہے یعنی لوگ کبھی تو تمکو غیبت سے ستاتے ہین اور کبھی بدگمان ہوکر تہمت لگاتے ہین اور کبھی تمسے وہ سوال کرتے ہین جو تم سے پورا نہو سکے اور کبھی چغلی اور جھوٹ سے ایذا دیتے ہین کیونکہ اختلاف کی صورت مین تمہارے اعمال اور اقوال اونکے پیش نظر ہوتے ہین جس عمل اور قول کی کنہ کو اونکی عقل دریافت نہین کرتی اوسکو یاد رکھتے ہین اور جب موقع شر کا پاتے ہین اوسوقت اوسکو ظاہر کرتے ہین پس جس صورت مین کہ تم اونسے عزلت کرلوگے تو ان سب امور سے احتراز رکھنے کی حاجت نہوگی جو چاہو گے سو کروگے ان امور سے احتیاط اختلاط ہی مین درکار ہے اور اسلیے کسی حکیم نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین تجکو ایک قطعہ سکھاتا ہون جو دس ہزار درم سے اچھا ہے اوسنے پوچھا کہ وہ کیا ہے اوسنے اس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ

کہتا ہو کچھ اگر کہو آہستہ رات مین	دن کو اگر کہو تو کرو پہلے التفات
مشہور ہے مثل کہ نہین لوٹتی کبھی	چھٹکر کمان سے تیر نکل کر دہن سے بات

اور اسمین کچھ شک نہین کہ جو شخص لوگون سے اختلاط رکھیگا اور اونکے اعمال مین شریک ہوگا تو اوسکا حاسد یا دشمن ضرور ہوگا جو اوسپر بدگمانی کریگا اور یہ وہم کریگا کہ یہ شخص میری دشمنی پر آمادہ ہے اور اوسپر کوئی داؤ چلیگا اور خفیہ دغا کریگا اسلیے کہ آدمی جب کسی چیز کے زیادہ حریص ہوتے ہین تو ہر کھٹکے کو اپنے ہی حق مین مضر جانتے ہین اور چونکہ دنیا پر شدت سے حریص ہین تو غیر کو بھی یہی سمجھتے ہین کہ یہ شخص ہمارا رقیب ہے متنبی نے دو شعر کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

یکسان ہوتا ہے انسان جب کہ برا اعمال بد
دشمنوں کے قول پر رکھتا ہے بغض احباب سے
جانتا ہے وہم معمولی کو صادق بر ملا
شک کی تاریکی مین رہ آخر کو رہتا ہے پھنسا

اور کہتے ہین کہ بدون کی صحبت مین بیٹھنا ابرار کے ساتھہ بدگمانی کا موجب ہوتا ہے اور اقسام بدی کے جو انسان کو آشناؤن اور اختلاط والون سے پہونچتے ہین بہت ہین ہم انکی تفصیل کو ترک کرتے ہین اسلیے کہ جتنا ہم لکھہ چکے ہین اسمین انکے سب آگئے ہین اور عزلت مین ان سب سے نجات ہوتی ہے اور جن لوگون نے عزلت اختیار کی ہے انکے اقوال سے بھی ایسا ہی کچھ پایا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آدمی کو آزمالے تا کہ اوسکو دشمن جانے اور کسی شاعر نے اس مضمون کا قطعہ کہا ہے

قطعہ

بدون تجربہ مخلوق کی کرے جو ثنا
یہان تلک کہ قریب اور بعید کو کر ترک
تو بعد تجربہ ممدوح کو کہے گا برا
نہ دل لگے کہین جز کنج عافیت اوسکا

اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ عزلت مین ہمنشین بد سے راحت پاتی ہے۔ اور کسی نے عبد اللہ بن زبیر رض سے کہا کہ آپ مدینہ منورہ میں تشریف نہین لاتے فرمایا کہ جو لوگ وہان اب باقی ہین وہ یا نعمت پر حسد کرتے ہین یا دوسرے کی تکلیف پر خوش ہوتے ہین اور ابن سماک رح کہتے ہین کہ ہمارے ایک دوست نے ہمکو خط میں یہ مضمون لکھا کہ آدمی دوا تھے کہ ہم اوس سے علاج کیا کرتے تھے اور اب ایسے روگ ہو گئے ہین جسکا کچھ علاج نہین تو اوس سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو۔ اور کوئی عرب ایک درخت کے پاس رہتا اور کہا کرتا کہ یہ ہمنشین تین خصلتین رکھتا ہے جو میری بات سنتا ہے تو میری چغلی نہین کھاتا اور اگر مین اوسپر تھوک بھی دیتا ہون تو برداشت کرتا ہے اور اگر بد خلقی کرتا ہون تو مجھپر غصہ نہین ہوتا یہ بات ہارون رشید نے سنی فرمایا کہ اس شخص نے مصاحبون کے باب مین مجھکو زاہد بنا دیا۔ اور کسی بزرگ کا ذکر ہے کہ دفتر مین یا قبرستان مین بیٹھے رہتے کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ تنہائی سے کسی چیز مین مجھکو سلامتی نہ معلوم ہوئی اور نہ قبر سے زیادہ کوئی شے واعظ ہے اور نہ دفتر سے زیادہ کوئی جلیس سودمند ہے۔ اور حضرت حسن رح کہتے ہین کہ مین نے قصد حج کیا ثابت بنانی جو اولیاء اللہ میں سے تھے اونھون نے خبر سنکر کہا کہ مین نے سنا ہے کہ آپ حج کو جاتے ہین مین چاہتا ہون کہ آپ کے ساتھہ رہون حسن رح نے فرمایا کہ میان صاحب اسی مین خیر ہے کہ خدا تعالی کی پردہ پوشی کے ساتھہ رہین مجھے یہ ڈر ہے کہ ساتھہ اگر رہینگے تو ایسے حال ایکدوسرے کے دیکھینگے جس سے باہم بغض کی صورت ہو۔ اور اس قول سے ایک اور فائدہ عزلت کا معلوم ہوا یعنے دین اور مروت اور اخلاق اور فقر وغیرہ کا بھرم بندھا رہتا ہے اور عیب ڈھکے رہتے ہین اور اللہ تعالی نے پردہ پوشی کرنیوالون کی تعریف فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ اور کسی شاعر نے کہا ہے

مال کا جانا شریفون کے لیے عیب نہین
وضع ظاہر کے بگڑنے سے ہے پر اونکو ننگ

اور انسان اپنے دین اور دنیا اور اخلاق اور افعال مین ایسے عیوب ضرور رکھتا ہے جنکا چھپانا ہی دارین مین اوسکے حق مین مناسب ہوتا ہے اور اونکے ظاہر ہونے پر سلامتی باقی نہین رہتی حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ پہلے لوگ پتے تھے

جنہیں کا نام تھا اور آج کا تو ہے جو جنہیں نہیں اور جب حضرت ابو درداء کے زمانہ کا حال یہ ہو جو آخر قرن اول تھا تو پھر کہ جو زمانہ آپ کے زمانہ کے بعد ہوا وہ اوس سے بدتر ہی ہوا اور سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ سفیان ثوری نے زندگی کے ایام میں مجکو بیداری میں اور بعد مرنے کے خواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں سے آشنائی کم کر کہ اوس سے بچنا بہت مشکل ہے اور میرے گمان میں جو برائی مجکو پہونچی وہ آشناہی سے پہونچی - اور ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں مالک بن دینار کی خدمت میں آیا آپ تنہا بیٹھے تھے اور ایک کتا آپ کے زانو پر اپنی گردن رکھے ہوے تھا میں نے چاہا کہ کتے کو ہٹا دون آپ نے فرمایا کہ اسکو کچھ مت کہو یہ کچھ ضرر اور ایذا نہیں دیتا اور ہمنشین بد سے بہتر ہے - اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے لوگوں سے عزلت اختیار کی اونھون نے جواب دیا کہ مجکو یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہو کہ میرا دین چھین جاوے اور مجکو خبر بھی نہو - اسمین یہ اشارہ ہوا کہ ہمنشین بد کے اخلاق کو طبیعت چورا لیتی ہے - اور حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ اللہ سے ڈرو اور لوگوں سے احتراز رکھو کیونکہ یہ لوگ اگر اونٹ پر چڑھتے ہیں تو اوسکی پیٹھ زخمی کر دیتے ہیں اور گھوڑے پر سوار ہوں تو اوسکی کمر لگا دیتے ہیں اور اہل ایمان کے دلمین جگہہ کرتے ہیں تو اوسکو خراب کر دیتے ہیں اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ آشنا کم کرو کہ تمہارا دل و دین خوب محفوظ رہیگا اور حقوق سے ہلکے پھلکے رہو گے اسلیے کہ جسقدر آشنا زیادہ ہونگے اوسیقدر حقوق زیادہ ہونگے اور سبکا ادا کرنا دشوار پڑیگا - اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ جسکو پہچانتے ہو اوس سے اجنبی بنو اور جسکو نہیں پہچانتے اوس سے آشنائی مت کرو - پانچوان فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ نہ لوگ تمسے کچھ طمع کرینگے نہ تم اوروں سے اور لوگوں کی طمع کا تمسے منقطع ہونا ایک امر نہایت مفید ہے اسلیے کہ لوگوں کا راضی کر دینا تو ممکن نہیں اس سے یہی بہتر ہے کہ آدمی اپنے ہی نفس کی اصلاح کرے اور ادنی اور آسان حقوق میں سے جنازہ پر جانا اور بیمار پرسی اور ولیموں اور عقد نکاح میں حاضر ہونا ہے اور ان سب میں تضیع اوقات اور آفات کا استعرض ہونا ہے پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ان میں سے بعض حقوق نہیں ادا کر سکتا ہے اور عذر ہر چند مقبول ہوتا ہے مگر ہر ایک عذر قابل ظاہر کرنیکے نہیں ہوتا تو لوگ یہی کہتے ہیں کہ آپنے فلان شخص کا حق ادا کیا اور ہمارا حق ادا نکیا اور یہی وجہ عداوت کی ہو جاتی ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ جو شخص بیمار کو عیادت کے وقت میں نہیں پوچھتا وہ یہ چاہتا ہے کہ بیمار مذکور مرجاوے تاکہ اچھا ہونے پر اوسکی نظر میں عیادت نکرنے سے شرمندگی نہو اور جو شخص کسیکی شادی غمی میں شریک نہو اوسے سب راضی رہتے ہیں اور جو ایک کا شریک ہو اور دوسرے کا نہو اوس سے وحشت کرتے ہیں اور اگر آدمی دن اور رات تمام اوقات میں التزام ادا حقوق کا کرے تب بھی سب حقوق ادا نہو سکینگے اور جس صورت میں کہ کسی کو دنیا یا دین کا شغل بھی ہو تو اوس سے کیسے ادا ہو سکتے ہیں حضرت عمرو بن العاص رضی نے فرمایا دوستوں کا زیادہ ہونا قرضخواہوں کا زیادہ ہونا ہے یعنی جتنے دوست زیادہ ہونگے اوتنے ہی اونکے حق ادا کرنے ہونگے - اور ابن رومی نے ایک قطعہ کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

دوست ہی ہوتا ہے آخر کو عدو		پس نہ تو کثرت احباب کا نام
دیکھلو جتنے ہیں امراض بدن		کھانے یا پینے سے ہوتے ہیں تمام

حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ پاجیون کے ساتھ سلوک کرنا ہر عداوت کی جڑ ہی - پانچوین دوسری تحقیق یعنی تمہارا طمع کا منقطع ہونا دوسرون سے تو یہ بھی بڑا فائدہ ہی اسلیئے کہ جو کوئی دنیا کی بہار اور زینت کو دیکھتا ہی اوسکی حرص جنبش کرتی ہی اور حرص کے زور سے طمع ابھرتی ہی اور اکثر طمعون مین بجز نامرادی کے اور کچھ نہیں پاتا اسلیئے بہت ایذا اوٹھاتا ہی اور جس صورت مین کہ عزلت کر لی تو نوبت دیکھنے کی نہ آئیگی اور جب دیکھیگا نہیں تو اوسکی تمنا اور طمع بھی نکریگا اور یہی وجہ اللہ تعالی نے فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُنْظُرُوا اِلَىٰ مَنْ هُوَ دُونَكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا اِلَىٰ مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَاِنَّهُ اَجْدَرُ اَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ - اور عون بن عبداللہ کہتے ہین کہ مین ابتدا مین تو اگرون کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو ہمیشہ رنجیدہ اور اوداس رہتا کہ اونکے کپڑے اپنے کپڑون سے بہتر دیکھتا اور اونکی سواری اپنی سواری سے اچھی پاتا مگر پھر مین نے فقیرون کی ہمنشینی اختیار کی تو مجکو راحت ہوگئی - اور کہتے ہین کہ مزنی رح ایک روز جامع فسطاط کے دروازہ سے نکلتے تھے کہ اتنے مین ابن عبدالحکم اپنے لشکر کے ہمراہ وہان کو گذرا مزنی اوسکا حال دیکھکر ششدر رہ گئے اور یہ آیت پڑھی وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ پھر فرمایا کہ ہان مین صبر کرونگا اور راضی ہونگا اور آپ مسکین اور کم مایہ تھے غرضکہ جو شخص اپنے گھر مین رہتا ہی وہ ان جیسے فتنون مین مبتلا نہین ہوتا اور دنیا کی زینت دیکھنے پر تو دو ہی حال ہوگی یا یہ کہ دین اور یقین آدمی کا قوی ہو اور صبر کرے اور ظاہر ہی کہ صبر کی تلخی شکر سے بھی زیادہ ہی یا یہ کہ اوسکی خواہش اور طمع اوبھر کھڑی ہو اور دنیا کی طلب کی تدبیر کرے اور ہمیشہ کو تباہ ہو جاوے دنیا مین تو اسطرح کہ اکثر طمعین آدمی کی پوری نہین ہوتین ہر طالب اور طامع اس طرح سے گویا ترزبان رہتا ہی ؏ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ اور آخرت مین تباہی کی وجہ یہ ہی کہ دنیا کی متاع کو اللہ تعالی کے ذکر پر ترجیح دیگا اور یہی وجہ ابن اعرابی نے ایک

شعر اس مضمون کا کہا ہے ؎

ذلت نظر جب آئی امیری کی راہ مین		یہ سمجھا مین برتری مین فقیری کی راہ سے

اسمین اشارہ ہی کہ طمع سرپست موجب ذلت کی ہی چنانچہ کسی دوسرے کا شعر ہی ؎

طمع را سہ حرفست وہر سہ تہی		ازان نیست مر طامعان را بہی

چھٹا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ جاہلون اور احمقون کو دیکھنے اور اونکی بیوقوفی اور اخلاق سے ایذا اوٹھانے سے نجات ہوتی ہی کہ ایسے لوگون کا دیکھنا گویا نصف نابینائی ہی - اعمش رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی آنکھین چندھی کیون ہوگئین فرمایا کہ ثقیل لوگون کو دیکھنے سے اور کہتے ہین کہ امام ابوحنیفہ رح بھی اونکے پاس گئے تھے اور کہا تھا کہ حدیث میں ہی کہ اللہ تعالی جس شخص کی آنکھین چھین لیتا ہی اوسکو عوض مین اوسکو وہ چیز دیتا ہی جو آنکھون سے بہتر ہو تو تمکو کون چیز عوض مین ملی اونھون نے ظرافت کی راہ سے کہا کہ مجکو آنکھون کا عوض یہ دیا کہ گران لوگون کے دیکھنے سے بچایا

اور تم بھی اونھین مین سے ہو- اور ابن سیرین رح کہتے ہین کہ ایک شخص مجھسے کہتا تھا کہ مین نے ایک بار گران
شخص کو دیکھا تو مجکو غش آگیا- اور جالینوس نے کہا ہے کہ ہر شے کا ایک بخار ہے اور روح کی تپ
ثقیل شخصون کو دیکھنا ہے- اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جب مین گران شخصون کے پاس بیٹھا ہون
تو میری بدن کی جو طرف اونکی جانب ہوتی ہے وہ دوسری طرف کی نسبت کر مجکو بھاری معلوم ہوتی ہے
اور پہلے دو فائدون کے سوا چار فائدے مقاصد دنیوی سے متعلق ہین مگر یہ فوائد دین سے بھی متعلق ہوسکتے ہین
کیونکہ انسان جب ثقیل آدمی کے دیکھنے سے ایذا پائیگا تو اوسکی غیبت کرنے لگیگا اور خدا تعالی کی حکمت
کو برا سمجھیگا اور جب دوسرے شخصون سے غیبت یا بدگمانی یا حسد یا چغلی وغیرہ کے باعث ایذا اوٹھائیگا تو بدون
اونکی مکافات کے چین نہ لیگا اور یہ سب باتین انجام کو دین مین خرابی لاتی ہین اور عزلت مین ان سب سے
سلامتی رہتی ہے اسکو سمجھ لینا چاہیے- اب آفات عزلت کی بیان کی طرف ہم متوجہ ہوتے ہین —
واضح ہو کہ جو مقاصد دینی اور دنیاوی کہ غیر کی مدد سے حاصل ہوتے ہین وہ بدون اختلاط کے میسر نہین ہوسکتی
اور جو امور کہ اختلاط سے بہم ہوتے ہین ظاہر ہے کہ عزلت سے وہ جاتے رہینگے اور اونکا جاتا رہنا ہی عزلت کا
نقصان ہے تو اب اختلاط کے فوائد کو اگر لحاظ کرو تو معلوم ہو جائیگا کہ عزلت کے باعث اتنے فوائد فوت ہوجائینگے
یعنے اختلاط سے یہ فوائد ہین تعلیم اور تعلم نفع پہونچانا اور حاصل کرنا ادب دینا اور ادب سیکھنا انس حاصل کرنا
اور دوسرونکا انیس ہونا اور حقوق کی بجا آوری سے ثواب پانا اور پہونچانا تواضع کا عادی ہونا اور حالات
کے دیکھنے سے تجربون کا حاصل کرنا اور عبرت پکڑنی تو یہ فوائد اختلاط کے ساتھ ہوئے اب انکی تفصیل
لکھی جاتی ہے- آفت اول عزلت کی یہ ہے کہ تعلیم و تعلم فوت ہو جاتا ہے جنکی فضیلت ہم باب العلم مین
ذکر کر چکے ہین اور یہ دونون دنیا کے اندر بڑی عبادات مین سے ہین اور بدون اختلاط کے یہ ہو نہین سکتے
ہان اتنی بات ہے کہ علوم بہت ہین اور بعض ضروری نہین ہین اور بعض ضروری ہین تو جن علوم کا
سیکھنا آدمی پر فرض ہے اگر اونکو نہ سیکھیگا اور عزلت کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر مقدار فرض کو سیکھ چکا ہے
اور باقی علوم مین خوض اوس سے نہین ہوسکتا ہے اور عبادت کرنیکو دل چاہتا ہے تو عزلت کرلے
اور اگر علوم نقلی اور عقلی کی تکمیل پر قادر ہے تو قبل تعلم عزلت کرنا اوسکے حق مین نہایت خسارہ ہے
اور اسلیے ابراہیم نخعی اور دوسرے اکابر نے فرمایا ہے کہ پہلے عالم ہو پھر عزلت کرو- اور جو شخص علم سیکھنے سے
پہلے عزلت کرتا ہے وہ اکثر اپنے اوقات سونے مین یا کسی ہوس کی فکر مین ضائع کرتا ہے اور غایت یہ ہے کہ
تمام اوقات وظیفہ مین ڈوبا رہے اور بدن سے اعمال کرتا رہے مگر دل طرح طرح کے فریبون سے اوسکی
سعی کو بیکار اور عمل کو باطل کردیگا کہ اوسکو خبر بھی نہوگی ہمیشہ اللہ تعالی کی ذات اور صفات کے

اعتقاد میں کچھ ستی کے کچھ وہم پاند بکراو نسے انس حاصل کریگا اور اکثر فاسد وسوسے اوسکو ستیں آئینگے خلاصہ یہ ہے کہ اکثر حالات مین شیطان کا کھلونا بنیگا اور دل مین اپنے آپ کو عابد سمجھیگا غرضکہ علم دین کی تحصیل بڑی اور عوام اور جاہلون کی عزلت مین کچھ خیر نہین ہے جو شخص تنہائی مین عبادت کرنا اچھی طرح نہین جانتا اور اوسکو معلوم نہین کہ خلوت مین کونسی باتین ضروری ہین اوسکو عزلت سے کچھ فائدہ نہوگا اسلیے کہ آدمی کا نفس ایسا ہے جیسا مریض کہ طبیب مشفق کے علاج کا حاجتمند ہوتا ہے تو اگر کوئی جاہل مریض طب نہ سیکھے اور طبیب سے تنہا رہنا چاہے تو ظاہر ہے کہ مرض سے دونی ایذا پائیگا پس بجز عالم کے اور کسیکو عزلت روا نہین۔ اور تعلیم مین بھی بڑا ثواب ہے بشرطیکہ معلم اور متعلم دونون کی نیت درست ہو اور جس صورت مین کہ معلم کا قصد ہو کہ میری قدر بہت ہو اور شاگرد اور پیرو زیادہ ہون تو یہ امر دین کی خرابی ہے اور ہمنے اسکی وجہ باب العلم مین مذکور کی ہے۔ اور اس زمانہ مین عالم کا حکم یہ ہے کہ اگر اپنے دین کی سلامتی چاہے تو عزلت کرے کیونکہ اب کوئی طالب علم ایسا نظر نہین آتا جو دین کے فائدے کے لیے تحصیل کرتا ہو بلکہ ایسی حیلی باتون کے طالب ہین جنسے وعظ مین عوام کو اپنی طرف پھیر لین یا مضامین مناظرہ سیکھتے ہین کہ اوس سے ہمسرون کو سد کرین اور حکام کے یہان تقرب حاصل کرین اور فخر و مباہات کو معام مین استعمال مین لاوین اور مرغوب علمون مین سے سب مین اقرب علم مذہب ہے یعنی روایات فقہ جنپر فتوی ہے مگر اوسکو غالباً اسلیے سیکھتے ہین کہ ہمسرون سے بڑھکر رہین اور عہدجات سلطانی پر مامور ہوکر مال جمع کرین تو دین اور احتیاط اسی امر کی مقتضی ہین کہ عالم ایسے طالب علمون سے احتراز کرے اور اگر کوئی طالب علم السالک جو اللہ تعالی کیواسطے علم سیکھے اور علم سے مد نظر خدا تعالی کا تقرب ہو تو ایسے طالب علم سے احتراز کرنا اور اوس سے علم کا چھپانا سخت گناہ کبیرہ ہے اور ایسا طالب العلم اگر میسر بھی ہوتا ہے تو بڑے بڑے شہرون مین ایک دو سے زائد نہین ہوتا۔ اور سفیان ثوری کے اس قول سے دھوکا مت کھانا کہ ہمنے علم کو غیر اللہ کے لیے سیکھا مگر علم نے نمانا بجز اسکے کہ خدا ہی کے لیے ہو اور اس دھوکے مین آکر یہ مت سمجھنا کہ عالم علم کو غیر اللہ کے لیے سیکھتے ہین مگر بعد کو اللہ تعالی کی طرف رجوع کرتے ہین کیونکہ اکثر لوگون کا حال تمہارے پیش نظر ہے اوسکو دیکھکر عبرت کرو کہ اکثر دنیا کی طلب ہی مین مرتے ہین اور اوسیکے حریص رہتے ہین کم دیکھوگے کہ دنیا سے اعراض کرین یا اوسکے زاہد ہون اور مثل مشہور ہے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ اور جان لو کہ جس علم کی طرف سفیان رح نے اشارہ فرمایا ہے وہ علم حدیث اور تفسیر اور سیر انبیا اور اصحاب کبار کا ہے کہ اوسمین حرص کرنا موجب خوف الہی کا ہوتا ہے اگر وہ اوسوقت اثر نہین کرتا تو مآل مین موثر ہوتا ہے اور علم کلام اور فقہ محض جو معاملات کے فتاوی اور خصومات مذہبی کے مضمون پر مشتمل ہو

اوسکی تاثیر یہ نہیں کہ جو کوئی اوس مین دنیا کی وجہ سے رغبت کرے تو اوسکو اللہ تعالی کی طرف متوجہ کرد کر
بلکہ اسکے پڑھنے سے تو آخر عمر تک دنیا کا حریص ہی رہیگا اور غالباً جو باتین کہ ہمنے اپنی اس کتاب مین
لکھی ہین اگر طالبعلم انکو دنیا ہی کی رغبت کے لیے سیکھے تو اوسکو اجازت دیجا سکتی ہے اسوجہ سے کہ توقع
پڑتی ہے کہ آخر عمر مین اپنی حرکت سے باز آوے کیونکہ یہ کتاب اللہ تعالی کا خوف دلانے اور آخرت
پر راغب کرنے اور دنیا سے ڈرانے سے بھری ہوئی ہے اور یہ وہ باتین ہین کہ احادیث اور تفسیر
قرآن مجید مین ملتی ہین اور علم کلام اور اقوال راجح اور مرجوع فقہیہ مین نہین ملتین تو ایسا نہو کہ آدمی
اپنے دل مین دہوکا کھا کر صرف اسکی تحصیل کا ہو رہے اور جانے کہ مین بہتر کرتا ہون کیونکہ تقصیر والا
اگر اپنے قصور کو جانتا ہے تو وہ اوس سے اچھا ہوتا ہے جو نادان اور دہوکا کھایا ہو یا عمداً نادان
بنکر چپکا ہو رہے۔ اور جو عالم کہ تعلیم پر شدت سے حریص ہو عجب نہین کہ اوسکی غرض قبول اور جاہ ہو اور
اوسکو سرور بھی نفع ہو کہ جاہلون پر فخر اور ناز کر کے اپنا دل خوش کر لیا کیونکہ علم کی آفت تکبر ہے
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور بشر رح سے مروی ہے کہ اونہون نے
سترہ صندوق کتب احادیث کے جنکو اونہون نے سنا تہا دفن کر دیے تہے اور روایت حدیث نہین
کرتے تہے اور کہتے تہے کہ مجھکو تمنا ہے کہ روایت حدیث کرون اسی وجہ سے نہین کرتا اگر ایسی حالت ہو
کہ دل مین ہوس حدیث کے بیان کرنے کی نہو تو البتہ روایت کردن اور اسی وجہ سے اونہون نے فرمایا ہے
کہ لفظ حدثنا دنیا کے دروازون مین کا ایک پہاٹک ہے اور جب کوئی حدثنا کہتا ہے تو وہ یہی کہتا ہے
کہ میرے لیے وسعت کرو۔ اور رابعہ عدویہ نے حضرت سفیان ثوری سے فرمایا کہ تم اچھے آدمی ہو بشرطیکہ
دنیا کی رغبت نہوتی آپنے پوچھا کہ مین نے کونسی چیز مین رغبت کی ہے رابعہ نے کہا کہ حدیث مین۔ اور
یہی وجہ ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا کہ جسنے نکاح کیا یا حدیث کو لکھا یا سیاحی مین مشغول ہوا تو
اوسنے دنیا کی طرف میل کیا۔ اور ان آفات پر ہم باب العلم مین آگاہ کر چکے ہین اور احتیاط اسی مین ہے
کہ جسقدر ہوسکے شاگرد کم کرے اور عزلت اختیار کرکے اس امر سے احتراز کرے بلکہ جو شخص تدریس اور
تعلیم سے دنیا کا طالب ہو تو اس زمانہ مین اوسکے حق مین بہتر یہی ہے کہ اگر عاقل ہو تو اپنا کام چھوڑ دے
کیونکہ ابو سلیمان خطابی نے اس زمانہ کا حال یون بیان کیا ہے اور واقع مین درست کہا ہے جو لوگ
تمہارے پاس بیٹھنے اور تمسے پڑھنے کے راغب ہون اونکو ترک کرو کہ تمکو اونسے نہ مال ملے نہ جمال وہ
لوگ ظاہر کے دوست اور باطن کے دشمن ہین جب تمکو دیکھتے ہین تو خوشامد کرتے ہین اور پیٹھ پیچھے برا کہتے ہین
اگر کوئی پاس آتا ہے تو تمہارے افعال کا نگران رہتا ہے اور باہر جا کر تمہاری برائیان کہتا ہے

یہ لوگ نفاق اور چغل اور کینہ اور فریب کی بندی ہین اونکے جمع ہونے سے دہوکا مت کھانا اونکی غرض
علم کی تحصیل نہین بلکہ جاہ و مال کے خواہان ہین تمکو اپنے مطالب کا زینہ خواہ اپنی حاجات کا گدہا بنانا
چاہتے ہیں اگر اونکی کسی غرض مین تمسے کوتاہی ہو جائے تو سخت دشمن ہو جاتے ہین پھر تمہارے پاس
اپنی آمد و رفت کا ناز کرتے ہین اور اس امر کو تمپر حق واجب سمجھتے ہیں اور تمسے اس بات کے خواہان ہین
کہ اپنی عزت اور دنیا و دین سب اونکے لیے خرچ کر دینے اونکے دشمن سے عداوت کرو اور اونکے قریب
قریب کی مدد اور خادم اور دوست کی اعانت کرو اونکی یہ مرضی ہے کہ تم عالم ہو کر اونکے لیے بیوقوف
بنو اور متبوع اور رئیس ہو کر اونکے تابع خسیس ٹھہرو اور یہین وجہ مشہور ہے کہ عوام سے کنارہ کرنا مروت
کامل ہے یہ خلاصہ تقریر ابو سلیمان کا ہے اور بہت درست و بجا ہے کہ مدرس بیچارے ہمیشہ کی غلامی مین
رہتے ہین یعنے جو کوئی اونکے پاس آتا ہے وہ اپنا حق جتاتا ہے اور بڑا احسان جتاتا ہے گویا مدرس کو
کوئی جاگیر بخشدی ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر مدرس اپنے روزینہ سے طالب علم کے کھانیکی
خبر نہ لے تو اوسکے پاس کوئی نہیں جاتا اور اوسکا روزینہ اسقدر نہین ہوتا کہ طلبہ کی خوراک کی بھی صورت
ہو جائے تو وہ بیچارہ سلاطین کا سوالی ہوتا ہے اور اقسام کی ذلت اور رسوائی کھینچتا ہے یہانتک کہ
سلطان کسی حرام آمدنی پر اوسکے لیے کچھ لکھدیتا ہے اب اوسکو عامل کی خدمت اور غلامی کرنی پڑتی ہے
اور بہت دنون اوسکی دربارداری مین ذلیل ہوتا ہے حتی کہ مال اوس سے اسطرح وصول ہوتا ہے کہ
گویا اونسے اپنی گرہ سے دیا ان مشقتون کے بعد طلبہ مین تقسیم کرنیکا نیا درد اوٹھاتا ہے یعنے اگر سبکو برابر
دیتا ہے تو منتہی شخص ناراض ہوتے ہین اور مدرس کو احمق کہتے ہین کہ ان کو تمیز نہین کہ معارف
اہل فضل کے کیسے ہوتے ہین اور طریق عدل کا قائم رکھنا نہین جانتے اور اگر باہم تفاوت کے ساتھ
دیتا ہے تو بیوقوف زبان سے اوسپر گل تراشتے ہیں اور تیر و اژدہا کی طرح اوسپر جھپکتے اور لپکتے ہین
غرضکہ دنیا میں تو یوں مٹی خراب رہتی ہے اور آخرت مین جو مال لیا تقسیم کرتا ہے اوسکے مظلمہ مین
خراب ہوگا اور طرفہ یہ ہے کہ مدرس صاحب کا نفس باوجود ان مصائب کے اونکو جھوٹی آرزو مین ڈالتا
اور فریب کے داؤ کھیلتا ہے اور کہتا ہے کہ تو اپنے کام مین سستی نکر جو کچھ تو کرتا ہے اوس سے رضای الٰہی کا
طالب ہے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور تعلیم دین کے پھیلانے مین ساعی ہے اور بندگان
خدا مین سے جو علم کے طالب ہین اونکی خدمت کرتا ہے اور سلاطین کے مال خاص اونکی ملک
نہین بلکہ وہ مسلمانون کے لیے ہین اور علم کے زیادہ کرنے سے کوئی مصلحت زیادہ نہین کیونکہ
علما کے سبب سے دین کا اظہار اور اہل دین کی تقویت ہے۔ اور اگر یہ مدرس شیطان کا کھلونا نہوتا

تو ادنی تامل سے جان لینا کہ زمانہ کی خرابی کی وجہ یہی ہے کہ ایسے فقیہ بہت ہو گئے ہین کہ جو پاتے ہین
کھا جاتے ہین اور حلال و حرام مین کچھ فرق نہین کرتے اور جاہل اونکو دیکھکر گناہون پر جرأت کرتے ہین
اور اونکے قدم بقدم چلتے ہین اور اسیوجہ سے کہتے ہین کہ رعیت نہین خراب ہوتی مگر بادشاہون کی
خراب ہونے سے اور بادشاہ نہین خراب ہوتے مگر علماء کے خراب ہونے سے ہم خدا تعالی سے پناہ
مانگتے ہین مغالطہ کھانے اور بصیرت کے جانے سے کیونکہ یہ ایسا روگ ہے جسکا کوئی علاج نہین —
دوسری آفت عزلت کی یہ ہے کہ نفع اور انتفاع فوت ہو جاتا ہے یعنے لوگون سے خود نفع اوٹھانا
کمانے اور معاملہ کرنے سے ہوتا ہے اور یہ بدون اختلاط کے میسر نہین تو جو شخص معاملات و کسب کا
حاجتمند ہے وہ خواہی نخواہی عزلت کا تارک ہوگا پھر معاملات مین اگر شریعت کی بموجب کاربند ہوگا
تو اختلاط مین بڑی دقت اور کھٹائی پڑیگی چنانچہ باب الکسب مین ہم اسکو لکھہ چکے ہین پس اگر آدمی کے
پاس اسقدر مال ہو کہ کفایت سے چلے تو کافی ہو جائے تو ایسے کے حق مین عزلت افضل ہے اسلیے کہ اب کسب
معیشت کا باب بجز معاصی کے اور نہین ہے ہان اگر یہ منظور ہو کہ کسب معیشت مین خیرات کا حصہ
جاری رکھے اور حلال وجہ سے کما کر صدقہ دیا کرے تو اوسمین عزلت سے بہتر ہے جو صرف نفل کے لیے
اختیار کرے مگر اوس عزلت سے افضل نہین جو خدا تعالی کی معرفت اور علوم شریعت کی تحقیق کے لیے ہو
اور نہ اس امر سے بہتر ہے کہ آدمی اپنی ہمہ تن ہمت سے خدا تعالی کی طرف متوجہ ہو جائے اور صرف
ذکر الہی کے لیے ہورہے یعنی اوسکو مناجات الہی سے انس ہو کشف اور بصیرت کے ساتھ نہ وہمی باتون اور خیالات
فاسدہ کے طور پر — اور دوسرونکو نفع پہونچانا اسطرح ہے کہ یا مال سے اونکے ساتھ سلوک کرے یا بدن سے
کوئی اونکی خدمت بجالاوے اور ظاہر ہے کہ مسلمانون کی حاجات کو پورا کرنا اجر جزیل رکھتا ہے مگر بدون
اختلاط کے بن نہین پڑتا تو جو شخص کہ لوگون کی کاربراری پر قادر ہو اور اسکے ساتھ شریعت کی حدود کو
بھی ہاتہ سے نہ دے تو ایسے شخص کے لیے اختلاط عزلت کی نسبت کہ افضل ہے بشرطیکہ عزلت مین نوافل کار
اور اعمال بدنی کے سوا اور کچھہ نکرتا ہو اور جس شخص کو دل سے عمل کرنیکا رستہ کھل گیا ہو اور بدوام ذکر و فکر
مین رہتا ہو تو اوسکی برابر البتہ دوسری بات نہین ہوسکتی — تیسری آفت عزلت کی یہ ہے کہ تادیب اور
تادب سی باز رہنا پڑتا ہے اور ہماری غرض تادب سے یہ ہے کہ نفس کا مرتاض ہو جانا اور لوگون سے
ایذا کا تحمل کرنا تاکہ نفس ڈھیلا ہو جائے اور شہوت مغلوب ہو کر اور نفس کا مرتاض ہونا بھی بدون اختلاط
کے نہین ہوسکتا اور یہ اختلاط عزلت سے اوس شخص کے حق مین بہتر ہے جسکے اخلاق مہذب اور
شہوات حدود شرعیہ کی منقاد نہون اور یہین وجہ خانقاہون کے خادم جو صوفیون کی خدمت کرتے ہین

اس کام کو بہتر سمجھتے ہین اسوجہ سے کہ لوگون سے سوال کرنیمین نفس کی رعونت ٹوٹتی ہے اور صوفیون کی دعاسے برکت ہوتی ہے جو ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہین گذشتہ زمانون کی ابتدا مین اس کام کی وجہ یہی تھی اب ہمین اور اغراض فاسدہ ملگئی ہین اور پہلا قانون باقی نہین رہا جیسے اور دین کے شعائر اپنی اصلی ہیئت سے مائل ہو گئے اب خدمت کے لیے تواضع اسلیے کرتے ہین کہ بہت سے لوگ تابع ہوجائین اور بہت سا مال ہاتھ آجائے تو اگر خدمت ور ریاضت سے یہی نیت ہو تو اس سے تو عزلت ہی بہتر ہے گو کسی کی کے پاس ہو اور اگر واقع مین نیت نفس کی رعونت دور کرنیکی ہو تو جو شخص ریاضت کا محتاج ہو اوسکے حق مین عزلت کی نسبت یہ بہتر ہو اور ریاضت کی احتیاج ابتداء سلوک مین ہوتی ہے بعد حصول کمال کے یہ سمجھنا ضرور ہو کہ گھوڑے کو جو پھیرتے ہین اوس سے فقط پھیرنا مقصود نہیں ہے بلکہ غرض یہ ہوتی کہ بعد شائستگی کے اوسکو قطع منازل کے لیے مرکب کیا جائے اور جس منزل کو جانا چاہین اوسکے ذریعہ سے پہونچ سکین اسیطرح آدمی کا بدن دل کی سواری ہو کہ اوسپر سوار ہو کر طریق آخرت کی منازل کو قطع کرے اور چونکہ اسمین بہت سی شہوات ہین کہ اگر اونکو دور نہ کیا جائے تو راستہ مین سرکشی کر بیٹھیگا اسلیے حاجت ریاضت کی ہوئی مگر مقصود ہی سواری ہے پس اگر کوئی عمر بھر ریاضت ہی مین رہے تو اوسکی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص تمام عمر گھوڑے کو پھرا دے اور سوار نہو تو اس صورت مین اوسکی شائستگی کا یہی فائدہ ہوگا کہ سر دست کاٹنے اور لات اور ٹاپ مارنے سے محفوظ رہیگا اور ہرچند یہ فائدہ بھی مقصود ہو مگر ایسا فائدہ تو مردار جانور سے بھی حاصل ہو گھوڑا تو اسلیے ہوتا ہے کہ اوس سے زندگی مین کچھ کام لیا جائے اسیطرح بدن کی شہوات سے رہائی تو سونے اور مرنے سے بھی حاصل ہے مگر صرف ترک شہوات ہی مقصود نہین بلکہ اوسکے بعد راہ آخرت کو طے کرنا بھی مقصود ہو پس آدمی کو چاہیے کہ ترک شہوات اور صرف ریاضت پر قانع نہو جیسے کسی نے ایک راہب کو کہا تھا اے راہب اوسنے جواب دیا کہ مین تو راہب نہین ہون بلکہ باولا کتا ہون مین نے اپنے نفس کو روک لیا ہے کہ آدمیون کو نہ کاٹون اور ایسا شخص بہ نسبت ایذا دہندہ کے بہتر ہے مگر صرف اسیقدر پر قناعت نچاہیے کیونکہ جو شخص اپنے آپکو قتل کر ڈالے عدم ایذاء مردم تو اوسمین بھی ہوجائیگا مگر طریق آخرت کچھ طے نہوگا اسلیے یہ چاہیے کہ اپنی انتہاء مقصود کو مد نظر کرلے کہ ریاضت کے بعد کیا کرنا ہوگا اور جب کوئی اس دقیقہ کو سمجھ لیگا اور راہ رہبرست پاکر سلوک پر قادر ہوگا اوسکو صاف معلوم ہوجائیگا کہ عزلت اوسکے لیے اس طریق مین زیادہ معین ہو بہ نسبت اختلاط کی یعنی ایسے شخص کے لیے ابتداء امر مین اختلاط افضل ہو اور انجام کو عزلت۔ اور تادیب سے ہماری غرض دوسرے کو ریاضت کش کرنا ہے جیسے صوفیوں کے مرشد صوفیون کے ساتھ کرتے ہین اور یہ بھی

بدون اختلاط کے نہین ہوسکتا یعنے مرشد جبتک مریدون کے ساتھ اختلاط نکریگا اونکی تہذیب پر قادر نہوگا اور مرشد کا حال معلم کی طرح ہے اور جو حکم معلم کا ہے وہی مرشد کا ہے اور ارشاد مین بھی آفتین دقیق اور ریا ایسے ہی آتے ہین جیسے علم کے سکھانے مین آتے ہین ہان اتنا فرق ہے کہ جو مرید طالب ریاضت ہین اون مین آثار طلب دنیا کی بعید ہوتے ہین اور طالبان علم مین طلب دنیا کی علامات قریب ہین اور اسی جہت سے طالبان ریاضت کم نظر آتے ہین اور طلبہ علم بہت تو اس صورت مین یہ چاہیے کہ جو بات خلوت سے حاصل ہوا وسکو اوس سے مقابل کرے جو اختلاط سے میسر ہو اور دونون مین سے افضل کو اختیار کرے اور افضل کا معلوم کرنا دقیق اجتہاد سے متعلق ہے اور احوال اور اشخاص کے سبب سے مختلف ہوا کرتا ہے اس جہت سے اوسپر حکم نفی یا اثبات کا مطلقاً نہین کرسکتے بدون تفصیل کے۔

چوتھی آفت عزلت کی یہ ہو کہ دوسرون سے انس کا حاصل ہونا اور انکو انس دینا فوت ہو جاتا ہے اور یہ امر اوس شخص کو منظور ہوتا ہے جو ولیمون اور دعوتون اور دل لگی کی جگہون مین نہین جاتا اور اسکا مآل سردست لذت نفسانی ہوتی ہے اور کبھی دیانت بھی ہوا کرتی ہے جیسے کوئی مشائخ سے انس حاصل کرے اسوجہ سے کہ وہ ہمیشہ تقوی اور ورع مین رہتے ہین تو اونکے اقوال اور حالات کو دیکھکر انس حاصل کرنا دین کے باب مین مستحب ہے اور حظ نفسانی کبھی تو حرام ہوتا ہے جیسے اوس شخص سے موانست کرنی جسکی موانست درست نہوا اور کبھی مباح ہوتا ہے اور بعض اوقات مستحب ہو بشرطیکہ حظ نفسانی سے مقصود یہ ہو کہ عبادت مین کچھ نشاط و کیفیت ابھرے اور دل کو راحت ملے اسلیے کہ دل سے اگر بزور متواتر کام لیا جاتا ہے تو اندھا ہو جاتا ہے تو جس صورت مین تنہائی مین وحشت ہوا اور دوسرون کے پاس بیٹھنے سے دل کو انس اور راحت پہونچتی ہو تو اختلاط اولی ہے کیونکہ عبادت مین نرمی برتنی احتیاط کا کام ہے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا اور یہ امر بھی ضروری ہے بایں وجہ کہ دل علی الدوام بدون راحت کے امر حق سے الفت نہین کرتا اور اگر بزور اوس سے کام لیا جاتا ہے تو گھبرا جاتا ہے اور دین مین جو کوئی طاقت سے زیادہ اپنے ذمہ پر کوئی بات کر لیتا ہے تو آخر کو وہی مغلوب ہو جاتا ہے اور دین غالب رہتا ہے احتیاط اسی مین ہے کہ دین مین نرمی سے داخل ہوا اور یہی وجہ حضرت ابن عباس رضی فرمایا کہ اگر مجکو خوف وسواس نہوتا تو مین آدمیون سے ہمنشینی نکرتا اور ایکبار یون فرمایا کہ ایسے شہرون مین چلا جاتا جہان کوئی انیس نہوتا۔ اور آدمیون کی خرابی آدمیون ہی سے لگا کرتی ہے تو اس صورت مین عزلت کرنیوالے کے لیے ایسا رفیق ضروری ہے جس سے رات دن کے عرصہ مین دیکھنے اور بات کرنے سے گھنٹہ بھر دل بہلائے

مگر ایسا شخص تلاش کرنا چاہیے جو فقط اسی ایک گھنٹہ میں اوسکے تمام گھنٹوں کی محنت رائگاں نہ کرے
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ ادمی اپنے
رفیق سے ملنے کیوقت زیادہ تر تمنا اس بات کی کرے کہ امور دینی میں گفتگو ہو اور دل کا احوال اور
اوسکی شکایت بیان کیجائے کہ امر حق پر ثابت اور مستقل کم رہتا ہے اسکی تدبیر کیا ہے تو اسطرح کے
اختلاط میں البتہ نفس کو راحت ملتی ہے اور جو شخص اسکی درستی کے درپے ہو اوسکو اسمیں راحت کہاں ہے
کیونکہ گو کتنی ہی عمر زیادہ ہو شکایت کبھی منقطع نہو گی اور جو شخص اپنے نفس کے حال سے راضی ہو جاتا ہے
وہ یقیناً مغالطہ میں پڑتا ہے غرضکہ انس کا بطور البتہ دن کے کسی حصہ میں بعض اشخاص کے حق میں
عزلت سے بہتر ہے تو عزلت والے کو چاہیے کہ اپنے دل کا حال دریافت کرے پھر جلیس کے حالات
معلوم کرے تب اوس سے ہمنشینی کا مضائقہ نہیں۔ پانچویں آفت عزلت کی یہ ہے کہ ثواب کے
پہونچنے اور پہونچانے سے محروم رہتا ہے ثواب اپنے آپ کو ہونا تو اسطرح سے کہ جنازوں پر جانا اور
بیماروں کا پوچھنا اور عیدین میں شریک ہونا وغیرہ اور جمعہ میں حاضر ہونا عزلت والے کو ضرور چاہیے
اسیطرح سب نمازوں کی جماعت میں بھی شرکت ضروری ہے جماعت کے ترک کی اجازت کسی صورت
میں نہیں ہاں اگر خوف کسی ایسے ظاہری نقصان کا ہو جو جماعت کے ثواب نہ ملنے کا ہم پلہ ہو تب ترک
جماعت ہو سکتا ہے مگر ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے اور ولیموں اور دعوتوں اور نکاحوں میں شریک
ہونیسے بھی ثواب ملتا ہے کہ ایک مسلمان کے دل کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ اور دوسرونکو ثواب پہونچانا
اسطرح ہے کہ اپنا دروازہ کھلا رکھے تاکہ لوگ اوسکی عیادت کریں اور مصیبت میں تسکین اور خوشی میں
تہنیت کریں کیونکہ ان باتوں سے لوگونکو ثواب ملتا ہے اسیطرح اگر آدمی عالم ہو اور وہ اجازت دیدے
کہ لوگ زیارت کریں تو اونکو زیارت کا ثواب ملیگا اور اسکا سبب یہی شخص ہوگا تو سالک کو چاہیے
کہ ان اختلاطوں کے ثواب کو اون آفتوں سے مقابل کرے جو ہمنے مذکور کی ہیں اس صورت میں
کبھی تو عزلت کو ترجیح ہوگی اور کبھی اختلاط کو اور سلف کے بعض لوگ مثل مالک وغیرہم اپنے گھروں میں
بیٹھے رہتے تھے دعوتوں کا قبول کرنا اور بیماروں کا پوچھنا اور جنازوں پر جانا بالکل ترک کر دیا تھا
بجز جمعہ اور زیارت قبور کے مطلق باہر نکلتے تھے اور بعضوں نے سکونت شہروں کی ترک کر کے پہاڑوں
کی چوٹیوں پر پناہ لی تھی کہ عبادت میں فراغت ہو اور کوئی مانع پیش نہ آئے۔ چھٹی آفت عزلت
کی یہ ہے کہ تواضع فوت ہوتی ہے جو افضل مقامات ہے اور تنہائی میں نہیں بن سکتی بلکہ تنہائی کا باعث
کبھی تکبر ہی ہوا کرتا ہے چنانچہ بنی اسرائیل کی خبروں میں مذکور ہے کہ کسی حکیم نے حکمت کی باب میں

ترسٹھ کتابیں بنائی تھیں یہانتک کہ اوسکو گمان ہوا کہ خدا تعالی کے نزدیک مجکو بڑا مرتبہ ہوا ہوگا اللہ تعالی
نے اوسوقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان شخص سے کہدو کہ تو نے اپنی بکبک سے تمام زمین بھر دی پر تیری
اس بک بک مین سے کچھ قبول نہیں کرتا اوس حکیم نے خلوت اختیار کی اور زمین کے نیچے کسی تہ خانہ مین
جا رہا اور دل مین کہا کہ اب مین اپنے پروردگار کی محبت کو پہونچگیا اللہ تعالی نے اپنے نبی پر وحی بھیجی
کہ اوسکو کہدو کہ تو میری رضا کو نہ پہونچیگا جبتک کہ لوگون سے اختلاط کرکے اونکی ایذا نہ سہے اسکے بعد
اوسنے عوام سے اختلاط کیا اور اونکے پاس بیٹھا اور ساتھہ کھانا کھایا اور بازارون مین اونکے ہمراہ پھرا
تب اللہ تعالی نے اپنے نبی کو حکم فرمایا کہ اوس سے کہدو کہ اب تو ہماری رضا کو پہونچا۔ پس بعض عزلت گزین
ایسے بھی ہوتے ہین کہ اونکی عزلت کا باعث تکبر ہی ہوتا ہے اور محفلون مین اسیوجہ سے نہیں جاتے کہ کوئی
توقیر نکریگا یا مقدم نہ بٹھایگا یا یہ سمجھتے ہین کہ ہم لوگون سے نہ ملینگے تو ہمارا رتبہ بڑھیگا اور نام زیادہ مشہور ہوگا
اور کچھ لوگ اسوجہ سے عزلت اختیار کرتے ہین کہ مبادا اختلاط کے باعث ہماری قلعی کھلجاوے اور زہد و عبادت
کا اعتقاد جو ہم پر کرتے ہین وہ نابود ہو جائے اسلیے وہ اپنے گھر کو اپنی برائیون کی آڑ بنا لیتے ہین تاکہ لوگ
اونکو عابد و زاہد جانتے جائین حالانکہ خود بدولت گھر مین کوئی وقت بھی ذکر و فکر مین صرف نہیں کرتے اور
ان لوگون کی پہچان یہ ہے کہ خود کسیکے یہان جانا پسند نہیں کرتے اور دوسرون کا اپنے یہان آنا چاہتے ہین
بلکہ اس بات سے خوش ہوتے ہین کہ عوام اور سلاطین اونکے دروازہ اور رستہ پر جمع ہون اور اونکے ہاتھ کو
تبرک جانکر بوسہ دین تو ایسے لوگونکو اگر اختلاط کی نفرت شغل عبادت کی جہت سے ہوتی تو جیسا اپنا جانا
اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا دوسرے کا آنا بھی اپنے پاس برا جانتے جیسے فضیل رح کا حال ہمنے ابھی بیان
کیا ہے کہ دوست کو دیکھکر یہ فرمایا کہ تم صرف اسلیے آئے ہو کہ مین تمہارے سامنے بن سنور کر بیٹھون اور تم
میرے سامنے یا جیسے حاتم اصم نے اوس حاکم سے کہا تھا جو اونسے ملنے گیا تھا کہ میری حاجت یہ ہے
کہ نہ مین تمکو دیکھون اور نہ تم مجکو تو جو شخص تنہائی مین مشغول بذکر خدا نہیں اوسکی عزلت کہ جسکا سبب یہی ہو کہ
کہ شدت سے لوگون مین مشغول ہے یعنے اوسکا دل یہی چاہتا ہے کہ لوگ مجکو وقار اور حرمت کی نظر سے
دیکھین پس ایسی عزلت کئی وجہ سے جہالت ہے اول یہ کہ جو شخص علم اور دین مین بڑا ہوتا ہے تو اختلاط اور
تواضع سے اوسکا منصب کم نہیں ہوتا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خرما اور نمک اپنے کپڑے اور ہاتھ
مین اوٹھا لاتے اور فرماتے ہے

کامل کو کچھ ضرر نہیں اوسکے کمال مین	گر فائدہ کی چیز وہ لاوے عیال مین

اور حضرت ابو ہریرہ اور حذیفہ بن یمان اور ابی بن کعب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم لکڑی کے گٹھے اور

اور آٹے کی گٹھریان اپنے شانون پر لے آتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ اپنے عہد حکومت مین لکڑیان سر پر لیے جاتے اور کہتے کہ اپنے امیر کو راستہ دو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چیز خریدا فرماتے اور خود مکان کو لیجاتے اگر کوئی صحابی عرض کرتا کہ مجھکو عنایت فرمائیے مین لیچلون تو فرماتے کہ چیز کا مالک اوسکو لیجانے کا زیادہ مستحق ہے۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام سائلون پر گذرتے کہ وہ ٹکڑے کھاتے ہوتے اور کہتے کہ صاحبزادے آؤ کچھ تناول فرماؤ تو آپ سواری سے اوترتے اور راستہ پر بیٹھکر اونکے ساتھ کھاتے پھر سوار ہوکر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تکبر والونکو ناپسند کرتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اس کام مین لگا ہے کہ لوگ مجھسے راضی رہین اور میرے باب مین اپنا اعتقاد درست رکھین وہ مغالطہ مین پڑا ہے اسلیے کہ اگر خدا تعالیٰ کو کما حقہ پہچانے تو جان لے کہ خلق سے کوئی کام نہین نکلتا نفع اور نقصان سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ مین ہے کوئی اوسکے سوا نہ فائدہ پہونچا سکے نہ ضرر اور جو شخص لوگون کی رضامندی اور محبت اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اوس سے ناراض ہوتا ہے اور خلق کو بھی اوس سے ناخوش کرتا ہے علاوہ اسکے لوگون کی رضامندی ایک ایسی بات ہے کہ حاصل نہین ہوسکتی تو اس سے یہی بہتر ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی طلب کیجائے اور اسی جہت سے حضرت امام شافعی نے یونس بن عبد الاعلیٰ کو فرمایا کہ بخدا مین تیری بھلے کی کہتا ہون کہ آدمیون سے سلامت رہنے کی کوئی تدبیر نہین اس صورت مین تامل کرکے جو اپنے حق مین مصلحت جانو اوسکو کرو اور اسیلیے کسینے کہا ہے

ملتی ہے دنیا مین لذت اوسکو جو بے باک ہو		غم سے مرتا ہے کرے جو کوئی لوگونکا لحاظ

اور سہیل تستری رح نے اپنے کسی مرید کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ فلان عمل کرو اوسنے عرض کیا کہ یہ تو لوگون کی جہت سے مین نہین کرسکتا آپ اپنے مریدون کی طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ آدمی کو حقیقت معرفت نہین ملتی جبتک کہ دو باتون مین سے ایک کے ساتھ متصف نہو یا یہ کہ لوگ اوسکی نظر سے گر جاوین کہ دنیا مین سوائے اپنے پروردگار کے اور کسیکو نہ دیکھے اور سمجھ لے کہ کوئی مجھکو نفع اور ضرر نہین پہونچا سکتا یا یہ کہ اوسکا نفس اوسکے دل کے سامنے ہیچ ہوجاوے کہ اسکی پروا نہ رہے کہ لوگ کس حال پر مجھکو دیکھینگے اور حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ کوئی شخص ایسا نہین جسکا دوست اور دشمن نہو تو جب یہ بات ہے تو اونھین کے ساتھ رہنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت والے ہین اور حضرت حسن بصری رح سے کسی نے کہا کہ آپ کی مجلس مین کچھ لوگ صرف اسی غرض سے آتے ہین کہ دیکھین آپ کہان کہان وعظ مین غلطی کرتے ہین یا سوال کرکے آپکو دق کرین آپنے تبسم فرماکر اوس شخص سے کہا کہ اس بات سے برا مت مانو کیونکہ مین نے اپنے نفس کو جنت مین رہنے اور

خدایتعالی کی ہمسایگی کے لیے کمر رکھا ہے تو اوسیکا مین طامع ہون اور یہ مین نے کبھی نہین کہا کہ لوگون
سے سلامت رہونگا اسلیے کہ مجکو معلوم ہے کہ اللہ تعالی جو لوگون کا خالق اور رازق اور زندہ کرنیوالا اور
مارنیوالا ہے وہ تو اون سے سلامت ہی نہین رہا مین کیسے سلامت رہونگا اور حضرت موسی علیہ السلام نے
جناب الہی مین عرض کیا کہ یارب لوگون کی زبان مجسے روکدے حکم ہوا کہ اے موسی یہ وہ بات ہے کہ
اسکو مین نے اپنی ذات پاک کیلئے نہین پسند کیا تو تیرے لیے کیسے کردون - اور اللہ تعالی نے حضرت عزیر علیہ السلام
پر وحی بھیجی کہ اگر تمکو یہ بات اچھی نہین معلوم ہوتی کہ مین تمکو لوگون کے منہ مین مسواک کیطرح کردون کہ تمکو
تو مین یہ بات تمکو اپنے یہان تواضع کرنیوالون مین نہ لکھونگا - حاصل یہ کہ جو شخص اپنے آپ کو گھر مین اسلیے
روک رکھے کہ اوسکے باب مین لوگون کا اعتقاد اچھا ہوجاے اور سب نیک کہین تو اوسکو دنیا مین بھی مشقت
ہوئی اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے اگر سمجھے اس سے یہ نکلتا ہے کہ عزلت ایسے ہی شخص کو مستحب ہے
جو ہر وقت اپنے پروردگار کے ذکر اور فکر اور عبادت اور معرفت مین ڈوبا ہے اور اگر لوگون سے اختلاط کرے
تو اوسکی اوقات رائگان ہو اور عبادت پریشان تو عزلت کو اختیار کرنے مین یہ آفتین پوشیدہ ہین انسے
ضرور بچنا چاہیے کہ ظاہر مین تو نجات دینے والی معلوم ہوتی ہین مگر واقع مین ہلاک کرنیوالی ہین —
ساتوین آفت عزلت کی یہ ہے کہ تجربے فوت ہوتے ہین جنکا مدار لوگون سے ملنے اور اونکے روزمرہ کے
حالات دیکھنے پر ہے اور عقل طبعی دین اور دنیا کی مصلحتون کے سمجھنے کیلیے کافی نہین بلکہ مصلحتین تجربہ اور
مہارت سے معلوم ہوتی ہین اور جو شخص تجربون سے خوب ماہر نہو اوسکی عزلت مین کچھ بہتری نہین مثلاً اگر
کوئی لڑکا عزلت کرے تو ناتجربہ کار اور جاہل رہیگا بلکہ چاہیے کہ اول علم پڑھے اور اس عرصہ مین جتنے تجربے
کہ ضروری ہین اوسکو حاصل ہو جائینگے اور اسیقدر کافی ہونگے اور باقی تجربے حالات کے سننے سے بھی معلوم
ہوسکتے ہین اختلاط ہی کے محتاج نہین اور زیادہ ضروری تجربون مین سے یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس اور
اخلاق اور صفات باطنی کو آزماوے اور یہ امر تنہائی مین نہین ہوسکتا اسلیے کہ تنہائی مین تو ہر تجربہ کرنیوالا
راحت پاتا ہے اور جتنے غصہ والے یا کینہ اور حسد والے ہین جب علحدہ ہوتے ہین تو اونسے کوئی خباثت
سرزد نہین ہوتی اور یہ صفتین سب مہلک ہین انکا دور کرنا واجب ہے اور مغلوب کرنا پر ضرور نہین یہ کافی نہین
کہ جن امور سے انکو جنبش ہوتی ہو اونسے دور رہکر انکو ساکن کردیا جائے کیونکہ دل کی مثال جسمین ایسی صفات
بھری ہون ایسی ہے جیسے دنبل جسمین پیپ اور کچھ لہو بھرا ہوا اور جبتک اوسکو جنبش نہو یا کوئی ہاتھ نہ لگاوے
جبتک دنبل والے کو اوسکا درد معلوم نہو اب اگر فرض کرو کہ اوس شخص کے ہاتھ نہین جو اوسکو چھووے
اور نہ آنکھ ہے کہ دیکھے اور نہ کوئی اوسکے پاس ہے جو اوسکو جنبش دے تو غالباً وہ اپنے دل مین یہی سمجھیگا

کہ میں تندرست ہوں اور میرے بدن میں کوئی دنبل نہیں لیکن اگر کوئی اوسکو حرکت دیگا یا نشتر لگا دیگا تو اوسمیں سے پیپ اور مادہ ایسا بہنے لگے گا جیسے بند پانی فوارہ میں سے اوچھلتا ہے اسیطرح جس دل میں کینہ اور بخل اور حسد اور غصہ اور دوسرے برے اخلاق بھرے ہوتے ہیں وہ بھی جوش کرتے ہیں جب اونکو حرکت دیجاتی ہے اور یہی وجہ سالکان طریق آخرت جو اپنے دلوں کو صاف کیا چاہتے تھے وہ اپنے نفسوں کا امتحان کر لیا کرتے تھے تو جس شخص کو اپنے نفس میں تکبر معلوم ہوتا تھا تو پانی کی مشک کمر پر یا لکڑیوں کا بوجھہ سر پر لیکر بازاروں میں پھرتا تھا کہ اوس سے نفس کا تکبر دور ہو غرضکہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکر پوشیدہ ہوتے ہیں ایسے لوگ کم ہیں جو اونکو جانتے ہوں اور یہی وجہ ایک بزرگ سے نقل ہے کہ فرمایا کہ میں نے تیس برس کی نماز دوبارہ پڑھی باوجودیکہ میں اوسکو صف اول میں پڑھا کرتا تھا مگر دوہرانے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز کسی عذر سے میں پیچھے رہگیا اور اول صف میں جگہہ نپائی لہذا دوسری صف میں کھڑا ہو گیا تو میں نے اپنے نفس کو دیکھا کہ میرے پیچھے رہجانے کے باعث سے جو لوگ مجکو دیکھتے تھے تو خجالت کرتا تھا اوسوقت میں نے جانا کہ میری تمام نماز ریا سے ملی ہوئی تھی اور یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ لوگ مجکو خیرات کی طرف سبقت کرتے ہوا دیکھیں۔ حاصل یہ کہ اختلاط کا ایک بڑا فائدہ کھلا ہوا یہ ہے کہ اوس سے صفات مذمومہ معلوم ہوجاتی ہیں اور یہی وجہ کہتے ہیں کہ سفر اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہے اسلیے کہ وہ بھی ایک قسم کا اختلاط ہے جو دیر پا رہتا ہے اور ان صفات کے معانی اور باریکیاں جلد ثالث میں مذکور ہونگے کیونکہ اونکو نجاننے کے سبب سے بہت سا عمل خراب ہوجاتا ہے اور اونکے جاننے کے باعث سے تھوڑا سا عمل عمدہ ہوجاتا ہے اور اگر یہ بات نہیں ہوتی تو علم کو فضیلت عمل پر نہوتی کیونکہ محال ہے کہ نماز کا علم جو صرف نماز کے لیے مقصود ہے نماز سے افضل ہو اسلیے کہ ہم جانتے ہیں کہ جو چیز غیر کے لیے مقصود ہوتی ہے تو وہ غیر اوس سے اشرف ہوا کرتا ہے مگر شریعت نے عابد سے عالم کے افضل ہونیکا حکم کیا یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِي تو معلوم ہوا کہ علم کو فضیلت تین وجوہ سے ہے اول تو وہی جو ہمنے ذکر کی یعنے اوسکے باعث سے تھوڑا عمل بھی صاف و ستہرا ہوتا ہے دوم یہ کہ علم کا فائدہ دوسرے کو پہونچتا ہے اور عمل کا فائدہ متعدی نہیں تیسرے یہ کہ علم سے مراد اللہ تعالی کی ذات اور صفات اور افعال کا علم ہو جو سب اعمال سے افضل ہے بلکہ اعمال سے غرض یہی ہے کہ دل مخلوق کی طرف سے خالق کی طرف راجع ہو اور بعد رجوع الی اللہ کے خدا تعالی کی معرفت اور محبت کو اوبھرے تو علم اور عمل دونوں اس علم کے لیے ہوتے ہیں اور مریدوں کی انتہا یہی علم ہے اور عمل

اسکے لیے شیر واکا قائم مقام ہے اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین اَلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ
وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ تو کلم طیب یہی علم ہے اور عمل ایسا ہے جیسا بوجھ اوٹھانیوالا کہ اوسکو اوٹھا کر منزل
مقصود کو پہونچا دیتا ہے تو ظاہر ہے کہ سواری کی نسبت کرسوار بہتر ہوگا یہ تقریر بطور جملہ معترضہ کے آگئی
کہ اس بحث مین مناسب نہین اسلیے اسکو چھوڑکر غرض اصلی کی طرف متوجہ ہوتے ہین کہ جب تمنے
عزلت کے فوائد اور آفات معلوم کرلیے تو جان لیا ہوگا کہ عزلت پر مطلق حکم کرنا کہ افضل ہے یا نہین خطا ہے
بلکہ چاہیے کہ اوس شخص کو اور اوسکے حال کو اور جلیس اور اوسکے احوال کو دیکھا جائے اور یہ بھی کہ اختلاط
کا باعث کیا ہے اور اختلاط کے باعث سے کون کون سے فوائد جاتے رہینگے اور کیا نفع ہوگا پھر نفع اور
نقصان کا مقابلہ کیا جائے تب البتہ امر حق واضح ہوگا اور فضیلت معلوم ہوگی اور امام شافعی رح کی تقریر
اس باب مین قول فیصل ہے کہ آپنے فرمایا کہ اے یونس آدمیون سے منقبض رہنا موجب عداوت کا ہے
اور اونسے کھل کھیلنا برے ہمنشین پیدا کرتا ہے تو ایسی طرح رہنا چاہیے کہ نہ منقبض ہو نہ منبسط چنانچہ سعدی
فرماتے ہین نہ چندان درشتی کن کہ از تو سیر گردند و نہ چندان نرمی کہ بر تو دلیر۔ غرضکہ اختلاط اور عزلت مین
اعتدال ضروری ہے اور یہ امر حالات کے تفاوت سے مختلف ہوا کرتا ہے اور فوائد و آفات کے دیکھنے سے
افضل طریق واضح ہو جاتا ہے اس باب مین امر حق ٹھیک یہی ہے اور اسکے سوا جو کچھ کسینے
ذکر کیا ہے وہ ناتمام ہے بلکہ ہر ایک نے ایک ایسی حالت خاص کا ذکر کیا ہے جسمین وہ خود موجود ہے
تو اگر غیر شخص جو اوس حال مین نہین اوسپر بھی وہی حکم کیا جائیگا تو درست نہوگا اور علم ظاہر مین صوفی
اور عالم کے درمیان بھی یہی فرق ہے کہ صوفی وہی تقریر کرتا ہے جس حال مین خود ہوتا ہے اسیوجہ
سے مسائل مین سب صوفیون کے جواب جدا جدا ہوتے ہین اور عالم وہ ہے کہ امر حق کو نفس الامر
مین دریافت کرتا ہے اور اپنے حال کا لحاظ نہین کرتا اسیوجہ سے جو کہتا ہے وہی حق ہوتا ہے اوسمین
مجال اختلاف نہین ہوسکتی کیونکہ امر حق تو ہمیشہ ایک ہی ہوگا اور حق سے قاصر بیشمار ہوا کرتے ہین
اور یہین وجہ صوفیہ کرام سے جو درویشی کا حال پوچھا گیا ہے تو ہر ایک نے وہ جواب دیا جو دوسرے
کے جواب کا غیر تھا اور وہ جواب ہرچند باعتبار مجیب کے حال کے حق ہین مگر نفس الامر مین حق
نہین ہین اسلیے کہ حق تو ایک ہی ہوا کرتا ہے مثلاً ابو عبداللہ جلاّ سے جو پوچھا گیا کہ فقیری کیا ہے فرمایا
کہ اپنی دونون آستینین دیوار سے مار کر کہو کہ ہمارا رب اللہ تعالی ہے یہی فقیری ہے اور حضرت جنید بغدادی
نے اسکا جواب یہ فرمایا ہے کہ فقیر وہ ہے جو نہ سوال کرے نہ کسی سے مزاحمت کرے اور اگر اوس سے کوئی
مناقشہ کرے تو خاموش ہو جائے اور سہل بن عبداللہ رح نے فرمایا کہ فقیر وہ ہے جو سوال نکرے اور

نہ ذخیرہ کرے اور کسی اور بزرگ نے فرمایا ہے کہ فقیری یہ ہے کہ تمہارے پاس کچھ نہو اور جب ہو بھی جاوے تو
اپنی نہ سمجھو اور چونکہ ہماری تھی تو اب بھی تمہاری نہین - اور ابراہیم خواص رح کہتے ہیں کہ فقیری یہ ہے کہ
شکایت نکرے اور سختی کا اثر ظاہر ہو - اور مقصود یہ ہے کہ اگر سو آدمیون سے سوال کیا جائے تو سو جواب
جدا جدا ہونگے کہ غالبًا دو بھی ایک سے نہونگے اور وہ من وجہ سب درست ہونگے اسلیے کہ ہر ایک کا جواب
اوسکے حال کی خبر اور جو کچھ اوسکے دل پر غالب ہو رہا ہے اوسکی حکایت ہوگی اور اسیوجہ سے اس
فرقہ کے دو آدمی ایسے نہ دیکھوگے جنمین سے ایک اپنے ساتھی کو تصوف مین ثابت قدم بتلائے اور اوسکی
تعریف کرے بلکہ ہر ایک کو یہی دعوی ہوتا ہے کہ واصل اور واقف بحق مین ہی ہون اسلیے کہ اونکی ورد
اونھین احوال کے مقتضا تک ہر جا اونکے دلون پر پیش ہوتے ہین اور اسیوجہ سے وہ اپنے ہی نفس سے
مشغول رہتے ہین دوسرون کی طرف التفات نہین کرتے - اور علم کا نور جب چمکتا ہے تو سب پر محیط ہوتا ہے
اور پردۂ خفا کو دور کرتا ہے اور اختلاف اوٹھا ڈالتا ہے اور اس اختلاف کی مثال یہ ہے کہ ہمنے زوال کے
وقت سایہ اصلی کے باب مین اقوال دیکھے ہین کہ کچھ کہتے ہین کہ گرمیون مین سایہ دو قدم ہوتا ہے اور کوئی
کہتا ہے کہ نصف قدم ہوتا ہے اور دوسرا اوسپر اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جاڑون مین سات قدم ہوتا ہے
اور کوئی پانچ قدم بتاتا ہے اور دوسرا اوسکو رد کرتا ہے تو یہ حال صوفیون کے جوابون کا سا ہے یعنے
ہر شخص نے اپنے شہر کے سایۂ اصلی کو دیکھکر کہدیا کرتا ہے اور یہ بات درست ہے مگر دوسرے کی غلطی
جو بیان کرتا ہے وہ بیجا ہے کیونکہ تمام دنیا کو اوسنے اپنا شہر یا اوسکی مثل سمجھ لیا ہے جیسے صوفی اپنے حال کے
قیاس کرکے دنیا پر حکم لگا دیتا ہے اور جو شخص زوال کو جانتا ہے اوسکو معلوم ہے کہ سایہ کس باعث سے
چھوٹا اور بڑا ہوا کرتا ہے اور شہرون مین کس وجہ سے مختلف ہوتا ہے اسیوجہ سے اوسکا جواب ہر شہر کے
ایک جدا حکم پر مشتمل ہوگا مثلاً کہیگا کہ بعض شہرون مین سایہ نہین رہتا اور بعض مین لمبا اور بعض مین کوتاہ
ہوتا ہے - یہ ہے عزلت اور اختلاط کی فضیلت کا بیان جسکو ہمنے ذکر کرنا چاہا تھا اب اگر یہ کہو کہ اگر کوئی شخص
اپنے حق مین عزلت کو افضل اور اسلم سمجھے تو عزلت کے آداب اوسکے لیے کیا ہین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ آداب
اختلاط کا بیان کرنا البتہ طویل تھا اوسکو ہم باب آداب صحبت مین لکھ آئے اور عزلت کے آداب کو ہم طول نہین
دیتے مختصر بیان کیے دیتے ہین کہ عزلت کرنیوالے کو اول نیت کرنی چاہیے کہ میری برائی لوگون کو نہ پہونچے
دوم یہ کہ لوگون کی شرارت سے سلامت رہون سوم حقوق مسلمین کی بجا آوری مین قاصر ہونے سے نجات
پاؤن چہارم تمام ہمت خدا تعالی کی عبادت کے لیے مجرد ہو جاؤن جب اسطرح عزلت کرنے مین نیت کر چکے
تو پھر خلوت مین علم اور عمل اور ذکر اور فکر پر مداومت کرے تاکہ ثمرۂ عزلت ملے ، اسمین مراد پھر سے اور

لوگون کو رد کدے کہ میرے پاس بہت آمد و رفت نہ کرو ورنہ اکثر اوقات مین دلجمعی نہو گی اور لوگون کے احوال اور شہر کی زٹلین نہ پوچھے اور نہ سنے اور نہ اس بات پر کان لگاوے کہ لوگ کیا کرتے ہین کیونکہ یہ سب باتین دل مین کھب جاتی ہین حتی کہ نماز کے اندر اور فکر کے اثنا مین ایسی طرح ابھر ابھر کر کھڑی ہوتی ہین کہ آدمی کو خبر بھی نہیں ہوتی کان مین خبرون کا پڑنا ایسا ہے جیسے زمین مین تخم کا گرنا کہ وہ بھی ضرور نکلتا ہے اور رگ و ریشہ اور برگ و شاخ پیدا کرتا ہے اسیطرح خبرون سے اور خبرین متفرع ہوتی ہین اور وسوسے پیدا ہوتے ہین اور عزلت مین ایک امر ضروری یہ ہے کہ وسوسے منقطع ہون جو ذکر الہی سے روکتے ہین اور خبرین اونکا منبع ٹھہرین تو اون سے احتراز ضروری ہوا - اور چاہیے کہ تھوڑی سی معیشت پر قناعت کرے ورنہ اگر وسعت چاہیگا تو ناچار لوگون سے اختلاط کرنا پڑیگا - اور چاہیے کہ ہمسایون کی ایذا پر صابر ہو اور اگر وہ عزلت گزین کر اوسکے ثنا خوان ہون یا ترک اختلاط پر طعن کرین تو کچھ نہ سنے اور اپنے دھیان مین لگا رہے اسلیے کہ یہ باتین اگر تھوڑی دیر بھی سنی جاتی ہین تو بہت ضرر کرتی ہین اور اپنے شغل دلی کے وقت یہ بھی ضرور ہے کہ طریق آخرت کی سیر سے واقف ہو یعنے یہ سیر یا تو اسطرح ہوتی ہے کہ کسی وظیفہ یا ذکر پر حضور دل کے ساتھ مواظبت کرے یا احکام کہ اللہ تعالی کے جلال اور صفات اور افعال اور زمین و آسمان کے اسرار مین فکر کرے یا یون ہے کہ اعمال کی باریکیون اور دل کے مفسدات مین تامل کرے اور ان امور سے بچنے کی جستجو مین رہے اور یہ سب طرحین فراغت کو چاہتی ہین اور جس صورت مین کہ آدمی اخبار وغیرہ پر کان لگاویگا تو فراغت کا ہونا معلوم بلکہ دل کو پریشانی ہو گی اور بعض اوقات ان حالات کا یاد آجانا دوام ذکر کا بھی مخل ہوتا ہے - چاہیے کہ کوئی گھر کا آدمی یا جلیس نیک بخت بھی ہو تاکہ عزلت نشین دن بھر مین ایک گھنٹہ اوسکی ملاقات اور محنت متواتر سے راحت پائے کہ اسطرح سے باقی اوقات پر سہارا ہو جاتا ہے اور عزلت پر صبر پورا اسوقت کامل ہوتا ہے کہ آدمی دنیا سے اور جس بات مین دنیا والے مصروف ہون اوس سے طمع قطع کردے اور طمع کے منقطع ہونیکی صورت بجز امل کے مختصر کرنیکے اور کوئی نہین یعنے اپنی زندگی بہت نہ سمجھے بلکہ یون جانے کہ صبح ہوئی تو شام نہ پکڑونگا اور شام ہو تو صبح نہ پکڑونگا اس صورت مین اوسپر چار پہر کا صبر کرنا آسان ہو گا اور اگر بالفرض یہ سوچیگا کہ میری موت بیس برس کے بعد آویگی تو اتنے عرصہ تک صبر کرنا دشوار ہو گا - اور چاہیے کہ عزلت مین موت کو بہت یاد کرے اور جب تنہائی سے دل تنگ ہو تو یہ سمجھے کہ آخر قبر مین کون ساتھ ہو گا وہان بھی تو تنہا پڑا رہنا ہو گا اور یہ یقین کرلے کہ جس کسی کا دل اللہ تعالی کے ذکر اور معرفت سے انس حاصل نکریگا اوسکو مرنیکے بعد تنہائی کی وحشت کی تاب نہو گی اور جو شخص خدا تعالی کے ذکر اور معرفت سے مانوس ہو گا تو مرنے سے اوسکا انس جاتا نرہیگا کیونکہ موت

انس اور معرفت کے محل کو نہیں مٹاتی بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اوسکی معرفت اور انس سے زندہ اور خوش رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شہدا کے باب میں فرمایا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے نفس پر مشقت کرتا ہے وہ مرنیکے بعد شہید ہوتا ہے کیونکہ جہاد کرنیوالا وہی ہے جو اپنے نفس اور خواہش پر جہاد کرے جنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمائی ہے اور جہاد اکبر نفس ہی کا جہاد ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہمنے جہاد صغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا اس سے مراد اونکی یہی تھی کہ نفس کا جہاد شروع کیا باب عزلت تمام ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً والسلام علی کل عبد مصطفٰے

ساتواں باب سفر کے آداب میں

رباعی ہے تعب و مشقت ہیں سفر مشتمل ستقر ... ہوتی ہے ولے اوس سے بھی آخر کو ظفر
ہے قول خدا دیکھیے سیروا فی الارض ... تا تجربہ سے کھلے راز معمائے سفر

واضح ہو کہ سفر نفرت کی چیز سے خلاصی کا ذریعہ اور مطلوب چیز کے ملنے کا وسیلہ ہے اور سفر دو قسم ہے ایک ظاہر بدن سے کہ اپنے وطن اور قرارگاہ سے جدا ہو کر صحرا و دشت نوردی کرے دوسری سفر باطن دل کا کہ اسفل السافلین سے ملکوت سموات کی سیر کرے اور ان دونوں قسموں میں سے سفر باطن اشرف ہو اسلیے کہ جو شخص اوسی حالت پر ٹھہرا رہتا ہے جسپر کہ پیدا ہوا ہے اور جو کچھ باپ دادوں کی تقلید سے سیکھ لیا ہے اوسی پر جما رہتا ہے تو وہ درجہ قصور پر لازم اور مرتبہ نقصان پر قانع ہے اور وسعت فضاء جنت کے عوض تاریکی مجلس دار وحشت اختیار کرتا ہے اور کسی نے سچ کہا ہے

اس سے بڑھکر ہے نہیں انسان میں کوئی بدی ... ہو کے قادر بھی وہ تکمیل پر ناقص رہے

مگر چونکہ اس سفر میں کشاد دشوار ہے اسلیے اسکے واسطے کوئی راہبر اور رفیق درکار ہے اور ازانجا کہ راہ نامعلوم اور راہبر اور رفیق معدوم اور راہ کے چلنے والے تھوڑے سے بہرہ پر مائل ہوتے ہیں اور اس دولت کثیر سے غافل لہذا ان راہوں میں کوئی پھرنیوالا رہا نہ انفس و آفاق اور ملکوت کی سیرگاہوں میں کوئی سیر کرنیوالا حالانکہ اللہ تعالیٰ اسی رستہ کی طرف بلاتا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ اور فرمایا وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ اور اس سفر سے بیٹھ رہنے پر اللہ تعالیٰ انکار فرماتا ہے اپنے اس ارشاد میں وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ اور اس آیت میں وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ تو جس شخص کو یہ سفر نصیب ہوتا ہے وہ بدن سے تو اپنے وطن اور قرارگاہ میں رہتا ہے

اور باطن سے تماشا سیر گاہ جنت کا جسکا پھیلاؤ افلاک و زمین کے برابر ہے کیا کرتا ہے یہ وہی سفر ہے جسکے چشمون اور گھاٹون پر تنگی کا خطر نہین اور کثرت ازدحام سے اوسکو کچھ ضرر نہین بلکہ مسافرون کی کثرت سے اوسکے ثمرات اور فوائد زیادہ ہوتے ہین نہ اسکے ثمرات دائمی سے کیسیکو مزاحمت اور نہ فوائد متزایدہ سے کیسیکو ممانعت ہان جو مسافر خود دامن سستی سے بھرے یا اپنی حرکت مین وقفہ کرے تو وہ اپنا کیا پاتا ہی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَہُمْ اور اللہ تعالی اپنے بندون پر ظلم نہین کرتا مگر بندے ہی اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین اور جو شخص مرد اس میدان کا اور تماشائی اس بوستان کا نہین وہ عجب نہین کہ بہت سی مدت مین ظاہر بدن سے چند فرسخ گنتی کے چلے اور تجارت دنیاوی خواہ ذخیرہ اخروی کے لیے اوسیکو غنیمت سمجھے پس اگر اوسکا مطلب سفر سے علم کا سیکھنا اور دین ہوگا یا دین پر مدد لینے کے لیے کفایت چاہتا ہوگا تو اس صورت مین تو وہ راہ آخرت کا سالک ہوگا اور اس سفر کے لیے اوسکو کچھ شرطین اور آداب چاہئین کہ اگر اونکا لحاظ نکرے تو دنیادار اور زمرہ شیاطین مین محشور ہو اور اگر اونکا لحاظ مدام رکھے تو اس سفر مین اوسکو وہ فوائد ملین جنسے آخرت کے طلبگارون مین لاحق ہو جاوے اسلیے ہم سفر کے آداب و شروط کو دو فصلون مین لکھتے ہین

پہلی فصل شروع سفر سے واپس آنے تک کے آداب مین اور سفر کی نیت اور فائدہ کے ذکر مین مشتمل دو بیانون پر

پہلا بیان سفر کے فوائد اور فضیلت اور نیت کے ذکر مین مخفی نرہے کہ سفر ایک قسم کی حرکت اور اختلاط کا نام اور اوسمین بہت سے فائدے اور آفتین ہین چنانچہ باب الصحبت اور عزلت مین ہمنے ذکر کیا ہے اور جو فوائد کہ آدمی کو سفر پر آمادہ کرتے ہین وہ یا تو کسی چیز سے گریز کرنا یا کسی چیز کا طلب کرنا ہی یعنے مسافر جو سفر کرتا ہی تو وہ یا اسلیے کرتا ہے کہ کوئی چیز اوسکو اپنے مقام سے نکالے دیتی ہی اور اگر بالفرض وہ نہوتی تو یہ سفر بھی نکرتا یا اسلیے کرتا ہی کہ کسی مقصد یا مطلوب کو حاصل کرے اور گریز کی چیز یا ایسی ہی جسکی تاثیر امور دنیاوی پر ہو مثلاً طاعون اور وبا کا شہر مین ہوتا یا کسی فتنہ اور خصومت کا برپا ہو جانا یا غلہ کا گران ہو جانا یا یہ اشیا تو اسباب عام ہین اور کبھی سبب خاص بھی ہوتا ہے کہ شہر والون کو خاص اوسی شخص کو ایذا دینی منظور ہو اسلیے شہر سے چلا جاوے اور ایک صورت ہی کہ اوسکی تاثیر دین مین ہو مثلاً شہر مین رہنے سے جاہ و مال مین مبتلا ہو جانا اور ایسے اسباب کی کثرت ہونی جنسے خدا تعالی کے ذکر کے لیے فارغ بالی میسر نہو اسوجہ سے سفر اور گمنامی اختیار کرے اور جاہ و غنا سے احتراز چاہے یا کسی شخص کو شہر والے جبراً بدعت کے ارتکاب کے لیے کھینچ لاوین خواہ ایسے عمل کی ولایت اوسکے سر دہرین جسکا کرنا شرعاً مباح اور حلال نہو تو اس نظر سے

شہر کو چھوڑ رہا چاہیے - اور مطلوب چیز بھی یا دنیاوی ہو جیسے مال و جاہ کی طلب یا کوئی امر دینی ہو پھر
دینی مطلب یا علم ہوگا یا عمل اور علم تین طرح پر ہے ایک فقہ و حدیث و تفسیر اور ان کے متعلقات کا علم دوسرے
اپنے اخلاق اور صفات کا علم تجربہ کے طور پر تیسرے زمین کی نشانیاں اور اوسکے عجائب کا علم جیسے
ذوالقرنین نے زمین کے اطراف میں سفر کیا تھا اور عمل دو طرح پر ہے یا عبادت یا زیارت عبادت تو جیسے
حج اور عمرہ اور جہاد کا سفر ہے اور زیارت کا سفر یا مکانات کی طرف ہوگا جیسے مکہ اور مدینہ زادہما اللہ تشرفا
اور بیت المقدس کا سفر یا دار الاسلام کی حدود پر کفار کو روکنے کے لیے جانا اور کبھی سفر زیارت سے
مقصود اولیا اور علما ہوتے ہیں اور وہ یا تو زندہ ہونگے جنکو دیکھنا موجب برکت ہے اور اونکے حال کا
مشاہدہ کرنے سے اونکی پیروی کی رغبت کو زور ہوتا ہے یا وہ مر گئے ہیں کہ اونکی قبروں کی زیارت
ہوا کرتی ہے غرضکہ سفر کی اتنی ہی قسمیں ہیں اور ہر تقسیم سے اقسام مفصلہ ذیل نکلتی ہیں قسم اول طلب
علم کے لیے سفر کرنا اور چونکہ علم یا واجب ہے یا نفل ہے تو سفر بھی واجب کے لیے واجب ہوگا اور نفل کے لیے نفل
اور ابھی ہمنے لکھا ہے کہ علم یا امور دینی کا علم ہے یا اپنے اخلاق کا یا زمین کے عجائب قدرت الٰہی کا تو
انہیں سے جس علم کے لیے سفر کریگا ثواب پاویگا چنانچہ علم دین کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ اور دوسری حدیث میں
ارشاد فرمایا مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ اور حضرت سعید
بن المسیب ایک حدیث کی طلب میں بہت سے دنوں کا سفر کیا کرتے تھے اور شعبی رح فرماتے ہیں کہ اگر
کوئی شخص ایسے کلمہ کی تلاش میں جو اوسکو نیک بات بتلائے یا ہلاک سے بچائے تمام شام سے لیکر یمن کے
اوس کنارہ تک چلا جائے تو اوسکا سفر ضائع نہوگا - اور جابر بن عبد اللہ مع دس صحابہ رض کے مدینہ منورہ
سے مصر کو تشریف لیگئے کیونکہ اونھوں نے سنا کہ عبد اللہ بن انیس الانصاری رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں چنانچہ ایک مہینا برابر چلے اور اوس حدیث کو سنا - اور صحابہ رض کے
زمانہ سے ہمارے اس زمانہ تک عالم ایسے کم ہونگے جنہوں نے علم دین کی تحصیل میں سفر نہ کیا ہو - اور اپنے
نفس اور اخلاق کا علم بھی ضروری ہے اسلیے کہ طریق آخرت کا چلنا بدون عادات کی درستی اور اخلاق
کی تہذیب کے ممکن نہیں اور جو شخص اپنے باطن کے اسرار اور صفات کی برائیوں سے واقف نہوگا اور اپنے
دل کو اونسے صاف کیسے کریگا اور سفر تو اسیکو کہتے ہیں جس سے اخلاق ظاہر ہوں اور اوسی سے اللہ تعالی
آسمانوں اور زمین کے امور مخفی کو نکالتا ہے اور سفر کا نام بھی سفر اسیوجہ سے ہے کہ مشتق سفر سے ہے جسکے
معنے ظہور کے ہیں تو اخلاق کا ظاہر کرنیوالا ہونے سے سفر کہلایا گیا اور اسیلیے حضرت عمر رض کے سامنے

جب کسی گواہ کا پہچاننا ایک شخص نے بیان کیا تو آپ نے اوس سے فرمایا کہ تو اس گواہ کے ساتھ کبھی
سفر میں بھی رہا ہے جس سے مکارم اخلاق معلوم ہوا کرتے ہیں اوسنے عرض کیا کہ یہ بات تو نہیں ہوئی آپ نے
فرمایا کہ میری دانست میں تو اس سے واقف ہو۔ اور بشر رح فرمایا کرتے کہ اے گروہ قاریان سفر کرو تاکہ
طیب ہو جاؤ کیونکہ پانی جب روان ہوتا ہے تو طیب ہوتا ہے اور اگر مدت ایک جگہ میں ٹھہرتا ہے تو
متغیر ہو جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ آدمی جبتک وطن میں رہتا ہے تو جن امور کی عادت اوسکی طبیعت کو ہوتی ہے
اونھین سے مانوس رہتا ہے اور برے اخلاق ظاہر نہین ہوتے کیونکہ طبیعت کی خلاف کرنیکی نوبت ہی
نہین آتی اور جب سفر کی سختی اوٹھاتا ہے اور امور معمولی اور معتاد میں تغیر پاتا ہے تو اخلاق کی خفیہ آفات
منکشف ہو جاتی ہیں اور اونکے عیوب پر مطلع ہوتا ہے تو اب اونکا علاج بھی کر سکتا ہے جیسا سعدی فرماتے ہیں
ع تا بدکان خانہ در گروی + ہرگز اے خام آدمی نشوی + اور عزلت کی آفات کے ضمن میں
ہم اختلاط کے فوائد ذکر کر چکے ہیں سفر میں اختلاط کے سوا اتنی بات اور ہے کہ کچھہ باقی شغل کی اور مشقتوں
کا اوٹھانا ہی ہے باقی رہا زمین میں خدا تعالی کی نشانیون کا دیکھنا سو اونکے دیکھنے میں بھی بہت فائدہ ہے
اہل بصیرت کیلیے مثلاً امکنہ مختلفہ ایک دوسرے سے متصل اور کوہ و دشت اور بحر و بر اور اقسام حیوانات و نباتات
سب کچھہ دیکھنے میں آتی ہیں اور انہین سے کوئی ایسی چیز نہیں جو خدا تعالی کی وحدانیت پر شاہد نہو اور
زبان گویا سے اوسکی تسبیح نہ کرتی ہو مگر اونکی شہادت اور تسبیح کو وہی سمجھتا ہے جو کان لگاوے اور
حضور دل سے سنے ورنہ منکر اور غافل جو دنیا کی ظاہری بہار پر فریفتہ ہیں وہ نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں
اسلیے کہ اونکو وہ کان ہی نہیں اور نہ وہ آنکھیں وہ تو اس آیت کی مصداق ہیں یَعْلَمُونَ ظَاہِرًا مِّنَ
الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَہُمْ عَنِ الْآخِرَۃِ ہُمْ غَافِلُونَ اور اوسکے اِنَّہُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ کان اسمین
ظاہر کے کان مراد نہیں کیونکہ گوش ظاہر سے تو وہ لوگ معزول نتھے بلکہ گوش باطن مراد ہیں اور گوش ظاہر
سے بجز آواز کی چیزون کے اور کچھہ نہیں معلوم ہوتا اور اس باب میں خصوصیت انسان ہی کو نہیں سب
حیوانات بھی اصوات سنتے اور گوش باطن سے زبان حال سے سنی جاتی ہے جو زبان قال ہی علیحدہ
چیز ہے جیسے کوئی میخ اور دیوار کا قصہ بیان کرے کہ دیوار نے میخ سے کہا کہ تو مجھکو کیون چیرتی ہے
میخ نے جواب دیا کہ یہ امر اوس سے دریافت کر جو میرے سر پر چوٹ کرتا ہے یعنے پتھر سے پوچھہ کہ مجکو
میری تجویز پر کیون نہیں چھوڑتا مجکو کیون ٹھوکتا ہے غرضکہ آسمانون اور زمین میں کوئی ذرہ نہیں
جو اللہ تعالی کی وحدانیت پر انواع شہادات نرکھتا ہو اور یہی شہادتیں اوسکی توحید ہیں اور
اللہ تعالی کے پاک ہونے پر جو شہادتیں ہر ذرہ میں ہیں وہ اوسکی تسبیح ہیں مگر لوگ ذرہ کی تسبیح کو

نہیں سمجھتے اسوجہ سے کہ اونکو حقیقت کوشش ظاہر سے میدان وسیع باطن کا سفر میسر نہیں ہوا اور زبان
قال کی رکاکت سو زبان حال کی فصاحت پر کچھ تعجب نہیں ہوا اور اگر بالفرض ہر جاہل شخص اسطرح کا
سفر کر لیا کرتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام ہی پرندون کی گفتگو سمجھنے سے مخصوص نہوتے اور نہ حضرت
موسی علیہ السلام کو کلام الٰہی کے سننے کی خصوصیت ہوتی جس کلام کا پاک جاننا حروف اور اصوات
کی مشابہت سے واجب ہے اور جو شخص سفر کرتا ہے اس غرض سے کہ ان شہادتون کو جو صفحات جمادات
پر خطوط الٰہی سے لکھی ہوئی ہین تلاش کرے اوسکو سفر بدنی بہت سا نہین کرنا پڑیگا بلکہ ایک جگہ ٹھہر کر
اپنے دل کو فارغ کریگا تاکہ ہر ذرہ سے صدای تسبیح سنکر راحت پالے ایسے شخص کو جنگلون مین پھرنے سے کیا کام
اوسکا مطلب تو آسمانون کے اسرار سے نکل سکتا ہے کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اوسکے حکم کے مطیع ہیں
او ارباب بصیرت کی نگاہون مین سال اور مہینہ مین کئی بار دورہ کرتے ہین بلکہ ہر لحظہ حرکت کی مشقت
اوٹھاتے ہیں تو جس شخص کے گرد خود کعبہ طواف کرے وہ اگر کسی مسجد کے طواف کے لیے محنت کرے تو خالی
از تعجب نہین اسی طرح جس شخص کے گرد اطراف آسمان کے گردش کرتے ہون وہ زمین کی سمتون مین
دورہ کریگا تو خالی تعجب سے نہین۔ پھر مسافر جبتک چشم ظاہر سے دیکھنے کا محتاج رہیگا اور سیر عالم ظاہری پر
منحصر آنکھ سے دیکھے جائیگا تب تک وہ خداتعالی کی طرف چلنے والون کی اول منزل مین رہیگا گویا کہ وطن
کے دروازہ پر بیٹھا ہے اور میدان وسیع تک پہونچنے کی نوبت نہین آئی اور اس منزل مین پڑے رہنے کا
سبب سوای نامردی اور کم ہمتی کے اور کچھ نہین اور یہی وجہ کسی اہل دل نے فرمایا ہے کہ آدمی یون کہتے ہیں
کہ اپنی آنکھیں کھولو تاکہ دیکھو اور مین یہ کہتا ہون کہ آنکھین بند کرو تاکہ دیکھو اور یہ دونون قول حق ہیں
لیکن اتنا فرق ہے کہ قول اول حکایت منزل اول کی ہے جو وطن سے قریب ہے اور دوسرا قول اون
منازل کا حال ہے جو وطن سے دور ہیں اور راہ انکو وہی طے کرتا ہے جو اپنے نفس کو خطرہ میں ڈالتا ہے اور
اونکی طرف گذر ہوا لابعض اوقات برسون حیران پھرتا ہے اور کبھی توفیق اوسکا ہاتھ پکڑکر سیدھا راستہ
بتا دیتی ہے لیکن اس جنگل میں ہلاک ہونیوالے بہت ہیں ؎ درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار ۔ کہ پیدا نشد تختہ بر کنار
مگر جن لوگون کو توفیق یاور ہوئی اونکو راحت بیشمار اور سلطنت پایدار ملی اور وہی لوگ ہین کہ کاتب ازل
نے اونکی قسمت مین خوبی لکھی ہے اس سلطنت کا حال دنیا کی سلطنت کا سا جانو کہ اول تو باوجود لوگون
کی کثرت کے اوسکے طالب کم ہوتے ہین پھر طالبون مین سے ہلاک ہونیوالے زیادہ ہوتے ہین اور مراد کو
پہونچنے والے کم اور یہ دستور ہے کہ جب مطلب بڑا ہوتا ہے تو اوسمین مددگار کم ہوتے ہین اور نامرد اور عاجز
طلب سلطنت کے درپے نہین ہوتا اسلیے کہ اسمین خطرہ اور مشقت بہت ہے اسکا سہنا اوسیوقت ہوتا ہے کہ نفس

حوصلہ ور ہو جیسا کسی نے کہا ہے

نفس جب حوصلہ ور ہوتے ہین اوس وقت اجسام	المختشین اونکی مرادون کے لیے ستتے ہین

اور اللہ تعالیٰ نے دین اور دنیا کی عزت اور سلطنت کو بجز محل خطر کے اور کسی جگہ نہین رکھا مگر نامرد اپنے جبن اور قصور کا نام ہوشیاری اور پرہیز رکھ لیتا ہے چنانچہ کسیکا شعر ہے

نامرد بزدلی کو سمجھتے ہین احتیاط	پر حق یہ ہے کہ دھوکا ہے طبع لئیم کا

غرضکہ سفر ظاہر سے خدا تعالیٰ کی کشایان زمین مین دیکھکر اگر سفر باطن منظور ہو تو اوسکا حکم یہ تھا جو مذکور ہوا اب ہم اوس مطلب کو لکھتے ہین جسکے بیان کی درپے ہین دوسری قسم یہ ہے کہ سفر عبادت کے لیے ہو مثلاً حج یا جہاد کے واسطے ہو اور اس سفر کی فضیلت اور آداب ظاہری اور باطنی اعمال باب اسرار حج مین ہم لکھ چکے ہین اور اسی مین داخل ہے انبیا علیہ السلام اور صحابہ و تابعین رض اور علما اور اولیا کی قبرون کی زیارت یعنے جن لوگون کا دیکھنا زندگی مین موجب برکت ہے تو اونکے مرنیکے بعد اونکی قبرون کی زیارت باعث برکت ہے اور اس غرض کے لیے سفر کرنا درست ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلیٰ ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی اس سفر کا مانع نہین اسلیے کہ یہ حکم مسجدون کے باب مین ہے کہ ان تینون کے سوا سب ایکسی ہین ورنہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ انبیا اور اولیا کی قبرون کی زیارت مین اصل فضیلت یکسان ہے گو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنا اونکے مدارج مین فرق ہے اوسیقدر فضیلت بھی متفاوت ہوتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ زندون کی زیارت بہ نسبت مردون کے افضل تر ہے اور زندون کی زیارت سے یہ فائدے ہین کہ اونکی دعا کی برکت اور اونکو دیکھنے کی برکت حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ علما اور صلحا کے چہرونکو دیکھنا عبادت ہے اور نیز اونکی زیارت مین اونکی پیروی اور اونکے اخلاق سے موعادت ہونیکی رغبت اوٹھتی ہے علاوہ ازین اونکی ذات اور افعال سے فوائد علمیہ کے حاصل ہونیکی توقع رہتی ہے اور خود فی اللہ بھائیون کی زیارت ہی کو دیکھ لو کہ قطع نظر اور فوائد کے اوس مین کتنی فضیلت ہے چنانچہ باب آداب صحبت مین ہم لکھ آئے ہین اور توریت مین ہے کہ چار میل سفر کر کے فی اللہ برادر کی زیارت کر باقی رہا مکانون کا زیارت کرنا تو اونکی زیارت کی کچھ معنی نہین بجز مساجد سہ گانہ اور حدود اسلام کی محافظت کی تو حدیث بالا کا مضمون ظاہر ہوا کہ جگہون کی برکت حاصل کرنیکے لیے بجز تینون مسجد کے اور جگہہ کو سفر نکیا جائے اور حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا کے فضائل باب الحج مین ہم لکھ آئے ہین اور بیت المقدس کے فضائل بھی بہت ہین حضرت ابن عمر رض مدینہ منورہ سے چلکر بیت المقدس مین پہونچے اور پانچ نمازین اوسمین ادا کر کے دوسرے روز وہان سے مدینہ طیبہ کو رجوع فرمایا اور حضرت سلیمان علی نبینا

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پروردگار سے یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی جو کوئی اس مسجد کا قصد کرے اور بجز اس مین نماز پڑھنے کی اور کچھ اوسکی غرض نہو تو وہ جبتک اس مسجد مین رہے تو اپنی نظر عنایت اوس سے مت اٹھائیو یہانتک کہ وہ اسمین سے باہر ہو جائے اور اوسکو گناہون سے ایسا نکال دینا جیسا وہ اوس روز تھا کہ اپنی ما کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ دعا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبول فرمائی پس ظاہر ہے کہ مسجد موصوف کی زیارت کا بہت ثواب ہے تیسری قسم سفر کی یہ ہے کہ جس سبب سے دین کے اندر تشویش ہو اوسکی وجہ سے سفر کر جائے یہ سفر بھی اچھا ہے اسلئے کہ جس چیز کی برداشت نہو اوس سے گریز کرنا انبیا اور مرسلین کی سنت ہے اور جن چیزون سے بھاگنا واجب ہے اونمین سے حکومت اور جاہ اور علائق کا بہت ہونا اور اسباب کی کثرت ہے اسلیے کہ یہ سب دل کی فراغت کو ابتر کرتی ہین اور دین اوسیوقت کامل ہوتا ہے کہ دل غیر اللہ سے فارغ ہو تو اگر فراغت کامل نہوگی توجسقدر فراغت ہوگی اوسیقدر دین مین مشغول ہو سکیگا اور دنیا مین دل کا فارغ ہونا کاروبار دنیاوی اور حاجات ضروری سے ممکن نہین ہان یہ ہو سکتا ہے کہ حاجتین خفیف ہون یا قلیل اور ہلکی حاجت والے ناجی ہین اور بھاری والے ہالک اور خداتعالیٰ کا بڑا شکر ہے کہ اوسنے نجات کو اس امر پر وابستہ نہین کیا کہ سب گناہون اور بوجھون سے بالکل فارغ ہو بلکہ اپنے فضل کامل اور رحمت وسیع سے ہلکے بوجھ والون کو قبول کر لیا اور خفیف بوجھ والا وہ ہے کہ جسکی ہمت زیادہ تر دنیا کی طرف متوجہ ہو اور یہ بات وطن مین بسبب وسعت جاہ اور کثرت علائق کے میسر نہین اسلیے بدون سفر اور گمنامی اور اون علائق کے منقطع کرنیکے جنسے سفر ہو سکتا ہے اور مدت مدید تک نفس کو مرتاض کرنیکے مقصود پورا نہوگا اور اسکے بعد کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے اوسپر انعام کرے اور نفس کی تقویت اور دل کا اطمینان عنایت فرماوے اور جسکو نزدیک حضر اور سفر یکسان ہو جاوے اور اسباب کا عدم اور وجود برابر ہو تو اس صورت مین ذکر الٰہی سے اوسکو کوئی چیز روکیگی مگر ایسا ہونا نہایت کمتر ہے اب تو دلون پر ضعف ہی غالب ہے اور گنجایش مخلوق اور خالق کی ایکساتھ اون مین ہونی نہایت قلیل ہان اس قوت سے انبیا اور اولیا سرفراز ہوا کرتے ہین اور کسب سے اوس تک پہونچنا مشکل ہے گو محنت وکسب کو کسیقدر اوسمین دخل ہے اس باب مین قوت باطنی کا مختلف ہونا ایسا ہے جیسا اعضا مین قوت ظاہری مختلف ہوتی ہے مثلاً بعض پہلوان ہیں کہ تنہا دس ڈہائی من بوجھ اوٹھا سکتے ہین پس اگر کوئی ناتوان اور بیمار چاہے کہ بوجھ اوٹھانیکی مشق کرنے سے بتدریج پہلوان کا تر حاصل کر لے تو ہرگز نہوگا ہان مہارت اور کوشش سے اوسکی قوت کسیقدر زیادہ ہو جائیگی گو اوسکے درجہ کو نہ پہونچے پس اگر آدمی مرتبہ عالی پر پہونچنے سے مایوس ہو تو محنت کو ترک کرنا نچاہیے کہ یہ

نہایت جہالت اور کمال درجہ کی گمراہی ہے چنانچہ سلف کے اکابر کی عادت تھی کہ فتنوں کو دوسرے وطنوں
چھوڑ دیتے تھے اور سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ یہ وقت ایسا برا ہے کہ آمین گمناموں کو بھی امن
کی صورت نہیں مشہوروں کا تو کیا ذکر ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ آدمی ایک شہر سے دوسرے شہر میں جائے
اور جس جگہ مشہور ہو جائے وہاں سے دوسری جگہ چلدے - اور ابونعیم کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رح کو دیکھا کہ
توشہ دان کمر پر رکھے اور ہاتھ میں مٹھیا لٹکائے جاتے ہیں میں نے پوچھا کہ کہاں کو فرمایا کہ میں نے
سنا ہے کہ ایک گانوں میں ارزانی ہے اسلیے چاہتا ہوں کہ اوسمیں ٹھہروں میں نے کہا کہ آپ ایسا
کرتے ہیں فرمایا کہ ہاں جب تم سنو کہ فلاں گانوں میں ارزانی ہے تو اوسمیں جا رہو کہ اس سے تمہارا دین
بھی سلامت رہیگا اور تردد بھی کمتر ہوگا غرضکہ یہ سفر نرخ کی گرانی کی وجہ سے تھا اور سری سقطی صوفیوں
سے فرمایا کرتے کہ جب جاڑا نکل گیا تو چیت کی آمد ہوئی اور درخت برگ دار ہوئے اور نکلنے کی بہار
ہوئی تو اب نکلو اور چلو پھرو - اور ابراہیم خواص کسی شہر میں ایک چالہ سے زیادہ نہ ٹھہرتے اور متوکلین
سے تھے اسباب پر اعتماد کرکے کسی جگہ ٹھہرنیکو توکل کا مخل جانتے تھے اور اس باب پر اعتماد کرنیکے اسرار باب التوکل
میں انشاء اللہ مذکور ہونگے چوتھی قسم سفر کی یہ ہے کہ ایسی چیز سے گریز کرے جو بدن میں ضرر کرے جیسے
طاعون یا مال میں خلل ڈالے جیسے نرخ کی گرانی یا اور کوئی ایسی ہی مضر چیز ہو اور اس قسم کے سفر میں بھی
کچھ حرج نہیں بلکہ جو فائدے اس سفر پر مترتب ہوتے ہیں اگر وہ واجب ہوں تو بعض صورتوں میں یہ سفر بھی
واجب ہوگا اور اگر وہ مستحب ہوں تو سفر بھی مستحب ہوگا مگر اس سفر سے طاعون کی صورت مستثنی ہے
کہ اوس سے بھاگنا نچاہیے کیونکہ حدیث شریف میں طاعون سے بھاگنے پر نہی وارد ہے چنانچہ اسامہ
بن زید رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم نے فرمایا اِنَّ هٰذَا الْوَجَعَ اَوِ السَّقَمَ رِجْزٌ عُذِّبَ بِهِ
بَعْضُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ ثُمَّ بَقِيَ بَعْدُ فِي الْاَرْضِ فَيَذْهَبُ الْمَرَّةَ وَيَاْتِي الْاُخْرٰى فَمَنْ سَمِعَ بِهٖ فِي اَرْضٍ
فَلَا يَقْدَمَنَّ عَلَيْهِ وَمَنْ وَقَعَ بِاَرْضٍ وَهُوَ بِهَا فَلَا يُخْرِجَنَّهُ الْفِرَارُ مِنْهُ اور حضرت عائشہ رض
فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی تباہی طعن اور طاعون سے
ہوگی میں نے عرض کیا کہ طعن کے معنے تو ہم نے جانے مگر طاعون کیا ہے آپنے فرمایا کہ وہ ایک گومڑا ہے
مثل اونٹ کے طاعون کے جو لوگوں کے پیٹ کے اسفل اور نرم حصہ میں پیدا ہوتا ہے جو مسلمان اوس سے
مرتا ہے وہ شہید ہے اور جو شخص طلب ثواب میں طاعون کی جگہ مقیم رہتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا جہاد
کی تاک میں تیار بیٹھا ہے اور جو اوس سے بھاگتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا جہاد کی صف میں سے
بھاگتا ہے - اور مکحول رح ام ایمن رض سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی صحابی کو

وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شریک کسی چیز کو مت کر تجھ کو تکلیف دیجائے یا دھمکایا جائے اپنے ماں باپ کی اطاعت کر اور اگر تجھکو یہ کہیں کہ جو چیز تیری ہے سب کی دست بردار ہو تو سب کی دست بردار ہو جا نماز کو عمداً مت چھوڑ کہ جو کوئی نماز عمداً چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ کا ذمہ اوس سے بری ہو جاتا ہے اور شراب سے اجتناب کر کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے اور گناہوں سے احتراز کر کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور صف جہاد سے مت بھاگ اور اگر لوگوں میں مری پڑے اور تو اونمیں موجود ہو تو اونہیں ٹھہر ا رہ اپنی نعمت اپنے گھر والوں پر خرچ کر اور تادیب اونکو کیا کر اور خدا تعالیٰ سے اونکو ڈرایا کر۔ غرضکہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے بھاگنا ممنوع ہے اور اسیطرح طاعون میں جانا بھی ممنوع ہے اور اسکا بعید باب التوکل جلد چہارم میں مذکور ہوگا۔ قسمیں سفر کی تعیین انکے بیان سے یہ حاصل ہوا کہ سفر یا بُرا ہوتا ہے یا اچھا یا مباح اور بُرا سفر یا تو حرام ہوگا جیسے غلام کا بھاگنا یا ماں باپ کی نافرمانی کرکے جانا یا مکروہ ہوگا جیسے طاعون والے شہر سے نکلجانا اور اچھا سفر بھی یا واجب ہوگا جیسے حج کو جانا خواہ اوس علم کی طلب میں نکلنا جو ہر مسلمان پر فرض ہے یا مستحب ہوگا جیسے علما اور اونکے مشاہد کی زیارت اور انھیں سببوں سے نیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ نیت کے معنے یہی ہیں کہ اوبھرنا اوس سبب کے لیے جو فعل پر آمادہ کرے اور قائم ہو جانا خواہش کے کہنا ماننے کیواسطے تو چاہیے کہ آدمی کی نیت تمام سفروں میں آخرت ہی ہو اور یہ بات واجب اور مستحب میں تو ہو سکتی ہے مگر مکروہ اور ممنوع میں محال ہے باقی رہا سفر مباح تو اوسکا مآل نیت پر ہے یعنے اگر سفر سے غرض مال کی طلب ہو اسلیے کہ شاید سوال نکرنا پڑے اور اہل و عیال پر مروت کا لحاظ بنا رہے اور جو حاجت سے زائد رہے اوسکو صدقہ کر دیا کرے تو یہ مباح اس نیت کی باعث اعمال آخرت میں سے ہو جاویگا اور اگر بالفرض حج کو جاتا ہے اور نیت ریا اور شہرت ہی تو اس نیت سے یہ سفر اعمال آخرت سے نکلجائیگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اور یہ حکم واجبات اور مستحبات اور مباحات میں عام ہے ممنوعات میں نہیں اسلیے کہ نیت کی تاثیر یہ نہیں کہ ممنوع کو ممنوع نہ رکھے۔ بعض اکابر سلف نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسافروں پر کچھ فرشتے معین کر رکھے ہیں کہ وہ اونکے مقصدوں کو دیکھتے ہیں پھر ہر شخص کو اوسکی نیت کے موافق دیا جاتا ہے یعنے جسکا مقصود دنیا ہوتی ہے اوسکو دنیا ہی ملتی ہے اور اوسکی آخرت میں سے کمی گنا گھٹا دیا جاتا ہے اور ہمت اوسکی پریشان کر دیجاتی ہے اور حرص اور رغبت کا شغل زیادہ ہو جاتا ہے اور جسکا مقصود آخرت ہوتی ہے تو اوسکو بصیرت اور حکمت اور تیزی طبع عنایت ہوتی ہے اور اوسکے لیے تذکرہ اور عبرت کا باب کھولدیا جاتا ہے اور اوسکی ہمت مجتمع کر دیجاتی ہے اور فرشتے اوسکے حق میں

دعا اور استغفار کرتے ہین - اب یہ بحث کہ سفر بہتر ہے یا اقامت تو یہ ایسی ہے جیسے یون کہنا کہ عزلت افضل ہے یا اختلاط اور اوسکا طریق باب عزلت مین ہم لکھ آئے ہین اس بحث کو وہان سے سمجھ لینا چاہیے کہ سفر بھی ایک قسم کا اختلاط ہے اتنی ہی زیادتی ہے کہ اسمین مشقت راہ اور تفرق ہمت اور پریشانی دل اکثرون کے حق مین ہوتی ہے اور افضل اس باب مین وہی ہے جس سے دین پر مدد زیادہ ہو اور دین کا ثمرہ کامل دنیا مین اللہ تعالی کی معرفت کا حاصل ہونا اور اوسکے ذکر سے انس کا پایا جانا ہے اور انس ذکر دائمی سے اور معرفت ہمیشہ کی فکر سے حاصل ہوتی ہے اور جو شخص کہ ذکر اور فکر کا طریق نہ سیکھ چکا ہوگا اوس سے یہ دونون نہو سکینگے اور سیکھنے کے لیے ابتدا مین سفر اعانت کرتا ہے اور انجام کو علم کی بموجب عمل کرنیکے بموجب اقامت مدد کرتی - اور ملکون مین ہمیشہ سیاحی کرنی دل کو پریشان کرتی ہے اسپر بجز قوی شخصون کے اور قادر نہین ہوسکتا کیونکہ سفر مین جان اور مال دونون کا خطرہ ہے خدا ہی بچاوے تو بچے پس مسافر کو کبھی تو اپنی جان و مال کا فکر ہوتا ہے اور کبھی اپنی مالوف اور معتاد چیزون کے جدا ہو جانیکا خیال ہوتا ہے کہ اقامت مین یہ بات نصیب تھی اسوقت نہین اور اگر اوسکے پاس مال نہین ہوتا جسکا خوف ہو تو لوگون کی طرف طمع کرنے سے خالی نہین رہتا کبھی مفلسی کی باعث دل ضعیف ہو جاتا ہے اور کبھی اسباب طمع کے قوی ہونے سے دل قوی رہتا ہے پھر روزمرہ کا کوچ مقام کا تردد ایسا ہے کہ یہ سب حالات کو ابتر کر دیتا ہے تو سالک آخرت کو بجز طلب علم یا زیارت کسی بزرگ مقتدا کے جسکے دیکھنے سے رغبت اوسکی سیرت اور خیر کی حاصل ہو سفر کرنا نچاہیے پھر اگر قوی النفس اور دقت کار ہوا اور فکر کا طریق یا عمل کا رستہ اوسکے لیے کھلا ہو تو اوسکے لیے ٹھہرنا ہی بہتر ہے مگر اس زمانہ کے اکثر صوفیون کے باطن چونکہ لطائف افکار اور دقائق اعمال سے خالی ہین اور خلوت مین اونکو اللہ تعالی سے انس اور اوسکے ذکر سے الفت نہین حاصل ہوتی اور ذاکر شاغل ہونے کی جگہہ باطل و کاہل ہوئے ہین اسلیے اونکو کاہلی کی عادت ہو گئی ہے عمل کو دشوار اور طریق کسب کو مشکل سمجھ لیا ہے سوال اور گداگری سہل جان لی ہے بلکہ اچھا سمجھتے ہین کہ شہرون مین جو رباطین صوفیون کے لیے بنی ہین اونمین جا رہین اور وہان کے خادم جو اہل دل کی خدمت پر معین ہین اونسے اپنی خدمت لین ان لوگون نے اپنی عقل اور دین دونون کو خیر کر دیا اسوجہ سے کہ اونکا مقصود خدمت سے بجز ریا و شہرت اور آوازہ پھیلنے اور بھیک سے مال جمع کرنے کے اور کچھ نہین اور سوال کا بہانہ یہ کرتے ہین کہ راہ خدا سیکھنے والے بہت جمع ہین پس ایسے شخصون سے خانقاہون مین کیا تاثیر ہوگی اور مریدون کی تادیب کیا نافع ہوگی کہ کوئی اونکا مانع زبردست نہین گو زبان سے منکر

ناتقا ہون کو سیرگاہ بنا لیا ہے اور کسیہ در الناطرحلنی بزرگی کی طرح کے پسند لیے ہیں اپنے آپ کو لباس اور مسمرا ور بول چال اور آداب ظاہری میں اصلی صوفیون کے مشابہ دیکھکر ہر ایک کالی کو جامن سمجھتے ہیں اور اپنے نفس کو بہتر گمان کرتے ہیں اور یہ وہم کرتے ہیں کہ ظاہر کے امور میں شریک ہونے سے ضرور ہے کہ حقائق میں بھی شرکت ہوا ور یہ بات کہاں ہو سکتی ہے

ہوتے سیرت سے ہیں مردان دلاور ممتاز
ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے چیل

تو جو شخص فریبی اور ورم میں تمیز نکرے اوس سے زیادہ بیوقوف اور کون ہوگا تو اسطرح کے صوفی اللہ تعالی کے نزدیک برے ہیں کیونکہ اللہ تعالی تو ان شخص بیکار کو ناپسند رکھتا ہے اور ان حضرات کو جو سفر پر آمادہ کیا ہے تو جوانی اور بیکاری ہی نے کیا ہے ہان جو کوئی حج یا عمرہ کے لیے بدون ریا اور شہرت کے یا کسی بزرگ مقتدا کی زیارت کیواسطے سفر کرے تو وہ البتہ آفرین کے قابل ہے مگر اس زمانہ میں شہر ایسے لوگون سے خالی ہوگئے اور امور دینی سبکے سب ضعیف اور خراب ہوگئے ہیں مگر تصوف تو بالکل ہی نیست و نابود ہوگیا ہے اسلیے کہ اور علوم ابھی تک موجود ہیں گو عالم بگڑ گئے ہیں مگر عالم کا بگڑنا اوسکی سیرت کا فساد ہے نہ علم کی خرابی تو ہو سکتا ہے کہ عالم بے عمل کا علم باقی رہے کیونکہ عمل اور چیز ہے اور علم دوسری چیز لیکن تصوف اسکا نام ہے کہ اللہ تعالی کے واسطے دل کا مجرد ہونا اور اوسکے سوا دوسری چیزون کو حقیر جاننا اور یہ بات دل اور اعضا کے عمل سے متعلق ہے تو جس صورت میں عمل خراب ہوگا اصل ہی مفقود ہو جاویگی فقہا کو ان صوفیون کے سفر کرنے میں تامل ہے اس وجہ سے کہ بیفائدہ نفس کو مشقت میں ڈالنا ہے اور کہتے ہیں کہ نفس کو بلا وجہ مشقت میں ڈالنا ممنوع ہے تو اس بنا پر اونکا سفر بھی ممنوع ہوا لیکن ہمارے نزدیک صواب یہ ہے کہ اس سفر کو اونکے حق میں مباح کہا جاوے کیونکہ غایت اونکے اس سفر سے یہی ہے کہ مختلف شہرون کی سیر کرکے محنت بطالت سے آسایش پاویں اور یہ علت غائی اگرچہ خسیس اور حقیر ہے لیکن اونکے نفوس بھی اسی قسم کے ہیں تو گویا اونکی مثال اس سفر میں ایسی ہوئی ہے

گر آب چاہ نصرانی نہ پاک ست
یہودی مردہ میشوید چہ باک ست

اور فتوی اس بات کا مقتضی ہے کہ عوام کو جن مباحات میں نہ نفع ہو نہ نقصان مطلق العنان کر دینا جائز ہے اور جو لوگ بدون کسی غرض دینی کے دنیا میں صرف سیر کی نیت سے سیاحی کرتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے جنگل میں بہائم پھرتے ہیں تو اونکی سیاحی کا کچھ مضائقہ نہیں جبتک کہ لوگونکو ایذا نہ دیں اور اپنے حال سے مخلوق کو مغالطہ نہ دین اس صورت میں ان صوفیون کی خطا یہی ہے کہ مغالطہ دیتے ہیں اور تصوف کے نام سے مانگتے ہیں اور جو اوقات کہ صوفیون کے لیے ہیں اونمیں سے کھاتے ہیں

حالانکہ صوفی اوسکو کہتے ہین جو مرد نیکبخت اور دین مین عادل ہو اور سوا نیکبختی کے اور صفات بھی رکھتا ہو تو یہ ظاہر کے صوفی اصل صوفی نہین ہوسکتے اسلیے کہ ان لوگون کی ادنی صفت یہ ہے کہ بادشاہون کا مال کہاتے ہین اور مال حرام کا کہانا گناہ کبیرہ ہے تو کبیرہ کا ارتکاب کرنا ساتھ عدالت اور نیکبختی دونون نہین رہتین اور اگر کوئی صوفی فاسق بھی ہوسکتا ہو تو چاہیے کہ کافر بھی ہوسکتا ہو اور کوئی فقیہ یہودی بھی ہو تو جیسے فقیہ ایک مسلمان خاص کا نام ہے ویسے ہی صوفی بھی ایک عادل خاص کا نام ہے جو دین مین اوسی قدر پر اکتفا نکرے جس سے عدالت حاصل ہو - اور اسی طرح جو شخص ان لوگون کے ظاہر کو دیکھے اور باطن کو نجانے اور اونکو اپنے مال مین سے بطور تقرب الی اللہ کچھ دیوے تو اونکو اوس مال کا لینا حرام ہے اور اوسکا کہانا جائز نہین یعنے جس صورت مین دینے والا ایسا ہو کہ اگر اونکے باطن کا حال معلوم کرجائے تو اونکو کچھ ندے تو ایسے شخص سے تصوف کا اظہار کرکے لینا اور واقع مین حقیقت تصوف سے بے بہرہ ہونا ایسا ہے جیسے کوئی اپنے آپکو سید کہکر لیوے تو جو شخص اپنے سید ہونیکا مدعی ہو اور واقع مین جھوٹا ہو تو اوسکو اگر کوئی مسلمان باقتضائے محبت اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ دیوے اور اگر جان لیوے کہ مدعی جھوٹا ہے تو کچھ نہ دے تو اوس مال کا اوسکو لینا حرام ہے اور یہی حال صوفی کا ہے اور یہین وجہ احتیاط کرنیوالون نے دین کے بدلے مین مال کہانے سے احتراز کیا ہے یعنے جو شخص اپنے دین کے باب مین بہت احتیاط کرتا ہے اوسکے باطن مین بھی کسیقدر عیوب ایسے ہوا کرتے ہین کہ اگر وہ ظاہر ہو جائین تو جو لوگ اوسکے ساتھہ رعایت کی رغبت رکھتے ہین وہ رعایت مین کوتاہی کرنے لگین تو ایسی صورت مین اوسکا لینا ویسا ہی ٹھہریگا جیسا جھوٹے صوفی اور سید کا تھا تو اسی خیال سے احتیاط والے کوئی چیز اپنے لیے اپنے آپ خرید نکرتے تھے اس خوف سے کہ کہین ظاہری نیکبختی کو دیکھکر بائع کچھ رعایت نکرے اور دین کے عوض کہانا نصیب ہو پس اس نظر سے دوسرے شخص کو خریدنے کا وکیل کردیتے تھے اور وکیل سے شرط کرلیتے تھے کہ بائع سے نہ کہیو کہ مشتری کون ہے ہان دینداری کے لیے جو مال ملتا ہے اوسکا لینا اوسوقت حلال ہے کہ اگر دینے والے کو لینے والے کے باطن کا حال کماحقہ معلوم ہو تب بھی اپنے سلوک مین سر مو فرق نکرے اور عاقل منصف جانتا ہے کہ یہ امر محال خواہ کمیاب ہے اور جو شخص جاہل اور اپنے نفس کے مغالطہ مین پڑا ہوا ہے اوسکو معاملہ دین سے ناواقف رہنا زیبا ہے کیونکہ اوسکے بدن سے زیادہ تر نزدیک اوسکا دل ہے جب دل ہی کا حال اوسپر مشتبہ ہے تو غیر کا حال کیسے ظاہر ہو جائیگا اور جو شخص اس حقیقت کو پہچانتا ہے اوسکو بالضرور لازم ہے کہ اپنی کمائی سے اپنی قوت کرے تاکہ اس آفت سے مامون ہو جائے یا ایسے شخص کا مال کہائے جسکو قطعاً جانتا ہو کہ اگر میرے عیوب پنہانی اوسپر آشکار ہو جاینگے

تب بھی یہ سلوک سے باز نرہیگا اور بدستور مواسات جاری رکھیگا اور اگر طالب حلال اور طریق آخرت کے سالک کو مجبوری غیر سے مال لینا ہی پڑے تو چاہیے کہ دینے والے سے صاف صاف کہدے کہ اگر تم مجکو اس اعتقاد سے دیتے ہو کہ مین دیندار ہون تو مین اس مال کا مستحق نہین اگر اللہ تعالی میرا بھید فاش کردے تو تم مجکو توقیر کی نگاہ سے نہ دیکھوگے بلکہ اعتقاد کروگے کہ سب مین برا مین ہون پھر اگر باوجود اس تصریح کے بھی وہ دیوے تو لے لیوے اسلیے کہ بعض اوقات دینے والیکو اسکی یہی خصلت اچھی معلوم ہوگی کہ اسنے دین کی سستی کا اقرار کردیا اور کہدیا کہ مین اس مال کا مستحق نہین۔ مگر یہان نفس کا ایک فریب بھی ہے اوس سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے وہ یہ ہے کہ کبھی اسطرحپر اقرار کرنا اسلیے ہوتا ہے کہ دوسری لوگ اپنے آپ کو نیک بختون کے مشابہ سمجھین یعنے صلحا کا دستور ہے کہ اپنے آپکو برا کہا کرتے ہین اور اپنے نفسون کو حقیر جانتے ہین اور اونکو بچشم حقارت دیکھتے ہین تو اس صورت مین ظاہر کلام تو حقارت پر مشتمل ہوگی اور باطن اور روح کلام مدح وثنا ٹھہریگی کیونکہ اکثر لوگ اپنے نفس کو برا کہتے ہین مگر واقع مین اوسی مذمت سے گویا تعریف کرتے ہوتے ہین اس نظر سے نفس کو خلوت ہی مین برا کہنا اچھا ہے اور مجمع مین تو عین ریا ہے ہان اگر طرز بیان اسطرح ہو کہ سننے والا قطعاً جان لے کہ یہ شخص اپنے گناہونکا مقر اور خطاؤن کا معترف ہے تو البتہ اس مکر سے محفوظ ہوسکتا ہے۔ اور جو شخص اپنے اور خدا تعالی کے درمیانی معاملہ مین سچا ہے وہ جانتا ہے کہ خدا تعالی کو یا اپنے نفس کو فریب دینا محال ہے تو اوسکو ایسی باتون سے احتراز کرنا کچھ دشوار نہین سفر کے اقسام اور مسافر کی نیت اور فضیلت سفر کی بحث یہان تک ہوچکی ہے؂

دوسرا بیان شروع کرتے ہین

دوسرا بیان مسافر کے آداب مین شروع ارادۂ سفر سے گھر کو واپس آنے تک اور وہ کل گیارہ ادب ہین پہلا ادب یہ ہے کہ سفر کے ارادہ کرنیکے وقت پیشتر جنکے حقوق دبا لیے ہون اونکے حوالہ کرے اور قرضخواہون کا قرض بیباق کرے اور جن لوگونکو خرچ دینا اپنے ذمہ ہو اوسکی فکر کرے اور اگر کسی کی امانت اپنی پاس ہو تو وہ مالک کی پاس پہونچاوے اور زادراہ بجز مال حلال اور طیب کے اور مال نہ لے اور اتنا زادراہ لے کہ اوسمین کچھ رفیقون کے دینے کی بھی گنجایش ہو حضرت ابن عمر رضہ نے فرمایا ہے کہ آدمی کا کرم ایک یہ ہے کہ زاد سفر طیب ہو۔ اور سفر مین اچھی طرح بولنا اور کھانا کھلانا اور مکارم اخلاق کو ظاہر کرنا ضرور ہو اسلیے کہ سفر باطن کی پوشیدہ باتین ظاہر کرتا ہے اور جو شخص سفر مین ساتھ رہنے کی لیاقت رکھتا ہے وہ حضر مین ساتھ رہنے کی لیاقت رکھتا ہے مگر بعض شخص حضر کی صحبت کے تو قابل ہوتے ہین اور سفر کی صحبت کے قابل نہین ہوتے اور اسیلیے کہتے ہین کہ جب کسی شخص کی تعریف اوسکے ساتھ حضر مین معاملہ کرنیوالے

اور سفر مین کے رفیق دونون تُرشی کرین تو اوسکی نہایت سختی ہیں کچھ شک مت کرو اور سفر تکلیف کے اسباب مین سے ہے تو جو شخص تکلیف مین خوش خلق رہے تو واقع مین خوش خلق وہی ہے ورنہ جب ہر ایک کام غرض کے موافق خاطر خواہ ہوتا جائے تو ایسی صورت مین کج خلقی بہت کم ہوتی ہے اور مشہور ہے کہ تین شخصون کو بیقراری پر ملامت نہین ہوتی ایک روزہ دار دوم بیمار سوم مسافر اور مسافر کا حسن خلق اوسوقت کامل ہوتا ہے کہ کرایہ والے سے سلوک کرے اور رفیقون کے امور ممکنہ سے اعانت کرے اور اگر کوئی علیحدہ رہگیا ہو تو اوسکی دلجوئی کرے یعنے بدون اوسکی اعانت کیئے آگے نہ بڑھے سواری یا زاد جسکی اوسکو حاجت ہو اگر دے سکے تو دریغ نکرے اور ادنی یہ ہے کہ اوسکی خاطر ٹھہر جائے اور رفیقون کے ساتھ حسن خلق کا کمال یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ہنسی اور دل لگی جسمین فحش اور گناہ نہو کرتا رہے تاکہ تکلیف سفر اور شدائد راہ کا غم غلط ہو۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ رفیق سفر کے لیے تجویز کرے تنہا سفر نکرے کہ اول رفیق پھر طریق مشہور ہے اور رفیق ایسا ہونا چاہیے جو دین پر مددگار ہو یعنے اگر یہ بھولے تو وہ یاد دلائے اور یہ یاد کرے تو اوسکا موافق اور معین ہو کہ آدمی اپنے خلیل کے دین پر ہوتا ہے اور مرد بدون اپنے رفیق کے پہچانا نہین جاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا سفر کرنیسے منع فرمایا اور فرمایا کہ تین شخص جماعت ہین اور فرمایا کہ سفر مین جب تم تین ہو جاؤ تو ایک کو اپنا حاکم کر لو اور اکابر سلف ایسا ہی کیا کرتے اور کہا کرتے کہ یہ وہ امیر ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کیا ہے اور چاہیے کہ ایسے شخص کو امیر کرین جو اخلاق مین سب سے اچھا اور ساتھیون کے ساتھ زیادہ نرم اور اپنے اوپر غیر کو ترجیح دینے اور طلب موافقت مین جلد باز ہو اور امیر کی ضرورت اسلیے ہے کہ منزلون اور راہون اور سفر کی مصلحتون کے تعیین مین رائین مختلف ہوتی ہین تو اگر ایک کی رائے پر مدار رہیگا تو انتظام درست رہیگا ورنہ شرکت کی ہنڈیا چوراہے مین مشہور ہے دنیا کا انتظام بھی اسلیے بنا ہوا ہے کہ سبکا مدبر ایک ہی ہے اگر بہت سے معبود ہوتے تو خرابی پڑتی جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا اور یہ قاعدہ سفر اور حضر سب مین ہے کہ ایک کی رائے پر کام ہو تو درست رہتا اور بہتون کی رائے پر خراب ہوتا ہے مگر حضر کے مقامات مین تو کوئی امیر عام ہوتا ہے جیسے شہر کا حاکم یا امیر خاص ہوتا ہے جیسے مکان کا مالک لیکن سفر مین بدون مقرر کرنیکے کوئی معین نہین ہوتا اسلیے امیر کرنا ضرور ہوا تاکہ مختلف رائین جمع ہو جائین۔ پھر امیر پر لازم ہے کہ وہ تدبیر سوچے جس مین قوم کی بہتری ہو اور اپنے آپ کو اونکی سپر کرے جیسے عبد اللہ مروزی سے منقول ہے کہ ابو علی رباطی نے سفر مین اونکی ہمراہی چاہی اونھون نے کہا کہ اس شرط پر منظور ہے کہ یا تم حاکم ہو یا مین ابو علی نے کہا

کہ حاکم آپ ہی ہین پس سارے سفر مین اپنا اور ابو علی کا اسباب اپنی کمر پر رکھتے اور ایک رات جو مینہ برسا تو تمام رات رفیق کے سر پر چادر لیے کھڑے رہے کہ مینہ مین نہ بھیگے اور جب ابو علی اونسے کہتے کہ خدا کو مان کے ایسا مت کرو تو جواب دیتے کہ اپنے قول سے سب پھر و تم کہہ چکے ہو کہ حاکم مین ہون جو میرا دل چاہیگا کرونگا تمکو میری اطاعت چاہیے ابو علی دل مین کہتے تھے کہ مین نے کیا غضب کیا کہ اونکو حاکم کہدیا اس سے تو مین مرجاتا تو خوب ہوتا کہ میرے واسطے اتنی تکلیف اوٹھاتے ہین حاصل یہ کہ سفر کا امیر ایسا ہونا چاہیے اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہتر ساتھی چار ہین احتمال ہے کہ عدد مین جو سب اعداد مین سے چار کو خاص کیا تو اوسمین کوئی فائدہ ضرور ہوگا ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کے لیے دو کام ضروری ہین ایک تو حفاظت اسباب کی دوم حاجات کے لیے آنا جانا تو اگر تین رفیق ہون اور اونمین سے دو حفاظت کرین اور ایک حاجات کو جاوے تو وہ اکیلا گھبرائیگا کہ رفیق کی دل لگی نرہی اور اگر دو جائینگے تو حفاظت ایک ہیگا اور تنگدل ہوگا اور دونون صورتین خطرہ سے بھی خالی نہین تو اس سے معلوم ہوا کہ چار سے کمتر مین کام نہین نکلتا چار ہون تو دو سودا سلف لائین اور دو حفاظت اسباب کرین اور چار سے زائد اگر ہونگے تو اونمین ربط رفاقت خوب نہوگا اسلیے کہ پانچوان شخص زائد ہوگا اسی لحاظ سے جسکو اوسکی حاجت نہوگی وہ کیسے اوسکی طرف متوجہ ہوگا اور شرط رفاقت بجا لائیگا ہان رفیقون کی کثرت سے یہ فائدہ ہے کہ خوف کی جگہون سے مامون رہتے ہین اور حدیث مین جو مذکور ہے وہ عدد رفاقت خاصہ کے لیے ہے نہ رفاقت عامہ کیواسطے اور کثرت رفیقون کی صورت مین اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمام راستہ مین ایک کو دوسرے سے بولنے کی نوبت نہین بھی آتی کیونکہ کچھ کام ہو تو کلام بھی ہو تیسرا ادب یہ ہے کہ حضر کے رفیقون اور گھر والون کو رخصت کرے اور چلتے وقت وہ دعا مانگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہے یعنے اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ بعض تابعی فرماتے ہین کہ مین حضرت ابن عمر رض کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تک رہا جب مین آپ سے جدا ہونا چاہا تو آپ چند قدم میرے ہمراہ ہوئے اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ لقمان کا قول ہے کہ اللہ تعالی کو اگر کوئی چیز سپرد کیجاتی ہے تو وہ اوسکی حفاظت فرماتا ہے اور مین اللہ تعالی کو تیرا دین اور گھر بار اور اواخر اعمال سپرد کرتا ہون۔ اور زید بن ارقم سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے سفر کیا چاہے تو اپنے بھائیون سے رخصت ہوے کہ اللہ تعالی اونکی دعا سے اوسکے حق مین برکت کرتا ہے۔ اور عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو رخصت کیا کرتے تھے تو یون فرماتے

زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَوَجَّهَكَ لِلْخَيْرِ حَيْثُ تَوَجَّهْتَ یہ دعا مقیم کی ہے مسافر کے لیے اور موسیٰ بن وردان کہتے ہین کہ مین نے ایک سفر کا ارادہ کیا اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے رخصت ہونے گیا آپنے فرمایا کہ بھتیجے مین تجکو وہ چیز سکھاتا ہون جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو رخصت ہونیکے وقت کے لیے سکھائی ہے مین نے کہا بہتر آپنے فرمایا کہ اسطرح کہو اَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ الَّذِي لَا تَضِيعُ وَدَائِعُهُ اور حضرت انس بن مالک رض سے مروی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مین سفر کیا چاہتا ہون مجکو کچھ وصیت فرمائیے آپنے یہ ارشاد فرمایا فِي حِفْظِ اللّٰهِ وَفِي كَنَفِهِ زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَوَجَّهَكَ لِلْخَيْرِ حَيْثُ كُنْتَ يَا أَيْنَمَا كُنْتَ فرمایا اور چاہیے کہ جب اپنے پس ماندون کو سپرد بخدا کرے تو سبکو سپرد کردے کسی کی تخصیص نکرے چنانچہ مروی ہے کہ حضرت عمر رض لوگون کو مال مرحمت فرماتے تھے کہ اتنے مین ایک شخص اپنے بیٹے کو لیکر آیا آپنے اوس سے فرمایا کہ جتنا یہ لڑکا تیرے مشابہ ہے مین نے کسی کو اتنا دوسرے کا ہمشکل نہین دیکھا اوسنے عرض کیا کہ مین اسکا حال آپکی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ جسوقت یہ حمل مین تھا مین نے سفر کرنا چاہا اسکی ماں نے کہا کہ تم باہر جاتے ہو اور مجکو اس حال پر چھوڑتے ہو مین نے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ مین ہے اوسکو مین خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہون یہ کہکر مین چلا گیا پھر جو مین سفر سے آیا تو اسکی ماں مرچکی تھی ہم بیٹھے ہوئے باتین کررہے تھے کہ اوسکی قبر پر آگ کی سی روشنی معلوم ہوئی مین نے لوگون سے پوچھا کہ یہ آگ کہاں جلتی ہے اونھون نے کہا کہ فلان عورت کی قبر مین سے نمودار ہے اور ہم ہر شب ایسا ہی دیکھتے ہین مین نے کہا کہ بخدا وہ تو دن کو روزہ رکھتی تھی اور رات کو عبادت کیا کرتی تھی یہ کیا بات ہے اسکو دیکھنا چاہیے مین نے ایک پھاوڑا لیکر قبر کی راہ لی لوگ بھی ہمراہ گئے اور اوسکی قبر کو کھودا دیکھا تو ایک چراغ جلتا ہے اور یہ لڑکا ہاتھ پانو چلا رہا ہے اوسوقت آواز آئی کہ یہ تیری ودیعت ہے اور اگر تو اوسکی ماں کو بھی سپرد کردیتا تو وہ بھی تجکو ملتی حضرت عمر رض نے فرمایا کہ جتنا کوا دوسرے کوے کا ہمشکل ہوتا ہے یہ اوس سے بھی زیادہ تجھسے ملتا ہے چوتھا ادب یہ ہے کہ سفر سے پہلے نماز استخارہ پڑھے جسطرح کہ باب الصلوۃ مین اوسکی ترکیب ہمنے لکھی ہے اور چلنے کے وقت سفر کی چار رکعتین پڑھے چنانچہ انس بن مالک رض سے مروی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین نے ایک سفر کی منت مانی ہے اور وصیت لکھہ رکھی ہے تو تین شخصون مین سے کسکو وہ وصیت سپرد کرون اپنے باپ کو دون یا بیٹے کو یا بھائی کو آپنے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی نائب جو آدمی اپنے پیچھے گھر پر چھوڑے اس سے بہتر نہین کہ جب سفر کے کپڑے اپنی کمر سے لگائے تو چار رکعتین اپنے گھر مین

پڑھے اور ہر ایک میں سورۂ فاتحہ اور اخلاص پڑھے پھر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَقَرَّبُ بِھِنَّ اِلَیْکَ فَاخْلُفْنِیْ
بِھِنَّ فِیْ اَھْلِیْ وَمَالِیْ تو یہ رکعتیں اوسکے اہل اور مال میں نائب اور اوسکے مکان کے گرد
محافظ رہیگی حتیٰ کہ وہ شخص اپنے گھر کو واپس آوے۔ پانچواں ادب یہ ہے کہ جب مکان کے
دروازہ پر پہونچے تو یوں کہے بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ رَبِّ اَعُوْذُبِکَ
اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ اور جب دروازہ سے
نکلکر چلے تو کہے اَللّٰھُمَّ بِکَ انْتَشَرْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَبِکَ اعْتَصَمْتُ وَاِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ اَللّٰھُمَّ
اَنْتَ ثِقَتِیْ وَاَنْتَ رَجَائِیْ فَاکْفِنِیْ مَا اَھَمَّنِیْ وَمَا لَا اَھْتَمُّ بِہٖ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ
وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ زَوِّدْنِی التَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَجِّھْنِیْ لِلْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّھْتُ اور اس
دعا کو ہر منزل سے کوچ کرتے وقت بھی پڑھ لیا کرے اور جب سواری پر سوار ہو تو کہے بِسْمِ اللّٰہِ
وَبِاللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ
لَمْ یَکُنْ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اور جب سواری کے نیچے دب جاوے
یعنے سواری پر اچھی طرح جم جائے تو کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ
اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْحَامِلُ عَلَی الظَّھْرِ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ عَلَی الْاُمُوْرِ چھٹا ادب یہ ہے کہ منزلوں پر سے تڑکے کو
چلے حضرت جابر رض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پنجشنبہ کو بارادہ تبوک کوچ بہت تڑکے
سے فرمایا اور یہ ارشاد کیا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا یعنے خدایا میری امت کے لیے تڑکے چلنے میں
برکت کر اور مستحب ہے کہ ابتدا سفر پنجشنبہ کو کرے کہ عبداللہ بن کعب بن مالک اپنے باپ سے راوی ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کم دستور تھا کہ سفر کو سوائے پنجشنبہ کے نہضت فرمائیں اور حضرت انس رض
راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی میری امت کے لیے شنبہ کے روز کے تڑکے چلنے
میں برکت کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور مبارک تھا کہ جب کوئی لشکر روانہ فرمایا کرتے تھے
صبح کے وقت روانہ فرماتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ الٰہی میری امت کو پنجشنبہ کے تڑکے اوٹھنے میں برکت کر۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں
کہ جب تمکو کسی شخص سے کچھ کام ہو تو اوسکو دن میں تڑکے جا کر پورا کرو رات میں اوسکی تلاش مت کرو
میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے الٰہی میری امت کو تڑکے اوٹھنے میں
برکت دے۔ اور چاہیے کہ جمعہ کے روز فجر ہونے کے بعد سفر نکرے ورنہ گنہگار ہوگا جمعہ کے ترک کرنیسے
بلکہ تمام روز منسوب بجمعہ ہے تو شروع کا حصہ بھی جمعہ کے واجب ہونیکا ایک سبب ہے اور رخصت

کے لیے مسافر کے ہمراہ چلنا مستحب بلکہ سنت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خدا کی راہ مین
جہاد کرنیوالے کے ساتھ مجاہد چلنا اور صبح یا شام کو اوسکی سواری کے گرد ہونا دنیا و ما فیہا سے بہتر
ہے یا اچھا ہے — **ساتوان ادب** یہ ہے کہ جبتک آفتاب خوب گرم نہوے تب تک منزل نکرے
کہ یہ امر سنت ہے اور اکثر سفر رات کو قطع کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اندھیرے مین
چلا کرو کیونکہ مسافت رات کو اوسقدر طے ہوتی ہے کہ دن کو اتنی نہین ہوتی — اور جب منزل معلوم
ہونے لگے تو کہے اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ
وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ وَرَبَّ الْبِحَارِ وَمَا جَرَیْنَ اَسْاَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الْمَنْزِلِ وَخَیْرَ اَھْلِہٖ
وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذَا الْمَنْزِلِ وَشَرِّ مَا فِیْہِ اِصْرِفْ عَنِّیْ شَرَّ
اَشْرَارِھِمْ — اور جب منزل پر اوترے تو دوگانہ پڑھکر یون کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ
التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اور جب رات ہوجاے تو
دعا پڑھے یَا اَرْضُ رَبِّیْ وَرَبُّکِ اللّٰہُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّکِ وَشَرِّ مَا فِیْکِ وَشَرِّ مَا دَبَّ عَلَیْکِ
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ کُلِّ اَسَدٍ وَّاَسْوَدٍ وَحَیَّۃٍ وَّعَقْرَبٍ وَّمِنْ شَرِّ سَاکِنِی الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ وَلَہٗ
مَا سَکَنَ فِی اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور جب راہ مین کسی بلند زمین پر چڑھے تو یون کہنا
اَللّٰھُمَّ لَکَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ وَّلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اور جب اونچائی پر سے اوترے
تو سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے اور جسوقت سفر مین وحشت سے ڈرے تو یہ کہے سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ
رَبِّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ جُلِّلَتِ السَّمٰوٰتُ بِالْعِزَّۃِ وَالْجَبَرُوْتِ — **آٹھوان ادب** یہ ہے
کہ دن کو اس بات کی احتیاط رکھے کہ قافلہ سے علیحدہ نچلے اسلیے کہ عجب نہین کہ ناگہانی مارا جاے
یا جدا رہجاے اور رات کو سونے کے وقت چوکنا رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا
کہ جب ابتدا شب مین سفر مین سوتے تو دست مبارک کو بچھا لیتے اور اگر آخر شب مین سوتے
تو ہاتھ کسیقدر کھڑا کر لیتے اور سر مبارک ہتھیلی پر رکھتے اور اس سے غرض یہ تھی کہ گہری نیند نہ آوے
اور ایسا نہو کہ سوتے رہین اور آفتاب بیخبری مین نکل آے اور جو بات کہ سفر سے مطلوب ہے
اوس سے بہتر چیز یعنے نماز قضا ہوجاے — اور رات کو یہ مستحب ہے کہ سب رفیق باہم چوکی
کی باری مقرر کر لین اور ایک سو جاے تو دوسرا جاگتا رہے کہ یہ طریق مسنون ہے —
اور جب رات یا دن کو کوئی دشمن خواہ درندہ چیرندہ آے تو آیۃ الکرسی اور شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ آخر تک اور سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھنی چاہیے

بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ حَسْبِیَ اللّٰہُ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا یَاْتِیْ بِالْخَیْرَاتِ
اِلَّا اللّٰہُ مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا یَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰہُ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَکَفٰی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ دَعَا لَیْسَ وَرَاءَ اللّٰہِ مُنْتَہٰی
وَلَا دُوْنَ اللّٰہِ مَلْجَاٌ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ تَحَصَّنْتُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَاسْتَعَنْتُ
بِالْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اَللّٰہُمَّ احْرُسْنَا بِعَیْنِکَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاکْنُفْنَا بِرُکْنِکَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ اَللّٰہُمَّ
ارْحَمْنَا بِقُدْرَتِکَ عَلَیْنَا فَلَا نَہْلِکُ وَاَنْتَ ثِقَتُنَا وَرَجَاؤُنَا اَللّٰہُمَّ اعْطِفْ عَلَیْنَا
قُلُوْبَ عِبَادِکَ وَاِمَائِکَ بِرَاْفَۃٍ وَرَحْمَۃٍ اِنَّکَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

نوان ادب یہ ہے کہ اگر سوار ہو تو سواری کے جانور پر نرمی کرے یعنے اوسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادے اور نہ منہ پر مارے کہ یہ امر ممنوع ہے اور سواری پر نہ سووے کہ سونے سے آدمی بھاری پڑ جاتا ہے اور جانور کو اوس سے ایذا ہوتی ہے اہل ورع سواری کے جانور پر ہرگز نہ سوتے تھے بجز اسکے کہ اونگھ جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی سواری کی پشت کو چوکیاں مت بناؤ۔ اور مستحب ہے کہ سواری سے صبح وشام اوتر کر اوسکو آرام دیدیا کرے کہ مسنون ہے اور اوسمین سلف سے آثار بھی ہین بعض اکابر کا دستور تھا کہ کرایہ مین یہ شرط کر لیتے کہ ہم سواری بے اوترے سوار رہینگے اور کرایہ پورا دیتے مگر پھر اوتر لیا کرتے تھے اس سے اونکی غرض یہ تھی کہ یہ امر صرف جانور پر احسان ہوتا کہ ہمارے حسنات کے پلہ مین رہے مالک کے پلہ مین نجاوے اور جو شخص چوپایہ کو مارے یا خواہ طاقت سے زیادہ لادے سے ایذا دیتا ہو قیامت کو اوس سے مطالبہ کیا جائیگا جیسے اوسکی خدمت مین ثواب پاتا ہے چنانچہ حدیث مین وارد ہے فِیْ کُلِّ کَبِدٍ حَرَّیٰ اَجْرٌ یعنے ہر جگر والے پیاسے کو پانی پلانے مین ثواب ہے حضرت ابو درداء کا جو ایک اونٹ مر گیا تو اوس سے فرمایا کہ اے شتر اپنے پروردگار کے سامنے مجھسے خصومت نکرنا کہ مین تجھپر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادتا تھا۔ اور ایک ساعت کے لیے اوترنے مین دو صدقے ہین ایک سواری کو آرام دینا دوسرے کرایہ والے کے دل کو خوش کرنا اور اپنا فائدہ بھی ہے کہ سواری پر چڑھے رہنے سے خوف ہے پھون کے سست ہوجانیکا ہے اسلیے اوتر کر کچھ دور قدم رنجہ کرنا اور چلنے کی عادت ڈالنی بہتر ہے۔ اور چاہیے کہ جو کچھ سواری پر لادے کرایہ والے سے جدا جدا نام چیزون کا کہدے اور اوسکو دکھلا دے تاکہ عقد کرایہ صحیح ہو اور جھگڑے کی بات باقی نرہے کہ نوبت طول کلام کی پہونچے اور طول کلام اور حجت وبحث سے احتراز چاہیے کہ ہر ایک لفظ پر بموجب قول خداوند جلشانہ محافظ موجود ہے مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ پس کرایہ والے سے بحث وتکرار کرنی نچاہیے اور جو اشیا دستخط ہو چکے ہون اونسے زیادہ کوئی چیز جانور پر نرکھے گو ہلکی ہی ہو کیونکہ تھوڑا ہی تھوڑا بہت ہوجاتا ہے

اور جو کہ جل کی کوٹھری مین داخل ہوگا وہ سبسے خالی نہ بچیگا - ایک شخص نے حضرت ابن مبارک سے کہا کہ
میرا یہ خط فلان شخص کو دیدیجیے گا آپ کرایہ کے جانور پر سوار تھے فرمایا کہ مین نے سب چیزین کرایہ والے سے
شرط کرلی ہین اور اس رقعہ کی شرط نہین کی جب تاک اوس سے اجازت نہ لے لون ہین اسکو نہین لیجاسکتا
تو دیکھو کہ فقہا کا قول اس باب مین یہی ہے کہ ایسی چیز کا مضائقہ نہین کہ ہر کوئی ادنی امور سے تسامح کیا کرتا ہے
مگر آپ نے فتوے پر لحاظ نہ کیا تقوے کی راہ اختیار کی * **دسوان ادب** یہ ہے کہ چھ چیزین اپنے ساتھ لے لینی
چاہیین حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کیا کرتے تو اپنے ساتھ پانچ
چیزین لیجاتے آئینہ اور سرمہ دانی اور مسواک اور کنگھی اور مذری یعنے داتنا - اور ایک روایت مین
چھ چیزین فرماتی ہین یعنے آئینہ اور شیشی اور مقراض اور مسواک اور سرمہ دانی اور کنگھی اور ام سعد انصاریہ
فرماتی ہین کہ سفر مین دو چیزین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی تھین آئینہ اور سرمہ دانی - اور
صہیب رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کے وقت اثمد لگایا کرو کہ وہ بینائی
کو زیادہ کرتا ہے اور بال کو اوگاتا ہے اور مروی ہے کہ آپ ہر آنکھ مین تین تین سلائیان ڈالا کرتے تھے
اور ایک روایت مین ہے کہ داہنی مین تین اور بائین مین دو لگاتے تھے - اور صوفیہ کرام نے سفر کی
چیزون مین ڈولچی اور رسی زیادہ کی ہے اور کسی صوفی کا قول ہے کہ اگر فقیر کے ساتھ ڈولچی اور رسی
نہو تو معلوم ہوگا کہ اوسکا دین ناقص ہے اور ان دونون کو اسلیے زیادہ کیا کہ پانی کی طہارت اور کپڑون
کا دہونا احتیاط کی چیز ہے تو ڈولچی اس غرض کے لیے ہے کہ پاک پانی اوسمین موجود ہے اور رسی کپڑے
سکھانے اور پانی کھینچنے کے مطلب کی ہے اور پہلے لوگ تیمم پر کفایت کرتے تھے اور پانی کے لیے
بھرنے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے اور چشمون وغیرہ کے پانی سے وضو کرنے مین مضائقہ نہ جانتے تھے
جبتک کہ نجاست پر یقین نہو جائے یہان تک کہ حضرت عمر رضہ نے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا کے
پانی سے وضو کیا تھا اور کپڑے زمین اور پہاڑون پر پھیلا دیتے تھے اسلیے رسی کی حاجت نہ تھی اس سے معلوم ہوا
کہ ڈولچی اور رسی بدعت ہی مگر بدعت حسنہ ہر بری بدعت وہی ہوتی ہے جو صحیح اور ثابت سنتون کی مزاحم ہو
اور جو چیز کہ دینی احتیاط پر مدد ہو وہ مستحسن ہے جیسے ڈولچی اور رسی ہے اور ہمنے طہارت مین مبالغہ کرنیکو
احکام باب الطہارت مین لکھے ہین اور یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص خاص امر دینی ہی کا ہو رہے اوسکو
نچاہیے کہ طریق جواز پر کاربند ہو بلکہ طہارت ہی احتیاط کرے ہان اگر احتیاط کرنے مین کوئی عمل اور اس سے
بھی افضل فوت ہوتا ہو تو البتہ جواز پر کاربند ہونے کا مضائقہ نہین - اور کہتے ہین کہ خواص رح
جو اہل توکل تھے سفر اور حضر مین چار چیزین اونسے علحدہ نہوتی تھین ڈولچی اور رسی اور سوئی تاگا

اور مقراض اور فرمایا کرتے کہ یہ چیزین دنیا کی سنن سے گیارہوان ادب سفر سے واپس آنے کے
باب مین ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی لڑائی یا حج یا عمرہ یا کسی اور سفر سے واپس
تشریف لاتے تو ہر زمین بلندی پر تین بار اللہ اکبر کہتے پھر یون ارشاد فرماتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ
سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ
اور جب اپنی بستی نظر آنے لگے تو یون کہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَنَا بِهَا قَرَارًا وَّرِزْقًا حَسَنًا پھر کسی شخص کو
اپنے گھر روانہ کردے کہ اوسکے آنے کی اطلاع کرے تاکہ ناگہان گھر پر نہ پہونچے اور ایسی بات نہ دیکھے جو
اپنے آپ کو بری معلوم ہو۔ اور چاہیے کہ گھر پر رات کو نہ پہونچے کہ اس سے ممانعت وارد ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تھے تو اول مسجد مین داخل ہوکر دوگانہ ادا فرماتے پھر گھر مین
تشریف لیجاتے۔ اور جب گھر میں داخل ہوتے تو کہتے تَوْبًا تَوْبًا لِرَبِّنَا اَوْبًا لَا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا
اور چاہیے کہ اپنے گھر والون اور قریبون کے لیے کچھ تحفہ کھانے کی چیز یا اور چیز جسقدر بن سکے ساتھ لے
کہ مسنون ہے چنانچہ مروی ہے کہ اگر کچھ نہ پائے تو اپنے برتن میں ڈھیلے ہی ڈال لے اور غالباً تحفہ کے
لیجانے مین ترغیب کے لیے ایسا مبالغہ کیا گیا ہے کیونکہ سفر سے آنیوالے کی طرف سبکی تاک ہوتی ہے
اور تحفہ سے دلون کو سرور ہوتا ہے اور اس خیال سے کہ انھون نے ہمکو سفر مین بھی یاد رکھا اور زیادہ خوش
ہوتے ہین بس یہی وجہ تحفہ کا لیجانا مستحب ہوا۔ یہ سب آداب ظاہری تھے اب سفر کے آداب باطنی
کو لکھتے ہین کہ اونکا مجموعہ تو بیان اول مین گذر گیا مگر مجملاً یہان بھی اسقدر لکھا جاتا ہے کہ سفر اوسی
صورت مین اختیار کرے کہ سفر میں دین کی زیادتی ہو اور جب خوف اپنے دل کو متغیر پائے اوسی جگہ
ٹھہر جائے اور واپس چلا آئے اور منزل اوسی جگہ کرنی چاہیے جہان دل متقضی ہو اسکے خلاف نکرے
اور ہر شہر مین داخل ہوتے ہی یہ نیت کرے کہ وہان کے کاملون کی زیارت کرونگا اور اس بات پر کوشش کرے
کہ جس کامل کی زیارت کرے اوس سے کوئی ادب یا کوئی جملہ کام کا سیکھ لے اس غرض سے ملاقات نکرے کہ
لوگون سے کہا کریگا کہ اتنے مشائخ کی ہمنے زیارت کی ہے۔ اور کسی شہر میں ایک ہفتہ یا عشرہ سے
زیادہ نہ ٹھہرے ہان اگر کوئی مرشد جسکے پاس گیا ہے رہنے کو کہے تو مضائقہ نہین۔ اور جتنے دنون
ٹھہرے پیرون کی اور اون کے پاس بیٹھے۔ اور اگر کسی بھائی سے ملنے گیا ہے تو تین دن سے زیادہ
نرہے کہ مہمانی کی حد یہی ہے لیکن اگر بھائی کو اوسکی جدائی شاق ہو تو زیادہ رہنے کا بھی مضائقہ نہین
اور اگر کسی شیخ کی زیارت کو جائے تو اوسکے پاس ایک دن رات سے زیادہ نہ ٹھہرے اور اپنے نفس کو

عشرت مین مشغول نکرے کہ اس سے سفر کی برکت جاتی رہیگی اور جبکہ شہر مین اترے تو کسی چیز سے مشغول نہو بلکہ سیدھا شیخ کے مکان کو چلا جاوے اور اگر وہ مکان مین تشریف رکھتے ہون تو کواڑ نہ کھٹکھٹائے اور نہ اندر جانیکے لیے اجازت چاہے یہانتک کہ خود ہی باہر نکلین اور باہر تشریف لانیکے وقت ادب سے اونکے سامنے جاکر سلام کرے اور کوئی بات نہ کہے لیکن اگر وہ سوال کرین تو جسقدر پوچھین اوسی کا جواب دے اور اونسے کوئی مسئلہ نہ پوچھے جبتک کہ پیشتر اجازت حاصل نکرلے اور جب سفر مین ہو تو شہرون کے کھانون اور سخیون کا بہت ذکر نکرے اور نہ اپنے دوستون کا کثرت سے نام لے بلکہ وہان کے مشائخ اور فقرا کا ذکر کیا کرے۔ اور سفر مین صالحین کی قبرون کی زیارت ترک نکرے بلکہ ہر گانو اور شہر مین اونکا جویار ہے اور اپنی حاجت بقدر ضرورت ہی اظہار کرے اور وہ بھی ایسے کے سامنے جو اوسکو پورا کرسکے اور اثنار راہ مین ذکر الہٰی اور قرآن کی قرأت اسی طرح کرتا رہے کہ دوسرا نہ سنے اور جب کوئی شخص اوس سے کلام کرے تو ذکر کو چھوڑ کر اوسکو جواب دے اور جبتک وہ گفتگو کرے ذکر موقوف رکھے پھر بدستور ذکر کرے اور اگر آدمی کا دل سفر یا اقامت سے گھبرا جائے تو اوسکی مخالفت کرنی چاہیے کہ نفس کی مخالفت مین برکت ہے اور اگر نیک بخت لوگون کی خدمت قسمت سے میسر ہو جاوے تو اونکی خدمت سے ملول ہو کر سفر کرنا نچاہیے کہ یہ نعمت کی ناشکری ہے۔ اور جب اپنے نفس مین حضر کی نسبت سفر مین نقصان پاوے تو جان لے کہ سفر اچھا نہین اور مکان کو رجوع کرے اسلیے کہ اگر اچھا ہوتا تو اوسکا اثر ظاہر ہی ہوتا۔ ایک شخص نے ابو عثمان مغربی سے کہا کہ فلان شخص سفر کو نکلا ہے فرمایا کہ سفر جنبی بنتا ہے اور جنبیت ذلت ہے اور مومن کو جائز نہین کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے اس جواب مین یہ اشارہ کیا کہ جس شخص کو سفر مین دین کی زیادتی نہو اوسنے اپنے نفس کو ذلیل کیا اور ظاہر ہے کہ دین کی عزت بجز سفر کی ذلت کے حاصل نہین ہوتی تو چاہیے کہ سالک آخرت اپنی خواہش اور مراد اور طبیعت کو وطن سے سفر کرے تا کہ اس غربت مین عزت ملے اور ذلیل نہو ورنہ جو شخص کہ سفر مین اپنی خواہش کا مطیع ہوگا وہ ذلت ضرور اوٹھاویگا خواہ فی الحال ہو یا آیندہ کو

دوسری فصل سفر کی رخصتون اور قبلہ اور وقتون کی دلیلون کے ذکر مین جنکا سیکھنا مسافر کو ضرور ہے

واضح ہو کہ مسافر ابتدار سفر مین اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت کے لیے کچھ زاد ساتھ لے دنیا کا توشہ تو کھانا اور پینا اور دوسری ضرورت کی چیزین ہین پس اگر سفر قافلہ کے ساتھ ہو یا اثنار راہ مین گانو برابر پڑتے ہون تو اس صورت مین اگر خدا تعالی پر توکل کرکے بدون زاد بھی نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر تنہا سفر کرتا ہے یا ایسے لوگون کے ساتھ ہے جنکے پاس کھانا پینا نہین اور راہ مین

آتا ہی بھی نہیں تو ایسی صورت میں اگر وہ شخص ایسا ہو کہ بھوک کی برداشت ہفتہ عشرہ کر سکتا ہے یا
جنگل کی گھاس پر اکتفا کر سکتا ہے تو اوسکو بدون زاد سفر کرنا جائز ہے اور اگر نہ تو بھوک پر صبر کر سکتا ہو
اور نہ گھاس پر اکتفا کر سکتا ہے تو ایسی صورت مین بدون زاد کے نکلنا گناہ ہے اسلیے کہ اپنے نفس کو
اپنے ہاتھ سے ہلاکی مین ڈالنا ہے اور اسکا ایک راز ہے جو باب التوکل مین مذکور ہوگا اور توکل کے یہ
معنے نہین کہ اسباب بالکل دور ہو جاوے اگر یہی ہو تو چاہیے کہ ڈولچی اور رسی کی تلاش سے بھی توکل
جاتا ہے اور کنوئین مین سے پانی نکالنے سے بھی باطل ہو جاوے اور متوکل پر اتنا صبر واجب ہو جاوے
کہ خدا تعالی اوسکے لیے کسی فرشتے یا انسان کو مسخر کر دے کہ وہ اوسکے منہ مین پانی ڈال دے حالانکہ
ایسا نہیں ہے یہ چیزین توکل مین خلل انداز نہین ہین جب ڈولچی اور رسی کی حفاظت توکل کی مخل نہین
جو پانی ملنے کے آلات ہین تو خود کھانے یا پینے کی چیز کا ایسی جگہ ساتھ رکھنا جہاں توقع اونکے
موجود ہونیکی نہو بطریق اولی توکل کا مخل نہوگا اور توکل کی حقیقت انشاء اللہ جلد چہارم مین مذکور ہوگی
جو علماء دین کے محققون کے سوای اورون پر مشتبہ اور مخفی ہے۔ اور زاد آخرت سفر مین علم ہے جسکی ضرورت
طہارت اور روزہ اور نماز اور عبادتون مین ہوتی ہے تو اوسمین سے بھی مسافر کو ضرور زاد لینا چاہیے
اسلیے کہ سفر بعض باتون کو مسافر پر تخفیف کر دیتا ہے جیسے نماز کا قصر کرنا اور دو نمازون کا اکٹھا پڑھ لینا
اور روزہ کا افطار کرنا تو اسمین یہ بات معلوم کرنے کی حاجت ہوتی ہے کہ تخفیف کسقدر اور کس صورت
مین ہے اور بعض باتین سفر مین سخت بھی ہو جاتی ہین کہ جنکی حضر مین کچھ حاجت نتھی جیسے قبلہ کا حال
معلوم کرنا اور اوقات نماز کا دریافت کرنا کہ حضر مین مسجدون کے رخ دیکھنے سے تو قبلہ معلوم ہو جاتا ہے
اور موذنون کی اذان سے وقت دریافت ہو جاتا ہے اور سفر مین ان امور کو کبھی خود معلوم کرنے کی
حاجت ہوا کرتی ہے لہذا اسکا سیکھنا بھی ضرور ہوا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ جن اشیا کے سیکھنے کی
ضرورت سفر مین ہے وہ دو قسم کی ہین اسلیے اونکا بیان بھی دو قسمون مین کیا جاتا ہے۔

قسم اول سفر کی رخصتون کے معلوم کرنیکے بیان مین۔ سفر سے سات رخصتین حاصل ہوتی ہین
دو تو طہارت میں یعنے موزون پر مسح کرنے اور تیمم مین اور دو فرض نماز کے اندر یعنے قصر کرنا اور دو فرضون
کا جمع کر لینا اور نماز نفل میں دو یعنے سواری پر اور پیادہ چلنے مین ادا کرنا اور ایک روزہ مین ہے یعنے
افطار کرنا اب انمین سے ہر ایک کو مفصل سُننا چاہیے۔ **پہلی رخصت** موزون پر مسح کرنے کی ہے
صفوان بن عسال رضہ کہتے ہین کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ہم مسافر ہون
تو تین دن اور رات تک موزے نہ نکالین۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے موزون کو ایسی طہارت

کے بعد پہنا ہو جس سے نماز مباح ہو پھر بیوضو ہو گیا ہو تو اوسکو جائز ہے کہ بیوضو ہونیکے وقت سے لیکر تین دن رات تک اپنے موزہ پر مسح کرے اگر مسافر ہوا اور ایک دن رات کرے اگر مقیم ہو مگر پانچ شرطون کے ساتھ موزون پر مسح چاہیے۔ اول یہ کہ موزون کو پوری طہارت پر پہنا ہو تو اگر دہنا پانو دھوکر موزہ کے اندر کر لیگا پھر بایان پانو دہوکر دوسرا موزہ پہنے گا تو امام شافعی کے نزدیک مسح درست نہوگا جبتک کہ دہنے موزہ کو نکالکر پھر سے نہ پہنے دوم یہ کہ موزے ایسے مضبوط ہون کہ اونکو پہنکر چل سکے اور موزون پر مسح جائز ہے گو اون مین جداتلے نہ لگے ہون اسلیے کہ عادت ہو گئی ہے کہ موزے پہنکر منزلین چلے جاتے ہین کیونکہ اونمین فی الجملہ قوت ہوتی ہے بخلاف صوفیون کے جرابون کے اور اون پاتیابون کے جو موزون کے اوپر پہنتے ہین کہ اونپر مسح درست نہین ضعیف ہونیکی وجہ سے سوم یہ کہ جہان تک پانو کا دہونا فرض ہے اوتنی جگہ مین موزہ پھٹا نہو بس اگر اسقدر پھٹگیا ہو کہ محل فرض کھل گیا تو اوسپر مسح درست نہوگا اور امام شافعی کا پہلا قول یہ ہے کہ جبتک موزہ پانو پر چھپا ہے تب تک مسح درست ہی گو پھٹگیا ہو اور یہی مذہب امام مالک رض کا ہے اور پھٹنے کا مضائقہ نہین کیونکہ سفر مین ہر وقت سینا دشوار ہے اور حاجت بہت ہی اور بُنے ہوئے پاتیابے پر مسح جائز ہے بشرطیکہ اتنے گھنے ہون کہ قدم کی جلد نظر نہ آتی ہو اور یہی حال اوس پھٹے موزہ کا ہے جسکی درز بڑے بڑے ٹانکون سے سی گئی ہو اسلیے کہ ان سب کی طرف ضرورت پڑتی ہے تو اور باتون کا اعتبار نہین صرف اتنا دیکھ لینا چاہیے کہ ٹخنون سے اوپر تک چھپا رہتا ہے کہ نہین اور اگر پشت قدم کا کچھ حصہ موزہ سے چھپا ہو اور کچھ لفافہ سے تو اوسپر مسح درست نہوگا۔ چہارم یہ کہ موزہ کے پہننے کے بعد نہ نکالے اور اگر نکالیگا تو نئے سر سے وضو چاہیے اور اگر صرف دونون پانو دھولیگا تب بھی کافی ہوگا۔ پنجم یہ کہ مسح ایسی جگہ کرے جو دھونے کے مقام کے اوپر واقع ہو تو اگر پنڈلی پر مسح کرلیگا تو درست نہوگا اور ادنی مرتبہ مسح کا یہ ہے کہ پشت قدم پر بھیگا ہاتھ ایسی طرح لگا دے جسکو مسح کہہ سکین اور اگر تین اونگلیون سے مسح کریگا تو کسیکا خلاف نرہیگا اور کامل تر مسح کی صورت یہ ہی کہ موزہ کے اوپر اور نیچے ایکبار مسح کرلے دو دفعہ نکرے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور مسح کی کیفیت یون ہے کہ دونون ہاتھ ترکرکے دہنے ہاتھ کی اونگلیون کے سر دہنے پانون کی اونگلیون پر رکھکر اونکو اپنی طرف کھینچتا چلا آئے اور بائین ہاتھ کی اونگلیون کے سر بائین موزے کی ایڑی کے نیچے رکھکر پانون کی اونگلیون تک پہونچا دے۔ اور جس صورت مین کہ حالت اقامت مین مسح کیا پھر مسافر ہو گیا یا حالت سفر مین مسح شروع کیا پھر مقیم ہو گیا تو دونون حالتون مین اقامت کا حکم غالب رہیگا یعنی ایک دن رات

مسح کرے اور موزون کی گنتی کا حساب موزے پہننے کے بعد بے وضو ہونے کے وقت سے لیا جاتا ہے
مثلاً اگر حضر مین صبح کے وقت موزے پہنے اور مسح کی نوبت نہ آئی کہ سفر کو نکلا اور زوال کے وقت
بے وضو ہوا تو تین دن رات کا شمار زوال کے وقت سے کرے یعنی چوتھے روز جب زوال کا وقت
ہوجاویگا تو اب جائز نہوگا کہ بدون پاؤن دھونے کے نماز پڑھلے بلکہ پانو دھوکر پھر سے موزے پہن لے
اور خیال رکھے کہ کس وقت سے حساب لگایا جائیگا جسے بے وضو ہوا اوسی وقت سے نئی مدت تین دن رات کی حساب کرلے
اور اگر حضر مین موزہ پہننے کے بعد بے وضو ہوگیا پھر سفر کو نکلا تب بھی تین دن رات تک مسح کر سکتا ہے اسلیے
کہ عادت یون ہی ہے کہ کبھی موزہ سفر سے پیشتر پہن لیتے ہین اور بے وضو ہونے سے احتراز ہو نہیں سکتا
لیکن اگر حضر مین موزون پر مسح بھی کر لیا ہو پھر سفر کا اتفاق ہو تو صرف مقیم کی مدت پر اکتفا کرنا چاہیے
اور جو شخص حضر یا سفر مین موزہ پہننا چاہے اوسکو مستحب ہے کہ موزہ کو اولٹا کرکے جھاڑ دے سانپ
اور بچھو اور کانٹے وغیرہ کے خوف سے چنانچہ ابی امامہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے موزون کی جوڑی منگائی اور ایک کو پہن لیا اتنے مین ایک کوا آیا اور دوسرے موزے کو اوٹھا لیگیا
پھر پھینکدیا تو اوسمین سے سانپ نکلا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالی
اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے موزے بدون جھاڑے ہوئے نہ پہنے دوسری رخصت
تیمم ہے اور مٹی پانی کا بدلہ ہے جب پانی کا ملنا دشوار ہو اور اوسکی دشواری کی یہ صورت ہو کہ منزل سے
اتنی دور ہو کہ اگر وہان جائیگا تو چیخنے اور چلانے سے قافلہ تک آواز نہ آئیگی اور کوئی مدد نہ پہونچیگی اور یہ
فاصلہ ہے کہ منزل والے اتنی دور قضاء حاجت کو نہیں جایا کرتے اور ایک صورت پانی کی دشواری
کی یہ ہے کہ پانی پر کوئی دشمن یا درندہ ہو تو اس صورت مین بھی تیمم درست ہے گو پانی نزدیک ہو اور ایک
صورت یہ ہے کہ اوس روز خواہ دوسرے دن موجود پانی کے پینے کی ضرورت ہو اور اوسکے سوا اور کوئی
پانی نہو تب بھی تیمم کرنا چاہیے اور ایک صورت یہ ہے کہ کوئی اپنے رفیقون مین اوسکے پینے کا حاجتمند ہو تو
اس صورت مین بھی وضو کرنا درست نہین بلکہ پانی رفیق کو قیمت یا بدون قیمت کے دینا لازم ہے اور
اگر پانی کی ضرورت شوربا پکانے یا گوشت کے پکانے یا روٹی کے ٹکڑے بھگونیکے لیے ہو تو اسحال مین
تیمم درست نہوگا بلکہ چاہیے کہ سوکھے ٹکڑون پر گذر کرے اور شوربا نہ پکاوے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص
اوسکو پانی ہبہ کرے تو اوسکا قبول کرنا واجب ہے اور اگر پانی کا دام ہبہ کرے تو اوسکا قبول کرنا
واجب نہیں اسلیے کہ پہلی صورت مین منت نہیں اور دوسری صورت مین منت ہے۔ اور اگر پانی معمولی
قیمت سے فروخت ہوتا ہو تو خریدنا لازم ہے اور اگر مہنگا بکتا ہو تو لازم نہیں۔ تو جس صورت مین کہ

کہ آدمی کے پاس پانی نہو اور تیمم کرنا چاہتے تو اگر تلاش سے اوسکا ملنا ہو سکتا ہو تو اول تلاش کرنی چاہیے
یعنے منزل کے ادہر اودہر پہر چار دیکھے اور اپنے اسباب اور برتنون کو ٹٹولے اور گھڑون بدہنون مین
جو کچھ بچا کچھا ہو اوسکو دیکھے تو اگر پانی اسباب مین رکھا ہوا بھول گیا یا کنوان قریب تھا مگر تلاش نکیا اور
نماز پڑھلی تو نماز کا دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا کہ تلاش مین قصور کیا - اور اگر یہ جانے کہ پانی آخر وقت مین
ملجائیگا تو بہتر یہ ہے کہ اول وقت مین نماز تیمم کے ساتھ پڑھلے کیونکہ زندگی کا اعتبار نہین اور اول وقت
خدا تعالی کی رضامندی ہے اسلیے اوسیکو ترجیح ہے چنانچہ حضرت ابن عمر رض نے ایکبار تیمم کیا لوگون نے
عرض کیا کہ آپ تیمم کرتے ہین اور مدینہ طیبہ کی دیوارین سوجھتی ہین آپ نے فرمایا کہ کیا مین وہان جانے تک
زندہ رہونگا - اور جب نماز شروع کرنیکے بعد پانی ملیگا تو نماز باطل نہوگی اور پھر وضو کرنا لازم ہوگا اور اگر نماز
شروع کرنیکے پہلے پانی ملیگا تو البتہ وضو لازم ہے - اور جس صورت مین کہ باوجود تلاش کے پانی نملے
تو قصد زمین پاک کا کرے جسکی مٹی مین سے غبار اوٹھتا ہو اور چاہیے کہ اوسپر دونون ہاتھ انگلیان
بند کرکے ایک ضرب لگادے اور دونون ہاتھون کو منہ پر پھیر لے پھر انگلیان پھیلا کر اور انگوٹھے نکالکر
دوسری ضرب لگادے اور اوس سے دونون ہاتھون کو کہنیون تک مسح کرے اور اگر ایک ضرب سے
سب جگہ غبار نہ پہونچ سکے تو ایک ضرب زیادہ کرلے اور جس تدبیر سے کہ سب جگہ پہونچ سکتا ہے اوسکو
ہمنے باب الطہارۃ مین لکھدیا ہے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہین پھر جب تیمم سے ایک فرض پڑھ چکے
تو اوس سے نفلین جسقدر چاہے پڑھے لیکن اگر دوسرا فرض پڑہنا چاہے تو دوسرا تیمم کرے - غرض کہ
ہر فرض نماز کے لیے جدا تیمم کرنا چاہیے - اور یون نچاہیے کہ وقت نماز کے داخل ہونے سے پیشتر تیمم
کرلے اور اگر ایسا کریگا تو دوبارہ تیمم کرنا واجب ہوگا - اور جب تیمم مین منہ پر ہاتہ پھیرے تو چاہیے کہ نماز
کو مباح کرنے کی نیت کرلے اور اگر پانی اتنا ملے کہ اوس سے بعض اعضا کی طہارت ہو سکے تو اوسقدر
اعضا پر پانی کا استعمال کرلے پھر پورا تیمم کرلے - تیسری رخصت نماز فرض مین قصر کی ہے کہ مسافر
ظہر اور عصر اور عشا مین چار کی جگہہ دو پر اکتفا کر سکتا ہے مگر اسکے لیے تین شرطین ہین اول یہ کہ عین
وقت پر یہ نمازین ادا ہون اور اگر بالفرض قضا ہو جاوینگی تو ظاہر تر یہ ہے کہ پوری چار پڑہنی لازم
ہونگی - دوسری یہ کہ نیت قصر کی کرے پس اگر پوری پڑھنے کی نیت کریگا تو چار پڑھنی لازم ہونگی
اور اگر شک ہو گیا کہ قصر کی نیت کی ہے یا پوری کی تو اس صورت مین بھی پوری پڑھنی لازم ہے
تیسری یہ کہ مقیم امام کے پیچھے نہو اور نہ ایسے مسافر کے جو پوری نماز پڑہتا ہو ورنہ پوری پڑھنی پڑیگی
بلکہ اگر اوسکو شک ہوگا کہ امام مقیم ہے یا مسافر تب بھی پوری ہی پڑہنی لازم ہوگی گو بعد کو یہ معلوم ہو

کہ وہ مسافر ہے اسلیے کہ مسافر کی وضع جیسی نہیں رہی تو چاہیے کہ نیت کی وقت مستقل ہو اور اگر یہ تو
معلوم کر لیا کہ امام مسافر ہے مگر یہ نہیں جانا کہ اوسنے نیت قصر کی ہے یا اتمام کی تو اس بات کے
شک سے کچھ ضرر نہیں کیونکہ نیتون پر اطلاع نہیں ہوا کرتی اور یہ سب اوسوقت ہے کہ سفر دراز اور
مباح ہو اور سفر کی تعریف باعتبار آغاز اور انجام کے مشکل ہے اوسکا جان لینا ضروری ہے تو سفر
اوسکو کہتے ہین کہ اقامت کی جگہہ سے دوسری جگہہ معین پر بالقصد جاوے اس صورت مین جو شخص
حیران پھرتا ہو یا لوٹ مار کرنیکو جاتا ہو اور کسی خاص جگہہ کا قصد نہو اوسکے حق مین قصر کی رخصت
نہوگی - اور جبتک شہر کی آبادی سے باہر نہولیگا تب تک مسافر نہوگا اور یہ شرط نہین کہ ویران مکانات
اور باغون سے بھی نکلجائے جہان تک شہر والے ہوا کھانے گاہ گاہ چلے آتے ہین لیکن اگر گانون سے
سفر کرے تو یہ شرط ہے کہ جن باغون کا احاطہ بنا ہو اونسے نکلجائے اور جنکا احاطہ نہین اونسے نکلنے کی
کچھ قید نہین - اور اگر مسافر شہر سے نکلکر پھر کسی بھولی چیز کے لینے کو واپس آئے تو اگر یہ شہر اوسکا وطن تھا
تو جبتک پھر آبادی سے باہر نہ نکلجائے قصر نہ کرے اور اگر وطن نہین ہے تو قصر جائز ہے اسلیے کہ اول ہی
مرتبہ کی حرکت اور باہر جانیسے مسافر ہو گیا یہ حال آغاز کا ہوا اور سفر کا انجام تین باتون مین سے ایک
پائے جانیسے ہوتا ہے اول یہ کہ جس شہر مین اقامت کی نیت کی ہے اوسکی آبادی مین پہونچ جائے
دوسرے یہ کہ تین روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلے خواہ جنگل مین یا شہر مین تیسرے یہ کہ صورت اقامت
کی ہوجائے گو اوسنے عزم نکیا ہو مثلاً اگر ایک جگہہ مین جانیکے دن کے سوا تین دن اقامت کی
تو اسکے بعد اوسکو رخصت قصر جائز نہین ہان اگر عزم اقامت نہین اور کوئی کام درپیش ہے کہ
ہر روز اوسکے پورا ہونیکی توقع ہے مگر اتفاقاً تعویق اور تاخیر ہو جاتی ہے تو اس صورت مین دو قولون
مین سے قیاس کے مطابق یہی ہے کہ گو کتنی ہی مدت ہوجائے قصر کیے جائے اسلیے کہ وہ دل سے متحرک ہے
اور بظاہر وطن سے مسافر اور ایسی حالت مین کہ دل برقرار نہو اور ظاہر مین ایک جا ٹھہرا رہے اس
رہنے کا اعتبار نہین اور وہ کام جو اوسکو درپیش ہے خواہ قتال ہو یا کوئی اور دونون مین حکم ایک ہی ہے
اسی طرح مدت کی درازی اور کمی مین بھی حکم کا فرق نہین اور نہ اسمین فرق ہے کہ سفر مین دیر لگنیکے
باعث ہوئی یا کسی اور جہت سے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصت پر بعض غزوات مین عمل فرمایا
اور ایک ہی جگہہ پر اٹھارہ روز تک نماز قصر کی اور ظاہر ہے کہ اگر جنگ مین اور تاخیر ہوتی تو زیادہ
دنون تک قصر فرماتے کیونکہ اٹھارہ روز کے تعین کی تو کوئی وجہ نہین اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قصر
کی وجہ یہی تھی کہ آپ مسافر تھے نہ یہ کہ غازی اور مقاتل تھے اب سفر طویل کی تعریف معلوم کرنی چاہیے

کہ سفر طویل اوسکو کہتے ہین جو دو منزل ہو ہر منزل چوبیس میل اور ہر میل چار ہزار قدم اور ہر قدم تین پانو کا (یعنے حساب رجب حال سے قریب بارہ کروہ کے) اور سفر مباح سے یہ غرض ہے کہ ماباپ کا نافرمان ہوکر نہ جاتا ہو نہ اونسے بھاگ کر اور نہ غلام اپنے آقا سے اور نہ عورت اپنے شوہر سے اور نہ تونگر قرضدار قرضخواہ سے بھاگ کر جاتا ہو اور نہ رہزنی اور قتل ناحق کے لیے متوجہ ہو اور نہ بادشاہ ظالم سے حرام روزینہ مانگنے جاتا ہو اور نہ دو مسلمانون مین فساد ڈالنے کے لیے سفر کرتا ہو حاصل یہ کہ آدمی کسی غرض کے لیے سفر کرتا ہے تو اگر اوس غرض کا حاصل کرنا حرام ہو اور وہ غرض اگر بالفرض اوسکو نہوتی تو سفر نکرتا تو ایسی غرض کے لیے سفر کرنا گناہ ہے اور اس سفر مین قصر کرنا نماز کا درست نہیں اور جس سفر مین کہ شراب پینے وغیرہ سے فسق کا مرتکب ہو تو وہ مانع رخصت نہین بلکہ شریعت نے جس سفر سے منع فرمادیا ہے اوسپر البتہ رخصت قصر مسدود ہے فرماتی اور اگر سفر کے باعث دو ہون ایک مباح اور دوسرا ممنوع لیکن اگر باعث ممنوع نہوتا تب بھی باعث مباح تنہا اوسکو آمادہ سفر کرتا اور بلاشبہ اوسکے لیے سفر کرتا تو اس صورت مین قصر درست ہے اور ظاہر کے صوفی جو شہرون مین پھرتے ہین اور بجز سیر کے اور کوئی غرض نہین رکھتے اونکو اس رخصت پر عمل کرنے مین اختلاف ہے اور مختار یہی ہے کہ درست ہے چوتھی رخصت ظہر اور عصر کو اون دونون کے وقتون مین اور مغرب اور عشا کو اون دونون کی اوقات مین ایک ساتھ پڑھنے کی ہے اور یہ رخصت بھی اوسی سفر مین جائز ہے جو طویل اور مباح ہو سفر قصیر مین اوسکے جواز مین گفتگو ہے پھر اگر عصر کو ظہر کیوقت مین جمع کرے تو چاہیے کہ ظہر سے فارغ ہونے سے پیشتر ظہر اور عصر کے اکٹھا کرنے کی نیت کرلے اور ظہر کے لیے اذان اور تکبیر دونون کہے اور فراغ ظہر کے بعد عصر کی تکبیر کہے اور اگر تیمم سے پڑھتا ہو تو تکبیر سے پیشتر تیمم کرلے اور ظہر اور عصر مین اتنی ہی تاخیر کرے کہ تیمم اور تکبیر ہوسکے زیادہ دیر نکرے اور اگر پیشتر عصر کو پڑھیگا تو جائز نہوگی۔ اور اگر ظہر کے فراغ سے پیشتر جمع کی نیت نہ کی بلکہ نماز عصر کی نیت کیوقت جمع کی نیت کی تو مزنی کے نزدیک درست ہے اور قیاس کی رو سے بھی اسکی ایک وجہ ہے کیونکہ تقدیم نیت کے وجوب کی کوئی دلیل نہین شریعت نے جمع کو درست فرمایا ہے اور یہ صورت بھی جمع ہی کی ہے اور چونکہ ظہر کو حسب دستور کے پڑھلیا اور عصر کو اوسکے وقت مین جمع کرنے کی رخصت ہے تو نیت صرف عصر مین کافی ہونی چاہیے۔ پھر جب فرضون سے فارغ ہولے تو دونون نمازون کی سنتون کو بھی جمع کرنا چاہیے عصر کے بعد تو کوئی سنت ہی نہین مگر ظہر کے بعد کی سنتین عصر کی نماز سے فارغ ہوکر خواہ سوار پڑھلے یا ٹھہر کر کیونکہ اگر ظہر کا دوگانہ سنت عصر سے پیشتر پڑھ لیگا تو ظہر اور عصر کے فرضون مین پے بہ پے ہونا نرہیگا جو ایک صورت سے واجب ہے اور اگر دونون نمازون کے پیشتر کی رواتب ادا کرنا چاہے

تو اس صورت میں پڑھے کہ پہلے چار سنتیں قبل ظہر کے پھر چار قبل عصر کے پھر دوگانہ فرض ظہر پھر دوگانہ فرض عصر پھر ظہر کے بعد کی سنتوں کا دوگانہ۔ اور چاہیے کہ سفر میں نفلیں نہ چھوڑے اسلیے کہ جسقدر اونکا ثواب جاتا رہیگا اوسقدر نفع نہ ملیگا علاوہ ازیں شریعت نے نوافل میں تخفیف بہت کردی ہے کہ سواری پر ادا کر یا درست قرار دیا ہے تاکہ اپنے زینتوں سے نوافل کے باعث علیحدہ نہ رہ جائے۔ اور اگر ظہر کو دیر عصر کیوقت میں جمع کرے تب بھی یہی صورت و ترتیب ملحوظ رکھے اور اسکی پروا نکرے کہ ظہر کے بعد کی سنتیں عصر کے بعد مکروہ وقت میں پڑھ جائینگی اسلیے کہ جن نوافل کے لیے کوئی سبب ہو وہ اسوقت میں مکروہ نہیں۔ اور مغرب اور عشا اور وتر میں بھی ایسا ہی کرے خواہ عشا کو مقدم کرکے مغرب کے وقت میں پڑھے یا مغرب کو تاخیر کرکے عشا کیوقت میں پڑھے اور دونوں کے فرضوں سے فارغ ہونیکے بعد سب نوافل کو جمع کرے اور سب کے آخر وتر پڑھے۔ اور اگر ظہر کا وقت نکلنے سے پیشتر دل میں اوسکی نماز کا خیال ہوا تو چاہیے کہ عزم کرلے کہ عصر کے ساتھ اوسکو جمع کرلونگا کہ یہی نیت جمع کی ہے اسلیے کہ یہ نیت نہوگی تو یا ترک ظہر کی نیت ہوگی یا عصر سے ظہر کو موخر کرنے کی نیت ہوگی اور یہ دونوں باتیں حرام ہیں اور ان کی نیت کرنی بھی حرام ہے اور اگر ظہر کو یاد نکیا یہانتک کہ اوسکا وقت نکل گیا خواہ سونیکی جہت سے یا کسی اور شغل کے باعث سے تو اوسکو جائز ہے کہ ظہر کو عصر کے ساتھ ادا کرلے اور اس صورت میں گناہگار نہوگا اسوجہ سے کہ سفر جیسا فعل نماز سے مشغول کردیتا ہے ویسا ہی نماز کی یاد سے بھی بعض اوقات غافل کردیتا ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ظہر ادا اوسی صورت میں واقع ہوگا کہ اوسکے وقت کے نکلنے سے پیشتر نیت اوسکے پڑھ لینے کی کرلی ہو مگر ظاہر تر یہ ہے کہ ظہر اور عصر دونوں کے وقت کا مجموعہ سفر میں ان دونوں نمازوں کے لیے مشترک ہوگیا ہے تو اگر بلا نیت سابق بھی عصر کے وقت میں پڑھیگا تو ادا ہی واقع ہوگی اور یہی وجہ اگر حائضہ عورت سفر میں مغرب سے پیشتر طاہر ہوگی تو اوسکو ظہر کی نماز بھی قضا کرنی پڑیگی جیسے عصر کی نماز کو قضا پڑھیگی اور اسی بنا پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں ترتیب اور پیاپے پڑھنا شرط نہونا چاہیے حالانکہ تم کہتے ہو کہ اگر عصر کو پہلے پڑھ لیگا تو درست نہوگی اور اسکا جواب یہ ہے کہ ہرچند سبب وقت دونوں نمازوں میں مشترک ہے مگر ظہر سے فارغ ہونے کے بعد کا وقت عصر کے لیے کیا گیا ہے تو اب بدون ظہر کے پڑھے عصر کیسے پڑھ سکتا ہے۔ اور مینہ کے عذر سے بھی جمع کرنا ان نمازوں کا درست ہے جیسے سفر کے عذر سے جائز ہے۔ اور جمعہ کا ترک کرنا بھی سفر کی رخصتوں میں سے ہے یہ فرض نمازوں سے متعلق ہے۔ اور اگر نماز عصر سفر میں پڑھ لی تھی اوسکے بعد اقامت کی نیت کی اور ہنوز وقت عصر باقی ہے اوسپر عصر کا ادا کرنا واجب ہے اور جو ادا کرچکا ہے وہ اوس صورت میں

کافی تھی کہ عذر سفر عصر کے وقت نکلنے تک باقی رہتا۔ پانچوین **رخصت** سواری کی حالت مین نفل پڑھنے کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز نفل پڑہا کرتے تھے چاہے وہ کدہر ہی کو جاتی ہو اور آپ وتر بھی سواری پر پڑھتے ہین اور جو شخص سواری پر نفل پڑھے وہ رکوع اور سجدہ مین اشارہ کرلے اور سجدہ کے لیے رکوع کی نسبت کرزیادہ جھکے مگر ایسا جھکنا ضرور نہین جس سے کوئی خطرہ درپیش ہو یا جانور کی شرارت کا خوف ہو اور اگر خواب گاہ مین نفل پڑھے تو رکوع سجدہ پورا کرے کہ وہان قدرت پورا کرنے کی حاصل ہے باقی رہا قبلہ کی طرف متوجہ ہونا تو وہ نہ ابتدا نماز مین واجب ہے اور نہ اثنا نماز مین آخر تک بلکہ راستہ کا رخ قبلہ کا بدل ہے اب نمازی کو اختیار ہے چاہے تمام نماز مین قبلہ رخ رہے یا راستہ کی جانب متوجہ رہے کہ یہ ایسی جہت ہے کہ اوسی مین ثابت رہیگا پس اگر سواری کو قصداً راستہ سے موڑیگا تو نماز باطل ہو جائیگی لیکن اگر قبلہ کی طرف موڑیگا تو درست ہے اور اگر بھولے سے موڑیگا تو اگر زمانہ کم ہوگا تو نماز نہ جائیگی اور اگر عرصہ لگیگا تو اس مین خلاف ہے۔ اور اگر سواری بھڑک کر خود راستہ سے منحرف ہو گئی ہو تو نماز نجائیگی کیونکہ ایسا بہت ہوا کرتا ہے اور اس صورت مین نمازی پر سجدہ سہو بھی نہین کیونکہ بھڑکنا سواری کا نمازی کا کام نہین بخلاف اوس صورت کے کہ بھول کر موڑ دیا ہو کہ اوسمین سجدہ سہو اشارہ سے کرے ــــــ

چھٹی **رخصت** یہ ہے کہ پیادہ چلنے کی حالت مین سفر کے اندر نفل پڑھنی درست ہے اور رکوع اور سجدے کے لیے اشارہ کرے اور تشہد کے لیے بیٹھے نہین اسلیے کہ اگر بیٹھنا پڑے تو رخصت سے کیا فائدہ ہوا اور پیادہ چلنے والے کا حکم یہی ہے جو سوار کا بیان ہوا مگر اتنا فرق ہے کہ چلتا آدمی اگر نفل پڑھے تو قبلہ رخ ہوکر تکبیر تحریمہ کرلے کہ ایک لمحہ کے لیے راہ سے دوسری طرف کو منہ پھیرنا کچھ وقت نہین بخلاف سوار کے کہ سواری کا پھیرنا گو باگ ہاتھ مین ہو خالی دقت سے نہین علاوہ ازین اگر نماز مین کئی پڑھنی ہون تو ہر بار سواری کو متوجہ بقبلہ کرنے مین بڑا حرج ہے اور چاہیے کہ اگر راہ مین نجاست تر ہو تو اوسمین نہ چلے اور اگر چلیگا تو نماز جاتی رہیگی بخلاف سوار کے کہ اگر سواری کے پانون کے نیچے نجاست آجائیگی تو نماز باطل نہوگی۔ اور یہ لازم نہین ہے کہ جو نجاستین راستہ مین اکثر پڑی رہتی ہین اون سے بچنے کیواسطے تکلف کرے۔ اور جو شخص کہ دشمن یا درندہ یا سیل سے بھاگنے والا ہو وہ نماز فرض سوار خواہ پیادہ اسطرح پڑھلے جیسے ہمنے نفل کا حال لکھا ہے۔ ساتوین **رخصت** افطار کی ہے کہ مسافر کو جائز ہے کہ سفر مین روزہ افطار کرے لیکن اگر صبح کو مقیم تھا پھر سفر کیا تو اس دن کا روزہ پورا کرنا اوسکو لازم ہے ــــ اور اگر مسافر روزہ دار تھا پھر اقامت کی تو اب روزہ کا پورا کرنا واجب ہے اور اگر روزہ سفر مین افطار کرلیا تھا پھر اقامت کی تو باقی دن مین امساک واجب نہین اور اگر مسافر روزہ کی نیت پختہ کرلے تو اوسکو روزہ کا پورا کرنا

لازم نہین بلکہ جب چاہے افطار کرنا جائز ہے۔ اور روزہ رکھنا افطار سے بہتر ہے اور قصر کرنا نماز کے تمام پڑھنے سے
افضل ہے کہ خلاف کا شبہہ نہین رہتا اور رہا ایک جز روزہ کے افضل ہونیکی مسافر کے حق مین یہ بھی ہے کہ اگر
افطار کریگا تو اوسکے ذمہ قضا لازم ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ کسیوجہ سے قضا مشکل پڑجاوے تو یہ فرض ذمہ پر رہجائیگا
ہان اگر روزہ اوسکو ضرر کرتا ہو تو اس صورت مین افطار ہی افضل ہے۔ تو یہ سات رخصتین ہوئین کہ
تین سفر طویل سے متعلق ہین یعنے قصر نماز کرنا اور افطار کرنا روزہ کا اور موزون پر تین دن رات مسح کرنا اور دو
مطلق سفر سے متعلق ہین خواہ سفر طویل ہو یا قصیر یعنے جمعہ کا ساقط ہونا اور تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد
اوسکی قضا کا ساقط ہوجانا اور نماز نفل کو پیادہ پا چلتے ہوئے یا سواری پر پڑھنے مین اختلاف ہے اور صحیح
یہ ہے کہ سفر قصیر مین بھی جائز ہے اور دو نمازون کے ایک ساتھ پڑھنے مین بھی خلاف ہے اور ظاہر یہی ہے
کہ یہ امر سفر طویل سے مخصوص ہے اور فرض نماز کو سواری پر اور چلتے ہوئے پڑھنا خوف کی جہت سے سفر
کی خصوصیت نہین رکھتا اسی طرح مردار کا کھانا اور پانی کے نہ ملنے کی صورت مین تیمم سے نماز کا پڑھنا سفر سے
مخصوص نہین بلکہ حضر اور سفر مین سے جسمین انکے اسباب پائے جاوینگے اوسی مین درست ہوجاتے ہین
اب اگر یہ کہو کہ مسافر کو ان رخصتون کا سیکھنا سفر سے پیشتر واجب ہے یا مستحب تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر مسافر
پہلے سے نیت پختہ کرلے کہ مین مسح اور قصر اور جمع اور افطار نکرونگا اور سواری پر اور پیادہ چلتے ہوئے نفل
نہ پڑھونگا تو اوسکو ان رخصتون کی شرطون کا جاننا ضرور نہین اسلیے کہ رخصت پر عمل کرنا اوسپر واجب نہین
مگر تیمم کی رخصت کا علم ہونا ضرور ہے کہ یہ پانی کے نہ ملنے پر موقوف ہے اور پانی کا ملنا اسکے اختیار مین نہین ہان
اگر نہر کے کنارہ کنارہ جاتا ہو اور جانتا ہو کہ انتہا سفر تک یقیناً پانی باقی رہے گا یا راستہ مین کوئی عالم
ساتھ ہو کہ ضرورت کیوقت اوس سے مسئلہ پوچھ لیگا تو البتہ سیکھنا ان مسائل تیمم کا حاجت کے وقت تک
ملتوی کرسکتا ہے اور جس صورت مین کہ گمان پانی کے نہ ملنے کا ہو اور ساتھ مین کوئی عالم مسئلہ بتانیوالا
نہو تو سیکھنا ضرور ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ تیمم کی حاجت نماز کے لیے ہوگی جسکا وقت ابھی تک داخل نہین ہوا
تو ایسی نماز کے لیے جسکا وقت ابھی نہین آیا اور ذمہ پر واجب نہین اور شاید واجب ہی نہو علم طہارت کیسے
واجب ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے درمیان کعبہ سے فاصلہ ایک برس کی راہ کا ہو تو اوسکو
حج کے مہینون سے پیشتر سفر کا شروع کرنا اور افعال حج کا سیکھنا لازم ہوتا ہے بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ
اثناء راہ مین کوئی بتانیوالا نہ ملیگا اسلیے کہ اصل زندہ رہنا اور انتہا سفر تک زندگی کا باقی رہنا ہے اور جو چیز
اسطرح کی ہوتی ہے کہ واجب تک بدون اوسکے رسائی نہو تو وہ واجب ہوتی ہے اور جس چیز کی توقع ہو کہ
ظاہر مین بگمان غالب واجب ہوجائیگی اور اوسکی کوئی شرط ایسی ہو کہ اوسکے تقدیم سے اوس چیز تک

رسائی ہو تو اوس شرط کا سیکھنا بھی واجب ہوتا ہے جیسے حج کے وقت سے پیشتر اور اوسکے کرنیسے پہلے افعال
حج کا سیکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو سفر کرنا بدون اسقدر مسائل تیمم کے سیکھے حلال نہوگا
اور اگر سب رخصتون پر عمل کرنیکی نیت پختہ ہو تو اوسپر سب رخصتون کا علم سیکھنا جسقدر ہمنے ذکر کیا ہے
واجب ہو اسلیے کہ اگر اوسکو سفر کی رخصت کا حال معلوم نہوگا کہ جائز کیا بات ہے تو وہ اوسپر اقتصار کیسے کریگا۔
اب اگر یہ کہو کہ مسافر اگر بالفرض سواری پر اور پیادہ چلتے ہوئے نفل نماز پڑھنے کی کیفیت نہ سیکھے گا تو اوسکا
کیا نقصان ہے غایت یہ ہو کہ اگر مثلاً نفل پڑھیگا تو فاسد ہوگی تو نفل اوسکے ذمہ واجب نہین اگر فاسد
ہوگئی تو کیا خرابی ہوئی پس اوسکے لیے غیر واجب چیز کا علم واجب کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ امر
واجب ہو کہ نفل نماز کو فساد کی صفت پر نہ پڑھے جیسے بے وضو نفل پڑھنا اور نجاست کے ساتھ اور قبلہ کے سوا
اور جانب کو رخ کرنا اور بدون نماز کی شرطون کے اتمام کے پڑھنا حرام ہے تو اس صورت مین اون باتو
کا سیکھنا جنسے نفل فاسد سے احتراز ہو اوسپر واجب ہوتا کہ مرتکب حرام کا نہو۔ یہان تک بیان اون اشیاء
کے سیکھنے کا ہوا جو سفر مین مسافر پر خفیف ہو جاتی ہین

دوسری قسم وہ ہے کہ سفر کے سبب سے نئے وظیفے مسافر پر ہو جاتے ہین اور وہ قبلہ کا جاننا اور وقتون کا
پہچاننا ہے اور ہر چند یہ باتین حضر مین بھی آدمی پر واجب ہین مگر حضر مین تو مسجدون کے رخ سے تو قبلہ کے
دریافت کرنیکی حاجت نہین ہوتی کہ سبکا اوسپر اتفاق ہوتا ہے اور موذن کی اذان سے وقت کی شناخت
کی ضرورت نہین رہتی کہ وہ وقت کا لحاظ رکھتا ہے اور مسافر کو کبھی قبلہ کا حال معلوم نہین ہوتا اور کبھی وقت
مشتبہ ہو جاتا ہے اسلیے اوسکو قبلہ اور وقت کی دلیلون کا جاننا ضروری ہے تو قبلہ کی دلیلین تو تین قسم
کی ہین اول زمین کے اشیا مثلاً پہاڑون اور گانوؤن اور نہرون سے قبلہ پہچاننا دوم ہوائی جیسے شمالی
اور جنوبی اور شرقی اور غربی ہوا اون سے حال دریافت کرنا سوم آسمانی مثلاً ستارون سے شناخت کرنی
تو زمین اور ہوا کی علامتین ہر شہرون مین جدا جدا ہوتی ہین مثلاً بعض راستے ایسے ہین کہ اونمین کوئی اونچا
پہاڑ ہے اور معلوم ہے کہ قبلہ رخ کھڑا ہونے سے وہ دہنے یا بائین یا آگے یا پیچھے پڑتا ہے تو اوسکو جان بوجھ
لینا چاہیے اور یہی حال ہوا کا ہے کہ بعض ملکون مین کبھی اوس سے سمت معلوم ہو جاتی ہے تو اوسکو
سمجھ لے کہ اسطرح سمت قبلہ معلوم ہو سکتی ہے اور ہم سے ان اشیا کا پورا بیان نہین ہو سکتا کیونکہ ہر شہر
اور ولایت کا جدا حکم ہے لیکن آسمانی علامتین دو طرح کی ہین ایک تو دن کی اور ایک رات کی دن کی علامت
آفتاب ہو تو شہر سے نکلنے کے پیشتر امتحان کرلے کہ زوال کے وقت آفتاب کہان ہوتا ہے آیا دونون ابرو
کے بیچ مین رہتا ہے یا دہنی آنکھ پر یا بائین پر ہوتا ہے یا پیشانی کی جانب ان جگہون کی نسبت کر زیادہ

مائل ہے کیونکہ شمالی ممالک میں آفتاب انہیں جگہوں میں سے ایک ایک پر ہوا کرتا ہے۔ تو جب اسطرح
زوال کو پہچان جائیگا تو پھر قبلہ کو معلوم کرلے اوس دلیل سے جو ہم آگے لکھتے ہین اسیطرح عصر کے وقت
آفتاب کا موقع اپنے بدن سے محفوظ رکھے مگر انہیں دونون وقتون کے دریافت کی حاجت ہوگی اور
تین وقت تو ظاہری ہین اور چونکہ یہ امر بھی ہر ملک مین جداگانہ ہے اسلیے اسکا بیان بھی کامل ممکن نہین
باقی رہا قبلہ کا حال تو وہ مغرب کے وقت تو غروب آفتاب سے معلوم ہوسکتا ہے اسطرح کہ اپنے شہر مین معلوم
کرلے کہ غروب کی جگہہ قبلہ رخ آدمی سے کس جانب کو رہتی ہے اوسی سمت کو یاد کرلے اور عشا کے وقت
قبلہ شفق سے معلوم ہوسکتا ہے اور صبح کے وقت مطلع سے پتا لگ سکتا ہے غرض کہ آفتاب سے گویا پانچون
وقت کا قبلہ دریافت ہوسکتا ہے مگر جاڑے اور گرمی مین کسیقدر مختلف ہوگا اسوجہ سے کہ طلوع و غروب کی
جگہہ بدلتی رہتی ہے گو دونون طرف مین محدود ہے تو اسکو بھی سیکھ لینا چاہیے لیکن کبھی مغرب اور عشا کے
پڑھنے کا اتفاق بعد شفق کے غائب ہونے کے ہوتا ہے تو اس صورت مین شفق سے اوسکا پتا لگنا ممکن نہین
بلکہ اسکے لیے اوس ستارہ کا لحاظ کرے جو قطب کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ ایسا ستارہ ہے کہ اوسکی حرکت ظاہر نہین
ایک جگہہ ثابت معلوم ہوتا ہے پس اوسکو دیکھ لینا چاہیے کہ قبلہ رخ شخص کے پیچھے رہتا ہے یا داہنے شانہ
یا بائین پر اون ممالک مین جو مکہ معظمہ سے شمال کو ہین اور جنوبی ملکون مین متل ہین اور اوسکے متعلقات کے
تو قبلہ رخ شخص کے مقابل پڑتا ہے تو قطب کا حال سیکھ لے اور جو صورت اپنے شہر مین پاوے اوسی کی رعایت
تمام راستہ مین رکھے لیکن جس صورت مین کہ مسافت بہت ہو تو وہان آفتاب اور قطب کے موقع مین اور طلوع
اور غروب کے مواقع مین اختلاف ہوجاتا ہے تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ جس بڑے شہر مین جائے اوس جگہہ کے
واقفکارون سے دریافت کرلے یا مسجد جامع کے مقابل کھڑا ہو کر قطب کو خود دیکھ لے کہ کس سمت پر واقع ہوا
تو جب ان دلائل کو سیکھ چکے تو اونپر اعتماد کرے اور اگر معلوم ہو کہ قبلہ کی جہت چوک گئی کسی اور طرف کو
نماز پڑھ لی تو چاہیے کہ نماز کو قضا کرے اور اگر اسطرح سے منحرف ہو کہ ٹھیک محاذی قبلہ کے نہین رہا مگر
جہت قبلہ سے نہین نکلا تو قضاء نماز اوسپر لازم نہوگی۔ اور فقہا کا اسمین خلاف ہے کہ کعبہ کی جہت مطلوب ہے
یا اوسکی ذات اور بعض لوگون پر یہ مضمون ہی مشتبہ رہا اس جہت سے کہ وہ یہ کہتے ہین کہ اگر ہم یہ کہین کہ عین
کعبہ مطلوب ہے تو ممالک بعیدہ مین ٹھیک کعبہ کی طرف ہونا کیسے بن پڑیگا اور اگر یہ کہین کہ جہت مطلوب ہے
تو جو شخص مسجد حرام کے اندر کھڑا ہو کر جہت کعبہ کی طرف رخ کرے اور وہان کعبہ کے مقابل نہو تو سب کے نزدیک
اوسکی نماز درست نہین اور جہت اور عین کے خلاف کے باب مین بہت سی لمبی تقریر کی ہے پس ضرور ہوا
کہ اول یہ سمجھ لیا جائے کہ مقابلہ ذات کعبہ کا کسکو کہتے ہین اور جہت کعبہ کے مقابل ہونے کے کیا معنے ہین

تو عین کے مقابل ہونے کی تو یہ صورت ہے کہ نمازی ایسی جگہ میں کھڑا ہو کہ اگر اوسکی دونوں آنکھوں کے بیچ سے ایک سیدھا خط کعبہ کی دیوار تک کھینچا جائے تو وہ دیوار سے ملجائے اور اس خط کی دونوں جانب دو زاویے متساوی پیدا ہوں یعنے جس نقطہ پر دیوار کے یہ خط ملے اوس نقطہ سے اگر دیوار پر خط کھینچیں تو خط مذکور پر یہ خط عمود ہو جیسا کہ نقشہ اول میں بنایا گیا ہے اور نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اگر خط نکالا جائے تو فرض کر لیا جاتا ہے کہ یہی اوسکی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نکلا ہے یہ صورت تو عین کعبہ کے مقابل ہونے کی ہے اور جہت کعبہ کے مقابل ہونیکی صورت یہ ہے کہ دونوں آنکھوں کے درمیان سے

صورت نقشہ دوم — صورت نقشہ اول

کعبہ — کعبہ — خط جہت کعبہ — خط جہت کعبہ — زاویہ قائمہ — زاویہ حادہ — زاویہ منفرجہ — خط دائیں آنکھ کا — خط بائیں آنکھ کا — جگہ نمازی کی — نمازی کے کھڑے ہونیکی جگہ

خط مستقیم کعبہ کی دیوار سے مل سکتا ہے مگر دونوں جانب کے زاویے برابر نہیں ہوتے کیونکہ زاویے جبھی برابر ہونگے کہ خط مذکور عمود ہو اور عمود کا نقطہ ایک ہی ہوگا اوسکے سوا جتنے نقطوں میں اور آنکھ کے درمیان خط ملائے جائینگے اونسے برابر زاویے پیدا نہونگے پس جس صورت میں کہ کعبہ خط عمود سے ہٹا ہوا ہوگا تو جو خط آنکھوں سے اوس تک ملیگا اوس سے زاویے برابر نہونگے ایک چھوٹا اور ایک بڑا ہوگا اس صورت میں مقابلہ عین کعبہ کا نرہیگا بلکہ جہت کعبہ کا مقابلہ ہوگا اور خط جہت اسطرح معلوم ہوتا ہے کہ فرض کیا جاوے کہ مصلی کی دہنی آنکھ سے ایک خط نکلے اور ایک بائیں آنکھ سے اسطرح کہ اگر ان دونوں کو آنکھ کی سمت میں کھینچیں تو دونوں ملکر زاویہ قائمہ بنجائیں پھر ان دونوں خطوں کو کعبہ کے محاذی تک کھینچیں یعنے دونوں کو برابر اتنا کھینچیں کہ اگر اون دونوں میں خط ملایا جاوے تو وہ دیوار کعبہ کو مس کرتا گذرے اس خط کا نام جہت کعبہ ہے اور اسکی وسعت اوسیقدر ہوگی جسقدر دوری مصلی کو کعبہ سے ہوگی اوسکی صورت نقشہ دوم میں بنی ہے تو جسقدر مصلی کعبہ سے دور ہوگا اوسیقدر اوسکا خط جہت بڑا ہوگا۔ جب عین اور جہت کے معنے سمجھ چکے تو اب ہم کہتے ہیں کہ فتوی ہمارے نزدیک اسطرح درست ہے کہ اگر کعبہ کا دیکھ لینا ممکن ہو تب تو عین کعبہ کا مقابلہ مطلوب ہے اور اگر دیکھنا دشوار ہو تو مقابل ہونا جہت کا کافی ہے دیکھنے کی صورت میں عین کا مقابلہ اس جہت سے مطلوب ہے کہ اوسپر اجماع ہے اور عدم معاینہ کے وقت جہت کے مقابل ہونے پر

قرآن اور حدیث اور صحابہ رض کا فعل اور قیاس دلالت کرتا ہے قرآن مجید کی دلالت اس آیت میں ہے۔
وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ یعنی شطر سے مراد ہے جہت چنانچہ جو شخص کعبہ کی جہت کے مقابل ہو
اوسکو عرب والے کہتے ہیں وَلَّى وَجْهَهُ شَطْرَهُ یعنے اپنا منہ کعبہ کی جہت کو پھیر لیا اور حدیث میں وہ
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ارشاد فرمایا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ۔ اور
اہل مدینہ کی داہنی طرف مغرب اور بائیں ہاتھ مشرق پڑتی ہے پس اس حدیث میں جو فاصلہ کہ مغرب اور
مشرق میں تھا اوس سب کو آپنے قبلہ ٹھہرا دیا حالانکہ کعبہ کی مساحت اس فاصلہ کو کافی نہیں البتہ جہت
کعبہ کی کافی ہے تو معلوم ہوا کہ جہت کو قبلہ فرمایا اور یہی الفاظ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما
سے بھی مروی ہیں۔ اور فعل صحابہ رض کا یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد قبا کے لوگ بیت المقدس کی طرف منہ
اور کعبہ کو پشت کیے صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ مدینہ منورہ دونوں کے درمیان میں ہے اتنے میں اوس پر
کسینے کہدیا کہ قبلہ بدل گیا اور کعبہ اور طرف کو ہو گیا تو وہ لوگ بدون کسی علامت کے پیچھے کعبہ کی طرف کو عین
نماز میں پھر گئے اور اونکے اس پھرنے پر کسینے انکار نہ کیا اور اونکی مسجد کا نام دو قبلوں کی مسجد رکھا گیا اور اگر
عین کعبہ مطلوب ہوتا تو مدینہ منورہ سے اوسکی سیدھ بدون دلائل ہندسہ کے معلوم ہونی دشوار تھی جو نہایت
غور و تامل سے معلوم ہوتی ہے تو اون لوگوں نے فی البدیہہ نماز کے اندر تاریکی کی حالت میں اوسکو کیسے
جان لیا اور اونکے اس فعل سے بھی جہت ہی معلوم ہوتی ہے کہ اونھوں نے مکہ معظمہ کی نواح میں اور تمام
بلاد اسلام میں مسجدیں بنائیں اور کہیں سمت قبلہ کے معلوم کرنے کے لیے کسی مہندس کو نہیں بلوایا حالانکہ
عین کعبہ کا مقابلہ بدون طرق دقیق ہندسہ کے معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور قیاس یہ ہے کہ قبلہ رخ ہونے اور
مسجدوں کے بنانے کی حاجت زمین کی تمام طرفوں میں ہے اور بدون علوم ہندسہ کے مقابلہ عین کعبہ کا
ممکن نہیں اور شریعت میں کہیں ذکر نہیں کہ ان علوم میں بحث کیجائے بلکہ اگر ہے تو ان علوم میں زیادہ
پر عمل کرنے سے توبیخ وارد ہے پھر ایسی صورت میں شریعت کا معاملہ اوسپر کیسے مبنی کیا جائیگا اس سے
معلوم ہوا کہ مقابل ہونا جہت کا ضرورت کے سبب سے کافی ہے۔ اور جس صورت کو ہمنے لکھا ہے یعنی عالم کی
جہتوں کا منحصر ہونا چار میں اوسکے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں
قضاء حاجت کے آداب میں یہ ارشاد فرمایا کہ نہ قبلہ کو منہ کرو اور نہ پشت کرو بلکہ شرق کو منہ کرو یا غرب کو
اور مدینہ مطہرہ میں قبلہ رخ آدمی کی بائیں طرف مشرق اور داہنی طرف مغرب پڑتی ہے تو دو جہتوں سے
منع فرمایا اور دو کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ کل جہتیں چار ہیں اور یہ کسی کے دل میں بھی نہیں آتا
کہ عالم کی طرفیں چھ یا سات یا دس ہو سکتی ہیں بہرحال باقی طرفوں کا کچھ حکم نہیں بلکہ جہات اوسی طرح

رہتی ہین جیسے آدمی اسکے اعتقاد مین ہون اور بنظر سرشت انسان کے اوسکے لیے بظاہر چارہی سمت مین
یعنی داہنے بائین آگے پیچھے اور شریعت کی بنا انھین جیسے اعتقادات ظاہری پر ہوا کرتی ہے تو معلوم ہوا
کہ مقابلہ جہت ہی مطلوب ہوا اور اسی کے دریافت مین کوشش آسان پڑتی ہے اور قبلہ کی علامتون کا
سیکھنا بھی اسکے لیے دشوار نہین اور عین کا مقابل ہونا اسطرح ہوگا کہ اول مکہ معظمہ کا عرض خط استوا
سے اور درجات طول کسی مقام خاص سے معلوم کرنا چاہیے پھر جسجگہہ نمازی کھڑا ہے اوس مقام کا طول
وعرض دریافت کرنا چاہیے پھر آپس مین مقابلہ کیا جاوے اور خط عمودی کے لیے آلات واسباب بہت سے
درکار ہین حالانکہ شریعت کی بنا اوسپر یقینا نہین - غرضکہ قبلہ کی دلیلون مین سے جسقدر سیکھنا چاہیے وہ
یہی ہے کہ آفتاب کے نکلنے اور غروب ہونے کی جگہہ اور زوال کی کیفیت اور عصر کیوقت وہ کہان ہوتا ہے
اوسکا حال دریافت ہو جاوے تو اسقدر سیکھہ لینے سے وجوب ساقط ہو جائیگا - اب اگر یہ پوچھو کہ مسافر
اگر بدون ان باتون کے سیکھے سفر کرے تو وہ گنہگار ہوگا یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر اوس رستے مین
گانون پاس پاس پڑتے ہون جنمین مسجدین بنی ہون یا اوسکے ساتھ کوئی قبلہ کی علامتون کا واقفکار ہو
جسکے عادل اور تجربہ کار ہونے پر اعتماد ہو تب تو گنہگار نہوگا اور اگر ان باتون مین سے کوئی بھی نہوگی
تو البتہ گنہگار ہوگا کہ قبلہ کا متوجہ ہونا تو اوسکو پیش ہی ہونیوالا تھا اور قبلہ رخ ہونا واجب ہے تو اسکا علم
پہلے سے کیون نہ سیکھا تو اسکا حال ایسا ہی ہوگیا جیسے مثلاً پانی نہ ملے اور پہلے سے مسئلہ تیمم کا نہ سیکھے اور
نماز نہ پڑھے تو اس صورت مین بھی تیمم کے نہ سیکھنے سے گنہگار ہوگا - پھر اگر ان علامات کو سیکھ لیا اور راہ مین
بباعث ابر سیاہ کے قبلہ کا حال معلوم نہوا یا بالکل سیکھا ہی نتھا اور راہ مین کوئی ایسا نہ ملا جسکی تقلید کرتا
تو ایسی صورت مین اوسپر واجب ہے کہ وقت پر نماز اپنے طور پر پڑھ لے پھر اوسکی قضا کرے خواہ ٹھیک
پڑھی ہو یا اور کسی طرف کو - اور اندھے آدمی کو بجز تقلید کے اور کوئی چارہ نہین تو جس شخص کو دین اور
عقل مین معتمد جانے اوسکی تقلید کرے بشرطیکہ قبلہ کے حال دریافت کرنے مین کوشش کرتا ہو اور اگر
قبلہ اسکو معلوم ہو تو اندھے کو جائز ہے کہ جو نیک بخت اوس سے حضر یا سفر مین رخ بتلادے اوسکے قول پر
اعتماد کرلے اور اندھے اور جاہل آدمی کو ایسے قافلہ مین سفر کرنا جائز نہین جسمین کوئی قبلہ پہچاننے والا
نہو جیسے عامی آدمی کو ایسی بستی مین رہنا درست نہین جسمین کوئی فقیہہ نہو کہ شریعت کا حال مفصل بتاتا
بلکہ اوس بستی سے ایسی جگہہ ہجرت کرنی لازم ہے جہان کوئی اوسکو دین کی تعلیم کرے اور یہی حال ہے
اگر شہر مین فاسق فقیہہ کے سوا دوسرا عالم نہو تو اس صورت مین بھی ہجرت لازم ہے لیے کہ فاسق کے
فتوے پر اعتماد جائز نہین بلکہ فتوے کے قبول کے لیے عدالت شرط ہے جیسا کہ روایت مین ہے اور اگر

ایسا شخص نقیہ ہو جسکا حال عدالت اور فسق کا مخفی ہو تو اگر عادل شخص عالم نہ ملے تو اوس مستور کا قول
قبول کرنا جائز ہے اسلیے کہ شہروں میں مسافر نہیں ہو سکتا کہ مفتیوں کی عدالت تحقیق کرتا پھرے پس اگر
اوسکو حریر پہنے دیکھے یا ایسا کپڑا اوسکے بدن پر ہو جسمیں ریشم غالب ہو یا سونے کے زین پر سوار ہو تو ایسی
صورت میں وہ کھلا فاسق ہے اوسکے قول کا ماننا منع ہے اوسکے سوا دوسرے کو تلاش کرکے اوس سے
مسئلہ پوچھے اور اسیطرح اگر اوسکو بادشاہ کے دسترخوان پر کھاتا دیکھے جسکا اکثر مال حرام ہے یا اوس سے
روزینہ خواہ انعام لیتا ہے اور یہ تحقیق نہیں کرتا کہ وجہ حلال کا ہے یا نہیں تو یہ باتیں بھی فسق کی ہیں
اور عدالت میں خلل ڈالتی ہیں اور فتوے کو قبول کرنے اور روایت اور گواہی کی مانع ہیں۔ اور پانچوں
وقتوں کا پہچاننا سفر میں ضروری ہے تو ظہر کا وقت زوال پر داخل ہوتا ہے اور ہر شخص کا سایہ آفتاب
کے نکلنے کے بعد مغرب کی طرف کو لمبا ہوا کرتا ہے پھر جسقدر دن چڑھتا جاتا ہے وہ سایہ کم ہوتا جاتا ہے
زوال کے وقت تک پھر پورب کی طرف کو بڑھنا شروع ہوتا ہے اور غروب تک بڑھتا رہتا ہے تو
دوپہر کے قریب مسافر ایک جگہہ خواہ خود کھڑا ہو جائے خواہ ایک لکڑی سیدھی دھوپ میں گاڑ دے
اور اوسکے سایہ کے سرے پر کچھ نشان کر دے پھر ایک ساعت کے بعد اوس سایہ کو دیکھے اگر وہ نشان سے
کم ہو گیا ہو تو ابھی ظہر کا وقت نہیں آیا اور اگر بڑھنے لگا ہو تو ظہر کا وقت آگیا اور ایک طریق اوسکے پہچاننے
کا یہ ہے کہ اپنے شہر میں جس موذن کی اذان پر اعتماد ہو اوسکی اذان کیوقت اپنا سایہ ناپ لے اگر سایہ
تین قدم اپنے قدم سے ہو تو سفر میں جسوقت سایہ تین قدم ہو کر زیادہ ہونے لگے اوسوقت نماز پڑھ لے
اور جب ساڑھے نو قدم سایہ ہو اوسوقت عصر کا وقت داخل ہو گا کیونکہ ہر شخص کا سایہ اوسکے قدم سے
ساڑھے چھہ قدم تخمیناً ہوتا ہے اور سایہ اصلی مثلاً تین قدم تھا تو ساڑھے نو ایک مثل ہو جائیگا۔ پھر
اگر سفر گرمیوں کے سب سے بڑے دن کے بعد شروع کیا ہو گا تو سایہ زوال ہر روز کسیقدر زائد ہوتا جائیگا
اور اگر جاڑوں کے سب سے چھوٹے دن کے بعد کیا ہو گا تو سایہ ہر روز کم ہوتا جائیگا اور زوال کے
پہچاننے کا عمدہ طریق یہ ہے کہ مسافر اپنے ساتھ میزان زوال رکھے اور اس آلہ سے ہر وقت سایہ کے بڑھنے
کو سیکھ لے۔ اور اگر زوال کے وقت سورج کا حال پہلے سے جانتا ہو کہ قبلہ رخ آدمی فلان موقع پر ہوتا ہے
تو سفر میں اگر ایسی جگہہ ہو گا جہاں قبلہ کسی علامت سے معلوم ہے تو اوس جگہہ زوال کا معلوم ہو جانا
ممکن ہے کہ جب قبلہ رخ ہو کر آفتاب کو موقع مذکور پر پاوے معلوم کرلے کہ زوال کا وقت ہو گیا۔ اور مغرب کا
وقت آفتاب کے غروب سے ہوتا ہے اور جس صورت میں کہ پہاڑوں کے سبب سے غروب کی جگہہ نظر نہ آوے
تو مشرق کی طرف سیاہی پر غور کرے جب سیاہی مشرق کے افق سے ایک نیزہ اونچی ہو جاوے اوسوقت

مغرب کا وقت ہوجاتا ہی۔ اور عشا کا وقت شفق کی سرخی کے غائب ہونے سے ہوتا ہے اور اگر پہاڑ وغیرہ
آڑ سے شفق کا حال معلوم نہو تو یہ خیال کرے کہ جب چھوٹے ستارے کثرت سے نکل آوین تو جان لے
کہ شفق نہین رہی کیونکہ وہ سرخی کے غائب ہونے کے بعد ہی ظاہر ہوا کرتی ہین۔ اور صبح کا وقت اسطرح
معلوم کرے کہ اول ایک روشنی لمبی مثل بھیڑیے کی دم کے مشرق کی جانب پیدا ہوتی ہے اور افق کو بھی
اوسکی علامت نہین چھوتی وہ صبح جھوٹی ہوتی ہے اوسکا کچھہ اعتبار نہین پھر کچھہ عرصہ گذرنے کے بعد ایک
سفیدی چوڑی ظاہر ہوتی ہے کہ اوسکا معلوم کرنا آنکھہ سے دشوار نہین اسلیے کہ ظاہر ہوتی ہے اور افق
تک ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح ایسی نہین ہوتی اور دونون ہتھیلیون کو ملادیا
بلکہ صبح ایسی ہوتی ہے اور ایک سبابہ کو دوسری پر رکھدیا اور دونون کو کھولدیا اسمین اشارہ فرمایا
کہ وہ عریض اور پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور بعض اوقات صبح پر منزلون سے استدلال کیا کرتے ہین
اور یہ صورت تخمین کی ہے نہ تحقیق کی اس لیے اسمین اعتماد مشاہدہ پر کرے یعنی جب عرض مین روشنی
پھیلی دیکھی جان لے کہ صبح ہوگئی۔ اور یہ جو کچھہ لوگون نے کہا ہی کہ صبح آفتاب کی طلوع سے چار منزل
پیشتر نکلتی ہے یعنی قریب ایک پہر کے تو یہ غلطی ہے اسلیے کہ اوسوقت فجر کاذب ہوتی ہے اور تحقیق
والون کے نزدیک صبح صادق آفتاب کی طلوع سے دو منزل پیشتر ہوتی ہے اور یہ بھی تخمینی بات ہے
قابل اعتماد نہین اس سبب سے کہ بعض منزلین پھیلی ہوئی اور ترچھی نکلتی ہین اونکے طلوع کا زمانہ کم
ہوتا ہے اور بعض سیدھی نکلتی ہین تو اونکے طلوع کا زمانہ دراز ہوتا ہے اور یہ امر ہر ملک مین مختلف
ہوتا ہے جسکا ذکر کرنا طول کلام چاہتا ہے ہان منازل سے اتنا فائدہ ہوتا ہی کہ صبح کا قریب
ہونا اور دیر مین ہونا معلوم ہوجاتا ہے لیکن یہ نہین ہوسکتا کہ ابتدار وقت صبح کو دو منزل
کہہ دین حاصل یہ کہ جب آفتاب کے نکلنے تک چار منزل رہین تو انمین سے ایک منزل تو قطعاً صبح
کاذب کی ہے اور جب دو منزل کے قریب طلوع آفتاب کو رہجاتے ہین تو اوسوقت یقیناً صبح صادق
ہوجاتی ہے اب ان دونون صبحون کے بیچ مین بقدر دو تہائی ایک منزل کیوقت مشکوک رہتا ہے کہ معلوم
نہین ہوتا کہ صبح کاذب کا حصہ ہی یا صبح صادق کا اور یہ وقت وہ ہی جسمین سفیدی کا ظہور اور انتشار شروع
ہوتا ہی اور ابھی پھیلتا نہین تو اوسوقت سے روزہ دار کو چاہیے کہ سحر کھانا موقوف کرے اور شب بیدار کو نماز وتر کو
وقت غفلت سے پہلے پڑہلے اور جب تک یہ وقت گذر نجاوے تب تک صبح کی نماز نہ پڑھے جب وقت یقینی شروع ہو اوسوقت
نماز پڑھے اور اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ ایک وقت معین ٹھیک ایسا معلوم کرلے کہ اوسمین سحر کھالے یا پانی پیوے اور معاً اوسکے
بعد ہی بلا مہلت نماز صبح ادا کرے تو یہ بات آدمی کی قوت مین نہین بلکہ مہلت ضروری ہی کیونکہ اعتماد آنکھہ سے دیکھنے پر ہے

اور آنکھ سے دیکھے یہ احتیاط بھی ہے کہ روشنی عرض میں پھیل جائے اور زردی کا آغاز شروع ہو جائے اور اس باب میں بہت لوگوں نے غلطی کی ہے وہ وقت سے پہلے ہی نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے قول کی صحت پر یہ حدیث دال ہے جو ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مسنداً روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو اور چاہیے کہ تم کو روشنی اوپر چڑھنے والی مضطرب نہ کر دے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے سرخی پھیل جائے تو یہ حدیث سرخی کے لحاظ کرنے میں صریح ہے اور ابو عیسیٰ رحمہ نے فرمایا کہ اس باب میں عدی بن حاتم اور ابی ذر اور سمرہ بن جندب سے بھی مروی ہے اور حدیث حسن غریب ہے اور اسی پر عمل اہل علم کے نزدیک ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو جب تک روشنی لمبی رہے اس سے معلوم ہوا کہ زردی کے ظہور کے سوا اور چیز پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اور وہی گویا آغاز سرخی کی ہوتی ہے اور مسافر کو ضرورت اوقات کے پہچاننے کی اسلیے ہوتی ہے کہ بعض اوقات کوچ سے پیشتر نماز پڑھ لینی چاہتا ہے تاکہ راہ میں سواری سے اترنا یا ٹھہرنا نہ پڑے یا یہ چاہتا ہے کہ نماز سونے سے پیشتر ادا کر کے جلدی سے آرام کرے پس اگر اول وقت کی غنیمت سمجھ کر قطع نظر کر کے تھوڑی تکلیف اترنے کی اور دیر کر کے سونے کی اپنے نفس پر گوارا کر لے اور یقینی وقت میں نماز پڑھے تو اوقات سیکھنے کی ضرورت بھی نہ ہو اسلیے کہ وقت اوقات کی ابتدا کا حال معلوم کرنے کی ہے کہ اول وقت کونسا ہے اور درمیانی اوقات تو ہر شخص نماز جانتا ہی ہے —

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰى

آٹھواں باب سماع یعنی راگ اور وجد کے آداب میں

رباعی

اسرار دلی راگ سے ہوتے ہیں عیاں ہے راگ غذائے روح ہر یک انسان
شرطوں کے موافق نہو گر تو اوس سے حاصل یہی ہوتا ہے نفاق اور عصیان

واضح ہو کہ جیسے لوہے اور پتھر میں آگ مخفی رہتی ہے یا جیسے پانی کے نیچے مٹی چھپی ہے اسیطرح دلوں اور باطن کے جواہر اور اسرار اونمیں پوشیدہ ہیں اور اونکے اظہار کی تدبیر راگ سے بہتر کوئی نہیں دلونکی طرف راستہ بجز کان کے معدوم ہے نغمات موزون اور لذیذ اونکے اندر کے راز ظاہر کرتے ہیں جو اوس میں برے ہوں یا بھلے کیونکہ دل کا حال بھرے برتن کا سا ہے کہ جب چھلکاؤ گے تو وہی نکلیگا جو اوس میں بھرا ہے اسی طرح راگ بھی دلوں کے حق میں سچی کسوٹی ہے جب اوس سے دلوں کو حرکت ہوگی تو اونسے وہی باتیں ظاہر ہونگی جو اونپر غالب ہیں اور از انجا کہ دل بالطبع راگ کے مطیع ہیں یہاں تک کہ اوسکے سبب سے اپنی برائی بھلائی سب ظاہر کر دیتے ہیں تو ضرور ہوا کہ سماع اور وجد کو شرح سے ذکر کیا جائے

اور ان دونون کے فوائد و آفات اور آداب و ہیات اور علما کا اختلاف اس باب مین کہ یہ ممنوع ہین یا مباح تفصیل بیان ہوا اور ہم ان امور کو دو فصلون مین ذکر کرتے ہین

پہلی فصل راگ کو مباح سمجھنے میں علما کے اختلاف کا ذکر اور جو بات کہ اس باب مین حق ہے۔ اور اسمین چار بیان ہین۔ واضح ہو کہ اول راگ ہوتا ہے اور اوس سے دل پر ایک حالت ہوتی ہے جسکو وجد کہتے ہین اور وجد کو سبب سے اعضا کو حرکت ہوتی ہے وہ اگر غیر موزون ہوتی ہے تو اوسکو اضطراب کہتے ہین اور اگر موزون ہوتی ہے تو تال اور ناچ نام ہوتا ہے اب ہم اول راگ کا حکم لکھتے ہین اور جتنے اقوال مختلف اس باب مین ہین اونکو نقل کرتے ہین پھر راگ کی اباحت کا ذکر کرینگے اور سب سے آخر مین اون لوگون کی حجت کا جواب دینگے جو اوسکی حرمت کے قائل ہین

پہلا بیان علما اور صوفیون کے اقوال راگ کی حلت و حرمت مین۔ قاضی ابو طیب طبری نے امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم اور سفیان ثوری اور دوسرے بہت علمائے ایسے الفاظ نقل کیے ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب راگ کی حرمت کو قائل تھے۔ اور امام شافعی رح نے کتاب آداب القضا مین فرمایا ہے کہ گانا ایک برا کھیل ہے باطل کی طرح کا جو شخص اوسکا مرتکب زیادہ ہو وہ بیوقوف ہے اوسکی گواہی نمانی جاوے اور قاضی ابو طیب نے فرمایا ہے کہ اصحاب شافعی کے نزدیک ایسی عورت سے سننا جو مرد کی محرم نہو کسی حال مین درست نہین خواہ وہ کھلی ہو یا پردہ کی آڑ مین اور آزاد ہو یا لونڈی اور حضرت امام شافعی رح نے فرمایا ہے کہ جب لونڈی کا مالک لوگون کو اوسکے گیت سننے کے لیے جمع کرے تو وہ سفیہ ہے اوسکی گواہی نہ مانی جاوےگی اور یہ بھی اونھین سے منقول ہے کہ آپ لکڑی وغیرہ سے گت لگانی بری جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ زندیقون کی ایجاد کی ہوئی ہے تاکہ اسکے باعث قرآن سے غافل ہو جائین۔ اور امام شافعی رح یہ بھی فرماتے ہین کہ نرد سے کھیلنا زیادہ مکروہ ہے بہ نسبت ملاہی کے دوسری چیز سے کھیلنے کے چنانچہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور مین شطرنج کھیلنا پسند نہین کرتا اور جن چیزون سے لوگ کھیلتے ہین ہین سبکو مکروہ جانتا ہون کیونکہ کھیلنا دین اور مروت والون کا کام نہین۔ اور امام مالک رح نے راگ سے منع فرمایا اور فتوی دیا کہ جب کوئی لونڈی خریدے اور معلوم ہو کہ یہ گانیوالی ہے تو مشتری کو جائز ہے کہ اوسکو واپس کرے اور یہی مذہب تمام اہل مدینہ منورہ کا ہے بجز ایک شخص تنہا ابراہیم بن سعد کے۔ اور امام ابو حنیفہ رح ان ملاہی کو سبکو برا جانتے تھے اور راگ سننے کو گناہ فرماتے تھے اور یہی حال تمام اہل کوفہ سفیان ثوری اور حماد وابراہیم اور شعبی وغیرہم کا ہے۔ یہ سب اقوال ابو طیب طبری نے نقل کیے ہین اور ابو طالب مکی رح نے بہت لوگون سے اباحت راگ کی نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ صحابہ کرام مین سے عبد اللہ بن جعفر

اور ابن زبیر اور مغیرہ بن شعبہ اور معاویہ رض وغیرہم نے سنا ہے اور بہت سے سلف صالحین صحابہ و تابعین
نے اوسکو سنا ہے اور یہ بہی ذکر کیا ہے کہ ہمارے نزدیک مکہ کے اندر ہمیشہ حجاز والے برس کے افضل دنوں میں
سماع سنتے چلے آئے ہیں اور وہ ایسے چند روز ہیں جنمیں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو ذکر کا حکم فرمایا ہے
جیسے ایام تشریق ہیں اور مکہ معظمہ والوں کیطرح مدینہ مطہرہ والے ہمیشہ راگ سنتے ہیں ہمارے اس زمانہ تک چنانچہ
ہمنے ابو مروان قاضی کو دیکہا کہ اونکے پاس چند لونڈیاں گانیوالی تہیں جنکو صوفیوں کے لیے رکہ چہوڑا
تہا وہ لوگونکو راگ سنایا کرتی تہیں اور حضرت عطا رح کے پاس دو لونڈیاں گانیوالی تہیں اونکے دوست
اونکا راگ سنا کرتے تہے اور یہی ابو طالب کا قول ہے کہ ابو الحسن بن سالم رح سے کسی نے پوچہا کہ تم راگ کا کیسے
انکار کرتے ہو حالانکہ حضرت جنید اور سری سقطی اور ذوالنون رح راگ سنا کرتے تہے اونہوں نے کہا کہ میں
اوسکا کیسے انکار کروں کہ مجہسے بہتر شخصوں نے اوسکو جائز کہا ہے اور سنا ہے چنانچہ عبد اللہ بن جعفر طیار
سنا کرتے تہے اور صرف انکار لہو اور لعب کا راگ میں کیا کرتے تہے اور یحیی بن معاذ رح سے مروی ہے کہ
اونہوں نے فرمایا کہ تین چیزیں ہمسے جاتی رہیں اور اب وہ ہم کو ہمیشہ کم ہی ہوتی نظر آتی ہیں
اول خوب صورت ہونا مع محفوظ رہنے کے دوم خوبی گفتار مع دیانت کے سوم بہائی بندی وفا کے
ساتہہ اور میںنے یہی قول بعینہ بعض کتابوں میں حارث محاسبی رح سے منقول دیکہا ہے اور اوس سے معلوم
ہوا کہ حارث محاسبی باوجود اپنے زہد اور حفاظت کے اور دین میں جد و جہد و اہتمام کے راگ کو جائز
جانتے تہے۔ اور ابن مجاہد کا دستور تہا کہ دعوت جبہی منظور کرتے تہے کہ اوس میں راگ بہی ہو۔ اور کسی
بزرگ سے منقول ہے کہ ایکبار ہم ایک دعوت میں گئے جسمیں ابو القاسم منیع کے نواسے اور ابو بکر
بن ابی داؤد اور ابن مجاہد اور دوسرے اونکے ہمسر تہے اتنے میں راگ موجود ہوا ابن مجاہد نے منیع
کے نواسے کو ترغیب شروع کی کہ ابن ابی داؤد کو راگ سننے کو کہو ابن ابی داؤد نے کہا کہ مجہسے میرے باپ
نے نقل کی ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رح راگ کو برا جانتے تہے اور میرا باپ بہی اوسکو برا سمجہتا تہا اور میں
اپنے باپ ہی کے مذہب پر ہوں اور ابو القاسم نے کہا کہ میرے نانا احمد بن منیع نے مجہسے بیان کیا کہ صالح
بن احمد سے کہ اونکا باپ ابن خبازہ کا قول سنا کرتا تہا ابن مجاہد نے ابن ابی داؤد سے کہا کہ تم تو اپنے باپ کے
قول سے مجکو معاف کرو اور ابو القاسم سے کہا کہ تم اپنے نانا کے قول سے مجکو معاف رکہو پہر ابو بکر کیطرف
مخاطب ہو کر کہا کہ اگر کوئی ایک شعر پڑہے تو کیا وہ تمہارے نزدیک حرام ہے ابن ابی داؤد نے کہا
کہ نہیں پہر پوچہا کہ اگر وہ شخص پڑہنے والا خوش آواز ہو تو اوسے شعر پڑہنا حرام ہو جائیگا اونہوں نے کہا
نہیں پہر پوچہا کہ اگر شعر کو ایسی طرح پڑہے کہ جو ممدود حرف تہا وہ مقصور ہو جاوے اور مقصور ممدود تو کیا وہ

حرام ہوگا ابوبکرؓ نے کہا کہ مین ایک شیطان پر تو غالب ہی نہین آیا اب دو پر کیسے غالب ہون - اور
ابوالخیر عسقلانی نے اسود جو اولیا مین سے تھے راگ سنتے تھے اور بیہوش ہو جاتے تھے اور سماع کے باب
مین ایک کتاب لکھی ہے اوسمین منکرون پر رد کیا ہے اور بہت سے لوگون نے منکرون کے اقوال کی
رد مین کتابین لکھی ہین - اور کسی بزرگ سے منقول ہے کہ مین نے خضر علیہ السلام کو دیکھا اور اونسے
عرض کیا کہ آپ اس راگ کی باب مین کیا فرماتے ہین جسمین ہمارے اصحاب اختلاف کرتے ہین اونھون نے
فرمایا کہ وہ بے کدورت اور صاف ہے کہ بجز عالمون کے قدم کے اوسپر کوئی نہین جمتا - اور ممشاد دینوری
نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ اس راگ مین سے آپ
کچھ برا جانتے ہین آپنے ارشاد فرمایا کہ مین اوسمین سے کچھ برا نہین جانتا مگر اونسے کہدینا کہ اوس سے
پیشتر قرآن پڑھا کرین اور ختم کے بعد قرآن ہی پر تمام کیا کرین - اور طاہر بن بلال ہمدانی وراق جو علما
مین سے تھے کہتے ہین کہ مین مسجد جامع جدہ مین سمندر کے کنارہ پر معتکف تھا کہ ایک روز ایک جماعت
کو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشہ مین کچھ گا رہے ہین اور سنتے ہین مین نے دل مین برا جانا اور کہا کہ خدا تعالے
کے گھر مین شعر پڑھتے ہین پس اوسی رات مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ اوسی
گوشہ مین بیٹھے ہین اور آپ کی برابر حضرت صدیق اکبر رضؓ ہین اور حضرت صدیقؓ کچھ شعر پڑھتے ہین اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہین اور وجد کی سی حالت مین ہوکر اپنا دست مبارک سینہ شریف پر
رکھتے ہین مین نے اپنے دل مین کہا کہ مجکو نہین مناسب تھا کہ جو لوگ اشعار سن رہے تھے اونکو برا
جانون یہان تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہین اور حضرت صدیقؓ سنا رہے ہین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ هذا حق بحق یا یون فرمایا کہ حق من حق مجکو صحیح
یاد نہین رہا کہ کونسا لفظ فرمایا - اور حضرت جنید رح نے فرمایا کہ اس جماعت پر تین جگہون مین رحمت
اوترتی ہے ایک کھانے کے وقت اسلیے کہ بدون فاقہ کیے یہ لوگ نہین کھایا کرتے دوم باہم ذکر کرنیکے
وقت کیونکہ بجز صدیقون کے مقامون کے اور کسی چیز کا ذکر نہین کرتے سوم راگ سننے کے وقت
اسوجہ سے کہ اوسکو وجد کے ساتھ سنتے ہین اور حق کے سامنے ہوتے ہین - اور ابن جریج سے منقول ہے
کہ وہ راگ سننے کی اجازت دیا کرتے تھے کسی نے اونسے پوچھا کہ قیامت کی روز راگ آپ کی حسنات
مین ہوگا یا منجملہ سیئات فرمایا کہ نہ حسنات مین ہوگا نہ سیئات مین اسلیے کہ لغو کے مشابہ ہے اور اللہ تعالی
فرماتا ہے لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ - یہ اقوال راگ کی باب مین منقول ہین اور جو شخص تقلید نہین
حق کا طالب ہوتا ہے جب وہ سب اقوال کو دیکھتا ہے تو بعض اوقات ایک دوسرے کو معارض

یا زیادہ ہوتا ہے یا حد سے زیادہ کو رغبت طبع دیکھی اوسطرف مائل ہو جاتا ہے اور یہ امر نقصان میں داخل ہو
تو چاہیے کہ حق کو تحقیق کے طور پر طلب کرے یعنی جتنی باتیں اوسمین منسوخ یا مصلح معلوم ہون ہر ایک کا حال دریافت
کرے تاکہ انجام کو امر حق واضح ہو جائے جیسا ہم ذکر کرتے ہین

دوسرا بیان سماع کے مباح ہونے کی دلیل مین - جاننا چاہیے کہ جو شخص راگ کو حرام کہتے ہین اوسکے
یہ معنے ہین کہ خدا تعالی اوسپر عذاب کریگا اور یہ بات ایسی نہیں کہ صرف عقل سے معلوم ہو جائے بلکہ اسکے لیے
دلیل نقلی چاہیے اور شرعیات منحصر ہے نص مین اور قیاس مین جو نص وس چیز پر کیا جائے اور نص سے
ہماری غرض وہ بات ہی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول یا فعل سے ظاہر فرمایا ہوا ور قیاس
سے وہ معنے مراد ہین جو آپکے الفاظ اور افعال سے سمجھ میں آتے ہون پس اگر کسی چیز مین نہ نص ہو نہ قیاس
درست آتا ہو تو اوس چیز کی حرمت کا قول باطل ہے بلکہ وہ چیز دوسرے مباحات کی طرح متصور ہوگی
کہ اوسکے فعل مین کچھ حرج نہیں اب اگر کو جو ہم دیکھتے ہین تو اوسکی حرمت پر نہ تو کوئی نص دلالت کرتی ہے
اور نہ قیاس چنانچہ یہ امر بیان چہارم سے پایۂ وضوح کو پہونچیگا جسمین ہمنے تمام حرمت کی دلیلون کا جواب
لکھا ہے اور جب اونکی دلیلون کا جواب پورا ہو جائیگا تو اباحت کیلیے یہ طریق کافی ہوگا مگر بیان دوسرے کو ہم نقل
ہم بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ نص اور قیاس دونون راگ کے مباح ہونے پر دلالت کرتے ہین قیاس
تو اسطرح ہے کہ راگ مین کئی باتین مجتمع ہین تو چاہیے کہ اول اون باتون کو جدا دیکھیں پھر مجموعے پر
لحاظ کرین یعنے راگ کیا ہے کہ سننا آواز خوش اور موزون کا جسکے معنے سمجھ مین آوین اور دل کو حرکت دین
تو اس تعریف مین وصف عام آواز خوش ہے پھر اوسکی بھی دو قسمین ہین ایک موزون اور ایک غیر موزون
اور موزون بھی دو قسم ہی ایک وہ کہ سمجھ مین آوے جیسے اشعار ہوتے ہین اور ایک وہ کہ سمجھ مین نہ آوے جیسے جمادات
اور حیوانات کی آوازین ہین پھر خوش آوازون کا سننا باعتبار اچھا ہونیکے ایسی چیز نہیں کہ حرام ہو بلکہ
نص اور قیاس کی رو سے حلال ہے قیاس تو یہ ہے کہ اوسکا مآل یہ ہے کہ حاسہ سمع اپنی مخصوص چیز سے
لذت پاتا ہے اور انسان کے لیے ایک عقل اور پانچ حواس ہین اور ہر حاسہ کا ایک ادراک ہے اور
جو چیزین اوس سے مدرک ہوتی ہین اونمین سے بعض تو اوسکو اچھی معلوم ہوتی ہین اور بعض بری
مثلاً آنکھ کو سبزہ اور جاری پانی اور اچھا چہرہ اور تمام خوبصورت رنگون کے دیکھنے سے لذت ہوتی ہے
اور میلے رنگون اور بری صورتون وغیرہ دیکھنے کو برا جانتی ہے اور سونگھنے کے حاسہ کو خوشبوون سے
لذت اور بدبوؤن سے نفرت ہی اور ذائقہ کو لذیذ چیزین روغنی اور شیرین اور کھٹی اور چٹ پٹی اچھی
معلوم ہوتی ہین اور تلخ اور بدمزہ کسیلی اور سیٹھی بری معلوم ہوتی ہین اور حاسہ لمس کو نرمی اور چکناہٹ

اور برابری اچھی معلوم ہوتی ہے اور کھردراپن اور اونچا نیچا برا معلوم ہوتا ہے اور عقل کو علم اور معرفت سے لذت ہو اور جہالت اور بلادت سے نفرت اور یہی حال اون اشیا کا ہے جو حاسہ سمع سے معلوم ہون کہ بعض لذیذ ہونگی جیسے بلبلون کے چہچہے اور عمدہ باجون کی آواز اور بعض کریہ ہونگے جیسے گدہے کی آواز تو اس حاسہ کی لذت کو اور حاسون کی لذت پر قیاس کرنا نہایت ظاہر ہے اور نص سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سننا آواز خوش کا مباح ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے بندون پر آواز خوش سے احسان جتایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَاءُ کہتے ہین کہ اس سے مراد آواز خوش ہے اور حدیث مین ہے مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا حَسَنَ الصَّوْتِ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن کو آواز خوش سے پڑھے اللہ تعالی اوسکی تلاوت کو زیادہ سنتا ہے بہ نسبت گانیوالی لونڈی کے مالک کے اپنی لونڈی کے راگ کو۔ اور ایک حدیث مین حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح کے طور پر ارشاد ہے کہ وہ اپنے نفس پر نوحہ کرنے اور زبور کی تلاوت مین خوش آواز تھے۔ یہانتک کہ اونکی آواز سننے کو انسان اور جن اور وحشی اور پرند جمع ہوا کرتے تھے اور آپ کی مجلس سے چارسو کے قریب جنازہ اوٹھا کرتے تھے کبھی کبھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسی اشعری رضی کی تعریف مین فرمایا لَقَدْ اُعْطِیَ مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ اور اللہ تعالی کا ارشاد اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ اپنے مفہوم سے آواز خوش کی مدح پر دلالت کرتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ آواز خوش مباح اس شرط سے ہے کہ قرآن کی تلاوت مین ہو تو اوسکو یہ کہنا بھی ضرور ہوگا کہ آواز بلبل کا سننا حرام ہے کیونکہ وہ بھی قرآن خوانی نہین اور اگر صوت بلبل جیسی کا سننا درست ہو تو جس آواز خوش مین حکمت اور معنی صحیحہ پائے جائین اوسکا سننا کیون ناجائز ہوگا اور ظاہر ہے کہ بعض اشعار سراسر حکمت ہوتے ہین یہ بحث تو خوش آوازی مین ہوئی اب دوسری بات کی بحث کرتے ہین یعنی خوش آوازی کے ساتھ موزونی بھی ہو کہ وزن اور چیز ہے اور حسن اور چیز اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آواز اچھی ہوتی ہے مگر وزن نہین ہوتا اور بعض اوقات موزون ہوتی ہے اچھی نہین ہوتی اور موزون آوازین بلحاظ اپنے مخارج کے تین ہین ایک وہ کہ جمادسے نکلین جیسے مزامیر اور تارونکی آوازین اور لکڑی کی گت اور ڈھولکی کی آواز ہے دوسرے وہ کہ انسان کے گلے سے نکلین تیسرے وہ کہ حیوان کے گلے سے نکلے جیسے بلبلون اور قمریون اور دوسرے جانورون خوش الحان سجع والون کی آواز کہ اس قسم کی آوازین اچھی بھی ہوتی ہین اور موزون بھی اور انکا آغاز و انجام متناسب ہوتا ہے اور اسی جہت سے اونکا سننا اچھا معلوم ہوتا ہے اور آوازون مین اصل حیوانات کے گلے ہین کہ مزامیر کو اونھین کے مشابہ بنالیا ہے تاکہ صنعت خلقت کی مشابہ ہوجائے اور جتنی چیزین کہ کاریگرون نے ایجاد کی ہین

کوئی ایسی نہین جسکی مثال خداتعالی کی مخلوق مین نہوا اول مبدأ فیاض نے اوسکو اختراع فرمایا
پھر اوس سے کاریگرون نے سیکھکر خالق کا اقتدا کیا اور اسکی شرح طول چاہتی ہے حاصل یہ کہ ان
آوازون کا سننا حرام نہین ہوسکتا اسوجہ سے کہ اچھی ہین یا موزون ہین کیونکہ کسی کا مذہب یہ نہین کہ
بلبل کی آواز سننی حرام ہے یا کسی اور پرند کی اور سب پرندون کے گلے یکسان ہین ایک کی حرام ہو اور
دوسری کی نہو یہ ہو نہین سکتا اور نہ جماد اور حیوان مین کچھ فرق ہے کہ حیوان کی آواز تو درست ہو اور جماد
کی نادرست تو چاہیے کہ جتنی آوازین کہ تمام اجسام سے آدمی کے اختیار سے نکلتی ہین اونکو بلبل کی آواز
پر قیاس کیا جاے مثلاً جو آدمی کے حلق سے نکلے یا لکڑی سے گت لگا دے یا ڈھولکی اور دف وغیرہ
بجاوے سب جائز ہووین اور ان مین سے اونکا استثنا کیا جاے جنکو شرع نے منع کیا ہے یعنے آلات لہو
اور تار کے باجے اور انکی حرمت لذت کی باعث نہین اسلیے کہ اگر لذت کی وجہ سے یہ چیزین حرام ہوتین
تو جن چیزون سے آدمی لذت پاتا ہے سب حرام ہوتین بلکہ ان کی حرمت کی یہ وجہ ہے کہ لوگون کو شراب
کی حرص زیادہ تھی اسلیے اوسکی حرمت اس درجہ کو سخت ہوئی کہ ابتدا مین مٹکون کے توڑنے کا حکم ہوا
اور اوسی کی حرمت کی لحاظ سے جو باتین کہ میخوارون کے شعار مین سے تھین مثل مزامیر وغیرہ کے وہ بھی
حرام ہوئین کہ یہ چیزین اوسکی توابع ہین جیسے اجنبی عورت کی ساتھ خلوت حرام ہے اسوجہ سے کہ وہ مقدمہ
ہی جماع کا یا جیسے ران کا دیکھنا حرام ہوا کہ پیشاب و پاخانہ کے مقام سے ملحق ہے اور شراب مقدار قلیل
حرام ہوئی گو نشہ نکرے اسلیے کہ تھوڑی کا عادی ہونا بہت کی نوبت پہونچاےگا اور جتنی چیزین حرام ہین
اونکے لیے ایک حد اور احاطہ اونکے متصل ہے کہ حرمت اوس تک موجود ہے تاکہ حرام کی آڑ اور مانع
اوسکے آس پاس رہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر بادشاہ کا ایک رمنہ ہوتا ہے
اور اللہ تعالی کا رمنہ اوسکے محرمات ہین غرضکہ مزامیر وغیرہ کی حرمت شراب کی تبعیت کی وجہ سے ہوئی ہے
اور اسکے تین سبب ہیں اول یہ کہ یہ چیزین مے نوشی کی طرف بلاتی ہین کیونکہ جو لذت انسے حاصل ہوتی ہے
وہ شراب ہی سے کامل ہوتی ہے اور اسی سبب سے تھوڑی ہی شراب حرام ہوئی کہ بہت کی طرف بلاتی
ہوتی ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ جسکو شراب چھوڑے تھوڑے دن ہوے ہون اوسکو یہ آلات وہی شراب
کے جلسے یاد دلاتے ہین تو یہ یاد کا سبب پڑتے ہین اور یاد سے شوق ابھرتا ہے اور شوق جب زیادہ
ابھرتا ہے تو وہ فعل پر جرأت کا سبب ہوتا ہے اور اسی علت کی باعث ابتدا مین دبا اور مزفت اور حنتم
اور نقیر کہ خاص شراب ہی کے برتن ہوتے تھے ممنوع الاستعمال ہوے کیونکہ اون برتنون کے دیکھنے
سے شراب یاد آتی تھی اور یہ علت پہلی علت سے جدا ہے کیونکہ پہلی مین تذکر لذت معتبر نہ تھا اور یہان

متبرک ہیں اگر راگ اسی طرح ہو کہ جو شخص میخواری کے ساتھ سننے کا عادی ہو اوسکو میخواری یاد دلاوے
تو وہ شخص راگ سے حرام ہے جیسے منع کیا جانا تیسرا سبب یہ ہے کہ ان آلات پر اجتماع کرنا اہل فسق کی عادت ہے
تو اونکی مشابہت سے منع کیا گیا کیونکہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرتا ہے وہ اونہین مین سے ہوتا ہے
اور اس علت کے سبب سے ہم کہتے ہین کہ اگر کسی سنت کو اہل بدعت نے اپنا شعار کر لیا ہو تو اونکی مشابہت کے
خوف سے اوس سنت کا ترک کرنا جائز ہے اور اسی علت کی وجہ سے ڈورو بجانا حرام ہے کہ اوسکو بندر والے
بجاتے ہین اور سابق مین ہیجڑے اوسکو بجایا کرتے تھے اگر اسمین مشابہت نہوتی تو یہ بھی مثل حج کے یا جہاد کے
ڈھول کے ہوتا اور اسی علت پر یہ متفرع ہے کہ اگر کچھ لوگ ایک مجلس مقرر کرین اور اوسمین آلات مے نوشی
اور پیالے شراب کے جمع کرین اور اونمین سکنجبین ڈالدین اور ایک ساقی مقرر کرین کہ وہ اونکو بھر بھر پیالے
اور ساقی سے لیکر پیتے جائین اور اپنی بولیان معمولی شراب نوشی کی بولتے جاوین تو یہ فعل حرام ہوگا اگرچہ
سکنجبین کا پینا مباح ہے مگر چونکہ اہل فساد کی صورت پر اوسکو پیا اسلیے پینا حرام ہوا اور اسی وجہ سے
قبا پہننے اور سر کے بالون کے پیچھے رکھانے سے اون بستیون مین منع کیا جاوے جہان یہ طور اہل فساد
کا ہو اور ماوراء النہر کے شہرون مین چونکہ یہ طور اہل صلاح کا ہے منع کرنا نچاہیے - حاصل یہ ہے کہ انھین
تینون علتون کے سبب سے مزمار عراقی اور تارون کے باجے مثل عود اور چنگ اور رباب اور سارنگی وغیرہ حرام ہوے
اور انکے سوا اور باجے اپنی اصل پر قیاس کیے گئے جیسے شاہین چرواہون اور حاجیون کے اور شاہین ڈھول والون
کے اور نقارہ اور جن آلات مین سے اچھی آواز موزون نکلتی ہے اور مے نوشون کی عادت اونکے بجانے
کی نہین وہ سب اسلیے مباح ہوے کہ نہ شراب سے متعلق ہین اور نہ اوسکی یاد دلاتے ہین اور نہ شائق
مے نوشی کرتے ہین اور نہ موجب مشابہت اوس فرقہ کے ہین اسلیے اصل اباحت پر مثل پرندون کی
آواز کے باقی رہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص تارون کے باجے کو ناموزون بجاوے کہ اوس سے لذت
بھی نہو تب بھی وہ حرام ہی ہین اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اونکی حرمت مین علت صرف لذت نہین
اور نہ طیب ہونا بلکہ قیاس کی رو سے تو سب طیبات حلال ہین بجز اونکے جنکی حلت مین کوئی فساد ہو اللہ تعالی
فرماتا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ تو یہ آوازین اس
جہت سے حرام نہین کہ وہ موزون ہین بلکہ اونکی حرمت ایک امر عارض کی جہت سے ہے اور امور عارضہ جنکی
باعث راگ حرام ہوتا ہے ہم اصلی بیان مین ذکر کرینگے تیسری بات راگ مین یہ ہے کہ سمجھ مین آتا ہے
جیسے شعر ہوتا ہے اور شعر انسان ہی کے گلے سے نکلتا ہے تو قطعاً مباح ہوا اسلیے کہ اب فقط اتنی
زیادتی ہوئی کہ کلام مفہوم ہو گیا اور کلام مفہوم حرام نہین اور آواز طیب اور موزون بھی حرام نہین

توجب افراد حرام نہوئے تو مجموعہ کیسے حرام ہوگا ہان اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ شعر مین سے کیا مضمون سمجھ مین آتا ہے اگر اوسکا مفہوم امر ممنوع ہے تو اوسکی نثر اور نظم دونون حرام ہین اور اوسکو منہ سے نکالنا بھی حرام ہے خواہ نغمہ کے ساتھ ہو یا نہو اور اس باب مین حق وہ ہی جو امام شافعی رح نے فرمایا ہی کہ شعر ایک کلام ہے اگر اچھا ہے تو اچھا ہے اور بُرا ہے تو بُرا ہے جب شعر کا پڑھنا بدون آواز اور نغمہ کے درست ہی تو نغمہ کے ساتھ بھی درست ہی اسلیے کہ جب افراد مباح ہوتے ہین تو مجموعہ بھی مباح ہوگا اور ایک مباح کو جب دوسرے سے ملاتے ہین تو کل حرام نہین ہوتا بشرطیکہ مجموعہ مضمن کسی امر ممنوع کا نہو جو افراد مین نہ پایا جاتا ہو اور راگ مین کوئی ممنوع بات پائی نہین جاتی اور شعر پڑھنے کا انکار کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھا گیا اور آپ نے فرمایا اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَۃً ۔ اور حضرت عائشہ رض نے اس مضمون کا شعر پڑھا ہے

گئے وہ لوگ ہمکو عیش تھا جنکی حمایت مین		ہین ہم پچھاون مین رہی اسطرح جیسے جلد اجرب کی

اور صحیحین مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ مین تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رض اور بلال رض کو بخار چڑھا اور ان دونون مدینہ منورہ مین وبا تھی مین نے حضرت صدیق اکبر رض کی خدمت مین عرض کیا کہ اے پدر مہربان کیا حال ہے اور بلال سے پوچھا کہ تم کیسے ہو تو حضرت صدیق کو جب بخار چڑھتا تو اس مضمون کا شعر پڑھتے

ہر ایک شخص کو ہوتی ہے صبح گھر مین وسے		شراک نعل سے بھی موت ہے قریب اوس سے

اور بلال رض کا جب بخار اوترتا تو بلند آواز سے یون کہتے **قطعہ**

کاش مین جانتا کب اوترونگا اوس وادی مین		اذخر ایک سمت کو ہو مجھسے اور اک سو ہو جلیل
یا مجنہ کے ہو چشمون پہ کبھی میرا گذر		یا کسی روز پڑے شامہ نظر اور طفیل

حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ مین نے اس حال کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی آپ نے دعا مانگی کہ الٰہی ہمکو مدینہ ایسا محبوب کر دے جیسا ہم مکہ سے محبت رکھتے ہین یا اوس سے بھی زیادہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مدینہ طیبہ کے بنانے مین لوگون کے ساتھ اینٹین اوٹھاتے تھے اور یہ مضمون ارشاد فرماتے تھے

یہ بہ شتہ مین نہ شتہ خیبر کے		یہ تو اچھے ہین کمین اور اطہر

اور ایکبار آپ نے یہ بھی فرمایا ہے

عیش ہے گر یا الٰہی تو ہے عیش آخرت		اہل ہجرت اور مرے انصار کو کر مرحمت

اور یہ مضمون صحیحین میں ہے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رض کے لیے مسجد میں ممبر رکھا کرتے تھے کہ وہ اوس پر کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر بیان کرتے اور کفار سے اشعار میں مباحثہ اور خصومت کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی حسان کو روح القدس سے تائید کرتا ہے جبتک وہ خصومت اور مفاخرت اوسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرتا ہے اور جب نابغہ نے اپنا شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالی تیری داڑھ نہ توڑیو اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ اصحاب رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر پڑھا کرتے تھے اور آپ تبسم فرمایا کرتے تھے ۔ اور عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ اونھون نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سو قافیہ امیتہ بن ابی الصلت کے اشعار سے پڑھے ہر بار آپ یہی فرماتے تھے کہ اور پڑھو پھر آپنے فرمایا کہ یہ شاعر تو اپنے اشعار مین گویا مسلمان ہے ۔ اور حضرت انس رض سے مروی ہے کہ سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حدی پڑھی جاتی تھی انجشہ آپ کا غلام تو عورتون کے لیے حدی پڑھتا تھا اور براء بن مالک مردون کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ کو ارشاد فرمایا کہ اونٹ ہانکنے مین نرمی کر کہ اونکے سوار شیشہ کے برتن ہین ۔ اور حدی خوانی اونٹون کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رض کے زمانہ مین ہمیشہ سے ہے اور وہ اشعار ہی ہوتے ہین کہ خوش آوازی اور موزون نغمون سے پڑھے جاتے ہین اور صحابہ رض مین کسی سے اوسکا انکار منقول نہین ہوا بلکہ بعض اوقات اوسکی التجا کیا کرتے تھے یا تو اونٹون کی حرکت کیواسطے یا خود لذت حاصل کرنیکے لیے پس راگ اس جہت سے بھی حرام نہین ہو سکتا کہ وہ کلام لذیذ مفہوم ہے اور آواز خوش اور نغمہ موزون سے ادا کیا جاتا ہے ۔ چوتھی بات راگ مین یہ ہے کہ دل کو حرکت دیتا ہے اور جو چیز اوس پر غالب ہوتی ہے اوسکو ابھارتا ہے تو اسمین ہم یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی کا ایک بھید ہے کہ موزون نغمون کو روحون کے ساتھ مناسبت رکھی ہے یہان تک کہ وہ ارواح مین عجیب تاثیر کرتے ہین مثلاً بعض نغمات سے سرور ہوتا ہے اور بعض سے غم کسی سے نیند آتی ہے کسی سے ہنسی کسی مین یہ اثر ہے کہ اوس سے موزونیت کی حرکتین ہاتھ اور پانون اور سر وغیرہ اعضا مین پیدا کر دیتا ہے اور یہ گمان کرنا نچاہیے کہ یہ بات شعر کے معانی سمجھنے سے ہوتی ہے بلکہ تارون کے نغمات سے بھی یہی حال ہوتا ہے یہان تک کہتے ہین کہ جس شخص کو بہار اور اوسکے شگوفے اور ستار اور اوسکے نغمے حرکت نہ دین تو وہ مزاج کا خراب ہے اوسکی کوئی تدبیر نہین اور معنے کے سمجھنے سے کیسے ہو سکتے ہین کہ یہ امر تو ذرا سے بچون مین بھی پایا جاتا ہے کہ جہان آواز خوش سے لوری دی وہ رونا چھوڑ کر پکا اوسی آواز کو سنتا ہے اور اونٹ باوجود غبی ہونے کے حدی سے ایسا اثر پاتا ہے کہ بھاری بھاری بوجھ

اوسکے سبب سے ہلکے جانتا ہے اور شدت نشاط مین بڑی مسافت کو تھوڑی سمجھتا ہے اور حدی کا نشہ
اوسکو ایسا چڑھتا ہے کہ بڑے بیابانون مین جب بوجھہ اور محمل سے تھکتا ہے تو جہان آواز حدی کی سنا
گردن بڑھاتا ہے اور کان آواز حدی کی طرف لگا کر جلد چلتا ہے حتی کہ بوجھہ اور محمل سب ہل جلکر ڈھیلے
ہو جاتے ہین اور بعض اوقات بوجھہ کی زیادتی اور سخت چلنے سے ہلاک بھی ہو جاتا ہے مگر اوسوقت حدی
کے سرور مین اوسکو کچھہ معلوم نہین ہوتا چنانچہ ابو بکر محمد بن داؤد دینوری جو رقی کے نام سے مشہور ہین
نقل کرتے ہین کہ مین جنگل مین تھا کہ ایک قبیلہ عرب کا مجکو ملا اوسمین سے ایک شخص نے میری دعوت کی
اور اپنے خیمہ مین لیگیا مین نے خیمہ مین گھسکر دیکھا کہ ایک غلام سیاہ مقید ہے اور چند اونٹ خیمہ کے دروازہ
مرے پڑے ہین اور ایک جو باقی ہے وہ بھی اتنا دبلا اور مریض ہے کہ مرنیکے قریب ہے اوس غلام نے مجھسے کہا
کہ تم مہمان ہو اور تمہارا حق ہے تم میری سفارش میرے آقا سے کردو کہ وہ مہمانون کی خاطر کرتا ہے تمہاری
سفارش اتنی بات کی بے رد نکریگا اور غالبا مجکو قید سے چھوڑ دیگا جب وہ شخص کھانا لایا مین نے کہا میرا
انکار کیا اور کہا کہ جبتک تم اس غلام کے باب مین میری سفارش منظور نکر دگے مین کھانا نکھاونگا اوس شخص
نے کہا کہ اس غلام نے تو مجکو محتاج کر دیا میرا سارا مال مار ڈالا مین نے پوچھا کہ اسنے کیا کیا اوسنے کہا
کہ میری گذران اونٹون کے کرایہ پر تھی اوسنے انپر بوجھہ بہت لادا اسکی آواز اچھی ہے جب اسنے حدی
پڑھی تو تین دن کی راہ ایک دن مین طے کر گئے جب اونکے بوجھہ اوتارے گئے تو سب مر گئے صرف
ایک یہ رہگیا ہے کہ وہ بھی قریب المرگ ہے مگر تم میرے مہمان ہو تمہاری خاطر سے مین نے یہ غلام تمکو بخشا
مین نے چاہا کہ اوسکی آواز سنون صبح کو اوس شخص نے غلام سے کہا کہ حدی پڑھ اور وہ اوسوقت ایک
کنوئین سے پانی کا اونٹ لیے آتا تھا جب اوسنے اپنی آواز بلند کی تو وہ اونٹ ادہر اودہر دوڑنے لگا
اور سب رسیان توڑ ڈالین اور مین بھی منہ کے بل گر پڑا مجکو گمان نہین ہوتا کہ مین نے اوس سے
عمدہ آواز کبھی سنی ہو اس سے معلوم ہوا کہ راگ کی تاثیر دلون مین محسوس ہوتی ہے اور جس شخص کو
راگ سے حرکت نہو تو وہ ناقص اور اعتدال سے ہٹا ہوا اور روحانیت سے دور اور اونٹون اور پرندون بلکہ
تمام بہائم سے طبیعت مین کثیف تر ہے اسلیے کہ موزون نغمون سے سبکو اثر ہوتا ہے شیخ سعدی رحمہ فرماتے ہین

اشتر بشعر عرب در حالتست و طرب		گر ذوق نیست ترا از طبع جانوری ☆

اور اسیوجہ سے پرند حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز سننے کو ہوا مین ٹھہر جاتے تھے اور جس صورت مین ہم
کہ راگ کو دل مین تاثیر کرنیکے لحاظ سے خیال کرین تو اوسپر مطلق اباحت یا مطلق حرمت کا حکم کرنا درست
نہین بلکہ یہ امر احوال اور اشخاص کے اعتبار سے اور طریق نغمات کے اختلاف کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے

ورا وسکا حکم وہی ہے جو دل کے اندر کی چیز کا حکم ہے ابو سلیمان رحم نے فرمایا ہے کہ راگ دل مین وہ بات نہین پیدا کرتا جو اوسمین موجود نہو بلکہ جو بات دل کے اندر ہوتی ہے اوسکو حرکت دیدیتا ہے۔ غرضکہ کلمات مقفی اور موزون کا گانا چند موقعون پر خاص غرضون کے لیے دستور ہے جنسے دل مین اثر ہوا کرتا ہے اور وہ سات جگہہ ہین۔ اول حاجیون کا گانا کہ وہ اول شہرون مین نقارہ اور شاہین بجاتے ہین اور راگ گاتے پھرا کرتے ہین اور یہ امر مباح ہے اسلیے کہ ان اشعار مین تعریف کعبہ اور مقام ابراہیم اور زمزم اور حطیم اور دوسرے مقامات متبرکہ کی اور جنگل وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے اور اسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر شوق پہلے سے ہوتا ہے تو حج بیت اللہ کا اشتیاق دوبالا ہو جاتا ہے ورنہ شوق اوسوقت ابھر کھڑا ہوتا ہے اور چونکہ حج کار ثواب ہے اور اوسکا شوق اچھا ہے تو شوق کا پیدا کرنا خواہ کسی چیز سے ہو اچھا ہی ہو گا اور جیسے واعظ کو جائز ہے کہ وعظ مین کلام منظوم اور مقفی پڑھکر اور خانہ کعبہ اور افعال حج اور اوسکا ثواب بیان کر کے لوگون کو حج کا اشتیاق بڑہاوے تو دوسرے شخص کو بھی جائز ہو گا کہ نظم دلکش سے شوق عرب کا ابھارے اسلیے کہ وزن و قافیہ جب کلام مین ہوتا ہے تو کلام کی تاثیر دل مین زیادہ ہوتی ہے اور جب اوسپر آواز خوش اور نغمہ دلکش بھی زیادہ ہو تو اور زیادہ اثر ہوتا ہے اور اگر نقارہ اور شاہین اور گت ہو تو تاثیر تیز ہوتی ہے اور یہ سب امور جائز ہین بشرطیکہ ان مین مزمار اور تار کے باجے جو شراب خوارون کے شغل ہین داخل نہون ہان اگر اس راگ سے اوس شخص کا شوق دلانا مقصود ہو جسکو حج کو جانا جائز نہین مثلاً ایک شخص فرض حج ادا کر چکا ہے اور اب اوسکے ماں باپ اوسکو جانے کی اجازت نہین دیتے تو اوسکے حق مین حج کو جانا حرام ہے اور راگ سے اوسکو شوق حج کا دلانا بھی حرام ہے اسلیے کہ حرام بات کا شوق دلانا بھی حرام ہے خواہ راگ سے ہو یا اور کسی چیز سے اسی طرح اگر رستہ مامون نہو اور اکثر تلف ہی ہوتے ہون تب بھی تحریک اور تشویق جائز نہین۔ دوم وہ اشعار جسکے غازی عادی ہین لوگون کو جہاد پر ابھارنے کے لیے وہ بھی مباح ہین جیسے حاجیون کو مباح ہین مگر چاہیے کہ غازیون کے اشعار اور انکے گانیکے طریق اور ہون اور حاجیون کے جدا کیونکہ جہاد کا شوق بیان شجاعت اور کافرون پر غیظ و غضب کی تحریک اور نفس و مال کو جہاد کے سامنے حقیر جاننے سے اور بہادری کے اشعار سے ہوتا ہے جیسے متنبی نے اس مضمون کا ایک شعر کہا ہے ؎

مرے نہ تو جو تہ تیغ ہو کے عزت سے	تو پھر مریگا کبھی خواری اور ذلت سے

اور دوسرا شعر اسی مضمون کا اوسنے کہا ہے

نامرد بزدلی کو سمجھتے ہین احتیاط	پر اصل مین یہ وہم کمال ہے طبع لئیم کا

اور کسی دوسرے کا شعر ہے ؎

اے برادر تو حدیث نبوی کو سن لے	باغ فردوس ہے تلوارون کے سایہ کے تلے

غرضکہ اشعار شجاعت کی طریق جدا گانہ ہین اور تشویق کے جدا گانہ اور شجاع بنانا امر مباح ہے جسوقت جہاد مباح ہو اور مستحب ہے اوسوقت کہ جہاد مستحب ہو مگر اونھین لوگون کے حق مین جنکو جہاد مین جانا جائز ہو۔ سوم وہ اشعار جنکو بہادر مقابلہ کے وقت پڑھتے ہین اونسے مقصود یہ ہوتا ہے کہ نفس شجاعت کرے اور مددگار دلیری پر اقدام کرین اور لڑنے مین اونکو سرگرم جوش کرے ان اشعار مین شجاعت اور فتح کی تعریف ہوتی ہے اور اگر الفاظ عمدہ اور آواز اچھی ہوتی ہے تو دلپر اثر بہت ہوتا ہے اور انکا پڑھنا بھی مباح لڑائی مین مباح اور مستحب مین مستحب ہوتا ہے اور مسلمانون سے جنگ کرنے مین ممنوع ہے اسیطرح ذمیون کے لڑنے اور دوسری لڑائیون مین کہ ممنوع ہون انکا پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ ممنوع بات کا شوق دلانا بھی ممنوع ہے اور ان اشعار کا پڑھنا بہادران صحابہ رضہ سے منقول ہے جیسے حضرت امام الاشجعین علی بن ابی طالب اور حضرت سیف اللہ المسلول خالد بن ولید رضی اللہ عنہما وغیرہما ایسا کرتے تھے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ غازیون کے لشکر مین شاہین کا بجانا بجا ہے اسلیے کہ اوسکی آواز نرم کنندہ اور رنج پیدا کرنیوالی ہے عقدہ شجاعت اوس سے ڈھیلی ہوجاتی ہے اور نفس کی چستی مبدل بہ سستی ہوتی ہے اور اہل وعیال و وطن کا شوق پیدا ہوتا ہے اور جنگ مین کمزوری پڑتی ہے اسی طرح جتنی آوازین اور نغمات کہ دل کو نرم کرین اور حزن میں مبتلا کرین وہ بہادری دلانیوالے نغمات کی مخالف ہین تو جو کوئی اونکو اس قصد سے پڑھے کہ دل متغیر ہوجائین اور جنگ مین فتور پڑجاوے تو وہ گنہگار نافرمان ہوگا ہان اگر قتال ممنوع ہو اور اوس سے دل ہٹانے کی نیت سے کریگا تو مطیع ہوگا۔ چہارم نوحہ کی آوازین اور نغمات ہین اور انکی تاثیر یہ ہے کہ حزن کو ابھارتی ہین اور رونا اور ہمیشہ کو اوداس کرنا اونکا اثر ہے اور حزن دو طرح کا ہے ایک اچھا اور ایک برا حزن مذموم تو وہ ہے جو فوت ہوئی چیزون پر ہو کہ خدا تعالی اوسپر غم نکرنیکے لیے ارشاد فرماتا ہے چنانچہ فرمایا لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ اور مردون پر غم کرنا بھی اسی مین داخل ہے کیونکہ گویا حکم الہی پر ناراض ہونا اور ایسی چیز پر افسوس کرنا ہے جسکے لیے کچھ تدارک نہین تو اسطرح کا حزن چونکہ مذموم ہے اسلیے نوحہ سے اوسکو ابھارنا بھی برا ہے اور یہین وجہ نوحہ کرنے سے صریح نہی آگئی اور حزن محمود وہ ہے کہ آدمی امر دین مین اپنے قاصر ہونے اور اپنی خطاؤن کو یاد کرنے پر حزن کرے اور ایسی کو رونا اور رونی صورت بنانی اور غم کرنا اور غم کی صورت کرنی اچھی ہے اور اسی پر حضرت آدم علیہ السلام روئے تھے تو اس غم کی تحریک اور تقویت اچھی ہے کیونکہ اس سے تدارک کی آمادگی ہوتی ہے اور

اسی جہت سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ کرنا اچھا تھا کیونکہ دوام حزن اور کثرت گریہ خطاؤن اور گناہ کے باعث سے تھی چنانچہ آپ خود غم کرتے اور دوسرون کو غمگین کرتے اور آپ روتی اور دوسرونکو رولاتے حتی کہ آپ کو نوحہ کی مجلسون مین سے جنازے اوٹھتے تھے اور یہ نوحہ الفاظ او رنغمہ سے کرتے تھے اور ایسا نوحہ اچھا ہے کیونکہ جو اچھی بات کی طرف پہونچا دے وہ اچھا ہے اور اس بنا پر اگر کوئی واعظ خوش آواز مسبحر لحن سے کچھ اشعار غم مین ڈالنے والے اور دل نرم کرنیوالے پڑھے یا روے اور رونی صورت ایسلیے بناوے کہ دوسرے لوگ اپنی خطاؤن پر غم کرین تو اوسکو یہ افعال حرام نہونگے پنجم خوشی کے اوقات مین سرور کی تاکید کے لیے گانا کہ یہ مباح بھی ہے بشرطیکہ وہ سرور مباح ہو جیسے ایام عیدین اور شادی کی تقریبون مین اور غائب شخص کے آنے مین اور ولیمہ اور عقیقہ اور لڑکا پیدا ہونے اور ختنہ اور حفظ قرآن مجید مین سرور کی جہت سے گانا مباح ہے اور وجہ اس راگ کے جائز ہونے کی یہ ہے کہ الحان سے بعض ایسے ہین کہ اونسے خوشی اور سرور اور امنگ ابھرتی ہے تو جن موقعون پر سرور جائز ہے اونمین سرور کا ابھارنا بھی درست ہے اور دلیل نقلی اسکے جواز کی یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشک روضۂ رضوان فرمایا تو عورتین چھتون پر دف بجا کر گیت کیطرح یہ گاتی تھین

بدر طالع گشت برما از ثنیات الوداع ؁		شکر واجب ہست بر ما تا دعا داعی کند

تو چونکہ یہ حضرت کی تشریف آوری کا سرور تھا اور وہ سرور عمدہ تھا تو اوسکا ظاہر کرنا شعر و نغمات اور ناچنے اور حرکات سے بھی اچھا تھا اور بعض اصحاب رضہ سے مروی ہے کہ اونکو جب سرور ہوا ہے تو ایک ٹانگ خوشی کے مارے اوچھلتے تھے چنانچہ اونکا حال احکام رقص مین آویگا اور یہ بات ہر آنیوالے کی آنے مین جائز ہے جسکے آنے مین خوشی درست ہو اور اسباب سرور مین سے جونسا سبب مباح ہو اوسمین بھی درست ہے اور اوسپر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو صحیحین مین حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے اونھون نے فرمایا کہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ مجکو اپنی چادر سے چھپا دیتے اور مین حبشیون کو دیکھا کرتی کہ مسجد مین کھیلا کرتے تھے یہانتک کہ مین خود ہی تھک جاتی۔ تو اب حضرت عائشہ رضہ کی نوعمری کے لحاظ سے کہ اس عمر مین عورتین حریص کھیل کی ہوتی ہین خیال کرلو کہ کتنی دیر کھڑی ہوتی ہونگی کہ تھک جاتی تھین۔ اور بخاری اور مسلم نے یہ حدیث عقیل کی زہری سے اونھون نے عروہ سے اونھون نے حضرت عائشہ رضہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ حضرت عائشہ رضہ کے پاس تشریف لیگئے اور اونکے پاس دو لڑکیان ایام منی مین دف بجاتین اور ناچتی تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بدن مبارک چادر سے چھپائی ہوئے تھے اون لڑکیونکو حضرت صدیق اکبر نے جھڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنا چہرۂ مبارک کھولکر فرمایا کہ اے ابوبکر انکو جانے دو اور کچھ عیب نکہو کہ یہ عید کے دن ہین - اور حضرت
عائشہ رض فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مجکو اپنی چادر مین چھپائے تھے اور مین
حبشیون کا تماشا دیکھ رہی تھی اور وہ مسجد مین کھیل رہے تھے پس حضرت عمر رض نے انکو جھڑکا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے انکو فرمایا کہ اے بنی ارفدہ تم بے خوف رہو اور عمرو بن حارث نے ابن شہاب سے حدیث
روایت کی ہے اوسمین بھی اسیطرح ہے اور اوسمین یہ ہے کہ وہ دونون لڑکیان گاتی اور بجاتی تھیں اور
حدیث ابو طاہر مین ابن وہب سے قول حضرت عائشہ رض کا یون ہے کہ بخدا مین نے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہوتے اور حبشی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین
اپنے ہتھیارون کا تماشا کرتے اور آپ اپنی چادر سے مجکو چھپا دیتے کہ مین انکا تماشا دیکھون پھر میری
خاطر کھڑے رہتے یہانتک کہ مین خود ہی ہٹ جاتی - اور حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ فرمایا کہ مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گڑیون سے کھیلا کرتی اور میری ساتھنین میرے پاس آیا کرتین
اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا کرکے کوٹھری مین گھس جاتین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
انکو میرے پاس بھیج دیتے تاکہ میرے ساتھ کھیلین - اور ایک روایت مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایکروز حضرت عائشہ رض سے پوچھا کہ یہ کیا ہین انھون نے عرض کیا کہ میری گڑیان ہین آپ نے
فرمایا کہ انکے بیچ مین جو نظر آتا ہے وہ کیا ہے انھون نے عرض کیا کہ گھوڑا ہے آپنے فرمایا کہ اس گھوڑے
کے اوپر دو پر کیا ہین آپ نے عرض کیا کہ اڑنے کے پر ہین آپ نے فرمایا کہ گھوڑے کے دو بازو ہین حضرت
عائشہ رض نے عرض کیا کہ آپ نے سنا نہین کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑون کے پر تھے حضرت
عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو سنکر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیان ظاہر ہوگئین - اور
ہمارے نزدیک حدیث لڑکیون کی عادت پر محمول ہے کہ تصویر مٹی یا کپڑے کی بدون پوری صورت کے
بنالیتی ہین چنانچہ بعض روایت مین آیا ہے کہ اوس گھوڑے کے دو پر کپڑے کے تھے اور حضرت عائشہ رض
سے مروی ہے کہ میرے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اوسوقت کہ میرے پاس دو لڑکیان
روز بعاث کا ذکر گا رہی تھیں آپ بستر پر لیٹ رہے اور اپنا منہ پھیر لیا اتنے مین حضرت ابوبکر رض آئے
اور انھون نے مجکو جھڑکا کہ شیطان کا مزمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روا رکھتی ہو پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رض کیطرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ انکو کچھ مت کہو جب حضرت صدیق
اون لڑکیون سے غافل ہوئے تو مین نے انکو اشارہ کیا وہ باہر چلی گئین اور عید کا دن تھا کہ اوس روز
حبشی چھری گدکے سے کھیل رہے تھے تو مجکو تماشا ہو کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اول

درخواست کی یا خود آپنے ارشاد فرمایا کہ تم دیکھنا چاہتی ہو مین نے عرض کیا کہ ہان آپنے مجکو اپنے پس پشت
کھڑا کیا اور میرا رخسار آپکے عذار مبارک پر تھا اور آپ اونسے فرماتے تھے کہ تماشا کیے جاؤ یہانتک کہ جب
مین تھک گئی تو آپنے پوچھا کہ بس مین نے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ تو اب جاؤ۔ اور صحیح مسلم مین
یون ہے کہ مین نے اپنا سر آپکے شانہ مبارک پر رکھکر اونکا کھیل دیکھنا شروع کیا یہانتک کہ مین خود ہی
ہٹ گئی تو یہ سب روایتین صحیحین مین ہین اور انسے صاف ظاہر ہے کہ راگ اور کھیل حرام نہین اور
ان احادیث مین چند اقسام کی اجازت بھی پائی جاتی ہے اول کھیلنے کی رخصت اور ظاہر ہے کہ حبشیون
کی عادت ہو کہ ناچتے اور کھیلتے ہین دوسرے اس تماشا کا مسجد مین ہونا تیسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا اونکو یہ فرمانا کہ تماشا کیے جاؤ کہ اسمین اجازت کھیل کی اور اوسکی درخواست ہے تو اوسکو حرام کیسے
کہہ سکتے ہین چوتھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو انکار اور تغییر سے منع فرمانا اور اوسکی وجہ بیان کرنی
کہ عید کا روز ہے اور وہ سرور کا وقت ہے اور گانا بجانا اسباب سرور مین سے ہے پانچوین بہت دیر تک آپکا
کھڑے رہنا اوسکے دیکھنے اور سننے کو حضرت عائشہؓ کی خاطرداری کے لیے اور اسمین یہ بھی پایا جاتا ہے
کہ عورتون اور لڑکون کے دل خوش کرنیکے لیے خوش خلقی کرنی اور کھیل کو دیکھنا بہتر ہے اس سے کہ
زہد کی راہ سے بدخلقی اور کج ادائی اونکے ساتھ کیجائے اور نہ آپ دیکھے نہ اونکو دیکھنے دے چھٹے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ابتداءً حضرت عائشہؓ کو یہ فرمانا کہ تم دیکھنا چاہتی ہو اور یہ فرمانا کچھ اہل خانہ کی موافقت کی مجبوری
سے تھا کہ خوف اونکے غصہ اور وحشت کا تھا اسلیے کہ اگر بالفرض اول اونکی درخواست ہوتی اور آپ
نامنظور فرماتے تو موجب تھا کہ سبب وحشت ہوتا لیکن ابتداءً سوال کرنیمین تو کوئی خدشہ نتھا پھر اسکی
کیا حاجت ہوئی ساتوین گانا اور دف بجانا دونون لڑکیون کا جائز ہوا باوجودیکہ مزمار شیطان سے
اوسکو تشبیہ دیگئی اور اس سے یہ بھی نکلا کہ حرام مزمار اور چیز ہے آٹھوین یہ کہ دونون لڑکیون کی آواز
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مین پڑتی تھی اور آپ لیٹے رہے اگر بالفرض کسی جگہ مین تارون کے
بجنے ہوتے تو آپ وہان کا بیٹھنا پھر کانون مین اوسکی آواز کا آنا ہرگز روا نرکھتے اس سے معلوم ہوا
کہ عورتون کی آواز کی حرمت مزامیر کی آواز کی حرمت کی طرح نہین بلکہ عورتون کی آواز اوسی جگہ حرام
ہوتی ہے جہان فتنہ کا خوف ہو۔ غرضکہ یہ قیاسات اور نصین دلالت کرتی ہین کہ راگ اور ناچ اور
دف بجانا اور سپر اور ہتھیارون سے کھیلنا اور حبشیون اور زنگیون کے ناچ کو دیکھنا سب اوقات سرور
مین مباح ہے بقیاس روز عید کہ وہ بھی سرور کا وقت ہے اور اوسیکے مثل شادی اور ولیمہ اور عقیقہ
اور ختنہ اور مسافر کے گھر آنے کا دن ہے اور تمام اسباب فرح جیسے جنسے شرعاً خوشی کرنی درست ہے اونکا

یہی حال ہے اور اثنا نجا کہ یارون کے ایک جگہہ جمع ہونے اور ملاقات کرنے اور باہمدیگر کھانا کھانے
اور گفتگو کرنے میں بھی خوشی کرنی جائز ہے تو یہ موقع بھی راگ سننے کا ہے ششم عاشقوں کا راگ شوق کی
تحریک اور عشق کے دوبالا ہونے اور نفس کی تسکین کیلیے تو اگر معشوق کے سامنے ہو تب تو غرض لذت
کے زیادہ ہونے سے ہوتی ہے اور اگر اوسکی جدائی مین ہو تو مقصود شوق کا اوبھارنا ہوتا ہے اور شوق
ہرچند رنج ہے مگر اسوجہ سے کہ اوسمین وصال کی توقع ملی ہے گونہ لذت بھی دیتا ہے کیونکہ توقع لذیذ ہوتی
اور یاس درد و مند ہوتی ہے اور لذت توقع اوسیقدر قوی ہوتی ہے جسقدر شوق قوی ہوتا ہے
غرضکہ اس راگ مین عشق کا دوبالا کرنا اور شوق کو حرکت دینا اور توقع وصال کی لذت کا حاصل کرنا
ہوتا ہے اور حسن محبوب کا بیان طول دیا جاتا ہے اور اسطرح کا راگ بھی حلال ہے بشرطیکہ معشوق ان
لوگون مین سے ہو جسکا وصال مباح ہو مثلاً کوئی شخص اپنی منکوحہ یا حرم پر عاشق ہو جائے تو اوسکے
راگ پر کان لگاتا ہے تاکہ آنکھ کو اوسکی دیدار سے اور کان کو اوسکی آواز سے لذت ہو اور معانی لطیف
وصال اور فراق کے دل سمجھتا جائے تو یہ لذت کے اسباب پیاپے ہو جائینگے اور یہ اقسام لذت دنیا کی مباح
اور متاع سے تمتع لینے کی ہین اور متاع دنیا سب لہو و لعب ہے اور یہ امور بھی اوسی مین سے ہین اور ایسا ہی
اگر اوس کے پاس سے لونڈی چھین جائے یا کسی اور سبب سے جدائی واقع ہو تو اوسکو جائز ہے کہ اپنے
شوق کی تحریک راگ سے کرے اور سماع سے لذت رجاء وصال اوبھارے لیکن اگر اوسکو بیچڈالے
یا زوجہ کو طلاق دیدے تو اس صورت مین تحریک شوق راگ سے اوسپر حرام ہے اسلیے کہ جس جگہہ
وصال اور دیدار جائز نہین وہان تحریک شوق بھی ناجائز ہے اور جو شخص اپنے دل مین صورت
کسی عورت یا لڑکے کی خیال کرے جسکی طرف دیکھنا اوسکو حلال نہین اور جو کچھہ راگ سنے اوسکو
اوسی صورت پر ڈھالتا جاے تو یہ حرام ہے کیونکہ اس سے فکر افعال ممنوعہ کا پیدا ہوتا ہے اور اکثر
عشاق اور جوانان بے وقوف غلبہ شہوت مین اس خیال سے خالی نہین ہوتے کچھ نہ کچھ دل مین
رکھتے ہین اور یہ امر اونکے حق مین ممنوع ہے اسوجہ سے کہ اسمین ایک اور روگ مخفی ہے نہ اسوجہ سے
کہ خود راگ مین کوئی بات ہو اور یہین وجہ جب کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ عشق کیا چیز ہے تو کہا کہ ایک
دھوان ہے جو آدمی کے دماغ مین چڑھ جاتا ہے جماع سے جاتا رہتا ہے اور سماع سے بڑھتا ہے۔
ہفتم اون لوگون کا سماع جو اللہ تعالی کے عاشق اور اوسکے دیدار کے مشتاق ہون کہ جس چیز پر
نظر کریں اوسمین اوس نور پاک کو دیکھین اور جو آواز سنین اوسکو اوسی سے یا اوسکے باب مین جانین
تو ایسے لوگون کے حق مین راگ اونکے شوق کو اوبھارتا ہے اور عشق و محبت کو پختہ کرتا ہے اور

دل پر کام حقایق کا کرتا ہے اور اوسمین سے اون مکاشفات اور لطائف کو ظاہر کرتا ہے کہ خارج احیطہ
وسعت ہین جو اونکو چکھتا ہے وہی اونکو پہچانتا ہے اور جسکی حس اونکے چکھنے سے کند ہوتی ہے وہ
اونکو کیا جانے اور ان حالات کا نام ارباب تصوف کی بہان وجد ہے جو وجود سے ماخوذ ہے یعنے اپنے
نفس مین وہ احوال موجود پائے جو راگ سے پیشتر نہین معلوم ہوتے تھے پھر ان حالات کی سبب سے بعد کو
انکے لواحق اور توابع ایسے پیدا ہوتے ہین کہ دل کو اپنی آگ سے پھونک دیتے ہین اور اوسکو کدورات
سے ایسا صاف کر دیتے ہین جیسے آگ مین تپ کر میل سونے چاندی وغیرہ کا دور ہو جاتا ہے اور اس
صفائی کے بعد مشاہدات اور مکاشفات ہوتے ہین جو علت غائی عاشقان خدا اور ثمرہ جمیع عبادات ہے
تو ان چیزون کا ذریعہ بھی منجملہ عبادات ہوگا نہ معصیت یا مباح - اور دل کو راگ سے ان حالات کے
حاصل ہونیکا سبب یہی ہے کہ نغمات موزون اور ارواح مین مناسبت ہونی خدا تعالی کا راز ہے ارواح کو
اللہ تعالی نے نغمات کا مسخر بنایا ہے اور اونکے اثر سے شوق اور خوشی اور غم اور انبساط اور انقباض ارواح
مین پیدا ہوتے ہین اور آوازون سے ارواح کے متاثر ہونیکا سبب علوم مکاشفات کی دقائق مین سے ہے
غبی آدمی سنگدل طبیعت کا منجمد راگ کی لذت سے محروم ہے اور سننے والے کو جو لذت معلوم ہوتی ہے
اور وجد کی حالت مین اوسکا حال دگرگون ہوتا ہے اور رنگ بدلجاتا ہے اوسکو دیکھکر تعجب کرتا ہے لیکن اسکا
تعجب ایسا ہی جیسا چوپایہ لوزینہ کی لذت سے تعجب کرے یا نامرد لذت مباشرت سے اور لڑکا لذت ریاست اور
اسباب جاہ کی وسعت سے اور جاہل آدمی لذت معرفت الہی اور اوسکے جلال وعظمت اور عجائب صنعت کے
ادراک کی لذت سے تعجب کرے اور ان سب کا سبب ایک ہی ہے یعنی لذت ایک قسم کا ادراک ہے جو قوت
مدرکہ کو چاہتا ہے تو جسکی قوت مدرکہ کامل نہوگی اوسکو لذت کیسے معلوم ہوگی مثلاً اگر کسی شخص مین قوت
ذائقہ نہوگی وہ مزہ کیسے معلوم کریگا اور جو بہرا ہوگا اوسکو آوازون کی لذت کیسے معلوم ہوگی اور جسکی عقل
نہوگی وہ عقلی چیزون کا کیسے ادراک کریگا اسی طرح کان مین آواز پہونچنے سے راگ کا حظ دل کے اندر کی
حس باطنی سے معلوم ہوتا ہے تو جسکو وہ حس نہوگی اوسکو راگ کی لذت بھی نہوگی - اب شاید تم یہ کہو
کہ خدا تعالی کے حق مین عشق کیسے ہو سکتا ہے تا کہ راگ اوسکا محرک ہو تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص
اللہ تعالی کو پہچانتا ہے اوس سے بالضرور محبت کرتا ہے اور جسکی معرفت پختہ ہو جاتی ہے اوسکی محبت
بھی پختہ ہو جاتی ہے اور محبت جب زیادہ پختہ ہوتی ہے تو اوسکو عشق کہتے ہین کیونکہ عشق کے معنے
فرط محبت موکدہ کے ہین اور اسی وجہ سے جب عرب کے لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا
کہ غار حرا مین عبادت الہی کے لیے تنہا رہتے ہین تو کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہوگئے ہین

اور نیز جاننا چاہیے کہ جمال جس قوت مدرکہ سے معلوم ہوتا ہے اوسکے نزدیک محبوب ہوتا ہے اور یہ خبر
خالق جل شانہ کا ہے کہ وہ خود جمیل ہے اور جمال کو محبوب رکھتا ہے تو اگر جمال ظاہری ہوگا یعنی آدمی کا
سڈول ہونا اور رنگ صاف ہونا وغیرہ تو یہ آنکھ کے حاسہ سے معلوم ہوتا ہے اور اگر جمال باطنی ہے یعنی
جلال و عظمت اور علو رتبت اور صفات و اخلاق کا اچھا ہونا اور تمام خلق کے ساتھ ارادۂ خیر کرنا اور ہمیشہ
مخلوق پر خیرات کا جاری رکھنا وغیرہ تو یہ دل کے حاسہ سے معلوم ہوتا ہے اور لفظ جمال کبھی صفات باطنی
کی خوبی کے لیے بھی بولتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ فلان شخص جمیل ہے حالانکہ اوسکی صورت مقصود نہین ہوتی
بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ جمیل الاخلاق اور محمود الصفات اور سیرت کا اچھا ہے یہانتک کہ بعض اوقات
ایک کو دوسرے سے انھین صفات باطنی کی جہت سے محبت ہوتی ہے جیسے ظاہری خوبصورتی کی وجہ سے
محبت ہوتی ہے اور یہی محبت کبھی بڑھکر عشق کہلانے لگتی ہے چنانچہ امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم
رحمہم اللہ کی محبت مین بڑھی ہوئی بہت لوگ ہین کہ اپنی جان اور مال اونکی یاری اور طرفداری مین خرچ کرڈالین
اور غلو اور مبالغہ کسی عاشق مین بھی اتنا نہوگا جتنا اونکو حاصل ہے تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایسے
لوگو نپر عاشق ہونا جنکی صورت کبھی نہین دیکھی کہ خوبصورت تھی یا بدصورت اور اب وہ انتقال کر گئے
صرف جمال باطنی اور خصائل حمیدہ اور علم دینی کی خیرات جاری دیکھنے سے تو سمجھ مین آوے اور کمال
اور جس ذات پاک کا یہ حال ہو کہ دنیا مین جتنی خیرات اور جمال اور محبوب ہین وہ سب اوسکی خوبیوں کا
پرتو ہون اور اوسکے آثار کرم کی علامت اور دریای جود کا قطرہ بلکہ تمام حسن و جمال جو عالم مین عقل سے
خواہ حواس ظاہری آنکھ کان وغیرہ سے شروع پیدائش دنیا سے آخر تک اور ثریا سے لیکر اسفل السافلین
تک معلوم ہوتا ہے وہ اوسکے خزائن قدرت کا ایک ذرہ اور اوسکے انوار حضرت کا ایک لمعہ ہو تو جس
ذات پاک کا وصف یہ ہو ہمکو معلوم نہین کہ اوسکی محبت کیسے سمجھ مین نہین آتی اور جو لوگ اوسکے
اوصاف کے عارف ہون اونکے نزدیک یہ محبت کیسے نہین بڑھتی بلکہ یہ محبت تو اتنا زیادہ ہو جاتی ہے
کہ اسکو عشق کہنا بھی خطا ہے یعنی لفظ عشق بھی اوس افراط کے مفہوم سے قاصر پڑتا ہے سبحان اللہ
عجب ذات پاک ہے کہ شدت ظہور ہی اوسکے ظہور کا حجاب ہوا اور اوسکے نور کی چمک ہی آنکھوں کا پردہ اگر نور
کے ستر پردون مین وہ ذات مستتر نہوتی تو اوسکے چہرہ کے انوار اوسکے جمال پاک کو دیکھنے والون کی آنکھ
پھونک دیتی اور اگر اوسکا ظہور سبب اوسکے مخفی ہونیکا نہوتا تو عقلین حیران اور دل پریشان اور
قوتین ابتر اور اعضا منتشر ہو جاتے اور اگر بالفرض دل پتھر اور لوہے کے ہوتے تو اوسکے ادنی انوار تجلی کے
سامنے چکنا چور ہو جاتے کیونکہ نور آفتاب کی ماہیت کی تاب شپر مین کہان ہو سکتی ہے اور عنقریب

اس اشارہ کی تحقیق باب محبت جلد چہارم مین مذکور ہوگی اور معلوم ہوگا کہ محبت غیر اللہ کی تصور اور ربّ الست کر
بلکہ معرفت کا عشق سوائے خدا تعالی کے اور کسیکو نہین پہچانتا کیونکہ حقیقت مین سوائے اللہ تعالی
کے اور اوسکے افعال کی اور کوئی چیز موجود نہین تو جو کوئی افعال کو اس نظر سے پہچانیگا کہ افعال مین
اوسکی معرفت فاعل سے آگے نہ بڑھیگی اور دوسرے کی طرف نجاویگی مثلاً جو شخص امام شافعی رح اور
اونکے علم و تصنیف کو اس لحاظ سے پہچانیگا کہ یہ اونکی تصنیف قطع نظر اس سے کہ وہ کاغذ مجلد اور
سیاہی اور کلام منتظم اور زبان عربی ہے تو اوسکی معرفت امام شافعی رح سے دوسرے کی طرف نجاویگی
اور نہ اونکے غیر کی محبت دل مین آویگی اب دنیا کی موجودات کو جو نظر کیجیے تو کل موجودات اللہ تعالی
کی تصنیف اور اوسکا فعل ہین جو کوئی اونکو اس اعتبار پہچانیگا کہ وہ اللہ تعالی کی کاریگری ہے تو وہ
ان مصنوعات مین صانع ہی کی صفات دیکھیگا جیسے خوبی تصنیف سے مصنف کی فضیلت اور اوسکی
قدر کی بزرگی معلوم ہوتی ہے اور اوسکی معرفت و محبت بھی خدا تعالی ہی پر منحصر رہیگی دوسرے کی طرف
تجاوز نکریگی اور اس عشق کی تعریف یہ ہے کہ شرکت کو قبول نہین کرتا اور اسکے سوا جتنے عشق ہین وہ شرکت
قبول کرتے ہین کیونکہ خدا تعالی کے سوا جو محبوب ہے اوسکا نظیر ممکن ہے خواہ وجود مین یا امکان مین
مگر اس جمال کا ثانی نہ امکان مین ہوسکتا ہے نہ وجود مین اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی محبت کو
عشق کہنا مجازی ہے نہ حقیقی ہان جو شخص کہ کم عقل چوپایہ کی قریب ہوتے ہین وہ لفظ عشق سے
طلب وصال ہی سمجھتے ہین جسکے معنے اجسام ظاہری کے ملنے اور شہوت جماع کے پورا کرنے کے ہین
تو ان جیسے گدہون کے سامنے الفاظ عشق اور شوق اور وصال اور انس کے بولنے نچاہئین بلکہ انکو
استعمال سے اجتناب چاہیے جیسے چوپایہ کے سامنے نرگس و ریحان نہین کرتے اور صرف گھاس اور
بھوسا اور شاخون کے پتے رکھدیتے ہین اسلیے کہ اللہ تعالی کے حق مین اون الفاظ کا بولنا جائز ہے
جنسے سننے والے کو ایسی باتون کا وہم نہو جنسے اللہ تعالی کو منزہ کہنا واجب ہے اور وہم لوگون مین اونکی
سمجھ کے موافق مختلف ہوا کرتے ہین تو ان جیسے الفاظ مین اس دقیقہ کو یاد رکھنا چاہیے ۔ ع

طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد	باہیچ نفہم لاف معنی چہ زنی

بلکہ عجب نہین کہ صفات الٰہی کے سنتے ہی دل پر وہ وجد غالب ہو جسکے سبب سے دل پھٹ جاوے
چنانچہ ابو ہریرہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے ذکر فرمایا کہ بنی اسرائیل
مین ایک لڑکا کسی پہاڑ پر تھا اوسنے اپنی مان سے پوچھا کہ آسمان کسنے پیدا کیا اوسنے کہا اللہ عزوجل
نے اوسنے کہا کہ زمین کو کسنے پیدا کیا اوسنے کہا اللہ تعالی نے پھر پوچھا کہ پہاڑون کو کس نے بنایا

اوسکی ملے کہا کہ اسد جل شانہ نے اوسنے پوچھا کہ بادل کسنے پیدا کیا کہا کہ اللہ تعالی نے اوس لڑکے کہا
کہ اسد تعالی کی یہ شان ہے اور یہ کہکر اپنے آپکو پہاڑ پر سے گرادیا اور پاش پاش ہوگیا۔ اور اسکا سبب
غالبًا یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب اوسنے وہ باتین سنین جو اسد تعالی کے جلال اور قدرت کاملہ کی دلیل ہون
تو اوسکو طرب و وجد ہوا اور وجد کی حالت مین اپنے آپ کو گرادیا اور کتابین آسمانی سب پہلی اور تری ہین
کہ اللہ تعالی کے ذکر سے لوگ طرب کرین بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے انجیل مین لکھا دیکھا ہے
کہ ہمنے تمہارے سامنے گایا مگر تمنے طرب نہ کیا اور ہمنے تمہارے لیے مزمار بجایا مگر تم نہ ناچے یعنے ہمنے
اللہ تعالی کے ذکر کا تمکو شوق دلایا مگر تم مشتاق نہوئے۔ جیسے جو ہمنے راگ کی اقسام اور اسباب اور مقتضا کا
ذکر کرنا چاہا تھا اور یہان تک یقینًا معلوم ہوگیا کہ بعض جگہہ مین راگ مباح ہے اور بعض مین مستحب ہے

ہم اون عوارض کو لکھتے ہین جنسے راگ حرام ہوجاتا ہی اور وہ پانچ ہیں

تیسرا بیان اون عوارض کے ذکر مین جنسے راگ حرام ہوجاتا ہے اور وہ پانچ عارض ہین۔ اول یہ کہ
گانیوالی عورت ہو جسکی طرف دیکھنا حلال نہو اور اوسکے راگ سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور اسی کے حکم مین
لڑکا بے ریش ہے جسکا گانا سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور یہ حرام ہے اسوجہ سے کہ اسمین فتنہ کا خوف ہے
اور یہ حرمت راگ کی وجہ سے نہین بلکہ اگر عورت ایسی ہو کہ باتین کرنے سے اوسکی آواز کی باعث فتنہ کا خوف ہو
تو اوس سے کلام کرنا درست نہین اور نہ تلاوت مین اوسکی آواز کا سننا جائز ہے اور یہی حال لڑکے کا ہی
بشرطیکہ فتنہ کا خوف ہو۔ اب اگر یہ کہو کہ تم اسکو حرام ہر حال مین کہتے ہو تاکہ یہ باب بالکلیہ جاتا رہے یا حرام
اوسی جگہہ کہتے ہو جہان فتنہ کا خوف ہو اور جس شخص کو حقیقت میں فتنہ کا خوف ہو تو اسکا جواب ہی کہ فقہ کی رو سے یہ مسئلہ دو
احتمال رکھتا ہی اور دو اصلوں مین منطبق ہوسکتا ہی ایک اصل تو یہ ہے کہ اجنبی عورت سے خلوت کرنی اور اوسکی صورت
دیکھنی حرام ہے خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہو اسلیے کہ یہ امر فی الجملہ محل فتنہ ہے تو شریعت نے اسباب کو
بند کرنے کے لیے حکم فرمادیا اور صورتون کی طرف التفات نہین کیا اور دوسری اصل یہ ہے کہ لڑکون کی
طرف دیکھنا مباح ہے بجز اوس حال کے کہ فتنہ کا خوف ہو تو اوس سے معلوم ہوا کہ لڑکون کا حال
عورتون کی طرح یہ عام نہین بلکہ اونکے باب مین خوف فتنہ کی پیروی کیجاتی ہے اور عورت کی آواز
ان دونون اصلون پر منطبق ہوسکتی ہے تو اگر اوسکو اوسکے دیکھنے پر قیاس کرین تب تو اوسکی آواز
کا نہ سننا ہی چاہیے اور یہی قیاس قریب ہی مگر دیکھنے اور آواز سننے مین فرق بھی ہے اسلیے کہ شہوت
اول ہی دلہ مین دیکھنے کی مقتضی ہوتی ہے اور آواز سننے کی داعی نہین ہوتی علاوہ ازین دیکھنے سے
شہوت چمٹنے کی زیادہ حرکت کرتی ہے بہ نسبت آواز سننے کے اور آواز عورت کی راگ کے سوا شہوت کی نہیں

کیونکہ عورتین صحابہ رضہ کے وقت مین مردون سے باتین کیا کرتی تھین یعنے سلام اور استفتا اور سوال اور مشورہ وغیرہ کرتی تھین مگر راگ کو شہوت کی تحریک مین زیادہ اثر ہے تو آواز کا قیاس کرنا لڑکون کے دیکھنے پر بہتر ہے اسلیے کہ جیسا عورتون کو آواز مخفی رکھنے کا حکم نہین ویسا ہی امردون کو پردہ کرنیکا حکم نہین اس صورت مین خوف فتنہ پر حرمت منحصر ہونی چاہیے ہمارے نزدیک قرین قیاس یہی ہے اور حدیث دونون لڑکیون کی حضرت عائشہ رضہ کے گھر مین گانے کی اسی کی موئد ہے کہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکی آواز سنتے رہے اور آواز سے احتراز نکیا کیونکہ فتنہ کا خوف آپکو نتھا غرضکہ اسکا حال عورت اور مرد کے احوال کے لحاظ سے مختلف ہوگا جوان کا اور حکم ہوگا اور بوڑھے کا اور۔ اور ان جیسی باتون مین حکم کا مختلف ہونا کچھ بعید نہین شلاً ہم کہتے ہین کہ اگر روزہ دار بوڑھا ہو اور وہ اپنی بی بی کا بوسہ لیوے تو اوسکو جائز ہے اور جوان کو بوسہ لینا درست نہین اسلیے کہ بوسہ مقتضی جماع کا ہوگا روزہ کی حالت مین اور وہ ممنوع ہے اور سماع بھی مقتضی دیکھنے اور قربت کا ہوتا ہے تو جس شخص کے حق مین ہو اوسکو حرام ہوگا پس سماع بھی ہر شخص کے حق مین جدا حکم رکھتا ہے۔

دوم یہ کہ آلات سماع اچھے نہون شلاً ہیجڑون اور مخنثون کے شعار ہون جیسے مزامیر اور ڈور اور تار کے بلجے اور ان تینون کے سوا اور اپنی اصل پر یعنے اباحت پر ہین جیسے دف کو اوسمین جھانجھ ہون اور نقارہ اور شاہین اور لکڑی پر گت لگانا اور دوسری آلات ہین۔ **سوم** یہ کہ نظم مین خرابی ہو یعنے شعر مین اگر فحش اور بیہودگی اور ہجو اور جو باتین کہ اللہ تعالی اور اوسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یا صحابہ رضہ پر جھوٹ ہون جیسے رافضی اصحاب رضہ کی شان مین بنا لیتے ہین تو اسطرح کی باتون کا سننا گیت کیطرح اور بدون گیت کی حرام ہے اور سننے والا کہنے والے کا شریک ہی اسیطرح وہ اشعار جسمین کسی خاص عورت کا وصف ہو کیونکہ عورت کا ذکر مردون کے سامنے جائز نہین جس سے اوسکے بدن یا اعضا کا حال معلوم ہو لیکن کافرون اور بدعتیون کی ہجو کرنی درست ہی چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سی کافرون سے خصومت کیا کرتے اور کفار کی ہجو بیان کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو اسکے لیے اجازت دیدی تھی لیکن اشعار تشبیب کو یعنے ذکر خط و خال اور رخسار و قد وغیرہ عورتون کے اعضا کا جو شروع قصائد مین معمول ہے تو اسمین تامل ہے اور صحیح یہ ہے کہ اوسکا نظم کرنا اور پڑھنا خواہ آواز سے ہو یا بدون آواز کے حرام نہین اور سننے والے کو چاہیے کہ اون اوصاف کو کسی معین عورت پر نہ ڈھالے اور اگر ڈھالے تو ایسی عورت پر ڈھالے جو اوسکو حلال ہو شلاً اپنی منکوحہ یا حرم پر اور اگر اجنبی عورت پر ڈھالیگا تو اس ڈھالنے اور اسباب مین فکر دوڑانے سے

گنا ہگار ہوگا اور جس شخص کا حال یہ ہو کہ مضامین اشعار کو اجنبی عورت پر ڈھالتا ہو تو اوسکو سرے سے
راگ نہ سننا چاہیے اسلیے کہ جس شخص پر عشق غالب ہوتا ہے وہ جو کچھ سنتا ہے اپنے معشوق پر ڈھال لیتا ہے
خواہ لفظ مناسب ہو یا نہو کیونکہ کوئی لفظ ایسا نہین جسکو استعارہ کے طور پر بہت سے معانی پر ڈھال سکین
مثلاً جسکے دل پر عشق الٰہی غالب ہوتا ہے وہ زلفون کی سیاہی سے کفر کی تاریکی خیال کرتا ہے اور سفیدی
اور تازگی رخسار سے نور ایمان اور وصال کے ذکر سے دیدار الٰہی اور فراق کے مضمون سے اوسکی حجاب
سے مردودون کے زمرہ مین محجوب ہونا اور رقیب وصال کے مخل سے دنیا کے عوائق و آفات جو
اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس دائمی مین خلل انداز ہین سمجھ لیتا ہے اور ان الفاظ کو معانی مذکورہ پر ڈھالنے مین
اوسکو کچھ تامل اور فکر اور مہلت کی ضرورت نہین ہوتی بلکہ جو باتین اوسکے دل پر غالب ہین وہ لفظون
کے ساتھ ہی جھٹ پٹ سمجھ مین آتی ہین چنانچہ کسی بزرگ کا ذکر ہے کہ بازار مین گذرے اور کسیکو کہتے سنا
کہ خیار بیسے کے دس اونکو اوسیوقت وجد آگیا کسینے جو حال پوچھا تو کہا کہ جب خیار بیسے کے دس ہین
تو اشرار کی کیا قیمت ہوگی یعنے خیار جو معنی کھیرہ کے تھا اوسکو فوراً جمع خیر بمعنی بہتر سمجھ لیا۔ اور ایک
اور شخص کا گذر بازار مین ہوا اور کسیکو کہتے سنا یا سعتر بری تو اونکو وجد آگیا لوگون نے پوچھا کہ آپ کا وجد
کس وجہ سے تھا کہا کہ مین نے سنا کہ گویا وہ یہ کہتا ہے اِسْعَ تَرَ بِرِّیْ یعنے تو کوشش کر میرے سلوک دیکھیگا
حتیٰ کہ فارس والون پر بھی وجد آجاتا ہے عرب کی اشعار سے اسلیے کہ عربی کے بعض کلمات فارسی الفاظ کے
ہموزن ہوتے ہین اسلیے اونسے اور معنے سمجھ لیتے ہین مثلاً کسی نے یہ مصرعہ پڑھا وَمَا زَارَنِیْ فِی اللَّیْلِ
اِلَّا خَیَالُہٗ اوسپر ایک فارسی نے وجد کیا اوس سے لوگون نے وجد کا سبب پوچھا اوسنے کہا کہ یہہ
کہتا ہے کہ ما زاریم یعنے لفظ زار فارسی مین نحیف اور قریب المرگ کو کہتے ہین اور ما نافیہ کو فارسی کی ضمیر
جمع متکلم سمجھ کر یہ خیال کیا کہ یہ شخص یون کہتا ہے کہ ہم سب آمادہ ہلاک ہین اور سوقت اوسکے دل مین
اندیشہ آخرت کی ہلاکی کا ہوا جو باعث وجد ہوا اور جو شخص آتش محبت الٰہی مین جل رہا ہے اوسکا وجد
اوسکی سمجھ کے موافق ہے اور اوسکی سمجھ اوسکے خیال کے موافق اور یہ کچھ ضرور نہین کہ اوسکا تخیل شاعر
کی مراد کے موافق پڑے یا شعر کی زبان سمجھے تو اسطرح کا وجد حق اور درست ہوا اور جو کوئی آخرت کے
ہلاک ہونیکا خطرہ معلوم کرے تو اوسپر جو کچھ کیفیت نہو جاے وہ تھوڑی ہے عقل کا مختل اور اعضا کا
مضطرب ہو جانا کیا بڑی بات ہے غرضکہ حقانی وجد والون کے لیے الفاظ تشبیب کے بدلنے مین کچھ بڑا فائدہ
نہین وہ تو جونسا لفظ جس زبان کا سنینگے اوس پر اپنا ہی مطلب نکال لینگے چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہین

چو شوریدگان مے پرستی کنند — بآواز دولاب مستی کنند

بلکہ جس شخص پر مخلوق کا عشق غالب ہو اوسکو چاہیے کہ کسی لفظ سے راگ نہ سنے اور اوس سے محترز رہے
چہارم یہ کہ سننے والے مین خرابی ہو یعنے شہوت غالب ہو اور عین بہار جوانی مین ہو اور یہ صفت
اور صفات کی نسبت کر اوسپر غالب ہو تو اوسکو راگ سننا حرام ہے خواہ اوسکے دل پر کسی معین شخص کی
محبت غالب ہو یا نہین کیونکہ وہ کسی حال مین ہو اگرچہ جب وصف زلف و رخسار اور فراق اور
وصال کا سنیگا تو اوسکی شہوت جنبش کریگی اور اون الفاظ کو کسی معین صورت پر ڈھالیگا جسکو شیطان
اوسکے دل مین پھونک دیگا اس صورت مین شہوت کی آگ بھڑک اوٹھیگی اور شر کے اسباب تیز ہو جائینگے
اور اسی کا نام شیطان کے لشکر کو مدد دینا اور عقل کو جو لشکر الہی ہے اور شیطان سے بچاتی ہے شکست
دینا ہے اور دل کے اندر شیطان کے لشکر یعنے شہوات اور اللہ تعالی کے لشکر یعنے نور عقل مین ہمیشہ
لڑائی رہا کرتی ہے بجز اوس دل کے جسمین ایک لشکر کی فتح ہو گئی ہو اور دوسرا بالکل مغلوب ہو گیا ہو
کہ اوسمین جنگ موقوف ہو جاتی ہے اور اب تو اکثر دل ایسے ہی ہین جنکو لشکر شیطان نے جیت لیا ہے
اور اوسپر وہی غالب ہو رہا ہے تو اس صورت مین ضرور ہوا کہ از سر نو سامان جنگ مہیا کیا جاوے تاکہ لشکر
شیطان کا دل مین سے پانون اکھڑے نہ یہ کہ شیطان کے ہتھیار بہت کر دیے جاوین اور اوسکی
تلوارون پر باڑھ رکھی جاوے اور بھالین نکیلی کر دیجاوین اور اس قسم کے لوگون کے حق مین راگ
ایسا ہی ہے کہ شیطانی لشکر کے ہتھیار تیز کر دیتا ہے تو ایسے آدمی کو سماع کی مجلس مین سے نکلجانا چاہیے
ورنہ اوسکو سماع سے ضرر کثیر ہوگا پنجم یہ کہ سننے والا عام لوگون مین سے ہو اور اوسپر نہ محبت خدا تعالی
کی غالب ہو کہ سماع اوسکو اچھا معلوم ہو اور نہ اوسپر شہوت ہی غالب ہو کہ اوسکے حق مین راگ
ممنوع ہو تو ایسے شخص کے حق مین سماع ایسا ہی جیسے اور لذتین مباح ہین لیکن اگر عامی شخص راگ کو
اپنی عادت بنالیگا اور اپنے اکثر اوقات اسمین صرف کریگا تو بھی احمق ہے جسکی گواہی مقبول نہوگی
اسلیے کہ کھیل پر مواظبت کرنی گناہ ہے اور جسطرح کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنیسے کبیرہ ہو جاتا ہے اسی طرح مباح پر
اصرار کرنیسے گناہ ہو جاتا ہے مثلاً زنگیون اور حبشیون کے پیچھے پڑا رہنا اور اونکے کھیل تماشے مدام
دیکھنے ممنوع ہین اگرچہ اصل اونکی ممنوع نہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو کیا ہے اور
اور اسی قبیل سے شطرنج کھیلنا کہ یہ بھی مباح ہے لیکن ہمیشہ کھیلنا سخت مکروہ ہے اور جب صورت
کہ اوس سے کھیل اور لذت مقصود ہو تو مباح اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ دل کو آرام دینا ہوتا ہے
اور بعض اوقات دل کو راحت پہونچانا ہی اوسکا علاج ہوتا ہے تاکہ تھوڑا سا ستا کر باقی اوقات
دنیا کے کامون مین جد و جہد کرے مثل کاروبار تجارت کی یا دینی کامون مین مشغول ہو مثل نماز و تلاوت کے

اور بہت سی محنت مین تھوڑا سا کھیل ایسا سمجھنا چاہیے جیسے رخسار پر تل بتلاتے کہ ہر چند کالا ہو تب بھی اچھا معلوم ہوتا ہے اور اگر بالکل رخسار پر بہت سے تل ہو جائیں کہ تل رکھنے کو جگہ نہ رہے تو ظاہر ہے کہ رخسار نہایت بدصورت ہو جائیگا اور جو چیز حسن کی تھی وہی کثرت کے سبب قباحت کی ہو جائیگی تو یہ بات نہیں کہ جو چیز اچھی ہو وہ بہت ہو کر بھی اچھی ہوا کرے یا جو چیز مباح ہے وہ کثیر بھی مباح ہی رہے بلکہ اکثر یہی ہے کہ کثرت کی باعث کراہیت اور حرمت کو پہونچ جاتی ہے مثلاً روٹی مباح ہے اور کثرت سے کھانا حرام ہے تو سماع بھی اور مباحوں کی طرح ہے کہ کبھی کا مضائقہ نہیں اور ہر دم اسکا معمول ڈالنا مکروہ اور ممنوع ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ تمہاری تقریر سے پایا جاتا ہے کہ سماع بعض احوال میں مباح ہے اور بعض میں مباح نہیں تو تمنے اول اوسکو مباح مطلق کیون کہدیا تم تو خود قائل ہو کہ جس امر میں تفصیل ہوا وسکے باب مین مطلق ہان یا نہین کہدینا خلاف اور غلط ہے پھر تمنے بدون تفصیل مطلق کیسے کہا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اطلاق حکم اوس تفصیل میں ممنوع ہے جو خود اوس شے میں بدون لحاظ دوسری چیز کے پائی جاوے اور جو تفصیل کہ عوارض کے سبب سے پیدا ہو تو اوسمین مطلق بیان کردینا ممنوع نہیں دیکھو جیسے اگر کوئی سوال کرے کہ شہد حلال ہے یا نہین تو ہم مطلق یہی کہین گے کہ حلال ہے باوجودیکہ وہ ایسے گرم مزاج والے پر حرام ہے جسکو اوس سے ضرر ہوتا ہو اور اگر کوئی ہمسے شراب کا حال پوچھے تو ہم یہی کہین گے کہ حرام ہے حالانکہ وہ اوس شخص کے حق مین حلال ہے جسکے گلے مین لقمہ اٹک جائے اور دوسری چیز اوسکے نیچے اوتارنے کی نہ پاوے لیکن اس لحاظ سے کہ وہ شراب ہے بلاشبہ حرام ہے صرف حاجت کی وجہ سے حلال ہوگئی اور شہد اس اعتبار سے کہ شہد ہے حلال ہے حرام صرف ضرر کے عارض ہونے سے ہو جاتا ہے اور جو بات کہ عارض کی وجہ سے ہوتی ہے اوسکا کچھ اعتبار نہین جیسے بیع حلال ہے لیکن اگر جمعہ کی اذان کے وقت پڑے تو حرام ہو جاتی ہے اسیطرح اور عوارض سے حرمت ہو سکتی ہے مگر اوپر التفات نہین کیا جاتا پس سماع کو بھی ایسا ہی جاننا چاہیے کہ اگر بدون لحاظ عوارض کے دیکھو تو اس نظر سے کہ وہ سننا عمدہ آواز مفہوم المعنی اور موزون کا ہے مباح ہے اور اوسکی حرمت صرف کسی امر خارجی سے ہو جاتی ہے جو اوسکی حقیقت ذاتی مین داخل نہین ہوتی پس جبکہ دلیل اباحت کا حال خوب واضح ہوگیا تو اب ہمکو اوس شخص کی پروا نہین جو بعد دلیل ظاہر ہونیکے اسکے خلاف کہے۔ اور امام شافعی رحمہ کا تو مذہب ہی نہین کہ راگ کو حرام کہین اور اونھون نے یہ تصریح کی ہے کہ جو کوئی اوسکو اپنا پیشہ مقرر کرے اوسکی گواہی درست نہین اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس قسم کا مکروہ ہے جو باطل کا مشابہ ہے اور جو ایسے امر کو اپنا پیشہ بنائیگا تو سفاہت اور بے مروتی کی طرف

منسوب ہوگا کو سماع حرام ظاہر حرمت والا نہین اور اگر اپنے آپکو راگ والا نہ کہلائیگا اور نہ اسوجہ سے کوئی
اوسکے پاس آوے اور نہ وہ خود اسکی خاطر دوسرے کے یہان جائے بلکہ یون مشہور ہو کہ کبھی کبھی کچھ گا کر
دل خوش کرلیتا ہے تو یہ امر مروت کو ساقط نہین کرتا اور نہ گواہی باطل ہو اور استدلال امام شافعی کا
وہی حدیث دونون لڑکیون کی ہے جو اوپر گذری - اور یونس بن عبد الاعلی کہتے ہین کہ مین نے امام شافعی
سے پوچھا کہ اہل مدینہ راگ کو مباح کہتے ہین اسکا حال فرمایئے آپ نے فرمایا کہ علماء حجاز مین سے مین کسیکو
نہین جانتا جسنے راگ کو مکروہ کہا ہو بجز اوس راگ کے جو اوصاف کے باب مین ہو اور حدی اور منزلون
اور اونکے آثار کا گانا شعرون کے نغمات کی طرح اسکے مباح ہونے مین کچھ تردد نہین اور یہ جو فرمایا کہ راگ
وہ کھیل ہے جو باطل کے مشابہ ہے تو کھیل فرمانا درست ہے مگر کھیل اس نظر سے کہ کھیل ہے حرام نہین چنانچہ
حبشیون کا کھیلنا اور ناچنا بھی ایک کھیل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو دیکھا اور برا نہین جانا
بلکہ کھیل کے اگر یہ معنے ہون کہ ایسا کام کرنا جسمین کچھ فائدہ نہین تو اوسپر خدا تعالی بھی مواخذہ نہ فرمائیگا
مثلاً کوئی آدمی اپنا وظیفہ کرلے کہ تمام دن مین سو بار اپنا ہاتھ سر پر رکھلیا کرے تو یہ حرکت لغو بیفائدہ ہے
مگر اسپر مواخذہ نہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ تو جب خدا کا نام
بطور قسم لینے پر بدون اوس شے پر عزم کرنیکے مواخذہ نہین تو شعر اور ناچ پر کیسے مواخذہ ہوگا - اور
جو آپ نے فرمایا کہ باطل کے مشابہ ہے اس سے بھی حرمت نہین سمجھی جاتی بلکہ اگر باطل ہی فرمادیتے تو حرمت
نہ پائی جاتی اسلیے کہ باطل اوسکو کہتے ہین جسمین فائدہ نہو تو فقط اتنا ثابت ہوگا کہ اوسمین کوئی فائدہ
نہین مثلاً اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو کہے کہ مین نے اپنے آپ کو تیرے ہاتھ بیچڈالا اور وہ جواب دے کہ مین نے
خرید لیا تو یہ معاملہ باطل ہے بشرطیکہ مقصود دل لگی اور چہل ہو حالانکہ ایسا کرنا حرام نہین ہان اگر اس
معاملہ سے اوسکے حقیقی معنے مراد لیگا اور اپنے آپ کو مملوک ٹھہرائیگا تو حرام ہوگا کہ شرع نے اسکو
منع فرمایا ہے - اور یہ جو فرمایا ہے کہ راگ مکروہ ہے تو اسکی کراہت اونھین چند جگہون مین ہے
جنکو ہمنے مذکور کیا ہے یا کراہت تنزیہی مراد ہے جیسے آپنے شطرنج کھیلنے کی تصریح کی ہے اور یہ بھی
ذکر کیا کہ مین ہر ایک کھیل مکروہ جانتا ہون اور آپ کا علت بیان کرنا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے
کہ کراہت تنزیہی ہو یعنے آپنے وجہ کراہت یہ فرمائی ہے کہ یہ امر دینداروں اور اہل مروت کی عادت
نہین - اور راگ پر مواظبت کرنیسے جو آپنے گواہی نامنظور کرنے کو ارشاد فرمایا ہے تو اس سے بھی حرمت
نہین پائی جاتی کیونکہ شہادت تو بازار مین کھانیسے بھی نہین مقبول ہوتی حالانکہ اوس سے مروت
منقطع نہین ہوتی بلکہ نور بافی ایک امر مباح ہے مگر اہل مروت کا پیشہ نہین اسیطرح شہادت کبھی خسیس پیشہ

گریہ بھی نامنظور ہوتی ہے غرضکہ بیان علت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپنے کراہت سے کراہت تنزیہی
مراد لی ہے اور گمان غالب یہ ہے کہ اور اماموں نے بھی مکروہ تنزیہی ہی مراد لیا ہوا اور اگر حرمت مراد لی ہو
تو ہمنے جو کچھ لکھا ہے یہی اونکا جواب ہے۔

چوتھا بیان اون لوگون کی دلیلون کے ذکر مین جو راگ کی حرمت کے قائل ہین اور اونکا جواب مین
اول حجت یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ حضرت ابن مسعود
اور حسن بصری اور نخعی رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ لہو الحدیث راگ ہے اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے حرام کیا گانیوالی لونڈی کو اور اوسکی فروخت کو اور اوسکے
دام کو اور اوسکی تعلیم کو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس حدیث مین گانیوالی لونڈی سے وہ لونڈی مقصود ہے
جو شراب کی مجلس مین مردون کے سامنے گا دے اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ اجنبی عورت کا
گانا فاسقونکو اور ایسے لوگون کے سامنے جنسے فتنہ کا خوف ہو حرام ہے اور عرب والے گانیوالی لونڈی
سے ممنوع ہی گانا گواتے تھے اور اگر صرف مالک اپنے سامنے گوا لیتا تو اس حدیث سے اوسکی
حرمت نہین سمجھی جاتی بلکہ ہر مالک کو بھی اوسکا راگ سننا درست ہے بشرطیکہ فتنہ نہو اور اسکی دلیل وہی
حدیث دو لڑکیون کی ہے جو حضرت عائشہ رض کے مکان مین گاتی تھین اور آیت مین جو لہو الحدیث
کا خریدنا مذکور ہے اوسکے آگے یہ بھی ہے کہ اس غرض سے کہ اوس سے اللہ تعالی کی راہ سے گمراہ کرے تو وہ واقع مین
حرام اور برا ہے اور اوسمین گفتگو بھی نہین مگر ہر ایک حصا ایسا ہے کہ دین کے عوض خریدا جاوے اور
اللہ تعالی کی راہ سے گمراہ کرنیکے لیے ہو وہ مقصود آیت شریف مین حرمت ایسے ہی راگ کی ہے بلکہ راگ
پر کیا موقوف ہے اگر بالفرض قران کو اس نیت سے پڑھے کہ لوگ گمراہ ہون تو اوسکا پڑھنا بھی حرام ہوگا
چنانچہ کسی منافق کا ذکر ہے کہ وہ لوگون کی امامت کیا کرتا اور سورہ عبس کے سوا دوسری نہ پڑھتا
اس لحاظ سے کہ اوسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب ہے حضرت عمر رض نے اوسکے اس فعل کو حرام
جانا اور اوسکے قتل کا ارادہ کیا اس نظر سے کہ اوسکا منشا گمراہ کرنے کا تھا تو اگر شعر اور راگ سے
غرض گمراہ کرنا ہو تو بطریق اولی حرام ہے۔ **دوم حجت** یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ
تَعْجَبُونَ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ زبان
حمیر مین سمود راگ کو کہتے ہین جس سے سامدون نکلا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر آیت مین مذکور ہونیکی
وجہ سے حرمت ہے تو چاہیے کہ ہنسنا اور نہ رونا بھی حرام ہو کہ یہ دونون بھی آیت مین مذکور ہین اور اگر
یہ کہو کہ ہنسی سے ہنسی مخصوص مراد ہے یعنی مسلمانون پر بوجہ مسلمان ہونیکے ہنسنا تو ہم بھی کہتے ہین

کہ راگ سے اشعار اور راگ مخصوص مراد ہے جو مسلمانون کے تسخر کے باب مین ہو جیسا اللہ تعالی فرماتا ہے
وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ کہ اہمین شعراء کفار سے غرض ہے یہ نہین پایا جاتا کہ شعر کا نظم کرنا فی نفسہ
حرام ہو سوم حجت یہ ہے کہ حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے
پہلے شیطان نے نوحہ کیا اور اوسنے ہی اول راگ گایا اس حدیث مین راگ اور نوحہ کو اکٹھا کر دیا تو اسکا
جواب یہ ہے کہ کچھ حرج نہین آخر نوحہ مین سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ اور گناہگارون کا نوحہ اپنی
خطاؤن پر مستثنی ہے اسی طرح راگ مین سے وہ راگ مستثنی ہوگا جس سے سرور اور حزن اور شوق کی
تحریک مباح چیزون کی طرف مراد ہو جیسے عید کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مین دونو لڑکیونکا
گانا اور جس روز آپ مدینہ مطہرہ مین رونق افروز ہوئے عورتون کا اس مضمون کا گانا مستثنی ہے

بدر طالع گشت بر ما از ثنایای وداع		شکر واجب ہست بر ما تا دعا داعی کند

چہارم حجت یہ ہے کہ حضرت ابو امامہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
کوئی شخص اپنی آواز راگ مین بلند کرتا ہے تو اللہ تعالی دو فرشتے اوسکے دونون مونڈھون پر بھیجدیتا
کہ وہ دونون اپنی ایڑیان اوسکے سینہ پر مارتے رہتے ہین جبتک کہ چپ کا ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث
راگ کی بعض قسم پر محمول ہے یعنی جس راگ سے شیطان کی مراد کو حرکت ہوتی ہو شہوت اور مخلوق کا عشق
اوبھرے لیکن جس راگ سے شوق الی اللہ یا عید کی خوشی یا لڑکا ہونے کی مسرت یا کسی غائب کے آنیکی
فرحت پائی جائے تو یہ سب امور شیطان کی مراد کے مخالف ہین اور انکی دلیل قصہ اون دونون لڑکیون او
حبشیون کا اور وہ اخبار ہین جو ہم صحاح سے نقل کر چکے اسلیے کہ جائز ہونا ایک ہی جگہہ مین اباحت کی
تصریح کر دیتا ہے اور منع ہزار جگہہ مین بھی تاویل کا محتمل ہے اور تنزیہ کا بھی احتمال رکھتا ہے مگر فعل
مین کچھ تاویل نہین ہے اسلیے کہ جسکا کرنا حرام ہے وہ صرف زبردستی کے عارض ہونیسے حلال ہوتا ہے
اور جسکا کرنا مباح ہے وہ بہت سے عوارض سے حرام ہو جاتا ہے یہان تک کہ نیتون اور قصدون کی
جہت سے بھی پنجم حجت یہ ہے کہ عقبہ بن عامر رض نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جتنی چیزین کہ آدمی اونسے کھیلتا ہے باطل ہین مگر اپنے گھوڑے کو پھیرنا اور تیر پھینکنا اور اپنی بی بی
سے چہل کرنی تو اسکا جواب یہ ہے کہ باطل فرمانیسے حرمت نہین پائی جاتی بلکہ بے فائدہ ہونے پر دلالت
کرتا ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جائے تو حبشیون کی طرف دیکھنے کا کھیل ان تینون مین داخل رہیگا
اور حرام نہوگا اور محصور مین غیر محصور کو قیاس کی وجہ سے ملا لیا جائیگا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدَى ثَلٰثٍ - کہ اسمین چوتھا اور پانچوان ملا لیا جاتا ہے تو

ایسا ہی بی بی سے چہل کرنا ہے کہ اوس سے بجز لذت کی اور کچھ فائدہ نہیں علاوہ اوہن باغون کی سیر
پرندون کی آوازون کا سننا اور دوسرے ہنسی ٹھٹھے جیسے آدمی کھیلتا ہے اون مین سے کوئی حرام
نہیں اگرچہ اونکو باطل کہہ سکتے ہین ششم یہ حجت ہو کہ حضرت عثمان غنی رض فرماتے ہین کہ جب سے
مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے نہ کبھی گیت گایا نہ جھوٹ بولا نہ اپنے دہنے ہاتھ سے
آلہ تناسل کو چھوا تو اسکا جواب یہ ہو کہ اگر یہ قول دلیل حرمت ہو تو چاہیے کہ دہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کا
چھونا بھی حرام ہو سوا اسکے یہ کہان سے ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رض جس چیز کو ترک کرتے تھے وہ
حرام ہی ہوتی تھی ہفتم یہ حجت ہو کہ حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا ہے کہ راگ دل میں نفاق کو اوگاتا ہے
اور بعضوں نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ جیسے پانی ترکاری کو اوگاتا ہے اور بعض لوگون نے اس قول
کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہے حالانکہ مرفوع صحیح نہین اور یہ بھی کہتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمر رض
کے سامنے احرام باندھے ہوئے گذرے اور ان مین ایک شخص راگ گاتا تھا آپنے فرمایا دو بار کہ خدا تعالیٰ
تمہاری دعا نہ سنے اور نافع سے مروی ہے کہ مین حضرت ابن عمر رض کے ساتھ ایک رستہ مین تھا آپنے
ایک چرواہے کی بانسری سنی اور دونون اونگلیان دونون کانون مین دیلین اور اوس راہ سے
دوسری طرف ہو لیے اور مجھسے پوچھتے جاتے تھے کہ نافع وہ آواز تو سنتا ہے کہ نہین یہانتک کہ جب
مین نے کہا کہ اب آواز نہین آتی تو آپنے اونگلیان کانون مین سے نکال لین اور فرمایا کہ مین نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپنے ایسا ہی کیا تھا اور فضیل بن عیاض رح نے فرمایا کہ راگ زنا کا
منتر ہے اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ راگ بدکاری کا ایلچی ہے اور یزید بن ولید رض نے فرمایا کہ راگ کو
کنارہ کرو کہ وہ شہوت بڑہاتا ہے اور مروت کو ڈہاتا ہے اور شراب کا قائم مقام ہے اور نشہ کا سا
اثر کرتا ہے اگر تم خواہ مخواہ سنو ہی تو راگ عورتون کا مت سنو کہ وہ زنا کا مقتضی ہے تو ان سب
اقوال کا جواب یہ ہو کہ حضرت ابن مسعود رض کا قول کہ وہ نفاق اگاتا ہے اوس سے یہ غرض ہے کہ
گانیوالے کے حق مین یہ تاثیر کرتا ہے کیونکہ اوسکی غرض یہی ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے پر پیش کرے
اور اپنی آواز اونسکو سنا دے اور لوگون سے میل اسلیے کرتا ہے کہ اوسکے راگ پر راغب ہون اور یہ ریا
اور یہ نفاق کی بات ہو مگر اس سے حرمت نہیں ثابت ہوتی کیونکہ نفاق اور ریا تو عمدہ پوشاک پہنے
اور خوب بجتے گھوڑے پر سوار ہونے اور اقسام آرایش اور کھیتی اور انعام وغیرہ سے باہم فخر کرنے سے
بھی دل مین پیدا ہوتا ہے مگر ان کل اشیا کو مطلق حرام نہین کہا جاتا اور دل مین نفاق اگنے کی وجہ
سو صرف گناہ ہی نہین ہوتی بلکہ جو مباحات کہ مخلوق کے دیکھنے کے محل ہوتے ہین وہ بھی باعث ظہور نفاق

ہو جاتے ہین اور بڑا اثر کرتے ہین اور اسیوجہ سے حضرت عمر رض کے نیچے جب گھوڑا جمکر او بن سنور کر آہستہ چلا
تو آپ اوسپر سے اوتر پڑے اور اوسکی دُم کاٹ ڈالی کیونکہ اوسکی خوش رفتاری سے اپنے دل مین تکبر
معلوم فرمایا تو یہ نفاق مباح سے بھی ہوتا ہے مخصوص بہ حرام نہین کہ قول ابن مسعود رض سے راگ کو حرام کیا جائے
اور حضرت ابن عمر رض کا فرمانا کہ خدا تمہاری دعا قبول نکرے اس سے بھی حرمت معلوم نہین ہوتی بلکہ چونکہ
وہ لوگ احرام باندھے تھے اور اونکو عورتون کا ذکر مناسب نتھا اور اونکے آثار سے آپکو ظاہر ہو گیا کہ یہ راگ
وجد کے لیے اور زیارت بیت اللہ کے شوق کے واسطے نہین بلکہ صرف کھیل کے لیے ہے اسی جہت سے اونپر
انکار کیا کہ بلحاظ اونکے حال اور احرام کے بُرا تھا اور ظاہر ہے کہ جتنی حالتین زیادہ ہوتی ہین اوتنی ہی احتمال
کی صورتین زیادہ ہو جاتی ہین اور آپکے کانون مین اونگلیان دینے سے بھی حرمت ثابت نہین ہوتی
کیونکہ اسی قصہ مین اسکا جواب موجود ہے کہ آپ نے نافع کو ارشاد فرمایا کہ تو بھی کان بند کرلے اور مت سُن
اور اپنے آپ جو یہ فعل کیا تو اوسکی وجہ یہ ہے کہ اپنے دل کو سردست ایسی آواز کے سننے سے پاک رکھا
کہ عجب نہین کہ لہو کی محرک ہو کر جس فکر مین آپ تھے اوس سے مانع ہو یا جو ذکر کہ راگ کی نسبت کراولی تھا
اوس سے باز رکھے اور اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے کہ آپنے بھی حضرت ابن عمر رض کو منع
نہ فرمایا تو آپ کی اس فعل سے بھی حرمت نہین پائی جاتی بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا ترک کرنا اولی ہے
اور ہمارے نزدیک اسکا ترک اکثر حالات مین بہتر ہے بلکہ دنیا کے اکثر مباح اشیا کا ترک بہتر ہے بشرطیکہ
گمان غالب ہو کہ اونکا اثر دل مین ہو گا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونیکے بعد
ابی جہم کا بھیجا ہوا کپڑا اوتار ڈالا تھا کہ اوسمین نقش و نگار تھے جنسے آپ کا دل مشغول ہوا اب کیا تم
اس سے یہ سمجھتے ہو کہ کپڑے پر نقش حرام ہین تو شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسی حالت مین
ہونگے کہ چرواہے کی بانسری کی آواز آپ کو اوس حالت سے روکتی ہوگی جیسے نقش نے نماز مین
حضور کامل سے روکا بلکہ جن لوگون کو ہمیشہ حق کی حضوری حاصل ہے اونکو راگ کے حیلہ سے
اپنے دلون مین سے احوال شریفہ کا پیدا کرنا قصور ہے اگرچہ یہ تدبیر غیرون کے لیے کمال ہے اور
اسی وجہ سے حصیری نے کہا کہ مین اوس راگ کو کیا کرون کہ گانیوالا مرجائے تو موقوف ہو جائے
اس مین یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالی سے سننا ہمیشہ کو باقی ہے تو چونکہ انبیا علیہم السلام ہمیشہ سننے اور
دیکھنے کی لذت مین رہتے ہین اونکو حاجت کسی حیلہ سے تحریک کی نہین - اور قول فضیل رح کا کہ
راگ زنا کا منتر ہے اور اسیطرح اور اقوال جنکا مضمون اسی کے قریب ہے تو وہ فاسقون اور جوان
شہوت پرستون کے راگ کا حال ہے اور اگر سب راگون کا یہی حال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

حاملہ اتفہ میں مین اون دونون لڑکیون کا راگ کیون سنا جاتا یہ ذکر کتاب وسنت کی دلیلون کا ہوا
اور دلیل قیاسی کی غایت یہ ہو کہ یون کہا جائے کہ جیسے تار کے باجے حرام ہین ویسے ہی راگ بھی
حرام ہے تو راگ مین اور تار کے باجون مین فرق پہلے مذکور ہوچکا اوسپر قیاس کرنا ٹھیک نہین یا
یون کہا جائے کہ راگ کھیل کود ہے تو اسکا جواب یہ ہو کہ واقع مین ایسا ہی ہے مگر دنیا سب کھیل کود ہی
چنانچہ حضرت عمر رضہ نے اپنی منکوحہ کو فرمایا تھا کہ تو ایک کھلونا ہے گھر کے کونے مین اور عورتون کے
ساتھ ہر طرح کی چہل کھیل ہی ہے بجز قربت کے کہ لڑکا ہونے کا سبب ہو اسیطرح اسی ہنسی جسمین فحش نہو
حلال ہے اسطرح کی ہنسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضہ سے منقول ہے چنانچہ باب
آفات اللسان جلد سوم مین انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگی اور حبشیون اور زنگیون کے کھیل سے بڑھکر کونسا کھیل ہے
اوسکی بھی اباحت نص سے ثابت ہوگئی علاوہ ازین ہم کہتے ہین کہ کھیل دل کو راحت پہونچاتا ہے اور فکر کا
بوجھ اوسپر سے ہلکا کرتا ہے اگر دلون سے زبردستی کام لیا جائے تب بھی کام دیسکے مگر اونکو راحت دینے سے
اسبات کی اعانت ہو کہ اچھی طرح محنت کیساتھ کام دیوین مثلاً جو شخص فقہ پڑھتا ہو اوسکو چاہیے کہ جمعہ
کے روز تعطیل کرے اسلیے کہ ایک روز کی تعطیل اور ایام کے لیے باعث نشاط ہوتی ہے اور دل تھکتا نہیں
اسیطرح جو شخص نوافل پر سب وقتون مین مواظبت کرے چاہیے کہ بعض اوقات مین ستالیوے اور
اسیلحاظ کچھ وقت شریعت نے ایسے مقرر کر دیے کہ اون مین نماز مکروہ ہوتی ہے حاصل یہ کہ تعطیل سے
عمل پر اعانت ہوتی ہے اور کھیل محنت اور جد وجہد پر اعانت کرتا ہے اور محض جد وجہد اور تلخی امر حق پر
بجز انبیا علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کے دوسرا صبر نہین کرسکتا تو چونکہ کھیل دل کے لیے تھکن اور
ماندگی کا علاج ہے اسلیے اوسکا مباح ہونا چاہیے مگر اوسکی کثرت نہ کرنی چاہیے جیسے دوا کثرت سے
نہین پیتے ہین تو اس نیت سے کھیل ثواب ہوجائیگا اور یہ اوس شخص کے حق مین ہے کہ راگ اوسکے
دل سے کوئی صفت محمودہ پیدا نکرے جسکی تحریک منظور ہو بلکہ بجز لذت اور صرف استراحت کی اور کچھ
فائدہ نہو تو اوسکے لیے راگ مستحب ہونا چاہیے تاکہ اسکے ذریعہ سے منزل مقصود کو پہونچے ہان اسمین
شک نہین کہ یہ مرتبہ کمال سے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہے بلکہ کامل وہ ہے جو اپنے نفس کے
راحت دینے مین سواے حق کے دوسری چیز کا محتاج نہو مگر چونکہ نیک بندون کے نیکیان مقربون کے
حق مین برائیان ہین تو گو راگ مقربون کے لحاظ سے برا ہو مگر ابرار کے لیے کارآمد ہے اور جو شخص
کہ دلون کے علاج کے علم پر محیط ہو اور لطائف الحیل سے حق کی طرف اونکا لیجانا جانتا ہو وہ یقیناً
جان لیگا کہ ان جیسی باتون سے دلون کو راحت دینا ایسی دوا نافع ہے کہ بدون اوسکے کوئی چارہ نہین

دوسری فصل سماع کے آثار اور آداب کی بیان مین - واضح ہو کہ اول درجہ سماع کا یہ ہی کہ جو سنا جائے وہ سمجھہ مین آوے اور جو بات کہ سننے والے کی ذہن مین آوے اوسپر اوسکو ڈہال لے پھر سمجھنے کے بعد وجد ہوتا ہے اور وجد اعضا پر حرکت پیدا کرتا ہے تو اس نظر سے ان تینون باتون کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے تین مقامون مین - **پہلا مقام** سمجھنے کے ذکر مین جو سننے والے کے حالات کی اختلاف کی موافق مختلف ہوتا ہے اور سننے والے کی چار حالتین ہین - حالت اول تو یہ ہی کہ سننا صرف طبعی ہو یعنے بجز نغمات اور الحان کی لذت کی اور کچھ سماع کی کیفیت نہ جانے اور یہ سننا مباح ہے مگر سماع کے مراتب مین سب سے کمتر ہے کیونکہ اس امر مین تو اوسکا شریک اونٹ اور بہائم بھی ہین بلکہ اس ذوق کے لیے تو صرف زندگی ہی چاہیے کہ ہر ایک حیوان کو آواز خوش سے ایک طرح کی لذت حاصل ہوتی ہے - دوسری حالت یہ ہے کہ سمجھہ کے ساتہ سنے مگر مضمون کو کسی مخلوق معین یا غیر معین پر ڈہالتا جائے اور یہ سننا جوانون اور شہوت والون کا ہے کہ جو کچھہ سنتے ہین اوسکے موافق اپنی شہوتون اور مقتضاے احوال کی ڈہال لیتے ہین اور یہ حالت بھی ایسی نہین کہ اسکا کچھہ ذکر کیا جائے بلکہ اسکی برائی اور اس سے ممانعت پر ہی بس کرنا کافی ہے تیسری حالت یہ ہی کہ جو کچھہ سنے اوسکو اپنے حال پر ڈہالے یعنی خدا تعالی کے معاملہ مین جو اوسکے حالات بدلتے ہین کبھی تمکن ہوتا ہے اور کبھی تعذر تو اونہین پر ڈہالتا جاوے یہ سماع مریدون کا خصوص مبتدیون کا ہوتا ہے کیونکہ مرید کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہو گا اور اوسکا مقصود خدا تعالی کی معرفت اور اوسکا دیدار اور مشاہدہ باطنی کے طریق سے اوس تک پہونچنا اور حقیقت واضح ہوتی ہے اور اس مقصد کا ایک راستہ ہی جسکو وہ چلتا ہے اور کچھ معاملے ہین جنپر مواظبت کرتا ہے اور کچھ حالات ہین جو اوسکو پیش آتے ہین تو جب عتاب یا خطاب کا ذکر سنتا ہے یا قبول خواہ رد کا یا وصل و ہجر کا یا قرب و بعد کا یا افسوس فوت شدہ چیز کا یا اشتیاق متوقع کا یا شوق کسی آنے والی کا یا طمع کا یا خوف کا یا گھبرانے کا یا دل لگنے کا یا ایفاء وعدہ خواہ عہد شکنی کا یا خوف فراق خواہ سرور وصال کا یا حبیب کے دیکھنے کا یا رقیب کی برطرف ہونیکا یا اشک افشانی یا متواتر سرگردانی کا یا طول فراق خواہ وعدہ وصال کا یا اور کسی بات کا ذکر سنتا ہے جسکا بیان اشعار مین ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ بعض ان حالات مین کے مرید کے مطابق حال ہون تو اونکا سننا ایسا ہوتا ہے جیسا چقماق سے آگ کا پیدا ہونا کہ فوراً دل کی آگ بھڑک اوٹھتی ہے اور شوق کا اوبھار اور غلبہ زور پکڑ جاتا ہے اور اسکے سبب سے حالات اوسکی عادت کی مخالف اوسپر ہجوم کرتے ہین اور الفاظ کو اپنے احوال پر ڈہالنے کی اوسکو بڑی گنجایش ہے یہ ضرور نہین کہ وہ اشعار سے وہی معنے سمجھے جو شاعر کی مراد ہو بلکہ ہر کلام کئی صورت پر

محمول ہوسکتی ہے اور ہر ذی فہم اوس سے اپنی سمجھ کی موافق معنے نکال سکتا ہے اب ہم کچھ مثالیں لکھتے ہین کہ لوگون نے الفاظ کو اپنے مقصود پر کیسے ڈھال لیا تاکہ کوئی جاہل یہ گمان کرے کہ جن شعرون مین ذکر غم اور رخسار اور زلف کا ہو گا اوسسے تو ظاہری ہی معنے سمجھ مین آئینگے اور بات کوئی کیا سمجھیگا اور ہمکو اسکی حاجت نہین کہ اشعار سے سمجھنے کی کیفیت کو بھی بیان کرین اسلیے کہ یہ امر سماع والونکی حکایات سے معلوم ہی ہو جاتا ہے عیان راچہ بیان چنانچہ کہتے ہین کہ کسی صوفی نے ایک شخص کو کہتے سنا

مجھسے کہا رسول نے کل کو ملوگے تم		مین نے کہا کہ کہتا ہے کیا کچھ خبر بھی ہے

اس آواز سے اوسکو استغراق ہوئی اور وجد مین آکر مصرعہ اول مکرر پڑھنے لگا اور صیغۂ مخاطب کی جگہ متکلم کہنے لگا یہانتک کہ شدت سرور اور لذت سے بیہوش ہو گیا جب ہوش مین آیا تب اوس سے وجد کا سبب دریافت کیا گیا کہا کہ مجکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آیا کہ جنت والے اپنے پروردگار کی زیارت ہر ہفتہ مین ایکبار کرینگے۔ اور رقی نے ابن دراج سے نقل کی ہے کہ اوسنے کہا کہ مین اور ابن قوطی بصرہ اور ابلہ کے درمیان دجلہ پہ چلے جاتے تھے کہ اتنے مین ایک محل خوبصورت نظر آیا اوسکے برامدہ مین ایک شخص بیٹھا ہوا اور اوسکے سامنے ایک لونڈی یہ گا رہی تھی ؎

ہے تغیر تیری احوال مین ہر روز نیا		تجکو اسکے سوا اور بھی کچھ ہے ریبا

اتفاقا ایک جوان رعنا ڈول ہاتھ مین گدڑی پہنے برامدہ کے نیچے نکلا تھا کہ یہ آواز اوسکے کان مین پڑی اوس لونڈی سے کہا کہ تجھے قسم ہے خدا کی اور اپنے مولی کی حیات کی کہ اسکو دوبارہ کہدے اوسنے وہی شعر دوبارہ پڑھا کہ بخدا حق کے ساتھ میرے حال کا تلون یہی ہے پھر ایک نعرہ جانسوز مارکر مرگیا راوی کہتا ہے کہ ہمنے کہا کہ اب تو ایک امر فرض ہمپر پیش ہو گیا یہان ٹھہرنا چاہیے اوسکی تجہیز و تکفین کے لیے ہم ٹھہر گئے صاحب مکان نے اوس لونڈی سے کہا کہ تو لوجہ اللہ آزاد ہے پھر بصرہ والے نکلے اور اوس جوان پر نماز پڑھی اور جب دفن سے فارغ ہو چکے تو صاحب مکان نے اونسے کہا کہ مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ جتنی چیزین میری ہین مع اس محل کے سب وقف ہین اور میری سب لونڈیان آزاد ہین پھر اسنے اپنے کپڑے اتار ڈالے اور ایک تہمد باندھکر دوسرا بدن پر ڈال لیا اور جدہر کو منہ ہوا چلدیا لوگ دیکھتے رہگئے یہانتک کہ اونکی نظر سے غائب ہو گیا سب اوسکے فراق سے روتے تھے پھر اوسکا حال کچھ نہ سنا گیا کہ کہان گیا اور کیا ہوا اور مقصود یہ ہے کہ وہ جوان ہر وقت اپنے حال مین حق کے ساتھ مستغرق تھا اور معاملہ کے اندر حسن ادب پر ثابت رہنے سے اپنے آپ کو عاجز جانتا تھا اور اپنے دل کے عدم استقلال اور طریق حق سے مائل ہونے پر متاسف تھا تو جب اوسکے کان مین وہی بات پڑی

جو اوسکے حال کے موافق تھی تو اوسکو یون خیال کیا کہ اللہ تعالی کی طرف سے مجکو یون خطاب ہے کہ تو
ہر روز نئے رنگ بدلتا ہے اگر ایسا نکرے تو تیرے حق مین اچھا ہو اور جس شخص کا سماع من اللہ اور علی اللہ
اور فی اللہ ہو اوسکو چاہیے کہ معرفت الہی اور اوسکی صفات کی معرفت کا علم خوب منضبط کر لے ورنہ سماع
سے اوسکے حق مین خطرہ ہے کہ شاید اللہ تعالی کے حق مین ایسی بات تصور کرے جو اوسکے حق مین محال ہے
اور اس سے کافر ہو جائے تو جو مرید مبتدی ہو اوسکو سماع مین خطرہ ہے ہان اگر جو کچھ سنے اوسکو اپنے حال پر
ڈھالے اسطرح کہ خدا تعالی کے وصف سے متعلق نہو تو مضائقہ نہین ورنہ وقت ہے مثلاً شعر مذکور مین خطا
اسطرح ہو سکتی ہے کہ اپنے آپ کو متکلم سمجھے اور خدا تعالے کو مخاطب اور اوسکی طرف تلون کو نسبت کرے
تو کافر ہو جائیگا اور ایسی غلطی کبھی تو محض جہالت سے ہوتی ہے جسمین کچھ تحقیق کی آمیزش نہین ہوتی اور
کبھی ایسی جہالت سے ہوتی ہے کہ اوسمین گونہ تحقیق بھی ہوتی ہے اوسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً اپنے حالات
کا بدلنا بلکہ تمام عالم کا متغیر ہونا خدا تعالی کی طرف سے جانے تو اتنی بات حق ہے کیونکہ خدا تعالی کبھی
آدمی کا دل کشادہ کرتا ہے اور کبھی تنگ اور گاہی نورانی فرماتا ہے اور گاہے ظلمانی اور کبھی اوسکو
سخت کرتا ہے اور کبھی نرم اور گاہے اوسکو اپنی طاعت پر ثابت اور مستحکم کر دیتا ہے اور کبھی اوس پر
شیطان کو مسلط کرتا ہے کہ اوسکو طریق حق سے پھیر دے اور یہ سب باتین اللہ تعالی کی طرف سے ہین اور
جس شخص سے کہ اوقات قریبہ مین مختلف احوال سرزد ہوا کرتے ہین اوسکو عادت اور عرف مین متغیر
اور متلون بولا کرتے ہین اور غالباً شاعر نے اپنے محبوب ہی کو تلون کی طرف نسبت کیا ہے اس نظر سے
کہ کبھی قبول کرتا ہے اور کبھی مردود اور گاہے نزدیک کرتا ہے اور گاہے دور مگر سماع سے اس امر کو
خدا تعالی کی طرف منسوب کرنا کفر محض ہے بلکہ اللہ جلشانہ کے ساتھ یہ عقیدہ چاہیے کہ وہ دوسرے کو
بدلتا ہے خود متلون نہین ہوتا اوسکی طرف سے تغیر ہے اور اوسکو تغیر نہین بخلاف بندون کے کہ وہ متغیر
ہوتے ہین اور یہ علم مرید کو تو اعتقادی تقلیدی اور ایمانی سے حاصل ہوا کرتا ہے اور عارف کو یقین کشفی
حقیقی سے اور یہ وصف خداوند حقیقی کا کہ دوسرے کو بدل دینا اور خود نہ بدلنا اوصاف عجیبہ مین سے ہے
اور اوسکے سوا دوسرے مین ہو نہین سکتا کیونکہ جتنے بدلنے والے اوسکے سوا ہین وہ اوسی وقت دوسرے
کو بدلتے ہین کہ خود بھی بدلجادین۔ اور بعض ارباب وجد وہ ہین جنپر ایسا حال غالب ہوتا ہے جیسا نشا
بیہوش کر دیتا ہے ایسے حال مین اونکی زبان اللہ تعالی کے ساتھ عتاب پر کھل جاتی ہے اور اس بات
کو بعید جانتے ہین کہ دل کو اوسنے اپنا مطیع کر رکھا ہے اور اونکے حالات کو مختلف طور پر تقسیم کیا ہے
کہ صدیقین کے دل کو صفائی اور حضوری عنایت کی اور منکرون اور مغرورون کے دل کو دوری

اور مجبوری تو اوسکی دی ہوئی چیز کا نہ کوئی روکنے والا اور نہ اوسکی روکی چیز کا کوئی دینے والا کفار پر جو توفیق منقطع کر دی تو کسی پہلے قصور کی جہت سے نہیں اور انبیا علیہم السلام کو جو اپنی توفیق اور نور ہدایت سے مدد دی تو کسی سابق کے ذریعہ سے نہیں بلکہ اپنے آپ کو یون فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ اور فرمایا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ اور فرمایا إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ - اب اگر تمہارے دل مین یہ خطرہ گذرے کہ تقدیر سابق ہی کیون مختلف ہوئی بندہ ہونے مین تو سب شریک ہین تو سر تمکو سرا پردہ جلال سے للکارا جاویگا کہ حد ادب سے باہر مت ہو یہ وہ ذات پاک ہے جسکی شان لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ہے۔ اور اصل تو یہ ہے کہ زبان سے اور ظاہر مین ادب کرنے پر تو اکثر قادر ہین مگر دل مین ایسے اختلاف ظاہری بعید نہ معلوم ہونا کہ کوئی تو ہمیشہ کو شقی ہی رہے اور راندۂ درگاہ اور کوئی سعید جاوید اور مقبول بارگاہ اس امر پر بجز راسخ علم کے قدمون کے اور نہیں وجہ حضرت خضر علیہ السلام سے جو کسی نے خواب مین راگ کا حال پوچھا تو آپنے فرمایا کہ وہ صاف تھرا ہے اور سیر بجز علما کے قدموں کے اور لوگونکے قدم نہین تھمے اور یہی سوجہ سے فرمایا کہ راگ دلون کے اسرار مخفی کو تحریک کرتا ہے اور جیسے نشہ مدہوش کرنیوالا آدمی کو پریشان کر دیتا ہے اور ادب کا عقدہ کھولدیتا ہے اسیطرح راگ بھی دلوں کو پریشان کرتا ہے اسدرجہ تک کہ عجب نہیں کہ ادب باطنی بالاے طاق ہو جائے مگر جسکو خدا تعالی اپنے نور ہدایت اور عصمت سے بچالیوے اور اسیوجہ سے کسی نے کہا ہے کہ کاش ہم راگ سے جون کے تیون بچ جائیں کہ نہ ہمکو کچھ ثواب ہو نہ عذاب غرضکہ اس قسم کے سماع میں اوس سماع سے زیادہ خطر ہے جو شہوت کا محرک ہو کیونکہ محرک شہوت کی غایت یہی ہے کہ مترنگ معصیت ہو جائے پر تو نہین کہ کافر ٹھہر جائے جو اس راگ کی غایت ہے۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سمجھ کبھی سننے والے کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے حتی کہ ایک ہی شعر کے دو سننے والون کو وجد ہوتا ہے حالانکہ ایک کی سمجھ درست ہوتی ہے اور دوسرے کی خطا یا دونون کی سمجھ درست ہوتی ہے مگر ایک کچھ معنے سمجھا اور دوسرا کچھ اور ہر چند یہ دونون معنے ایک دوسرے کی ضد ہین مگر ان دونوں شخصون کے حالات کے لحاظ سے صد نہین جیسے عتبہ غلام سے مروی ہے کہ اونھون نے کسیکو گاتے سنا ع

رنج میں رہتا ہے عاشق مبتلا		پاک ہے قدوس ذات کبریا	

تو کہا کہ سچ کہتا ہے اور ایک اور شخص نے جو اوسکو سنا تو کہا کہ جھوٹ کہتا ہے کسی اہل دل نے فرمایا کہ دونون درست و بجا کہتے ہین اسلیے کہ اول کا قول اوس عاشق کا ہے جسکو مراد پر دسترس نہیں ہوئی

بلکہ اعراض اور انکار محبوب سے مبتلائے آلام فراق ہے اور دوسرا کلام اوس عاشق کا ہے جسکو محبت سے انس ہے اور فرط محبت مین انچہ از دوست میرسد نیکوست پر کاربند ہے درد و تکلیف کا اثر نہین معلوم کرتا ہے بلکہ اوس سے مزہ اور لذت اوٹھاتا ہے یا ایسے عاشق کا کلام ہے جو اپنی مراد سے فی الحال کامیاب ہے اور آیندہ کو خطر اعراض سے واقف نہین یعنے رجا اور حسن ظن اس درجہ کو اوسکے دل پر غالب ہوا ہے کہ خطر اعراض سے بالکل غافل ہے تو اسطرح حالات کے مختلف ہونیسے سمجھ مین اختلاف ہو جاتا ہے اور ابو القاسم بن بروان جو ابو سعید خراز رح کی صحبت مین رہتے تھے اور بہت برسون سے راگ سننا چھوڑ دیا تھا اونکی حکایت ہے کہ کسی دعوت مین گئے وہان ایک شخص کو یہ گاتے سنا ؎

جام از دستش نمے یابم ہنوز		برلب جو تشنہ لب استادہ ام

حاضرین اوٹھے اور وجد کیا جب ساکت ہوئے تو اونھون نے لوگون سے پوچھا کہ اسکے معنے آپ کیا سمجھے سب نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ احوال شریفہ کا اشتیاق ہے اور باوجود اونکے سامان موجود ہونے کے اونسے محرومی ہے اس جواب سے اونکی تشفی نہوئی لوگون نے کہا کہ آپکے نزدیک کیا مقصود ہے فرمایا کہ یہ مراد ہے کہ حالات کے بیچ مین ہوا اور کرامات مرحمت کیجاتی ہین مگر اصل حقیقت سے کچھ نہ عطا کیا جاوے اور اسمین اشارہ ہے کہ حقیقت احوال اور کرامات کے سوا اور چیز اونکے بعد ہے اوس سے پیشتر احوال ہوتی ہین اور کرامات اوسکی مبادی ہین کرامات کے ہونے پر بھی حقیقت پر وصول نہین ہوتا منزل مقصود دور رہتی ہے اب ان معنون مین جو انھون نے سمجھے اور اون مین جو لوگون نے سمجھے تھے اتنا ہی فرق ہے کہ وہ اور جگہہ کا اشتیاق بیان کرتے تھے اور ابو القاسم نے اور رتبہ کی تشنہ لبی بیان کی اور دونون صحیح ہین اسلیے کہ جو شخص احوال شریفہ سے محروم ہوتا ہے وہ اول اونھین کا مشتاق ہوتا ہے جب وہ میسر ہو جاتی ہے تو اونکے بعد کے مقامات کا اشتیاق کرتا ہے تو جس مقام پر سالک کو پہونچنا نصیب ہوگا وسکے نیچے کے مقامات کا اشتیاق نہ رہیگا اوپر کے مقامات کا راغب ہوگا اور شبلی رح اکثر اس مضمون کے شعر پر وجد کیا کرتے تھے ؎

وصل تو قطع باشد و صلحت ستیزہ		ہر ست الفت تو محبت عداوتے

اس شعر کو کئی مختلف صور تو پر سمجھ سکتے ہین کہ اونمین سے بعض حق ہین اور بعض باطل سب سے ہر تر وجہ یہ ہے کہ اسکو خلق کے باب مین بلکہ تمام دنیا اور ماسوی اللہ کے باب مین سمجھا جاوے کیونکہ یہ حال دنیا ہی کا ہے کہ دغاباز فریبی اور اپنے ارباب کی قاتل باطن مین اونکی دشمن اور ظاہر مین دوست ہو جس مکان مین کہ اوس سے عیش مالامال ہے آخر کو اوسی کا برا حال ہے ابھی

مکان والے شاداں و فرحاں ہین اور ابھی نالہ کناں اور گریاں چنانچہ حدیث مین بھی اسکا انقلاب مذکور ہے اور ثعالبی نے اسکا وصف اس مضمون سے بیان کیا ہی

بھاگ دنیا سے نگر نسبت کا اوس سے تو خیال	قابل شوہر جو بی بی ہو نہ ہے اوسکو پیام
اوسکے خوبون سے مقابل ہین ہین امید قلیل	سختیان زائد ہین اوسکی بے تردد لاکلام
خوب کثرت سی کیے ہین واصفون نے اوسکے وصف	کیا ہین کہتا ہون اوسکے حق ہین یہ تشبیہ تام
بادۂ گلگون ہے وہ لیکن ہے موت اوسکا خمار	بادپا ہے پر چڑھا ہو او سپر تو ہو وے بدلجام
ہے وہ مہ پارہ کہ جسکا حسن ہے مردم فریب	کیا باطن ہین وہ رکھتی ہے خباثات اے ہمام

غرض کہ شعر مذکور الصدر کے سب مضمون دنیا پر منطبق ہو سکتے ہیں۔ اور دوسرے معنی یہ ہین کہ اس شعر کو اپنے نفس پر بھی طرح ڈہالے کہ خدا تعالیٰ کے حقوق مین نفس کا یہی حال ہے مثلاً اوسکی معرفت جہالت ہی اسلیے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اور طاعت اوسکی ریا ہے اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ سے کما ینبغی ڈرتا نہین اور محبت بالکل روگی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت مین کوئی شہوت اپنی شہوتون مین سے چھوڑتا نہین اسیطرح اور اوصاف کمال کو قیاس کر لینا چاہیے اور جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بہتری کرنی منظور ہوتی ہے اوسکو اوسکے نفس کے عیبون پر واقف کر دیتا ہے وہ اس شعر کو اپنے حال کا مصداق سمجھتا ہے گو نافلون کی نسبت کر وہ عالی رتبہ ہو اور یہی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اور دوسری حدیث مین فرمایا اِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً اور آپ کا استغفار اسی وجہ سے تھا کہ ہر وقت مقامات و احوال کے منازل آپ طے فرماتے تھے اور مراتب مابعد کی نسبت اون مقامات کو بعید سمجھکر استغفار کرتے تھے گو وہ مقامات اپنے ماقبل کی نسبت کر درجات قرب مین سے تھے مگر قرب و بعد امور اضافی ہین کوئی قرب ایسا نہین کہ اوسکے آگے اور قرب نہو اور انتہا درجہ ہین جیسا کہ مولوی روم فرماتے ہین

اے برادر بے نہایت درگہیست	ہرچہ بروے می رسی بروے مایست

اور درجات قرب کے اعلیٰ درجہ پر پہونچ جانا محال ہے اور تیسرے معنے یہ ہین کہ اپنے احوال کی مبادی کو دیکھکر اوسپر راضی ہو اور پسند کرے اور پھر اوسکے انجامون کو دیکھکر اون حالات کو حقیر جانے یعنے ہر ایک مین پوشیدہ مغالطے پاوے اور اس امر کو خدا تعالیٰ کیطرف سے جانکر جب یہ شعر سنے تو اوسکی قضا و قدر کی شکایت پر ڈہال دے تو یہ کفر ہے جیسا اوپر ہم نے لکھا ہے اور کوئی شعر ایسا نہین جسکا ڈہالنا کئی معنون پر ممکن نہو اور یہ امر سننے والے کی کثرت علم اور دل کی صفائی پر موقوف ہے

چوتھی حالت یہ ہو کہ راگ سننے والا احوال و مقامات کو طے کر کے ماسوی اللہ کے سمجھنے سے جاتا رہا ہو یہانتک کہ اپنے نفس اور احوال اور معاملات سب سے بیخبر ہو اور ایسا مدہوش ہو کہ گویا عین شہود کے دریا میں مستغرق ہے اور اوسکا حال اون عورتوں کے مشابہ ہو جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال دیکھنے کے وقت اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور ایسی مدہوش ہوئی تھیں کہ ہاتھوں کا کٹنا معلوم نہوا اور اس جیسی حالت کو صوفی فنا عن النفس بولتے ہیں یعنی خودی سے جاتا رہنا اور جب اپنے نفس سے فنا ہو جائیگا تو ظاہر ہے کہ دوسری سے زیادہ تر فنا ہو گا تو وہ گویا بجز واحد مشہود کے اور سب چیزوں سے فنا ہو جاتا ہے یہانتک کہ مشاہدہ کرنیسے بھی فنا ہو جاتا ہے اسلیے کہ دل اگر مشاہدہ کرنے کی طرف التفات کریگا اور اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو گا کہ میں مشاہدہ کر رہا ہوں تو مشہود سے غافل ہو گا بلکہ عاشقان مشہود کو مشاہدہ سے سروکار نہیں رہتا جیسے کوئی مرئی چیز کا حریص جب اوسکے دیکھنے میں زیادہ مستغرق ہوتا ہے تو اوسکو نہ اپنے دیکھنے کی طرف التفات رہتا ہے اور نہ آنکھ کی طرف جس سے رویت ہوتی ہو اور نہ دل کی طرف جس سے لذت معلوم ہوتی ہے اسیطرح متوالے کو اپنے نشہ کی خبر نہیں ہوتی اور لذت پانیوالے کو لذت پانے کی طرف توجہ ہو بلکہ جس سے لذت ہوتی ہے فقط اوسیکا حال جانتا ہے اسیطرح کسی چیز کا جاننا اور چیز ہے اور اوسکے جاننے کا علم ہونا اور ہے تو جو شخص ایک چیز کا عالم ہو جب اوسکے درمیان میں اوسکے عالم ہونیکا علم ہو گا تو وہ اوس چیز سے اعراض کنندہ ٹھہریگا اور یہ حالت فنا عن النفس کی کبھی تو مخلوق کے حق میں طاری ہوتی ہے اور کبھی خدا تعالی کے حق میں بھی ہوتی ہے مگر اکثر یوں ہے کہ یہ حالت بجلی کی سی چمک ہوتی ہے کہ ثابت اور دوام نہیں رہتی اور اگر ثابت رہے تو اوسکے تحمل کی تاب قوت بشری میں نہیں بلکہ بعض اوقات اوسکے بوجھ میں ایسا اضطراب کرتا ہے کہ اوس سے اوسکا نفس ہلاک ہو جاتا ہے چنانچہ ابوالحسن نوری رح کا حال لکھتے ہیں کہ وہ ایک مجلس سماع میں موجود تھے کہ اس مضمون کا شعر سنا ؎

پہونچتا ہوں تری الفت سے دائم ایسی منزل میں	اوتر سکتے وقت جسمیں ہوتی ہے عقلوں کو حیرانی

سنتے ہی اوٹھے اور وجد میں اگر جدہر منہ ہوا چلدیے اتفاقاً ایک جنگل میں پہونچے کہ اوسمیں سے بانس کاٹ لیے تھے اور اونکی جڑیں تیز دھار دار کھڑی تھیں بس اونھیں میں گرے پڑے تڑپتے رہے اور دوسری صبح تک شعر مذکور کا اعادہ کرتے رہے اور پاؤں میں سے خون نکلتا جاتا تھا یہانتک کہ دونوں پاؤں اور پنڈلیاں ورم کر گئیں اور بعد اسکے آپ چند روز زندہ رہکر واصل بحق ہوئے رحمہ اللہ تعالی تو اسطرح کی سمجھ اور وجد صدیقوں کا درجہ ہے اور یہ سب درجوں میں اعلی ہے کیونکہ سماع احوال سکے ہو پہ

درجۂ کمال سے ناقص ہے اور وہ صفات بشری سے مخلوط رہتا ہے جو ایک طرح کا قصور ہے بلکہ کمال اسکا نام ہے کہ اپنے نفس اور احوال سے بالکل فنا ہو جاوے یعنے نہ نفس کی یاد رہے نہ احوال کی اور اونکی طرف التفات ہی نہ رہے جیسے کہ مصر کی عورتون کو ہاتھون اور چھری سے التفات نہ رہا تھا اور راگ کو للہ اور باللہ اور فی اللہ اور من اللہ سُنے اور یہ رتبہ اوس شخص کا ہے کہ ساحل احوال اور اعمال سے پار ہو کر بحر حقیقت مین گھسے اور صفائے توحید اور اخلاص محض مین مل جاوے اور خودی کا نشان کچھ اوسمین نہ رہے بشریت بالکل مٹے اور صفات بشری کی طرف التفات یک قلم منفی ہو اور ہماری غرض فنا سے فنائے جسم نہین بلکہ فنائے دل مقصود ہے اور دل سے مراد گوشت و خون نہین بلکہ وہ سر لطیف مراد ہے جسکو قلب ظاہری کے ساتھ ایک علاقہ مخفی ہے اور اوسکے بعد سر روح ہے جو خدائے عزوجل کے حکم سے ہے اوسکو جو جانتا ہے وہی پہچانتا ہے اور جو جاہل ہے وہ نہین جانتا اور اوس سر کے لیے ایک وجود ہے اور صورت اوس وجود کی وہ ہے جو اوسمین موجود ہو تو جب اوسکے اندر غیر چیز موجود ہوگی تو گویا بجز اوس حاضر چیز کے اور چیز کا وجود نہ رہیگا اور اوسکی مثال جلا والے آئینہ کی سی ہے کہ بذات خود اوسمین کوئی رنگ نہین ہوتا بلکہ جو چیز اوسمین حاضر ہوتی ہے اوسی کا رنگ اوس آئینہ کا رنگ ہوتا ہے اور یہی حال شیشہ کا ہوتا ہے کہ خاص اوسمین کوئی رنگ نہین ہوتا بلکہ جو چیز اوسکے اندر قرار پائی اوسکی رنگ سے رنگین ہو جاتا ہے تو اوسکا رنگ یہی ہے کہ سب رنگون کے قبول کرنیکی استعداد اوسمین موجود ہے اور سر قلب کی حقیقت بلحاظ اوسکے اندر کی چیز کے کسی شاعر کے اس قطعہ سے خوب معلوم ہوتی ہے قطعہ

صہبا اور آبگینہ مے دونون ہین رقیق		ہے ایک شکل دونون کی اور ایک آب و تاب
گویا کہ ہے شراب نہین جام کا وجود ؛		یا یہ کہو کہ ساغر ہے نہین شراب

اور یہ امر علوم مکاشفہ کے اون مقامات مین سے ہے جنسے بعض لوگون نے حلول و اتحاد ذات حق کا دعوی کرکے انا الحق کہدیا اور فرقہ نصاری جو عالم لاہوت اور ناسوت کے اتحاد کا دعوی کرتے ہین یا اول کا لباس دوم کو بتاتے ہین یا اول کا حلول دوسرے مین کہتے ہین اونکے قول کی اصل بھی یہی امر ہے اور یہ اونکی غلطی ہے انکا کلام ایسا ہے جیسے کوئی آئینہ کے اندر کی سرخی کو دیکھکر اوسکو سرخ رنگ بتادے اور یہ نجانے کہ یہ رنگ آئینہ کا نہین بلکہ اوس چیز کا ہے جو اوسکے سامنے ہو اور جسکا عکس اوسکے اندر پڑا ہے اور چونکہ یہ تقریر علم معاملہ سے مناسبت نہین رکھتی اسلیے اب اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہین کہ فرق سمجھنے کے درجات کا لکھ چکے ہین

دوسرا مقام وجد ہے جو سمجھنے اور ڈھالنے کے بعد ہوتا ہے صوفیہ کرام اور وہ حکما جو سماع کو ارواح کو

مناسبت ہونیکی وجہ مین تقریرین کرتے ہین دونون فرقون کے وجد کی ماہیت مین بہت سے اقوال
ہین اول ہم اونکے اقوال کو نقل کرتے ہین پھر جو امر محقق ہے اوسکو بیان کرینگے۔ صوفیون کے اقوال
تو اس باب مین یہ ہین کہ ذوالنون مصری رح سماع کے لیے فرماتے ہین کہ وہ حق کا وارد ہے اسلیے آتا ہے
کہ دلون کی تحریک حق کی طرف کرے تو جو کوئی اوسکو حق کے سبب سے سنیگا وہ محقق ہے اور جو نفس کے باعث
سنیگا وہ زندیق ہے تو گویا اونکے نزدیک وجد سماع مین یہی ہے کہ دلون کا میل حق کی طرف ہو یعنے جب
سماع کا وارد آوے تو حق موجود پائے کہ اوسکا نام ہی وارد حق ہے اور ابوالحسین دراج سماع مین وجد کا
حال یون فرماتے ہین کہ وجد اوس حالت کا نام ہے جو سماع کے وقت پائی جائے اور کہا کہ سماع مجکو
رونق کے میدانون مین دوڑالیگیا اور عطا کے وقت حق کو واجب ہا ئی مجکو وجد مین ڈالا پھر جام صفا سے
مجکو پلایا اور اوس سے رضا کے مراتب مین نے حاصل کیے اور ریاض نزہت اور فضا مین مجکو سیر
کرائی۔ اور شبلی رح نے فرمایا ہے کہ سماع کا ظاہر تو فتنہ ہے اور باطن عبرت تو جو کوئی اشارہ کو پہچانتا ہے
اوسکو عبرت کا سننا حلال ہے ورنہ وہ خواستگار فتنہ کا اور بلا مین پڑنا چاہتا ہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ اہل معرفت کے لیے سماع غذا ارواح کی ہے اسلیے کہ یہ ایسا وصف ہے کہ سب اعمال سے باریک ہے اور اوسکے
رقیق ہونیکی وجہ سے طبیعت کی رقت ہی سے حاصل ہوتا ہے اور باینوجہ کہ جو اوسکے اہل ہین اونکے
نزدیک یہ صاف اور لطیف ہے تو بجز سر قلبی کی صفائی کے اور کسی بات سے نہین دریافت ہوتا۔
اور عمرو بن عثمان مکی رح فرماتے ہین کہ وجد کی کیفیت کو کوئی عبارت ادا نہین کرسکتی اسلیے کہ وہ اہل
یقین والون کی عبادت کے وقت کا راز الٰہی ہے۔ اور بعض فرماتے ہین کہ وجد حق کی طرف کے مکاشفات
کا نام ہے اور ابو سعید بن اعرابی فرماتے ہین کہ وجد یہ ہے کہ حجاب کا دور ہونا اور دوست کا مشاہدہ
کرنا اور فہم کا موجود ہونا اور غیب کا دیکھنا اور راز قلبی سے گفتگو کرنا اور مفقود کو انس دینا یعنے اپنی
خودی کو زائل کرنیسے مانوس ہو جانا۔ اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ وجد خصوصیت کے درجات
مین سے اول ہے اور سبب امور غائبہ کی تصدیق کا ہے کہ جب سالکان وجد کا مزہ چکھتے ہین اور
اونکے دلون پر اوسکا نور چمکتا ہے تو اونکو کوئی شک اور شبہہ باقی نہین رہتا۔ اور یہ بھی اونکا ہی
قول ہے کہ نفس کے آثار کا دیکھنا اور علائق اور اسباب کا تعلق وجد کا مانع ہوتا ہے اسلیے کہ نفس
اپنے اسباب کے باعث سے محجوب ہے تو جب اوسکے اسباب منقطع ہو جاتے ہین اور ذکر خالص ہوا اور دل
ہوشیار اور رقیق اور صاف ہوا اور نصیحت اوسمین اثر کرے اور مناجات کے اجنبی مقام مین ہو پہنچ جاوے
ورنہ وہ جہر سے خطاب ہونے لگے اور خطاب کو گوش ہوش اور دل حاضر اور سر ظاہر سے سننے

اور جو بات اپنے آپ مین نہ تھی اوسکو مشاہدہ کرے تو اسکا نام وجد ہے کہ جو بات معدوم تھی اوسکو
خود مین موجود پایا - اور یہ بھی اونکا قول ہے کہ وجد وہ ہے جو امور مفصلہ ذیل سب کے وقت ہو یعنے
ذکر محرک کی وقت یا خوف قلق مین ڈالنے والے کیوقت یا لغزش پر توبیخ کرنے یا کوئی لطیفہ کہنے یا کسی
فائدہ کی طرف اشارہ کرنے یا غائب کی طرف مشتاق ہوے یا گم شدہ پر افسوس کرنے یا گذشتہ پر
نادم ہونے یا کسی حال کی طرف کھچ جاے یا کسی واجب کی طرف مائل ہونے یا سر قلبی سے سرگوشی کرنے
کے وقت اور وجد کی کیفیت یہ ہے کہ ظاہر کو ظاہر کے مقابل کرنا اور باطن کو باطن کے اور غیب کو غیب
کے اور ستر کو ستر کے اور جو کچھ تقدیر مین فائدہ لکھا ہے بعض چیز کے بدلے مین اوسکو پیدا کرنا تاکہ بندہ کی
سعی اس باب مین اوسکے لیے لکھہ لیجاوے اور اوسی کی جانب سے شمار کیجاوے تو اس صورت مین بدون
سعی کے تو اوسکے پاس سعی ہوجائیگی اور بدون ذکر کے اسلیے کہ شروع مین نعمت دینے والا اور ذمہ دار تو
وہی کفیل خلق تھا اور تمام معاملہ آیندہ کو اوسکی طرف رجوع کریگا تو علم وجد کا ظاہر یہ ہے جو بیان ہوا
اور صوفیہ کے اقوال وجد کے باب مین اسی طرح کے بہت ہین - اب حکما کے اقوال کو سنو کہ بعض تو یہہ
کہتے ہین کہ دل مین ایک عمدہ فضیلت تھی جسکو قوۃ نطق لفظون سے نکال نسکی پس اوسکو نفس نے
نغمون سے باہر نکالا اور جب وہ ظاہر ہوئی تو نفس خوش ہوا اور اوسکے سامنے طرب مین آیا تو تم نفس
سے سنا کرو اور اوسی سے سرگوشی کرو اور ظاہری مناجات کو ترک کردو - اور بعض یہ کہتے ہین کہ سماع کا
نتیجہ یہ باتین ہین کہ رائے سے جو عاجز رہے کا طالب مستعد ہوجائے اور جو فکر سے خالی ہو اوسکو فکر حاصل ہوجائے
اور جو فہم کا کند ہو اوسکی فہم تیز ہوجائے حتی کہ جو بات نہ رہی ہو وہ پھر سے چلی آئے اور جو تھک گیا ہو
وہ چست ہوجائے اور جو میلا ہو وہ صاف ہو اور ہر رای اور نیت مین جولانی کرے اور درست کہے جیسا ہو
اور کام کرے مگر تاخیر نکرے - اور دوسرے حکیم نے کہا ہے کہ جیسا فکر علم کو معلوم کی طرف راہ بتاتا ہے
ویسا ہی سماع دل کو عالم روحانی کی راہ بتاتا ہے - اور کسی حکیم سے سوال ہوا کہ نغمون کے وزن
اور گت پر ہاتھ پانون کا بالطبع ہلجانا کس وجہ سے ہے تو اوسنے کہا کہ یہ عشق عقلی ہے عاشق عقلی اس بات
کا محتاج نہین کہ اپنے معشوق سے زبان ہی سے گفتگو کرے بلکہ وہ اوس سے کلام اور سرگوشی
تبسم اور پلک جھپکنے اور ابرو اور آنکھ کے لطیف اشارے سے کیا کرتا ہے اور یہ سب چیزین باتین
کرتی ہین مگر روحانی زبان مین ہین کہ بدون عقل کے اور طرح نہین سمجھی جاتین اور جو عاشق بہیمی ہین
وہ اپنی زبان کو مستعمل کرتے ہین تاکہ اپنے شوق ضعیف اور کھوٹے عشق کو تقریر زبانی سے صحیح
کردین - اور ایک اور حکیم کا قول ہے کہ جو شخص حزین ہو اوسکو نغمات کا سننا چاہیے اسلیے کہ نفس

جب غم آتا ہے تو اوسکا نور بجھہ جاتا ہے اور جب خوش ہوتا ہے تو اوسکا نور مشتعل ہوتا ہے اور او
رونق جگمگاتی ہے اس صورت مین جسقدر آدمی مین استعداد ہوگی اور ملونی اور ناپاکی سے صفائی
اوسیقدر اشتیاق پیدا ہوگا - اور سماع اور وجد کے باب مین اقوال بہت سی ہین اون سبکے بیان کرنے
کچہ فائدہ نہین معلوم ہوتا اسلیے ہم امر محقق کو لکھتے ہین جسکو وجد کہنا چاہیے پس واضح ہو کہ وجد اوس
حالت کا نام ہے جو سماع کا ثمرہ ہوتا ہے یعنی ایک نئی حالت راگ سننے کے بعد سننے والا اپنے نفس
کے اندر پاتا ہے اور یہ حالت دو قسمون سے خالی نہین یا تو اسکا انجام وہ مشاہدات اور مکاشفات ہین
جو منجملہ علوم اور تنبیہات گنی جاوین اور یا تغیرات اور احوال ہون کہ وہ از قبیل علوم نہون بلکہ مثل شوق
اور خوف اور حزن اور قلق اور سرور اور افسوس اور ندامت اور بسط اور قبض کے ہون اور سماع ان حال کو
یا تو جوش مین لاتا ہے یا قوی کر دیتا ہے پس اگر سماع ایسا ضعیف ہو کہ نہ تو ظاہر بدن کو حرکت یا سکون
دے نہ کوئی سننے والے کی حالت بدلے کہ خلاف عادت ہلنے لگے یا گردن جھکالے یا دیکھنے اور بات کرنے
ساکن ہو جائے تو ایسی حالت کو وجد نہ کہینگے اور اگر ظاہر بدن پر حال کا تغیر ہونا معلوم پڑیگا تو اوسکو وجد کہینگے
اور جسقدر اوسکا ظہور اور ظاہر حال کو بدلنا ہوگا اوسی نسبت سے وجد مذکور ضعیف یا قوی ہوگا اور اوسکی
تحریک اوسقدر زور سے ہوگی جسقدر قوت سے کہ وہ حالت آویگی اور ظاہر کو تغیر سے محفوظ رکھنا بقدر وجد والے
کے زور اور ہاتھ پانوں کے قابو مین رکھنے کے ہوتا ہے تو اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ وجد باطن مین قوی ہوتا ہے
مگر ظاہر مین تغیر نہین آتا کہ وجد لینے والا قوی ہوتا ہے اور بعض اوقات اوس حالت جدید کے ضعیف
ہونیسے ظاہر مین اثر نہین کرتا کہ وہ حالت تحریک مین اور عقدہ ضبط کو کھولنے مین قاصر ہوتی ہے
اور اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے ابو سعید ابن اعرابی نے وجد کی تعریف مین کہ رقیب کا مشاہدہ
اور حضور فہم اور غیب کا ملاحظہ ہوتا ہے چنانچہ اوپر بیان ہوا اور بعید نہین کہ سماع ایسی چیز کے منکشف ہونیکا
سبب ہو جو پہلے سے مکشوف نہو اسلیے کہ کشف کئی سببون سے ہوتا ہے اول تنبیہ سے اور سماع تنبیہ
کرنیوالا ہے دوم احوال کا بدلنا اور اونکا مشاہدہ اور ادراک کہ اونکے ادراک مین بھی ایک طرحکا علم ہے
جو ایسی باتون کو واضح کر دیتا ہے جو پیشتر معلوم نہ تھی سوم دل کی صفائی اور راگ سبب ہے دل کی
صفائی کا چہارم دل کا قوی ہونا اور قوت سماع سے دل کا سرور اتنا برانگیختہ ہوتا ہے کہ اس شدت
سرور مین اون اشیا کا مشاہدہ کر سکتا ہے جنکے مشاہدہ سے پیشتر عاجز تھا جیسے شتر راگ کی باعث وہ بوجھ
اوٹھا سکتا ہے جسکے اوٹھانے کی پیشتر اوسکو طاقت نہ تھی تو چونکہ دل کا عمل کشف ہونا اور اسرار
ملکوت کا ملاحظہ کرنا ہے تو جب دل قوی ہوگا تو اوسکا عمل بھی زیادہ ہوگا جیسے شتر کے قوی ہونے سے

اوسکا عمل زیادہ ہوتا ہے یعنے توجہ کا اوٹھانا ایسی انھین اسباب کو وسیلہ سے سماع کشف کا سبب ہوتا ہے
ملکہ دل جب صاف ہوتا ہے تو بعض اوقات امر حق اوسکے سامنے صورت پکڑکر سوجھنے لگتا ہے یا لفظ
منظوم بنکر اوسکے کان میں پڑتا ہے اور اس آواز کو اگر بیداری مین ہوتی ہے تو آواز ہاتف کہتے مین
اور سونیکی حالت میں ہوتی ہے تو خواب کہتے ہین اور یہ نبوت کے چھیالیس حصون مین سے ایک حصہ ہے
کہ امر حق اسطرح آدمی پر واضح ہو جائے اور علم معاملہ سے اس علم کی تحقیق خارج ہے مگر تحریر تا ہو کہ صفائی کو
اسطرح کے معاملات پیش ہوتے ہین چنانچہ محمد بن مسروق بغدادی کہتے ہین کہ جن دنون مین جاہل تھا
ایک رات نشہ کی حالت مین اس شعر کو گاتا ہوا باہر نکلا ؎

گذر کرتا ہون حسد مدام باغ زر پر طور سینا کے	تعجب کرتا ہون اون لوگونپہ جو پیتے ہین پانی کو

پس مین نے سنا کہ کوئی یون کہتا ہے ؎

جہنم مین وہ پانی ہے اگر کوئی پیئے اوسکو	تو باقی دم مین گلا ڈالے وہ امعا رنہانی کو

تو یہی آواز میرے لیے توبہ کرنے اور علم و عبادت مین مشغول ہونیکا باعث ہوئی تو اب دیکھ لو کہ راگ نے
اوسکے دل کی صفائی مین کیسے اثر کیا کہ حق بات کی حقیقت جہنم کی صفت مین صورت پکڑکر اور الفاظ
موزون ہوکر اوسکے گوش ہوش مین پڑ گئے - اور مسلم عبادانی کہتے ہین کہ ہمارے پاس ایکبار صالح مری
اور عتبہ غلام اور عبدالواحد بن زید اور مسلم اسواری تشریف لائے اور ساحل دریا پر فروکش ہوئے مین نے
ایک رات اونکے لیے کھانا تیار کرایا اور اونکی دعوت کی چنانچہ سب صاحب تشریف لائے جب کھانا
سامنے آچکا تو اتنے مین کسی نے غیب سے پکار کر یہ شعر پڑھا ؎

یاد تمکو نہین کھانون کے مزہ جن سے تبھی	کچھ نہ کام آئے گی یہ لذت نفس آخرکار

اسکو سنکر عتبہ غلام نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر پڑے اور دوسرے لوگ بھی رونے لگے کھانا
جون کا تون رکھا رہا کسینے ایک لقمہ نہ کھایا - اور جسطرح کہ قلب کی صفائی کے وقت ہاتف کی آواز سنائی دیتی ہے
اسی طرح آنکھ سے صورت خضر علیہ السلام کی بھی سوجھتی ہے کہ وہ اہل دل کے سامنے مختلف صورتون مین
شکل پکڑتے ہین اور اسی جیسی حالت مین فرشتے انبیا علیہم السلام کے سامنے صورت پکڑتے ہین خواہ
اپنی حقیقی صورت مین خواہ ایسی شکل مین کہ کسیقدر اونکی صورت اصلی سے مشابہت رکھتی ہو اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دوبار اونکی صورت پر دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ اونھون
نے افق کو روک لیا اور وہی صورت مراد ہے ان آیتون مین عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ذُو مِرَّةٍ
فَاسْتَوَى وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى آخر آیات تک اور انھین جیسے احوال مین دلون کا حال آدمی کو

معلوم ہو جاتا ہے اور اس معلوم ہونیکو تفرس کہتے ہین اور یہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ کہتے ہین کہ کوئی یہودی مسلمانون کے پاس
جاتا اور پوچھتا کہ اس حدیث کے کیا معنے ہین اتقوا فراسۃ المومن تو لوگ اوسکے معنے بیان کر
مگر اوسکی تشفی نہوتی ایکبار وہ کسی صوفی صاحب باطن کے پاس گیا اور اونسے بھی وہی سوال کیا
اونھون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ جو زنار تیرے کپڑون کے اندر کمر مین بندھا ہے اوسکو توڑ ڈال
اوسنے کہا کہ آپنے سچ کہا اسکے یہی معنے ہین اور مسلمان ہوگیا اور کہا کہ اب مین نے جانا کہ آپ ایماندار
اور آپکا ایمان حق ہے۔ اسیطرح ابراہیم خواص فرماتے ہین کہ جامع بغداد مین چند درویشون کے ساتھ
مین بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک جوان ظریف خوبصورت اچھی خوشبو کا آیا مین نے اپنے یارون سے کہا
کہ مجکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص یہودی ہے سبکو یہ بات بُری معلوم ہوئی آخر مین باہر چلا آیا اور
وہ شخص بھی چلا گیا پھر اون لوگون سے آکر دریافت کیا کہ شیخ نے میری باب مین کیا فرمایا تھا اونھون نے
بتانے مین تکلف کیا مگر اوسنے اصرار کیا کہ سچ بتاؤ تب اونھون نے کہا کہ یون کہا تھا کہ تم یہودی ہو پھر
وہ شخص میرے پاس آیا اور میرے ہاتھون پر جھکا اور سر کو بوسہ دیا اور مسلمان ہوگیا اور کہا کہ ہمنے اپنی
کتابون مین یہ مضمون دیکھا ہے کہ صدیق کی فراست خطا نہین کرتی تو مین نے دل مین کہا کہ مسلمانون کا
امتحان لون پھر جو مسلمانون کو تامل کیا تو کہا کہ اگر مسلمانون مین صدیق ہوتا ہوگا تو درویشون کے فرقہ
مین ہوگا کہ یہ خدا تعالی کا ذکر کرتے ہین اس نظر سے مین تمہارے مجمع مین صورت بدل کر آیا جب شیخ نے
فراست سے میرا حال دریافت کرلیا تو مین نے جانا کہ وہ صدیق ہین راوی کہتا ہے کہ پھر وہ جوان بڑے
صوفیون مین سے ہوگیا اور اسیطرح کشف کی طرف اس حدیث مین اشارہ ہے لولا ان الشیاطین
یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی ملکوت السماء۔ اور شیطانون کا دورہ دلون پر اوسی وقت
ہوتا ہے کہ صفات مذمومہ سے بھرے ہون کیونکہ شیطانون کی تماشا گاہ وہی ہین اور جو شخص ان صفات
سے اپنے دل کو خالص اور صاف کرے شیطان اوسکے دل کے گرد نہین پھرتا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
الا عبادک منہم المخلصین اور فرمایا ان عبادی لیس لک علیہم سلطان اور سماع دل کی صفائی کا سبب ہے
اور بذریعہ صفائی کے حق کا جال ہوا کرتا ہے کہ اوسمین حق ہی سماتا ہے اور اس بات پر یہ روایت دلالت
کرتی ہے کہ حضرت ذوالنون مصری بغداد مین داخل ہوئے اونکے پاس کچھ صوفی جمع ہوئے جنکے
ساتھ ایک قوال تھا اور آپ سے اجازت چاہی کہ یہ شخص ہمارے سامنے کچھ گاوے آپنے اجازت دی
تو اوسنے اس مضمون کے اشعار پڑھے

تری چھوٹی سی الفت نے ستایا	بڑی ہوگی تو ہوگی کس غضب کی
لگی کر دی تو نے دل مین میرے	محبت جو کہ باہم مشترک تھی
نہ ترس آئیگا تجھکو اوس حزین پر	کہ جب بیغم ہنسی کرتا ہے زاری

ذوالنون مصری اسکو سنکر کھڑے ہوئے اور منہ کے بل گر پڑے پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا آپنے فرمایا
اَلَّذِیْ یَرٰلکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وہ شخص بیٹھ گیا آپکو اوسکے دل کا حال معلوم ہوگیا تھا کہ یہ تکلف سے
وجد کرتا ہے اسیلیے اوسکو جتا دیا کہ اگر غیر اللہ کے لیے اوٹھوگے تو وہی تمہارا مدعی ہوگا جو اوٹھتے وقت
تمکو دیکھتا ہے اور اگر وہ مرد سچا ہوتا تو ہرگز نہ بیٹھتا۔ غرض وجد کا انجام اسپر آرہا کہ وجد یا مکاشفہ ہوتا ہے
یا حالت اب انہین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ افاقہ کے بعد اوسکو بیان کرسکین اور ایک وہ
کہ بیان نکرسکین اور شاید تم اس امر کو بعید جانو کہ ایسی حالت اور علم کیسے ہو جسکی حقیقت بیان نہ کیجائے
تو اسکو بعید مت جانو کیونکہ تمکو اسکی نظیرین ایسے حالات مین مل سکتی ہین علم کی مثال تو یہ ہے کہ اکثر ایسا
ہوتا ہے کہ کسی فقیہ کے سامنے دو مسئلے ایک سی صورت کے پیش ہوتے ہین اور وہ اپنے ذہن مین ان
دونون کا فرق حکم مین جانتا ہے لیکن اگر اوس سے کوئی فرق پوچھتا ہے تو زبان یاری نہین کرتی کہ
فرق بیان کردے گو کیسا ہی فصیح ہو اور فرق کا معلوم کرنا ایک علم ہے جو اوسکا دل ذوق سے دریافت
کرلیتا ہے اور اسمین بھی شک نہین کرتا کہ دل مین اوسکے پڑنے کا کوئی سبب ہے اور خدا تعالی کے نزدیک
اوسکی کوئی حقیقت ہی مگر اوسکو بتا نہین سکتا نہ اسوجہ سے کہ اوسکی زبان مین قصور ہے بلکہ اسوجہ سے
کہ خود وہ معنے ہی دقیق ہین کہ لفظون مین نہین آسکتے اور جو لوگ ہمیشہ مشکلات کی بحث کرتے رہتے ہین
اونکو یہ امر معلوم ہے کہ ایسا ہوا کرتا ہے۔ اور حال کی مثال یہ ہے کہ اکثر آدمیون کو جسوقت دل مین
قبض یا بسط ہوتا ہے معلوم ہوجاتا ہے مگر اوسکا سبب نہین جانتے اور بعض اوقات آدمی ایک
چیز مین فکر کرتا ہے اور اوس سے اوسکے دل مین اثر ہوتا ہے پھر اوس سبب کو بھول جاتا ہے اور اثر
دل مین معلوم ہوتا ہے اور باقی رہتا ہے اور کبھی یہی حالت سرور ہوتی ہے کہ کسی ایسے سبب کے
سوچنے سے جو موجب سرور ہو دل مین قرار پکڑتی ہے یا حالت حزن کسی غم کی بات مین تامل کرنے سے
پیدا ہوتی ہے اور جس بات مین فکر کیا تھا وہ یاد سے اوتر جاتی ہے لیکن اوسکے بعد اوسکا اثر باقی رہتا ہے
اور یہی حالت کبھی ایسی عجیب و غریب ہوتی ہے کہ نہ اوسکو سرور کہہ سکتے ہین نہ حزن اور نہ کوئی اور لفظ
ملتا ہے جو ٹھیک اوسکے معنے بتا دے اور مقصود ظاہر کرے بلکہ ذوق موزون شعر کا اور موزون و
ناموزون مین تمیز کرنیکا ایسا ہے کہ کسی مین ہوتا ہے اور کسی مین نہین ہوتا یہ بھی ایک حالت ہے کہ ذوق والے

اوسکو معلوم کر لیتے ہین کہ یہ موزون ہے اور یہ زحاف والی ہے مگر جسکو ذوق نہین اوسکے سامنے
ایسی طرح بیان نہین کر سکتے کہ جس سے مقصود واضح ہو جاوے۔ اور نفس مین احوال عجیب و غریب ہین کہ
اون سب کی بھی کیفیت ہی بلکہ حالات مشہورہ خوف اور حزن اور سرور تو اوسی سماع سے ہوتے ہین جو
مفہوم ہو لیکن تارون کے باجے اور تمام نغمے جو سمجھہ مین نہین آتے اونسے نفس مین تاثیر عجیب ہوتی ہی
اور اون آثار عجیب کا لفظون سے بیان کرنا ممکن نہین اور کبھی اونکو شوق سے تعبیر کرتے ہین مگر طرفہ
شوق ہے کہ جسکی طرف شوق ہے اوسکا حال معلوم نہین مثلاً جسکا دل تارون کے باجے اور شاہین
اور ان جیسی اور چیزون کے سننے سے مضطرب ہوتا ہے تو وہ یہ نہین جانتا کہ دل کس چیز کا مشتاق ہی
جسکے لیے اضطراب کرتا ہے اور دل مین ایسی حالت پاتا ہے کہ کسی بات کا متقاضی ہے مگر یہ نہین معلوم
کہ وہ کیا ہے یہانتک کہ یہ کیفیت عوام پر اور اون لوگون پر بھی گذرتی ہے جنکے دل پر نہ آدمی کی محبت
غالب ہوتی ہے نہ اللہ تعالی کی اور اس بات کا ایک بھید ہے وہ یہ ہے کہ ہر شوق کے دو رکن ہوتے ہین
ایک صفت اشتیاق کی یعنی مشتاق کو گونہ مناسبت ہونی اوس سے جسکی طرف اشتیاق ہو دوسرے
مشتاق الیہ کی صورت کا پہچاننا اور اوسکی طرف پہونچنے کی صورت معلوم ہونی تو اگر آدمی مین شوق کے
دونون رکن پائے جاوین گے تب تو ظاہر ہی ہے کہ شوق مین اضطراب ہونا بعید نہین اور اگر وہ صفت
تو ہو جس سے شوق ہے مگر مشتاق الیہ کا علم نہو تو جسوقت وہ صفت مشوقہ حرکت کریگی اور اوسکی آگ مشتعل
ہوگی تو موجب وحشت اور حیرت کی ہوگی مثلاً کوئی آدمی اسطرح سے پرورش پاوے کہ عورتون کی صورت
نہ دیکھے اور نہ جماع کی صورت سے واقف ہو پھر اگر وہ بالغ ہوگا اور شہوت غالب ہوگی تو اپنے نفس مین
شہوت کی آگ معلوم کریگا مگر یہ نجانیگا کہ یہ اشتیاق جماع کا ہے کیونکہ وہ تو نہ اوسکی کیفیت سے واقف ہے
نہ عورتون کی صورت دیکھی ہے اسیطرح آدمی مین صفت شوق دلانیوالی موجود ہے یعنے اسکو
ملا اعلی سے مناسبت ہی اور جن لذات کا وعدہ اوس ہی سدرۃ المنتہی اور فردوس برین مین ہوا ہی
وہ اسکی مشتاق الیہ ہین مگر اسکے خیال مین ان باتون کا علم بجز صفات اور نامون کے اور کچھہ نہین
جیسے کوئی لفظ جماع اور عورتون کے نام سنلے اور کسی عورت کی صورت کبھی نہ دیکھی ہو نہ مرد کی اور نہ
اپنی صورت آئینہ مین دیکھی ہو کہ اوسپر قیاس کرکے جان لے تو اب راگ سننے سے اوسکا شوق حرکت
کرتا ہے مگر چونکہ زیادتی جہل اور دنیا مین مشغول ہونیسے وہ اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو بھول گیا ہے
اور اپنا وہ ٹھکانا بھی یاد نہین جسکی طرف اوسکا شوق طبعی ہے اسیلیے اوسکا دل ایسے امر کا خواہان ہوتا ہے
کہ جانتا نہین کہ وہ کیا ہے پھر مدہوش اور متحیر اور مضطرب ہوتا ہے اور اوس گلا گھونٹے ہوئے کی طرح

ہو جاتا ہے جسکو کیفیت اوس درد سے چھوٹنے کی معلوم نہو۔ غرضکہ اسطرح کے حالات کی حقیقت نہ
معلوم نہین ہوتی اور نہ حال والا اونکو تقریر سے بیان کرسکتا ہے۔ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ وجد
دو طرح کا ہے ایک وہ کہ اوسکا بیان لفظون مین ہوسکے اور ایک وہ کہ نہوسکے۔ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ
وجد کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ خود بخود دل پر ہجوم کرے دوسرے وہ کہ بتکلف وجد کیا جائے اس دوسری
صورت کو تواجد یعنے حال لینا کہتے ہین اور تواجد مین اگر مقصود ریا ہو یا احوال شریفہ کا اپنے آپ پر
ظاہر کرنا حالانکہ واقع مین اونسے مفلس ہے تب تو برا ہے اور اگر اسلیے ہے کہ احوال شریفہ کا اپنے اندر
حاصل ہونا اور اونکو کسب کرنا اور تدبیر سے کھینچ لانا ہے تو اچھا ہے اس نظر سے کہ آخر کسب کو احوال
شریفہ کے کھینچ لانے مین دخل ہے اور اسی نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت قرآن مجید مین
فرمایا کہ جس شخص کو رونا نہ آوے وہ روتی صورت بناوے اور بتکلف حزن کرے کیونکہ یہ احوال شروع
ابتدا مین بتکلف کیے جاتے ہین مگر انجام مین ثابت اور متحقق ہو جاتے ہین اور اسکا انکار نہین ہوسکتا
کیونکہ جو شخص قرآن مجید سیکھتا ہے اول بڑے تکلف سے یاد کرتا ہے اور تکلف کے ساتھ خوب سوچ سوچ کر
دہن لگا کر پڑھتا ہے مگر جب یاد ہو چکنے کے بعد زبان پر ایسا چڑھجاتا ہے کہ نماز وغیرہ مین غفلت کی حالت
مین بھی تمام صورت پڑھجاتا ہے اور تمام ہونیکے بعد جو ہوشیار ہوتا ہے تو جانتا ہے کہ غفلت مین پڑھ
اسی طرح کاتب اول مین بڑی محنت لکھنے پر کرتا ہے پھر جو مشق چڑھجاتی ہے تو لکھنا سرشتی ہو جاتا ہے
حتی کہ ورق کے ورق لکھتا اور نقل کرتا چلا جاتا ہے اور دل دوسری فکر مین ڈوبا رہتا ہے چنانچہ
جن صفات کو نفس اور اعضا قبول کرتے ہین اونکے اکتساب کی صورت اول مین یہی ہوتی ہے کہ تکلف
اور بناوٹ کرنا پڑتا ہے اور آخر کو عادت سے سرشت ہوجاتی ہین اور یہی غرض ہے اس قول سے کہ عادت
طبع پنجم ہے پس اگر احوال شریفہ کسی شخص کے اندر مفقود ہون تو اونسے ناامیدی کرنی نچاہیے بلکہ چاہیے
کہ اونکو بتکلف راگ سے اور کسی تدبیر سے حاصل کرے کیونکہ عادت مین ایسا دیکھا گیا ہے کہ جس شخص
نے کسی دوسرے پر عاشق ہونا چاہا ہے اور پہلے سے عاشق نہین تھا تو اوسنے یہ تدبیر کی کہ اپنے نفس
کے سامنے اوسکا ذکر مدام کرنا اور جو باتین اوسمین عمدہ اور اخلاق حمیدہ تھے اونکا تقریر کرنا اور بار بار
اوسکی طرف دیکھنا شروع کیا یہانتک کہ اوسپر عاشق ہوگیا اور عشق اوسکے دل مین ایسا جمگیا کہ آ
حد اختیار سے نکلگیا پھر اوسنے اسکے بعد اوس سے چھوٹنا چاہا تو نہ چھوٹ سکا تو اسیطرح اللہ تعالی
کی محبت اور اوسکے دیدار کا شوق اور اوسکی خفگی کا خوف اور دوسرے احوال شریفہ اگر آدمی مین
نہون تو چاہیے کہ اونکے حاصل کرنے کی تدبیر کرے اسطرح کہ جو لوگ ان حالات سے موصوف ہ

ان کے پاس بیٹھکر اونکے احوال دیکھا کرے اور اونکی صفات کو دل مین اچھا کہا کرے اور راگ سننے مین اونکا شریک ہو کر خدا تعالی کی جناب مین دعا اور تضرع کرے کہ وہ حالت مجکو بھی مرحمت کر اور اوسکے سامان میرے لیے مہیا فرما اور ان احوال کے سامانون مین سے ایک یہ بھی ہے کہ راگ سننے اور نیکبخت بندون اور خوف کرنیوالون اور محبون اور مشتاقون اور خاشعین کے پاس بیٹھے اسلیے کہ جو شخص دوسرے کے پاس بیٹھتا ہے اوسکی صفات اوسکے اندر بھی سرایت کر جاتی ہین ایسی طرح کہ اوسکو خبر بھی نہین ہوتی اور اسباب کی جہت سے محبت وغیرہ احوال کے حاصل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلیل ہے کہ آپنے دعا مین فرمایا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ تو دیکھو اس دعا مین آپنے محبت کی طلب فرمائی اگر یہ امر سرشتی ہوتا تو اوسکی درخواست کیسی ہوتی یہان کے بیان سے معلوم ہوا کہ وجد کی دو قسمین ہین مکاشفہ اور حالت اور پھر دو قسمین ہین ایک وہ کہ اظہار ممکن ہو دوسرے وہ کہ اوسکا اظہار ممکن نہ ہو اور نیز وجد کی دو اور قسمین ہین ایک وہ کہ بہ تکلف ہو دوسرے وہ کہ طبعی ہو۔ اب اگر یہ کہو کہ یہ کیا بات ہے کہ صوفیون کو قرآن مجید کے سننے سے جو اللہ تعالی کا کلام ہے وجد نہین ہوتا اور راگ پر جو کلام شعرا کا ہے وجد ظاہر ہوتا ہے اگر بالفرض وجد خدا تعالی کی عنایت سے ہوتا اور حق ہوتا اور شیطان کے فریب سے اور باطل نہوتا تو چاہیے تھا کہ راگ کی نسبت کر قرآن مجید سے بطریق اولی ہوا کرتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو وجد حق ہوتا ہے وہ اللہ تعالی کی فرط محبت اور صدق ارادت اور اوسکے شوق و یدار سے پیدا ہوتا ہے اور اسطرح کا وجد قرآن مجید کے سننے سے بھی جوش کرتا اور جو وجد کہ خلق کی محبت اور مخلوق کے عشق سے ہوا کرتا ہے وہ البتہ قرآن مجید کے سننے سے جوش مین نہین آتا اور قرآن مجید سے وجد ہونے پر خود قرآن گواہ ہے کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور فرمایا مَثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ تو طمانینت اور بدن پر رو ون کا کھڑا ہو جانا اور خوف اور دل کی نرمی جو ان آیتون مین مذکور ہین وہ وجد ہی ہین اسلیے کہ وجد وہی ہوتا ہے جو سننے کے سبب سے سننے کے بعد نفس مین پایا جاوے اور دوسری جا یون ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ اور فرمایا لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ تو ان آیتون مین ترس اور خشوع وجد ہے حالات کی قبیل سے گو مکاشفات کی قبیل سے نہین مگر کبھی مکاشفات اور تنبیہات کا سبب ہو جاتا ہے اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زینت دو قرآن کو اپنی آوازون سے اور حضرت ابو موسی اشعری رضؓ کی شان مین فرمایا لقد اوتی مزمارا

مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔ اور جن حکایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دل کو قرآن
سننے کے وقت وجد ہوا ہے وہ بہت ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شَيَّبَتْنِي سُورَةُ هُودٍ
۔ تو یہ بھی وجد کی خبر ہے اسلیے کہ بڑھاپا حزن اور خوف سے حاصل ہوتا ہے اور حزن اور خوف وجد میں
داخل ہے۔ اور مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورہ نسا
پڑھی جب اس آیت پر پہونچے فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا
آپنے فرمایا کہ بس کرو اور دونوں آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھا یا کسی اور شخص نے آپکے سامنے یہ آیت پڑھی إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا وَطَعَامًا
ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا پس آپ بیہوش ہو گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پڑھکر روئے إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ الآیۃ اور یہ آپ کا دستور تھا
کہ آیت رحمت پر گذرتے تو دعا مانگتے اور بشارت کی درخواست کرتے اور بشارت کی التجا وعید ہو اور جو لوگ
قرآن مجید پر وجد کرتے ہیں اونکی تعریف خدا تعالی نے کی ہے چنانچہ فرمایا وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ
إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور آپکے سینہ مبارک میں ایسا جوش ہوتا تھا جیسے ہنڈیا کے کھدبد
ہونے کی آواز ہوتی ہے۔ اور صحابہ اور تابعین نے جو قرآن پر وجد کیا ہے اونکی نقلیں بہت سی ہیں
کہ بعضوں نے پچھاڑ کھائی اور کچھ روئے اور کچھ بیہوش ہو گئے اور بعضے غشی کی حالت میں مر گئے چنانچہ
کہتے ہیں کہ زرارہ بن ابی اوفی رقہ میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے کہ کسی رکعت میں یہ آیت پڑھی فَإِذَا نُقِرَ
فِي النَّاقُورِ فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۔ اسکو پڑھتے ہی بیہوش ہو کر پڑے اور محراب ہی میں
مر گئے یہ بزرگ تابعین میں سے تھے اور حضرت عمر رضہ نے ایک شخص کو پڑھتے سنا إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ
لَوَاقِعٌ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۔ آپنے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑے لوگ مکان پر اوٹھا لائے
ایک مہینہ بھر آپ بیمار رہے۔ اور ابو جریر تابعی کے سامنے صالح مری نے قرآن میں سے کچھ پڑھا وہ چیخ مار کر مر گئے
اور حضرت امام شافعی رح نے کسی قاری کو یہ پڑھتے سنا هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ
فَيَعْتَذِرُونَ آپ کو غش آگیا۔ اور علی بن فضیل رح نے کسی قاری کو پڑھتے سنا يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ
لِرَبِّ الْعَالَمِينَ تو غش کھا کر گر پڑے حضرت فضیل نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا شکر ہے تجھکو وہ ملیگا جو اللہ تعالی
نے تجھسے معلوم کر لیا ہے اسی طرح بہت سے لوگوں سے اسطرح کی حکایتیں منقول ہیں۔ اور ایسا ہی
صوفیوں کا حال ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ شبلی رح رمضان کی شب میں ایک امام کے پیچھے اپنی مسجد میں

نماز پڑھتے تھے امام نے یہ آیت پڑھی وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ حضرت شبلی نے ایک چیخ ایسی ماری کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور آپ کا رنگ زرد پڑ گیا اور شانے تھرانے لگے اور یہی بار بار کہتے تھے کہ احباب کو ایسی ہی طرح خطاب کیا کرتے ہیں اور حضرت جنید بغدادی رح حضرت سری سقطی رح کے پاس گئے کہتے ہیں کہ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک شخص کو غش آیا ہوا ہے مجھسے فرمایا کہ یہ ایک شخص ہے کہ قرآن مجید کی آیت سنکر اسکو غش آگیا ہے میں نے کہا کہ اوسپر وہی آیت دوبارہ پڑھو جب وہ آیت پڑھی گئی تو اوسکو افاقہ ہو گیا حضرت سری سقطی نے پوچھا کہ یہ مضمون تمنے کہاں سے کہا میں نے کہا کہ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نابینائی مخلوق کی باعث سے تھی تو مخلوق ہی کے سبب سے اچھی ہو گئی اگر آپ کا نابینا ہونا حق کے واسطے ہوتا تو مخلوق کے سبب سے بینا نہوتی حضرت سری سقطی نے اس جواب کو اچھا کہا اور جو تدبیر کہ حضرت جنید رح نے فرمائی تھی اوسی کی طرف شاعر کا قول اشارہ کرتا ہے ؎

میں نے اول تو پیے جام مزہ میں آکر		دور ثانی ہے بدینوجہ کہ ہو دور خمار

اور کسی صوفی کا قول ہے کہ میں ایک شب اس آیت کو پڑھ رہا تھا كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ میں نے اسکو مکرر پڑھنا شروع کیا اتنے میں غیب سے ایک آواز آئی کہ کہاں تک اس آیت کو مکرر پڑھیگا چار جن تو تو نے قتل کر دیے جنہوں نے روز ولادت سے اپنا سر آسمان کی طرف نہیں اوٹھایا تھا۔ اور ابو علی مغازلی نے شبلی رح سے کہا کہ بعض اوقات میرے کان میں کوئی آیت قرآن مجید کی پڑتی ہے تو مجکو دنیا سے اعراض کرنے کی طرف کشش کرتی ہے پھر جو اپنے کاروبار اور لوگوں کی طرف رجوع کرتا ہوں کیفیت صدر پر باقی نہیں رہتا حضرت شبلی نے فرمایا کہ اگر قرآن سنکر تم متوجہ اور مائل الی اللہ ہوتے ہو تو یہ بھی خدا تعالی کی توجہ اور عنایت ہے اور اگر تمکو تمہارے نفس کی طرف رجوع کر دیتا ہے تو یہ بھی اوسکی شفقت اور رحمت ہے کیونکہ اوسکی طرف متوجہ ہونے میں تمکو بجز اس امر کے اور کچھ شایان نہیں کہ اپنی تدبیر اور قوت سے بری ہو جاؤ۔ اور کسی صوفی نے ایک قاری کو پڑھتے سنا يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۔ تو اوسکو قاری سے دوبارہ پڑھوا کر کہا کہ نفس کو کب تک کہے جاؤں کہ رجوع کر اور رجوع نہیں کرتا پھر حالت میں آکر ایسی چیخ ماری کہ جان نکل گئی۔ اور بکر بن معاذ نے کسی کو پڑھتے سنا وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ الآیۃ تو مضطرب ہوئے پھر چیخ کر کہا کہ رحم کر اوسپر جسکو تو نے ڈرایا اور ڈرانے کے بعد بھی وہ تیری طاعت پر متوجہ نہوا اتنا کہکر اونکو غش آگیا۔ اور ابراہیم ادہم رح جب کسی کو إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ پڑھتے سنتے تو آپکے جوڑ ایسے مضطرب ہوتے گویا بند بند کانپتا ہے۔ اور محمد بن صبیح کہتے ہیں

کہ ایک شخص رات کو اندر غسل کرتا تھا کہ اتنے مین ایک آدمی کنارہ پر یہ آیت پڑھتا ہوا نکلا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ
أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ تو وہ نہانے والا تڑپنے لگا یہانتک کہ ڈوب کر مرگیا اور کہتے ہین کہ حضرت سلمان فارسیؓ
نے کسی جوان کو تلاوت کرتے دیکھا اور جب وہ ایک آیت پر پہونچا تو اوسکے رونگٹے کھڑے ہوگئے حضرت
سلمان کو اوس سے محبت ہوگئی چند روز جو اوسکو نہ دیکھا تو لوگون سے اوسکا حال دریافت کیا کسی نے کہا کہ وہ
بیمار ہے آپ اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے دیکھا تو وہ نزع مین ہے اوسنے حضرت سلمان سے کہا کہ جو
کپکپی میری کہ آپ نے میرے بدن پر ملاحظہ فرمائی تھی وہ بہت اچھی صورت بنکر میرے پاس آئی اور مجھسے کہا کہ خدا تعالیٰ
نے تیرے سب گناہ بخشدیے۔ حاصل یہ کہ اہل دل قرآن سننے کے وقت بھی وجد سے خالی نہین ہوتے اور اگر قرآن
کا سننا اونمین ہرگز کچھ اثر نکرے تو اوسکو اس آیت کا مصداق سمجھنا چاہیے كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ
إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ بلکہ اہل دل کو تو کلمہ حکمت بھی اثر کرتا ہے چنانچہ جعفر خلدی
کہتے ہین کہ ایک شخص خراسانی حضرت جنید کی خدمت مین حاضر ہوا اوسوقت آپکے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے
تھے آپنے اوس سے پوچھا کہ آدمی کے نزدیک اوسکے ثناخوان اور برا کہنے والے یکسان کب ہوجاتے ہین
کسی درویش نے کہا کہ جب آدمی شفاخانہ مین جاتا ہے اور دو قیدون مین مقید ہوتا ہے حضرت جنیدؒ نے
فرمایا کہ یہ جواب تمہاری شان کے شایان نہین پھر آپ اوس خراسانی کی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے کہ
یہ نوبت اوسوقت ہوتی ہے کہ یقین کرلے کہ مین مخلوق ہون اوس شخص نے ایک چیخ ماری اور مرگیا۔ اب
اگر یہ کہو کہ اگر قرآن کا سننا وجد پیدا کرتا ہے تو صوفی قوالون کے راگ سننے پر کیون جمع ہوتے ہین قاریون پر
قرآن مجید اکٹھے ہوکر کیون نہین سنتے مناسب تو یہ تھا کہ اونکا اجتماع اور حال لینا قاریون کے حلقہ مین ہوتا
نہ ڈھاڑیون کے طائفہ مین اور یہ بھی چاہیے تھا کہ ہر ایک دعوت مین اجتماع کے وقت کوئی قاری بلایا جاتا
نہ قوال کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام راگ سے بلاشبہ افضل ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ گو قرآن مجید کا سننا باعث
وجد ہے مگر اوسکی نسبت کہ وجد کا جوش سماع سے زیادہ ہوتا ہے سات وجہون کے سبب سے۔ وجہ اول یہ
کہ قرآن مجید کی سب آیتین سننے والے کے مناسب حال نہین اور نہ اس قابل ہین کہ اسکو سمجھکر جس حال مین
وہ مبتلا ہے اوسپر ڈھالے مثلاً جس شخص پر حزن اور شوق اور ندامت غالب ہو تو اوسکے حال کے
مناسب یہ آیت کیسی ہوگی يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ اور یہ آیت
وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ اور اسی طرح اور آیتین جنمین احکام میراث اور طلاق اور حدود وغیرہا کے ہین
اور دل کی بات کی محرک وہی چیز ہوتی ہے جو اوسکے مناسب ہے اور اشعار کو جو شعراء نے نظم کیا ہے تو حالات
دل کے ہی ظاہر کرنے کے لیے ہے اون اشعار سے حال کے سمجھنے مین کچھ تکلف نہین کرنا پڑتا ہان جس شخص پر

حالت زبردست غالب ہو کہ اوسکے ہوتے ہوئے دوسری حالت کی گنجائش ہی نہو اور اوسکو تیزی طبع اور فہم
وذہن اتنا ہو کہ الفاظ مین سے دور دور کے معانی سمجھ لیا کرے تو ایسا شخص البتہ ہر قول کے سننے پر وجد
کرسکتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیٓ اَوۡلَادِکُمۡ سے موت کی حالت سمجھے جس سے وصیت
کی حاجت ہوتی ہے اور یہ کہ ہر انسان کو ضرور ہے کہ اپنا مال اور اولاد جو دنیا کے اندر دو محبوب چیزین ہین
انمین سے ایک محبوب کو دوسرے کے قبضہ کے لیے چھوڑے اور دونون سے مفارقت کرجائے تو اس
خیال سے اوسپر خوف اور فزع غالب ہوجائے یا یُوصِیکُمُ اللّٰہُ مین صرف اسم ذات سنکر مدہوش ہوجائے
نہ اوسکے آگے کے مضمون کی خبر رہے نہ پیچھے کے معنون کی یا دل مین یہ گذرے کہ اللہ تعالی کی رحمت اور شفقت
کو دیکھنا چاہیے کہ بندون کی میراثون کی تقسیم کا متولی بھی خود ہوا کہ زندگی اور موت دونون حالتون مین
بندہ پر عنایت رہے اور اس سے یہ خیال کرے کہ جب اللہ تعالی نے ہمارے مرنے کے بعد ہماری اولاد پر
شفقت فرمائی ہے تو بیشک وہ ہم پر بھی نظر رحمت فرمائیگا اور اس خیال سے رجا کی حالت جوش کریگی اور
موجب اوسکے سرور اور استبشار کا ہوگی یا لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ سے دل مین یہ خیال بندھے کہ مرد کو
مردیت کے باعث سے عورت پر فضیلت ہے اور آخرت مین فضیلت اون مردون کو ہے جنکی شان یہ ہے
رِجَالٌ لَّا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ اور یہ کہ جس شخص کو غیر اللہ خدا تعالی کی یاد سے بھلا دے
تو وہ حقیقت مین مرد نہین عورت ہے اور اس خیال سے خوف کرے کہ کہین ایسا نہو کہ جیسے عورت اموال
مین پیچھے رہگئی ویسے ہی ہم بھی نعیم آخرت سے پیچھے نہ پڑجائین تو اسطرح کے خیالات سے البتہ بعض اوقات
وجد کی تحریک ہوتی ہے لیکن اوسی شخص کو جس مین دو وصف ہون ایک تو حالت مستغرق غالب دوسرے
فطانت جید اور ذکاء کامل کہ قریب کی باتون سے دور کی باتون پر واقف ہوجائے اور ایسا شخص چونکہ کمیاب ہے
اسیلیے راگ کی طرف التجا کیجاتی ہے کہ اوسمین الفاظ احوال کے مناسب ہوتے ہین سنتے ہی جھٹ پٹ
حالت آجاتی ہے۔ اور مروی ہے کہ حضرت ابو الحسین نوری رح کسی دعوت مین ایک جماعت کے ساتھ تھے
اون لوگون مین کچھ تذکرہ علمی ہونے لگا ابو الحسین خاموش سنتے رہے ایکبارگی سر اوٹھا کر اس مضمون کے اشعار پڑھے

سے چاشت کو فاختہ دل باختہ ہر شاخ پہ بیٹھہ ۔۔۔ نغمہ کوکو سے کرتی تھی دل اپنا افگار
دلبر و موسم خوش یاد وہ کر رونے لگی ۔۔۔ اوسکے رونے سے ہوا دل مین ہرے غم کا ابھار
اپنی زاری سے کبھی اوسکو جگاتا ہون مین ۔۔۔ پر مجھے کرتی ہے وہ اپنے فغان سے بیدار
مین جو دکھ کہتا ہون اوسکو نہین سمجھا سکتا ۔۔۔ نہ سمجھتا ہون جو کچھ کہتی ہے اپنا آزار
سوزش دل سے ہی لیکن ہمین آپس کی شناخت ۔۔۔ مین اوسے جانتا ہون اور وہ مجھے عاشق زار

راوی کہتا ہے کہ اون لوگون مین کوئی ایسا نہ رہا جسنے اوسکو وجد نہ کیا ہو اور یہ وجد اونکو اوس علم سے ہوا
جسمین بحث کر رہے تھے حالانکہ وہ علم بھی یقینی اور حق ہی تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید اکثر لوگونکو
یاد ہوتا ہے اور کانون اور دلون پر کثرت سے آتا ہے اور جو بات کہ اول ہی سنی جاتی ہے اوسکا اثر
دلون میں بہت ہوتا ہے اور دوسری دفعہ مین اثر ضعیف ہو جاتا ہے اور تیسری بار تو گویا رہتا ہی نہین
اور اگر بالفرض کسی ایسے شخص کو کہا جاوے جسپر وجد غالب ہو کہ ہمیشہ ایک ہی شعر پر تھوڑے تھوڑے
عرصہ میں ایک دن یا ہفتہ کے اندر حال لیا کرے تو اوس سے کبھی نہو سکیگا اور اگر شعر بدل دیا جایگا تو البتہ
اوسکا اثر اوسکے دل مین نیا پیدا ہوگا گو مضمون وہی ہو جو پہلے شعر کا تھا مگر لفظ اور وزن و قافیہ کا پہلے
سے جدا ہونا نفس کو حرکت دیدیتا ہے گو قوال وہی ہو اور قاری سے ممکن نہین کہ ہر وقت نیا قرآن پڑھے
اور ہر دعوت مین نئی تلاوت کرے اسلیے کہ قرآن تو محصور ہے اوسمین کچھ بڑہ نہین سکتا نہ الفاظ بدل سکین
وہ تو کل محفوظ ہے اور بہت دفعہ سنا جاتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضہ نے جب اعرابی کو دیکھا
کہ قرآن مجید پڑھتے ہین اور اوسکو سنتے ہین اور روتے ہین تو فرمایا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر
اب ہمارے دل سخت ہو گئے تو اس سے یہ گمان نکرنا کہ صدیق رضہ کا دل اجلاف عرب سے بھی زیادہ سخت تھا
یا آپ کو اللہ تعالی اور اوسکے کلام سے محبت اتنی نہ تھی جتنی اون لوگون کو تھی بلکہ اصل یہی تھی کہ دل پر
مکرر گذرنے سے عادی سے ہو گئے تھے اور کثرت استماع کی جہت سے اوس سے انس تھا کہ اثر کم معلوم ہوتا تھا
کیونکہ عادت مین محال ہے کہ کوئی سننے والا ایک آیت سنے جسکو پہلے نہ سنا ہو اور گریہ کرے پھر بیس برس تک
ہمیشہ اوسیکو پڑھکر رویا کرے حالانکہ آیت وہی ہے مگر چونکہ نئی بات نہین ہوتی اسلیے کچھ اثر نہین ہوتا
اور یہ مشہور ہے کہ کل جدید لذیذ ہر نئی بات کا ایک صدمہ ہوتا ہے اور ہر مالوف کے ساتھ انس ہوتا ہے جو صدمہ
کے مخالف ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر رضہ نے قصد کیا تھا کہ لوگونکو خانہ کعبہ کا طواف کثرت سے نکرنے دین
اور فرمایا کہ مجکو خوف ہے کہ لوگ کہین اس گھر سے مانوس نہو جائین اور پھر وقعت دل مین کمتر ہو جائے عادۃ
جو شخص حج کو جاتا ہے اور پیشتر خانہ کعبہ پر اوسکی نگاہ پڑتی ہے تو روتا ہے اور چلاتا ہے اور بعض وقت دیکھتے ہی
غش آجاتا ہے اور پھر جو اتفاقاً مکہ معظمہ مین مہینا بھر ٹھہرتا ہے تو وہ بات اپنے دل مین نہین پاتا حاصل یہ کہ
قوال اجنبی اور نئے اشعار ہر وقت پڑھ سکتا ہے اور آیتون مین قاری سے ایسا نہیں ہو سکتا تیسری وجہ
یہ کہ کلام کے موزون ہونیسے شعر کا مزہ بدلجاتا ہے اور دل مین اثر جداگانہ کرتا ہے کیونکہ اچھی آواز موزون
اور ہوتی ہے اور کلام طیب بے وزن اور ہوتی ہے اور وزن اشعار ہی مین پایا جاتا ہے آیات مین نہین ہوتا
اور وزن کو اس باب مین اتنا دخل ہے کہ اگر قوال جس شعر کو پڑھتا ہو اوسمین زحاف کردے یا غلطی کرے

پاس ترنم کی جہت جو نغمہ میں ہوتی ہے باطل ہو جائے تو سننے والے کا دل گھبرائیگا اور اوسکا وجد و سماع
باطل ہو جائیگا طبیعت کو عدم مناسبت کی جہت سے وحشت ہوگی اور جب طبیعت پریشان ہوگی تو دل
پہلے پریشان ہوگا غرضیکہ اس لحاظ کہ وزن کو اثر ہوا کرتا ہے راگ میں شعر ہی مطلوب ہوا چوتھی وجہ یہ
شعر موزون کی تاثیر دل میں نغموں کی جہت سے مختلف ہوتی ہے جنکو سُر اور سَر کہتے ہیں اور یہ باتیں
مقصور کو بڑھانے اور ممدود کو گھٹانے اور کلمات کے بیچ میں وقف کرنے اور بعض کو منقطع اور بعض کو موصول
کرنے سے ہوتے ہیں اور یہ تصرفات شعر میں درست ہیں مگر قرآن مجید میں جائز نہیں کیونکہ اوسمیں تلاوت
اوسی طرح چاہیے جیسے خداوند کریم نے نازل فرمایا ہے اگر مقتضائے تلاوت کے خلاف اوسمیں مد کی جگہہ قصر یا
اسکا عکس یا وقف یا وصل یا قطع ہوگا تو وہ حرام یا مکروہ ہوگا اور اگر قرآن مجید کو سادہ طور پر جیسے نازل
ہوا ہے پڑھا جائیگا تو اسمیں وہ اثر نہوگا جو نغموں کے سُر دُن سے ہوتا ہے حالانکہ تاثیر میں وہ سبب مستقل ہیں
گو سمجھ میں نہ آویں جیسے تاروں کے باجوں اور نفیری اور شاہین اور تمام آوازوں میں جو سمجھہ میں نہ آوین اثر
دیکھا جاتا ہے۔ پانچویں وجہ یہ کہ نغمات موزون کی تاکید اور آوازوں موزون سے بھی ہو جاتی ہے جو
حلق سے نہیں نکلتی مثلاً لکڑی سے گت لگانے یا ڈھولکی کی تال وغیرہ سے اثر دوبالا ہو جاتا ہے اسلیے کہ وجد
ضعیف جنبش او بھرتا ہے کہ اوسکا سبب قوی ہو اور سبب ان سب باتوں کے یکجا ہونیسے قوی ہو جاتا ہے
اور انمیں سے ہر احد کو تاثیر میں دخل ہے اور واجب ہے کہ قرآن مجید ان جیسے قرائن سے بچایا جاوے اسلیے
کہ عوام کے نزدیک ان قرائن کی صورت کھیل کی سی ہے اور قرآن تمام خلق کے نزدیک کھیل نہیں پس
حق محض میں ایسی چیز ملانی جو عوام کے نزدیک کھیل ہو یا خواص کے نزدیک کھیل کی سی صورت ہو گو وہ
اوسکو اس نظر سے دیکھتے ہوں کہ کھیل سے جائز نہوگی بلکہ قرآن کی تعظیم کرنی چاہیے کہ رستوں پر نہ پڑھا جاوے
اور نہ جنابت کی حال میں اور نہ بیوضو ہونیکے وقت میں بلکہ ایسی مجلس میں پڑھا جاوے جس میں سکون
اور سکوت ہو اور ظاہر ہے کہ حق حرمت قرآن کا بجز اون لوگوں کے اور کسی سے پورا نہیں ہو سکتا جو
اپنے احوال کے نگران رہیں اسی لحاظ سے راگ کی طرف میل کیا جاتا ہے جسمیں حاجت اس نگرانی اور
لحاظ کی نہیں اور یہی وجہ شادی کی شب میں دف بجانا مع قرآن کی تلاوت کے درست نہیں حالانکہ
دف بجانیکا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نکاح کو ظاہر کرو گو چلنی ہی بجانیسے ہو یا کسی اور
عبارت سے ارشاد کیا جسکے معنے یہ ہیں اور دف بجانا شعر کے ساتھ درست ہے نہ قرآن کے ساتھ اور اسیوجہ
سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ربیع بنت معوذ کے گھر میں اونکی شادی کے روز تشریف لیگئے اور
اونکے پاس کچھ لونڈیاں گا رہی تھیں پس آپ نے ایک کی آواز سنی کہ وہ یہ کہتی ہے ؎

خدا نے بھیجا ہے وہ سید الرسل ہم مین	کہ جو معاملہ کل ہوگا اوسکو ہے معلوم

آپ نے فرمایا کہ اس کو ترک کر اور جو پہلے کہتی تھی وہی کہہ اور اسکی وجہ یہی تھی کہ یہ نبوت کی شہادت تھی اور راگ کھیل ہے اور شہادت نبوت کھیل نہین تو اوسکو ایسی چیز سے ملانا نچاہیے جو کھیل کی صورت پر ہو کہ اس صورت مین اون اسباب کی تقویت دشوار ہوگی جنسے سماع دل کی تحریک کرتا ہے تو اسلیے اوسکو اس قول سے منع فرمایا اور راگ کی اجازت دیدی پس جیسے اوس لونڈی پر شہادت نبوت سے راگ کی طرف انحراف واجب ہوا اسی طرح حرمت قرآن مجید اسکی مقتضی ہے کہ اوس سے بھی راگ کی طرف منحرف ہونا چاہیے۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ قوال کبھی کوئی شعر ایسا پڑھتا ہے کہ سننے والے کے حال کے موافق نہیں پڑتا اسلیے وہ اوسکو برا جانتا ہے اور قوال کو روکدیتا ہے کہ سکوت کرو یا دوسرا شعر پڑھو کیونکہ ہر کلام ہر حال کے موافق نہین ہوا کرتا پس اگر دعوتون مین قاری سے کچھ پڑھوایا کرتے تو عجب نہیں کہ وہ ایسی آیت پڑھتا جو اونکے حال کے موافق نہوتی اسلیے کہ قرآن ہرچند سب کا سب لوگون کے لیے شفا ہے مگر باعتبار حالات کے ہے مثلاً رحمت کی آیتین خائف کے حق مین شفا ہین اور عذاب کی آیتین بے خوف اور مغالطہ مین پڑے ہوئے شخص کی شفا ہین اسی طرح ہر آیت کو معلوم کرنا چاہیے تفصیل وار لکھنا بہت طول چاہتا ہے تو اب قرآن پڑھنے مین یہ اندیشہ ہے کہ کہین ایسا نہو کہ کوئی آیت حاضر مجلس کے حال کے موافق نپڑے اور اوسکا نفس اوسکو برا سمجھانے اور کلام الٰہی کے برا جاننے کے خطرہ مین مبتلا ہو جائے کہ پھر اوس سے چھوٹنے کی کوئی سبیل ہی نملے اس خطرہ سے احتراز کرنا نہایت واجب اور بہت ضرور ہے اسلیے کہ اوس سے خلاص ہونے کی تدبیر یہی ہے کہ کلام کو اپنے حال پر ڈھالے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو صرف اسی صورت پر ڈھال سکتے ہین جو اللہ تعالیٰ کو مقصود ہے دوسری صورت پر اوسکا ڈھالنا جائز نہین اور شاعر کے شعر کو جائز ہے کہ اوسکی مراد کے سوا پر بھی محمول کر لیا جائے غرضکہ قرآن مجید مین یا تو خطرہ اوسکے برا جاننے کا ہے یا تاویل غلط کا جو حال کے موافق ہو تو کلام الٰہی کو ان دونون باتون سے محفوظ رکھنا اور اوسکی توقیر کرنی واجب ہے یہ چھہ وجہین قرآن مجید کے نہ سننے اور راگ کی طرف صوفیہ کے میل کرنے کی مجکو سوجھی ہین۔ وجہ ساتوین وہ ہے جسکو ابو نصر سراج طوسی نے ذکر کیا ہے اور قرآن سے سماع نکرنیکا عذر اسطرح لکھا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ایک صفت ہے اوسکی صفات مین سے اور چونکہ وہ حق ہے اور غیر مخلوق ہے تو بشریت جو مخلوق چیز ہے اوسکو اوسکی تاب نہین اور اگر ایک ذرہ قرآن مجید کے معانی اور ہیبت کا واضح ہو جائے تو بشریت کی صفات پھٹ جائین اور مدہوش و متحیر ہو جائین مگر نغمات عمدہ کو طبیعتون سے مناسبت ہے اور اونکی نسبت لذتون کی سی نسبت ہے نہ امور حقہ

کی سی اور شعر کی نسبت بھی حظوظ کی سی ہے تو جب اشعار کے اشارات اور لطیف نغمون اور آوازون سے ملتے ہین تو ایک دوسرے کے ہم شکل ہو جاتے ہین اور لذتون سے قریب تر اور دلون پر ہلکے معلوم ہوتے ہین اس نظر سے کہ مخلوق کا جوڑ مخلوق سے خوب ہوتا ہے تو جبتک بشریت رہتی ہے اور ہم اپنی صفات و حظوظ پر ہین تو ہمکو راحت نغمات دلکش اور اصوات خوش سے ملتی ہے اسیلیے ان حظوظ کی بقا کو مشاہدہ کے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم اشعار کی طرف راغب ہون اور کلام الٰہی سے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اوسی سے اوسکا آغاز اور اوسی پر اوسکا انجام ہے حظوظ کے جویا نہون یہ خلاصہ ہے ابو نصر کی تقریر اور عذر کا اور ابو الحسن دراج کہتے ہین کہ مین نے بغداد سے یوسف بن حسین رازی کی زیارت اور سلام کے لیے سفر کیا جب ری مین داخل ہوا تو جس سے اونکا حال پوچھا اوسنے یہی کہا کہ اوس زندیق سے تمکو کیا کام ہے میرا دل تنگ ہوا یہانتک ارادہ واپس آنیکا کیا پھر دل مین سوچا کہ اتنا بڑا سفر مین نے کیا ہے اور کچھ نہو تو اونکو دیکھ تو لون غرض پوچھتا پوچھتا اونکے پاس گیا دیکھا تو وہ ایک مسجد کی محراب مین بیٹھے ہین اور اونکے سامنے ایک شخص ہے اور خود قرآن ہاتھ مین لیے تلاوت کرتے ہین اور نہایت خوبصورت اور چکنی داڑھی والے اور مقطع داڑھی والے ہین مین نے سلام کیا اونھون نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم کہان سے آئے ہو مین نے کہا بغداد سے پوچھا کہ کس لیے آئے ہو مین نے کہا کہ آپکے سلام کرنے کو آیا ہون فرمایا کہ اگر بالفرض ان شہرون مین جہان کو تم آئے ہو کوئی تمسے یون کہتا کہ تم ہمارے پاس ٹھہر جاؤ ہم تمہارے لیے گھر یا لونڈی مول لیے دیتے ہین تو یہ امر تمہارے آنے کا مانع ہوتا یا نہین مین نے کہا کہ اتنا تو اللہ تعالیٰ نے میرا امتحان کسی بات سے نہین لیا لیکن اگر اسطرح میرا امتحان لیتا تو نہ معلوم اوسوقت مین کیسا ہوتا پھر اونھون نے مجھسے کہا کہ تمکو کچھ گانا آتا ہے مین نے کہا ہان اونھون نے کہا کہ تو کچھ کہو مین نے یہ قطعہ پڑھا

قطعہ

بناے ہجر تو کرتا ہے دیکھتا ہون مدام
جو ہوش ہوتا تجھے کرتا یہ بنا مسمار

پڑا ہے کام مجھے تم سے اوسکا ہی جبدم
کہ لفظ لیت سی بہتر نہین تمھین گفتار

تو کاش پڑتا تجھے پالا ایسی ساعت مین
بہانہ جوئی سے تمکو نہ ہوتا کچھ سروکار

اونھون نے قرآن مجید تو بند کر دیا اور اتنا روئے کہ ڈاڑھی اور رومال تر ہو گیا حتی کہ رونے کی کثرت سے مجھے بھی اونکے حال پر ترس آگیا پھر فرمایا کہ بیٹا رے کو لوگ مجکو ملامت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یوسف زندیق ہے اور میرا یہ حال ہے کہ صبح کی نماز سے قرآن پڑھتا تھا مگر میری آنکھ سے ایک قطرہ بھی نہین گرا اور ان شعرون سے مجھپر قیامت ٹوٹ پڑی حاصل یہ کہ دل ہرچند خدا تعالیٰ کی محبت مین پھونکا ہوا ہو مگر اہم شعر اجنبی اون مین وہ جوش پیدا کرتا ہے جو قرآن مجید کی تلاوت سے نہین ہوتا اور یہ بات شعر کی

وزن سے اور طبیعتون کے ساتھ اوسکے ہم شکل ہونے سے ہوتی ہے اور چونکہ اشعار طبیعت بشری کے مناسب ہوتے ہین اسیلیے آدمی شعر بنانے پر قادر ہے لیکن قرآن چونکہ کلام بشری کے اسلوب اور طریق سے باہر ہے اسیلیے قوت بشری مین نہین کہ ویسا کلام کہہ سکے کیونکہ اوسکی طبیعت کی ہم شکل نہین۔ اور کہتے ہین کہ ایک شخص ذوالنون مصری رح کے ہتاوہ اسرافیل کے پاس آیا اور اونکو دیکھا کہ زمین اپنی اونگلی سے کرید رہے ہین اور ایک شعر گا رہے ہین پھر اوس سے پوچھا کہ تجکو کوئی چیز اچھی طرح گانی آتی ہے اوسنے کہا کہ نہین آپ نے کہا کہ تو بے دل کا آدمی ہے اسمین یہ اشارہ تھا کہ جو شخص دل والا ہے اور اپنی طبیعت کو جانتا ہے اوسکو معلوم ہے کہ دل کو اشعار اور نغمون سے وہ حرکت ہوتی ہے جو دوسری چیز سے نہین ہوتی اسیلیے وہ تحریک کا طریق بتکلف پیدا کرتا ہے خواہ اپنی آواز سے ہو خواہ غیر کی آواز سے۔ یہان تک ہم دو مقامون کا حکم لکھ چکے یعنے سماع کے سمجھنے اور ڈھالنے کا اور وجد کا جو دل میں معلوم ہوتا ہے اب ہم وجد کا اثر ظاہری یعنے جیسا گریہ کرنا اور ہلنا اور کپڑون کا پھاڑنا وغیرہ بیان کرتے ہین

تیسرا مقام سماع کے آداب ظاہری اور باطنی کے ذکر مین اور اس بات مین کہ وجد کے آثار مین سے کون اچھا ہے اور کونسا برا۔ سماع کے آداب تو پانچ ہین **اول ادب** یہ ہے کہ وقت اور جگہہ اور یاران جلسہ کا لحاظ کرنا چنانچہ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ سماع تین باتون کی حاجت رکھتا ہے ورنہ سننا نچاہیے وقت اور جگہہ اور یاران جلسہ وقت کی رعایت سے یہ مراد ہے کہ کھانا موجود ہونیکے وقت یا جھگڑنے کے وقت یا نماز کے وقت یا اور کسی وقت جسمین کوئی مانع پیش ہو اور دل نہ لگنے سے سماع کچھ فائدہ نہین اور مکان کی رعایت سے یہ غرض ہے کہ چلتا راستہ یا بری صورت کا مکان نہو یا اوسمین کوئی ایسا سبب ہو کہ جس سے دل اوسطرف بٹے تو ایسے مکانون سے اجتناب چاہیے اور یاران جلسہ سے یہ غرض ہے کہ کوئی غیر جنس سماع کا منکر زاہد خشک دلون کے لطائف سے بے بہرہ مجلس مین نہو کیونکہ ایسے شخص کا موجود ہونا گران گذریگا اور دل اوسکی طرف مشغول ہوگا۔ اور یہی صورت ہے اگر کوئی متکبر دنیا دار ہوگا کہ اوسکا لحاظ پاس کرنا پڑیگا یا کوئی بنا ہوا صوفی کہ وجد اور ناچنا اور کپڑے پھاڑنا نمود کے لیے کرے تو اسطرح کے لوگ دل کو پریشان کرتے ہین ان سے بھی اجتناب چاہیے حاصل یہ کہ اگر یہ شرطین نہون تو راگ کا نہ سننا بہتر ہے تو سننے والیکو انکا لحاظ چاہیے۔ **دوسرا ادب** یہ ہے کہ شیخ کو حال موجودین کا دیکھ لینا چاہیے یعنے اگر اوسکے مریدون کو سماع سے ضرر ہوتا ہو تو اونکے سامنے راگ نہ سنے اور اگر سنے بھی تو اونکو کسی اور شغل مین لگا دے اور جس مرید کو سماع سے ضرر ہوتا ہے وہ تین طرح کے اشخاص مین سے ایک ہوتا ہے اول جو سب مین کم رتبہ ہے وہ مرید ہے جسنے طریق سلوک مین بجز اعمال ظاہری

کے اور کچھ نہین معلوم کیا اور اوسکو سماع کا مزہ ہی نہین تو ایسے مرید
اسلیے کہ نہ تو وہ کھیل والون مین ہے تا کہ کھیل ہی کھیلے اور نہ ذوق
سے مزہ پاے تو ایسے شخص کو ذکر مین یا اور کسی کام مین مشغول ہونا چاہیے
اوقات ہوگی۔ دوم وہ کہ اوسکو سماع کا ذوق تو ہے مگر ابھی تک اوسمین کچھ حظ نفس
بشری کی طرف التفات باقی ہے اور ایسا منکشف ہوا کہ صفات بشری اور شہوات کی آفات
تو بعض اوقات عجب نہین کہ سماع اوسکے حق مین مقتضی لہو و شہوت کا ہو جاوے اور جس طریقہ
اوس سے باز رکھے اور تکمیل سے روک دے۔ سوم وہ مرید ہے کہ اوسکی شہوت بھی ٹوٹ گئی ہے اور اوس
سے بھی محفوظ ہے اور بصیرت مفتوح اور دل پر محبت الٰہی غالب ہے مگر اوسنے علم ظاہر کی تحصیل بخوبی نہین کی
اور نہ اللہ تعالی کے اسماء اور صفات سے واقفیت بہم پہونچائی اور نہ یہ معلوم کیا کہ خدا تعالی پر کون چیز جائز ہے
اور کون محال تو ایسے شخص کے سامنے اگر باب سماع مفتوح ہوگا تو جو کچھ سُنے گا اوسکو خدا تعالی کے حق مین
ڈھالیگا خواہ واقع مین جائز ہو یا ناجائز پس اس صورت مین راگ سے جو فائدہ ہوتا اوسکی نسبت کر ضرر زیادہ
ہوگا کیونکہ اکثر باتین جو لائق جناب کبریائی نہین اونکے ڈھالنے سے کافر ہو جائیگا سہل تستری رح فرماتے ہین
کہ جس وجد کا شاہد قرآن اور حدیث نہو وہ باطل ہے پس ایسے شخص سماع کے قابل نہین اور نہ وہ جنکا دل
دنیا کی محبت اور لوگون کی تعریف و ثنا کے اشتیاق مین ملوث ہے اور نہ وہ لائق ہین جو صرف لذت اور بالطبع
اچھا معلوم ہونیکو سنتے ہین اسلیے کہ سماع اونکی عادت ہو جاتی ہے اور عبادات اور دل کی نگرانی سے روک دیتا ہے
اور جس راہ کو طے کرنیکے درپے تھا وہ متروک ہو جاتا ہے حاصل یہ کہ سماع قدم کی لغزش کرنے کی جا ہے ضعیفونکو
اوس سے علٰحدہ رکھنا واجب ہے۔ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین شیطان کو دیکھا
اور اوس سے پوچھا کہ تجکو ہمارے یارون پر بھی کچھ قابو چلتا ہے اوسنے کہا کہ ہان دو وقتون مین ایک
سماع کے وقت دوم نظر کے وقت کہ ان دونون مین مجکو اونپر دخل ملجاتا ہے آپنے جو اس خواب کو بیان کیا
تو کسی بزرگ نے فرمایا کہ اگر مین اوسکو دیکھتا تو یون کہتا کہ تو بڑا احمق ہے بھلا جو کوئی سننے کے وقت خدا تعالی
سے سنے اور دیکھنے کے وقت اوسیکی طرف دیکھے تو اوسپر تو کیسے جیتیگا آپنے فرمایا کہ تمنے درست کہا۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ قوال جو کچھ کہے اوسکو خوب دل لگا کر سنے ادہر ادہر التفات کم کرے اور سننے والونکو
نہ تاکے اور جو کچھ اونپر وجد کی کیفیت ظاہر ہو اوسکو نہ دیکھے بلکہ اپنی طرف دھیان کرے اور دلکی نگرانی
کرے اور دیکھے کہ خدا تعالی میرے باطن مین اپنی رحمت سے کیا چیز ڈالتا ہے اور حرکت کو روکے رہے
جو یاران جلسہ کے دل کو پریشان کرتی ہے بلکہ ایسی طرح بیٹھے کہ اعضاء ظاہری سے کچھ نہ ہلے کھنکارنے

اور جمائی لینے سے احتراز کرے اور گردن نیچے کو ڈال لے جیسے کوئی بڑی گہری فکر مین ڈوبا ہوا ہو تالی بجانا اور ناچنا اور تمام حرکتین بناوٹ کی اور نمود کی کچھ نکرے اور اثناء سماع مین وہ کلام نکرے جسکی ضرورت ہو اور اگر وجد غالب ہو اور بے اختیار ہلا وے تو اوسمین وہ مجبور ہے کچھ ملامت کے قابل نہین مگر جب افاقہ ہو اوسیوقت پھر سکون اور وقار اختیار کرے یہ نہین چاہیے کہ اوسی حالت پر باقی رہے اس شرم سے کہ لوگ یہ کہین گے کہ اچھا وجد تھا جو ذرا سی دیر مین جاتا رہا اور نہ یہ چاہیے کہ زبردستی وجد ظاہر کرے تاکہ لوگ یہ کہین کہ بڑا سخت دل ہے اور صفائی اور رقت سے بے بہرہ ہے۔ کہتے ہین کہ ایک جوان حضرت جنید رح کے ساتھ رہتا تھا جب کوئی ذکر سنتا تو چلا پڑتا آپنے ایک روز اوسکو فرمایا کہ اب اگر ایسا پھر کروگے تو میرے ساتھ مت رہنا اسکے بعد وہ اپنے نفس کو اتنا روکنے لگا کہ ہر بال مین سے اوسکے پانی کا قطرہ نکلتا مگر چیخ نہ مارتا ایک روز جو اوسنے اپنے نفس کو بہت روکا تو گلا گھٹنے لگا آخر ایک نعرہ ایسا مارا کہ اوسکا دل پھٹ گیا اور جان نکل گئی۔ اور مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل مین وعظ کہا اونمین سے ایک شخص نے اپنا کپڑا یا کرتا پھاڑ ڈالا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اوسکو کہدو کہ ہمارے لیے اپنے دل کے ٹکڑے کرے کپڑے نہ پھاڑے۔ ابو القاسم نصر آبادی نے ابو عمرو بن نجید سے کہا کہ مین یہ کہتا ہون کہ اگر کچھ لوگ جمع ہون اور اونکے ساتھ مین کوئی قوال کچھ گاوے تو یہ امر اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگون کی غیبت کرین ابو عمرو نے کہا کہ راگ مین نمود کرنی یعنے جو حالت اپنے اندر نہو اوسکو ظاہر کرنا تیس برس کی غیبت کرنے سے بھی بُرا ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ افضل وہ شخص ہے جو ضبط کیے بیٹھا رہے اور سماع اوسکے ظاہر مین کچھ اثر نکرے یا وہ افضل ہے جسپر اثر ظاہر ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اثر کا نہ ظاہر ہونا کئی طرح سے ہوتا ہے کبھی تو اسوجہ سے ہوتا ہے کہ وجد ہی کم ہو تب تو البتہ نقصان مین داخل ہے اور کبھی اسطرح ہوتا ہے کہ وجد تو باطن مین قوی ہوتا ہے مگر چونکہ ضبط اعضا کی قوت سالک مین بدرجہ کمال ہوتی اسلیے ظاہر نہین ہوتا تو یہ درجہ کمال کا ہے اسمین نقصان نہین اور کبھی اسلیے ظاہر نہین ہوتا کہ حالت وجد کی سالک کو ہر وقت اور ہر حال مین یکسان رہتی ہے تو سماع سے کچھ زیادہ اثر معلوم نہین ہوتا یہ درجہ نہایت اعلیٰ ہے کمال کا کیونکہ وجد والون کا وجد غالبًا ہمیشہ نہین رہا کرتا تو جو شخص وجد دائمی مین ہو تو وہ حق سے وابستہ اور عین شہود کا ملازم ہے اوسکو احوال عارضی بدل نہین سکتے اور عجب نہین کہ حضرت صدیق اکبر رضہ نے جو اعراب سے فرمایا تھا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے دل سخت ہو گئے اس قول سے وجد دائمی کا اشارہ ہو یعنے ہمارے دل قوی اور مضبوط اس درجہ کو ہو گئے کہ ہر حال مین وجد کے ملازم رہنے کی طاقت رکھتے ہین اسی وجہ سے ہم گویا قرآن کے معنے ہمیشہ سنتے رہتے ہین

ہمارے حق مین قرآن کوئی نئی بات اور عارضی نہین کہ اوس سے ہم متاثر ہون غرضکہ وجد کی قوت تحر
ظاہر کیا کرتی ہے اور عقل اور روک کی قوت اوسکو ضبط کیا کرتی ہے اور بعض اوقات اندونوں مین سے ایک چیز
پر غالب ہو جاتی ہے یا تو اسوجہ سے کہ خود نہایت درجہ کو قوی ہوتی ہے یا اسوجہ سے کہ طرف مقابل کمزور ہو
اور نقصان اور کمال اسیکے موجب ہوا کرتا ہے تو تمکو یہ گمان کرنا نچاہیے کہ جو شخص خود زمین پر تڑپتا ہے وہ تو
کامل ہے اور جو اپنی اضطراب کو ضبط کیے ہے وہ ناقص ہے بلکہ بہت سے ضابطہ بہ نسبت تڑپنے والیکے وجد مین کامل ہوتے ہین
چنانچہ حضرت جنید رح شروع سماع مین کچھ حرکت کیا کرتے تھے اور آخر کو بالکل جنبش نکرتے تھے کسینے جو اسکا سبب پوچھا تو آپ
آیت پڑھی وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ
اشارہ ہے کہ دل تڑپ رہا ہے اور ملکوت مین جولانیان کرتا ہے اور ظاہر مین اعضا ساکن اور ٹھہری ہوئی ہین اور ابو الحسن محمد
بن احمد جو بصرہ مین تھے کہتے ہین کہ مین ساٹھ برس سہل تستری رح کے ساتھ رہا ہون اونکو کبھی نہین دیکھا
کہ کبھی کسی ذکر یا قرآن کی آیت سنکر اون مین کچھ تغیر ہوا ہو جب وہ آخر عمر مین پہونچے تو ایک شخص نے اونکے
سامنے یہ آیت پڑھی فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ الآیۃ تو مین نے دیکھا کہ کانپ اوٹھے اور قریب تھا
کہ گر پڑین جب وہ اصلی حالت پر آئے تو مین نے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی آپنے فرمایا کہ مشفق من اب ہم ضعیف
ہو گئے اسی طرح ایکبارہ آیت سنی اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ تو تڑپ گئے ابن سالم جو آپ کے
مرید تھے اونھون نے اسکی وجہ پوچھی فرمایا کہ مین ضعیف ہو گیا کسینے اونسے عرض کیا کہ اگر یہ بات ضعف
سے ہے تو حال کی قوت کیا ہے آپنے فرمایا کہ قوی الحال وہ ہے کہ جو وارد اوسپر آوے اوسکو اپنے
حال کے زور سے نگل جاوے کوئی واردات کیسی ہی زبردست کیون نہو اوسکو متغیر نہ کرسکے۔ اور باوجود
وجد کے ضبط ظاہر پر قادر ہونیکا سبب یہ ہوتا ہے کہ ہر وقت کے شہود سے سب حالتین یکسان ہو جاتی ہین
چنانچہ سہل تستری رح کا قول منقول ہے کہ میری حالت نماز سے پیشتر اور اوسکے بعد ایک ہے اسلیے کہ آپ
ہر وقت دل کے نگران اور خدا تعالی کے ساتھ حاضر الذکر تھے تو اسطرح کا شخص سماع سے پہلے اور
پیچھے یکسان رہیگا کیونکہ اوسکا وجد اور حال دائمی ہوگا اور اشتیاق برابر اور ذوق متواتر رہیگا اسطرح
سماع سے اوسمین کچھ ترقی نہوگی چنانچہ مروی ہے کہ مشاد دینوری ایک جماعت پر گذرے کہ اون مین
ال کچھ رہا تھا وہ آپکو دیکھکر چپ ہو گئے آپنے فرمایا کہ تم اپنا کام کرو میرے کان مین تو اگر تمام دنیا
ے باجے اکٹھے ہونگے تب بھی میری ہمت کو نہ روکینگے اور نہ میری حالت مین کچھ ترقی ہوگی۔ اور حضرت
سی طرح فرماتے ہین کہ علم کے فضل کے ہوتے ہوئے وجد کا نقصان کچھ ضرر نہین کرتا اور علم کا فضل
کے فضل سے زیادہ کامل ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ ایسا شخص پھر سماع مین کیون آتا ہے تو اسکا جواب ہے

کہ ان لوگون مین سے بعض نے تو سماع کو بوڑہاپے مین چھوڑ دیا تھا اور بہت کم سماع مین آتے تھے یعنے کسی بھائی کی خاطر اور اوسکے دل خوش کرنے کو کبھی اتفاق ہو جاتا تھا اور بعض اوقات اسلیے شریک ہوتے تھے کہ لوگ اونکی قوت کے کمال کو دیکھین اور جانین کہ ظاہر کا وجد کچھ کمال کی بات نہین اور ظاہر کا ضبط کرنا اونسے سیکھین کہ تکلف اور بناوٹ سے اسطرح علیحدہ رہتے ہین گو اونسے اونکی پیروی ہو سکے اسوجہ سے کہ یہ امر اونسے شل سرشت ہو رہا ہے۔ اور اگر وہ لوگ اتفاق ابنار جنس کے سوا اور کسی سماع مین جا نکلتے ہین تو بدنون سے اونکے شریک رہتے ہین اور دلون سے اونسے دور رہتے ہین جیسے بدون سماع کے غیر جنسون مین اگر کسی ضرورت سے بیٹھتے ہین تو وہان بھی یہی حال ہوتا ہے کہ ظاہر اونمین ہوتا ہے اور باطن ملکوت مین اور کچھ لوگون سے سماع کا ترک منقول ہے اور گمان ہوتا ہے کہ اونھون نے اوسکو برا جانا ہے مگر واقع مین سبب ترک کا یہی ہے کہ اونکو سماع کی حاجت تھی دائم الوجد تھے اور بعض لوگ اسوجہ سے زاہد تھے کہ اونکو سماع مین حظ روحانی تھا اور نہ اہل لہو تھے تو اسلیے ترک کر دیا کہ بیفائدہ بات مین کیون مشغول ہون اور بعضون نے اسلیے ترک کیا کہ اونکو یاران جلسہ میسر نہوئے چنانچہ کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تم راگ کیون نہین سنتے اوسنے جواب دیا کہ کس سے سنون اور کسکے ساتھ

چوتھا ادب یہ ہے کہ جب اپنے نفس کو روک سکتا ہو تو نہ کھڑا ہو اور نہ رونے مین آواز بلند کرے لیکن اگر ناچے اور رونی صورت بناوے تو مباح ہے بشرطیکہ ریا منظور نہو کیونکہ رونی صورت بنانے سے حزن پیدا ہوتا ہے اور سرور و نشاط کی تحریک کا سبب ناچ ہوا کرتا ہے اور سرور مباح کی تحریک جائز ہے اور اگر ناچنا حرام ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حبشیون کو ناچتے نہ دیکھتین چنانچہ آپ بعض روایات مین یون ہی فرماتی ہین کہ وہ ناچ رہے تھے اور صحابہ رضہ مین سے بھی بعض اکابر کا ناچنا سرور کیوقت مروی ہے اور وہی سرور موجب اونکے رقص کا ہوا ہے چنانچہ حضرت امیر حمزہ رضہ کے بیٹی کے قصہ مین جب حضرت علی مرتضی رضہ اور حضرت جعفر آپکے بھائی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم مین جھگڑا ہوا کہ اس لڑکی کی پرورش کون کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ کو تو یہ فرمایا کہ تو مجھ سے ہے اور مین تجھ سے ہون یہ سنکر حضرت علی رضہ اوچھلنے لگے اور حضرت جعفر رضہ سے فرمایا کہ تو میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو گیا تو وہ حضرت علی رضہ سے بھی زیادہ اوچھلے اور آپنے حضرت زید رضہ کو فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور مولی ہے تو وہ حضرت جعفر سے بھی زیادہ اوچھلے پھر آپنے فرمایا کہ یہ لڑکی جعفر کے پاس رہیگی کیونکہ اوسکی خالہ جعفر کی منکوحہ ہے اور خالہ گویا والدہ ہی ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا کہ تجکو حبشیون کا ناچ پسند ہے۔ غرضکہ ناچ اور اوچھلنا خوشی کے سبب سے ہوتا ہے تو اوسکا حکم بھی

خوشی ہی پر مترتب ہوگا یعنے جس صورت مین کہ خوشی اچھی ہو اور ناچ سے اوسکو ترقی اور تاکید ہوتی ہو تو
وہ ناچ محمود اور اچھا ہوگا اور اگر خوشی مباح ہوگی تو ناچ بھی مباح ہوگا اور اگر بری ہوگی تو وہ بھی برا ہوگا۔
ہان یہ حرکت اکابر اور مقتدا لوگون کی شان کے لائق نہین کیونکہ یہ امر اکثر لہو و لعب کے طور پر ہوتا ہے اور جو
بات کہ لہو و لعب کی صورت پر لوگون کی نظرون مین ہو تو اوس سے مقتداؤن اور پیشواؤن کو اجتناب
کرنا چاہیے تاکہ لوگون کی نظرون مین حقیر نہون اور لوگ ونکا اقتدا نہ چھوڑین۔ باقی رہا کپڑون کا پھاڑنا
تو اوسکی اجازت نہین مگر اوس صورت مین کہ آدمی اپنے اختیار مین نرہے اور یہ کچھ بعید نہین کہ دل پر وجد
کا غلبہ اس درجہ کو ہو کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ دے اور وجد کے نشہ مین اوسکو معلوم نہو یا معلوم بھی ہو مگر
بدون کپڑے پھاڑنے کے نفس کو ضبط نکر سکتا ہو تو اوس شخص کا حال ایسا ہوگا جیسے زبردستی کسی سے کوئی
کام لیا جائے کیونکہ وہ تو تڑپنے اور کپڑے پھاڑنے مین بچاو کی صورت دیکھکر مجبوری سے اوسکو اختیار کرتا ہے
جیسے بیمار آہ مجبوری سے کرتا ہے اگر کوئی اوسکو بزور آہ سے روکے تو ہرگز اوس سے صبر نہو سکیگا باوجودیکہ فعل
اختیاری ہے کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جن فعلون کا حاصل ہونا ارادہ سے ہو انسان اوسکے ترک پر قادر بھی ہو مثلاً
سانس لینا بھی ارادہ سے حاصل ہوتا ہے لیکن اگر کسی سے کہا جائے کہ ایک ساعت کو سانس روک لو تو وہ
اپنے اندر سے گھبرا کر سانس لینا اختیار کریگا یہی حال چیخنے اور کپڑا پھاڑنے کا ہے کہ یہ بھی کبھی ایسی ہی طرح
ہوتے ہین تو اونکو حرام نہین کہہ سکتے چنانچہ سری رح کے سامنے ذکر تیز وجد اور غالب کا ہوا آپنے فرمایا کہ
ہان وجد غالب وہ ہوتا ہے کہ اگر وجد والے کے منہ پر تلوار لگے تو اوسکو خبر نہو لوگون نے دوبارہ پوچھا اور اپنے
گمان مین بعید جانا کہ اس حد کو وجد ہو جائے اسلیے بہت سا اصرار کیا مگر آپنے پھر کچھ نہ کہا اور اسکے معنے
یہ ہین کہ بعض اوقات مین بعض شخصون کو ایسا ہی وجد غالب ہوتا ہے کہ کیسی ہی ایذا اونکو دیجاوے
وہ معلوم نہین کرتے۔ اب اگر یہ کہو کہ سماع کے بعد اور وجد سے فارغ ہونے پر جو صوفی نئے کپڑے چیر کر
اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے لوگون کو دیتے ہین اور اوسکو نام خرقہ کہتے ہین تو اس باب مین تم کیا
کہتے ہو یہ امر کیسا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ امر مباح ہے بشرطیکہ پارچہ پھٹا ہوا مربع قابل پیوند لگانے
کپڑون یا جانماز کے ہو اسلیے کہ پھاڑنے مین کچھ ممنوع بات نہین آخر تھان کو پھاڑ کر ہی کپڑا یا کرتہ بنائی ہیں
اور مال کا ضائع کرنا بھی نہین اسلیے کہ اس پھاڑنے سے ایک غرض متعلق ہے یعنے پیوند لگانا کہ وہ
چھوٹے ہی ٹکڑون سے لگایا جاتا ہے اور سبکو بانٹنا اس نظر سے کہ خیر مین سب شریک ہون مباح اور
مقصود ہے اسلیے کہ ہر مالک کو اختیار ہے کہ اپنے تھان کے سو ٹکڑے کرکے مثلاً سو فقیرون کو دیدے
لیکن ہان یہ چاہیے کہ وہ ٹکڑے ایسے ہون جو پیوندون مین کام آوین اور سماع مین جو ... ہمنے

کپڑے پھاڑنے کو منع لکھا ہے تو اوسی پھاڑنے کو منع کیا ہے جس سے کچھ کپڑا بگڑ جاوے اور کسی کام کا نرہے
کیونکہ یہ محض ضائع کرنا ہے تو اختیار کے ساتھ جائز نہیں بے اختیاری میں مجبوری ہے —
پانچواں ادب یہ ہے کہ کھڑا ہونے میں لوگوں کی موافقت کرنی چاہیے یعنے اگر کوئی شخص وجد صادق میں
اگر بدون ریا اور بناوٹ کے کھڑا ہو جاوے یا بدون اظہار وجد کے باختیار خود کھڑا ہوا اور لوگ اوسکے لیے
کھڑے ہو جائیں تو اونکے ساتھ آپ بھی کھڑا ہو جانا کہ یاران جلسہ کی موافقت آداب صحبت میں سے ہے
اسیطرح اگر لوگوں کی عادت یہ ہو گئی ہو کہ اگر وجد والے کی پگڑی گر جاوے تو وہ بھی اپنی پگڑیاں اوسکی
موافقت کو اوتار لیں یا اوسکی چادر اوتر جاوے تو اپنی بھی اوتار لیں تو ایسی باتوں میں اونکے موافق کام
کرنا خوبی آداب صحبت اور عشرت میں داخل ہے کیونکہ ہمراہیوں کی مخالفت کرنی موجب وحشت ہے
اور ہر قوم کی رسم جدا گانہ ہے تو جیسا دیس ویسا بھیس کرنا چاہیے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
خَالِقُوا النَّاسَ بِاَخْلَاقِهِمْ یعنے لوگوں سے اونکی عادتوں کے موافق ملو خصوص جب ایسے اخلاق
ہوں کہ اونمیں حسن عشرت اور دلوں کا خوش کرنا موافقت کرنیسے پایا جاتا ہو تو اونکا استعمال ضروری ہے
اور یہ جو معترض کہتا ہے کہ یہ امر بدعت ہے صحابہ رض کے وقت میں نتھی تو یہ اوس صورت میں صحیح ہو کہ جتنی مباحات
ہیں وہ سب صحابہ رض سے منقول ہوں حالانکہ کچھ ضرور نہیں کہ مباحات صحابہ رض سے منقول ہوں بلکہ ممنوع وہ بدعت ہے
جو مخالف کسی سنت کے ہو جسکے کرنے کا حکم شارع علیہ السلام نے دیا ہو اور امر متنازع فیہ میں کسی طرح کی ممانعت
منقول نہیں اور آنیوالے کے لیے آنے کے وقت کھڑا ہو جانا عرب کی عادت میں نتھا یہانتک کہ صحابہ رض
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی بعض احوال میں کھڑے نہوتے تھے جیسا کہ حضرت انس رض نے روایت کیا ہے
مگر چونکہ اسمیں کوئی نہی عام ثابت نہیں ہوئی تو جن شہروں میں آنیوالے کی تعظیم کی عادت کھڑے ہونیسے ہے
اون میں کسی کے لیے کھڑا ہو جانا کچھ مضائقہ نہیں اسلیے کہ مقصود تو اوسکی عزت اور تعظیم اور دل خوش کرنا
تو جس بات میں موافقت کرنے سے دوسرے کا دل خوش کرنا مقصود ہو اور لوگوں نے اوسکو دل خوش کرنے کی
اصطلاح ٹھہرائی ہو تو ایسی چیز میں اونکی موافقت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ بہتر یہی ہے کہ موافقت
کرے بجز اوس صورت کے جسپر نہی وارد ہوا اور اوسکی تاویل کچھ نہو سکے اور ایک ادب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ
ناچنے کو سہ اوٹھے اگر وہ لوگ اوسکا ناچ بُرا جانتے ہوں اور اونکے احوال میں ابتری نہ ڈالے اسلیے
کہ جو ناچ بدون اظہار وجد لینے کے ہو وہ تو مباح ہے اور جو تواجد کے نام سے ہوتا ہے اوسمیں سب کو بناوٹ
کا اثر معلوم ہوتا ہے اور جو صدق کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اوسکو طبیعتیں ثقیل نہیں جانتیں غرضکہ حاضرین
جلسہ اگر اہل باطن ہوتے ہیں تو اونکے دل راستی اور تکلف کی کسوٹی ہوتی ہیں چنانچہ کسی بزرگ سے

پوچھا گیا کہ وجد صحیح کیا ہے اونہون نے فرمایا کہ اوسکا صحیح ہونا یہ ہے کہ وجد والے اوسکو قبول کرین
بشرطیکہ اوسکے موافق ہون مخالف نہون - اب اگر یہ کہو کہ یہ کیا بات ہے کہ طبیعتین رقص سے نفرت
کرتی ہین اور ظاہرا یہ گمان ہوتا ہے کہ رقص باطل اور لہو اور دین کے مخالف ہے کہ جب کوئی دین پر
کوشش کرنیوالا اوسکو دیکھتا ہے تو اوسکا انکار ہی کرتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا زاہد ہو اوسکی
جد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہوگی حالانکہ آپنے مسجد مین حبشیون کو ناچتے دیکھا اور انکار نہ فرمایا
کیونکہ وہ وقت بھی اوسکے لائق تھا اور وہ لوگ اسکے لائق تھے یعنے عید کا دن تھا اور حبشی لوگ تھے
ہان ناچ سے بایں لحاظ طبیعتین متنفر ہین کہ اکثر اوسکے ساتھ لہو ولعب ہوتا ہے اور لہو ولعب ہے جسے مباح ہے
مگر ایسون ہی کے لیے جیسے زنگی اور حبشی ہین اور منصب والون کے لیے مکروہ ہے کہ اونکی شان کے لائق
نہین اور جو چیز اسوجہ سے مکروہ ہو کہ منصب والون کے لائق نہین اوسکو حرام نہین کہہ سکتے مثلاً
اگر کوئی سائل کسی فقیر سے کچھ مانگے اور وہ اوسکو ایک روٹی دیدے تو یہ دینا عمدہ طاعت ہے اور اگر کوئی
بادشاہ سے کچھ سوال کرے اور بادشاہ اوسکو ایک یا دو روٹی دے تو تمام خلق کے نزدیک برا ہوگا
اور تاریخون مین لکھا جائیگا کہ منجملہ بادشاہ کی برائیون کے ایک یہ حرکت تھی اور اوسکی اولاد و احفاد کو
اوسکے سبب سے لوگ ننگ دلائینگے مگر باوجود اسکے یون نہین کہہ سکتے کہ بادشاہ مذکور نے جو حرکت کی
وہ حرام تھی اسلیے کہ اوسنے بایں لحاظ کہ فقیر کو دیا اچھا فعل کیا ہے مگر اپنی شان کے اعتبار سے ایک
روٹی کا دینا مثل نہ دینے کے ہے اور برا ہے اسیطرح ناچ اور دوسرے مباحات کا حال ہے کہ عوام کے
حق مین مباح ہین اور نیک بندون کے حق مین برائیان ہین اور نیکون کی بھلائیان مقرب
بندون کے حق مین برائیان ہین لیکن یہ حکم اوسی صورت مین ہے کہ اوسکو بلحاظ منصب کے دیکھین
ورنہ اگر بلا لحاظ کسی منصب وغیرہ کے دیکھین تو یہی حکم کرنا واجب ہوگا کہ بذات خود اسمین کچھ حرمت نہین
واللہ اعلم تفصیل گذشتہ سے یہ ثابت ہوا کہ سماع چار قسم ہے حرام اور مباح اور مکروہ اور مستحب سماع حرام
اون لوگونکے حق مین ہے جو جوان ہون اور جنپر دنیا کی شہوت غالب ہو کہ سماع اونمین کسی قسم کی تحریک
نکریگا بجز اسکے کہ بُری صفتین اونکے دل پر غالب ہین وہ حرکت مین آجائینگی اور مکروہ اون لوگونکے حق مین ہے
جو سماع کو مخلوق کی صورت پر تو نہین ۔۔ مانتے مگر اکثر اوقات اوسکو عادت ٹھہرالیا ہے لہو کے طور پر اور مباح اون لوگونکے
حق مین ہے کہ جنکو سماع سے کوئی بہرہ سوا خوش آوازی سے حظ پانیکے نہین اور مستحب اون لوگونکے حق مین ہے جنپر خدا تعالی
کی محبت غالب ہو اور سماع بجز صفات محمودہ کے اور کسی چیز کی تحریک اون مین نہین کرتا - والحمد للہ
اولاً و آخراً ظاہراً و باطناً وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی

نوان باب امر معروف اور نہی منکر کے ذکر مین

رباعی کر امر بھلی بات کا ست ہو جاہل
اللہ کا حکم دیکھ وأمُر بالعرف ❖
لوگون کو برے کامون سے روک ای غافل
پڑھ وانہ عن المنکر اگر ہے عاقل

واضح ہو کہ اچھی بات کو حکم کرنا اور بری بات سے منع کرنا دین کا بڑا مدار ہے اور اسی کے لیے اللہ تعالی نے تمام انبیا علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اگر اوسکا بساط تہ کر دیا جائے اور اوسکے علم اور عمل کو مہمل چھوڑ جائے تو نبوت بیکار اور دیانت مضمحل اور سستی عام اور گمراہی تمام اور جہالت شائع اور فساد ذائع اور فتنہ برپا ہو جائے اور بلاد خراب اور عباد تباہ ہو جائیں گو اپنی ہلاکی کو بجز قیامت کے اور کبھی نجانین اور جس بات کا ہم کو ڈر تھا وہ ہو گئی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ یعنے اس مدار اعظم کا علم و عمل جاتا رہا کیہ اوسکی حقیقت اور نشان باقی ہین سب مٹ گیا و لو نیز خلق کی مداہنت چھا گئی اور خالق کا لحاظ بالکل نہ رہا لوگ ہوای نفسانی اور شہوتوں میں بہائم کی طرح چھوٹ رہے روی زمین پر سچا ایماندار ایسا کمیاب ہی جو اللہ تعالے کے باب میں ملامت گرون کی ملامت سے نہ ڈرے تو جو شخص اس خلل کے دور کرنے اور اس رخنہ کے بند کرنے مین کوشش کریگا اور آبا ری پیروی سے اس سنت کا اب رفتہ در جو لائیگا وہ تمام لوگون مین احیا سنت کی باعث نامور ہوگا اور ایسا اجر پائیگا کہ کوئی ثواب اوسکے ہمرتبہ نہو

اور ہم اس باب کے مضمون کو چار فصلون مین لکھتے ہیں

پہلی فصل امر بالمعروف اور نہی منکر کے واجب ہونے اور اوسکی فضیلت مین اور اوسکے ترک کرنے کی مذمت مین قطع نظر اس سے کہ امر معروف اور نہی منکر پر اجماع امت ہی اور عقل سلیم اسکی خوبی کی شاہد ہے اسکے لیے بہت سی آیات و احادیث و آثار بھی ہین آیات یہ ہین اللہ تعالی فرماتا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اس آیت مین ایک تو وجوب اس فعل کا پایا جاتا ہے کیونکہ لفظ ولتکن صیغہ امر ہے اور امر کا ظاہر ایجاب ہی ہے دوم یہ کہ فلاح اسی امر سے وابستہ ہے اسلیے کہ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ وہی ہین فلاح پانے والے سوم یہ کہ امر معروف و نہی منکر فرض کفایہ ہے فرض عین نہین اگر امت مین سے کچھ لوگ بھی اسپر کاربند ہونگے تو باقیون کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اسلیے کہ یہ تو ارشاد نہیں فرمایا کہ تم سب ایسے ہو جاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ تم مین سے ایک جماعت اس صفت کی ہو تو اسی لیے جب اسپر عمل ایک شخص یا زیادہ کرینگے تو دوسرون پر سے حرج ساقط ہو جائیگا اور مخصوص یہ فلاح وہی ہونگے جو اسکی تعمیل کرینگے اور اگر تمام خلق اوس سے پہلو تہی کریگی تو وبال سب پر ہوگا خصوصاً اون لوگون پر جنکو امر معروف و نہی منکر کی قدرت ہوگی۔ اور دوسری جا ارشاد فرمایا ہے۔

لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللّٰهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ
يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ
فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ - اس آیت مین صرف ایمان باللہ اور روز آخرت پر صلاح
و نیکبختی کو متعلق نہ فرمایا بلکہ ایمان پر امر معروف و نہی منکر کو بھی زیادہ کیا اور فرمایا وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ اس آیت مین
ایمانداروں کا وصف یہ کر فرمایا کہ اچھی بات کا امر کرتے ہین تو جو کوئی امر معروف کو ترک کریگا وہ اون
ایمانداروں کے زمرہ سے خارج ہوگا جنکا وصف اس آیت مین مذکور ہے - اور فرمایا لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا
مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ
كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ - اس آیت مین نہایت سختی ہے
کہ عاقبت اونکی مستحق لعنت ہو نیکی یہی فرمائی کہ اونھوں نے نہی منکر کو ترک کیا تھا - اور فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ
أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اس آیت سے فضیلت امر معروف اور
نہی منکر کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ بیان فرمایا کہ اس صفت کے لوگ خیر امت تھے - اور فرمایا فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ
أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ
اسمین بیان فرمایا کہ اون لوگوں نے نجات حاصل کی جنہوں نے بری بات سے منع کیا اور نیز یہ آیت اسکے
وجوب پر بھی دلالت کرتی ہے - اور فرمایا الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ
وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ اس آیت مین امر معروف و نہی منکر کا ذکر
نماز اور زکاۃ کے متصل فرمایا صالحین اور مومنین کے وصف مین - اور فرمایا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى
وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اسمین تو امر قطعی ہے اور تعاون کے معنی یہ ہین
کہ خیر پر ترغیب دینا اور بہتری کے طریقوں کو آسان کرنا اور بدی اور تعدی کی راہین بند کردینی جہانتک
ہوسکے - اور فرمایا لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ
مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ اس آیت مین بیان فرمایا کہ نہی منکر کے ترک کرنیسے گنہگار ہوئے - اور فرمایا فَلَوْلَا كَانَ
مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ الآية
اس مین یہ بیان فرمایا کہ ہمنے سبکو ہلاک کردیا مگر تھوڑے سے لوگوں کو جو فساد سے منع کرتے تھے - اور فرمایا
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ
وَالْأَقْرَبِينَ تو والدین اور اقارب کے حق مین امر معروف یہی ہے - اور فرمایا لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ

مِنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ
مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا اور فرمایا وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا الآيه
اور اصلاح اسی کا نام ہے کہ سرکشی سے منع کرے اور طاعت پر بدستور رہنا لاوے اور اگر وہ نمانے تو
اللہ تعالیٰ نے اوسکے ساتھ لڑنیکا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ
اور یہی کا نام نہی منکر ہے اور احادیث اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے ایک خطبہ پڑھا اور اوس میں
ارشاد فرمایا کہ لوگو تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اوسکی تفسیر خلاف اوسکی مراد کے کرتے ہو یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
فرماتے تھے مَا مِنْ قَوْمٍ عَمِلُوْا بِالْمَعَاصِیْ وَفِیْهِمْ مَنْ یَّقْدِرُ اَنْ یُّنْكِرَ عَلَیْهِمْ فَلَمْ یَفْعَلْ اِلَّا یُوْشِكُ
اَنْ یَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖ ۔ اور ابو ثعلبہ خشنی رضہ سے مروی ہے کہ اونھون نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ کی پوچھی آپنے فرمایا مُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ
عَنِ الْمُنْكَرِ فَاِذَا رَاَیْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَّهَوًی مُّتَّبَعًا وَّدُنْیَا مُّؤْثَرَةً وَّاِعْجَابَ كُلِّ ذِیْ رَاْیٍ
بِرَاْیِهٖ فَعَلَیْكَ بِنَفْسِكَ وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ اِنَّ مِنْ وَّرَآئِكُمْ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ لِلْمُتَمَسِّكِ
فِیْهَا بِمِثْلِ الَّذِیْ اَنْتُمْ عَلَیْهِ اَجْرُ خَمْسِیْنَ مِنْكُمْ قِیْلَ بَلْ مِنْهُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا بَلْ مِنْكُمْ لِاَنَّكُمْ
تَجِدُوْنَ عَلَی الْخَیْرِ اَعْوَانًا وَّلَا یَجِدُوْنَ عَلَیْهِ اَعْوَانًا ۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ
سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ اوسکا وقت یہ زمانہ نہیں کیونکہ اس زمانہ میں تو نصیحت کو مانتے ہیں
بلکہ عنقریب ایسا وقت آویگا کہ تم امر معروف کروگے تو تم سے ایسا ایسا کیا جائیگا (یعنے لوگ ایذا دینگے) اور تم کچھ
کہوگے تو کوئی تمہاری بات نمانیگا اوسوقت تمکو اس آیت کے موجب کرنا چاہیے عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ
مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین البتہ اچھی بات کا امر کرو اور بری بات سے منع کرو
ورنہ خدا تعالیٰ تمپر تمہارے شریرونکو مسلط کردیگا پھر تمہارے بہتر آدمی دعا مانگینگے تو اونکی دعا مقبول
نہوگی اسکے یہ معنے ہین کہ اچھے لوگون کی ہیبت برون کی نظرون سے ساقط ہو جائیگی کہ اونسے خوف
نکرینگے ۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم امر بالمعروف کرو
اور منکر سے منع کرو پیشتر اس سے کہ تم دعا مانگو اور تمہاری دعا مقبول نہو ۔ اور ایک حدیث
مین ارشاد فرمایا کہ اعمال خیر جہاد فی سبیل اللہ کے سامنے ایسے ہین جیسے پھونک دریاے عمیق
کے سامنے ۔ اور سب اعمال خیر اور جہاد فی سبیل اللہ مگر امر معروف اور نہی منکر کے سامنے ایسے
ہین جیسے پھونک دریاے عمیق کے سامنے ۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے سوال کریگا کہ

کس چیز نے تجھکو باز رکھا کہ جب تو نے بری بات دیکھی تو منع نکیا اسوقت اگر اللہ تعالی اپنے بندہ کو جواب
سکھا دیگا تو عرض کریگا کہ الہی مین نے تجھپر بھروسا کیا اور لوگون سے ڈر گیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد ہے
اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَی الطُّرُقَاتِ قَالُوْا مَالَنَا بُدٌّ اِنَّمَا هِیَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِیْهَا قَالَ فَاِذَا اَبَیْتُمْ
اِلَّا ذٰلِكَ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّهَا قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ
وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ اور فرمایا کہ کلام ابن آدم کا سب اوسپر مضر ہوتا ہے مفید نہین ہوتا بجز امر معروف
یا نہی منکر یا ذکر خدا تعالی کے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی خواص کو عذاب نہین کرتا
عوام کے گناہون کے باعث یہانتک کہ کوئی برائی اون مین دیکھے اور وہ باوجودیکہ اوسکے روکنے پر قادر
ہون مگر نہ روکین تب اللہ اونکو عذاب کرتا ہے۔ اور ابو امامہ باہلی رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتین سرکش ہو جائینگی اور جوان بدکار ہو جائینگی
اور تم جہاد چھوڑ دوگے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات ضرور ہوگی آپ نے فرمایا
کہ ہان قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر بات ہوگی لوگون نے عرض کیا
کہ اس سے سخت تر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تمہاری کیفیت کیا ہوگی جب تم اچھی بات کا حکم نکروگے اور بری بات
سے منع نکروگے لوگون نے عرض کیا کہ کیا یہ ہوتا ہے آپنے فرمایا کہ ہان قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ
مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر بات ہوگی اونھون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہے
آپ نے فرمایا کہ تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تم اچھی بات کو بری اور بری کو اچھی دیکھوگے اونھون نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ ہونیوالا ہے آپنے فرمایا ہان قسم ہے اوس ذات کی جسکے
قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر معاملہ ہوگا اونھون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر
کیا ہوگا آپنے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم بری بات کا امر کروگے اور اچھی بات سے منع کروگے اونھون
نے عرض کیا کہ آیا یہ امر ہوگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپنے فرمایا کہ ہان قسم ہے اوس ذات کی جسکے
قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر ہوگا اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ مین اپنی قسم کھاتا ہون
کہ اونپر ایسا فتنہ بھیجونگا کہ عقلمند اوسمین حیران رہجائے۔ اور عکرمہ حضرت ابن عباس رضہ سے راوی ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے اوسکے پاس تو مت کھڑا ہو کہ جو
شخص وہان موجود ہو اور اوسکی آفت کو نہ ٹالے اوسپر لعنت برستی ہے اور جو شخص ظلم سے پیٹا جائے
اوسکے پاس مت کھڑا ہو کہ جو کوئی اوسکے پاس رہے اور اوسپر سے ظلم دفع نکرے تو اوسپر لعنت برستی ہے
حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مقام مین حاضر ہو

تو اوسکو پہنچا ہے کہ بدون حق بات کہ باز رہے اسلیے کہ اجل سے پیشتر تو مریگا نہین اور جو رزق اوسکی
تقدیر مین ہے اوس سے ہرگز محروم نہوگا (یعنے پھر کس خوف سے امر حق زبان پر نہ لاوے) اور یہ حدیث
اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ظالمون اور فاسقون کے گھرون مین جانا درست نہین اور نہ ان
جگہون مین جہان بری بات دیکھنی پڑے اور اوسکے بدلنے اور دور کرنے پر قادر نہو کیونکہ حدیث موصوف
مین فرمایا ہے کہ حاضر شخص پر لعنت برستی ہے تو جو حاضر ہوگا وہ مستحق لعنت ہوگا اور آدمی کو بدون
حاجت بری بات کا مشاہدہ جائز نہین اس عذر سے کہ ہم تو عاجز ہین ہمارے منع کرنے سے کون مانتا ہے
اور یہین وجہ اکابر سلف مین سے کچھ لوگون نے عزلت اختیار کی کیونکہ اونھون نے دیکھا کہ بازارون
اور عیدون اور مجمعون مین سب مین بری باتین ہوتی ہین اور خود اونکے دور کرنے سے عاجز ہین اور یہ
امر چاہتا ہے کہ خلق سے ہجرت کرنی لازم ہے اور اسلیے حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے فرمایا کہ جن لوگون
نے جو اپنے مکانات اور اولاد سے مفارقت کی اوسکی وجہ یہی ہوئی کہ اونپر وہی بلا اتری جو ہم
بھگتتے ہین یعنے شر کو ظاہر پایا اور خیر مٹ گئی اور دیکھا کہ نصیحت کرنی بات کوئی نہین مانتا اور فتنے
برپا ہین اور یہ خوف کیا کہ کہین ہمکو بھی نہ آ پہنچین اور کہین ایسا نہو کہ عذاب اون لوگون پر نازل ہو
اور اونکے ساتھ ہین ہم بھی اوس سے محفوظ نہ رہین اور خیال کیا کہ درندون کے ساتھ رہنا اور سبزہ کھانا
اون لوگون کے پاس رہنے اور آسایش کے ساتھ بسر کرنے سے بہتر ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔
فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ اور فرمایا کہ کچھ لوگون نے فرار اختیار کیا اور اگر اللہ تعالی
نے نبوت مین کوئی راز رکھا ہوتا تو ہم یہ کہتے کہ نبی اون لوگون سے افضل نہین ہین اسلیے کہ ہمکو خبر
پہونچی ہے کہ فرشتے علیہم السلام اون لوگون سے ملاقات اور مصافحہ کرتے ہین اور ابر اور درندے
اونکے پاس ہوکر نکلتے ہین اگر کوئی اون مین سے اونکو پکارتا ہے تو جواب دیتے ہین اور اگر ابر و درندون
سے پوچھتے ہین کہ تمکو کس جگہہ کا حکم ہوا ہے تو اونکو بتا دیتے ہین حالانکہ وہ نبی نہین ہین۔ اور حضرت
ابوہریرہ رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص کسی معصیت مین حاضر ہوا اور
اوسکو برا جانا تو وہ ایسا ہے گویا اوسمین نہ تھا اور جو شخص معصیت مین شریک نہو مگر اوسکو اچھا جانے
تو وہ ایسا ہے گویا اوسمین حاضر ہے اور معنے حدیث کے یہ ہین کہ کسی ضرورت سے معصیت کی جگہہ مین
حاضر ہو یا اتفاقاً معصیت اوسکے سامنے ہونے لگے ورنہ قصداً معصیت کی جگہہ مین حاضر ہونا منع ہے اور
پہلی حدیث کی دلیل سے۔ اور حضرت ابن مسعود رض راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ تعالی نے جس نبی کو بھیجا ہے اوسکے حواری بھی ہوئے ہین پھر جسقدر خدا تعالی کو منظور ہوگا

اوس مدت تک نبی اپنی قوم مین رہکر اللہ تعالی کی کتاب اور حکم کی بموجب عمل کرتا رہیگا یہان تک
کہ جب اللہ تعالی اپنے نبی کو اوٹھا لیگا تو حواری اللہ تعالی کی کتاب اور حکم کی بموجب اور اپنے
نبی کے طریق کے موافق عمل کرتے رہین گے اور جب وہ بھی چل بسین گے تو اونکے بعد ایک قوم
ایسی ہوگی کہ منبرون پر چڑھکر وہ باتین کہین گے جنکو جانتے ہین اور کام وہ کرینگے جنکو نہین جانتے تو جب
تم ایسا دیکھو تو ہر ایماندار کو اپنے ہاتھ سے اونپر جہاد کرنا واجب ہے اور اگر ہاتھ سے نہ بن سکے تو زبان سے
جہاد کرے اور اگر زبان سے بھی نہو سکے تو دل سے جہاد کرے اور اسکے بعد اسلام نہین ۔ اور حضرت
ابن مسعود رض نے فرمایا ہے کہ ایک گانو کے لوگ مرتکب معاصی تھے اور اونمین چار شخص اونکے اعمال کو
برا جانتے تھے انمین سے ایک مستعد ہوا اور لوگون سے کہا کہ تم ایسی ایسی حرکتین کرتے ہو انسے باز آؤ
غرضکہ اونکو منع کرتا اور اونکے افعال کی برائی کرنی شروع کی وہ لوگ اسکے اقوال کو رد کرتے رہے اور
اپنے افعال سے باز نہ آئے اسنے اونکو برا کہا اونھون نے اوسکو برا کہا آخر کو اسنے اونسے قتال کیا
وہ لوگ اوسپر غالب رہے پھر یہ اون سے علیحدہ ہو گیا اور جناب الہی مین عرض کیا کہ الہی مین نے انکو
منع کیا تو میری اطاعت نہ کی اور مین نے انکو برا کہا تو انھون نے مجکو برا کہا اور مین نے جنگ کیا تو
یہ غالب رہے یہ کہکر چلا گیا پھر دوسرا شخص اونکی منع کرنیکو مستعد ہوا اوسکی اطاعت بھی نکی اور اوسنے اونکو سخت کہا
تو اونھون نے بھی اوسکو سخت کہا وہ بھی یہ کہکر علیحدہ ہو گیا کہ الہی مین نے انکو منع کیا میرا کہنا نمانا
اور مین نے اونکو برا کہا تو انھون نے مجکو برا کہا اور اگر مین انسے لڑتا تو یہی غالب رہتے پھر وہ بھی
چلا گیا تیسرا اوٹھا اور اوسنے اونکو منع کیا اونھون نے نمانا وہ اونسے علیحدہ ہوا اور کہا کہ الہی مین نے
اونکو منع کیا اونھون نے نمانا اور اگر مین اونکو گالی دیتا تو وہ مجکو دیتے اور اگر مین لڑتا تو وہ جیت جاتے
پھر وہ بھی چلا گیا اور چوتھا قائم ہوا اوسنے یون عرض کیا کہ الہی مین اگر انکو منع کرتا تو میرا کہنا نمانتے
اور اگر برا کہتا تو مجکو برا کہتے اور اگر لڑائی کرتا تو غالب رہتے یہ کہکر وہ بھی چلا گیا حضرت ابن مسعود رض
نے فرمایا کہ چوتھا شخص اون چارون مین سے رتبہ مین کمتر تھا اگر تم مین اوسکی مثل بھی کم ہی ہین ۔ اور
حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا گانو
تباہ ہو جاتا ہے حالانکہ اوسمین نیک آدمی بھی ہون آپنے فرمایا ہان سائل نے عرض کیا کہ اسکی وجہ
کیا ہے آپنے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ نیک بندون نے سستی کی اور اللہ تعالی کی معصیتون پر سکوت
اختیار کیا ۔ اور جابر بن عبد اللہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
اللہ تعالی نے کسی فرشتے کو حکم بھیجا کہ فلان شہر کو اوسکے باشندون پر الٹا کر دو اوس فرشتہ نے عرض کیا

کہ یارب اوس بستی مین تیرا فلان بندہ ہی جسنے تیری نافرمانی ایک لحہ کو نہین کی حکم ہوا کہ اوسپر اور
تمام بستی والون پر وہ طبقہ الٹ دو کہ اوس شخص کا چہرہ ایک ساعت کو بھی بستی والون کی معصیت
سے نہین تمتمایا - اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بستی کے
لوگون کو عذاب دیا گیا جسمین اٹھارہ ہزار وہ لوگ تھے کہ اونکے عمل انبیا علیہم السلام کے سے عمل تھے
لوگون نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیسے ہوا آپنے فرمایا کہ وہ اللہ تعالی کے واسطے خفا نہین ہوتے تھے
اور اچھی بات کا امر اور بری بات سے نہی نہ کرتے تھے - اور عروہ اپنے باپ سے راوی ہین کہ حضرت موسی
علیہ السلام نے خدا تعالی کی جناب مین عرض کیا کہ یارب تیرے بندون مین سے تیرے نزدیک کونسا
محبوب تر ہے فرمایا کہ جو کوئی میری خواہش پر ایسا جھپٹے جیسا کرگس اپنی خواہش پر جھپٹتا ہے اور جو میرے
نیک بندون پر ایسا عاشق ہو جیسے بچہ شیر خوار پستان پر ہوتا ہے اور جس وقت کوئی میری حرام کی ہوئی
چیزون مین داخل ہو تو وہ ایسا غصہ کرے جیسا چیتا اپنے انتقام کے لیے غضب کرتا ہی کہ جب وہ اپنے
نفس کے واسطے غصہ ہوتا ہے تو یہ پروا نہین کرتا کہ آدمی کم ہین یا زیادہ - اس روایت سے معلوم ہوتا ہے
کہ خوف کی شدت مین امر معروف اور نہی منکر کا بڑا ثواب ہی - اور حضرت ابو ذر غفاری رضہ فرماتی ہین
کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ سوای مشرکون
کے قتال کے کوئی اور بھی جہاد ہے آپنے فرمایا کہ ہان اے ابو بکر زمین مین اللہ تعالی کے جہاد کرنیوالے
شہیدون سے افضل ہین زندہ ہین اور رزق دیے جاتے ہین زمین پر چلتے ہین اللہ تعالی اون سے
فرشتون پر فخر کرتا ہے اور اونکے لیے جنت ایسی آراستہ ہوتی ہے جیسی ام سلمہ رضہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے آراستہ ہوئی حضرت صدیق اکبر رضہ نے عرض کیا کہ وہ کون ہین یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آپنے فرمایا کہ وہ امر معروف اور نہی منکر کرنیوالے اور فی اللہ محبت اور فی اللہ بغض رکھنے والے ہین
پھر فرمایا کہ قسم ہی اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ بندہ اون مین سے شہدا کے
غرفون کے اوپر کے غرفہ مین رہیگا ہر غرفہ مین تین لاکھ دروازے ہونگے کہ بعض اون مین سے
یاقوت اور سبز زمرد کے ہونگے اور ہر دروازہ پر نور ہو گا اور اون مین سے ایک آدمی کا نکاح تین لاکھ
حورون سے ہوگا وہ نیچی نگاہ والی بڑی آنکھون والی کے ساتھ ہوگا جب وہ اونمین سے کسی کی طرف التفات کریگا
اور دیکھیگا تو وہ کہیگی کہ تجکو یاد بھی ہے فلان روز تو نے امر معروف اور نہی منکر کیا تھا اور جب
اونمین سے کسی کی طرف توجہ کریگا تو وہ اوسکے سامنے اون مقامون کا ذکر کریگی جنمین اوسنے کسی
اچھی بات کا امر کیا یا کسی بری بات سے منع کیا - اور حضرت ابو عبیدہ جراح رضہ فرماتے ہین کہ مین نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدا میں سے خدا تعالی کے نزدیک بزرگتر کونسا ہے آپنے
فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور اوسکو اچھی بات کا امر کیا اور بری بات
سے منع کیا اور اسی وجہ سے اوسنے اوسکو مار ڈالا اور اگر ظالم نے اوسکو قتل نہ کیا تو قلم او سپر اسکے بعد
نہ چلیگا گو وہ کتنا ہی زندہ رہے (یعنے اسکا ثواب اتنا ہے کہ امر معروف اور نہی منکر اگر حاکم کو کریگا تو اگر
مارا گیا تو شہید ہوا اور نہ گناہ نامہ اعمال میں عمر بھر نہ لکھے جاوینگے) اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے شہیدوں میں سے افضل وہ شخص ہے کہ ظالم امام
کے سامنے کھڑا ہو کر اوسکو اچھی بات کا حکم کرے اور بری بات سے منع کرے اور وہ ظالم ہمیں وجہ اوسکو
مار ڈالے تو اس شہید کا رتبہ جنت میں حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوگا - اور حضرت عمر رض
فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ بری قوم وہ لوگ ہیں
جو انصاف کا حکم نہیں کرتے اور بری قوم وہ ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتی - اور آثار
اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہیں کہ تم امر معروف اور نہی منکر کرو ورنہ خدا تعالی
تمپر کوئی بادشاہ ظالم مسلط کر دیگا کہ وہ نہ تمہارے بڑے کی توقیر کریگا اور نہ چھوٹے پر ترس کھائیگا اور تمہارے
نیک بندے اوسکو بد دعا دینگے تو اونکی دعا مقبول نہ ہوگی اور تم مدد مانگوگے تو مدد نہ ملیگی اور استغفار کروگے
تو تمہاری مغفرت نہ ہوگی اور حضرت حذیفہ رض سے کسی نے پوچھا کہ زندوں میں مردہ کون شخص ہے آپنے
فرمایا کہ جو بری بات کو اپنے ہاتھ سے نہ بگاڑے اور نہ زبان سے اور دل سے برا کہے - اور مالک بن دینار رح
فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے علما میں سے ایک عالم تھا کہ اوسکے مکان پر مرد و عورت جمع ہوا کرتے
اور وہ اونکو اللہ تعالی کے واقعات و انتقامات جو اہل دنیا میں گذرتے رہتے ہیں سنایا کرتا ایک روز
اپنے کسی لڑکے کو دیکھا کہ کسی عورت پر چشمک مارتا ہے تو اوسکو کہا کہ بس کر بیٹا بس کر راوی کہتا ہے
کہ وہ عالم تو تخت پر سے گر گیا اور اوسکی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا اور اوسکی عورت کو اسقاط ہو گیا اور اوسکے
بیٹے لشکر میں مارے گئے اللہ تعالی نے اوسوقت کے نبی کو وحی بھیجی کہ فلان عالم سے کہدو کہ میں تیری پشت
سے صدیق کبھی نہ پیدا کرونگا کہ تیرا غصہ میری خاطر تھا صرف اتنا ہی کہا کہ بس کر بیٹا بس کر - اور
حضرت حذیفہ رض نے فرمایا کہ لوگوں پہ ایک ایسا وقت آویگا کہ اگر میں اون میں مردہ گدہا ہوں تو مجکو
وہ لوگ اوس ایماندار سے محبوبتر جانیں جو اونکو امر معروف اور نہی منکر کرے - اور اللہ تعالی نے
حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میں تیری قوم سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار برے
ہلاک کرونگا اونھوں نے عرض کیا کہ الہی بد لوگ تو برے ہیں مگر اچھوں کا کیا قصور ہے ارشاد ہوا

کہ اونھون نے میرے طعام کے لیے نفقہ نہ کیا اور بدون کے ساتھ کھانے پینے مین شریک رہتے۔
اور بلال بن سعد نے کہا ہے کہ معصیت جب پوشیدہ کیجاتی ہے تو سوا معصیت کرنیوالے کے اور کسیکو
ضرر نہین کرتی اور جب اعلان کے ساتھ کیجاتی ہے اور اوسکو کوئی منع نہین کرتا تو عوام کو ضرر کرتی ہے۔
اور حضرت کعب احبار نے ابو مسلم خولانی سے فرمایا کہ تمہاری قوم مین تمہاری منزلت کیسی ہے اونسے کہا
کہ اچھی ہے فرمایا کہ توریت تو اسکے خلاف کہتی ہے پوچھا کہ کیا کہتی ہے فرمایا کہ یون کہتی ہے کہ آدمی
جب امر معروف اور نہی منکر کرتا ہے تو اوسکی قوم کے نزدیک اوسکی منزلت بری ہو جاتی ہے ابو مسلم نے
کہا کہ توریت سچ کہتی ہے اور ابو مسلم جھوٹ کہتا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضہ عاملون کے پاس جایا کرتے
پھر آپ بیٹھ رہے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ اونکے پاس تشریف لیجائینگے تو شاید اونکے دل مین
رعب رہیگا آپنے فرمایا کہ مجکو یہ خوف ہے کہ اگر مین کچھ بولون تو وہ یہ جانینگے کہ حال کچھ ہے اور قال
کچھ اور اگر خاموش رہون تو یہ ڈر ہے کہ گنہگار نہون تو اسکا مصداق بن رہا ہون کہ گویم مشکل ور نگویم مشکل
اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص امر بالمعروف سے عاجز ہو اوسپر لازم ہے کہ اوس جگہ سے دور رہے اور
ایسی جگہ مین چلا جائے کہ معصیت اوسکے سامنے نہو۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رضہ فرماتے ہین کہ اول
جس جہاد پر تمکو دبایا جاتا ہے وہ ہاتھون کا جہاد ہے پھر زبانون کا پھر دلون کا جب دل اچھی بات
کو نہین پہچانتا اور بری کا انکار نہین کرتا تو اوندھا کر دیا جاتا ہے کہ اوپر کی طرف نیچے ہو جائے۔ اور سہل
بن عبد اللہ رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کے سوا دوسرے پر تا ونہین اور امر و نہی اپنی ذات کے
متعلق بجا لاتا ہے اور دوسرے سے جو برائی ہو اوسکو دل سے برا جانتا ہے تو جسقدر امر معروف اور
نہی منکر اوسکو چاہیے اوسقدر بجا لاتا ہے۔ اور فضیل رح سے کسی نے کہا کہ تم امر معروف اور نہی منکر
کیون نہین کرتے فرمایا کہ کچھ لوگون نے امر و نہی کی اور کافر ہو گئے اور اوسکی وجہ یہ کہ اسکے عوض انکو
جو تکلیف دی گئی تو اوسپر صبر نکیا۔ اور حضرت ثوری رح سے کسی نے کہا کہ آپ امر معروف اور نہی منکر
کیون نہین کرتے آپنے فرمایا کہ جب سمندر ٹوٹ نکلے تو اوسکو بند کون لگا سکتا ہے۔ ان دلیلون
سے ظاہر ہوا کہ امر معروف اور نہی منکر واجب ہے اور اگر قدرت اوسکی بجا آوری کی ہو تو اوسکا فرض
ساقط نہوگا بجز اسکے کہ کوئی اوسکی بجا آوری پر قائم ہو اب ہم اوسکے شروط اور اوسکے واجب ہونیکی
شرطین ذکر کرتے ہین

دوسری فصل امر معروف اور نہی منکر کے ارکان اور شروط کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ امر معروف
اور نہی منکر دونون کو ملا کر حسبت کہتے ہین اور حسبت کے ارکان چار ہین اول محتسب دوسرے محتسب علیہ

یعنے مجرم تیسرے محتسب فیہ یعنے معصیت چوتھے خود احتساب اور ان چارون مین سے ہر ایک کے لیے جدا جدا
شرطین ہین رکن اول محتسب ہے اوسکی شرطین یہ ہین کہ عاقل بالغ مسلمان قدرت رکھنے والا ہو تو ان
شرطون سے مجنون اور لڑکا اور کافر اور عاجز نکل گیا اور رعایا مین سے ہر کوئی داخل رہا گو اوسکو بادشاہ
کی طرف سے اذن نہو اور فاسق اور غلام اور عورت بھی اس تعریف مین داخل رہی - اب ہم ان شرطون
کی وجہ بیان کرتے ہین اور نیز جن قیدون کو ہمنے چھوڑ دیا اونکے چھوڑنے کا باعث لکھینگے -
شرط اول تکلیف یعنی عاقل و بالغ ہونا اسکی وجہ تو ظاہر ہے کہ غیر مکلف پر کوئی حکم لازم نہین اور ہمنے
جو شرائط لکھی ہین اونسے مراد شرط وجوب ہے نہ شرط جواز کیونکہ احتساب کا امکان اور جواز صرف عقل
کا ہی مقتضی ہے اوسکو بلوغ بھی نہین چاہیے حتی کہ لڑکا تمیزدار قریب بہ بلوغ ہرچند مکلف نہین مگر
اوسکو جائز ہے کہ بری بات کا انکار کرے اور شراب کو بہادے اور کھیل کی چیزین توڑ ڈالے اور جب
وہ یہ افعال کریگا تو ثواب پاویگا اور کسی کو جائز نہین کہ اوسکو ان افعال سے روکدے یہ لحاظ کرکے
کہ یہ تو مکلف نہین اسلیے کہ یہ افعال ثواب کے ہین اور ایسا لڑکا ثواب کا اہل ہے مثلاً نماز اور اوسکی امامت
اور دوسرے ثواب کے کامون کا اہل ہے اور احتساب کا حکم ولایتون کا سا نہین کہ اوسمین جواز کیلیے بھی
تکلیف شرط ہو اور اسی وجہ سے ہمنے اوسکو غلام اور رعیت کے کسی فرد کے لیے ثابت رکھا ہے ہان فعل سے
منع کرتے ہین اور بری بات کو بگاڑتے ہین ایک طرح کی ولایت اور حکومت معلوم ہوتی ہے مگر یہہ
حکومت صرف ایمان سے حاصل ہوتی ہے جیسے مشرک کا مارنا اور اوسکے اسباب کا باطل کرنا اور ہتھیار اوسکو
کا چھین لینا کہ لڑکے کو بھی جائز ہے بشرطیکہ اوس سے خود اوس لڑکے کو ضرر نہو تو جب کفر سے منع کرنا
درست ہوا تو فسق سے روکنا بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے - دوسری شرط ایمان کی قید کی وجہ بھی صاف
ظاہر ہے اسلیے کہ احتساب دین کی نصرت کا نام ہے تو اسکا اہل وہ شخص کیسے ہو سکتا ہے جو اہل
دین کا منکر اور دشمن ہو - تیسری شرط عادل ہونا اسکو بعض لوگون نے شرط کیا ہے اور کہا ہے کہ
فاسق کو احتساب درست نہین اور اپنی دلیل اسباب ہین ایک تو یہ کہتے ہین کہ قرآن مجید مین اون
لوگون پر جو کہتے ہین اور قول کے بموجب خود نہین کرتے وعید وارد ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ اور فرمایا كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ
دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ فرمایا کہ معراج کی شب کو میرا گذر ایسے لوگون پر
ہوا جنکے لب آگ کی مقراضون سے کاٹے جاتے تھے مین نے اونسے پوچھا کہ تم کون ہو اونہون نے کہا
ہم امر خیر کا حکم کرتے تھے اور خود اوسکو نہین کرتے تھے اور بری بات سے منع کیا کرتے تھے اور خود اوسکو

مرتکب ہو تو تحقیق اسکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تم اپنے نفس کو نصیحت کرو جب
وہ نصیحت مان جائے تب لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے حیا کرو۔ جو تمھی دلیل بطور قیاس بیان کرتے ہیں
اسطرح کہ دوسرے کا ہدایت کرنا اور راہ بتانا اسپر متفرع ہے کہ خود راہ پر ہو اسی طرح غیر کا سیدھا کرنا
اپنے سیدھا ہونے کی فرع ہے اور درست کرنا زکوۃ ہے نصاب درستی کی تو جو شخص خود درست اور اچھا
نہوگا وہ دوسرے کو کیسے درست کریگا یہ تو قول مشہور ہے ع سایہ کہ راست بود چوب چو باشد ناراست
اور یہ جتنی دلیلیں اونھوں نے لکھی ہیں سب خیالات ہیں حق یہی ہے کہ فاسق کو احتساب جائز ہے
اور اوسکی برہان یہ ہو کہ ہم یہ کہیں کہ احتساب میں کیا یہ شرط ہے کہ محتسب سب گناہوں سے معصوم ہو
اگر یہ شرط ہو تو خلاف اجماع ہے اور نیز باب احتساب کا بالکل بند کرنا ہے کیونکہ معصوم تو صحابہ رضی
بھی تھے اور رونکا تو کیا ذکر ہے بلکہ انبیا علیہم السلام کی عصمت میں اختلاف ہو اور قرآن مجید سے
منسوب ہونا حضرت آدم علیہ السلام اور بعض دوسرے انبیا کا معصیت کی طرف پایا جاتا ہے اور اسلیے
سعید بن جبیر رح نے فرمایا تھا کہ اگر امر معروف اور نہی منکر وہی کیا کرے جسمین کوئی گناہ نہو تو کوئی
بھی اس امر کی تعمیل نکر سکیگا امام مالک رح کو اونکا یہ قول پسند آیا اور اگر یہ کہیں کہ معصوم ہونا صغیرہ
گناہوں سے مشروط نہیں یہانتک کہ حریر پہننے والیکو جائز ہے کہ زنا اور شراب خواری سے منع کرے
تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ آیا شراب خوار کو جائز ہے کہ کفار سے جہاد کرے اور کفر سے منع کرنیکا احتساب اونپر
کرے اگر کہیں کہ نہیں جائز ہے تو خلاف اجماع ہوگا اسلیے کہ مسلمانوں کے لشکروں میں ہمیشہ نیک
اور بد اور شراب خوار اور یتیموں پر ظلم کرنے والے سب قسم کے آدمی رہتے تھے اونکو جہاد سے ممانعت نہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مبارک میں ہوئی نہ آپ کے بعد اور اگر یہ کہیں کہ شرابخوار کو جہاد کرنا اور
کفر کی ممانعت کا احتساب جائز ہے تو ہم یہ سوال کرینگے کہ اوسکو یہ بھی جائز ہے کہ قتل سے منع کرے
اگر کہیں کہ جائز نہیں تو ہم کہینگے کہ پھر شراب خوار اور حریر پوش میں فرق بتانا چاہیے کہ حریر پوش
کو جائز ہے کہ شراب سے منع کرے حالانکہ قتل شراب خواری کی نسبت کر اتنا ہی بڑا ہے جیسے شرابخواری
حریر پوشی کی نسبت ہو تو کسی طرح کا فرق نہیں معلوم ہوتا اور اگر کہیں کہ قتل سے منع کرنا جائز ہے
اور اسکی علت یہ بیان کریں کہ جو شخص ایک گناہ کا مرتکب ہو تو وہ اوسی جیسے گناہ اور اوس سے کم رتبہ
سے منع نہیں کر سکتا ہاں اوس سے زیادہ گناہ کو منع کر سکتا ہے تو یہ دعویٰ بے دلیل اور بیہودگی ہے
کیونکہ جب یہ بعید نہیں کہ شراب خوار زنا اور قتل سے منع کرے ویسا ہی یہ بھی بعید نہیں کہ زانی شراب
پینے سے منع کرے بلکہ یہ بھی بعید نہیں کہ آدمی خود شراب پیوے اور اپنے غلاموں اور خادموں کو

شراب خواری سے منع کرے اور یہ کہے کہ مجھپر نہی کو ماننا اور دوسری کو نہی کرنا دو باتین واجب ہین تو
یہ کہان سے لازم آیا کہ اگر مین نے ایک بات مین معصیت کی تو دوسری مین بھی خدا تعالی کا عاصی
ہو جاؤن اور جس صورت مین کہ منع کرنا مجھپر واجب ہی تو اسکا وجوب میرے ارتکاب کی جہت سے کیسے
ساقط ہو جائیگا اور واقع مین بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یون کہین کہ منع کرنا شراب خواری سے اوسی
اوسوقت تک واجب ہی کہ خود شراب نہ پیوی اور اگر پی لیگا تو دوسرے سے منع کرنا ساقط ہو جائیگا۔ اب اگر
کوئی یہ کہے کہ تمہاری تقریر سے یہ لازم آتا ہے کہ کوئی شخص یون کہے کہ مجھپر وضو اور نماز دونون واجب ہین
مگر مین وضو کرتا ہون گو نماز نہ پڑھون اور سحر کھاتا ہون اگرچہ روزہ نہ رکھون مستحب تو میرے لیے
دونون ہین پس اوسکا جواب بھی دوگے کہ ان دونون مین سے ایک چیز دوسرے پر مرتب ہی تو ہم بھی
یہی کہتے ہین کہ غیر کا سیدھا کرنا اپنی راستی پر مرتب ہی اسلیے اول اپنے نفس کی درستی چاہیے پھر دوسرے کی
بموجب مثل اول خویش بعدہ درویش تو اسکا جواب یہ ہی کہ سحر کھانا روزہ کے لیے ہوتا ہے اگر روزہ نہوتا تو
سحر کھانا مستحب نہوتا اور جو چیز کہ غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہے وہ اوس غیر سے جدا نہین ہوا کرتی اور صورت
متنازع فیہ مین غیر کی اصلاح اپنے نفس کی اصلاح کے لیے مقصود نہین ہوتی نہ اپنے نفس کی اصلاح غیر کی
اصلاح کے لیے تو انمین سے جو ایک کو دوسرے پر مترتب کہتے ہو زبردستی ہے اسکی کوئی دلیل نہین اور وضو
اور نماز کے اعتراض سے اتنا ہی لازم آتا ہے کہ جو شخص وضو کرے اور نماز نہ پڑھے وہ وضو کے امر کو بجا لائیگا
اور اوسکا عذاب اوس شخص کی نسبت کم ہوگا جو وضو اور نماز دونون کا تارک ہوگا ایسا ہی جو شخص
منع کرنا اور خود باز رہنا دونون باتین چھوڑ دیگا اوسکو عذاب زیادہ ہوگا نسبت اوسکے جو دوسرے کو
منع کرے اور خود نہی پر کاربند نہو کیونکہ وضو شرط ہی بذات خود تو مقصود نہین بلکہ نماز کے لیے مقصود ہے
تو بدون نماز کے اوسکا کچھ اعتبار نہین اور امر و نہی پر کاربند ہونے مین احتساب شرط نہین تو ان دونون
صورتون مین کچھ مشابہت نہین۔ اب اگر یون کہا جائے کہ اسپر یہ لازم آتا ہے کہ کوئی یون کہے کہ
جب ایک مرد کسی عورت سے زبردستی زنا کرے اور وہ عورت اپنا منہ چھپائے ہو پھر اپنے آپ منہ کھولدے
اور مرد عین حالت زنا مین احتساب کرے اور عورت سے کہے کہ تجھپر زنا مین تو زبردستی ہوئی مگر منہ
کھولنے مین تو تو مختار تھی تو نے جو مجھ غیر محرم کے سامنے اپنے منہ کو کھول دیا برا کیا اپنا منہ ڈھانک لے
تو یہ احتساب نہایت برا ہے یہ ہر عاقل اسکو برا جانتا ہے اور ہر طبع سلیم اس سے نفرت کرتی ہو
تو اسکا جواب یہ ہی کہ امر حق کبھی طبیعتون کو برا معلوم ہوا کرتا ہے اور باطل اچھا معلوم ہوتا ہے اسکا
لحاظ ضروری نہین بلکہ لحاظ دلیل کا کیا جاتا ہے وہم و خیالات کی پیروی نہین کیجاتی اب ہم

یہ کہتے ہین کہ مرد کا عورت سے یہ کہنا کہ اپنا منہ مت کھول واجب ہے یا حرام یا مباح اگر تم کہو کہ واجب ہے تب تو نہ غرض حاصل ہے اسلیے کہ منہ کھولنا غیر محرم کے سامنے معصیت ہے اور اوس سے منع کرنا حق ہے اور اگر کہو کہ مباح ہے تو مرد کو امر مباح کا کہنا درست ہے پھر جو تم کہتے ہو کہ فاسق کو احتساب نہ چاہیے اسکے کیا معنے ہونگے اور اگر کہو کہ حرام ہے تو ہم یہ کہین گے کہ احتساب تو واجب تھا حرام کیسے ہو گیا اگر اوس شخص کے زنا کو مرتکب ہونے سے ہوا تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک حرام کرنے سے دوسرا واجب حرام ہو جاوے باقی رہا طبیعتون کا نفرت کرنا اور اوسکو برا جاننا تو اوسکی دو وجہین ہین اول تو یہ کہ اوس مرد نے زیادہ تر ضروری چیز کو ترک کر کے اوس سے کمتر ضروری کو اختیار کیا اور طبیعتین جیسے اس بات کو برا جانتی ہین کہ کوئی شخص ضروری بات کو چھوڑ کر بیفائدہ امر اختیار کرے اسی طرح اس سے بھی نفرت کرتی ہین کہ زیادہ ضروری کو چھوڑ کر کمتر ضروری کو اختیار کرے مثلاً کوئی شخص مغصوب کھانے سے تو احتراز کرے اور ہمیشہ زنا کرتا ہے تو ایسے شخص سے نفرت کیجاتی ہے یا کوئی غیبت سے بچے اور جھوٹی گواہی دیا کرے تو اسے سے بھی نفرت کرتے ہین اسلیے کہ جھوٹی گواہی دینی غیبت کی نسبت زیادہ خراب اور سخت ہے غیبت میں تو آدمی وہی بات کہتا ہے جو دوسرے مین ہو بلکہ سچ بولتا ہے بخلاف جھوٹی گواہی کے لیکن طبیعتون کا نفرت کرنا اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ ترک غیبت واجب نہین اور نیز اوس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر آدمی غیبت کرے یا لقمہ حرام کھالے تو اس سے اوسکا عذاب زیادہ نہ ہوگا اسی طرح آخرت مین آدمی کو اپنے گناہ سے ضرر زیادہ ہوگا بہ نسبت دوسرے کے گناہ کے ضرر سے تو اپنے نفس کی فکر نکرنی اور دوسرے کے بچاؤ مین مشغول ہونا طبیعتون مین اسوجہ سے مکروہ ہے کہ اکثر کو چھوڑ کر کمتر کو اختیار کرتا ہے مثلاً اگر کسی شخص کا گھوڑا اور لگام چھین جاوے اور وہ گھوڑے کو چھوڑ کر لگام کی طلب میں مشغول ہو تو طبیعتین اوس سے متنفر ہونگی اور اوسکو جانین گی کہ برا کرتا ہے حالانکہ اوسنے کوئی بات سوا لگام کی طلب کے نہین کی اور وہ کچھ بری بات نہین گی گو چونکہ گھوڑے کی طلب کو چھوڑ کر لگام کی طلب مین مصروف ہوا اسی جہت سے برا جانا گیا کہ اہم کو چھوڑا اور اوس سے کم پر توجہ کی اسی طرح فاسق آدمی کا احتساب اسی وجہ سے بعید معلوم ہوتا ہے اور اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ اوسکا احتساب اس جہت سے برا ہے کہ امر معروف یا نہی منکر ہے دوسری وجہ فاسق کے احتساب کو برا معلوم ہونیکی یہ ہے کہ احتساب کبھی تو وعظ سے ہوتا ہے اور کبھی قہر سے اور جو شخص خود اول نصیحت نہین مانتا اوسکا زبانی وعظ مفید نہین ہوتا اور ہم کہتے ہین کہ جو شخص جانے کہ میرا قول احتساب مین مقبول نہوگا اسوجہ سے کہ لوگ مجھکو فاسق جانتے ہین تو اوسکو احتساب وعظ سے واجب نہین کیونکہ اوسکے وعظ مین کچھ فائدہ نہین اسلیے

کہ فسق اوسکے وعظ کا فائدہ ساقط کر دیتا ہے اور جب وعظ کا فائدہ ساقط ہو جاتا ہے تو وجوب وعظ بھی
ساقط ہو جاتا ہے لیکن جس صورت مین کہ احتساب منع سے ہو تو اوس سے مراد قہر ہے اور قہر کا حال یہ ہے
کہ غلبہ فعل اور حجت دونون مین ہو تو جس صورت مین محتسب فاسق ہو گا تو اگر وہ فعل مین غالب بھی ہو گا
تو حجت مین مغلوب ہو گا کیونکہ اوسپر یہ اعتراض متوجہ ہو گا کہ تم اس فعل کے مرتکب کیون ہو اور راضی جو
ہے اگر وہ حجت مین دبا ہوا ہو کر فعل مین غالب ہو گا تو طبیعتین اوسکے فعل سے نفرت کرینگی مگر اس سے
یہ نہو گا کہ وہ فعل حق نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ظالم کے پنجہ سے چھوڑا دے اور اوسکا باپ
جو مظلومون مین موجود ہے اوسکو نہ چھوڑا وے تو طبیعتین اوس سے نفرت کرتی ہین مگر یہ نہین کہ
مسلمان کا پنجہ ظالم سے چھوڑانا حق نہو تو اس سے یہ نکلا کہ فاسق پر وعظ سے احتساب اوس شخص کا
واجب نہین جسکو اوسکے فسق کا حال معلوم ہو اسلیے کہ وہ ماننے کا نہین اور جبکہ اوسپر وعظ نہ باقی تو واجب نہین
اور یہ جانے کہ میرے کہنے سے لوگ انکار سے پیش نہ آئینگے اور گالیان سنائین گے تو ہم کہتے ہین کہ اوسکو
وعظ زبانی اس صورت مین جائز بھی نہین اب اس تقریر کا انجام یہ ہوا کہ فسق کے باعث احتساب کی
ایک قسم یعنے وعظ زبانی باطل ہو گیا اوسکے لیے عدالت شرط ہے باقی رہی دوسری قسم یعنے احتساب قہری
تو اوسمین عادل ہونا شرط نہین تو اس صورت مین اگر فاسق شراب گرا دے اور لہو کے آلات وغیرہ توڑ دے
جب اوسکو ان امور پر قدرت ہو تو اوسپر کچھ وقت نہین اور یہ صورت نہایت انصاف کی اور صاف صاف ہے
اور آیتون سے جو اون لوگون نے استدلال کیا ہے تو اونمین اس بات کی برائی مذکور ہے کہ اون لوگون
نے اچھی بات کو ترک کیا اس جہت سی نہین کہ اونھون نے امر کیا مگر اونکے امر کیے سے اونکے علم کا زور
پایا گیا اور عالم کا عذاب زیادہ سخت ہوتا ہے اسوجہ سے کہ باوجود قوت علمی کے اوسکو کوئی عذر نہین ہے
اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مین لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ جھوٹا وعدہ مراد ہے اور اس ارشاد مین
وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ اس بات کو برا فرمایا کہ وہ لوگ اپنی جانون کو بھول گئے نہ اسوجہ سی برائی کی
کہ اونھون نے دوسرون کو اچھی بات کا امر کیا اور دوسرون کا حال اسلیے ذکر کیا تا کہ معلوم ہو کہ وہ
لوگ عالم تھے اور اونپر حجت قوی ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہ اول
تو اپنے نفس کو نصیحت کر الخ تو وہ حال احتساب زبانی کا ہے اور اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہین کہ فاسق
کا وعظ زبانی غیر مفید ہے اون لوگون کے حق مین جو اوسکے فسق سے آگاہ ہین پھر اسکے آخر مین
یہ فرمایا کہ مجھسے شرم کر اس سے بھی غیر کو وعظ کرنے کی حرمت نہین پائی جاتی بلکہ اسکے معنے یہ ہین
کہ مجھسے حیا کر اور زیادہ ضروری کو چھوڑ کر کم ضروری مین مشغول مت ہو جیسے یون کہا کرتے ہین کہ اون

اپنے باپ کا پاس کر یا بجز ہمسایہ کا ورنہ شرم کرو۔ اب اگر یون کہو کہ اس صورت مین جائز ہے کہ اگر کافر کسی مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو وہ بھی اوسکو احتساب کرے کیونکہ ذمی کا مسلمان کو یہ کہنا کہ زنا سے کہ واقع مین درست ہے تو اوسپر حرام ہونا تو محال ہے بلکہ یا مباح ہونا چاہیے یا واجب حالانکہ ذمی کا اپنا مسلمان کو منع کرنے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا تو اب اگر کافر مسلمان کو اپنے فعل سے منع کریگا تو یہ صورت کافر کے غلبہ کی ہے مسلمان پر جو بموجب آیت بالا کے نہونی چاہیے پس اسی غلبہ کی وجہ سے کافر کو منع کیا جاتا ہے اور اگر صرف اوسنے مسلمان کو زبان سے کہا کہ زنا مت کر تو یہ کہنا بذات خود اوسپر حرام نہین مگر اس اعتبار سے کہ اوس لفظ سے مسلمان پر حکومت کرنیکی بو پائی جاتی ہے اور مسلمان کی ذلت ہے تو اسوجہ سے البتہ منع کیا جائیگا ہرچند مسلمان بدکار بھی مستحق ذلت ہے لیکن کافر کی نسبت کر تا ہم ذی عزت ہے تو کافر کا ذلیل رہنا بہتر سمجھکر احتساب سے منع کرتے ہین ورنہ ہم یہ تو نہین کہتے کہ کافر جب کہے کہ زنا مت کر تو اوسکو سزا ملنی چاہیے اس لحاظ سے کہ اوسنے زنا کی ممانعت کیون کی بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ اگر کافر نے یہ لفظ نہ کہا ہو اور دین کی فروع کا خطاب ہمارے نزدیک اوسپر بھی ہو تو اوسوقت اس لفظ کے نہ کہنے پر سزا دیجائیگی اور اس مقام مین بحث ہے اوسکو ہمنے فقہ کے مسائل مین لکھا ہے یہان وہ ہمارے مقصود سے متعلق نہین۔ چوتھی شرط احتساب مین بعضون نے یہ لکھی ہے کہ محتسب کو امام اور حاکم کی طرف سے اجازت ہونی چاہیے ان لوگون نے رعیت مین سے ہر کسی کو احتساب ثابت نہین کیا اور یہ قید لگانی خراب ہے اسلیے کہ ہمنے جو آیتین اور اخبار لکھی ہین اون سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کہ بری بات کو دیکھکر سکوت کرے وہ گناہگار ہوگا کیونکہ بری بات سے منع کرنا اوسپر واجب ہے جہان دیکھے اور جس کیفیت سے دیکھے اور یہ حکم عام ہے نہین یہ قید لگانی کہ حاکم نے اوس شخص کو یہ کام سپرد بھی کیا ہو دعوی بے دلیل اور بلا اصل ہے اور طرفہ یہ کہ رافضیون نے اسپر بھی زیادتی کی اور کہا ہے کہ امر معروف کرنا درست ہی نہین جبتک کہ امام معصوم ظاہر نہون جو اونکے نزدیک امام برحق اور پوشیدہ ہین تو یہ فرقہ اس قابل نہین کہ ان سے گفتگو کیجائے بلکہ اونکا جواب یہ ہے کہ جب وہ قاضیون کے یہان خون اور مال کے حقوق طلب کرنے آئین تو اونسے یہ کہا جائیگا کہ تمہاری طرفداری کرنی امر معروف ہے اور جن لوگون نے تمپر ظلم کیا ہے اونکے پنجہ سے تمہارے حقوق کا نکالنا نہی عن المنکر ہے اور تم جو حق طلب کرتے ہو یہ بھی منجملہ حقوق ہے اور یہ زمانہ تمہارے قول کے بموجب ظلم سے منع کرنے اور حقوق کے طلب کرنیکا نہین اسلیے کہ ابھی امام برحق ظاہر نہین ہوئے جب اونکا ظہور ہوگا تب

طلب کر لینا۔ اب اگر کوئی کہے کہ امر بالمعروف میں ثابت کرنا سلطنت اور حکومت کا ہے محکوم علیہ پر اور یہی وجہ ہی کا فر کیلیے امر بالمعروف مسلمان پر ثابت نہیں باوجودیکہ اوسکا قول حق ہوتا ہے تو چاہیے کہ رعیت میں سے بھی ہر کسی کو بدون والی اور امیر کے اختیار دینے کے ثابت نہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ کافر کو احتساب اسلیے منع ہوا کہ اوسمین دباؤ اور حکومت کی عزت ہی اور کافر ذلیل ہے اوسکو اس بات کا استحقاق نہیں کہ مسلمان پر حکم کرنیکی عزت حاصل کرے لیکن ہر فرد مسلمان دین کی وجہ سے اس عزت کا استحقاق رکھتا ہے اور جس چیز میں حکومت اور دباؤ کی عزت ہو وہ امام کے اختیار دینے کی محتاج نہیں مثلاً تعلیم اور بتلانے کی عزت کہ سبکے نزدیک مستحق ہے کہ اگر کوئی شخص جاہل ہوا اور وہ نادانستگی سے ایک امر منکر کا مرتکب ہو رہا ہو تو اوسکو حرمت اور واجب ہونے کو بتلانے کے لیے حاکم کی اجازت کی ضرورت نہیں حالانکہ عزت استادی اور رہنمائی کی اسمین موجود ہے اور جسکو بتایا ہے اوسکو ذلت جاہل ہونیکی ہے لیکن اس قسم کی عزت میں صرف دینداری کافی ہے امام کا حکم ہویا نہو اور یہی حال منع کرنیکا ہے اور تفصیل اس تقریر کی یہ ہو کہ احتساب کی پانچ مرتبے ہین چنانچہ مذکور ہونگے اول تعریف دوم وعظ لطیف باتوں سے سوم زبردستی سے منع کرنا اور قہر کا فعل کر دکھانا مثلاً لہو کے آلات کو توڑ ڈالنا اور شراب کو گرا دینا اور ریشمی کپڑا جو کوئی پہنے ہو اوسکے بدن سے اتار لینا اور چھینا ہوا مال غاصب سی بزور لیکر مالک کی حوالہ کرنا چہارم سخت سست کہنا اور اس ہی یہ غرض نہیں کہ فحش بکے بلکہ یون کہنا کہ ارے جاہل اے عقل کے دشمن کیا تو خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اور کوئی ایسا ہی لفظ بولنا۔ پانچوین ڈرانا اور مارنے دھمکانا یا اتنا پیٹنا کہ جس کام کا وہ مرتکب ہو اوس سے باز آوے مثلاً جو شخص غیبت کیے جاتا ہے اور زنا کی تہمت لگائے جاتا ہے یا گالیاں برابر دیتا ہے تو اوسکی زبان کا چھین لینا تو ممکن نہیں مگر مار ڈر سے ساکت کر سکتے ہین اور اس پچھلی صورت میں حاجت اعوان اور مددگارون کی دونون طرفون کو ہوتی ہے اور نوبت کشت و خون کی پہونچتی ہے اور ظاہر ہے کہ چار پہلی صورتون مین امام کے اذن کی کچھ حاجت نہیں لیکن اس پانچوین مرتبہ مین البتہ بحث ہے جو عنقریب مذکور ہوگی اول مرتبہ بتلانے کا اور دوسرا وعظ کا وہ تو کسی طرح محتاج امام کی اجازت کا نہیں اور چوتھا مرتبہ یعنی کسی فاسق کو جاہل اور احمق اور بد کار اور خدا تعالیٰ سے کم خوف رکھنے والا یا جو ایسے الفاظ ہون کہنا ایک سچی بات ہی اور سچ اسی بات کا مقتضی ہے کہ بلا تامل بولا جائے اور افضل درجات وہ حق بات ہی جو ظالم حاکم کے سامنے بولی جائے جیسے کہ حدیث مین وارد ہے جس صورت مین کہ حاکم کے خلاف سچ بولنے کا حکم ہے تو اوسمین حاکم کے اذن کی کیسے حاجت ہوگی

اور تیسرا مرتبہ یعنے لہو کے آلات کو توڑ نا وغیرہ تو یہ ایسا فعل ہے کہ بدون اجتہاد کے بھی اوسکے کرنے مین حق ہونا ثابت ہو تو اوسمین امام سے اذن کی کیا حاجت ہو ہان پانچوان مرتبہ یعنے مددگار جمع کرنے اور ہتھیار کھینچنے تو اس سے نوبت کبھی بلوا عام کی ہو جاتی ہے ایسلیے اوسمین بحث ہو چنانچہ مذکور ہو گی اور اکابر سلف جو ہمیشہ والیون کو احتساب کرنیکے عادی رہے یہ امر دلیل قاطع ہے اس بات کی کہ اونکا اجماع تھا کہ اس باب مین حاجت حاکم کی اجازت دینے کی نہین بلکہ جو شخص کہ امر معروف کریگا تو دو حال سے خالی نہین یا حاکم راضی ہو گا یا ناراض اگر راضی ہو گا تب تو بہتر ہے اور اگر ناراض ہو تو اوسکی ناراضی ایک امر منکر ہے واجب ہو کہ اوسکے سامنے اوسکی برائی بیان کیجائے تو پھر ایسی بات مین اوسکی اذن کی حاجت کیسے ہو گی اور سلف کی عادت سے معلوم ہوتا ہے کہ امامون کی منکرات کو نہ مانتے تھے اور اوسکی برائی سامنے ہی بیان کرتے تھے چنانچہ مروی ہے کہ مروان بن حکم نے نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھا اوسکو ایک شخص نے کہا کہ خطبہ تو نماز کے بعد ہوا کرتا ہے مروان نے اوسکو کہا کہ ہم تجھکو سمجھ لین گے حضرت ابو سعید خدری رضہ نے فرمایا کہ اسکو جو کچھ حکم تھا اوسکی تعمیل کی ہمکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تم مین سے کوئی بری بات دیکھے تو چاہیے کہ اوسکو اپنے ہاتھ سے دور کرے اور اگر نہو سکے تو زبان سے کرے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو دل مین اوسکو برا جانے اور یہ ضعیف تر ایمان ہے تو اکابر سلف ان عام احکام سے یہی سمجھے تھے کہ سلاطین بھی انہین داخل ہین تو پھر اونکے اذن کی حاجت کیسے ہو گی۔ اور مروی ہے کہ خلیفہ مہدی جب مکہ معظمہ مین آیا تو کچھ عرصہ تک ٹھہرا پھر جب طواف کرنے لگا تو لوگون کو خانہ کعبہ کے پاس سے ہٹا دیا حضرت عبد اللہ بن مرزوق نے جست کر کے اوسکا گریبان پکڑ کر ہلایا اور فرمایا کہ دیکھ کیا کرتا ہے تجکو اس گھر کا مستحق زیادہ کسنے بنایا ہے کہ جو کوئی دور یا نزدیک سے اوسکے پاس پہونچے تو تو اوسکو خانہ کعبہ تک نہ جانے دے اور بیچ مین روک دے حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادُ یہ استحقاق تجکو کسنے دیا خلیفہ اونکا منہ تکنے لگا اور اونکو پہچانتا تھا ایسلیے کہ وہ اوسکے باپ دادا کے موالی مین سے تھے کہنے لگا کون ہے عبد اللہ بن مرزوق آپنے کہا کہ ہان خلیفہ اونکو گرفتار کر کے بغداد مین لے آیا اور اسکو اچھا نہ جانا کہ اونکو سزا ایسی دے جس سے عوام مین اونکی ذلت ہو اس نظر سے اونکو گھوڑون کے طویلہ مین بند کر دیا کہ اونکی لاتون اور ٹاپون مین کچل جائین اور ایک کاٹنے والا گھوڑا اونکے پاس کر دیا تاکہ اون کو کاٹ کھائے اللہ تعالی نے اوس گھوڑے کو اونکا رام کر دیا کہ کسی طرح کی تکلیف اونکو نہوئی راوی کہتا ہے کہ پھر خلیفہ نے اونکو ایک حجرہ مین بند کر کے اوسکی کنجی آپ لی تین روز کے بعد اوس مین سے نکلکر

باغ مین داخل ہوئے اور وہان کا سبزہ کھانے لگے مہدی کو جو آپ کی اطلاع ہوئی آپ سے پوچھا کہ
تمکو کسنے نکالا فرمایا جسنے مجکو بند کیا تھا اوسی نے نکالدیا پوچھا بند کسنے کیا تھا فرمایا کہ جسنے نکال دیا
خلیفہ بہت بھبکا اور پوچھا کہ تمکو خوف نہین کہ مین تمکو جان سے مار ڈالونگا آپنے اپنا سر اوسکی طرف اوٹھا کر
فرمایا کہ اگر موت وحیات تمہارے قبضہ مین ہوتی تو البتہ مین ڈرتا غرضکہ آپ محبوس رہے یہانتک کہ
مہدی مرگیا پھر لوگون نے اونکو رہا کر دیا تو آپ مکہ معظمہ کو واپس آئے اور اوسی اثنا مین آپ نے نذر
کی تھی کہ اگر خدا تعالی مجکو انکے ہاتھ سے رہائی دیگا تو مین سو اونٹ قربان کرونگا پس تدبیر کر کے
نذر اپنی پوری کی - اور حبان بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ ہارون رشید ایک محلہ ڈویڑہ مین سیر کو
نکلا اوسکے ساتھ سلیمان بن ابی جعفر بنی ہاشم مین سے تھا ہارون رشید نے کہا کہ تیرے پاس ایک
لونڈی خوب گاتی تھی اوسکو بلاؤ وہ آئی اور راگ گایا مگر خلیفہ کے پسند نہ آیا اوس سے پوچھا کہ
تجکو کیا ہوا اوسنے کہا کہ یہ عود میرا نہین خلیفہ نے خادم سے کہا کہ اسکا عود لے آؤ وہ لیے آتا تھا اثناء
راہ مین ایک بوڑھا خرما کی گٹھلیان چن رہا تھا خادم نے کہا کہ بڑے میان ہٹو اوسنے جو سر اوبھارا
تو عود دیکھا اوسکے ہاتھ مین سے لیکر زمین پر دے مارا کہ وہ ٹوٹ گیا خادم اوسکو گرفتار کر کے اوس محلہ
کے حاکم کے پاس لے گیا اور کہا کہ اسکو حوالات مین رکھو کہ یہ امیر المومنین کا مجرم ہے حاکم محلہ نے
کہا کہ بغداد مین اس سے بڑھکر کوئی عابد نہین یہ امیر المومنین کا مجرم کیسے ہوا اوسنے کہا کہ جو کچھ مین
کہتا ہون اسکو مان لو پھر ہارون کے پاس گیا اور کہا کہ مین عود لیے ایک بوڑھے کے پاس گذرا کہ وہ
گٹھلیان چن رہا تھا مین نے اوسکو بچنے کو کہا اوسنے جو میرے ہاتھ مین عود دیکھا اوسکو زمین پر
پٹک کر توڑ ڈالا ہارون رشید جل بھن گیا اور مارے غصہ کے آنکھین سرخ ہوگئین سلیمان نے کہا کہ اتنا
غصہ کیا ضرور ہے حاکم محلہ سے کہلا بھیجو کہ وہ اوسکی گردن کاٹ ڈالے اور اوسکی لاش دجلہ مین
پھینکدے ہارون نے کہا کہ نہین بلکہ ہم اوسکو بلوا کر اوس سے اول بحث کر لین چنانچہ قاصد اوسکے
پاس گیا اور کہا کہ امیر المومنین کے پاس چلو بلایا ہے اوسنے کہا بہتر ایلچی نے کہا سوار ہو لو کہا کہ
سوار نہونگا غرضکہ پیادہ اوسکے ساتھ گیا اور محل کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہارون کو خبر ہوئی کہ بوڑھا حاضر
ہے اوسنے اپنے ندیمون سے پوچھا کہ تمہاری کیا صلاح ہے یہ منکر چیزین جو ہمارے سامنے ہین انکو اوٹھوا دین
اور اوسکو ایسی جگہہ بلوا وین یا کسی اور جگہہ جہان منکر نہو اوٹھہ چلین اور وہان بلوا وین سبکی صلاح
یہ ہوئی کہ دوسری مجلس مین اوٹھہ چلو غرضکہ سب اوٹھکر ایسے مکان مین جا بیٹھے جہان امر منکر
نہ تھا پھر بوڑھے کو بلانے کا حکم دیا وہ اندر گیا اوسکی آستین مین ایک تھیلی تھی جسمین گٹھلیان تھین

خادم نے اوس سے کہا کہ اسکو اپنی آستین سے نکال ڈال تب امیر المومنین کے سامنے جا اوسنے کہا کہ یہ تو میری غذا رات کو ہے اوسنے کہا کہ رات کو کھانا ہم کھلا دینگے بوڑھے نے کہا کہ مجکو تمہارے کھانے کی حاجت نہین ہارون نے خادم سے کہا کہ تو اس سے کیا چاہتا ہے اوسنے کہا کہ اسکی آستین مین گٹھلیان ہین مین یہ کہتا تھا کہ انکو ڈال کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو یہ نہین ڈالتا ہارون نے کہا کہ پڑا رہنے دو اوسکو آنے دو غرضکہ وہ گیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا ہارون نے اوسکو کہا کہ بڑے میاں جو حرکت تمنے کی اسکا سبب کیا ہے اوسنے کہا کہ مین نے کیا کیا ہے ہارون شرماتا تھا کہ یہ کیا کہون کہ میرا عود توڑ دیا جب کئی بار یہی سوال کیا تو بوڑھے نے جواب دیا کہ مین تمہارے باپ دادون سے سنتا تھا کہ منبرون پر یہ آیت پڑھا کرتے تھے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۤءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۤءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ - اور مین نے ایک امر منکر دیکھا اوسکو بگاڑ دیا ہارون نے کہا کہ خیر بگاڑ دے اسکے سوا اور کچھ نکہا جب وہ بوڑھا باہر نکلا تو ہارون نے ایک تھیلی اپنے آدمی کو دی اور کہا کہ اسکے پیچھے جا اگر تو دیکھے کہ یہ لوگون سے ذکر کرتا ہے کہ مین نے امیر المومنین سے یہ کہا اور اوسنے مجھسے یہ کہا تب تو اسکو یہ تھیلی مت دینا اور اگر دیکھے کہ کسی سے کچھ نہین کہتا تو تھیلی دیدینا وہ بوڑھا جب محل سے باہر ہوا تو دیکھا کہ ایک گٹھلی زمین مین گڑ گئی ہے وہ اوسکے نکالنے کی تدبیر کرنے لگا اور کسی سے کچھ نکہا اوس آدمی نے اوس سے کہا کہ امیر المومنین تجکو فرماتے ہین کہ یہ تھیلی لیلو بوڑھے نے کہا کہ امیر المومنین سے کہدو کہ جہان سے اسکو لیا ہے اوسی جگہ واپس کر دے اور ایک روایت مین یہ ہے کہ جب وہ گفتگو کر کے نکلا تو گٹھلی زمین مین گڑی کو اوکھاڑنے لگا اور یہ کہتا جاتا تھا قطعہ

پاس جس شخص کے دنیا ہے اوسی پہ بکتا ہون	جتنی بڑھتی ہے اوستے ہوتی ہے کمی کی کثرت
خوار کرتی ہے اونھین جو کرے اوسکا اکرام	جنکی نظرون مین ہے خوار اونکی کرو ہو عزت
چھوڑ اوس چیز کو جس سے ہو تجھے استغنا	کر ادن اشیا کو طلب جنکی ہے تجکو حاجت

اور حضرت سفیان ثوری رح سے مروی ہے کہ خلیفہ مہدی نے سنہ ایک سو چھیالیس ہجری مین حج کیا مین نے اوسکو دیکھا کہ جمرہ عقبہ پہ کنکریں مارتا ہے اور لوگ دہنے بائین کوڑون سے لوگون کو پیٹ رہے ہین مین کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اے خوبصورت ہمسے حدیث بیان کی ہے ایمن بن وائل نے قدامہ بن عبد اللہ کلابی رض سے کہ اونھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ شتر پر سوار ہوئے نحر کے دن جمرہ کو کنکریں مارتے تھے نہ تو لوگون کو مار پیٹ تھی نہ کوئی ہٹاتا تھا نہ یہ کہتا تھا کہ بچو بچو اور ایک تم ہو کہ دہنے بائین لوگون پر مار پڑ رہی ہے مہدی نے کسی سے پوچھا

کہ یہ کون ہے وہ بولا کہ سفیان ثوری ہیں پھر مجھ سے کہا کہ اے سفیان اگر خلیفہ منصور ہوتا تو تمکو یہ جرأت نہوتی
میں نے کہا کہ منصور پر جو کچھ گذری اگر وہ تم سے کہہ جاتا تو تم بھی جس حال میں ہو اوسمیں کوتاہی کرتے
پھر کسی نے خلیفہ سے کہدیا کہ انھوں نے تمکو خوبصورت کہا امیر المومنین نہ کہا مہدی نے کہا کہ اونکو
بلاؤ لوگوں نے حضرت سفیان کو تلاش کیا مگر وہ آڑ میں ہو گئے اور نہ ملے۔ اور منقول ہے کہ خلیفہ مامون
کو خبر پہونچی کہ ایک آدمی لوگوں میں چل پھر کر احتساب کرتا ہے اور امر معروف اور نہی منکر کرتا ہے
حالانکہ خلیفہ کے یہاں سے اس بات کا مامور نہیں خلیفہ نے حکم دیا کہ اوسکو ہمارے پاس حاضر کرو
جب وہ سامنے آیا تو خلیفہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم اپنے آپ کو قابل امر معروف اور نہی منکر کے
سمجھتے ہو بدون اسکے کہ ہم تمکو اجازت دیں اور مامون اسوقت کرسی پر بیٹھا ہوا ایک کتاب یا اخبار
دیکھ رہا تھا اتفاقاً غفلت سے تھوڑا سا نوشتہ نیچے گر کر اوسکے پانوں تلے آگیا اور اوسکو خبر بھی نہوئی
محتسب نے اوسکو جواب دیا کہ اول خدا تعالی کے نامون پر سے اپنا پانوں ہٹا لو پھر جو چاہو سو کہو
مامون اوسکا مطلب نہ سمجھا اور کہا کہ کیا کہتے ہو اوسنے تین بار یہی کہا چوتھی بار اوسنے کہا کہ یا تم خود
اوٹھا لو نہیں مجکو اجازت دو کہ میں اوٹھا دوں خلیفہ نے کہا کہ میں نے اجازت دی اوسنے اوس نوشتہ
کی طرف اشارہ کیا مامون نے دیکھا کہ پانوں تلے کتاب پڑی ہے اوسکو اوٹھا کر بوسہ دیا اور شرمندہ
ہوا پھر محتسب سے وہی سوال کیا کہ تم امر بالمعروف اور نہی منکر کیوں کرتے ہو یہ تو اللہ تعالی نے ہمارے
خاندان کے لیے مخصوص کیا ہے اور ہم وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالی اونکی شان میں فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ
اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ
محتسب نے کہا کہ آپنے سچ کہا یا امیر المومنین آپ کو تسلط اور حکومت ایسی ہی ہے جیسی آپ نے فرمائی مگر
اس باب میں ہم تمہارے مددگار اور طرفدار ہیں اسکا منکر وہی ہوگا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے جاہل ہو اللہ تعالی فرماتا ہے وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ
یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ الآیة اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْمُؤْمِنُ
لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا اور تمکو خدا نے زمین پر حکومت دی ہے اور کتاب اللہ
و سنت نبی کریم دونوں موجود ہیں اگر تم اونکے مطابق کام کروگے تو جو شخص اونکی حرمت کی وجہ
سے تمہاری اعانت کرے تمکو اوسکا شکر گزار ہونا چاہیے اور اگر تم اونسے تکبر کروگے اور جو بات کہ
خاص تمکو اون دونوں کی روسے لازم ہے اوس سے انحراف کروگے تو جس ذات پاک کے سپرد تمہارا
معاملہ ہے اور اوسکے قبضہ میں تمہاری عزت اور ذلت ہے اوسنے تو یہی فرمایا ہے کہ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ

اب آپ جو چاہیں وہ فرمائیں مامون اوسکی تقریر سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ تم جیسے آدمی کو امر بالمعروف
کرنا درست ہے جاؤ اپنا کام کرو ہماری اجازت اور تجویز یہی ہے غرضکہ وہ شخص احتساب کرتا رہا۔ ان
حکایتوں کے بیان سے مطلب یہی ہے کہ امام کے اذن کی کچھ حاجت نہیں۔ اب اگر یہ کہو کہ احتساب
کی ولایت پسر اور غلام اور زوجہ اور شاگرد اور رعیت کو باپ پر اور آقا اور شوہر اور استاد اور حاکم پر
مطلقاً اسی طرح ہے جیسے باپ کو بیٹے پر اور آقا کو غلام پر اور شوہر کو بی بی پر اور استاد کو شاگرد پر اور
حاکم کو رعیت پر ہے یا ان دونوں میں کچھ فرق ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اصل ولایت تو ویسی ہے
مگر تفصیل میں فرق ہے اور اسکو ہم پسر اور پدر میں بطور مثال بیان کرتے ہیں دوسرے اشخاص کو بھی
اسی پر قیاس کر لیا جائیگا تو جاننا چاہیے کہ ہم نے حسبت کے پانچ مرتبے ٹھہرائے تھے تو بیٹا باپ پر فقط دو
اول کے مرتبوں سے حسبت کر سکتا ہے یعنی بتلانا اور ملایمت سے نصیحت کرنا اور وہ پچھلے مرتبوں سے
اوسکو حسبت کرنا درست نہیں یعنی گالی اور دھمکی اور مار پیٹ سے باقی رہا تیسرا مرتبہ یعنے ایسا کام کرنا
جس سے منکرات جاتی رہے تو چونکہ اسمین نوبت باپ کی خفگی اور ناراضی کی ہوتی ہے اسی لیے
اوس سے حسبت کرنے میں تامل ہے مثلاً باپ کا عود توڑ ڈالے یا شراب کا برتن پھوڑ دے یا ریشمی کپڑے
ادھیڑ ڈالے یا جو مال حرام باپ نے چوری خواہ غصب خواہ اوس روزینہ سے جو مسلمانوں پر [illegible] نے
سے ملا ہو گھر میں رکھا تھا اوسکو لیکر مالکوں کو حوالہ کر دے یا دیواروں پہ کی تصویریں اور کڑیوں
میں کی مورتیں بگاڑ دے یا سونے چاندی کے برتن توڑ دے تو گو یہ سب افعال باپ کی ذات سے
متعلق نہیں بخلاف مارنے اور گالی دینے کے لیکن باپ کو ان حرکات سے ایذا ہوتی ہے اور اونکے سبب
ناراض ہوتا ہے مگر چونکہ فعل پسر کا حق ہے اور باپ کی خفگی کا منشا باطل یعنی حرام کی محبت ہے تو اس نظر سے
قیاس کھلا ہوا یہی چاہتا ہے کہ پسر کو یہ مرتبہ حسبت کا جائز ہو بلکہ اوسکو لازم ہے کہ ایسا کرے اور
بعید نہیں کہ اسمین لحاظ امر منکر کی برائی اور خفگی اور ایذا کی مقدار کا کیا جاوے یعنی اگر امر منکر بہت فحش ہو
اور باپ کی خفگی اوس پر کم ہو مثلاً تھوڑی سی شراب کا گرا دینا جس سے وہ بہت ناراض نہو تو ظاہر ہے
کہ اسطرح کی حسبت کر سکتا ہے اور اگر امر منکر بہت برا نہو اور ناراضی نہایت درجہ کو ہو جیسے مثلاً
بلور کے برتن کسی جانور کی صورت ہوں اور اونکے توڑنے میں بہت سے مال کا نقصان ہوتا ہو
تو اونکو توڑنے سے ناراضی تو بہت ہوگی اور تصویر کا برا ہونا ایسا نہیں جیسے شراب کا ہے تو اسطرح
کی باتیں محل بحث میں ہیں۔ اب اگر یہ کہو کہ تم نے کہاں سے کہدیا کہ پسر کو حسبت درشتی اور مار کر
اور امر باطل کو بزور چھوڑا دینے سے نہیں حالانکہ امر بالمعروف کتاب و سنت میں عام بدون تخصیص کے

وارد ہوا ہے اور اُنت کرنے اور ایذا سے جو ممانعت وارد ہے وہ خاص اون امور مین ہے جو متعلق
منکرات کے ارتکاب سے نہون تو اسکا جواب یہ ہے کہ باپ کے حق مین خاص وہ باتین وارد ہوئی ہین
جنسے باپ بھی عام سے مستثنےٰ ہوگیا مثلاً اس مین کسی کا خلاف نہین کہ جلاد کو اپنے باپ کا قتل کرنا
زنا کی حد مین جائز نہین اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ خود باپ کو حد لگادے بلکہ اگر باپ کافر ہو تو بیٹے کو
اوسکا قتل کرنا خود نچاہیے بلکہ اگر باپ اپنے بیٹے کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو باپ پر قصاص لازم نہوگا اور
نہ یہ کہ اوسکے عوض مین باپ کو ایذا دیجائے اور یہ سب باتین اخبار سے ثابت ہین اور بعض اجماع سے
بھی ثابت ہین تو جس صورت مین کہ باپ کو ایذا دینا باوجود قصور سابق کے درست نہین تو آیندہ کے
قصور احتمالی پر سزا سے اوسکو ایذا دینی کب درست ہوگی بلکہ اس صورت مین تو بطریق اولی ایذا
نچاہیے اور یہی حال غلام اور زوجہ کا آقا اور شوہر کے ساتھ ہے کہ لزوم حق مین یہ بھی ایسے ہی ہین
جیسے اولاد ہے باپ کی نسبت کر اور ہرچند ملک یمین یہ نسبت ملک نکاح کے زیادہ موکد ہے مگر
چونکہ حدیث مین ہے کہ اگر کسی مخلوق کو سجدہ درست ہوتا تو مین عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوہر کو
سجدہ کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق شوہر کا بھی موکد ہے اور رعیت کا حال حاکم ساتھ ذرا ٹیڑھی
کھیر ہے باپ کی نسبت کر بھی سخت ہے اوسمین صرف دو اول کے مرتبون یعنے تعریف اور نصیحت ہی
سے کام چل سکتا ہے اور تیسرے مرتبہ مین بحث ہے کیونکہ بادشاہی خزانون پر چڑھائی کرکے مال لینا
اور مالکون کو حوالہ کرنا اور ریشمی کپڑون کو اُدھیڑنا اور اوسکے گھر مین سے شراب کا گرادینا گویا اوسکے
رعب کو دور کرنا اور اوسکی ہیبت و حشمت کو کھونا ہے اور یہ ممنوع ہے چنانچہ اخبار مین وارد ہے
جسطرح کہ امر منکر پر سکوت کرنے سے نہی وارد ہے تو اب دو ممنوع ایک دوسرے کے معارض ہوئے
تو اس صورت مین بجز اسکے اور کیا ہوسکتا ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ منکر کس درجہ کا بُرا ہے اور بادشاہ
پر چڑھائی کرنیسے اوسکی حشمت کسقدر ساقط ہوجائیگی اور یہ بات ایسی ہے جسکا ضبط ممکن نہین
اور شاگرد اور استاد کا معاملہ آپس مین آسان ہے اسلیے کہ عزت اوس استاد کی ہوتی ہے جو علم دین
سکھائے اور جو عالم کہ علم کے بموجب عمل نکرے اوسکی کچھ حرمت نہین تو شاگرد کو جائز ہے کہ جو علم
استاد سے سیکھا ہو اوسی کے بموجب اوس سے معاملہ کرے۔ اور مروی ہے کہ حضرت حسن بصریؒ
سے سوال کیا گیا کہ بیٹا اپنے باپ پر حسبت کیسے کرے آپنے فرمایا کہ جب تک باپ کو غصہ نہ آوے
تب تک نصیحت کرے اور جب وہ غصہ ہوجاوے تو خاموش ہو رہے۔ پانچوین شرط محتسب کا
قادر ہونا ہے کہ عاجز آدمی پر بجز دل کی حسبت کے اور واجب نہین اسلیے کہ جو شخص اللہ تعالی سے

محبت رکھتا ہے وہ اوسکی معصیت کو برا جانتا ہے اور دل سے متنفر ہوتا ہے اور حضرت ابن مسعودؓ
فرماتے ہین کہ کفار سے جہاد کرو اپنے ہاتھون سے اور اگر یہ نہو سکے اور صرف اوسکے سامنے ناک
بھون چڑہا سکو تو یہی کرو۔ اور یاد رکھو کہ وجوب کا ساقط ہونا اسپر منحصر نہین ہے کہ عاجزی محسوس ہو
بلکہ اسمین وہ صورت بھی شامل ہے جسمین خوف برائی اور ایذا پہونچنے کا ہو کہ وہ بھی عاجزی ہی ہے
اسی طرح اگر ایذا کا خوف نہو مگر یہ جانے کہ میرا انکار مفید نہوگا تو ضرور ہے کہ حسبت مین ان دو باتونکا
لحاظ کیا جاوے یعنی ورصورت منع کرنے کی اوسکا کچھ اثر نہونا اور دوسرے تکلیف اور ایذا سے ڈرنا اور
ان دونون باتون کے اعتبار کرنیسے چار حالتین حسبت کی حاصل ہوتی ہین ایک کہ دونون باتین
جمع ہون یعنی اوسکو معلوم ہے کہ میری حسبت مفید نہ پڑیگی اور اگر بولونگا تو پٹونگا تو اس صورت
مین اوسپر حسبت واجب نہین بلکہ بعض مواضع مین عجب نہین کہ حرام ہو ہان اوسپر لازم ہے کہ ایسے
مقامات مین نجاوے اور اپنے گھر مین بیٹھا رہے تاکہ بری باتون کے دیکھنے کی نوبت نہ آوے اور بدون
سخت ضروری یا واجب کام کے گھر سے باہر نہ نکلے اور اوسپر اوس شہر کو چھوڑنا اور اوس سے ہجرت
کرنی لازم نہین مگر جس صورت مین کہ لوگ زبردستی فساد مین شریک کرین یا ظلم مین سلاطین کی موافقت کرائین
تب البتہ ہجرت لازم ہے بشرطیکہ ہجرت پر قادر ہو کیونکہ جو شخص زبردستی سے گریز کر سکتا ہے اوسکے حق
مین اکراہ اور جبر عذر نہین ہوتا۔ دوسری حالت یہ ہے کہ دونون باتین مفقود ہون اسطرح کہ جانتا ہو کہ
امر منکر میرے قول یا فعل سے جاتا رہیگا اور کوئی مجکو ایذا نہ دے سکیگا تو اس صورت مین اوسپر
انکار واجب ہوگا اور قدرت مطلق اسی صورت کا نام ہے تیسری حالت یہ ہے کہ جانتا ہے کہ میرا انکار
مفید نہ پڑیگا مگر کسی ایذا کا خوف بھی نہین تو اس صورت مین اوسپر حسبت غیر مفید ہونیکی جہت سے واجب
تو نہین مگر مستحب ہے اس نظر سے کہ شعار اسلام کا ظاہر کرنا اور لوگون کو امر دینی پر واقف کرنا ہے۔ چوتھی
حالت اسکے برعکس ہے یعنی یہ جانے کہ مجکو ایذا تو پہونچے گی مگر امر منکر بھی میرے فعل سے جاتا رہیگا
مثلاً کسی فاسق کا شیشہ پتھر مار کر توڑ دینا یا حود کو جھپٹ کر زمین پر دے مارنا کہ امر منکر تو فوراً جاتا رہیگا
لیکن یہ جانتا ہو کہ ایسا کرنیسے دھولین اور جوتیان بھی لگین گی تو ایسی صورت مین حسبت واجب ہے
اور نہ حرام بلکہ مستحب ہے اور اسکے مستحب ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جسکو ہم امام ظالم کے سامنے
کلمہ حق بولنے کے ثواب مین لکھ آئے ہین اور اسمین شک نہین کہ یہ حسبت مقام خوف ہی اور اسپر وہ
روایت بھی دلالت کرتی ہے جو ابو سلیمان دارانی رح سے مروی ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ مین نے
کسی خلیفہ سے ایک کلام سنا اور چاہا کہ اوسکو رد کرون اور جان لیا کہ جان سے مارا جاؤنگا مگر مجکو

قتل ہونے نے نہیں روکا بلکہ یہ معاملہ علی روس الاشہاد تھا تو مجکو یہ خوف ہوا کہ کہیں لوگوں کی نمود کے لیے بات کو میں آراستہ نکروں اور پھر جان کی جان جائے اور فعل خالص خدا کے لیے بھی نہو اسلیے چپ ہو رہا۔ اب اگر یہ کہو کہ حالت قتل کے خوف میں بھی اگر حسبت مستحب ہو تو اس آیت کے معنے کیا کہوگے وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ تو اسکا جواب یہ ہو کہ اس باب میں تو سب کا اتفاق ہے کہ ایک مسلمان کو جائز ہے کہ کفار کی صف پر حملہ کرے اور ان سے لڑے گو جانتا ہو کہ مارا جاؤنگا اس صورت پر بعض اوقات یہ گمان ہوتا ہے کہ آیت موصوفہ کے مضمون کے خلاف ہو حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ حضرت ابن عباس رضی نے فرمایا ہے کہ تہلکہ سے یہ مراد نہیں کہ صف کفار پر اکیلا حملہ کرے اور جانتا ہو کہ مارا جاؤنگا بلکہ یہ مراد ہے کہ خدا تعالی کی طاعت میں کھانا پینا چھوڑ دے یعنی جو ایسا کریگا اوسنے گویا اپنی جان اپنے ہاتھ سے ہلاک کی۔ اور حضرت براء بن عازب رضی نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہے کہ گناہ کرے پھر کہے کہ میری توبہ مقبول نہوگی۔ اور حضرت ابو عبیدہ رضی نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہے کہ گناہ کرے پھر اوسکے بعد کوئی نیکی نکرے یہانتک کہ ہلاک ہو جائے۔ اور جس صورت میں کہ یہ درست ہوا کہ کافروں سے لڑے یہانتک کہ مارا جائے تو یہ بات حسبت میں بھی اوسکو جائز ہونی چاہیے لیکن اگر جانے کہ کفار پر میرے حملہ سے کچھ اثر نہوگا مثلاً اندھا آدمی جو اپنے آپکو اونکی صف میں جا ڈالے یا درماندہ جس سے کچھ نہو سکے تو ایسے کا حملہ کرنا حرام ہے اور آیت تہلکہ کے عموم میں داخل ہے بلکہ تنہا حملہ کرنا اوسی وقت درست ہو کہ جانتا ہو کہ میں قتل بھی کرونگا اور مارا جاؤنگا یا یہ یقین ہو کہ میری بہادری دیکھکر کفار کا پتا پانی ہو جائیگا اور جان لیں گے کہ مسلمان ہمکو کچھ مال نہیں سمجھتے اور خدا تعالی کی راہ میں اونکو جان دینا نہایت محبوب ہو اور اس جہت سے اونکے چھکے چھوٹ جائیں گے تو ایسی ہی صورت میں محتسب کو بھی حسبت جائز ہے بلکہ مستحب ہے کہ اپنے آپ کو ضرب و قتل کا ہدف کرے بشرطیکہ اوسکی حسبت سے امر منکر برطرف ہو یا فاسق کا جاہ زائل ہو یا دینداروں کے دل کو قوت ہو لیکن اگر کسی فاسق زبردست کو دیکھے کہ اوسکے ہاتھ میں پیالہ شراب کا ہے اور پاس تلوار ہے اور جانے کہ اگر میں اسکو منع کرونگا تو شراب کو پیکر میری گردن اڑا دیگا اور خود اوسوقت اکیلا ہو تو ہمارے نزدیک ایسے وقت میں حسبت کرنیکا موقع نہیں بلکہ خود اپنے نفس کو ہلاک کرنا ہے کیونکہ مطلوب تو یہ ہو کہ حسبت سے کوئی اثر دین میں ہو اور اوسکے عوض میں اپنے نفس کو فدیہ کر دے یہ نہیں کہ نفس کو بدون کسی اثر کے ہلاک کر دے کہ اسکی وجہ دین میں کچھ معلوم نہیں ہوتی بلکہ ایسی صورت حرام ہونی چاہیے اور اوسکا انکار اوسی صورت میں مستحب ہو جب امر منکر کے بگاڑ دینے پر قادر ہو

یا اوسکے فعل سے کوئی فائدہ ظاہر ہوا اور ایک شرط اسمین یہ بھی ہے کہ ایذا کا پہونچنا بھی صرف اوسی شخص پر منحصر ہو بس اگر یہ جانے کہ میرے ساتھ میرا میرے یار دوست اور اقارب اور رفیق بھی پٹینگے تو اوسکو حسبت درست نہین بلکہ حرام ہے اسلیے کہ وہ شخص ایک منکر کو بدون دوسری منکر کے رفع نہین کرسکتا اور یہ امر قدرت مین کچھ بھی داخل نہین بلکہ اگر یہ جانے کہ اگر مین حسبت کرونگا تو وہ امر منکر تو باطل ہوجائیگا مگر ایک دوسری منکر کا سبب ہو جسکو محتسب بجز اوسکے سوا کوئی دوسرا کرنے لگیگا تو اس صورت مین اوسکو انکار کرنا ظاہر تر مذہب کی روسے حلال نہین اسلیے کہ مقصود یہ ہے کہ منکرات شرعی مطلق نہون نہ زید سے نہ عمرو سے اور اوسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص کے پاس کوئی شربت حلال کہ اوسمین نجاست گرنے سے نجس ہوگیا ہے اور محتسب جانتا ہے کہ اگر مین اسکو گرا دونگا تو محتسب علیہ یا اوسکی اولاد شراب پینے لگینگے اسوجہ سے کہ شربت حلال اونکے پاس سے جاتا رہا تو ایسی صورت مین اوس نجس شربت کا گرا دینا اچھا نہوگا اور یہ بھی بعض کا قول ہے کہ اوسکو گرا دے کیونکہ گرا دینے سے ایک بات نجس پینے کی تو یقیناً جاتی رہیگی باقی رہا شراب کا پینا تو جو اوسکا مرتکب ہوگا ملامت اوسپر رہیگی محتسب کے اختیار مین اوسکا منع کرنا نہین اس احتمال کو بھی اکثر نے پسند کیا ہے اور کچھ بعید بھی نہین اسلیے کہ یہ مسائل فقہی ہین اون مین حکم گمان غالب ہی سے ہوتا ہے اور اگر حکم بہ تفصیل ہو اسطرح کہ دیکھا جائے کہ جس منکر کو بگاڑتا ہے اور دوسرا منکر اوس سے پیدا ہوتا ہے اون دونون مین زیادہ برا کونسا ہے اور اسی کے لحاظ سے حکم ہو تو قرین قیاس ہے مثلاً ایک شخص دوسرے کی بکری اپنے کھانے کے لیے ذبح کرتا ہے اور محتسب کو معلوم ہے کہ اگر اوسکو منع کرونگا تو وہ کسی انسان کو ذبح کرکے کھا جائیگا تو اس صورت مین اوسکو حسبت کرنیکی کوئی وجہ نہین اور اگر کوئی شخص دوسرے کو ذبح کرتا ہو یا اوسکا کوئی عضو جدا کرتا ہو اور محتسب جانے کہ اسکو منع کرونگا تو اس حرکت کو چھوڑ کر اوسکا مال چھین لیگا تو ایسی صورت مین حسبت کی وجہ ہے اسطرح کے دقائق محل اجتہاد مین ہین اور ان سب مین محتسب لازم ہے کہ اپنے اجتہاد کا اتباع کرے اور انھین دقائق کی جہت سے ہم کہتے ہین کہ عامی شخص بجز کھلے کھلے مسائل کے جو سبکو معلوم ہین اور دون مین حسبت نہ کرے مثلاً شراب نوشی اور زنا اور نماز کے ترک پر اوسکو حسبت جائز ہے لیکن جو باتین ایسی ہون کہ بعض افعال کے ترغیب سے تو معصیت معلوم ہوتی ہون اور کسی وجہ سے اون مین اجتہاد کی ضرورت ہو تو عامی شخص اگر ایسی باتون مین خوض کریگا تو بہ نسبت درستی کے بگاڑ زیادہ کریگا۔ اور جو لوگ کہ حسبت کی ولایت بجز حاکم کی اجازت کے ثابت نہین کرتے اونکا گمان ایسی ہی صورت سے پختہ ہوتا ہے کیونکہ جب حاکم کی اجازت کی قید نہ رہی تو کیا عجب ہے

کہ حسبت کی تعمیل ایسا شخص کرے جو اپنی معرفت یا دیانت کی قاصر ہونیکی جہت سے اوسکا اہل نہو اور
انجام کو موجب طرح طرح کے خلاون کا ہوا اور اسکی توضیح و تحقیق عنقریب مذکور ہوگی انشاء اللہ تعالی۔
اب اگر یہ کہو کہ تمنے تو مطلق علم کو لکھا ہے کہ ایذا پہونچنے اور حسبت کے مفید نہونیکا علم ہو پس اگر علم کے
عوض محتسب کو ظن ہو تو اوسکا حکم کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان ابواب مین ظن غالب بمنزلہ علم
کے ہے اور فرق صرف اوسی جگہہ ہوگا کہ جہان ظن اور علم ایک دوسرے کے متعارض ہون کہ جانب
علم یقینی کو ظن پر ترجیح دیجائیگی اور دوسری جگھون مین علم کا حکم جدا ہوتا ہے اور ظن کا جدا یعنے اگر
محتسب کو قطعاً معلوم ہو کہ حسبت مفید نہوگی تو وجوب حسبت اس صورت مین اوسکے ذمہ سے
ساقط ہوجائیگا اور اگر ظن غالب غیر مفید ہونیکا ہو مگر احتمال مفید ہونے کا بھی ہو اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی
کہ ایذا کی توقع نہو تو اس صورت مین اختلاف ہے کہ حسبت واجب ہے یا نہین اور ظاہر تر یہ ہے کہ واجب ہے
اسلیے کہ اوسمین ضرر تو کچھ ہی نہین اور فائدہ متوقع ہے اور امر معروف اور نہی منکر کی عام نصین ہر حال
مین مقتضی وجوب ہین اور ہم جو اونین سے بطریق تخصیص اوس حسبت کو مستثنے کرتے ہین جسمین علم
مفید نہونیکا ہو تو یا اجماع سے کرتے ہین یا قیاس ظاہر سے اور قیاس مذکور یہ ہے کہ امر بذات خود مقصود
نہین ہوتا بلکہ اوسمین مامور مقصود ہوتا ہے تو جس صورت مین مامور سے قطعاً یاس ہو تو وجوب سے
کیا فائدہ ہوگا ہان جس صورت مین مامور سے یاس نہو تو مناسب یہی ہے کہ وجوب ساقط نہو۔
اب اگر یہ کہو کہ جس ایذا کے پہونچنے کی توقع ہو وہ اگر نہ تو یقینی ہو اور نہ غالبہ ظن سے معلوم ہو بلکہ اوسمین
شک ہو یا غالب ظن اوسکے نہونیکا ہو اور احتمال ہونیکا بھی ہوسکتا ہو تو اس احتمال سے وجوب
ساقط ہوگا یا نہین یا حسبت اوسی صورت مین واجب نہین جسمین یقین ایذا پہونچنے کا ہو یا ہر حال
ین واجب ہے صرف اوس صورت مین نہین جسمین غلبہ ظن ایذا کا ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر ظن غالب
ذا کا ہو تو حسبت واجب نہین اور اگر عدم ایذا کا ظن غالب ہو تو حسبت واجب ہے اور احتمال ضعیف
ذا سے وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ امکان ضعیف تو ہر حسبت مین ہوسکتا ہے اور اگر غلبہ ظن
ی طرف نہو اور شک ہو کہ ایذا ہوگی یا نہین تو یہ صورت محل گفتگو ہے کہ اسمین یہ بھی کہہ سکتے ہین
موافق عام نصون کے اصل وجوب ہے اور وجوب ایذا پہونچنے سے ساقط ہوتا ہے اور ایذا کا پہونچنا
ی ہوگا کہ قطعاً یا غلبہ ظن سے توقع ایذا کی ہو اور چونکہ اس صورت مین ایذا کا نہ علم ہے نہ غلبہ ظن
جوب ساقط نہ ہونا چاہیے یہ احتمال ظاہر تر ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یون کہین کہ حسبت
ی صورت مین واجب ہے کہ عدم ضرر کا علم محتسب کو ہو یا غلبہ ظن ہو اور چونکہ یہان دونون نہین

تو واجب ہونی چاہیے مگر عمومات جو امر معروف کی وجوب پر دلالت کرتی ہین اونکی رو سے احتمال
اول ہی زیادہ درست ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ توقع ضرر کی بزدلی اور جرأت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے
نامرد بزدل تو دور کے احتمال کو قریب سمجھتا ہے گویا کہ لشکر کے سامنے ہی اور اوس سے ڈرا کرتا ہے اور
دلیر بہادر سامنے اور پر ضرر کا ہو سکنا اپنی جرأت کی وجہ سے بعید جانتا ہے یہان تک کہ جب تک اسکو
ضرر ہو نہیں لیتا تب تک ضرر کی تصدیق نہین کرتا تو اب اعتبار کس پر کرنا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے
کہ اعتبار طبیعت کی اعتدال اور عقل اور مزاج کی سلامتی پر کرنا چاہیے اسلیے کہ نامردی ایک مرض ہی
یعنے دل کا ضعیف ہونا اور اوسکا سبب قوت کا ضعف اور کمی ہے اور تہور یعنے بیعقلی کی دلیری
بھی اعتدال کے درجہ سے خارج اور افراط کا مرتبہ ہے اور یہ دونون نقصان ہین کمال صرف اعتدال
مین ہے جسکو شجاعت کہتے ہین اور نامردی اور تہور مین سے ہر ایک کبھی تو نقصان عقل کے باعث
سرزد ہوتی ہے اور کبھی مزاج مین افراط اور تفریط کے خلل کی جہت سے کیونکہ جسکا مزاج نامردی اور
جرأت کی صفتون مین معتدل ہوتا ہے اوسکو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شر کے مواقع دریافت نہین ہوتے
تو جرأت کی وجہ جہالت ہو جاتی ہے اور کبھی دفع شر کے مواقع نہین سمجھتا تو جہل کے سبب نامردی کا کام
ہوتا ہے اور کبھی تجربہ اور روزمرہ کے عادی ہونے سے خرابی کے طریقون اور اوسکے دفع کی تدبیرون
سے واقف ہوتا ہے مگر ضعف دلی کی وجہ سے شر احتمالی بعید الوقوع اوسمین وہ اثر کرتی ہے جو شجاع
معتدل کے حق مین قریب الوقوع شر اثر کرتی ہے اسی وجہ سے دونون طرفون کا کچھ اعتبار نہین اور
نامرد کو لازم ہے کہ اپنی نامردی کی علت کو بتکلف دور کرے اور اوسکی علت یا جہالت ہی یا ضعف
اور جہل تجربہ سے دور ہوتا ہے اور ضعف اوس فعل کو بار بار کرنے سے جس سے ڈر لگتا ہو تاکہ عادت
ہو جائے کیونکہ مناظرہ اور وعظ کا مبتدی کبھی ضعف کے باعث دل چرایا کرتا ہے مگر جب مہارت
اور عادت ہو جاتی ہے تو ضعف جاتا رہتا ہے اسی طرح ہر کام مین قیاس کرنا چاہیے۔ پھر اگر کسیکا
ضعف قلب ایسا ہو کہ زوال کے قابل نہو تو اوسکا حکم اوسکے حال کا تابع ہوگا یعنے جیسے کوئی بیمار
بعض واجبات سے معذور گنا جاتا ہے اسی طرح حسبت کو واجب سے ایسے ضعیف دل کو معذور سمجھا جائیگا
اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جس شخص کو سمندر کی سواری ہونے مین بزدلی غالب ہو ایک رای کی بموجب
اوسپر حج اسلام واجب نہین اور جو زیادہ خوف نکرتا ہو اوسپر واجب ہی تو اسی طرح کا حال حسبت کے
واجب ہونیکا جاننا چاہیے۔ اب اگر یہ کہو کہ ضرر متوقع کی حد کیا ہے آدمیون کا حال تو اس بارہ مین
مختلف ہوتا ہے کبھی ایک ہی لفظ سے ایذا پاتا ہے کبھی مار سے کبھی اس بات کو برا جانتا ہے کہ محتسب علیہ

اوسکے حق مین غیبت وغیرہ سے زبان درازی کرے یا بادشاہ کے یہان اوسکی چغلی کھائے یا
کسی مجلس مین اوسپر طعن کرے جسمین طعن کرنیسے اوسکو ضرر ہو اور جس شخص کو کسی اچھی بات کا
امر کیا جاتا ہے اوس سے کسی کسی قسم کی ایذا کی توقع ہوتی ہے تو اوس ایذا اور ضرر کی حد بتلانی
چاہیے جس سے حسبت کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بحث بھی دقیق ہے
اور صورت اسکی کثیر الوقوع اور اسکے ہونیکے مقامات منتشر ہین مگر ہم حتی الوسع اوسکی اقسام کو حصر
کے ساتھ لکھتے ہین اور منتشر کو ایک جگہہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مکروہ یعنے برائی اور ایذا مطلوب
کے مخالف ہے اور دنیا مین مخلوق کے مطالب چار طرح کے ہوتے ہین نفس مین تو علم مطلوب ہے
اور بدن مین تندرستی اور سلامتی اور مال مین ثروت اور لوگون کے دلون مین جاہ کا بحال رہنا
غرضکہ چار مطلوب ٹھہرے علم اور تندرستی اور ثروت اور جاہ یعنے لوگون کے دلون مین مالک ہونا
جیسے ثروت روپیون کے مالک ہونیکا نام ہے اور جسطرح کہ روپیون کا مالک ہونا غرضون کے
حاصل ہونے کا وسیلہ ہے ویسے ہی لوگون کے دلون کا مالک ہونا بھی غرضون کا ذریعہ ہے اور
جاہ کے معنون کی تحقیق اور طبیعت انسانی کے اوسکی طرف رغبت کرنیکا سبب جلد سوم مین انشاء اللہ
مذکور ہوگا اور ان چارون مطالب مین سے ہر ایک کو آدمی اپنے لیے اور اپنے اقارب اور مخصوصین
کے لیے طلب کیا کرتا ہے اور ان مین دو باتون کا ہونا برا جانتا ہے ایک تو موجود چیز کا جاتا رہنا
دوسرے متوقع چیز جو اپنے پاس نہو اوسکا نہ ملنا تو ضرر صرف دو ہی طرح ہوتا ہے یا حاصل چیز کے دور
ہونے سے یا متوقع کی تاخیر اور التوا سے اسلیے کہ متوقع اوسی کو کہتے ہین جسکا حاصل ہونا ممکن ہو
اور جسکا حصول ممکن ہے وہ گویا حاصل ہی ہے اور اوسکے امکان کا فوت ہونا گویا حصول کا فوت
ہونا ہے تو اب ضرر دو قسمون مین آرہا ایک متوقع چیز کے نہ ملنے کا خوف تو اس صورت مین تو مناسب
نہین کہ امر بالمعروف کو ترک کرنے کی کسی طرح اجازت دیجائے اور ہم اس خوف کی مثال چارون
مطالب مذکورہ مین لکھتے ہین علم مین تو یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص اپنے استاد کے کسی مخصوص چیز پر
حسبت نہ کرے اس خوف سے کہ وہ استاد سے میری برائی بیان کریگا اور پھر اوستاد مجکو تعلیم
نکریگا اور صحت کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص طبیب حریر پوش کے پاس چلے اور اوسکو اس
ڈر سے منع نکرے کہ آیندہ کو میرا علاج نکریگا اور اسوجہ سے تندرستی متوقع ترک جاویگی اور مال کی مثال
یہ ہے کہ حسبت بادشاہ اور امرا اور اون لوگون پر نکرے جو اوسکے ساتھ سلوک کرتے ہین اس خوف
سے کہ وہ آگے کو روزینہ بند کردین اور سلوک ترک کرین اور جاہ کی مثال یہ ہے کہ جس شخص سے

وابستہ ہو یہان تک کہ وہ اپنے دل سے فتوی لے اور ایک عذر کو دوسرے کے ساتھ تول کر دینی اعتبار سے ایک کو ترجیح دے نہ اپنی خواہش نفس کے لحاظ سے پس اگر دین کے اعتبار سے ان امور کو ترجیح دیکر سکوت کریگا تو اس سکوت کا نام مدارات ہوا اور اگر خواہش نفس کی وجہ سے سکوت کریگا تو اوس سکوت کو مداہنت کہتے ہین اور یہ معاملہ باطنی ہے اوسپر اطلاع بدون نظر دقیق کے نہین ہو سکتی مگر یہ کہ نفس والا اثر او دیکھنے والا ہے وہ دل کے معاملون کو خوب دیکھتا ہے پس ہر دیندار کو اس باب مین ضرور ہے کہ اپنے دل کا نگران رہے اور جانے کہ اللہ تعالی کو رغبت اور عدم رغبت کا حال معلوم ہو کہ دین کی وجہ سے ہے یا خواہش نفس سے اور جو کوئی نیکی یا بدی کریگا اوسکو اللہ تعالی کے پاس موجود پائیگا گو دل کا التفات اور آنکھہ کا جھپکنا ہی ہو اور وہان کچھہ ظلم و زیادتی نہوگی کہ اللہ تعالی بندون پر ظلم نہین فرماتا۔ اور دوسری قسم ضرر کی یعنے حاصل ہوئی چیز کا فوت ہونا یہ البتہ ضرر ہے اور حسبت پر سکوت کے جائز ہونے مین سوا علم کے اور مطالب سہ گانہ مذکورہ بالا مین معتبر ہے اور علم مین اسلیے معتبر نہین کہ علم کے فوت ہونیکا خوف نہین بجز اسکے کہ خود قصور کرے ورنہ اور کوئی اختیار نہین رکھتا کہ عالم سے علم چھین لے مگر تندرستی اور ثروت اور جاہ کے چھین لینے پر قادر ہو سکتا ہے اور یہ بھی شرف علم کا ایک سبب ہو کہ دنیا مین بھی ہمیشہ رہتا ہے اور اوسکا ثواب آخرت مین بھی ہمیشہ کو رہیگا غرضکہ اوسکو ابدالآباد نیستی نہین اور صحت اور سلامتی کا جاتا رہنا اوسے ہو تو جو کوئی یہ جانے کہ حسبت مین مجہیر ضرب دردناک پڑیگی تو اوسپر حسبت واجب نہین گو مستحب ہے جیسا کہ پہلے گذرا اور جب عام وجوب ضرب دردناک مین سمجھا گیا تو زخمی کرنے اور عضو کے جدا کرنے اور قتل مین بطریق اولی ہوگا اور ثروت کا جاتا رہنا چاہیے کہ جانے کہ حسبت کرنے سے مکان لٹ جائیگا اور حویلی کھد جائیگی اور کپڑے چھین جائینگے تو اس سے بھی حسبت کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور استحباب باقی رہتا ہے اس جہت سے کہ آئین کیا مضائقہ ہے کہ دین کے اوپر دنیا کو فدا کر دے۔ اور مارا اور لوٹ مین سے ہر ایک کی کمی مرتب مین ایک تو کمی کا جسکی پرواہ نکیجاتی ہو جیسے آہستہ سے تھپڑ لگنا اور ایک کوڑی یا پیسہ کا لٹ جانا اور ایک بہ زیادتی کا جسکا اعتبار واجب کے سقوط مین کیا جاتا ہے اور ایک بیچ کی حالت جو اشتباہ مین ڈالتی ہو کہ اوسکے ہونے سے حسبت کا وجوب ساقط ہوتا ہے یا نہین اور دیندار کو لازم ہے کہ ایسی مشتبہ صورت مین اجتہاد کرے اور جہانتک ہو سکے دین کی جانب کو ترجیح دے۔ اور جاہ کے فوت ہونے کا یہ طور ہے کہ مجمع مین پیٹا جائے اور ضرب دردناک نہو جس سے تندرستی جاوے یا علی الاعلان گالیان پڑین یا اوسکی گردن مین رسی ڈال کر شہر مین پھرایا جاوے یا کالا منہ کر کے تشہیر کیا جاوے

اور ضرب دردناک کسی مین نہو تو یہ صورتین جاہ کی محل اور دل کی درد دینے والی ہین اور اسکے بھی کئی درجے ہین اور بہتر یہ ہے کہ اسکی تقسیم یون ہو کہ ایک درجہ جاہ کے جانیکا وہ ہو جسکو بیعزتی اور تشہیر کہتے ہین مثلاً ننگے سر اور ننگے پانو شہر مین پھرانا تو ایسے درجہ مین حسبت سے خاموشی کی اجازت ہے اسلیے کہ مروت اور عزت کو محفوظ رکھنے کا شریعت مین حکم ہے اور اس بیحرمتی کا درد دل مین بہت سی ضربون اور بید کے مارنے سہنے کے زیادہ ہوتا ہے اور دوسرا درجہ صرف جاہ کے جانیکا ہو مثلاً ایک شخص کی عادت ہو کہ عمدہ پوشاک پہنکر اور گھوڑے پر سوار ہوکر نکلتا ہے اور جانتا ہے کہ اگر حسبت کرونگا تو مجکو بازار مین پیادہ یا ایسے لباس مین پھرنا پڑیگا جسکا عادی نہین تو اس قسم مین ان جیسی باتون سے حسبت کا وجوب ساقط نہوگا کیونکہ یہ زیادتی جاہ کی باتین ہین انکا بچانا کچھ عمدہ بات نہین اور حرمت کی نگاہداشت ایک عمدہ چیز ہے اوسکے جلنے کے ڈر سے واجب ساقط ہو جاتا ہے اور جاہ کی زیادتی مین یہ بھی داخل ہے کہ محتسب اس بات سے ڈرے کہ لوگ مجکو سا تو جاہل یا احمق یا ریاکار یا منافق کہین گے یا پیٹھ پیچھے طرح طرح کی نکتہ چینی کرینگے کہ اس سے بھی وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ اسمین صرف زیادتی جاہ کا زوال ہے جسکی چندان حاجت نہین اور اگر بالفرض ملامت کرنیوالون کی ملامت یا بدکارون کی غیبت خواہ گالی دینی یا برا کہنے سے یا لوگون کے دلونمین سے اپنی منزلت گر جانیکے خوف سے حسبت نہ کیجائے تو حسبت واجب ہی نہ رہیگی اسلیے کہ یہ بات تو ہر حسبت مین موجود ہے ہان جس صورت مین کہ امر منکر غیبت ہی ہو اور محتسب جانے کہ اگر مین غیبت کنندہ کو منع کرونگا تو وہ میری بھی غیبت کرتا ہے اوس سے بھی خاموش ہوگا اور اوسکے ساتھ مجکو بھی ملا لیگا تو ایسی صورت مین حسبت حرام ہے اسلیے کہ حسبت معصیت کی زیادتی کا باعث ہو نہ کمی کا اور اگر یہ جانے کہ پہلی غیبت کو وہ چھوڑ دیگا اور صرف میری ہی غیبت کریگا تب بھی حسبت اوسپر واجب نہین کیونکہ غیبت اوسکی بھی غیبت کنندہ کے حق مین معصیت ہو مگر یہ حسبت اس نظر سے مستحب ہو کہ اپنی آبرو کو دوسرے شخص کی آبرو کا فدیہ کرتا ہے اور چونکہ عمومات وجوب حسبت کی تاکید پر دال ہین اور منکر پر خاموش رہنے مین بڑا خطرہ ہے تو اسلیے اسکے مقابل ایسی ہی چیز ہوگی جسکا خطرہ دین مین زیادہ ہو اور مال اور نفس اور حرمت کا خطرہ شریعت مین موجود ہے تو اونکی فوت ہونیکے ڈر سے وجوب حسبت بھی ساقط ہوگا مگر زیادتی جاہ و حشمت اور اقسام تجمل اور لوگون سے اچھا کہنے کے طالب ہونیکا کچھ درجہ نہین تو اونکے خوف سے وجوب بھی ساقط نہوگا۔ باقی رہا یہ کہ حسبت کا نکرنا اس ڈر سے کہ یہی ایذائین اپنی اولاد و اقارب کو نہون تو یہ امر خود محتسب کے لحاظ سے تو کمتر ہے اسلیے کہ خود اپنے

ایذا پانا زیادہ سخت ہوتا ہے بہ نسبت دوسری کی ایذا کے اور دین کے اعتبار سے زیادہ ہے اسلیے کہ
آدمی خود اپنے حقوق سے تو درگزر کر سکتا ہے مگر دوسرے کے حق مین مسامحت اسکو جائز نہین
اس سے یہ نکلا کہ اوسکو چاہیے کہ اس صورت مین حسبت نکرے کیونکہ خویش و اقارب کے حقوق جو
فوت ہونگے تو دو حال سے خالی نہین یا بطریق معصیت ہونگے جیسے مارنا اور لوٹنا وغیرہ تو اس صورت مین
حسبت درست نہین اسلیے کہ ایک منکر کو دور کرنیسے دوسری برائی پیدا ہوتی ہے یا معصیت کے
طور پر نہونگے تب بھی مسلمان کی ایذا پائی جائیگی اور اوسکو درست نہین کہ دوسرے کا ضرر بدون
اوسکی رضامندی کے کرے غرضکہ اگر حسبت کی وجہ سے کوئی معصیت ایسی ہوتی ہو جسکا ضرر اوس
منکر کی نسبت زیادہ ہو تو اوسکو چاہیے کہ حسبت کو ترک کرے اور اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص
تارک دنیا ہے جسکے اقارب مالدار ہین تو اوسکو اس بات کا ڈر نہین کہ اگر مین بادشاہ پر حسبت کرونگا
تو وہ میرا کچھ مال چھین لیگا بلکہ میرے اقارب کا قصد کریگا اور میرا غصہ اونپر نکالیگا تو جب اپنی حسبت سے
اقارب اور ہمسایون پر ایذا ہوتی جانی تو حسبت کو ترک کرے کیونکہ مسلمانون کو ستانا ممنوع ہے جیسے
منکر پر سکوت کرنا ممنوع ہے ہان اگر اونکو مال اور جان کی ایذا نہو بلکہ گالی اور برا کہنے سے ہو تو اسمین
بحث ہے اور باعتبار منکرات کی فحش ہونیکے اور کلام سخت کو دل مین اثر کرنے اور آبرو مین خلل ڈالنیکے
اوسکا حکم جداگانہ ہوتا ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ کوئی شخص اگر اپنا کوئی عضو کاٹے ڈالتا ہے اور بدون قتال
کے اوس سے باز نہین آتا اور عجب نہین کہ قتال مین وہ مارا جاوے تو اس صورت مین اوس سے
قتال چاہیے یا نہین اگر تم کہو کہ چاہیے تب تو محال ہے اسلیے کہ عضو کے تلف کرنیکے خوف سے جان
تلف کرنا لازم آتا ہے اور جان جاویگی تو عضو پہلے جاویگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوسکو منع کرنا اور
لڑنا چاہیے کیونکہ ہمارا مقصود یہ نہین کہ اوسکی جان اور عضو محفوظ رہے بلکہ غرض یہ ہے کہ منکر اور معصیت
کی راہ مسدود ہو جاوے اور حسبت مین اوسکا مارا جانا معصیت نہین اور اوسکا عضو کو جدا کرنا معصیت ہے
اور اسکی مثال ایسی جانو کہ کوئی شخص مسلمان کے مال پر حملہ کرے اور مالک اوسکو اسی طرح ہٹاوے
کہ وہ مارا جاوے تو اسطرح کا ہٹانا درست ہے اور اسکے یہ معنے نہین کہ روپیہ کے بدلہ مین ہم مسلمان کی جان
لینا چاہتے ہین کہ یہ تو محال ہے بلکہ اوسکو مسلمان کا مال لینا معصیت ہے اور اس معصیت سے ہٹانے
مین اوسکا مار ڈالنا گناہ نہین بلکہ مقصود گناہ کا ٹالنا ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ بالفرض اگر ہم جانتے ہون
کہ شخص تنہا ہوگا تو اپنا ہاتھ یا پانون کاٹ ڈالیگا تو یون چاہیے کہ اوسکو اوسی وقت مار ڈالین
کہ معصیت کا باب بالکل بند ہی ہو جاوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہاتھ یا پانو کے کاٹنے کا علم یقینی نہین

اسلیے اوسکا خون کروانا وہی معصیت ہے جائز نہیں ہاں اگر اوسکو اپنا ہاتھ یا نو کاٹتے دیکھین تو
منع کرینگے اور اگر ہمسے قتال کریگا تو اوس سے لڑینگے چاہے اوسکی جان رہے یا جاوے۔ اس
یہ معلوم ہوا کہ معصیت کی تین قسمین ہین ایک تو یہ کہ عاصی اوسکو کر چکا ہو تو اوس معصیت پر سزا
دینی یا حد ہوگی یا تعزیرا اور یہ سزا حکام کا کام ہے ہر کسی کا۔ دوسرے یہ کہ عاصی اوسکو ہمہ وقت کر رہا
جیسے حریر پہنے ہو یا عود خواہ شراب لیے ہو تو ایسی معصیت کا باطل کرنا واجب ہے خواہ کسی طرح سے ہو
بشرطیکہ اوسکے باطل کرنے میں کوئی معصیت اوس سے زیادہ خواہ اوسکی برابر نہوتی ہو تو ایسی معصیت
کا دور کرنا ہر کسی کو ثابت ہے تیسرے یہ کہ معصیت متوقع ہو مثلاً ایک شخص مجلس مین جھاڑو دیکر اور
گلدستون سے آراستہ کرکے شراب خواری پر مستعد ہو اور ابھی تک شراب نہ آئی ہو تو یہ صورت مشکوک ہے
اسلیے کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا مانع پیش آوے جس سے نوبت معصیت کی نہ پہونچے اسوجہ سے
معصیت متوقع سے منع کرنیکا اختیار ہر کسی کو ثابت نہین بجز اسکے کہ وعظ و نصیحت سے فہمائش ہو
اور درشتی اور ضرب سے تو نہ احاد کو جائز ہے نہ سلطان کو ہاں اگر وہ معصیت کرنی عاصی کی عادت
دائمی ہو اور جس سبب سے کہ اوس معصیت کی نوبت پہونچے اوسکو وہ کر رہا ہو اور حصول معصیت مین
کوئی کسر نہو بجز انتظار کے تو ایسی صورت مین سختی اور مار سے بھی حسبت جائز ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے
کہ جوان شخص عورتون کے حامون کے دروازون پر کھڑے ہوتے ہین کہ اونکو اندر جاتے اور باہر
نکلتے دیکھین تو یہ لوگ ہرچند رستہ کو تنگ نہین کرتے کہ وہ وسیع ہوتا ہے مگر تاہم درشتی اور ضرب سے
اونکو وہان سے اوٹھا دینا اور اوس جگہ کھڑے ہونیسے منع کرنا درست ہے کیونکہ اگر غور سے دیکھا جاوے
تو اونکا کھڑا ہونا ہی فی نفسہ معصیت ہے گو اونکا مقصد معصیت نہو جیسے اجنبی عورت سے خلوت کرنی فی نفسہ
معصیت ہے اسوجہ سے کہ وہ مظنہ معصیت ہے اور مظنہ معصیت کا حاصل کرنا بھی معصیت ہے اور مظنہ سے
ہماری غرض وہ بات ہے جس سے انسان غالباً معصیت مین پڑجانے کے در پیش ہوجاوے اسطرح
کہ اوس سے رک نہ سکے تو اس صورت مین حسبت کرنا معصیت موجود پر ہوگا نہ متوقع پر۔
دوسرا رکن حسبت کا وہ شے ہے جسمین حسبت ہو یعنے وہ امر منکر جو فی الحال موجود ہو اور
بدون تجسس کے ظاہر ہو اور اوسکا منکر ہونا بدون اجتہاد کے معلوم ہو تو یہ چار شرطیں ہوئین ہر ایک کا
احوال جدا لکھتے ہین۔ اول اوس چیز کا منکر ہونا اس سے ہماری غرض یہ ہے کہ شرع مین اوسکا وقوع
ممنوع ہو اور ہمنے اوسکو منکر کہا معصیت نہ کہا اسلیے کہ منکر بنسبت معصیت کے عام ہے کیونکہ مثلاً اگر
کوئی لڑکے یا مجنون کو شراب پیتے دیکھے تو اوسپر واجب ہے کہ شراب کو گرادے اور اونکو منع کرے

ایسا ہی اگر مجنون مرد کو مجنون عورت سے زنا کرتے خواہ چوپایہ سے صحبت کرتے دیکھے تب بھی منع کرنا
حرکت سے واجب ہے اور یہ منع اسوجہ سے نہیں کہ فعل کی صورت بہت بُری اور علانیہ ہے بلکہ اس
منکر کو اگر خلوت میں دیکھے تب بھی منع کرنا واجب ہے حالانکہ مجنون کے حق میں یہ فعل معصیت نہیں
اسلیے کہ وہ شرعاً مکلف احکام شرعی کا نہیں تو عاصی یعنے نافرمان نہوگا اور بدون عاصی کے معصیت
کا ہونا محال ہے اسلیے ہمنے لفظ منکر رکھا کہ سب برائیوں پر دلالت بھی کرتا ہے اور معصیت سے
عام بھی ہے اور اسکے عموم میں ہمنے صغیرہ اور کبیرہ کو درج کردیا ہے اور حسبت کچھ کبیرہ ہی پر مخصوص نہیں
بلکہ حمام میں برہنگی کا کھولنا اور اجنبی عورت سے خلوت کرنی اور اجنبی عورتوں کو تاکنا سب صغیرہ ہیں
اور انسے ممانعت کرنی واجب ہے اور صغیرہ اور کبیرہ کے درمیان فرق میں بحث ہے کہ جلد چہارم باب التوبہ
میں مذکور ہوگی۔ دوم شرط یہ ہے کہ منکر فی الحال موجود ہو یہ قید اس سے احتراز ہے کہ جو شخص شراب خواری
سے فارغ ہوچکا تو اسکی حسبت کا ہر کسیکو اختیار نہیں کہ منکر ہوچکا اور نیز احتراز ہے اوس منکر سے
جسکی آیندہ کو توقع ہو مثلاً کسی کے حال سے قرینہ سے معلوم ہو کہ آج رات کو شراب خواری کا قصد
رکھتا ہے کہ اوسپر حسبت کرنا بجز وعظ کے نہیں اور اگر وہ اپنے قصد کا منکر ہو تو وعظ بھی ناجائز ہے
اسلیے کہ اسمین مسلمان پر بدگمانی ہے اور کیا عجب ہے کہ وہ سچ ہی کہتا ہو یا کوئی ایسا مانع پیش ہو جس سے
وہ اپنا قصد پورا نکرسکے اور اسمین وہ دقیقہ یاد رکھنا چاہیے جسکو ہمنے ذکر کیا ہے یعنے خلوت اجنبی عورت
کے ساتھ اور کھڑا ہونا حمام زنان کے دروازہ پر اور اسیطرح کی اور باتیں فی الحال کی معصیت ہیں۔
سوم شرط یہ ہے کہ منکر محتسب کو بدون تجسس ظاہر ہو پھر اگر کوئی شخص معصیت اپنے گھر میں چھپا کر کرے
اور مکان کا دروازہ بند کرلے تو اوسپر جاسوسی کرنی واجب نہیں کہ اللہ تعالی نے اس سے منع فرمایا ہے
اور قصہ حضرت عمر فاروق رضہ اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضہ کا اس باب میں مشہور ہے جسکو ہم باب
آداب الصحبت میں لکھ آئے ہیں اور اسیطرح وہ قصہ ہے کہ حضرت عمر رضہ ایک شخص کے مکان کی دیوار پر
چڑھ گئے اور اوسکو بُری حالت میں دیکھکر منع فرمایا اوسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر میں نے
خدا تعالی کی معصیت ایک وجہ سے کی تو آپنے تین وجہوں سے کی آپنے فرمایا کہ وہ کیا ہیں اوسنے
کہا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوا اور آپ نے جاسوسی کی اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے
وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا اور آپ دیوار پر چڑھکر آئے اور خدا تعالی فرماتا ہے لَا تَدْخُلُوا
بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا اور آپ نے سلام نہیں کیا حضرت عمر رضہ نے
اسکو چھوڑ دیا اور شرط کرلی کہ توبہ کرنا۔ اور اسی طرح حضرت عمر رضہ نے منبر پر صحابہ رضہ سے سوال کیا

کہ امام اگر خود کوئی امر منکر دیکھے تو اوسکو درست ہے یا نہین کہ حد مجرم پر قائم کرے حضرت علی رضی نے جواب دیا کہ امر حد کا کم سے کم دو گواہ پر وابستہ ہے اسمین ایک کافی نہوگا اور ہمنے ان اخبار کو باب آداب الصحبت میں حق مسلمان کے ذیل مین لکھا ہے اب دوبارہ لکھنے کی حاجت نہین۔ پھر اگر یہہ پوچھو کہ تعریف معصیت کی ظاہر ہونے اور در پردہ ہونیکی کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اور اوسکی دیوارون کی آڑ مین ہو جائے تو اوسکے پاس جانا بدون اوسکی اجازت کے صرف معصیت کا حال معلوم کرنیکے لیے جائز نہین ہان اگر گھر کے باہر سے آدمی معلوم کر لے کہ اس گھر مین منکر ہے مثلاً بانسری اور ستار کے باجے ایسی طرح بجتے ہون کہ باہر آواز خوب آتی ہو تو جو کوئی اونکو سنے اوسکو جائز ہے کہ گھر مین گھس کر آلات لہو کے توڑ ڈالے اسی طرح اگر شراب خوار جو کلمات اونمین رائج ہین اونکو آواز سے بکتے ہون کہ سڑک کے لوگ سنین تو یہ اظہار بھی موجب حسبت ہے غرض کہ دیوارون کی آڑ ہونے سے منکر کے ظاہر ہونیکی دو صورتین ہین ایک بو کا معلوم ہونا دوسرے آواز کا سننا تو اگر شراب کی بو معلوم ہو اور یہ احتمال ہو کہ رکھی ہوئی کی بو ہے تب تو اوسکے گرا دینے کا قصد کرنا درست نہین اور اگر حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ بو کا ظاہر ہونا اسوجہ سے ہے کہ لوگ پی رہے ہین تو اس صورت مین حسبت جائز ہے۔ اور بعض اوقات شراب کا شیشہ اور آلات لہو آستین مین یا دامن کے تلے چھپا لیا کرتے ہین تو جب کوئی فاسق نظر پڑے اور اوسکے دامن تلے کچھ ہو تو اوسکی تفتیش جائز نہین جبتک کہ کسی علامت خاص سے معلوم نہو اسلیے کہ فاسق ہونا اسبات پر نہین دلالت کرتا کہ اسکے پاس شراب ہی ہے کیونکہ سرکہ وغیرہ کی بھی تو اوسکو ضرورت ہوتی ہے پس چھپانے سے استدلال نہین ہو سکتا کہ شراب ہی ہے اور اگر سرکہ ہوتا تو نہ چھپاتا اسلیے کہ چھپانے مین بہت سی غرضین متعلق ہین اور اگر بدبو شراب کی معلوم ہوتی ہو تو محل بحث ہے اور ظاہر یہ ہے کہ حسبت جائز ہے اسلیے کہ یہ علامت مفید ظن ہے اور ان جیسے امور مین ظن مثل علم کے ہے اسیطرح اگر اوپر کا کپڑا پتلا ہوتا ہے تو عود وغیرہ کی شکل پہچانی جاتی ہے تو شکل کی دلالت بھی مثل بو اور آواز کی دلالت کے ہے اور جسکی دلالت ظاہر ہو وہ مستور نہین بلکہ کھلی ہے اور ہمکو شریعت نے حکم فرمایا ہے کہ جسکو خدا تعالی نے مستور کیا اوسکو ہم بھی مستور رکھین اور جو ہمارے سامنے ظاہر ہو اوسکو بگاڑ دین اور ظاہر ہونیکی کئی طرح ہین کبھی تو کان کے ذریعہ سے اور کبھی سونگھنے سے اور کبھی دیکھنے سے اور کبھی چھونے سے ظاہر ہوتا ہے تو اسکو آنکھ سے دیکھنے پر مخصوص کرنا نچاہیے بلکہ مقصود علم ہے اور یہ حواس بھی علم کو مفید ہین اس سے یہ نکلا کہ اگر کپڑے کے نیچے کی چیز معلوم ہو

کہ شراب ہو تو اوسکا توڑنا درست ہو مگر یہ جائز نہین کہ اوس سے یہ کہے کہ مجھکو دکھا دے تاکہ معلوم کرون
کہ اسمین کیا ہے اسلیے کہ یہ امر تجسس ہو جسکے یہ معنے ہین کہ ایسی علامتون کا تلاش کرنا جنسے چیز کا حال
معلوم ہو غرضکہ اس طرح کی علامتین اگر خود بخود حاصل ہون اور اونسے منکر کی شناخت ہو جاوے تب تو
اونکے مقتضا کے موافق عمل کرنا درست ہو مگر ایسی علامتون کی تلاش کرنے کی اجازت ہرگز نہین
چہارم شرط یہ ہو کہ بدون اجتہاد کے اوسکا منکر ہونا معلوم ہو تو جتنی چیزین کہ محل اجتہاد مین ہین اونپر
کچھ حسبت نہین مثلاً کسی حنفی کو جائز نہین کہ شافعی مذہب والے پر ضب اور گفتار اور متروک التسمیہ
کے کھانے کا انکار کرے اور نہ شافعی کو درست ہو کہ حنفی سے کہے کہ تم نبیذ جس مین نشہ نہو کیون پیتے ہو
یا ذوی الارحام کو ترکہ کیون دیتے ہو یا ہمسایگی کے شفعہ سے لیے ہوئے مکان مین کیون بیٹھے ہو اور
اسی طرح اور مسائل مین جنمین اجتہاد جاری ہے ہان اگر شافعی دوسرے شافعی کو نبیذ پیتے دیکھے یا بدون
ولی کے کسی عورت سے نکاح کرکے اوس سے صحبت کرے تو اسمین تردد ہو اور ظاہر تر یہی ہے کہ اوپر
حسبت اور انکار درست ہو اسلیے کہ کوئی عالم اس طرف نہین گیا کہ مجتہد کو دوسرے کے اجتہاد کے بموجب
عمل کرنا درست ہو اور نہ یہ کہ کسی کا مذہب ہو کہ اگر کوئی مقلد اپنے اجتہاد مین کسی شخص کو سب علما سے
افضل جانے تو اوسکے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے کا مذہب اختیار کرے اور سب مذاہب مین سے اپنے
نزدیک عمدہ عمدہ باتین چھانٹ لے بلکہ ہر مقلد پر اتباع اپنے امام کا ہر مسئلہ مین تفصیل وار واجب ہے
اس سے معلوم ہوا کہ اپنے امام کی مخالفت بالاجماع علما کے نزدیک منکر ہے اور جو کوئی مخالفت کرے
وہ عاصی ہے مگر یہ کہ اس سے ایک اور بات زیادہ باریک لازم آتی ہے وہ یہ ہے کہ حنفی کو جائز ہے
اگر کوئی شافعی بدون ولی کے عورت سے نکاح کرے تو اوس سے یہ کہے کہ ہرچند یہ فعل بذات خود
حق ہے مگر تیرے حق مین نہین کیونکہ تیرا اعتقاد یہ ہے کہ صواب مذہب شافعی مین ہے تو جو امر تیرے
عندیہ مین صواب ہو اوسکی مخالفت کرنی تیرے حق مین معصیت ہو گو خدا تعالی کے نزدیک نہو
اس صورت مین تیرا اوسپر مرتکب ہونا باطل ہے اسی طرح شافعی حنفی پر اعتراض کر سکتا ہے جس
صورت مین کہ حنفی اوسکا شریک ضب اور متروک التسمیہ وغیرہ کے کھانے مین ہو اور یہ کہہ سکتا ہے
کہ یا تو اس بات کا معتقد ہو کہ امام شافعی پیروی کے زیادہ مستحق ہین پھر ان اشیا کو کھاؤ یا جو بات
تمہارے عقیدہ کے خلاف ہو اوسکے مرتکب نہو پھر اس سے ایک اور بات محسوسات مین جا پڑیگی
یعنے فرض کرو کہ ایک بہرا آدمی کسی عورت سے بقصد زنا صحبت کرے اور محتسب کو یہ معلوم ہو کہ اس شخص
کے باپ نے اسکا نکاح اس عورت سے لڑکپن مین کر دیا تھا اور یہ عورت اوسکی منکوحہ ہے مگر اوسکو

معلوم نہین اور نہ اوسکو بتا سکتا ہے اس جہت سے کہ وہ بہرا ہے یا اوسکی زبان کو نہین سمجھتا تو وہ شوہر
چونکہ اوس عورت کو اجنبی اعتقاد کرتا ہے اس نظر سے صحبت کرنیسے عاصی ہے اور آخرت مین
عذاب پائیگا تو چاہیے یون کہ محتسب اوس عورت کو اوس سے منع کردے باوجودیکہ وہ اوسکی
زوجہ ہے حالانکہ یہ منع کرنا اس لحاظ سے تو بعید ہے کہ اللہ تعالی کے علم مین وہ عورت اوسپر حلال ہے
اور اس لحاظ سے قریب ہو کہ اوسکی غلطی اور جہالت کی وجہ سے اوسپر حرام ہے اور اسمین شک نہین
کہ اگر کوئی مرد اپنی منکوحہ کی طلاق محتسب کے دل کی کسی صفت پر مشروط کرے مثلاً ارادہ یا غصہ وغیرہ
پر اور وہ صفت اوسکے دل مین پائی جائے مگر زوجین کو بتلانے سے عاجز ہوا اور یہ جانتا ہو کہ طلاق
پڑگئی تو جب مرد کو عورت سے مجامعت کرتے دیکھے تو زبان سے اوسکو منع کرے کیونکہ واقع مین یہ
زنا ہے مگر زانی کو علم نہین کہ یہ زنا ہے اور محتسب کو معلوم ہے کہ تین طلاقین پڑگئین اور چونکہ زوجین
صفت کے موجود ہونیسے جاہل رہنے کے سبب عاصی نہین تو اس سے یہ نہین نکلتا کہ یہ صحبت منکر نہو
کیونکہ یہ صورت مجنون کی زنا سے کم کسی طرح نہین اور ہم نے بیان کردیا کہ مجنون بھی زنا سے منع کیا جائے
حاصل یہ ہے کہ جب ایسی بات سے منع جائز ہوا جو خداتعالی کے نزدیک منکر ہو گو فاعل کے نزدیک
منکر ہو اور نہ وہ اوس فعل سے بسبب عذر جہالت کے عاصی ہو تو اسکے عکس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو بات
خداتعالی کے نزدیک منکر نہین اور صرف فاعل کے نزدیک جہالت کی وجہ سے منکر ہو تو اوس سے
منع نکیا جائے اور یہی ظاہر تر ہے واللہ اعلم تو اس سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ حنفی شافعی پر بدون ولی
کے نکاح کی صورت مین اعتراض نکرے اور ایک شافعی دوسرے پر اس باب مین اعتراض کرے
اسلیے کہ محتسب اور محتسب علیہ دونون کا اتفاق ہے کہ یہ امر منکر ہے اور یہ مسائل فقہی دقیق ہین اور
انمین احتمالات ایک دوسرے کے معارض ہین ہمنے فتوی اونمین اوسی بات پر دیا ہے جو ہمارے نزدیک
فی الحال راجح پائی گئی اور ہم یہ بھی یقیناً نہین کہتے کہ ان امور مین جو دوسرا حکم دے وہ خواہ مخواہ
خطا ہی ہے بعض اگر وہ یہ سمجھے کہ احتساب اوسی صورت مین چاہیے جو قطعاً معلوم ہوا اور اسطرف بھی
بہت لوگ گئے ہین اونکا یہی قول ہے کہ حسبت ایسی ہی چیزون مین چاہیے جیسے شراب اور سور
اور دوسری یقینی حرام چیزین ہین لیکن ہمارے نزدیک قریب بصواب یہی ہے کہ مجتہد کے حق مین
اجتہاد اثر کرتا ہے کیونکہ یہ نہایت بعید معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص قبلہ مین اجتہاد کرے اور دلالات
ظنی کی روسے اپنے نزدیک قبلہ کا ایک سمت معین مین ہونیکا اقرار بھی کرے پھر قبلہ کو پشت کرکے
نماز پڑھے اور اوسکو منع نکیا جائے اسوجہ سے کہ دوسرے کے ظن مین غالباً پشت کرنا ہی صواب ہو

اور جن لوگون کی یہ رائے ہے کہ ہر مقلد کو اختیار ہے کہ مذاہب مین سے جو چاہے پسند کرے اونکا کچھ اعتقا
اور غالباً کسی کا مذہب بحث سے یہ ہو گا بھی نہین اور اگر ہو تو وہ معتبر نہین - اب اگر یہ کہو کہ جب حنفی پر شافعی
نکاح بلا ولی مین اعتراض نہین کر سکتا اس نظر سے کہ وہ نکاح حنفی کے نزدیک حق ہے تو چاہیے کہ معت
جو یہ کہتے ہین کہ خدا تعالی کا دیدار نہو گا اور خیر اللہ سے ہے اور شر اوس سے نہین اور کلام اللہ مخلوق ہے
اوسپر بھی اعتراض نکیا جاوے اور نہ حشوی پر اعتراض ہو جو کہتے ہین کہ اللہ تعالی جسم وصورت رکھتا ہے
اور عرش پر مستقر اور ثابت ہے بلکہ فلسفی پر بھی اعتراض نچاہیے جو یہ کہتے ہین کہ اجسام کا بعث نہو گا
بلکہ نفوس اوٹھین گے اسلیے کہ اونکا اجتہاد اسی کا مقتضی ہوا اور وہ اپنے گمان مین اسکو حق خیال
کرتے ہین اور اگر یہ جواب دو کہ ان فرقون کے مذہب کا بطلان ظاہر ہے تو جو مذہب مخالف نص
حدیث کے ہے اوسکا بطلان بھی ظاہر ہے پھر جیسے ظاہر نصون سے خدا تعالی کا دیدار ثابت ہے
اور معتزلی اوسکا انکار تاویل سے کرتے ہین اسی طرح وہ مسائل بھی ظاہر نصون سے ثابت ہین جنمین
حنفی خلاف کرتے ہین جیسے مسئلہ نکاح بلا ولی اور ہمسایگی کے شفعہ وغیرہ کا ہے تو پھر تخصیص اعتراض
نکرنیکی حنفی پر کیسے ہو گی تو اسکا جواب یہ ہے کہ مسائل دو طرح کے ہین ایک وہ کہ اونمین کہہ سکتے ہین کہ
ہر مجتہد صواب پر ہے اور وہ احکام افعال کے ہین حلت اور حرمت کے باب مین اور یہ مسائل ایسے ہین
کہ مجتہدین پر انکے باب مین اعتراض نہین کیا جاتا اسلیے کہ اونکی خطا یقیناً معلوم نہین بلکہ ظنی ہے
اور دوسری طرح کے وہ مسائل ہین جنمین ایک مجتہد کے سوا دوسرا حق پر نہین ہو سکتا جیسے مسئلہ دیدار الہی
اور تقدیر کا اور کلام الہی کے قدیم ہونیکا اور اللہ تعالی کی صورت اور جسمیت اور عرش پر مستقر ہونیکی
نفی کا کہ یہ مسائل اس قسم کے ہین کہ خطا کرنیوالے کی خطا قطعاً معلوم ہو جاتی ہے اور اوسکی خطا
جو جہالت محض ہے معتبر نہین رہتی اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ سب بدعتیون کی بالکلیہ جڑ کاٹنی
چاہیے اور بدعتیون پر اونکی بدعت کا انکار کرنا چاہیے گو اونکے عقیدہ مین حق ہو جیسے یہود اور
نصاری کا کفر نہین مانا جاتا حالانکہ اونکے اعتقاد مین وہ حق ہے اسلیے کہ ان لوگون کی خطا قطعاً
معلوم ہے بخلاف اوس خطا کے جو مسائل اجتہادی مین ہو کہ وہ ظنی ہے نہ قطعی - اب اگر یہ کہو کہ
جب تم قدری شخص پر اعتراض کروگے اوسکے اس کہنے پر کہ شر خدا تعالی کی جانب سے نہین تو وہ
بھی تمپر اعتراض کریگا تمہارے اس قول پر کہ شر خدا تعالی کی جانب سے ہے یا اس کہنے پر کہ اللہ تعالے
کا دیدار ہو گا یا اور اسیطرح کے مسائل پر کیونکہ بدعتی اپنے عقیدہ مین حق پر ہے اور حق والا اوسکے
عقیدہ مین بدعتی ہے اور ہر کوئی دعوی یہی کرتا ہے کہ مین حق پر ہون اور اپنا بدعتی ہونا نہین مانتا

تو حسبت کیسے تمام ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہم اس تعارض کے سبب یہ کہتے ہین کہ جس شہر مین وہ
بدعت ہوئی ہو اوسکو دیکھنا چاہیے اگر بدعت کم ہو اور لوگ سب اہل سنت ہون تو اونکو اوس بدعت
پر حسبت واجب ہے بدون سلطان کی اجازت کے اور اگر شہر مین دو فریق ہون اہل بدعت بھی
اور اہل سنت بھی اور بدعت پر اعتراض کرنیسے احتمال دونون فریق کے مقابلہ اور بلوہ پردازی
کا ہو تو اس صورت مین ہر کسی کو حسبت کرنی سب مذہبون مین درست نہین لیکن بادشاہ کے اذن
سے درست ہے یعنے جب بادشاہ مذہب حق رکھتا ہو اور اوسکی تائید کے لیے ایک شخص کو اجازت دے
کہ بدعتیون کو اظہار بدعت سے منع کرے تو اوسکو حسبت جائز ہے اوسکے سوا دوسرے کو جائز نہین اسلیے
کہ جو حسبت بادشاہ کے حکم سے ہوگی اوسکا مقابلہ کوئی نکریگا اور جو رعیت مین سے کوئی سا شخص
کریگا تو اوسمین مقابلہ اور بلوہ ہوگا - حاصل یہ کہ اور منکرات کی نسبت سے بدعتون مین حسبت زیادہ
ضروری ہے مگر اوسمین جو تفصیل ہمنے مذکور کی ہے اوسکا لحاظ رکھنا چاہیے تاکہ نوبت مقابلہ اور
فتنہ کی نہو بلکہ اگر سلطان مطلق اجازت دیدے کہ جو شخص تصریح سے کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے یا اللہ تعالے
کا دیدار نہوگا یا وہ عرش سے لگا ہوا ہے یا اسکے سوا اور بدعت زبان سے نکالے اوسکو منع کیا جائے
تو اس صورت مین ہر کسی کو منع کرنا پہونچتا ہے اور اوسمین مقابلہ کی صورت واقع نہوگی بلکہ مقابلہ
صرف اوسی صورت مین ہوتا ہے کہ سلطان کی اجازت نہو

تیسرا رکن حسبت کا محتسب علیہ ہے یعنے جس پر حسبت کیجائے اوسکی شرط یہ ہے کہ ایسی صفت کا ہو کہ
فعل ممنوع اوسکے حق مین منکر ہو جائے اور غالباً یہ کہنا کافی ہے کہ انسان ہو خواہ مکلف ہونا شرط نہین
چنانچہ ہم بیان کر چکے ہین کہ اگر لڑکا شراب پیے تو اوسکو بھی منع کیا جائے گو بالغ نہوا ہو اور نہ یہ شرط ہے
کہ تمیز دار ہو کیونکہ دیوانہ کے باب مین ہمنے بیان کیا ہے کہ اگر وہ مجنون عورت یا چوپایہ سے زنا کرے
تو اوسکو منع کرنا چاہیے ہان بعض افعال ایسے ہین جو دیوانہ کے حق مین منکر نہین جیسے نماز نہ پڑھنا
اور روزہ نہ رکھنا وغیرہ مگر ہم اختلاف تفاصیل کی طرف التفات نہین کرتے اسلیے کہ اسمین تو مقیم
اور مسافر اور بیمار اور تندرست کا حکم بھی جدا جدا ہے ہماری غرض اوس صفت کی بتلانے سے ہے
جس سے اصل انکار محتسب علیہ پر متوجہ ہوتا ہے نہ یہ کہ تفصیل کی بموجب توجہ انکار کو بیان کرین
اب اگر یہ کہو کہ انسان کی شرط کیون لگاتے ہو اسی پر اکتفا کرو کہ محتسب علیہ حیوان ہو اسلیے کہ اگر
کوئی چوپایہ کسی شخص کی کھیتی خراب کرے تب بھی تو ہم اونکو منع کرینگے جیسے مجنون کو زنا سے اور
چوپایہ کی صحبت سے منع کرتے ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ چوپایہ کو کھیت سے منع کرنے کا نام حسبت نہین

کوئی وجہ نہین اسلیے کہ حسبت کی تعریف یہ ہی کہ کسی کو حق اللہ کی جہت سی امر منکر سے منع کرنا تاکہ
وہ ارتکاب منکر سے محفوظ رہے اب مجنون کو زنا سے منع کرنا اور لڑکے کو شراب خواری سی منع کرنا
حق اللہ کی جہت سی ہی اور کوئی آدمی غیر کی زراعت تلف کری تو دو حقون کی جہت سی منع کیا جائی
ایک تو یہ کہ خود اوسکا فعل معصیت ہی دوسرا جسکا مال تلف کرتا ہے اوسکا حق ہے تو دونو علتین
ایک دوسرے سے علیحدہ ہین ان علتون مین سے جونسی علت پائی جائیگی منع ثابت ہوگا مگر حسبت
وہی منع کرنا ہے جو حق اللہ کی جہت سی ہو پس اگر فرض کرین کہ کوئی شخص دوسری کا ہاتھ اوسکی
اجازت سی کاٹتا ہے تو یہان معصیت تو پائی گئی مگر دوسرے کا حق اوسکی اجازت کی سبب سے ساقط
ہوگیا پھر بھی حسبت ثابت ہی کہ حق اللہ کی جہت سی منع ثابت ہوگا اور چوپایہ اگر کھیت تلف کرے
تو یہان معصیت نہین حق غیر ہے اسلیے منع ہوگا حسبت نہو گی اور اسمین ایک اور دقیقہ ہی وہ یہ ہے
کہ ہماری غرض کھیت مین سی چوپایہ کے نکالنے سی یہ نہین ہوتی کہ وہ اس حرکت سی باز رہے بلکہ مسلمان
کے مال کی حفاظت منظور ہوتی ہے کیونکہ مثلاً چوپایہ اگر مردار کھائے یا اوس برتن سے پانی پیے
جسمین شراب ہی تو اوسکو ہم نہین روکتے اگر اوسکا باز رکھنا مقصود ہوتا تو ان صورتون مین بھی منع
کرتے بلکہ شکاری کتون کو مردہ جانور کھلانا جائز ہے تو پھر اونکا باز رکھنا مقصود کہان رہا البتہ
مسلمان کا مال اگر ضائع ہونیکو ہو اور ہم بدون مشقت اوسکو بچاسکتے ہین تو ہم پر اوسکا بچانا
واجب ہی بلکہ اگر کسی کا گھڑا اوپر سے گرے اور نیچے کسی کا قرابہ رکھا ہو تو قرابہ کے بچانے کو لیے
گھڑے کو دفع کرینگے نہ یہ کہ گھڑے کو گرنے سے منع کرتے ہین کہ قرابہ کو نتوڑے اور مجنون کو جو
چوپایہ کی صحبت سی اور شراب پینے سے منع کرتے ہین یا لڑکے کو ان حرکات سے منع کرتے ہین
تو یہ غرض نہین ہے کہ چوپایہ محفوظ رہے یا شراب نہ ضائع ہو بلکہ منظور یہ ہے کہ مجنون اور لڑکا ان
افعال سے محفوظ رہین اس لحاظ سے کہ انسان ذی حرمت ہین اونکو ان افعال شنیعہ سے
حتی الوسع بچانا چاہیے تو یہ باریک لطیفے ہین جنکو اہل تحقیق ہی سمجھتے ہین انسے غفلت کرنی نچاہیے
پھر جن افعال مین کہ لڑکے اور مجنون کا بچانا واجب ہی اونمین بحث ہی یعنے یہ تردد ہوتا ہے کہ
حریر پہننے وغیرہ مین بھی اونکو منع کرنا چاہیے کہ نہین تو اس بحث کی طرف ہم فصل ثالث مین
اشارہ کرینگے انشاء اللہ تعالی - اب اگر یہ کہو کہ جو شخص چوپایون کو کسی کے کھیت مین چھوٹا ہوا
دیکھے تو اوسپر اونکا نکالنا واجب ہی یا نہین یا جو کوئی کسی مسلمان کا مال معرض تلف مین دیکھے اوسپر
اوسکی حفاظت واجب ہی کہ نہین اگر یہ کہو کہ واجب ہی تو یہ ایک مشقت سخت ہی اسکے یہ معنے ہین کہ آدمی

عمر بھر دوسری کا مسخر ہو جائے اور اگر یہ کہو کہ واجب نہین تو پھر جو شخص دوسرے کا مال چھینتا ہوا وسپر
حسبت کیون واجب ہو اسمین بھی تو مال غیر ہی کی رعایت ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ یہ بحث دقیق
اور غامض ہے قول مختصر اسباب مین یہ ہے کہ جب آدمی دوسرے کا مال تلف سے محفوظ رکھنے پر ایسی طرح
قادر ہو کہ نہ بدن کو کچھ مشقت ہو نہ اوسکے مال مین یا جاہ مین کچھ گھٹی آتی ہو تو اوسپر دوسرے کے
مال کی حفاظت واجب ہو اور مسلمان کے حقوق مین اسقدر وجوب کیا بعید ہے یہ تو درجات حقوق
مین سے کمتر رتبہ ہے حقوق مسلمانون کے جن دلیلون سے واجب ہین وہ بہت سی ہین اور ادنی
مرتبہ یہ ہو کہ جب اپنا کسی طرح کا نقصان نہوتا ہو تو دوسرے کا مال ضائع ہونے سے بچا دے اور جواب
سلام کے واجب ہونے کی نسبت کر اسکا واجب ہونا اولی ہے کیونکہ سلام کے جواب نہ دینے مین
اتنی ایذا نہین ہوتی جتنی اس صورت مین ہوتی ہے بلکہ باتفاق ثابت ہو کہ جب کسی آدمی کا مال
کسی ظالم کے ظلم سے ضائع ہوتا ہو اور دوسرے کے پاس شہادت ایسی ہو کہ اگر اوسکو بیان کردے
تو حق اوسکا اوسکو ملجا وے تو اوسپر شہادت دینی واجب ہوتی ہے شہادت کو چھپائیگا تو عاصی
ہوگا اور جیسی شہادت ہو ویسی ہی اور باتین ہین جنسے دوسرے کا بھلا ہو اور اپنا کچھ نقصان نہ ہو
ہان جس صورت مین کہ مال کی حفاظت مین اوسپر کچھ مشقت یا نقصان مال اور جاہ مین ہوتا ہو تب
اوسکو ضرور نہین کہ دوسرے کے مال کی حفاظت کرے کیونکہ جیسے دوسرے کے حق کی رعایت اوسپر ہو
ویسے ہی اپنے بدن اور جاہ و مال کی منفعت کی رعایت اوسکے ذمہ ہو تو کچھ ضرور نہین کہ اپنے نفس کو
دوسرے پر فدا کرے ہان ایثار کرے تو مستحب ہو اور مسلمانون کی خاطر سختیون کا جھیلنا ثواب ہے
مگر یہ نہین کہ واجب ہو اس سے یہ نکلا کہ اگر چوپایون کے نکالنے مین کھیت کے اندر سے اوسکو مشقت
ہوتی ہو تو اس باب مین سعی لازم نہین لیکن اگر مشقت نہ پڑتی ہو صرف مالک کو خواب سے جگا دینا
یا اطلاع کرنا پڑتا ہو تو یہ اوسپر لازم ہے کیونکہ آگاہ نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا قاضی کے سامنے گواہی
کا نہ دینا پس جائز نہین کہ اوسکو ترک کرے۔ اور یہ ممکن نہین کہ اس باب مین قلت اور کثرت کا
لحاظ کیا جائے اور یون کہا جائے کہ اگر بہائم کے نکالنے مین نکالنے والے کا مثلاً ایک درم کا نقصان
ہوتا ہو اور کھیت والے کا زیادہ تو کھیت والے کی جانب کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ نکالنے والا اپنے ایک ہی درم
کی حفاظت کا اتنا مستحق ہو جتنا ہزار والا ہزار کی حفاظت کا ہے پھر کیسے کہہ سکتے ہین کہ زیادہ نقصان والے
کی جانب کو ترجیح ہوگی۔ اور جس صورت مین کہ مال کا فوت ہونا معصیت کی طریق سے ہو جیسے
غصب یا دوسرے کے غلام کو مار ڈالنا تو اسمین اگر منع کرنیوالے کو کچھ مشقت بھی پڑے تب بھی

منع کرنا واجب ہے کیونکہ مقصود حق شرع ہے اور غرض معصیت کا دور کرنا ہے اور انسان پر لازم ہے
کہ معاصی کے دور کرنے مین اپنے نفس کو مشقت مین ڈالے جیسے یہ لازم ہے کہ خود معاصی کو ترک
کرنے مین مشقت اوٹھائے اور کوئی معصیت ایسی نہین جسکے چھوڑنے مین مشقت نہو بلکہ طاعت کا تمام
نفس کی مخالفت ہے جو نہایت درجہ کی مشقت ہے پھر اوسپر یہ ضرور نہین کہ ہر طرح کی ضرر کو برداشت
کرے بلکہ اس باب مین تفصیل وہی ہے جسکو ہم محتسب کے بیان مین لکھ آئے ہین اور فقہا مین دو
مسئلون مین اختلاف ہے جو ہمارے اس مدعا کے مناسب ہین اول یہ کہ پڑی چیز کا اوٹھانا واجب ہے
یا نہین کہ یہان لقطہ تو مال ضائع ہونیوالا ہے اور اوٹھانیوالا اوسکو تلف سے روکتا ہے اور اوسکی حفاظت میں ساعی ہے
اور جواب شافی اس مسئلہ کا ہمارے نزدیک اس تفصیل سے ہے کہ اگر لقطہ ایسی جگہ مین ہو کہ اگر وہان
چھوڑ دیگا تو تلف نہوگا بلکہ جسکا ہوگا وہی اوٹھائیگا یا پڑا رہیگا مثلاً کسی مسجد یا رباط مین پڑا ہے
جہان معین آدمی آتے ہین اور سب ایماندار ہین تو اس صورت مین اوسکو اوٹھانا لازم نہین اور
اگر اوسکے ضائع ہونیکا احتمال ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اوسکی حفاظت مین مشقت ہوتی ہو مثلاً لقطہ
کوئی جانور ہو کہ اوسکا دانہ چارہ اور باندھنے کی جگہ چاہیے تب بھی اوسکو اوسکا لینا لازم نہین
اسلیے کہ پائی چیز کا لینا صرف مالک کے حق کی جہت سے ہے کہ وہ انسان ذی حرمت ہے اور لینے والا بھی
چونکہ انسان ہی ہے تو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ دوسرے کے لیے اپنے آپ وبال مین نہ پڑے جیسے
دوسرے کو اپنی خاطر مشقت مین نہ ڈالنا اوسکو لازم ہے اور اگر اتفاقاً وہ چیز سونا یا کپڑا یا اور کوئی ایسی
چیز ہو جسکی حفاظت مین کوئی مشقت اسکے سوا نہو کہ برس دن تک اوسکا ذکر کیا کرے تاکہ مالک اپنی
چیز لیجائے تو اس باب مین دو قول ہین کچھ تو یہ کہتے ہین کہ برس روز تک ذکر کرنا اور اوسکی شرطونکا
بجا لانا بڑی کلفت ہے اس صورت مین اوٹھا لینے کو آدمی پر لازم کر دینا تو ہو نہین سکتا ہان اگر
تبرعاً اوٹھا لے اور ثواب کی طلب کے لیے ذکر کرنا اپنے اوپر خود لازم کر لے تو ہو سکتا ہے اور کچھ یون
کہتے ہین کہ اسقدر مشقت حقوق مسلمانون کے لحاظ سے بہت کم ہے اسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے
گواہ قاضی کی مجلس مین جانیکی مشقت اٹھاتا ہے کہ اوسکو دوسرے شہر مین گواہی کے لیے سفر کرنا
لازم نہین بجز اسکے کہ سلوک کے طریق سے مدعی پر احسان کرے لیکن اگر قاضی کی کچہری اوس کے
پاس ہے تو جانا لازم ہے اور یہ چند قدم کی مشقت گواہی دینے اور ادائے امانت کے سامنے کچھ مشقت
شمار نہین ہوتی اور اگر کچہری شہر کے دوسرے کنارہ ہو اور دوپہر مین شدت گرمی کے وقت جانا پڑے
ایسی صورت مین البتہ تامل ہے کہ جانا لازم ہے یا نہین کیونکہ نقصان جو غیر کے حق کی حفاظت مین

آدمی کو ہوتا ہے اوسکی ایک طرف تو کمی کی ہے کہ بلا شک او تنی نقصان کی پروا نہین کیا کرتا اور ایک
کثرت کی ہے کہ بلا شبہ اوسکو اوسقدر کی برداشت لازم نہین اور ایک وسط ہے جسمین دونون طرف
کی کشاکشی ہوتی ہے اور ہمیشہ معرض شبہ اور تامل مین رہتا ہے اور یہ شبہات ویسیہ مین سو ہے
جنکا دور کرنا آدمی کی طاقت مین نہین کیونکہ کوئی وجہ ایسی نہین ہوتی جس سے اونکے اجزا ء متشابہ
کو جدا کر سکین مگر متقی آدمی ایسے محل مین اپنے نفس کا خیال رکھتا ہے اور شک کی چیز کو چھوڑ کر
یقینی کو اختیار کرتا ہے یہ امر اس قاعدہ مین نہایت تحقیق ہے

چوتھا رکن خود احتساب ہے اور اوسکے چند درجے اور کچھ آداب ہین درجے تو اس ترتیب سے ہین
کہ اول امر منکر کی علامات کا ڈھونڈھنا پھر آگاہ کرنا پھر منع کرنا پھر وعظ و نصیحت کرنا پھر گالی اور
درشتی سے پیش آنا پھر ہاتھ سے منکر کو بگاڑ دینا پھر مار پیٹ سے دھمکانا پھر زد و کوب کرنا پھر ہتھیار کھینچنا
پھر مددگار اور طرفدارون سے تقویت لینی اور جتھے اکٹھے کرنے **پہلا درجہ تعرف** کہلاتا ہے یعنی اس بات
کا جویا ہونا کہ منکر ہو رہا ہے اور یہ ممنوع ہے اسلیے کہ یہ تجسس ہے جسکو ہم بیان کر چکے ہین تو یہ نچاہیے
کہ دوسرے کے مکان میں کان لگا دین تاکہ آواز باجون کی سنے یا سونگھے تاکہ شراب کی بو معلوم ہو یا
دوسرے کے کپڑے ٹٹولے تاکہ مزامیر کا پتا پڑے اگر کپڑے کے اندر ہو یا کسی کے ہمسایون سے پوچھے کہ اسکے
گھر مین کیا ہوا کرتا ہے ہان اگر دو مرد عادل بدون اوسکے پوچھنے کے ابتداءً خبر دین کہ فلان شخص اپنے
گھر مین شراب پی رہا ہے یا شراب پینے کے واسطے رکھی ہے تو اسوقت اوسکو جائز ہے کہ اوسکے گھر مین
چلا جاوے اذن لینا اوسپر لازم نہین اور دفع منکر کے لیے دوسرے کے ملک مین چلنا ایسا ہوگا جیسا منع
کرنے مین زد و کوب سے اوسکا سر توڑنا بشرطیکہ اوسکی ضرورت ہو اور اگر دو غلامون یا ایک عادل نے
غرضکہ ایسے شخصون نے جنکی گواہی مقبول نہین منکر کی خبر دی تو ایسی صورت مین اوسکے گھر پر چڑھ جانے
کے جواز مین تامل ہے اور بہتر یہی ہے کہ نجاوے اسلیے کہ اوسکا حق ہے کہ کوئی اوسکے مکان مین
بدون اوسکی اجازت کے نجاوے اور جو حق مسلمان کا کسی چیز مین ثابت ہو جاتا ہے وہ بدون دو گواہون
کے ساقط نہین ہو سکتا اور صورت مفروضہ مین چونکہ گواہی پوری نہین تو بہتر یہی ہے کہ اوسکا حق
بھی ساقط نہو اور کہتے ہین کہ حضرت لقمان کی انگوٹھی پر یہ کندہ تھا کہ معاینہ کی ہوئی چیز کا چھپانا بہتر ہے
گمان کی چیز کے فاش کرنیسے۔ **دوسرا درجہ آگاہ کرنا** ہے کیونکہ منکر کا مرتکب کبھی ارتکاب اسیوجہ
سے کرتا ہے کہ اوسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ یہ امر منکر ہے اور جب جان لیتا ہے کہ منکر ہے تو اوسکو
ترک کرتا ہے مثلاً دیہاتی آدمی نماز پڑھتا ہے اور رکوع سجدہ اچھی طرح نہین کرتا تو یہی جانا جاتا ہے

کہ اسکو معلوم نہین کہ اسطرح پڑھنے سے نماز نہین ہوتی اور اگر وہ نماز کے ہونے ہی پر راضی ہوتا تو سرے سے نہ پڑھتا اتنی محنت وضو وغیرہ کی کیون اوٹھاتا تو اوسکو نرمی سے بدون سختی کے آگاہ کر دینا واجب ہے اور نرمی کی وجہ یہ ہے کہ آگاہ کرنیکے ضمن مین دوسرے کو جہل و حماقت کی طرف نسبت کرنا ہے اور ہمین آدمی کو ایذا ہوتی ہے اور ایسے آدمی کم ہوتے ہین کہ امور سے جاہل کہلانے پر راضی ہون خصوصاً شرع سے جاہل کہلانے پر تو اور بھی راضی نہین ہوتے اور اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ جس شخص پر غصہ غالب ہوتا ہے جب خطا اور جہل پر آگاہ کیا جاتا ہے تو کیسا بھڑکتا ہے اور حق کو جان بوجھکر کیسا انکار کرتا ہے اس ڈر سے کہ کہین جہالت کی قلعی نہ کھلجائے اور طبیعتین جہالت کے عیب چھپانیکی زیادہ حریص ہین بہ نسبت بول و براز کے مقامات کے چھپانے کے اسلیے کہ جہالت نفس کی بدصورتی اور اوسکے چہرہ کی سیاہی ہے اور اسپر لوگ جاہل کو بُرا کہتے ہین اور بول و براز کے مقامون کی بُرائی بدن کی صورت کی بُرائی ظاہر کرتی ہے اور چونکہ نفس بدن سے اشرف ہے اور اوسکا بدصورت ہونا بھی بدن کی بدصورتی سے بُرا ہے علاوہ ازین بدن کی بدصورتی پر کوئی ملامت نہین کرتا اسوجہ سے کہ بدن کی پیدایش اپنے اختیار مین نہین اور نہ اوسکی بدصورتی کا دور کرنا اور اچھی صورت بنانا اپنے اختیار مین ہے اور جہالت ایسی بدصورتی ہے کہ اوسکا دور کرنا اور علم کے حسن سے اوسکو بدل لینا اختیاری بات ہے تو اسلیے جب انسان کا جہل ظاہر ہوتا ہے تو اوسکو بڑا رنج ہوتا ہے اور علم کے سبب سے اول تو آپ ہی بہت خوش ہوتا ہے پھر جب اوسکے علم کا جمال دوسرے پر ظاہر ہوتا ہے تو زیادہ تر لذت پاتا ہے۔ اور ازانجاکہ آگاہ کرنا جہل کے عیب کو ظاہر کرنا ہے اور انجام اسکا دل کی ایذا ہے تو اسلیے اس ایذا کے دور کرنیکی تدبیر یہی ہے کہ آگاہی نرمی سے کیجائے مثلاً بھائی مذکور سے یون کہا جائے کہ بھائی آدمی پڑھا پڑھایا پیدا نہین ہوتا ہم بھی نماز کے مسائل سے جاہل تھے مگر علما نے ہمکو بتلا دیئے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے گانون مین کوئی عالم نہین یا اوسکا عالم نماز کی شرح اور توضیح سے قاصر ہے ہمکو علما نے یون سکھایا ہے کہ نماز مین رکوع اور سجدہ کے اندر اطمینان حاصل ہونا شرط ہے بدون اسکے نماز نہین ہوتی تم بھی اسکو یاد کر لو اور اسیطرح اوسکے ساتھ نرمی برتے تاکہ آگاہی بدون ایذا کے حاصل ہو کیونکہ ایذا دینا مسلمان کا حرام ہے اور ممنوع جیسے اوسکو منکر پر چھوڑ رکھنا ممنوع ہے اور ایسا عاقل کوئی نہین جو خون کو خون ہی یا پیشاب سے دھووے تو جو کوئی منکر پر سکوت کرنیکے خطرہ سے اجتناب کرکے آگاہ بھی اس طرح کریگا کہ اوس مسلمان کو ایذا ہو باوجودیکہ ایذا کی ضرورت نہو تو وہ خون کو خون سے یا پیشاب سے دھو دیگا

اور چاہیئے یون کہ پانی سے دہو دے کہ کسی طرح کا دہبا یا نجاست نرہی - اور جب دوسری کی خطا
امر دین کے سوا کسی اور بات مین ظاہر ہو تو اوسکو ردکرنا نچاہیے اسلیے کہ وہ تم سے بات کی بات
سیکہے گا اور دشمن ہوجائیگا ہان جب یہ جانو کہ وہ شخص علم کو غنیمت جانیگا تو کچہ مضائقہ نہین اور
ایسا شخص بہایت کمیاب ہی - تیسرا درجہ وعظ و نصیحت سی منع کرنیکا اور خدا تعالی کا خوف دلانی
کا ہے اور یہ اون لوگون کے لیے ہے جو منکر کو منکر جانکر اوسکے مرتکب ہون یا اوسپر اصرار کرین
جیسے کوئی شخص شراب خواری یا ظلم یا مسلمانون کی غیبت یا اور ایسی ہی بات پر مداومت کری تو اوسکو
نصیحت کرنا چاہیے اور خدا تعالی سے ڈرانا چاہیے اور اوسکے سامنے وہ حدیثین پڑہنی چاہیین
جنمین اون اعمال کے ترکب پر وعید آئی ہے اور اکابر سلف کی عادت اور متقیون کی عبادت
کا حال سنانا چاہیے اور یہ سب باتین شفقت اور نرمی سے ہون درشتی اور غصہ سی نہون بلکہ اوسپر
ترس کی نگاہ سی نظر کرنا اور اوسکی معصیت مین مبتلا ہونیکو اپنی مصیبت سمجہنا چاہیے اس لیے
کہ سب انسان مثل ایک نفس کے ہین اور یہان ایک آفت بہت بڑی ہے اوس سے بھی احتراز
ضرور ہی کہ وہ مہلک ہی یعنے عالم آگاہ کرنیکے وقت علم کی جہت سی اپنے نفس کو عزت والا اور دوسرے
کے نفس کو جہل کے سبب سی ذلیل سمجہا کرتا ہے تو عجب نہین کہ آگاہ کرنیسے اوسکا مقصود یہی ہو کہ شرف
علم سے اپنی تمیز اور امتیاز ظاہر کرے اور دوسری کو منسوب بجہالت کرنیسے ذلیل ٹہراوے تو اگر
نیت یہی ہو تو یہ برائی اوس سے بڑہکر ہوسکے دور کرنیکے درپے ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی اپنے آپکو جلاکر دوسری کو آگ سی بچالے اور یہ امر نہایت درجہ کی جہالت ہی اور اسمین لوگونکے
قدم لغزش کرجاتے ہین سخت ہولناک آفت ہی اور شیطان کا عجیب جال ہے کہ ہر کوئی اسمین
پہنس جاتا ہے مگر جسکو اللہ تعالی اپنے نفس کے عیبون پر مطلع کردیتا ہے اور نور ہدایت سی
اوسکی چشم بصیرت کہولدیتا ہے وہ البتہ اس آفت سی محفوظ رہتا ہے ورنہ غیر پر حکومت کرنے مین
دو وجہ سے بڑی لذت ہوتی ہے اول تو علم کا فخر اور دوسری حکومت اور غلبہ کا ناز کہ اسکا انجام
نمود اور طلب جاہ پر ہے اور یہ خواہش خفی ہے جسکا مقتضا شرک خفی ہوتا ہے لیکن اسکے امتحان
کی ایک کسوٹی ہے محتسب کو چاہیے کہ اوس سے اپنے نفس کا امتحان کرلے اور اس آفت سے
محفوظ رہے وہ یہ ہی کہ اوسکے نزدیک دوسرے شخص کا خود بخود منکر کو ترک کردینا یا کسی دوسرے
محتسب کے سمجہانیسے اوس برائی سے باز آنا اسکی نسبت کہ اچہا معلوم ہوتا ہو کہ میری ہی نسبت سے
روبراہ ہو لیس اپنے نفس کو دیکہے اگر حسبت کرنا اوسپر شاق اور گران ہو اور یہ چاہتا ہو کہ کسیطرح

دوسرا شخص اسکو سمجھاتا تو میں بچ جاتا تب تو حسبت کرنی چاہیے کہ اس صورت میں حسبت کا سبب دین ہی ہے اور اگر نفس میں یہ بات پاوے کہ وہ عاصی خاص میرے ہی وعظ سے منکر چھوڑے اور اپنی حسبت دوسرے کی حسبت سے محبوب جانے تو اس صورت میں وہ محتسب اپنی خواہش نفس کا تبع ہے اور حسبت کے ذریعہ سے جاہ کا حاصل کرنا اور ظاہر کرنا چاہتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور پہلے اپنے نفس پر حسبت کرے اور ایسی ہی صورت میں اوسکو وہ خطاب ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہوا تھا کہ اے ابن مریم پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر اور جب وہ نصیحت مان لے تو لوگوں کو نصیحت کر ورنہ مجھسے حیا کر۔ اور حضرت داؤد طائی رحمہ سے کسی نے کہا کہ یہ فرمایئے کہ اگر کوئی شخص ان امیرون کے پاس جاوے اور امر معروف اور نہی منکر اونکو کرے تو آپ کی کیا راے ہے آپنے فرمایا کہ مجھکو یہ ڈر ہے کہ کہیں اوسکے کوڑے نہ لگیں سائل نے کہا کہ محتسب اس بات سے قوی ہے آپنے فرمایا کہ مجھکو اوسپر تلوار کا خوف ہے اوسنے کہا کہ وہ اس سے بھی زبردست ہے آپ نے فرمایا کہ مجھکو اوسپر مرض مخفی شیخی کا ڈر ہے

چوتھا درجہ سخت وست کہنے اور الفاظ درشت بولنے کا ہے اور اسکی ضرورت اوسوقت ہے کہ نرمی سے کام نہ نکلے ورنہ جبتک نرمی سے کام نکلے سختی کی حاجت نہین بقول سعدی

چو کاری بر آید بلطف و خوشی	چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

غرض کہ جب نرمی سے منع کرنا نہ بن پڑے اور علامات اصرار ظاہر ہون اور وعظ و نصیحت سے تمسخر ہونے لگے تب سختی پر کاربند ہونا چاہیے جیسے حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا اُفٍّ لکم ولما تعبدون من دون اللہ افلا تعقلون اور ہماری غرض الفاظ درشت سے یہ نہیں کہ فحش کلے جسمین نسبت زنا یا اوسکے مقدمات کی ہو اور نہ یہ کہ جھوٹ بولے بلکہ یہ مقصود ہے کہ ایسے الفاظ سے اوسکو خطاب کرے جو فحش نہ گنے جاتے ہون جیسے یون کہنا کہ او جاہل او احمق او فاسق کیا تجھکو خوف خدا نہیں یا یون کہنا کہ او دیہاتی او مدہوش یا اور جو اسی قسم کا لفظ ہو کیونکہ جو برا کام کریگا وہ فاسق اور جاہل ہے اگر بیوقوف نہوتا تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کیون کرتا بلکہ جو صاحب کیاست نہین وہ احمق ہے اور صاحب کیاست وہ ہے جسکی کیاست کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ۔ اور اس رتبہ کے دو ادب ہیں اول یہ کہ اسکو جبھی اختیار کرے کہ نرمی سے سمجھانے سے ۔۔۔ ہوا اور درشتی ہی کی حاجت پڑے دوسرے یہ کہ سچ کے سوا کچھ نکہے اور زبان کو مطلق العنان نکرے کہ بہت سی باتین کہتا چلا جاوے جنکی ضرورت نہو بلکہ بقدر حاجت پر اکتفا کرے اور اگر

جانے کہ میرے ان کلمات درشت کے کہنے سے وہ باز نہ آئیگا تب یہ کہنا ہی نچاہیے بلکہ غصہ ظاہری اور اوسکو حقیر جاننے اور معصیت کے سبب سے بیقدر سمجھنے پر کفایت کرے اور اگر جانے کہ اوسکو اگر بہ صحبت کرونگا تو پٹونگا اور اگر تیوری چڑھاؤنگا اور نفرت ظاہر کرونگا تو نہیں پٹونگا تو اس صورت میں فقط دل سے انکار کرنا کافی نہوگا بلکہ لازم ہوگا کہ اوس سے منہ بگاڑے اور ترش روئی ظاہر کرے۔ پانچوان درجہ منکر کو ہاتھ سے بگاڑ دینے کا ہے اسطرح کہ مثلاً آلات لہو توڑ دے اور شراب کو بہا دے اور حریر کو اوسکے سر یا بدن سے اوتار لے اور حریر پر بیٹھنے نہ دے اور دوسرے کے مال پر بیٹھنے سے ہٹا دے اور مکان مغصوب میں سے پانوں پکڑکر نکال دے اور حالت جنابت میں اگر مسجد میں بیٹھا ہو تو کان پکڑکر نکال دے اور جو ایسی ہی صورتیں ہوں اور یہ درجہ بعض معصیتوں میں تو ممکن ہے اور بعض میں نہیں ہوسکتا مثلاً زبان اور دل کی معصیتوں کا ہاتھ سے بگاڑ دینا نہیں ہوسکتا اسیطرح جو معصیت کہ عاصی کے نفس پر اور اوسکے اعضاء باطنی پر منحصر ہو سب کا یہی حال ہے۔ اور اس درجہ میں دو ادب ہیں اول یہ کہ منکر کو اپنے ہاتھ سے اوسیوقت بدلے جب منکر کے مرتکب سے اوس معصیت کو بزور ترک نکرا سکے مثلاً جو شخص مکان مغصوب میں یا مسجد میں بحالت جنابت ہو تو اگر یہ ممکن ہو کہ دباؤ سے وہ خود چلا جائے تو اوسکو دھکا دینا اور گھسیٹنا نچاہیے اسی طرح جبتک یہ ممکن ہو کہ دباؤ سے مجرم خود شراب گرادے اور آلات لہو توڑ ڈالے اور حریر کی سیون اودھیڑ دے تب تک محتسب کو یہ باتیں اپنے ہاتھ سے نکرنی چاہئیں اسلیے کہ توڑنے کی حد پر مطلع ہونے میں گو نہ دشواری ہے تو جب اپنے آپ سے نہ کریگا تو اس باب میں اجتہاد کرنے سے بچا رہیگا اور مجرم کے خود توڑنے کی اس بازپرس نہوگی۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ بگاڑنے میں مقدار حاجت پر کفایت کرے زائد از ضرورت کو روا نہ رکھے مثلاً باہر نکالنے میں مجرم کی ڈاڑھی یا پانوں پکڑکر نہ گھسیٹے جس صورت میں کہ ہاتھ پکڑکر نکال سکتا ہو اسلیے کہ اس باب میں زیادتی ایذا کی کچھ ضرورت نہیں یا حریر کے کپڑے کو اگر دیکھے تو اوسکو چیر نہ ڈالے بلکہ اوسکی سیونیں اودھیڑ دے اور آلات لہو کو جلا دے نہیں بلکہ ایسی طرح توڑ دے کہ اوس کام کے نہ رہیں اور توڑنے کی حد یہ ہے کہ اونکی مرمت میں اوسیقدر مشقت پڑے جسقدر نیا بنانے میں ابتداءً ہوتی ہے اور صلیب جو نصاریٰ ظاہر کریں اوسکو بھی جلانا نچاہیے توڑ دینا کافی ہے۔ اور شراب کے بہانے میں اگر کوئی تدبیر برتنوں کے بچاؤ کی ہو تو برتن نہ توڑے اور اگر اسکے سوا اور کچھ نہ بن پڑے کہ پتھر مارکر برتنوں کو توڑ ڈالا جاوے تو اوسکو پتھر مارنا درست ہے اور برتنوں کی قیمت شراب کے سبب سے ساقط ہوگئی کیونکہ شراب کے بہانے میں وہی حائل تھے

اگر شراب خوار یا الغرض اپنے بدن سے شراب چھپاتا تو ہمکو شراب گرانیکے لیے اوسکے بدن کو زخمی کرنا پڑ
تو برتن کیا اوسکے نفس سے بڑھکر نہیں کہ اوسکی قیمت ساقط نہو اور اگر شراب تنگ منہ کی شیشون میں بند
ہو اور اگر ہر ایک کو بہاتا ہے تو دیر زیادہ لگتی ہے اور اس عرصہ میں بدکار اوسکو پکڑ پائینگے اور پھر
بہانے نہ دینگے تو اوسکو جائز ہے کہ شیشے توڑ ڈالے کیونکہ یہ عذر ہے اور اگر کچھ کا تو نہیں کہ بدکار پکڑ پاوینگے
مگر اونکے بہانے میں دیر کے ہونے سے اوسکے اپنے کامون میں حرج ہوتا ہو تو اس صورت میں بھی اوسکو
توڑ ڈالنا شیشون کا درست ہے کیونکہ اسپر یہ واجب نہیں ہے کہ اپنے بدن کا نفع اور دوسری کام شراب کے
برتنون کے خاطر تلف کردے اور جس صورت میں کہ شراب کا بہانا بدون برتن توڑنیکے ممکن تھا اگر اوسکے
بلا عذر اونکو توڑ ڈالا تو اوسپر تاوان آویگا یعنے صرف برتنون کی قیمت دینی پڑیگی - اب اگر یہ کہو کہ
برتنون کا توڑنا تنبیہ اور زجر کے لیے درست کیون نہوا اسی طرح مکان مغصوب میں سے پانو پکڑ کر گھسیٹنا
کیون جائز نہیں ہے حالانکہ تو زجر میں زیادہ تر مبالغہ کی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ زجر آیندہ کے لیے
ہوتا ہے اور سزا گذشتہ پر ہوا کرتی ہے اور فی الحال کے منکر سے ہٹانا اور دفع کرنا ہوتا ہے تو
رعیت کو لوگون کو بجز دفع کے اور کوئی اختیار نہیں ہے یعنے اگر منکر موجود پاوین تو اوسکو معدوم کر دین
اور منکر کے معدوم کرنیکے سوا جو بات زائد کرینگے وہ یا تو جرم سابق کی سزا ہوگی یا آیندہ کو جرم سے
زجر ہوگا اور سزا اور زجر حاکمون کا کام ہے نہ رعیت کا اور حاکم اگر مصلحت ان امور میں دیکھے
تو اوسکو انکے کرنے کا اختیار ہے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ حاکم کو جائز ہے کہ برتنون کو زجر کرنیکے لیے
توڑنے کا حکم دیوے اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں زجر کی تاکید کو ہوئی تھی
اور اوسکا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہاں یہ البتہ ہے کہ اوسوقت حاجت زجر کی اور عادت بد کو چھڑوانے
کی سخت تھی تو اب بھی اگر حاکم اپنے اجتہاد سے ویسی ہی حاجت دیکھے تو اوسکو بھی ویسا ہی
کرنا جائز ہے اور چونکہ اسمین اجتہاد دقیق کا کام پڑتا ہے اسلیے زجر اور سزا رعیت کو اختیار میں نہیں
کی گئی - اب اگر یہ کہو کہ جس صورت میں رعیت کو ایسا اختیار نہیں تو بادشاہ کو جائز ہونا چاہیے
کہ لوگون کو معاصی سے زجر کرنے کیلیے اونکے مال تلف کر ڈالے اور جن مکانون میں وہ شراب
پیتے ہیں یا اور معصیت کرتے ہیں اونکو اجاڑ دے اور جو اموال کہ ذریعہ معاصی ہون اونکو بھی نکلوادے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر چند زجر کے شریعت میں وارد ہونے کی جہت سے اسطرح کا زجر خارج از مصلحت
تو نہیں مگر ہم مصلحتون کو اپنی طرف سے ایجاد نہیں کرتے بلکہ اونمین اتباع پہلے لوگون کا کرتے ہیں
اور شدت حاجت کے وقت شراب کے برتنون کا توڑنا ثابت ہوا اور بعد اوسکے شدت حاجت نہیں

نہ توڑنا پہلے حکم کا ناسخ نہین بلکہ حکم علت کے جاتے رہنے سے جاتا رہیگا اور جب علت موجود ہوگی حکم بھی
پھر آ جاویگا اور ہمنے امام کے لیے جو اسکو جائز رکھا تو اتباع ہی کی جہت سے ہے اور رعیت کے لوگون کو اسلیے
منع کیا کہ اسمین اجتہاد کی وجہ پوشیدہ ہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر اول شراب بہا دیجاوے تو اوسکے بعد
اوسکے برتنون کا توڑنا جائز نہین کیونکہ اونکا توڑنا صرف شراب کی تبعیت سے ہے اور جب وہ شراب
سے خالی ہین تو اونکا توڑنا مال کا تلف کرنا ہے لیکن اگر شراب مین ایسے ہون کہ اوسکے سوا اور کسی
قابل نہون تب البتہ توڑنے کا مضائقہ نہین کیونکہ فعل توڑنے کا جو قرن اول سے منقول ہے اوسکی
دو وجہین تھین اول تو زجر کی حاجت شدید ہوئی دوسرے برتنون کا شراب کے تابع ہونا جنمین وہ
بھری ہوئی تھی تو توڑنے مین ان دونون باتون کی تاثیر ہے اور یہ نہین ہو سکتا کہ ایک کو یا دونو کو
حذف کر دیا جاوے اور دو وجہون کے سوا تیسری وجہ یہ ہے کہ اوس فعل کا صدور صاحب امر کی راے
سے ہوا اسلیے کہ اوسکو معلوم رہتا ہے کہ زجر کی حاجت کہانتک ہوتی ہے اور یہ وجہ بھی قابل لغو کرنیکے
نہین پس ان دقائق فقہیہ کو پہچاننے کی محتسب کو قطعاً ضرورت پڑتی ہے چھٹا درجہ دھمکانا اور
ڈرانا ہے جیسے یون کہے کہ اس کام کو ترک کر ورنہ تیرا سر توڑ دونگا یا دھول لگا دونگا یا کسی سے پٹواونگا
یا اور اسی طرح کے الفاظ اور چاہیے کہ واقعی زد و کوب ہی ان الفاظ سے بشرط امکان پہلے کہہ یا کرے
اور اس درجہ مین ادب یہ ہے کہ جس بات کو کر نسکے اوس سے دھمکا دینا بھی نہین مثلاً یون کہنا کہ تیرا
مکان لوٹ لونگا یا تیرے لڑکے کو پیٹونگا یا تیری بی بی کو قید کر لونگا اور جو باتین اسکی مثل ہون بلکہ
ایسے الفاظ اگر پختہ ارادہ سے کہیگا تب تو حرام ہین اور بدون پختہ ارادہ کے جھوٹ ہین ہان اگر عاصی
ان دھمکیون کو کچھ نہ سمجھے تو ایسی باتون پر اوس درجہ تک پختہ ارادہ کرنا چاہیے جہانتک کہ مقتضاے حال
اور مصلحت وقت ہو اور محتسب کو جائز ہے کہ جتنا اوسکا قصد باطن مین ہو وعید مین اوس سے کچھ بڑہا کر
کہے بشرطیکہ یہ جانے کہ اصلاح کا وعید اوس جرم کی جڑ کھود یگا اور مجرم کو قرار واقعی روک یگا اور یہ زیادہ
کہنا اوس جھوٹ مین نہین جو ممنوع ہے بلکہ ایسی باتون مین مبالغہ کا دستور ہے اور اس مبالغہ کو
ایسا جانو جیسا کوئی شخص دو آدمیون مین صلح کرانیکو مبالغہ سے کچھ کہدے یا دو سوتون سے اونکی سی بات
مبالغہ کے طور پر کہدے اور اسقدر مبالغہ کی اجازت ہے کیونکہ حاجت پڑتی ہے اور یہ صورت بھی
ویسی ہی ہے کیونکہ محتسب کا قصد بھی مجرم کی اصلاح کا ہے۔ اور اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے بعض
لوگون نے کہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ایسی چیز کا وعید فرماوے جسکو کرے نہین تو کچھ قباحت نہین
اسلیے کہ عذاب کے وعدہ کو پورا نکرنا کرم ہے ہان قباحت اسمین ہے کہ وہ وعدہ کرے ایسی چیز کا

جسکو نکرے اور یہ قول ہماری نزدیک پسند نہین اسلیے کہ کلام الٰہی قدیم ہے اوسمین خلاف کو دخل نہین
خواہ وعدہ ہو یا وعید البتہ یہ بات بندون کے حق مین ہوسکتی ہے اور صحیح بھی ہے کیونکہ وعید مین خلاف
کرنا کچھ حرام نہین - ساتوان درجہ ہاتہ اور پاون وغیرہ سے زد وکوب کرنیکا ہے بدون ہتھیار نکالنے کے
اور بشرط ضرورت یہ امر رعیت کے لوگون کو بھی درست ہے اور بقدر حاجت پر اکتفا کیا جائے یعنے جب منکر
دفع ہوجائے تو مار پیٹ سے ہاتہ روکنا چاہیے اور اسکی مثال ایسی سمجھو جیسے مدعا علیہ پر حق ثابت ہوجاتا ہے
تو قاضی ادای حق تک اوسکو قید رکھتا ہے اگر وہ نادہندگی پر اصرار کرتا ہے اور قاضی کو معلوم ہوجاتا ہے
کہ یہ حق کے ادا پر قادر ہے مگر عناد اور ہٹ دھرمی سے نہین دیتا تو اوسکو اختیار ہے کہ بتدریج بقدر حاجت
اوسکو پٹوا کر حق دلوادے اسی طرح محتسب بھی جتنی مار کی ضرورت جانے اوس سے زیادہ نہ بڑھے اور اگر
محتسب کو ضرورت ہتھیار کشی کی پڑے اور ہتھیار کشی اور زخم رسانی سے منکر کو دفع کرسکتا ہو تو اوسکو جائز ہے
کہ ایسا کرے بشرطیکہ کوئی فتنہ برپا نہو مثلاً ایک فاسق کسی عورت کو پکڑے ہوئے ہے یا مزمار بجا رہا ہے اور
اوسکے اور محتسب کے درمیان مین نہر حائل یا کوئی دیوار و خندق مانع ہے تو محتسب اپنی بندوق لیکر کہے
کہ اسکو چھوڑ دے ورنہ گولی مارتا ہون اگر وہ نہ چھوڑے تو جائز ہے کہ اوسکے گولی مارے مگر چاہیے کہ پنڈلی
اور ران پر مارے ایسی جگہ نہ مارے جس سے وہ مر ہی جائے بلکہ تدریج کا لحاظ اسمین بھی ہے اسیطرح
تلوار کا موقع ہو تو تلوار کو سونت کر اوس سے کہے کہ اس منکر کو ترک کر ورنہ ایک ہاتہ لگاتا ہون تو یہ سب
باتین منکر کے دفع ہونیکی ہین اور اوسکا دفع کرنا جسطرح سے ممکن ہو واجب ہے اسمین یہ فرق نہین کہ وہ
منکر خاص اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہو یا آدمیون کے حق سے اور فرقہ معتزلہ کا قول یہ ہے کہ جو چیز
آدمیون سے علاقہ نہ رکھے اوسمین حسبت نہین بجز تقریر زبانی یا زد وکوب کے اور یہ بھی امام کو جائز ہے
نہ رعیت کے لوگون کو - آٹھوان درجہ یہ ہے کہ محتسب خود ہتھیار کھینچنے پر قادر نہو اور اسبات کا محتاج ہو
کہ کچھ طرفدار جمع ہوکر ایسا کرین اور عجب نہین کہ فاسق بھی اپنے مددگارون سے کمک مانگے اور انجام یہ
ہو کہ دو طرفہ سے صف کشی ہوکر آپسمین کشت وخون کرین تو اس درجہ مین اختلاف ہے کہ یہ بھی امام
کے اذن کا محتاج ہے یا نہین بعض کا قول تو یہ ہے کہ رعیت کے لوگ اسکے لیے مستقل نہین ہوسکتے
اسلیے کہ اس سے انجام فتنون کی تحریک اور فساد کا جوش مارنا اور شہرون کا خراب ہونا ہے اور بعضون
نے کہا ہے کہ امام کے اذن کی حاجت نہین اور قرین قیاس یہی قول اخیر ہے کیونکہ جس صورت مین
رعیت کے لوگون کو امر بالمعروف کا اول درجہ یعنے تعریف اور دوم درجہ یعنے وعظ و نصیحت جائز ہے
تو چونکہ اول درجہ دوم کی طرف کھینچتا ہے اور دوم سوم کی طرف تو آخر کو ضرور نوبت مار پٹائی کی

ہوگی اور آپس مین مارکوٹ اپنے اپنے طرفدارون سے مدد لینے کو چاہتی ہے تو امر بالمعروف سے جو کچھ ہونا ہو اوسکی پروا نکرنی چاہیے کیونکہ غایت اوسکی یہی ہے کہ اسد تعالی کی رضا مین اوسکی نافرمانیون کے دور کرنیکے لیے لشکر جمع کرنا ہوگا تو اسمین کیا قباحت ہے جیسے ہم جائز کہتے ہین کہ غازی خود جمع ہو کر کفر کی بیخ کنی کے لیے کفار کے جس فرقہ سے چاہین لڑائی کرین اسی طرح اہل فساد کی بیخ کنی بھی جائز ہے اسواسطے کہ مناسبت ہر طرح سے ہے یعنے کافر کے مار ڈالنے کا غم نہین اور مسلمان اگر مارا جاویگا تو شہید ہے اسیطرح فاسق جو اپنے فسق کی حمایت کے لیے لڑتا ہے اوسکے مار ڈالنے کا کچھ مضائقہ نہین اور محتسب جو حق پر ہو ظلماً مارا جاویگا تو شہید ہوگا - حاصل یہ کہ حسبت مین اس درجہ تک نوبت پہونچنی تو نہایت کمتر و نایاب ہے اسلیے اوسکے واسطے قیاس کا قانون بدلا جائیگا بلکہ یون کہا جائیگا کہ جو شخص دفع منکر پر قادر ہو اوسکو چاہیے کہ منکر کو اپنے ہاتھ سے دور کرے خواہ ہتھیار سے اور خود دور کرے یا مددگارون کے زور سے تو غرض اس مسئلہ مین وہی احتمال ہونگے جو ہمنے ذکر کیے ہین - یہ حسبت کے درجات تھے جو بیان ہوئے اب ہم حسبت آداب ذکر کرتے ہین -

محتسب کے آداب کا بیان آداب کی تفصیل تو ہم ہر ایک ادب کے ذیل مین لکھتے آئے ہین مگر اب اونکو ایک جا اور اونکا منشا لکھتے ہین - واضح ہو کہ محتسب کے سب آدابون کا منشا تین خصلتین ہین محتسب کے اندر ایک علم دوسرے ورع تیسرے حسن خلق علم اسلیے کہ حسبت کے مقامات اور حدود اور موانع کو جانے تاکہ حد شریعت پر اوس باب مین اکتفا کرے - اور ورع اسلیے تاکہ جو کچھ اوسکو معلوم ہوا ہے اوسکی مخالفت نکرے کیونکہ ہر ایک عالم اپنے علم کے بموجب عمل نہین کیا کرتا بلکہ اکثر جانتا ہے کہ مین حسبت مین اوس حد سے بڑھا ہوا ہون جسکی شریعت سے اجازت ہے اور سراسر میری زیادتی ہے مگر پھر کسی غرض کے لیے حسبت کرتا ہے تو ورع کے ہونے سے یہ بات نہ ہوگی محتسب کو ایسا ہونا چاہیے کہ اوسکی تقریر نصیحت مقبول ہو کیونکہ فاسق اگر حسبت کرتا ہے تو لوگ اوسپر ہنستے ہین اور بیہودہ بات اوسپر گستاخی بھی کرتے ہین - اور حسن خلق اسلیے کہ اوسکے باعث سے ملائمت اور نرمی اختیار کرے جو اسباب مین اصل ہے اور علم اور ورع اسمین کافی نہین کیونکہ جب غصہ جوش کرتا ہے تو صرف علم اور ورع اوسکی بیخ کنی مین کافی نہین ہوتے جبتک کہ طبیعت مین حسن خلق نہو اور واقعی ورع کامل جبھی ہوتا ہے کہ اوسکے ساتھ حسن خلق اور ضبط شہوات و غضب کی قدرت ہو اور محتسب ایسے ہی ضبط سے دیندار اور حمایتی اللہ تعالی کے دین کا ہوگا ورنہ جب کوئی آفت گالی یا مار کی اوسکی آبرو یا جان و مال پر پڑیگی حسبت کو بھول اور دین الہی سے غافل ہو اپنی

جان کی فکر مین مشغول ہو گا بلکہ بعض اوقات ابتداءً حسبت اسلیے کرتا ہے کہ نام اور جاہ حاصل ہو — غرضکہ ان تین صفتون کی باعث حسبت ثواب ہوتی ہے اور اوسی سے منکر بھی دور ہوتا ہے اور اگر یہ صفتین نہین ہوتین تو منکر بھی نہین ٹلتا بلکہ عجب نہین کہ کسی صورت مین خود حسبت ہی منکر حد شریعت سے گذر جاے — اور ان آداب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد دلالت کرتا ہے کہ امر معروف اور نہی منکر وہی کرے جو نرمی برتے امر کرنے مین اور نرمی برتے منع کرنے مین بردبار ہو امر کرنے مین بردبار ہو نہی کرنے مین فہیم ہو امر کرنے مین فہیم ہو منع کرنے مین — اور اس سے معلوم ہوا کہ مطلق فہیم ہونا شرط نہین بلکہ امر و نہی کرنے مین فہیم ہونا شرط ہے اور یہی حال بردباری کا ہے — اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ جب تم اون لوگون مین سے ہو جو امر بالمعروف کرین تو اول سب سے زیادہ معروف کو تم اختیار کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤگے چنانچہ کسینے کہا ہے

قطعہ دوسرونکو کرے طعن ایسے کامون پر — کہ جنکے فعل مین خود ہووے مبتلا انسان
کہ جو کوئی کرے اک چیز کو برا اکثر — تو عقل سے اوسے بہرہ نہین وہ ہے نادان

اور ہماری اس سے یہ مراد نہین کہ فسق کے سبب سے امر بالمعروف منع ہو جاتا ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ فاسق کے کہنے کا اثر اوسکے فسق ظاہر ہونیسے لوگون کے دلون پر نہین ہوتا ورنہ امر بالمعروف مین یہ ضرور نہین کہ سب معاصی سے اجتناب کرے تو امر بالمعروف کرے اسلیے کہ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت مین عرض کیا کہ کیا ہم امر بالمعروف نکرین جبتک سب اچھی باتون پر خود عامل نہولین اور بری بات سے منع نکرین جب تک سب برائیون سے اجتناب نکرلین آپنے فرمایا نہین بلکہ امر بالمعروف کرو گو سب معروف پہ خود عمل نکرو اور منکر سے نہی کرو گو سب منکرات سے خود اجتناب نکرو — اور بعض اکابر سلف نے اپنے بیٹون کو وصیت کی کہ جب تم مین سے کوئی امر بالمعروف کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اپنے دل مین صبر کرنا ٹھان لے اور اللہ تعالی کے ثواب پر وثوق کرے کہ جو کوئی ثواب الہی پر وثوق کرتا ہے اوسکو ایذا کی تکلیف نہین معلوم ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ منجملہ آداب حسبت کے صبر کرنا بھی ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے امر بالمعروف کے پاس ہی صبر کو ذکر فرمایا چنانچہ حضرت لقمان کا قول اسطرح نقل فرمایا یَا بُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ — اور ایک ادب یہ ہے کہ علائق دنیاوی کم کر دے تاکہ حسبت مین بہت خوف نہو اور خلق سے طمع منقطع کر دے تاکہ مداہنت کا مضمون باقی نرہے جیسے کسی بزرگ کا حال لکھا ہے کہ اونکے یہان ایک بلی تھی

اور اوسکے لیے اپنے ہمسایہ کے قصائی سے ہر روز کچھ چھیچھڑے لیا کرتے تھے ایک روز اوس قصائی کوئی منکر دیکھا تو گھر میں جاکر اول بلی کو نکال آئے پھر اوس قصائی کو اوس برائی سے منع کیا اوسنے کہا کہ اب آیندہ کو آپ کی بلی کے لیے کچھ نہ دونگا اونھون نے فرمایا کہ مین نے تجھپر حسبت جبھی کی ہے کہ بلی کو نکال چکا ہون اور تجھسے طمع قطع کر دی ہے اور حقیقت مین اونکا قول ٹھیک ہے کیونکہ جو شخص خلق سے طمع منقطع نکریگا اوس سے حسبت نہو سکیگی اور جسکو یہ طمع ہو کہ لوگون کے دل میری طرف سے اچھے رہین اور میری تعریف مین سب کے سب رطب اللسان ہون تو اوس سے کیسے حسبت بن سکیگی حضرت کعب جبار نے ابو مسلم خولانی سے پوچھا کہ تمہاری منزلت تمہاری قوم میں کیسے ہے اونھون نے کہا اچھی ہے آپنے فرمایا کہ توریت تو یون کہتی ہے کہ جب آدمی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے تو اوسکی منزلت اوسکی قوم مین بری ہوتی ہے ابو مسلم نے جواب دیا کہ توریت سچ کہتی ہے اور ابو مسلم جھوٹ کہتا ہے۔ اور حسبت مین نرمی برتنے کی وجہ یہ وہ قصہ دلالت کرتا ہے جس سے مامون نے استدلال کیا تھا یعنے جب ایک واعظ نے اوسکو نصیحت کی اور کلام درشت کہا تو مامون نے کہا کہ میاں صاحب نرمی سے گفتگو کرو دیکھو تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو تم سے بہتر تھے فرعون کے پاس بھیجا جو مجھسے بدتر تھا مگر اونکو نرمی کے لیے ارشاد کیا اور یہ فرمایا فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ پس محتسب کو نرمی کے باب مین انبیا علیہم السلام کی پیروی چاہیے چنانچہ حضرت ابو امامہ راوی ہین کہ ایک جوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجکو زنا کی اجازت دیتے ہین لوگون نے اوسکو للکارا آپ نے فرمایا کہ اوسکو ٹھہرنے دو پھر فرمایا کہ قریب آ وہ قریب ہوا حتی کہ آپکے سامنے بیٹھ گیا آپنے فرمایا کہ بھلا زنا کو تو اپنی ماں کے لیے پسند کریگا اوسنے عرض کیا کہ نہین خدا تعالیٰ مجکو آپ پر قربان کرے آپ نے فرمایا کہ مردون کا یہی کام ہے کہ زنا اپنی ماں کے لیے پسند نہین کرتے بھلا تو اپنی بیٹی کیواسطے اوسکو پسند کریگا اوسنے کہا نہین خدا تعالیٰ مجکو آپ پر فدا کرے آپ نے فرمایا کہ مرد ایسے ہی ہوتے ہین کہ زنا کو اپنی بیٹیون کے لیے نہین پسند کرتے بھلا تو اپنی بہن کیواسطے پسند کریگا اور ابن عوف نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ آپنے پھوپھی اور خالہ کا اسی طرح ذکر فرمایا اور وہ ہر ایک کے باب مین وہی جواب دیتا تھا جو اوپر گذرا اور آپ ہر بار فرماتے تھے کہ مرد ایسے ہی ہوتے ہین کہ زنا کو پسند نہین کرتے اور ابن عوف اور راوی اما دونون نے متفق بیان کیا کہ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اوس جوان کے سینہ پر رکھا اور فرمایا کہ الٰہی تو اسکا دل صاف کر اور اسکا گناہ معاف کر اور اسکی شرمگاہ کو محفوظ رکھ

راوی کہتا ہے کہ پھر کوئی چیز اوس شخص کے نزدیک زنا سے بُری نتھی۔ اور فضیل بن عیاس رح سے پوچھا گیا کہ سفیان بن عیینہ رح سلطان سے انعام قبول فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے حق سے توکم ہی لیتے ہین پھر سفیان بن عیینہ کو علیحدہ لیگئے اور زجر و ملامت کی اور ایک روایت مین ہے کہ اونھون نے یون کہا کہ اے گروہ علما تم شہرون کے چراغ تھے جنسے لوگ نور حاصل کرتے تھے اب تم تاریکی ظلمت بن گئے تم ستارہ تھے جنسے لوگون کو ہدایت تھی اب تم باعث حیرت ہوگئے پھر کوئی شرم نہین کرتا کہ ان امرا کا مال لیتا ہے اور تمکو معلوم ہے کہ یہ مال اونکے پاس کہان سے آتا ہے پھر اپنی کمر تکیہ سے لگا کر کہتا ہے کہ حدثنی فلان عن فلان سفیان رح نے سر اوٹھا کر باہ باہ کہا اور یہ بیان کیا کہ بخدا اے ابو علی اگر ہم نیکبختون مین نہین تو اونسے محبت ضرور رکھتے ہین۔ اور حماد بن سلمہ کہتے ہین کہ صلہ بن اشیم رح کے پاس کوئی شخص گذرا جسکا پاجامہ نیچے لٹکا ہوا تھا اونکے مریدون نے چاہا کہ اوسکے ساتھ سختی پیش آئین آپ نے فرمایا کہ یہ کام میرے سپرد کرو مین تمکو اس تردد سے بچا دونگا آپ نے اوسکے قریب جا کر فرمایا کہ بھتیجے مجکو تمسے کچھ مطلب ہے اوسنے کہا کہ چچا جان وہ کیا ہے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ تم اپنا پاجامہ ذرا اونچا کر لو اوسنے کہا بہت بہتر اور فوراً اونچا کر لیا۔ پھر آپ نے اپنے مریدون سے کہا کہ اگر تم اسکے ساتھ سخت گیری کرتے تو یہ انکار کر دیتا اور تمکو بُرا بھلا کہتا اور محمد بن زکریا غلابی کہتے ہین ایک رات عبد اللہ بن محمد بن عائشہ کے پاس گیا وہ مغرب پڑھکر اپنے مکان کو آتے تھے دیکھا تو اثناء راہ مین ایک قریش کا گبرو متوالا کھڑا ہے ایک عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا اور وہ فریاد چاہتی لوگ جمع ہو کر اوس جوان کو مارنے لگے ابن عائشہ نے اوسکو دیکھکر پہچان لیا اور لوگون سے کہا کہ میرے بھتیجے کے پاس سے علیحدہ ہو پھر اوسکو اپنے پاس بلایا وہ شرما کر پاس آیا آپنے اوسکو چھاتی سے لگایا اور کہا کہ میرے ساتھ چل یہان تک کہ اپنے مکان مین لیگئے اور کسی خادم سے کہدیا کہ اسکو اپنے پاس سولاے جب اسکا نشہ اوترے تو جو حرکت اس سے ہوئی ہے اوس پر اسکو آگاہ کرنا اور جانے مت دینا جبتک کہ میرے پاس نہ لاوے پس جسوقت اوس شخص کا نشہ اوترا تو اوس خادم نے اوسکا حال اوس سے بیان کیا وہ سُنکر بہت شرمایا اور رو یا اور قصد جانیکا کیا خادم نے کہا کہ اونھون نے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس لانا غرض اونکے پاس لیگیا آپنے اوسکو فرمایا کہ کیا تجکو سے شرم نہ آئی اپنی شرافت کا ننگ نکیا تجھے معلوم نہین کہ تو کسکا لڑکا ہے خدا سے ڈر اور جس حال مین بتلا ہے اوس سے نکل یہ کہ وہ شخص گردن نیچے ڈالے روتا رہا پھر سر اوٹھا کر کہا کہ مین نے اللہ تعالی سے وہ عہد کیا ہے کہ اوسکی پرسش مجھسے قیامت مین ہوگی کہ اب مین کبھی نبیذ نہ پیونگا اور نہ اون باتون کے گرد پھرونگا

جنکا مین مرتکب تھا اور مین نے توبہ کی آپ نے اوسکو پاس بلاکر سر پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ شاباش
بیٹا یون ہی چاہیے سو جو شخص آپکے ساتھ رہتا اور حدیث آپ سے لکھا کرتا اور یہ نرمی ہی کی کرامت
سے ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ لوگ امر بالمعروف کرتے ہین مگر اونکا معروف منکر ہوتا ہے تو تمکو لازم ہے
کہ سب باتون مین نرمی پر کاربند ہو جو چاہو گے وہ مطلب حاصل ہو گا - اور فتح بن شخرف کہتے ہین
کہ ایک شخص نے ایک عورت کا راستہ روک اوسکو پکڑ لیا اور اوسکے ہاتھ مین چھری تھی جو کوئی
اوسکے پاس جاتا تھا اوسکو زخمی کر دیتا تھا اور آدمی زبردست تھا ہر کوئی اوسکے پاس بھی نہین جاتا تھا
اور عورت اوسکے ہاتھ سے واویلا کرتی تھی اور لوگ جمع تھے کہ اتنے مین بشر بن حارث کا گذر ہوا تو
آپنے اوسکے شانہ سے اپنا شانہ رگڑا وہ شخص زمین پر گر پڑا آپ وہان سے چلدیے اور وہ عورت
بھی صحیح سالم چلی گئی لوگون نے جا اوس شخص کو قریب جاکر دیکھا تو معلوم کیا کہ وہ پسینے مین تر ہے
اوس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے کہا کہ مین اور کچھ نہین جانتا مگر ایک پیرمرد نے مجھ سے قریب آکر
یہ فرمایا کہ خدا تعالی تجکو اور تیرے اعمال کو دیکھتا ہے اسکے سننے سے میرے پانو ضعیف ہو گئے اور
مجکو نہایت اوس شخص کی ہیبت چڑھی مجھے یہ خبر نہین کہ وہ کون تھا لوگون نے کہا کہ وہ بشر بن حارث
تھے اوسنے کہا کہ ہائے خرابی اب وہ مجکو کس نگاہ سے دیکھین گے اور اوسکو اوسی روز بخار چڑھا
اور ساتوین روز مر گیا - حاصل یہ کہ حسبت کے باب مین دیندارون کی عادت اسطرح تھی اور باب آداب
کے اندر ذیل مین حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے بہت اخبار و آثار اس باب مین نقل کیے ہین اب
دوبارہ خوف طول کلام سے نہین لکھتے پس حسبت کو درجات و آداب مین نظر کامل اسطرح چاہیے واللہ الموفق

تیسری فصل اون منکرات کے ذکر مین جنکی عادت ہو رہی ہے

اونکو ہم مجملاً بیان کرتے ہین تاکہ اونکے
بیان سے اون جیسے اور منکرات کو اونپر قیاس کر لیا جائے کیونکہ اونکا حصر اور استقصا ممکن نہین
اول یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ منکرات دو قسم ہین ایک مکروہ دوسرے ممنوع تو جب ہم کہین کہ یہ چیز
منکر مکروہ ہے تو جان لینا چاہیے کہ اوس سے منع کرنا مستحب ہے اور اوسپر خاموش رہنا مکروہ ہے حرام
نہین ہان جب فاعل اوسکا مکروہ ہونا نجانتا ہو تو اوسکے مکروہ ہونیکو اوسکے سامنے ذکر کر دینا
واجب ہے اسلیے کہ مکروہ ہونا بھی ایک شریعت کا حکم ہے جو اوسکو نجانتا ہو اوسکو اوس حکم کا پہونچا دینا
واجب ہے اور جب ہم یہ کہین کہ فلان منکر محظور ہے یا صرف منکر بولین تو اوس سے ہماری یہی غرض
ہوگی کہ وہ ممنوع ہے اور اوسپر خاموش رہنا باوجود قدرت کے ممنوع ہوگا - اب اس قسم کی منکرات
ساجد مین دیکھی جاتی ہین اور بازارون مین اور راستون پر اور دوسرے مقامات مین جنکو ہم جدا جدا بیان کرتے ہین

منکرات مساجد یہ ہین اول رکوع اور سجدہ وین اطمینان نکرنیسے نماز کو خراب کرنا اور یہ منکرات
نص حدیث سی نماز کو باطل کرتا ہے تو اوس سے منع کرنا واجب ہی مگر حنفی کے نزدیک جو یہ عقیدہ
رکھتا ہے کہ ترک اطمینان صحت نماز کا مانع نہین کیونکہ اس عقیدہ کے ساتھ ہین منع کرنا کیا مفید ہو
اور جو دوسرے کو نماز ہین خرابی کرتے دیکھے اور چپ ہو رہے تو وہ اوسکا شریک ہوگا ایسا ہی اثر یون ہی
وارد ہے اور حدیث سی بھی یہ بات پائی جاتی ہے کیونکہ غیبت کے باب ہین وارد ہوا ہے کہ سننے والا کہنے والے
کا شریک ہوتا ہے اسی طرح جو بات کہ صحت نماز کی مخل ہو مثلاً کپڑے پر نجاست کا ہونا جو نمازی کو معلوم
نہین یا تاریکی یا نابینائی کی وجہ سی قبلہ سے انحراف کرنا وغیرہ کہ ان سب ہین حسبت واجب ہے
دوم قرآن مجید کو غلط پڑھنا کہ اوس سے ممانعت واجب ہی اور صحیح کا سکھلا دینا بھی واجب ہے
پس اگر کوئی شخص مسجد ہین معتکف ہو کر ایسے ہی امور ہین اپنی اوقات صرف کرتا ہے اور اسکے
سبب سی ذکر اور نماز نفل نہین پڑھتا تو اوسکو انہین منکرات کی منع کرنے ہین مصروف رہنا چاہیے
کہ ذکر اور نفل کی نسبت کریہ افضل ہین اسلیے کہ یہ ایسی عبادت ہی جسکا فائدہ دوسرے کو پہونچتا ہے اور
واجب بھی ہے بخلاف نفل و ذکر کے کہ اونکا فائدہ خاص اوسی پر منحصر ہے۔ اور اگر ان سے ممانعت
کرنیمین مثلاً کتابت یا اور کوئی فکر معیشت نہین کرسکتا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اوسکے پاس مقدار کفایت
موجود ہو تب تو اوسکو ممانعت منکر ہین مشغول ہونا لازم ہے اور ترک حسبت دنیا کی زوائد چیزون
کی طلب کے سبب جائز نہو گی اور اگر اوسکو حاجت اوسی روز کی غذا کی ہو تو یہ البتہ عذر ہے اسکے
ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا کیونکہ مجبور ہے اور جو شخص قرآن پڑھنے ہین غلطی بہت کرتا ہو تو اگر
وہ سیکھنے پر قادر ہو تو چاہیے کہ سیکھنے تک قرأت سی باز رہے کیونکہ غلط پڑھنے سے گنہگار ہوگا کہ سیکھنے پر
قادر ہے اور اگر اوسکی زبان یاری نہ دیتی ہو تو پھر اگر اکثر قرأت غلط ہوتی ہو تو تلاوت ترک کرکے
صرف الحمد کے سیکھنے اور اوسکے صحیح کرنے ہین محنت کرے اسی طرح ایک ایک صورت جبتک صاف
نکرلے اوسکی تلاوت نکرے اور اگر اکثر قرأت صحیح ہو مگر سبکے یکسان پڑھنے پر قادر نہین تو پڑھنے کا
کچھ مضائقہ نہین مگر چاہیے کہ پست آواز سے پڑھے تاکہ دوسرا شخص نہ سنے ہر چند اوسکو آہستہ پڑھنے
سے روکنے کی بھی وجہ موجود ہے لیکن جس صورت ہین کہ پڑھنے والا زیادہ سے زیادہ اوسیقدر صحیح
پڑھ سکتا ہے اور اوسکو تلاوت کے ساتھ انس اور اوسکی حرص ہے تو اس صورت ہین ہمارے نزدیک
اوسکے پڑھنے کا کچھ مضائقہ نہین۔ سوم مؤذنون کا اذان ہین مد زیادہ کرنا اور حی علی الصلوۃ حی
علی الفلاح ہین تمام سینہ کو قبلہ کی جانب سی پھیرنا یا ہر ایک کا ایک ساتھ اپنی اپنی اذان دینا

اور تنہا انتظار نکرنا کہ ایک کہدیکے تو دوسرا اوسے اور نمازیون کو جواب اذان مین دشواری ہو کیونکہ
کثرت آوازون مین جواب دینا دشوار ہوتا ہے تو یہ سب باتین منکرات مکروہہ مین اونکو اوسے آگاہ کردینا
واجب ہے اور اگر دانستہ ایسا کرتے ہون تو منع کرنا اور حسبت کرنی مستحب ہے اسی طرح اگر کسی مسجد کا
ایک ہی موذن ہو اور وہ صبح ہونیسے پیشتر اذان کہدیتا ہو تو چاہیے کہ اوسکو منع کردیا جاوے اسلیے
کہ لوگون کو روزہ اور نماز مین تردد ہوتا ہے ہان اگر وہ شخص مشہور ہو جائے کہ صبح سے پیشتر اذان
کہا کرتا ہے اور اوسکی آواز سے نماز مین یا سحر ترک کرنے مین لوگون کو دہوکھا نہین پڑتا اور دوسرا موذن
اور بھی ہے جو صبح ہونے پر اذان کہتا ہے اور اوسکی آواز لوگ پہچانتے ہین تب البتہ مضائقہ نہین
اور یہ بھی مکروہ ہے کہ فجر ہونیکے بعد ایک ہی مسجد مین ذرا ذرا سی دیر کے بعد بہت سی اذانین ہون
خواہ ایک ہی شخص کہے یا کئی آدمی کیونکہ بہت سی اذانون سے کچھ فائدہ نہین جس صورت مین
کہ مسجد کے اندر کوئی سونیوالا باقی نہین آواز مسجد سے باہر نجاتی ہو کہ دوسرا کوئی سنکر آگاہ ہو تو یہہ
امور مکروہ اور مخالف طریقہ صحابہ رضی اور اکابر سلف کے ہین ۔ چہارم خطیب کا سیاہ لباس پہننا جبکہ
ریشم غالب ہو یا تلوار سنہری لیے رہنا کہ اس صورت مین وہ فاسق ہے اور اس حرکت کا انکار اوس پر
واجب ہے لیکن نرا سیاہ لباس مکروہ نہین بلکہ اوسکا اختیار کرنا اچھا نہین اسلیے کہ کپڑون مین
خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسند سفید ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ سیاہ کپڑا مکروہ اور بدعت ہے
اوس سے یہ غرض ہے کہ قرن اول مین اوسکی عادت نتھی مگر چونکہ اوسمین ممانعت وارد نہین
تو اوسکو بدعت اور مکروہ نہ کہنا چاہیے بلکہ ترک اولی سمجھنا چاہیے ۔ پنجم ایسے واعظون کا وعظ
جو اپنی تقریر مین بدعت ملا دیتے ہین پس واعظ اگر وعظ مین جھوٹے حالات بیان کرے تو وہ فاسق
اور اوسپر حسبت کرنی واجب ہے ایسا ہی بدعتی واعظ کو منع کرنا چاہیے اور اوسکے وعظ مین یا
نہونا چاہیے مگر اس نیت سے کہ اگر ہو سکیگا تو سب لوگون کو منع کردینگے کہ اسکا کہنا کوئی مت مانو
یا جو لوگ اوسکے آس پاس ہون اونمین سے کسیقدر کو باز رکھین گے اور اگر یہ نہو سکے
تو بدعت کا سننا نچاہیے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۔ اور جبکہ اوسکا وعظ اس قسم کا ہو کہ لوگون کو
معاصی پر جرأت دلاتا ہو یعنے مضامین رجا کے اتنے بیان کرے کہ لوگون کو اوسکی وعظ سے
جرأت ہو اور اللہ تعالیٰ کے معاف کرنے اور رحمت فرمانے پر زیادہ وثوق ہو جائے اور خوف
دل مین کمزور پڑ جائے تو یہ بھی منکر ہے اور واعظ کو اوس سے روکنا واجب ہے اسلیے کہ اسکا نقصان

بہت بڑا ہے بلکہ آج کل تو خوف کا بیان اگر زیادہ کرے اور رجا کا کم تو خلق کی طبیعتون کے لیے بڑا
مناسب ہے اسلیے کہ اونکو خوف کی ضرورت زیادہ ہے اور اصل تو یہ ہے کہ خوف اور رجا کے پلے دونو
برابر رہنے چاہیین جیسے حضرت عمر فاروق رضہ نے فرمایا ہے کہ اگر بالفرض قیامت کو کوئی پکارنیوالا
پکارے کہ ایک شخص کے سوا سب دوزخ مین داخل ہون تو مین رجا کرون کہ وہ شخص مین ہی ہون
جسکو مستثنے کیا ہے اور اگر قیامت کو یون پکارے کہ سب آدمی جنت مین چلے جائین بجز ایک کے
تو مجکو خوف ہو کہ کہین وہ شخص مین ہی نہون اور جس صورت مین کہ واعظ جوان اور کپڑون اور
وضع مین عورتون کے لیے سجا ہوا ہو اور اشعار وعظ مین بہت کہتا ہو اور اشارات اور حرکات بہت
کرتا ہو اور اوسکی وعظ مین عورتین آتی ہون تو یہ بھی منکر ہے اس سے منع کرنا واجب ہے اسلیے کہ
صلاح وبہتری کی نسبت اسمین فساد زیادہ ہے اور یہ بات واعظ کے حالات کے قرینون سے ظاہر ہوتی ہے
بلکہ جو شخص بظاہر ورع نہ رکھتا ہو اور سکینت ووقار کی وضع اور نیک بختون کا لباس نہو تو چاہیے کہ اوسکو
وعظ کا کام ہی نہ سپرد کیا جائے ورنہ ایسے کی وعظ سے لوگ گمراہی مین زیادہ ہونگے اور چاہیے کہ مجلس
وعظ مین عورتون اور مردون کے بیچ مین کوئی آڑ کردیجائے جس سے نظر نہ آئے کیونکہ نظر بھی فساد
کا گلبنی ہے اور ان منکرات پر عادتین شاہد ہین- اور عورتون کو مسجد کے اندر نماز کے لیے آنیسے اور
مجالس وعظ مین جانیسے منع کیا جائے بشرطیکہ فتنہ کا خوف ہو چنانچہ حضرت عائشہ رضہ نے عورتونکو
مسجد مین جانے سے منع فرمایا تھا آپ کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
تو اونکو جماعتون سے منع نہین فرمایا آپنے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اون حالات سے
واقف ہوتے جو عورتون نے اب ایجاد کیے ہین تو آپ بھی اونکو منع فرماتے ہان اگر کوئی عورت
کپڑے کے اندر چھپی ہوئی مسجد مین کو گذرے تو اوسکو روکنا نچاہیے لیکن بہتر ہے کہ مسجد کو صرف راہ
مقرر نہ کیا جائے- اور واعظون کے سامنے قرآن کا پڑھنا آواز کو لمبا کھینچکر اور گانے کی طرح پر اسطور
سے کہ نظم قرآنی کو بدل دے اور تلاوت صحیح کی حد سے تجاوز کرجائے یہ بات منکر اور سخت درجہ کو
مکروہ ہے سلف کے بہت لوگون نے اوسپر انکار کیا ہے **ششم** جمعہ کے روز دوائیون اور کھانون
اور تعویذون کے فروخت کے لیے حلقے ہونے اور سائلون کا کھڑا ہوتا اور کچھ اشعار پڑھنے یا قرآن
پڑھنا کہ لوگ سنکر کچھ دیدین یا اوراسی طرح کا کام کہ ان مین سے بعض چیزین تو حرام ہین کیونکہ وہ
دغابازی اور جھوٹ ہوتی ہین جیسے بعض جھوٹے طبیبون کے ڈھکوسلے یا شعبدہ اور نظر بندون کے
افعال اور یہی حال غالب اوقات مین تعویذ والون کا ہے کہ وہ اونکو دیہاتی لوگون کے ہاتھ

اور بچون کے ہاتھ فروخت کرکے اونکو دہوکھا دیدیتے ہین تو یہ امور مسجد مین اور مسجد کے باہر حرام ہین اور اونکے مرتکب کو اوس سے منع کرنا واجب ہے بلکہ جس بیع مین جھوٹ اور دغا بازی اور عیب کا چھپانا مشتری سے ہو تو وہ حرام ہے اور بعض امور ایسے ہین کہ مسجد کے باہر مباح ہین جیسے سینا اور دواؤن اور کتابون اور غذاؤن کا بیچنا اور یہ باتین مسجد مین بھی حرام نہین مگر کسی مانع کی جہت سے مثلاً نمازیونکو جگہ کا تنگ ہوجانا یا نماز مین دل کا پریشان ہونا وغیرہ اور اگر ان باتون مین سے کچھ نہو تو حرام نہین اور بہتر یہ ہے کہ نہ کیجائین اور مباح ہونیکے لیے بھی یہ شرط ہے کہ کبھی اتفاقاً گنتی کے دنون مین ہوجایا کرین اور اگر مسجد کو دوکان ہی بنالے ہمیشہ کے لیے تو حرام ہے اور اوس سے منع کیا جاوے گا بلکہ بعض مباح ایسے ہی ہوتے ہین جو بشرط قلت تو مباح رہتے ہین اور اگر کثرت سے ہون تو گناہ ہو جاتے ہین جیسے بعض گناہ اصرار کے نہونیکی صورت مین صغیرہ رہتے ہین اور اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہین اور اگر یہ باتین ایسی ہون کہ قلیل کے ہونے سے خوف ہو کہ نوبت کثیر کی پہونچیگی تو اوس قلیل سے بھی منع کرنا چاہیے مگر یہ منع حاکم کو یا مسجد کے متولی کو جو حاکم کی طرف سے انتظام کرتا ہو پہونچتا ہے اسلیے کہ یہ امر اجتہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ کو ایسا ہوگا اور رعیت کے لوگون کو اس خوف سے کہ آگے کو بہت ہوجائیگا منع کرنیکا اختیار نہین منجملہ مجنونون اور لڑکون اور متوالون کا مسجد مین آنا اور مسجد مین لڑکون کے داخل ہونیکا مضائقہ نہین بشرطیکہ نہ کھیلین ہرچند مسجد مین لڑکون کا کھیلنا حرام نہین اور نہ اونکے کھیل پر سکوت کرنا حرام ہے مگر جب مسجد کو کھیل کی جگہ مقرر کرین اور عادت ڈالین کہ مسجد مین ہمیشہ کھیلا کرین تو منع کرنا واجب ہو جاتا ہے تو لڑکون کا کھیل اوس قسم مین ہے کہ کم ہو تو مسجد مین حلال ہے اور زیادہ ہو تو حلال نہین اور کم کے حلال ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جو صحیحین مین موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رض کے لیے ٹھہرے رہے یہانتک کہ اونھون نے حبشیون کا رقص اور سپر تلوار سے کھیلنا عید کے دن مسجد کے اندر دیکھا اور اسمین شک نہین کہ اگر حبشی مسجد کو بازی گاہ ٹھہرا لیتے تو منع کیے جاتے اور قلت کو ساتھ مین اونکا کھیلنا آپ نے برا نہین سمجھا یہانتک کہ خود ملاحظہ فرمایا بلکہ حضرت عائشہ رض کے دل خوش کرنے اور دیکھنے کے لیے اونکو بازی کرنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ اے بنی ارفدہ اپنا کھیل کیے جاؤ چنانچہ باب السماع مین ہمنے یہ قصہ نقل کیا ہے۔ اور مجنونون کا آنا مسجد مین اوس وقت مضائقہ نہین رکھتا کہ خوف مسجد کو غلیظ کرنے کا یا گالی اور فحش بکنے کا یا افعال منکر کرنیکا مثلاً برہنگی کو کھولنے وغیرہ کا نہو اور جو دیوانہ ایسا ہو کہ عادت سے معلوم ہو کہ خاموش اور ساکن رہتا ہے تو اوسکا مسجد سے

نکالنا واجب نہین - اور متوالے کا حکم مجنون کا سا ہے کہ اگر یہ خوف ہو کہ مسجد مین قے کردیگا یا لوگونکو
زبان سے ایذا دیگا تو اوسکا نکالنا واجب ہے اور یہی حال ہے اگر اوسکی عقل ٹھکانے ہو کر اوس سے
ان افعال کا خوف ضرور رہتا ہے - اور اگر اوسنے پی ہو اور مست نہوا ہو مگر بدبو آتی ہو تو یہ منکر مکروہ ہے
سخت کراہت کے ساتھ کیونکہ جو کوئی لہسن اور پیاز کھائے اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدون
مین جانیسے منع فرمایا ہے تو ان دونون چیزون کا کھانا تو مکروہ ہی رہیگا اور شراب کا معاملہ سخت ہے
اسلیے اوسمین سخت کراہت کا حکم چاہیے اب اگر کوئی یہ کہے کہ مناسب یون ہے کہ متوالے کو زد و کوب
کرکے مسجد سے نکالا جائے تاکہ اوسکو توبیخ ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ زد و کوب کا اختیار رعیت کے
لوگون کو نہین بلکہ حاکمون کو تعزیر کا اختیار ہے اور وہ بھی اوس صورت مین ہے کہ یا وہ خود پینے کا
اقرار کرے یا دو گواہون کی گواہی سے پینا ثابت ہو صرف بو کے آنے سے وہ بھی نہین تو اس
نظر سے مناسب ہے کہ ایسے شخص کو مسجد ہی مین بٹھلایا جاوے اور نہ پینے کے لیے امر کیا جائے اگر وہ ہوشیار
ہو ہان جس صورت مین کہ وہ بہک کر چلتا ہو اسطرح کہ نشہ پہچانا جائے تو اوسکو مسجد مین اور باہر
جہان ہے ہٹنا چاہیے تاکہ پھر اثر نشہ کا ظاہر نکرے کیونکہ برائی کے اثر کو ظاہر کرنا بھی برائی ہوا اور
معاصی کو اول تو ترک کرنا ہی واجب ہے اور کرلیا تو اوسکا چھپانا اور اوسکے آثار کا ظاہر نکرنا واجب ہے
تو اگر وہ شخص اثر کو چھپائے ہو تو اوسپر تجسس کرنا جائز نہین اور شراب کی بدبو دلیل پینے کی نہین
ہو سکتی کیونکہ بدبو بدون پینے کے بھی ہو سکتی ہے کہ شراب کی جگہ مین بیٹھ گیا ہو یا منہ کو لگا کر کلی
کردی ہو نگلی نہو تو بدبو پر اعتماد نکرنا چاہیے - بازار کے منکرات بازار مین جن منکرات کی
عادت ہے اون مین سے ایک یہ ہے کہ نفع پہنچنے مین جھوٹ بولتے ہین تو جو شخص بیان کرے کہ
مین نے یہ چیز اتنے کو مول لی ہے اور اتنی نفع پر دیتا ہون اور اس قول مین جھوٹا ہو تو وہ فاسق ہے
اور جس شخص کو اوسکا حال معلوم ہوا اوسپر واجب ہے کہ مشتری کو اوسکے جھوٹ سے مطلع کردے
اگر وہ بائع کی دلداری سے خاموش رہیگا تو خیانت مین اوسکا شریک ہوگا اور سکوت کے باعث
گناہگار - دوم چیز کا عیب مشتری سے پوشیدہ رکھنا تو جو کوئی عیب سے واقف ہو اوسکو لازم ہے
کہ مشتری سے کہدے ورنہ وہ اپنے بھائی مسلمان کے مال تلف ہونے پر راضی ہوگا وہ حرام ہے
سوم گزگت اور ناپ اور تول مین کم دینا تو جس شخص کو فرق معلوم ہو اوسکو لازم ہے کہ اپنے
تئین سے اوس فرق کو نکال دے یا حاکم کے پاس لیجائے کہ وہ فرق کھو دے چہارم ایجاب و
قبول نکرنا اور صرف تعاطی پر اکتفا کرنا اور چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اسلیے ایسے ہی شخص کو

اس سے منع کرنا چاہیے جو ایجاب وقبول کے واجب ہونیکا معتقد ہو یا بیچ بشروط فاسدہ کا معاملہ مین کرنا کہ لوگون کو عادت پڑی ہوئی ہے اونسے منع کرنا واجب ہی اسوجہ سے کہ وہ معاملات کو فاسد کرتی ہیں اور یہی حال اون اشیار کا ہے جنمین ربوا کو دخل ہے اور جمیع تصرفات مفسدہ اور فاسدہ ایسی ہی ہین اون سب سے منع کرنا چاہیے جشن عید کے روز لڑکون کے لیے کھلونون اور جاندار کی تصویر کا بیچ کرنا انکا توڑ ڈالنا اور اونکے بیع سے منع کرنا واجب ہی اور یہی حال چاندی سونے کے برتنون کا ہی اسیطرح حریر کے کپڑے اور سونے اور ریشم کی ٹوپیان ہین اور کپڑون سے ہماری یہ غرض ہی جو مردون کے ہون یا شہر کی عادت معلوم ہو کہ اونکو مرد ہی پہنتے ہین تو یہ سب منکر اور محظور ہین اسی طرح جو اس بات کا عادی ہو کہ مستعمل کپڑے دہولا کر بیچتا ہو اور شوب کی باعث لوگون کو اونکا پرانا ہونا معلوم نہو اور وہ یہی کہے کہ یہ نئے ہین تو یہ فعل بھی حرام ہے اور اوس سے منع کرنا واجب ہے ایسے ہی پھٹے کپڑون کو رفو کر کے بیچنا غرض جن معاملات مین دھوکا ہوتا ہو اون سبکا کرنا ایسا ہی ہے اونکا شمار کرنا طول چاہتا ہے باقی کو انھین پر قیاس کر لینا چاہیے جتنے ہم نے لکھ دیے ہین — راستون کے منکرات جنکی عادت پڑی ہوئی ہے یہ ہین کہ مکانات کو متصل کھنبے بنا کر چبوترہ بنانا اور پیڑ لگانے اور چھجے برامدے اور سائبان نکالنے اور لکڑیان گاڑنی اور غلون کی ٹھیکیان لگانی اور بوجھ کے گٹھے وغیرہ راستون مین ڈالدینے یہ سب بُری باتین منکر ہین اگر انسے رستہ تنگ ہوتا ہو یا گذرنیوالون کے ٹکر لگتی ہو اور اگر راہ اتنی فراخ ہو کہ کسیطرح کا ضرر نہوتا ہو تو منع نکرنا چاہیے ہان لکڑیون اور گٹھون کا راستہ مین اسقدر ڈالنا درست ہی کہ گھر مین اونکو اوٹھا کر لیجاے کیونکہ اس حاجت مین سب لوگ شریک ہین ہر ایک کو اسکی ضرورت پڑتی ہے اس سے منع کرنا ممکن نہین۔ اسی طرح جانورون کا راہ مین ایسی طرح باندہنا کہ راہ تنگ ہو جاے اور چلنے والون کو اونکے بول و براز کی چھینٹین پڑین منکر ہے اوس سے منع کرنا واجب ہی لیکن صرف اُترنے اور سوار ہونے کی مقدار جانورون کا راہ مین رہنا حاجت کیلیے درست ہی اور چونکہ راستون سے منفعت ہر شخص لیسکتا ہے اور کوئی اونکو خاص اپنے نفع کے لیے نہین کر سکتا اسی لیے ان مین مقدار حاجت کا لحاظ رہتا ہے اور حاجت بھی وہ دیکھی جاتی ہے جسکے لیے عادۃً راستے مقصود ہوتے ہین سب حاجتون کا لحاظ نہین کیا جاتا۔ اور ایک منکر یہ ہے کہ جانور پر کانٹے لاد کر راہ مین ایسی طرح ہانکین کہ لوگون کے کپڑے پھاڑین یہ اوسوقت مین منکر ہے کہ کانٹون کو دبا کر ایسی طرح بھی باندہ سکتے ہون کہ اوس سے کسی کا ضرر نہو یا کسی اور فراخ راہ سے نکل جانا ہو سکتا ہو

اور اگر یہ دونون صورتین نہون تو پھر منع کرنا نچاہیے اسلیے کہ شہر والونکو اسکی بھی حاجت ہوتی ہے
ہان کانٹون کو راستہ پر چار اسنے دینا نچاہیے صرف اتنی ہی دیر پڑے رہین کہ اونکو اوٹھا کر گھر
لیجائے - اسی طرح جانورون پر اونکی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا منکر ہے مالکون کو اوس سے
منع کرنا واجب ہے - اور ایک منکر یہ ہے کہ قصائی اپنی دوکان کے سامنے جانور ذبح کرے اور رستہ کو
خون سے آلودہ کرے اوسکو اس حرکت سے منع کرنا چاہیے بلکہ اوسکو یون مناسب ہے کہ اپنی دوکان
کے اندر ذبح کرنیکا مقام بنائے کیونکہ راہ مین ذبح کرنیسے ایک تو راستہ تنگ ہوگا دوسرے لوگون کو
نجاست کی چھینٹون اور راستہ پر پلیدی دیکھنے سے ضرر ہوگا - اور ایک یہ ہے کہ کوڑا راہ مین ڈالدے
یا خربوزہ تربوز کے چھلکے راہ مین چھٹکادے یا پانی اتنا چھڑکے کہ لوگون کے پانون پھسلنے کا ڈر ہو یہ
سب منکر ہین اور ایک یہ ہے کہ تنگ راہ مین پرنالا ڈالنا کہ اس سے کپڑے نجس ہوتے ہین یا رستہ
تنگ ہوتا ہے اور اگر راستہ اتنا فراخ ہو کہ اوسمین یہ دونون احتمال نہون تو منع نکرنا چاہیے اسلیے
کہ ممکن ہے کہ پرنالہ سے بچکر آدمی نکلجائے لیکن مینہ کا پانی اور کیچڑ اور برف راستہ مین ڈالنا
اور اوسکو صاف نکرنا منکر ہے مگر کسی شخص معین سے مخصوص نہین بجز برف کے کہ اوسکو ایک ہی
ڈالیگا تو جو پانی راستہ مین ایک موری معین سے نکلکر جمع ہوگیا ہو یا کسی شخص نے برف ڈالدیا ہے
تو راستہ کا صاف کرنا اوسی کے ذمہ ہے اور اگر مینہ کا پانی یا سب بدررو ون کا ہو تو یہ حسبت
حاکمون کے ذمہ ہے کہ لوگون سے کہکر اوسکو صاف کرا دین رعیت والون کو صرف وعظ و نصیحت
البتہ جائز ہے - اور ایک منکر یہ ہے کہ دروازہ پر کتا ایسا بٹھلا دے جو لوگون کو کاٹے تو اس سے
اوسکو منع کرنا واجب ہے اور اگر کتا اور کچھ ایذا نہ دیتا ہو صرف راستہ پلید رکھتا ہو اور اوسکی پلیدی
سے بچکر نکلنا ممکن ہو تو منع نہ کیا جائے اور اگر کتا پانو پھیلا کر اسی طرح راستہ مین بیٹھتا یا لیٹتا ہو
کہ اوس سے رستہ تنگ ہوتا ہو تو اوسکو منع کرنا چاہیے بلکہ وہ خود اگر راستہ مین سو رہے یا اسی طرح
بیٹھے کہ رستہ تنگ ہو تو خود اوسکو منع کر سکتے ہین پس کتے کو بٹھلانے سے تو بطریق اولی منع کرنا چاہیے
حماموں کے منکرات یہ ہین کہ حمام کے دروازہ پر یا اندر تصویرین بناتے ہین اونکا دور کرنا
واجب ہے اوس شخص پر جو حمام مین جائے اور دور کرنے پر قادر ہو پس اگر تصویرین اونچی جگہ ہون
جہان اوسکا ہاتھ نہ پہونچتا ہو تو اوسکو اوس حمام مین بدون ضرورت شدید کے جانا ہی
نچاہیے دوسرے حمام مین چلا جائے اسلیے کہ منکر کا دیکھنا جائز نہین اور تصویر کے بگاڑنے مین
کافی ہے کہ اوسکو بدشکل کر دے اور چہرہ بگاڑ دے ساری کا بگاڑنا ضرور نہین اور جاندار کی

تصویرون کے سوا اگر درختون اور گل بوٹون کے نقوش ہون تو اوسکے منع نکرے ۔ اور ایک منکر برہنگی کا کھولنا اور اوسکو دیکھنا ہے از انجملہ یہ ہے کہ حمامی ران اور زیر ناف کو کھولکر میل دور کرتا ہے بلکہ تہمد کے نیچے ہاتھ ڈالتا ہے اور یہ اسوجہ سے منکر ہے کہ دوسرے کی برہنگی کو چھونا حرام ہے جیسے اوسکا دیکھنا حرام ہے اور از انجملہ ملنے والے کے سامنے پیٹ لیٹنا ہے تاکہ وہ ران اور سرین دابے تو یہ امر مکروہ ہے گو حائل کے ساتھ ہو مگر حرام اوسوقت ہوگا کہ اس حرکت سے خوف شہوت ہو۔ اور یہی حال ذمی پچھنے لگانیوالے کے سامنے برہنگی کھولنے کا ہے کیونکہ مسلمان عورت کو جائز نہین کہ اپنے بدن کو ذمی عورت کے سامنے حمام مین کھولے تو مردون کو کیسے برہنگی کا کھولنا درست ہوگا اور ایک منکر یہ ہے کہ ناپاک ہاتھ اور برتن تھوڑے پانی مین ڈبوئے اور لنگی اور ناپاک طشت کو حوض مین دھونا جسکا پانی تھوڑا ہوتا ہو کہ یہ حرکت پانی کو نجس کرتی ہے مگر امام مالک کے مذہب مین پانی ناپاک نہین ہوتا تو اگر حمام مین کوئی مالکی ہو تو اوسکو منع نکرنا چاہیے اور حنفی اور شافعی ایسا کرین تو اونکو منع کرنا جائز ہے اور اگر حمام مین شافعی اور مالکی جمع ہون تو شافعی کو مالکی کا منع کرنا اس حرکت سے نچاہیے ہان نرمی اور التماس کی طرح پر اوس سے یہ کہے کہ ہمکو اول ہاتھ دھوکر پانی مین ڈبونا ہوتا ہے اور تمکو اسکی حاجت نہین اور نہ اسکی ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ آپ ہم کو ایذا دین اور ہماری طہارت کے مخل ہون اگر آپ اتنے سے رحمہ کے لیے ہمارے طور پر کاربند ہون تو آپ کا کچھہ نقصان نہین اور ہمارا فائدہ ہے یا کوئی اور تقریر ایسی ہی کرے جس مین مالکی راضی ہو کر پانی کو ناپاک نکرے ورنہ مختلف فیہ مسائل مین جبر و دباؤ سے نہین ہو سکتی۔ اور ایک منکر یہ ہے کہ حمام کے درجون کی راہ مین یا پانی آنیکے راستہ مین ایک پتھر چکنا پھسلنا لگا رہتا ہے کہ ناواقف اوس پر سے پھسلا کرتا ہے تو اوسکا اوکھاڑنا اور دور کر دینا واجب ہے اور اگر حمامی اوس سے غفلت کرے تو اوسکا منع کرنا چاہیے کیونکہ اوس سے گرنیکی نوبت ہوتی ہے اور گرنے سے احتمال ہے کہ کوئی عضو ٹوٹ جائے یا اپنے مقام سے سرک جائے اسلیے اوسکا دور کر دینا ضروری ہے۔ اسی طرح بیری کے پتون اور صابن کا زمین حمام پر چھوڑ دینا منکر ہے اور جو کوئی اوسکو چھوڑ کر نکل آئے اور اوس پر کوئی شخص پھسل کر گر پڑے اور اوسکا کوئی عضو ٹوٹ جائے تو اگر وہ پھسلن ایسی جگہہ ہو کہ معلوم نہ ہوتی ہو اور اوس سے بچنا دشوار ہو تو تاوان مین اختلاف ہے کہ اوس شخص پر ہوگا جو صابن وغیرہ چھوڑ آیا تھا یا حمامی پر جسکو حمام کا صاف رکھنا لازم ہے اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پہلے روز تو چھوڑنیوالے پر ہو اور دوسرے روز حمامی پر ہو کیونکہ عادت یون ہے کہ حمام کو ہر روز صاف کر دیا کرتے ہین

اور اگر دستور حمام کی منافی ہین اور کچھ ہو تو اوسی کا اعتبار کیا جائیگا اور حمام مین اور امور بھی مکروہ ہین
جنکو ہمنے باب الشہادة مین ذکر کیا ہے طول کی جہت سے یہان نہین لکھتے جسکو منظور ہو وہان دیکھ لے
ضیافت کے منکرات یہ ہین کہ مردون کے لیے حریر کا فرش حرام ہے اسی طرح بخور سلگانا چاندی
اور سونے کی انگیٹھیون مین یا پانی پینا اور گلاب چھڑکنا نقرہ اور طلا کے برتنون مین یا ان مین
جنکے سر زر و سیم کے ہون سب منکر ہین اور ایک منکر یہ ہے کہ پردے یا تصویرات لٹکائے جائین اور
ایک یہ ہے کہ تار کے باجے بجتے ہون یا رنڈیان گاتی ہون۔ اور ایک یہ ہے کہ عورتین چھتون پر مردون
کے دیکھنے کو جمع ہون اور مردون مین وہ جوان بھی ہون جنسے فتنونکا خوف ہو تو یہ سب باتین ممنوع
اور منکر ہین انکا دور کرنا واجب ہے اور جو کوئی دور کرنے سے عاجز ہو اوسکو وہان بیٹھنا جائز نہین باہر
نکل آنا لازم ہے اسلیے کہ منکرات کو دیکھنے کے لیے بیٹھنے کی اجازت نہین اور جو تصویرین کہ تکیون اور
بچھی ہوئی مسندون پر ہون وہ منکر نہین اور ایسا ہی جو رکابی پیالون پر ہون اور جو برتن کہ صورت
جانور بنائے گئے ہون جیسے بعض انگیٹھیون کے سر پرندون کی صورت کے ہوتے ہین تو وہ حرام ہین
مقدار تصویر کا اوس برتن سے توڑ دینا واجب ہے اور چھوٹی سرمہ دانی جو چاندی کی ہو اوسمین
اختلاف ہے امام احمد حنبل رح ضیافت مین سے چاندی کی سرمہ دانی دیکھکر باہر چلے گئے تھے۔ اور جب
کھانا حرام ہو یا جگہ مغصوب ہو یا فرش حرام ہو تو یہ صورتین سخت منکر ہین۔ اور اگر ضیافت مین
ایسا شخص ہو کہ وہ تنہا شراب پیتا ہو تو ایسی ضیافت مین نہ جانا چاہیے اسلیے کہ شراب کی مجلسون مین
جانا حلال نہین گو خود نہ پیوے اور حالت فسق مین فاسق کے پاس بیٹھنا درست نہین اختلاف جو ہے
تو اسمین ہے کہ ارتکاب معصیت کے بعد بھی اوسکے پاس بیٹھنا جائز ہے کہ نہین یا اوس سے بغض
فی اللہ رکھنا اور ترک ملاقات واجب ہے یا نہین چنانچہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے باب مین
ہم اس اختلاف کو ذکر کر چکے ہین۔ اسی طرح اگر ضیافت کے مجمع مین کوئی شخص حریر پوش یا سونے کی
انگوٹھی پہنے ہو تو وہ فاسق ہے بدون ضرورت اوسکے پاس بیٹھنا جائز نہین اور اگر ریشمی کپڑا کوئی
بالغ لڑکا پہنے ہو تو اسمین اختلاف ہے اور صحیح یہی ہے کہ یہ امر منکر ہے اوسکو اوسکے بدن سے اتار دینا
واجب ہے بشرطیکہ تمیز دار ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد هذان حرامان علی
ذکور امتی عام ہے اسمین کچھ بالغون کی قید نہین علاوہ ازین لڑکے کو شراب پینے سے منع کرنا واجب ہے
وہ اس نظر سے نہین کہ لڑکا بالغ ہے بلکہ وجہ منع کی یہ ہے کہ شراب کا عادی نہو ورنہ بالغ ہوکر اوسکو
شراب سے صبر کرنا دشوار ہوگا اسی طرح اگر حریر اس عمر مین پہنے گا تو گویا فساد کا بیج اوسکے سینہ مین

بیج بویا جائیگا اور اوس سے اشتیاق مستحکم کا درخت اوسکے سینہ مین جم جائیگا کہ پھر اوسکا قلع وقمع کرنا
دشوار ہوگا اسلیے اوسکو عادت رسم پرکی ڈالنی ہی نچاہیے تاکہ عادی ہونیسے اشتیاق بڑہے
لیکن جو لڑکا تمیز نرکہتا ہو وہ اگر ریشمی کپڑا پہنے ہوتو وجہ حرمت کی اوسکی حق مین ضعیف ہے
کہ ابھی وہ کوچہ اشتیاق سے بیخبر ہے مگر احتمال حرمت عموم حدیث کا اسمین بھی ہے واللہ اعلم۔
اور دیوانہ کا حکم بے تمیز لڑکے کا سا ہے ہان سونے اور حریر سے عورتون کو زینت کرنی بدون
اسراف کی درست ہی اور ہماری نزدیک لڑکی کے کان چھیدنے بالیان پہننے کیلیے جائز نہین اسلیے
کہ اسمین زخم ایذا دہندہ کرنا ہوتا ہے اور ایسے زخم سے قصاص لازم آتا ہے تو بدون حاجت
ضروری کے جائز نہوگا جیسے فصد کہولنا اور پچھنے لگانے اور ختنہ کرنے کہ بدون ضرورت مباح نہین
اور بالیون کی زینت کچھ بہت ضروری نہین بلکہ بندے اگر باندھکر کان مین اوپر سے لٹکا دیے جاوین
کان کی زینت کو کافی ہین اور دوسرے زیور مثل جگنی یا حمیل یا کنگن کیا تھوڑے ہین جو بالیون
کی حاجت ہو تو بالیون کے لیے کان چھیدنا اگرچہ عادت ہو رہی ہے مگر حرام ہے اور اس سے
منع کرنا واجب ہی اور اوسپر اجرت لینی درست نہین بلکہ اجرت مذکور حرام ہے ہان اگر کان
چھیدنے کی اجازت شریعت سے منقول ہو تو مضائقہ نہین اور ہمکو اس باب مین ابتک کوئی رخصت
نہین پہونچی۔ اور ایک منکر ضیافت مین یہ ہے کہ اوس مجمع مین کوئی بدعتی اپنی بدعت کی بابت زبانی
تقریر کرتا ہو تو وہان ایسے شخص کو جانا جائز ہے جو اوسکے جواب دینے پر قادر ہو اور اسی ارادہ سے
جاوے اور اگر جواب دینے پر قادر نہو اور بدعتی بھی اپنی بدعت کی باب مین گفتگو نکرے تو اسطرح
جانا جائز ہے کہ بدعتی سے نفرت اور اعراض ظاہر کرے جیسا کہ ہمنے بغض فی اللہ مین لکھا ہے۔
اور اگر ضیافت مین کوئی مسخرہ ہو کہ کہانیان اور عجائبات کہکر ہنسایا کرتا ہو تو اگر ہنسی کی باتونمیں
وہ فحش بکتا ہو اور گالیان اور جہوٹ کہتا ہو تو اوس مجلس مین جانا جائز نہین اور اگر جاوے تو
اوسکو اس قسم کی باتون سے منع کرے اور اگر اوسکی باتین ہنسی کی ہون مگر اونمین جہوٹ اور فحش نہو
تو اونکا سننا مباح ہے بشرطیکہ کبھی کبھی کمتر ہو اور اوسکو اپنا پیشہ یا عادت بنا لینا مباح نہین
اور جس جہوٹ مین جہوٹ ہونا ظاہر ہو اور اوس سے غرض دغابازی اور دہوکا دینا نہو تو وہ
منکرات مین داخل نہین جیسے کوئی یون کہے کہ آج مین نے تمکو سو دفعہ تلاش کیا یا تمسے ہزار دفعہ
یون کہدیا ہے یا اور اسی طرح کے جملے جنسے حقیقی معنے مقصود نہون تو ایسے کلمے آدمی کی عدالت کو مخل نہین ہوتے
اور نہ اونسے شہادت نامقبول ہو اور باب آفات زبان جلد سوم مین تعریف مباح ہنسی اور

مباح جھوٹ کی غرض سے مذکور ہو گی - اور ضیافت کا منکر ایک یہ ہے کہ کھانے مین اسراف کیا جائے اور یہی
حال عمارت اور مال مین اسراف کرنیکا ہے بلکہ مال مین اسراف کو سوا مال کا ضائع کرنا بھی ہے
کہ ضائع کرنا اوسی کو کہتے ہین کہ مال کو بدون کسی فائدہ معتد بہ کے کھو دے مثلاً کپڑے جلانا یا پھاڑ ڈالنا
یا مکان گرا دینا یا مال کو دریا مین پھینکدینا اور یہی حال ہے نوحہ کرنیوالے اور مغنی کو دینے کا اور
دوسرے منکرات مین صرف کرنیکا اسلیے کہ یہ فوائد شرعاً حرام ہین تو گویا معدوم ہی ہین باقی رہا اسراف
تو یہ لفظ عام ہے کبھی تو نوحہ کرنیوالے اور مغنی اور دوسری خرابیون مین صرف کرنیکو اسراف کہتے ہین
اور کبھی مباحات مین مال لگانیکو اسراف بولتے ہین بشرطیکہ صرف مبالغہ کے ساتھ ہو اور مبالغہ کا
حکم لوگون کی حال کی نظر سے جدا جدا ہے بعض صورتون مین منع اسراف سے واجب ہو گا مثلاً
فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس سو روپئے ہین اور عیال و اطفال رکھتا ہے اور کوئی معیشت ان
روپیون کے سوا اوسکے لیے نہین پس اگر وہ شخص ان روپیون کو ایک ولیمہ مین اوٹھا ڈالے تو وہ
مسرف اور فضول خرچ ہے اوسکو اس حرکت سے منع کرنا واجب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [ت۱] وَلَا تَبْسُطْهَا
كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا یہ آیت مدینہ منورہ مین اوس شخص کے باب مین اتری جسنے
اپنا مال سب تقسیم کر دیا اور اپنے عیال کے لیے کچھ نچھوڑا اور جب اونھون نے خرچ مانگا تو کچھ نہ دیسکا
اور نیز دوسری آیت مین ارشاد ہے [ت۲] وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ
اور اسی طرح فرمایا [ت۳] وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا تو جو شخص
ایسا اسراف کرے اوسکو منع کرنا چاہیے اور قاضی پر واجب ہے کہ اوس شخص کو مال مین تصرف کرنیسے
روکدے ہان اگر آدمی تنہا ہو اور توکل مین نہایت قوت راسخہ رکھتا ہو تو اوسکو جائز ہے کہ اپنا سب مال
امور خیر مین اوٹھا ڈالے اور جو شخص عیالدار ہو یا توکل سے عاجز ہو تو اوسکو جائز نہین کہ اپنا سب مال
خرچ کر دے اسی طرح اگر کوئی اپنا بالکل مال دیوارون کی گلکاری اور عمارت کی زینت مین خرچ
کر دے تو یہ خرچ بھی اسراف حرام ہے لیکن جسکے پاس مال بہت ہے اوسکو گلکاری اور آرایش
حرام نہین اسلیے کہ آرایش بھی ایک غرض صحیح ہے اور ہمیشہ سے مسجدون کی چھت اور دروازون پر
نقش و نگار ہوتے آئے ہین باوجودیکہ چھت اور دروازہ کے نقش سے کوئی فائدہ بجز زینت کے نہین
پس اسی طرح مکانات کے نقش و نگار کا حکم سمجھنا چاہیے اور کپڑون اور کھانون کے تجمل مین بھی
یہی حکم ہے کہ وہ بذات خود مباح ہے مگر کم مایہ آدمی کے حق مین اسراف ہو جاتا ہے اور اہل دولت
کے حق مین مباح اور اسطرح کے منکرات بیشمار ہین جنکا حصر ممکن نہین تو انھین پر محفلون اور

اور قاضیون کے محکمون اور سلاطین کے دربارون اور علما کے مدارس اور صوفیہ کی خانقاہون اور بازارون کی سراؤن کو قیاس کر لو کہ انمین سے کوئی ایسی جگہہ نہین جہان منکر مکروہ یا ممنوع نہ ہو اور چونکہ سب منکرات کی تفصیل اسبات کو چاہتی ہے کہ شرع کی تفصیل تمام اصول و فروع کی کیجائے اسیلیے ہم اسیقدر پر اکتفا کرتے ہین کہ زیادہ طول نہو منکرات عامہ واضح ہو کہ اس وقت مین جو شخص اپنے گھر مین بیٹھا ہوا ہے کہین ہو وہ بھی اس لحاظ سے منکر سے خالی نہین کہ لوگونکو بتانے اور سکھانے اور معروف کی ترغیب دینے سے پہلو تہی کرتا ہے کیونکہ اکثر لوگ شہرون مین نماز کی شروط سے ناواقف ہین گانو اور جنگل مین تو کیسے نہونگے اور انھین ناواقفون مین سے اعراب اور کرد اور ترکمان اور دوسرے لوگ ہین اور یہ واجب ہو کہ شہر کے ہر محلہ اور مسجد مین ایک عالم ہو کہ لوگون کو دین کی باتین سکھائے اور اسی طرح ہر گانو مین ایک عالم کا ہونا واجب ہو اور جو عالم کہ اپنے فرض عین سے فارغ ہو چکا ہے اور فرض کفایہ کی اوسکو فرصت حاصل ہے اوسپر واجب ہے کہ جو لوگ اوسکے شہر کے گرد و نواح مین رہتے ہون اونکے پاس جائے اور اونکو دین کی باتین اور شریعت کے فرض سکھائے اور اپنا زاد ساتھ لیجائے اوسی مین سے کھائے اون ناواقفون کے کھانے نکھائے کہ وہ اکثر مغصوب ہوتے ہین اور گرد و نواح کے رہیون کو اگر ایک سکھانے والا بھی چلا جائیگا تو باقی علما کے ذمہ سے حرج ساقط ہو جائیگا ورنہ سبکے ذمہ وبال رہیگا عالم کے ذمہ تو اسلیے کہ اوسنے باہر نکلکر اونکو تعلیم نہ کی اور ناواقفون پر اسلیے کہ اونھون نے سیکھنے مین قصور کیا اور جو عامی شخص نماز کی شرطین جان جائے اوسپر واجب ہو کہ دوسرے کو سکھائے ورنہ گناہ مین وہ بھی شریک ہیگا اور یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی شخص ماں کے پیٹ سے شریعت کا عالم نہین پیدا ہوتا بلکہ علم والون پر ہی احکام شریعت کا پہونچا دینا واجب ہوتا ہے تو جسکو ایک مسئلہ بھی آجائیگا وہ اوسکا عالم کہلائیگا اور اسمین بھی شک نہین کہ علما پر گناہ زیادہ ہوگا اسلیے کہ اونکو طاقت سکھانے اور بتانے کی زیادہ ہے اور بتلانا علما ہی پر پھبتا بھی ہے کیونکہ اہل حرفہ اگر اپنے حرفونکو چھوڑکر اس کام مین مصروف ہون تو معیشت کا کارخانہ بیکار ہو جائے اونھون نے تو وہ کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے جسکی ضرورت خلق کی بہتری مین ہے اور عالم کی شان اور اوسکا پیشہ یہی ہے کہ جو کچھ اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا ہے وہ دوسرون کو پہونچا دے کہ علما ہی وارث انبیا ہین اور کسی شخص کو اپنے گھر مین اس عذر سے بیٹھ رہنا اور مسجد مین نہ آنا جائز نہین کہ لوگ نماز اچھی طرح نہین پڑھتے بلکہ جب اوسکو یہ حال معلوم ہو تو اوسپر باہر نکلنا سکھانے

و منع کرنیکے لیے واجب ہی۔ اسی طرح جس شخص کو یقین ہو کہ بازار مین کوئی منکر ہمیشہ یا ایک وقت معین مین ہوتا ہے اور وہ اوسکے دور کرنے پر قادر ہو تو اوسکو جائز نہین کہ گھر مین بیٹھ رہے اور اوس منکر کو دور نکرے بلکہ اوسکو نکلنا لازم ہے اور اگر سب منکر کو دور نہین کرسکتا مگر بعض کو دور کرسکتا ہے اور منکر کے دیکھنے سے محترز ہے تب بھی اوسکو نکلنا لازم ہے اسلیے کہ جب نکلنا اسوجہ سے ہو گا کہ جتنی برائی کو دور کرسکتا ہے اوسقدر کو دور کردے تو جسکو دور نہین کرسکتا اوسکے دیکھنے سے کچھ ضرر نہین دیکھنا مضر اوس صورت مین ہوتا ہے کہ بدون کسی غرض صحیح کے دیکھے۔ حاصل یہ کہ ہر مسلمان کو ضرور ہی کہ اول اپنے نفس کی اصلاح فرائض پر مواظبت اور محرمات کو چھوڑنیسے کرے پھر اپنی اصلاح کے بعد گھر والون کو یہ باتین تعلیم کرے اور اونسے فارغ ہونے کے بعد ہمسایون کو پھر محلہ والون کو پھر شہر والون کو پھر شہر کے گرد نواح والون کو پھر جنگلیون کو اور اسی طرح دنیا کی انتہا تاک پھر اگر اس کام کو پاس کے لوگ بجا لائین گے تو دور والون پر سے تعلیم ساقط ہو جائیگی ورنہ جنکو تعلیم پر قدرت ہو گی سب گناہگار ہونگے خواہ قریب کے ہون یا بعید کے اور جبتک روی زمین پر بالفرض ایک شخص بھی جاہل کسی دینی فرض سے رہیگا اور عالم کو قدرت ہو گی کہ خود جاکر اوسکو سکھلا دے یا دوسرے کی ذریعہ سے واقف کرادے تب تاک یہ حرج ساقط نہو گا اور یہ کام نہایت ضروری ہے اوس شخص کے حق مین جسکو دین کی فکر ہوا اور تمام اپنی اوقات اون تفریعات عجیب اور دقائق علوم کے تعمق مین مصروف کر رکھے ہون جو فرض کفایہ ہین اور اس کام سے بڑھکر یا تو فرض عین ہے یا اور کوئی فرض کفایہ جو اس سے زیادہ اہم ہو

چوتھی فصل امرا اور سلاطین کو امر بالمعروف اور نہی منکر کرنے کی بیان مین۔ ہمنے اول امر بالمعروف کے درجات بیان کردیے ہین کہ سب سے اول آگاہ کرنا ہے پھر نصیحت پھر زبان سے سخت کہنا پھر زبردستی منع کرنا اور زد و کوب اور سزا سے حق بات کا پابند کرنا ان مراتب مین سے بادشاہون کے ساتھ اول کے دو مرتبے جائز ہین یعنے آگاہ کرنا اور نصیحت اور چوتھا مرتبہ یعنے زبردستی منع کرنا رعیت کو بادشاہ کے ساتھ جائز نہین اسلیے کہ اس سے فساد اور شر برپا ہو گا نیکی برباد گناہ لازم آئیگا باقی رہا تیسرا مرتبہ یعنے درشت کلامی جیسے سلطان کو یون کہنا کہ او ظالم یا او وہ شخص کہ خدا تعالی سے نہین ڈرتا یا اور اسی قسم کے الفاظ تو انسے اگر فساد اور خرابی ایسی ہو کہ دوسرے لوگون کو اوسکا ضرر پہونچے تب تو ایسا کہنا جائز نہین اور اگر صرف کہنے والے ہی کی جان کو اوسکا ضرر ہو تب جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ اکابر سلف کا دستور تھا کہ اپنی جان خطرہ مین ڈالتے تھے اور انکار ظاہر

ظاہر طور کرتے تھے اسکی پروا تھی کہ جان جائیگی اور طرح طرح کے مصائب اور عذاب احتساب کی لی سہتے تھے اس لحاظ سے کہ اونکو معلوم تھا کہ اگر احتساب مین ماری جائینگے تو شہید ہونگے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَیرُ الشُّھَدَاءِ حَمزَۃُ بنُ عَبدِ المُطَّلِبِ ثُمَّ رَجُلٌ قَامَ اِلٰی اِمَامٍ فَاَمَرَہٗ وَنَہَاہُ فِی ذَاتِ اللہِ تَعَالٰی فَقَتَلَہٗ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَفضَلُ الجِہَادِ کَلِمَۃُ الحَقِّ عِندَ سُلطَانٍ جَائِرٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رض کی تعریف مین ارشاد فرمایا کہ تیجاح لوہے کی سری ہے اللہ تعالیٰ کے باب مین اوسکو کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت اثر نہین کرتی حق گوئی نے اوسکا یہ حال کر دیا ہے کہ اوسکا کوئی دوست نہین (جیسے ہندی کی مثل ہے سچی بات کبیر کہے سبکے من سے اوتر رہے) اور جب دین مین پختہ لوگون نے معلوم کیا کہ کلام مین سے بہتر وہ کلمۂ حق ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے کہا جائے اور یہ کہ اگر کہنے والا اس حق گوئی کے عوض مین مارا جائیگا تو شہید ہوگا جیسے حدیث مین وارد ہے تو اونھون نے اس امر پر جرأت کی اور اپنی موت دل مین ٹھان لی اور طرح طرح کے عذاب اوٹھائے اور رضاء الٰہی کے لیے اونپر صبر کیا اور اپنی جان نثاری کے ثواب کو اللہ تعالیٰ سے طالب ہوئے - اور سلاطین کو نصیحت کرنی اور امر معروف اور نہی منکر کرنے کا طور وہ ہے جو سلف کے علما سے منقول ہے اور باب الحلال والحرام مین سلاطین کے یہان جانیکے بیان مین کسیقدر ہم لکھ آئے ہین اب ہمان اون حکایات پر اکتفا کرتے ہین جنسے وعظ کی صورت اور سلاطین و امرا پر انکار کرنے کی کیفیت معلوم ہو - اون حکایات مین سے ایک حضرت صدیق اکبر رض کا منع فرمانا ہے اکابر قریش کو جب اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا قصد کیا اور اس حکایت کو عروہ رض نے یون بیان کیا ہے کہ مین نے عبد اللہ بن عمر رض سے کہا کہ قریش کے لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھلی عداوت کرتے تھے اوسمین آپ کو جو تکلیفین اونھون نے دی ہین اونمین سب سے زیادہ تم نے کونسی دیکھی ہے اونھون نے فرمایا کہ مین قریش کے پاس ایک روز گیا اور وہ حطیم کعبہ مین جمع تھے اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا اور کہا کہ جتنا صبر ہمنے اس شخص سے کیا ایسا کبھی نہین دیکھا کہ ہمارے عاقلون کو اسنے بیوقوف کہا اور پشتون کو گالیان دین اور ہمارے دین کو برا کہا اور جماعت کو ابتر کر دیا اور ہمارے معبودون کو سخت سست سنایا ہمنے بڑی بڑی باتون پر صبر کیا یا اور کچھ اونھون نے ذکر کیا وہ یہ کہی رہے تھے کہ اتنے مین اونکے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چلے آئے یہانتک کہ حجر اسود کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف

کرتے ہوئے اونکے پاس کو گذرے جب آپ اونکے پاس ہوئے تو اونھون نے کچھ آواز ہ پھینکا کہ اوسکا اثر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک مین پایا پھر آپ طواف کرتے رہے جب دوسرے پھیرے مین اونپر گذرے تو پھر قریش نے ویسا ہی کلمہ کہا اور مین نے آپکے چہرہ مبارک مین اوسکا اثر پایا پھر آپ چلے گئے اور تیسرے پھیرے مین اونکے پاس کو نکلے تو پھر اونھون نے ویسا ہی آوازہ پھینکا یہان تک کہ آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ سنتے ہو اے گروہ قریش قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین محمدؐ کی جان ہے مین تمہارے لیے ذبح لایا ہون (یعنے یہ دین تمکو موت کیطرح ناگوار ہے) یہ سنکر سب نے گردنین نیچی کرلین اور ایسے چپ ہوئے گویا ہر شخص کے سر پر کوئی پرند بیٹھا ہے اور اس کلام نے وہ اثر کیا کہ جو شخص پیشتر زیادہ ترغیب آپ کی ایذا پر دیتا تھا وہی جو لفظ کہ بہتر سے بہتر اوسکو ملا اوس سے آپکی تسکین کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اے ابو القاسم آپ بخیر تشریف لیجائیے کہ بخدا آپ نادان نہین غرضکہ آپ تشریف لیگئے جب دوسرا روز ہوا تو پھر حطیم مین جمع ہوئے اور مین اونکے ساتھ تھا اور آپسمین کہنے لگے کہ تمکو یاد ہے جو کچھ تمسے اوس شخص کو پہونچا اور جو اوس سے تمکو یہانتک کہ جب علانیہ تمسے وہ باتین کہین جنکو تم برا جانتے تھے تمنے اوسکو چھوڑ دیا وہ اسی ذکر مین تھے کہ اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمودار ہوئے پس سبکے سب نے آپ پر ایکبارگی جست کی اور چارون طرف سے آپکو گھیر لیا اور کہا کہ تم ہی ایسا کہتے ہو تم ہی ایسا فرماتے ہو وہ باتین نقل کرتے تھے جنکو اپنے معبودون اور دین کی برائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سنا تھا آپ اونکا جواب ارشاد فرماتے تھے کہ ہان مین ہی ایسا کہتا ہون پھر تو مین نے دیکھا کہ قریش کے ایک آدمی نے آپ کی تمام چادر پکڑ کر گھسیٹا اور حضرت صدیق اکبر رضؓ آپ کے پیچھے کھڑے روتے تھے اور کہتے تھے خرابی ہو تمہاری کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اسپر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پس قریش آپ کو چھوڑ کر چلے گئے اور مین نے نہین دیکھا کہ قریش نے اس سے زیادہ تکلیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پیشتر دی ہو اور ایک دوسری روایت مین حضرت ابن عمر رضؓ سے اسطرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ مین تھے کہ اتنے مین عقبہ بن ابی معیط آیا اور اوسنے شانہ مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا پکڑ کر اپنا کپڑا آپ کی گردن مین ڈالکر زور سے گلا گھونٹا پس حضرت ابوبکر رضؓ تشریف لائے اور اونھون نے اوسکا شانہ پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سے ہٹایا اور فرمایا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ اور مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ نے مسلمانون کی عطایا کو روک لیا تھا

ایک روز وہ خطبہ پڑہتے تھے کہ ابومسلم خولانی اونکے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے معاویہ یہ مال جو تمنے روکا ہے نہ تو تمہاری محنت کا ہے نہ تمہارے باپ کی محنت کا نہ تمہاری ماں کی محنت کا حضرت معاویہ کو غصہ آیا اور منبر پر سے اوترا اونکی آنکھوں سے غائب ہو گئے اور کہہ گئو کہ ایسی ہی بیٹھے رہو ایک ساعت کے بعد آپ نہا کر نکلے اور فرمایا کہ ابومسلم نے مجھے ایسی بات کی کہ جس سے مجکو غصہ آگیا اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہی اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہی اور آگ پانی ہی سے بجھائی جاتی ہے تو جب تم مین سے کوئی غصہ ہو تو غسل کر ڈالے اور مین اندر جا کر نہا آیا اور اب کہتا ہون کہ ابومسلم نے درست کہا کہ وہ مال نہ میری محنت کا ہے نہ میرے باپ کی مشقت کا سو آؤ اور اپنی عطایا لیجاؤ ۔ اور ضبہ بن محصن عنزی کہتے ہین کہ بصرہ مین ہمارے حاکم حضرت ابوموسی اشعری رض تھے اونکا دستور تھا کہ جب خطبہ پڑہتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہتے پھر حضرت عمر فاروق رض کے لیے دعا کرتے مجکو اونکا یہ فعل برا معلوم ہوا مین کھڑا ہو گیا اور اونسے کہا کہ تمکو خلیفہ اول کا خیال نہین تم حضرت فاروق رض کو اونپر فضیلت دیتے ہو اونھون نے چند جمعہ ایسا کیا پھر حضرت عمر رض کی خدمت مین میری شکایت لکھ بھیجی کہ ضبہ بن محصن اثناء خطبہ مین میرا مزاحم ہوتا ہے حضرت فاروق رض نے اونکو لکھا کہ اوسکو ہمارے پاس بھیجدو اونھون نے مجکو آپکے پاس روانہ کیا جب مین مدینہ منورہ مین پہونچا تو آپکے دروازہ پر دستک دی آپ باہر تشریف لائے اور پوچھا کہ تو کون ہے مین نے کہا کہ ضبہ بن محصن عنزی ہون آپنے مجکو فرمایا کہ نہ مرحبا ہے نہ اہل مین نے عرض کیا کہ مرحبا تو خدا کی طرف سے ہے اور اہل کا حال یہ ہی کہ مین اہل اور مال دونون نہین رکھتا مگر یہ فرمایئے کہ آپنے جو مجکو میرے شہر سے بدون کسی خطا یا تقصیر کے بلا لیا یہ کس توجہ سے آپنے جائز سمجھا آپنے فرمایا کہ تجھہ مین اور ہمارے عامل مین کیا جھگڑا ہے مین نے کہا کہ اوسکا حال مین اب آپ سے کہے دیتا ہون کہ اونکا دستور یہ تھا کہ جب خطبہ پڑہتے تو خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرکے درود پڑہتے پھر آپکے لیے دعا مانگنے لگتے مجکو اونکی اس حرکت پر غصہ آیا مین سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ تمکو صدیق اکبر رض کا دھیان نہین کہ حضرت عمر رض کو فضیلت دیتے ہو اونھون نے کئی جمعہ ایسا ہی کیا پھر آپ کی خدمت مین میری شکایت لکھ بھیجی حضرت عمر فاروق رض یہ حال سنکر بے اختیار رونے لگے اور کہتے تھے کہ بخدا تو ہمارے عامل کی نسبت زیادہ توفیق یافتہ اور راہ یاب ہی پھر فرمایا کہ بھلا تو میرا قصور معاف کر دیگا خدا تعالے

تیرا قصور معاف کرے مین نے عرض کیا کہ تمکو خدا تعالی معاف کرے یا امیر المومنین پھر آپ بے اختیار
رونے لگے اور کہنے لگے کہ بخدا ابو بکر صدیق کا ایک روز و شب عمر اور آل عمر سے بہتر ہے کیا مین تجھسے
اوس رات اور دن کو کہدون مین نے عرض کیا کہ بہتر آپنے فرمایا کہ صدیق کی رات تو وہ ہے کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلنا اور مشرکون کی ایذا سے بچنا چاہا تو آپ رات کے وقت
نکلے اور حضرت صدیق آپکے ساتھ ہوئے راہ مین کبھی تو آپکے آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے اور گاہ داہنے اور گاہ
بائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو فرمایا کہ اے ابو بکر یہ کیا بات ہے مین تو نہین جانتا کہ تمنے
کبھی ایسا کیا ہو آپنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مین یاد کرتا ہون کہ کوئی گھاتی
نہ بیٹھا ہو تو آپ کے آگے ہو جاتا ہون اور جو دوڑ کو خیال کرتا ہون تو پیچھے ہو جاتا ہون اور داہنے
بائین بھی آپ کی حفاظت کے لیے ہوتا ہون کہ مجکو آپ کی طرف سے خوف لگا ہوا ہے غرض رات بھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاے مبارک کی اونگلیون کے بل چلے یہانتک کہ وہ گھسگئین جب حضرت
صدیق نے آپ کی اونگلیون کا یہ حال دیکھا تو آپ کو اپنے شانہ پر بٹھلا کر دوڑے یہانتک کہ جبل ثور
کے غار پہ پہونچکر آپ کو اوتارا اور عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپکو حق کے ساتھ بھیجا آپ
اسمین نہ جائیے جبتک مین نہ گھسلون کیونکہ اگر کوئی چیز اسمین ہو تو اوسکا ضرر مجکو ہو آپکو نہو یہ کہکر
حضرت صدیق غار کے اندر گئے اور جب اوسمین کچھ نہ دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوٹھا کر
اوسکے اندر لیگئے اور غار مین کچھ درار تھی جسمین سانپ اور بچھو تھے حضرت صدیق نے اوسمین
اپنا پانون دیدیا اس ڈر سے کہ کہین کوئی چیز اوسمین سے نکلکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا
نہ دے اونکو ایک سانپ نے کاٹ لیا آپکے آنسو درد کے مارے دونون رخسارون پر جاری تھے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکو ارشاد فرماتے تھے اے ابو بکر لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنے
غم مت کرو کہ اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ تعالی نے حضرت صدیق کے لیے تسکین اوتاری یہ تو
اونکی رات کا حال ہے اور اونکا دن وہ ہے جس روز کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا
تو عرب کے لوگ مرتد ہو گئے اور بعضون نے کہا کہ ہم نماز تو پڑھین گے مگر زکوۃ نہ دینگے حضرت صدیق
نے اونپر جہاد کا قصد کیا مین اونکی خدمت مین گیا کہ حتی الوسع نصیحت کرونگا مین نے کہا کہ اے
نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ لوگون پر جائیے اور اونکے ساتھ نرمی کیجیے آپ نے
مجکو فرمایا کہ تعجب ہے کہ کفر مین تم اتنے سخت تھے اور اسلام مین ایسے ڈھیلے ہو گئے مین اونکو کس وجہ سے
پرچاؤن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماے رفیق اعلی ہوئے اور وحی اوٹھ گئی بخدا کہ اگر

لوگ مجکو ایک بستی سے بھی انکار کرینگے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو مین اونسے جہاد
کرونگا غرضکہ مینے اونکے ساتھ ہوکر جہاد کیا تو معلوم ہوا کہ بخدا وہ راہ یاب تھے اور اس باب مین
انہیں کی تجویز ٹھیک تھی یہ حضرت صدیقؓ کے دن کا حال ہے پھر حضرت فاروق رضہ نے حضرت
ابوموسی اشعری رضہ کو ملامت لکھہ بھیجی کہ تم ایسا کیون کرتے ہو قصور تمہارا ہی ہے۔ اور اصمعی کہتے ہین
کہ جن دنون عبد الملک بن مروان اپنی حکومت مین حج کو آیا تھا تو مکہ مین تخت پر بیٹھا اور گرد
اوسکے ہر قبیلہ کے اشراف جمع ہوئے اوسوقت عطاء بن ابی رباح اوسکے پاس تشریف لے گئے
عبد الملک دیکھتے ہی اوٹھہ کھڑا ہوا اور اونکو اپنے پاس تخت پر بٹھلایا اور آپ اونکے سامنے بیٹھکر
عرض کیا کہ آپنے کیون قدم رنجہ فرمایا اونھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین خدا تعالی کے حرم
اور اوسکے رسول کے حرم کے باب مین اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا اور اونکی آبادی کے خبر گیران رہنا
اور مہاجرین اور انصار کی اولاد کے باب مین خوف خدا رکھنا کہ تم تخت پر اونہیں کی بدولت بیٹھے ہو
اور جو لوگ مسلمانون مین سے دار الاسلام کی حدود پر کفار کے منع اور روکنے کو متعین ہین اونکے باب
مین خوف خدا رکھنا اور مسلمانون کے معاملات کا جویا رہنا کہ اونکی بازپرس خاص تمسے ہوگی اور جو
لوگ تمہاری دروازہ پر آوین اونکے باب مین اللہ تعالی سے ڈرنا کہ اونکے حال سے غافل نہونا اور
نہ اپنا دروازہ بند کرنا کہ وہ نہ آنے پاوین خلیفہ نے عرض کیا کہ بہتر مین ایسا ہی کرونگا پھر آپ اوٹھے
خلیفہ نے اونکو پکڑ لیا اور کہا کہ اے ابو محمد یہ تو آپنے دوسرون کے مطلب بیان کیے انکو ہم کہہ چکے
کہ پورا کرینگے آپ اپنی حاجت فرمایئے کہ کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ مجکو مخلوق کی طرف کچھ حاجت
نہین یہ کہکر آپ تشریف لیگئے عبد الملک نے کہا کہ شرف اسکو کہتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ ایک دن
ولید بن عبد الملک نے اپنے دربان سے کہا کہ دروازہ پر کھڑا ہو جب کوئی شخص گذرے تو اوسکو
میرے پاس بلا لانا کہ مجھسے باتین کرے دربان دروازہ پر کھڑا ہوا کہ اتنے مین عطاء بن ابی رباح
اودھر کو گذرے یہ اونسے ناواقف تھا اونکی خدمت مین عرض کیا کہ امیر المومنین کے پاس چلو
کہ اونکا حکم ہے وہ خلیفہ کے پاس تشریف لائے اور اوسوقت حضرت عمر بن عبد العزیز بھی
وہان موجود تھے جب عطاء رح ولید سے قریب ہوئے تو فرمایا السلام علیک یا ولید خلیفہ دربان کی
طرف متوجہ ہوا کہ کمبخت مین نے تجھسے کہا تھا کہ میرے پاس ایسے شخص کو لانا جو مجھسے قصے کہانی کہے تو ایسے
شخص کو بلا لایا کہ اوسکو یہ بھی خوش نہ آیا کہ جو نام اللہ تعالی نے میرے لیے پسند فرمایا اوس نام
سے مجکو پکارے دربان نے کہا کہ انکے سوا اور کوئی میرے پاس نہین آیا پھر خلیفہ نے اونکو فرمایا

کہ بیٹھے اور اونکی طرف متوجہ ہوکر باتین کرنے لگا منجملہ اونکے عطارح نے ایک روایت اوسکے سامنے
بیان کی ہمکو خبر پہونچی ہے کہ جہنم مین ایک وادی ہے جسکا نام ہبہب ہے اوسکو اللہ تعالی نے اوس
حاکم کے لیے رکھا ہے جو اپنے حکم مین ظلم کرے اس قول کو سنکر ولید نے ایک چیخ ماری اور یا تو دروازہ
کی دہلی کے پاس بیٹھا تھا یا پشت کے بل بیہوش ہوکر دیوانخانہ کے بیچ مین گر پڑا حضرت عمرو بن عبد العزیز
نے عطارح سے فرمایا کہ تمنے امیر المومنین کو مار ڈالا عطارح نے آپکا ہاتھ پکڑکر خوب زور سے دبایا اور کہا
کہ اے عمر یہ حال واقعی ہے پھر واقعی ہے پھر عطارح اوٹھکر چلے گئے حضرت عمر بن عبد العزیز سے مروی ہے
کہ اونکے ہاتھ دبا دینے کا اثر مجکو کئی برس رہا کہ میرا ہاتھ دکھتا رہا۔ اور ابن ابی شمیلہ جو عقل و ادب
مین موصوف و معروف تھے عبد الملک بن مروان کے پاس گئے عبد الملک نے اونسے کہا کہ کچھہ
فرمایئے اونھون نے فرمایا کہ کیا کہون یہ تو تم جانتے ہو کہ متکلم جو کلام کرتا ہے وہ اوسپر وبال ہوتا ہے
بجز اوس کلام کے جو اللہ تعالی کے واسطے ہو عبد الملک رو پڑا پھر کہا کہ خدا تعالی تمپر رحم کرے لوگ
تو ہمیشہ سے ایک دوسرے کو نصیحت اور وصیت کرتے چلے آئے ہین اونھون نے کہا کہ یا امیر المومنین
قیامت مین لوگ اوسکی تلخی کے گلے مین پھنسنے اور ہلاک کو معائنہ کرنیسے نجات نپائینگے مگر وہ لوگ
جنھون نے اپنے نفس کو خفا کرکے اللہ تعالی کو راضی کیا عبد الملک پھر رو دیا اور کہا کہ مین ان کلمات
کو بلا شبہہ اپنی زیست تک آنکھون کے سامنے تصویر کیطرح رکھونگا۔ اور ابن عائشہ کہتے ہین کہ حجاج
نے بصرہ اور کوفہ کے فقہا کو بلوایا تو ہم سب گئے اور حضرت حسن بصری رح سب سے پیچھے تشریف لیگئے
حجاج نے اونکی تعظیم کی اور مرحبا کہا اور ایک کرسی منگاکر اپنے تخت کی پاس بچھائی اور اوسپر آپکو
بٹھلایا پھر ہمسے ذکر ادہر اودہر کا کرنے لگا اور سوال کرتا رہا کہ اتنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کا ذکر کرکے آپکی بدگوئی کرنے لگا اور ہم بھی اوسکی ہان مین ہان ملاتے رہے اور اوسکے خوف کی مارے
بجز تسلیم کے اور کچھہ نکہتے تھے اور حسن بصری رح اونگلی دانت تلے دبائے خاموش بیٹھے تھے حجاج نے
اونسے کہا کہ آپ خاموش ہین آپنے فرمایا کہ مین کچھہ کہہ نہین سکتا اوسنے کہا کہ آپ اپنی راے
حضرت علی رض کے باب مین مجھہ سے بیان کیجیے آپنے فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ
وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ
اور علی مرتضی رض اون ایماندار لوگون مین سے ہین جنکو اللہ تعالی نے ہدایت فرمائی تو میری راے
اون کے باب مین یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر عم زاد اور آپکے داماد اور

آپکے نزدیک سب لوگون سے محبوب تر ہین اور اللہ تعالیٰ نے اونکے لیے جو سوابق مبارک پہلے سے لکھ دیے تھے وہ سب اونکو حاصل ہین تم سے یا اور کسی سے نہین ہو سکتا کہ اون سوابق سے علی مرتضیٰ رضہ کو منع کر دو یا اونکے اور آپکے درمیان حائل ہنجاؤ اور یہ بھی میری راے ہی کہ اگر حضرت علی مرتضیٰ سے کوئی بُری بات ہوئی بھی تو اللہ تعالیٰ اونسے حساب لیگا میرے نزدیک اونکے باب مین اس سے عمدہ اور قول نہین یہ سنکر حجاج نے ناک بھون چڑہائی اور رنگ متغیر ہو گیا اور غصہ مین آکر تخت پرسے اوٹھکر ایک حجرہ جو تخت کے پیچھے تھا اوسمین چلا گیا اور ہم سب باہر نکل آئے عامر شعبی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری کا ہاتھ پکڑکے کہا کہ اے ابو سعید تمنے حجاج کو خفا کر دیا اور اوسکے سینہ کو کینہ سے بھر دیا آپنے فرمایا کہ اے عامر مجھ سے الگ ہٹو آدمی تو کہتے ہین کہ عامر شعبی کوفہ کا عالم ہے تم ایک شیطان سیرت بشر صورت کے پاس آکر اوسکی خواہش کے بموجب کلام کرتے ہو اور اوسکی راے کو درست کہتے ہو تمہاری کیا شامت ہی تمنے خوف اور تقویٰ نہ کیا کہ جب تمسے سوال ہوا تھا یا سچ کہا ہوتا یا خاموش رہے ہوتے کہ سلامت رہتے عامر نے جواب دیا کہ مین نے کہا تو سہی مگر مین جانتا تھا کہ اسمین خرابی ہے حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ یہ بات تمپر اور زیادہ حجت اور سخت گناہ ہوگی ہی عامر کہتے ہین کہ حجاج نے حضرت حسن بصری رح کو بلوایا جب آپ اوسکے پاس گئے تو اوسنے کہا کہ آپ ہی کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ ان امرا کو قتل کرے کہ انھون نے اللہ تعالیٰ کے بندون کو ردپیہ پیسے پر مار ڈالا آپنے فرمایا کہ ہان مین ہی کہتا ہون اوسنے کہا کہ اسکا کیا سبب ہی آپنے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علما سے عہد لے لیا ہے کہ لوگون سے بیان کر دینا چھپانا نہین چنانچہ ارشاد فرمایا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ حجاج نے کہا کہ بس زیادہ نہ بولو زبان بند کرو اور خبردار اگر ایسا قول تمسے سنون جو مجکو بُرا معلوم ہو نہین تو تمہارا سر تن سے جدا کر دونگا۔ اور کہتے ہین کہ حطیط زیات کو حجاج کے سامنے لائے جب وہ روبرو ہوا تو حجاج نے پوچھا کہ حطیط تو ہی ہے اوسنے کہا ہان تیرا دل جو چاہے پوچھ لے کہ مین نے خدا تعالیٰ سے مقام ابراہیم پر تین عہد کر لیے ہین ایک یہ کہ اگر مجھسے سوال ہوگا تو مین سچا جواب کہونگا دوم اگر مجھپر مصیبت ہوگی تو صبر کرونگا سوم اگر عافیت سے رہونگا تو شکر کرونگا اوسنے کہا کہ تو میرے باب مین کیا کہتا ہی کہا کہ یہ کہتا ہون کہ تو زمین مین خدا تعالیٰ کے دشمنون مین سے ہی لوگون کی ہتک عزت کرتا ہی اور تہمت پر قتل کرتا ہے حجاج نے کہا کہ امیر المومنین عبد الملک بن مروان کے باب مین کیا کہتا

اوسنے کہا کہ کہتا ہون کہ اوسکا جرم تجسے بھی بڑھکر ہے اوسکی ساری خطاؤن مین سے ایک تو یہی ہی
حجاج نے حکم دیا کہ اس شخص کو عذاب دو چنانچہ عذاب ہونے لگا آخر کو یہ نوبت ہوئی کہ بانسی کو چیر کر
اوسکی کھپاچین اوسکے گوشت پر رکھکر رسیون سے باندہ دین پھر ایک ایک کھپاچ کھینچی
کی یہانتک کہ گوشت سب اودہڑ گیا مگر اوسنے اُف نکیا حجاج سے کہا گیا کہ اب وہ حالت
اوس موذی نے کہا کہ اوسکو اوٹھا کر بازار مین پھینکدو جعفر کہتے ہین کہ مین اور اوسکا ایک
اوسکے پاس گئے اور پوچھا کہ حطیط تیری کوئی حاجت ہی اوسنے کہا کہ پانی پینا چاہتا ہون ہمنے پانی
لادیا اوسنے اوسکو پی کر کاسہ موت ساتھ ہی پی لیا اوسکی عمر اٹھارہ برس کی تھی اللہ تعالی اوسپر
رحمت کری۔ اور کہتے ہین کہ عمر بن ہبیرہ نے بصرہ اور کوفہ اور مدینہ منورہ اور شام کے علما کو اور گروہ
کے فقہا کو بلوایا اور اونسے سوال کرنے لگا اور عامر شعبی سے گفتگو کی تو جو بات پوچھی اوس سے
اونکو خوب واقف پایا پھر حسن بصری رح کی طرف متوجہ ہوا اور اون سے سوال کیا پھر کہا کہ کوفہ
اور بصرہ کے عالم یہی دونون ہین پھر دربان سے کہا کہ اور علما کو رخصت کرو صرف ان دونون کو
رہنے دو جب اور لوگ رخصت ہوئے تو ان دونون کو تنہائی مین لیجا کر عامر شعبی کی طرف متوجہ ہوا
اور کہا کہ اے ابو عمرو مین عراق پر امیر المومنین کی طرف سے عامل اور امین ہون اور فرمانبرداری پر
مامور ہون مجکو رعیت کا کام سپرد ہے اور مجہپر رعیت کا حق لازم ہے اور مین یہ چاہتا ہون کہ رعیت
محفوظ رہے اور جس بات مین اونکی بہتری اور خیر خواہی ہو اوسکا جویا رہتا ہون پھر [illegible] اون
سے کوئی ایسی بات سنتا ہون جس سے مجکو اونپر غصہ آجاتا ہے تو مین کسی قدر اونکی عطا ضبط
کر کے بیت المال مین رکھدیتا ہون اور میری نیت یہ ہوتی ہے کہ اونکو واپس کر دونگا مگر اتنے مین
امیر المومنین کو خبر ہو جاتی ہے کہ اسقدر مال اسطرح پر مین نے لیا ہے وہ مجکو لکھ بھیجتے ہین کہ واپس
مت کرنا تو اب مجسے نہ تو خلیفہ کا حکم ٹالا جا سکتا ہی نہ تعمیل فرمان بن سکتی ہے مگر مین ماموراطاعت اوکی
پر ہون تو اسمین یا اور اس قسم کی امور مین کچھ مجہپر گناہ ہے یا نہین اور اپنی نیت کا حال مین نے
تمسے بیان ہی کر دیا شعبی نے جواب دیا کہ خدا تعالی آپ کو نیکی دے سلطان بمنزلہ باپ کے
ہوتا ہے خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی کرتا ہے اوس سے مواخذہ نہین ابن ہبیرہ یہ سنکر
بہت خوش ہوا اور اس جواب کو پسند کیا اور چہرہ پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور کہا کہ اللہ کا
شکر ہے کہ مجہپر مواخذہ نہین پھر حضرت حسن بصری رح کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اے ابو سعید
آپ کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین نے تمہارا یہ قول سنا کہ تم عراق پر امیر المومنین کی عامل

اور امین ہو اور طاعت پر مامور اور رعیت کے کام مین مبتلا ہوا ور اپنے ذمہ اونکا حق اور خیر خواہی اور اونکی بہتری کی جستجو اور خبر گیری لازم جانتے ہو اور واقع مین حق رعیت تمپر لازم ہے اور اونکو خیر خواہی کے ساتھ محفوظ رکھنا تمپر واجب ہے کہ مین نے عبد الرحمن بن سمرۃ قرشی صحابی سے سنا ہے کہ اونہون نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص کسی رعیت کا حاکم ہوا اور اوسے اونکی حفاظت خیر خواہی سے کی تو اللہ تعالے اوسپر جنت کو حرام کریگا اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ مین کبھی رعیت کی خطا ضبط کر لیتا ہون اور نیت اونکی بہتری اور طاعت کی ہوتی ہے مگر یزید کو خبر ہو جاتی ہے کہ اپنا مال اسوجہ سے لیا ہے تو وہ لکھ بھیجتا ہے کہ اس مال کو واپس مت کرنا تو نہ مجھسے یہ ہو سکتا ہے کہ اوسکی عدول حکمی کرون اور نہ اوسکے فرمان کی تعمیل کر سکتا ہون حالانکہ تمپر خدا تعالی کا حق یزید کے حق کی نسبت کہ زیادہ لازم ہے اور اللہ تعالی کا حکم ماننا حق ہے اوسکی معصیت مین کسی مخلوق کی اطاعت نہ چاہیے بس یزید کے نوشتہ کو قران مجید پر پیش کیا کرو اگر اوسکو موافق حکم خدا کے پاؤ تو اوسپر عمل کرو اور اگر مخالف ہو تو پس پشت پھینکدو اے ابن ہبیرہ خدا تعالی سے ڈر کہ عنقریب پروردگار کا قاصد تیرے پاس آئیگا اور تجکو تیرے تخت سے اتار دیگا اور اس محل وسیع سے نکال کر تنگ و تاریک قبر مین پہونچا دیگا یہ سلطنت اور یزید سب یہیں چھوڑ جائیگا اور اپنے پروردگار کے سامنے جا کر جیسی کرنی ویسی بھرنی کا مصداق ہوگا اے ابن ہبیرہ اللہ تعالی تجکو یزید سے بچا دیگا مگر یزید کو یہ طاقت نہین کہ تجکو خدا تعالی سے بچا دے کہ اللہ تعالی کا حکم سب حکمون سے برتر ہے اوسکی معصیت مین کسی کی طاعت نہین اور مین تجکو اللہ تعالی کے اوس عذاب سے ڈراتا ہون جو گنہگارون سے نہین پھرتا ابن ہبیرہ نے کہا کہ اے شیخ چھوڑو مت بڑی بات مت کہو امیر المومنین کا ذکر کرو کہ وہ علم والا اور حاکم اور اہل فضل سے اللہ تعالی نے جو اوسکو اس امت کا حاکم کیا ہے تو کچھ سمجھکر اور اوسکی فضیلت اور نیت دیکھکر کیا ہے حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ اے ابن ہبیرہ حساب تیرے سر پر ہے کوڑا عوض کوڑے کے اور غصہ بدلے غصہ کے اور اللہ تعالی گھات مین ہے اور جان لے کہ اگر کوئی شخص تجکو ایسا ملے جو دین کے باب مین تجکو نصیحت کرے اور معاملہ آخرت کی ترغیب دلاوے اوس شخص سے بہتر ہے کہ تجکو مغالطہ دے اور جھوٹی طمع دلاوے ابن ہبیرہ یہ سنکر اوٹھ کھڑا ہوا اور ترش رو اور چین بجبین نیلا پیلا ہو وہان سے چلا گیا شعبی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری رح سے کہا کہ آپنے امیر کو گرم کر دیا اور جو کچھ وہ ہمسے سلوک کرتا اوس سے محروم رکھا آپنے فرمایا کہ اے عامر مجھ سے دور رہو ایسی باتین مت کرو

شعبی کہتے ہین کہ حضرت حسن بصری رح ایسے تھے اور بعد چند برس آئین اور اونکی منزلت ہوئی اور جو کچھ
زمانہ کچھ قدر ہوئی تو واقع ہین جو کچھ اونکے ساتھ ہوا وہ اوسی قابل تھے اور جو ہمارے ساتھ ہوا
وہ اسی کے سزاوار تھے غرض کہ مین نے جتنے عالم دیکھے حسن بصری رح جیسے نہین دیکھے آپکو جب پایا
ایسا پایا جیسا تازی گھوڑا دو غلون مین ہو اور جب کسی مجمع مین ہم جمع ہوئے ہم پر غالب ہی رہے
کہ آپنے تو خدا تعالی کے واسطے کہا اور ہمنے امرا کی پاسداری سے کہا اور مین نے اوس روز سے
عہد کر لیا کہ کسی حاکم کے پاس نہین جاونگا کہ مجکو اوسکی طرفداری کرنی پڑے۔ اور محمد بن واسع رح
بلال بن ابی بردہ کے پاس گئے اوسنے عرض کیا کہ تقدیر مین آپ کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا
کہ تمھارے ہمسایہ مین اہل قبور ہین اونکی حالت سوچو اس خیال مین تم تقدیر کا حال پوچھنا بھول جاؤگے
اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ میری چچا محمد بن علی نے کہا کہ مین خلیفہ ابو جعفر منصور کی مجلس مین تھا
اور اوسمین ابن ابی ذئب بھی تھے اور حسن بن زید حاکم مدینہ منورہ موجود تھا کہ اس اثنا مین
غفاری قوم آئی اور حسن بن زید کی کچھ شکایت خلیفہ سے کی حسن نے کہا کہ اے امیر المومنین انکا حال
ابن ابی ذئب سے دریافت فرمائیے کہ یہ کیسے لوگ ہین خلیفہ نے پوچھا تو آپنے فرمایا کہ مین جانتا ہون کہ یہ
قوم لوگون کی ہتک عزت کرتی ہے اور اونکو بہت ایذا دیتی ہے خلیفہ نے غفاریون سے کہا کہ تمنے
سنا کہ یہ کیا کہتے ہین اونھون نے کہا کہ آپ انسے حسن کا حال بھی پوچھیے خلیفہ نے پوچھا کہ ای ابن ابی ذئب
حسن کے باب مین تم کیا کہتے ہو آپنے فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ وہ ناحق حکم کرتا ہے اور اپنی
خواہش کی پیروی کرتا ہے خلیفہ نے حسن سے کہا کہ تمنے سنا کہ تمھارے باب مین کیا کہا حالانکہ ابن ابی ذئب
مرد نیک بخت ہے حسن نے کہا کہ یا امیر المومنین انسے اپنا حال تو دریافت فرمائیے خلیفہ نے آپ سے
پوچھا کہ میرے باب مین آپ کیا فرماتے ہین فرمایا کہ اس سے مجھے معاف رکھیے خلیفہ نے کہا کہ تمکو
قسم ہے خدا کی ضرور کہو آپنے فرمایا کہ تم قسم خدا دیکر مجھ سے پوچھتے ہو گویا اپنا حال تم خود نہین جانتے
خلیفہ نے پھر اصرار کیا تو اونھون نے فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تمنے یہ مال حق طور پر نہین لیا
ناحق نہین لیا اور اون لوگون مین صرف کیا جو اوسکے اہل تھے اور مین گواہ ہون کہ ظلم تمھارے
دروازہ پر پھیلا ہوا ہے یہ سنکر منصور اپنی جگہ سے سرکا یہانتک کہ ابن ابی ذئب کی گردن
ہاتھ سے پکڑ لی اور کہا کہ یاد رکھو کہ اگر مین یہان نہ بیٹھا ہوتا تو فارس اور روم اور دیلم
یہ جگہ تمسے چھین لیتے ابن ابی ذئب نے کہا کہ یا امیر المومنین حضرت ابوبکر اور عمر رضی
بھی تو حاکم تھے اور اونھون نے مال کو حق طور پر وصول کیا اور برابر تقسیم کیا

گردنیں پکڑکر اونکی ناکیں رگڑدیں منصور نے آپ کی گردن چھوڑدی اور رخصت کیا اور کہا کہ بخدا
اگر میں یہ سمجھتا ہوتا کہ تم سچ کہتے ہو تو تمکو مارڈالتا ابن ابی ذئب رح نے کہا کہ واللہ یا امیر المومنین
کہ میں تمہارے فرزند مہدی سے بھی زیادہ تمہارا خیرخواہ ہوں جب ابن ابی ذئب منصور کی مجلس
سے نکلے تو سفیان ثوری رح اونکو ملے اور کہا کہ جو کچھ تمنے اس ظالم سے گفتگو کی مجکو خوش معلوم ہوئی
لیکن مجکو یہ کہنا تمہارا برا معلوم ہوا کہ تمنے اوسکے لڑکے کو مہدی کہا ابن ابی ذئب نے کہا کہ خدا تعالے
تمہاری مغفرت کرے میری غرض یہ نہیں تھی کہ مہدی مستحق ہدایت سے ہو بلکہ اس نظر سے مہدی کہا
کہ سب انسان منسوب بسوی مہد ہیں - اور عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی رح کہتے ہیں کہ میں ساحل میں
تھا کہ مجکو جامنہ منصور نے آدمی بھیجکر بلوایا جب میں اوسکے پاس پہونچا اور دواب خلافت کی موجب
سلام کیا خلیفہ نے جواب سلام دیکر مجھ سے بیٹھنے کو کہا جب میں بیٹھ گیا تو کہا کہ کیا وجہ کہ اتنے دلوں تک
تم ہمارے پاس نہ آئے میں نے کہا کہ آپ کو ہمسے غرض کیا ہے کہا کہ کچھ باتیں سیکھیں اور فائدہ
حاصل کریں میں نے کہا کہ ای امیر المومنین جب یہ بات ہے تو جو کچھ میں آپ کو کہوں اوسکا لحاظ رکھنا
اور اوسکو بھول مت جانا خلیفہ نے کہا کہ میں اوسکو کیسے بھولونگا میں خود تو پوچھتا ہوں اور اسی کی
ضرورت سے تمہارے پاس آدمی بھیجا اور بلوایا میں نے کہا کہ مجکو یہ ڈر ہے کہ آپ سن تو لیں اور
عمل نکریں میں نے جو یہ کہا تو ربیع نے مجھکو للکارا اور تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا خلیفہ نے اوسکو ڈانٹا
اور کہا کہ یہ مجلس ثواب کی ہے نہ عتاب کی میرا دل خوش ہوگیا اور گفتگو کے لیے کھل گیا پس
میں نے یہ کہا کہ اے امیر المومنین مجھ سے مکحول نے عطیہ بن بشر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندہ کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے اوسکے دین کے باب میں کوئی
نصیحت آتی ہے تو وہ خدا تعالی کی نعمت ہے جو اوسکے پاس آئی ہے پس اگر اوسکو شکر کے
ساتھ قبول کریگا تو فبہا ورنہ وہی اللہ تعالی کی طرف سے اوسپر حجت ہوگی تاکہ وہ تو اوسکے سبب
سے گناہ میں زیادہ ہو اور اللہ تعالی اوسکی وجہ سے اوسپر ناراض زیادہ ہو - یا امیر المومنین
مجھ سے حدیث بیان کی مکحول نے عطیہ بن بشر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حاکم
اپنی رعیت کا بدخواہ مریگا اللہ تعالی اوسپر جنت حرام فرماویگا - یا امیر المومنین جس شخص نے
حق کو برا جانا اوسنے اللہ تعالی کو برا جانا کہ اللہ تعالی حق مبین ہے اور چونکہ اللہ تعالی نے
تمہاری رعیت کے دلوں کو تمہارے واسطے نرم کردیا ہے کہ تمکو اونکی حکومت دی بوجہ تمہاری
قرابت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امت پر رؤف اور رحیم اور اپنی جان و مال سے اونکی

غمخوار اور اللہ تعالیٰ اور لوگون کے نزدیک محمود تھے تو تمکو بھی مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے
امت مین حق بجا لاؤ اور عدل کے ساتھ رہو اور اونکی عیب پوشی کرو فریادیون کی فریاد سنو
اونکے لیے اپنے پھاٹک بند مت کرو اور نہ پہرہ بٹھاؤ اگر اونکو آسایش ہو تو خوش ہو اور اگر تکلیف
ہو تو رنج کرو۔ ای امیر المومنین پہلے تمکو خاص اپنا فکر تھا اور اب اس تمام خلق کا بار تمپر ہے جس کا
عرب و عجم اور کافر و مسلم تمہارے قبضہ مین ہے اور اونمین سے ہر ایک کا حصہ تمہارے عدل مین ہے
تو جس صورت مین اونکے جوق جوق کھڑے ہو جائین اور کوئی تمہاری مصیبت ڈالنے کا شکوہ کرے
اور کوئی حق دبا لینے کا تو پھر تمہارا کیا حال ہوگا۔ ای امیر المومنین مجھ سے حدیث بیان کی مکحول نے
عروۃ بن رویم سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک مین شاخ خرما تھی جس سے آپ مسواک
کرتے تھے اور منافقون کو ڈراتے تھے آپکے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا
کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ شاخ کیسی ہے جس سے آپنے اپنی امت کو دل توڑ دیے اور اونکو رعب سے
پر کر دیا تو جو شخص اونکی جلدون کو پھاڑیگا اور اونمین خونریزی یان کریگا اور اونکے شہر ویران کریگا
اور ملکون سے جلا وطن کریگا اور اوسکا خوف اونکو غائب کر دیگا تو اوسکا کیا حال ہوگا۔ ای امیر المومنین
مجھ سے حدیث بیان کی مکحول نے زیاد سے اور اونھون نے حارثہ سے اور حارثہ نے حبیب بن سلمہ سے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک سے قصاص لینے کو ارشاد فرمایا یعنے آپکے ہاتھ سے ایک
اعرابی کی نادانستگی مین کھرونچا لگ گیا تھا آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور
عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپکو ظالم اور متکبر کر کے نہین بھیجا آپ نے
اوس اعرابی کو بلایا اور فرمایا کہ مجھسے قصاص لے اوسنے عرض کیا کہ مین نے آپکو معاف کیا آپ پر فدا ہون
میرے والدین مین ایسا نہین کہ آپ سے قصاص لیتا گو آپ مجھکو جان سے مار ڈالتے آپنے اوسکے حق مین
دعاء خیر کی۔ ای امیر المومنین اپنے نفس کو اوسی کے نفع کے لیے ریاضت دو اور اوسکے واسطے اپنے
پروردگار سے امن حاصل کرو اور اوس جنت کی رغبت کرو جسکا عرض آسمانون اور زمین کی برابر ہے
اور جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے کسیکو جنت مین سے ایک کمان
کی مقدار کا ہونا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ ای امیر المومنین اگر سلطنت تم سے پہلے لوگون کی پائدار
رہتی تو تمکو نہ پہونچتی اسی طرح تمہارے پاس بھی نہ رہیگی جیسے اورون کے پاس نہ رہی۔ ای امیر المومنین
تمکو معلوم ہے کہ تمہارے دادا حضرت ابن عباس رضہ سے اس آیت کی تفسیر کیا منقول ہے مَالِ هٰذَا
الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا آپ نے فرمایا ہے کہ صغیرہ سے مراد مسکرانا ہے اور کبیرہ سے

مراد ہنسنا تو جب مسکرانا اور ہنسنا صغیرہ اور کبیرہ ٹھہرے تو ہاتھون کے اعمال اور زبانون کے اقوال کا کیا حال ہوگا۔ ای امیر المومنین مین نے سنا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضہ نے فرمایا کہ اگر کوئی بکری کا بچہ فرات کے کنارہ پر ضائع ہو کر مرجائے تو مجکو یہ ڈر ہے کہ کہین اوسکی پوچھہ مجھسے نہو تو اب یہ فرمایئے کہ جو لوگ آپکے فرش ہی پر ہون اور تمہارے عدل سے محروم رہین اونکا مواخذہ تمسے کیسے نہوگا۔ اے امیر المومنین تمکو معلوم ہے کہ تمہارے دادا سے اس آیت کی تفسیر کیا آئی ہے یَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور مین ارشاد کیا کہ اے داؤد جب مدعی اور مدعا علیہ تیرے سامنے بیٹھین اور تجکو اون مین سے ایک کی طرف میل ہو تو ہرگز اپنے دل مین یہ سوچنا کہ حق اسی کو ملے اور دوسرے پر یہی فتحیاب ہو ورنہ مین تجکو اپنے نبوت کے دفتر سے میٹ دونگا پھر نہ تو میرا خلیفہ رہیگا نہ کچھہ بزرگی پائیگا اے داؤد مین نے اپنے رسولون کو اپنے بندون مین ایسا کیا ہے جیسے اونٹون کے چرانیوالے کہ وہ طریق حفاظت سے واقف ہوتے ہین اور سیاست نرمی سے کرتے ہین ٹوٹے کو باندھتے ہین اور دبلے کو چارہ اور پانی سامنے کرتے ہین۔ اے امیر المومنین تم ایسے امر مین مبتلا ہوئے ہو کہ اگر بالفرض آسمانون اور زمین پر پیش کیا جاتا تو اوسکے اوٹھانے سے ڈرجاتے اور انکار کردیتے دیکھو مجھسے حدیث بیان کی یزید بن جابر نے عبد الرحمن بن عمرو انصاری سے کہ حضرت عمر فاروق رضہ نے ایک شخص کو انصار مین عامل صدقہ مقرر کیا بعد چند روز کے اوسکو دیکھا کہ کام پر نہین گیا اور یہی مقیم ہے آپ نے پوچھا کہ کیا وجہ ہوئی کہ تم اپنے کام پر نہین گئے تمکو کیا معلوم نہین کہ تمکو ایسا ثواب ہوگا جیسا اللہ تعالیٰ کے رستہ مین جہاد کرنیوالے کو ہوتا ہے اوسنے عرض کیا کہ یون تو نہین ہے آپنے فرمایا کہ اور کیسے ہے اوسنے کہا کہ مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حاکم کہ لوگون کے معاملات مین سے کسی چیز کا والی ہوگا وہ قیامت کے روز اسطرح لایا جائیگا کہ اوسکے ہاتھ گردن سے بندھے ہونگے اور اونکو بجز اوسکے عدل کے اور کوئی چیز نہ کھولیگی پھر جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائیگا وہ پل اوسکو ایک ایسا جھٹکا دیگا جس سے اوسکا جوڑ جوڑ اپنی جگہہ سے ٹلجائیگا پھر حالت اصلی پر آجائیگا اور حساب لیا جائیگا تو اگر محسن ہوگا تب تو اپنے احسان کے باعث سے نجات پائیگا اور اگر بدکار ہوگا تو پل اوس جگہہ سے پھٹ جائیگا اور دوزخ مین ستر سال کی راہ نیچے جا پڑیگا حضرت عمر فاروق رضہ نے اوس شخص سے پوچھا کہ تمنے یہ کس سے سنا ہے اوسنے کہا کہ حضرت ابوذر اور حضرت سلمان فارسی رضہ سے آپنے آدمی بھیجکر اون دونون کو بلوا کر اس حدیث کو دریافت کیا اونھون نے

فرمایا کہ بیشک ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو سنا ہے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ وا ویلا جب حکومت
مین یہ خرابی ہے تو اب اسکو کون اختیار کریگا حضرت ابو ذر رض نے فرمایا کہ وہ اختیار کریگا جسکی ناک
اللہ تعالی کاٹ لے اور اوسکا رخسار زمین سے ملا دے۔ اوزاعی کہتے ہین کہ اتنا سنکر منصور نے اپنا
رومال منہ پر رکھ لیا پھر اتنا رویا اور ڈہاڑین مارین کہ مجکو بھی رولا دیا پھر مین نے کہا کہ ای امیر المومنین
آپکے دادا حضرت عباس بن عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکومت مکہ معظمہ یا طائف
یا یمن کی مانگی تھی آپ نے اونکو ارشاد فرمایا کہ اے عم بزرگوار آپ اگر اپنے نفس کو مشقت سے دور رکھین
تو اوس حکومت سے بہتر ہے جسکو آپ محیط نہو سکین یہ آپنے حضرت عباس رض کو اسلیے فرمایا کہ عم
بزرگوار کی خیر خواہی اور شفقت کا مقتضا تھا اور حضرت عباس رض کو آپ نے یہ بھی خبر دی کہ تمہارے لیے
اللہ تعالی سے مین کچھ کام نہ آونگا یعنے جب آپ پر وحی ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ تو آپنے حضرت عباس رض
حضرت صفیہ رض اور حضرت فاطمہ زہرا رض کو فرمایا کہ اے عباس اور ای صفیہ چچا پھوپھی نبی صلی اللہ
علیہ وسلم اور ای فاطمہ جگر گوشہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالے سے مین تمہارے کچھ نہ کام آونگا مجکو
میرا عمل مفید ہوگا اور تمکو تمہارا عمل۔ اور حضرت عمر فاروق رض نے فرمایا کہ لوگون کی حکومت کا کام اوسی
سے بن آویگا جو عقل کا مضبوط اور تدبیر مین صائب ہو کوئی برائی اوسکی ظاہر نہو اور نہ یہ خوف ہو
کہ اپنی قرابت کی حمایت کریگا اور اللہ تعالی کے باب مین کسی طعن کرنیوالی کی ملامت اوسپر اثر نکرے۔
اور یہ بھی حضرت فاروق رض کا ارشاد ہے کہ حاکم چار ہین ایک وہ ہے کہ خود بھی محنت کرے اور اپنے عاملون
سے بھی محنت لے تو اوسکا حال ایسا ہے جیسا اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنیوالا اوس شخص پر اللہ تعالے
کی رحمت کا ہاتھ پھیلا ہوا ہوتا ہے دوسرا حاکم وہ ہے کہ اوسمین کسیقدر ضعف ہے وہ خود تو مشقت
کرتا ہے اور اوسکے عامل مزے اوڑاتے ہین اوسکے ضعف کے سبب سے تو وہ تباہی کے کنارہ پر ہے
الا یہ کہ خدا تعالی اوسپر رحم کرے تیسرا حاکم وہ ہے جو عاملون سے مشقت لے اور خود آسایش کرے
تو وہ حطمہ ہے جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدتر حاکمون کا حطمہ ہے
تو وہ تنہا ہالک ہے چوتھا وہ حاکم ہے کہ خود بھی مزہ کرے اور اوسکے عامل بھی تو وہ سب ہلاک
ہونیوالے ہین۔ ای امیر المومنین مین نے سنا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت مین تشریف لائے اور عرض کیا کہ مین اوسوقت آپکے پاس حاضر ہوا ہون کہ
دھونکنیان آتش دوزخ پر رکھدی گئی ہین کہ قیامت کے لیے بھڑکائی جاوے آپنے فرمایا کہ ای
جبرئیل مجھسے دوزخ کا حال بیان کرو اونھون نے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے حکم فرمایا کہ دوزخ کی

آگ بھڑکائی جاوے چنانچہ ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ سرخ ہو گئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی
کہ وہ زرد ہو گئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ سیاہ ہو گئی تو اب وہ سیاہ و تاریک ہے
کہ نہ اوسکا پل نظر آتا ہے اور نہ شعلہ بجھتا ہے قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپکو حق کے ساتھ بھیجا ہے
کہ دوزخیون کے کپڑون مین سے اگر ایک کپڑا زمین والون کو دکھلا دیا جاوے تو سب مرجائین اور
اگر ایک ڈول اوسکے پانی کا زمین کے سب پانیون مین ملا دیا جاوے تو جو کوئی پھر اون مین سے
چکھے وہ فوراً مرجاوے اور اوسکی زنجیرون مین سے جنکو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اگر ایک کڑی بھی
سب پہاڑون پر رکھدی جاوے تو سب پگھل جائین اور ٹھہرے نہین اور اگر کسی شخص کو دوزخ مین
داخل کر کے پھر دنیا مین نکالا جاوے تو زمین کے باشندے اوسکی بدبو اور شکل کی برائی اور ہیبت
سے مرجائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال کو سنکر روئے اور آپکے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام
بھی روئے پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ روتے ہین
آپکے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہو گئے ہین آپنے فرمایا کہ میرا گریہ شکر کا ہے بھلا مین شکر گزار بندہ نہون
اور یہ تو بتاؤ کہ تم تو روح الامین اور اللہ تعالیٰ کی وحی کے امانت دار ہو تم کیون روئے حضرت جبریل نے
عرض کیا کہ مین ڈرتا ہون کہ میرا حال کہین ہاروت و ماروت کا سا ہو جاوے کبھی تو وجہ ہے کہ جس
اپنے پروردگار کے نزدیک جو میرا رتبہ ہے اوسپر مین بھروسا نہین کرتا ورنہ اوسکے داؤسے مامون
ہو جاؤنگا غرضکہ دونون روتے رہے یہانتک کہ آسمان سے دونون کو ندا ہوئی کہ اسے جبریل اور اسے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے تم دونون کو اس بات سے مامون کر دیا کہ تم اوسکی نافرمانی کرو
اور وہ تمکو عذاب دے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیا پر ایسی ہے جیسی جبریل علیہ السلام
تمام فرشتون پر اے امیر المومنین مین نے یہ بھی سنا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضہ نے دعا مانگی تھی کہ
الٰہی اگر تو جانتا ہو کہ جب مدعی اور مدعا علیہ میرے سامنے بیٹھتے ہین تو اون مین سے جو حق سے میل کرے
خواہ قریب ہو یا بعید اگر مین اوسکی رعایت کرون تو مجھکو تو ایک دم کی مہلت مت دینا - اے
امیر المومنین اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بجا آوری اور اوسکے مخلوق مین نہایت سخت کام ہے اور
سب سے زیادہ بزرگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی طاعت سے
عزت کا خواہان ہوتا ہے اوسکو اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے اور عزت دیتا ہے اور جو کوئی اوسکو خدا تعالیٰ
کی نافرمانی سے طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اوسکو پست اور ذلیل کرتا ہے - یہ ہی میری نصیحت
والسلام علیک پھر مین اٹھا تو منصور نے پوچھا کہ کہان کا قصد ہے مین نے کہا کہ امیر المومنین اگر

اجازت دین تو وطن اور بال بچون مین جاؤنگا انشاء اللہ تعالی خلیفہ نے کہا کہ مین نے اجازت دی
اور آپکے نصیحت فرمانیسے آپ کا ممنون و مشکور ہوا اور اس نصیحت کو کما ینبغی مین نے قبول کیا
اللہ تعالی خیر کی توفیق دے اور راہ پر میری مدد کرے مین اوسی سے مدد چاہتا ہون اور اوسی پر
بھروسا کرتا ہون وہی میرا کافی اور عمدہ ذمہ دار ہے مجکو توقع ہے کہ آپ مجکو ایسی ہی نظر التفات سے
محروم نہ فرماوینگے کہ آپ مقبول القول ہین اور نصیحت سے آپ کی کوئی غرض متعلق نہین ہے مین نے
کہا کہ ایسا ہی کرونگا انشاء اللہ تعالی محمد بن مصعب کہتے ہین کہ منصور نے حکم دیا کہ آپکے زادراہ کی کچھ
سبیل کر دیجائے مگر اوزاعی رح نے اوسکو قبول نکیا اور فرمایا کہ مجکو اوسکی حاجت نہین اور نہ یہہ
منظور ہے کہ اپنی نصیحت کو دنیا کے مال کے عوض فروخت کرون اور چونکہ منصور کو آپ کا مذہب
معلوم ہو گیا تھا اسلیے زیادہ اصرار نکیا۔ اور ابن مہاجر کہتے ہین کہ خلیفہ منصور مکہ معظمہ مین حج کو آیا
تو دار الندوہ سے آخر شب مین طواف کو نکلتا اور طواف اور نماز ادا کرتا رہتا اور کسی کو معلوم نہ ہوتا
جب صبح ہو جاتی تو دار الندوہ مین چلا آتا اوسوقت موذن آکر اوسکو سلام کرتے اور نماز کی تکبیر
ہوتی تو لوگونکو نماز پڑہاتا ایک رات سحر کیوقت حرم شریف مین گیا اور طواف کر رہا تھا کہ اتنے مین
سنا کہ ایک آدمی ملتزم کے پاس یون کہہ رہا ہے کہ الہی مین تیرے سامنے شکایت کرتا ہون کہ زمین
مین سرکشی اور فساد ظاہر ہو گیا اور ظلم اور طمع حقدارون مین اور اونکے حقوق حایل ہو گئے منصور
یہ سنکر چھپتا یہانتک کہ اوسکا قول سب سنا پھر وہان سے نکلکر مسجد کی ایک طرف مین بیٹھ گیا
اور اوس شخص کو بلوایا قاصد نے اوس سے کہا کہ چلو امیر المومنین بلاتے ہین اوسنے دو رکعتین
پڑہین اور حجر اسود کو بوسہ دیکر قاصد کے ساتھ ہو لیا اور منصور کو سلام کیا منصور نے پوچھا کہ تم جو
یہہ کہتے تھے کہ زمین مین سرکشی اور فساد ہو گیا اور حقدارون کے حق مین ظلم اور طمع حائل ہین
یہ کیا بات ہے مین نے جو یہہ سنا تو مین بیمار ہو گیا اور مجکو نہایت قلق ہوا اوس شخص نے کہا کہ ای
امیر المومنین اگر آپ میری جان مامون کردین تب تو مین سب باتین مع اونکی جڑون کے آپسے
کہدونگا ورنہین تو مین اپنے ہی نفس پر اکتفا کرونگا کہ مجکو اوسی کے دھندے سے فرصت نہین
منصور نے کہا کہ تو جان سے مامون ہے اوسنے کہا کہ حقیقت یہہ ہے کہ جس شخص مین اتنی طمع آگئی ہے
کہ وہ اوسکے اور حق کے درمیان مین حائل اور سرکشی اور فساد کی درستی کی مانع ہے وہ آپ ہی تو
ہین اوسنے کہا کہ اے امیر المومنین جتنی طمع تم مین گھس گئی ہے بھلا اور کسی مین بھی اسقدر

ہوئی ہوگی دیکھو تو خدا تعالی نے تمکو مسلمانون کے معاملات اور اموال کا حاکم اونکی حفاظت کیلیے
کیا تھا تم اونکے معاملات سے غافل ہوکر اونکے مال جمع کرنیمین پڑگئے اور اپنے اور اونکے درمیان
چونہ اور اینٹ کی دیوارین اور لوہے کے دروازے اور ہتھیار بند دربان مقرر کیے اور اپنے آپکو
ان مکانات مین محبوس کرلیا کہ مسلمان تمہارے پاس نہ آئین اور اپنے عاملون کو مالون کو اکٹھا
کرنے اور خراج تحصیل کرنیکو بھیجدیا اور اپنے وزیر اور مددگار ظالم مقرر کیے کہ اگر تم بھولتے ہو تو
وہ یاد نہین دلاتے اور اگر اچھا کرتے ہو تو تمہاری مدد نہین کرتے اور تمنے اونکو مال اور سواری اور
ہتھیار دیکر ظلم پر قوی کردیا ہے اور یہ حکم دیدیا ہے کہ تمہارے پاس بجز شخصون معین کے جنکا نام تم
بتلا دیا ہے اور کوئی نہ آوے اور اسکی اجازت نہین دی کہ کوئی مظلوم یا اندوہناک یا بھوکا یا
ننگا یا کمزور یا محتاج تمہارے یہان سے کچھ پاوے حالانکہ انمین سے کوئی ایسا نہین جسکا حق اس مال
مین نہو پس جب تمہارے ان ندیمون نے جنکو تمنے خواص مقرر کیا ہے اور رعیت پر ترجیح دیرکھی ہے
کہ انکو کوئی تمہارے پاس آنیسے نہ روکے یہ دیکھا کہ مال بیت المال سے بعض چیز تم اپنے لیے رکھ لیتے ہو
اور اوسکو مسلمانون مین تقسیم نہین کرتے تو اونھون نے دل مین کہا کہ خلیفہ تو اللہ تعالی کی خیانت
کرتا ہے ہم خلیفہ کی خیانت کیون نکرین اسلیے آپس مین اتفاق کرلیا کہ جو لوگ رعیت کی اخبار
خفیہ جانتے ہون اونکی رسائی خلیفہ تک نہو لیکن جسکو وہ چاہین تو وہ پہونچ سکے اور ایک یہ کہ
تمہارا جو عامل کہین جائے اور اونکے خلاف کوئی امر کرے تو اوسکو رہنے نہین دیتے یہان تک
کہ ذلیل و بیقدر ہو جاتا ہے جب تمہارا اور تمہارے خواص کا حال اسطرح پھیل گیا تو لوگون نے
آپکے اراکین کو بڑا سمجھا اور اونسے ڈرے اور سب سے پہلے تمہارے عاملون نے تحفے اور مال اونکے
پاس بھیجکر اونسے آشتی کی تاکہ تمہاری رعیت پر خوب ظلم کرین اور کچھ شنوائی نہو پھر جو اور لوگ
ذی اختیار مالدار تھے اونھون نے آپکے مصاحبون کو رشوت دی کہ جو لوگ اون سے کم ہون
دہ اونپر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑین اسی طرح اللہ تعالی کے شہر سرکشی اور فساد کی طمع سے بھرگئے
اور یہ مصاحب سلطنت مین تمہارے شریک ہوگئے اور تمکو خبر بھی نہین اگر کوئی دادخواہ آتا ہے
تو اوسکو کوئی تمہارے پاس نہین جانے دیتا اور اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ جب تمہاری سواری نکلے
اوسوقت اپنا حال عرضی مین لکھکر دون تو معلوم کرتا ہے کہ آپنے اس امر سے ممانعت کردی ہے
اور تمنے جو ایک شخص کو مظلومون کے حق کا ناظر مقرر کیا ہے اگر مظلوم اوسکے پاس جاتا ہے اور
تمہارے معتمدون کو اسکی اطلاع ہوتی ہے تو ناظر سے کہدیتے ہین کہ اسکی عرضی مت پیش کرنا

اور اگر ناظر مذکور ذی مروت ہی اور اوسکا قول مانا جاتا ہے تب بھی وہ آپکے معتقدون کے ڈر سے جو چاہتا ہے وہ نہیں کہہ سکتا غرضکہ مظلوم بیچارہ اوسکے پاس دوادوش کرکے شکوہ یا فریاد کرتا ہے اور وہ اوسکو نکالدیتا ہے یا بہانہ کرتا ہے جب باوجود کوشش کے وہ نکالا ہی جاتا ہے تو آپکی سواری نکلنے کیوقت آپکے سامنے فریاد کرتا ہے تو اتنا مارا جاتا ہے کہ اعضا بھی کہین کے کہین ہو جاتے ہین تاکہ اورونکو عبرت ہو اور تم تاکتے رہتے ہو نہ تو ہاتھ روکتے ہو نہ زبان سے منع کرتے ہو تو اب ایسی صورت مین مسلمانی اور اہل اسلام کی کیا چیز باقی رہی پہلے بنی امیہ اور عرب کے لوگ تھے کہ جہان مظلوم اونہین پہونچا فوراً اوسکا مقدمہ پیش کرکے انصاف ہو جاتا تھا اور بعض اوقات آدمی ملکون کے دوسرے کنارہ سے آکر بادشاہی دروازہ پر پہونچ کے پکارتا تھا کہ اے اسلام والو تو سب اوسکی طرف دوڑتے تھے اور پوچھتے تھے کہ تجھے کیا ہوا اور اوسکا مقدمہ دربار شاہی مین پیش کرکے اوسکا انصاف کرا دیتے تھے اور مین یا امیر المومنین چین کی زمین مین سفر کیا کرتا تھا اور اوس مین ایک بادشاہ تھا ایکبار جو میرا دوسری کو گذر ہوا تو وہ بادشاہ بہرا ہو گیا تھا اپنی قوت سامعہ کے جانیسے وہ رونے لگا وزیرون نے کہا کہ آپ کیون روتے ہین خدا نکرے کہ آپ روئین اوسنے کہا کہ مین بہرا ہو گیا اسلیے روتا ہون ہرچند مجکو اپنی مصیبت پر رنج نہین مگر یہ تردد ہے کہ مظلوم دروازہ پر کھڑا چینخا کریگا اور مین اوسکی آواز نہ سنونگا پھر اوسنے کہا کہ میرے کان جاتے رہے تو کیا ہوا میری آنکھین تو موجود ہین لوگون مین منادی کردو کہ کوئی سرخ لباس نہ پہنے صرف وہی پہنے جو مظلوم ہو پھر وہ صبح شام ہاتھی پر سوار ہو کر پھرا کرتا تھا کہ کوئی مظلوم نظر پڑے تو اوسکا انصاف کرے اے امیر المومنین مقام تامل ہے کہ بادشاہ چین مشرک ہو کر اسطرح کی عنایت اور رحمت مشرکون کے حال پر رکھتا ہے اور سلطنت مین اپنے نفس کے بخل پر ترس کرتا ہے اور تم اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد ہو تم کو مسلمانون پر مہربانی غالب نہین ہوتی اور اپنے نفس کے بخل پر ترس نہین آتا اور تمہارا بخل بیکار ہے اسلیے کہ تم مال کو تین باتون مین سے ایک کے لیے جمع کرتے ہو اگر یہ کہو کہ مین اپنے لڑکے کے لیے جمع کرتا ہون تو اللہ تعالی نے تمکو بچہ کے باب مین عبرتین دکھلا دی ہین کہ جب اپنی ماکے پیٹ مین سے نکلتا ہی تو روے زمین پر اوسکا کوئی مال نہین ہوتا اور دنیا مین ایسا کوئی مال نہین جسپر کسی نہ کسی ممسک ہاتھ کا قبضہ نہو مگر اللہ تعالی اوسپر اپنی عنایت کرتا ہے یہان تک کہ لوگون کی رغبت اوسکی طرف بڑھجاتی ہے اور جو کچھ اوسکو ملتا ہے وہ آدمی نہین دیتے بلکہ اللہ تعالی اوسکو دیتا ہے

اور یہ بھی نہین کہ تمکو ہی اوسکا عنایت ہو بلکہ اللہ تعالے جسکو چاہتا ہے مرحمت کرتا ہے اور اگر یہ کہو
کہ مین مال اسلیے جمع کرتا ہون کہ اپنی سلطنت کو مضبوط کرون تو اس باب مین بھی اللہ تعالی
نے تمکو گذشتہ لوگون کی عبرتین دکھلا دین کہ جو کچھ زر وسیم اونھون نے جمع کیا تھا اونکے
کچھ کام نہ آیا اور جاہ وحشم اور ہتھیار اور سواری سب بیکار ہوگئے اور جب اللہ تعالی کو تمکو اسطرح
مالک کرنا منظور ہوا تو اس سے کچھ حرج نہوا کہ تمہارے پاس اور تمہارے بھائیون کے پاس مال
کم تھا اور اگر یہ کہو کہ مال اسلیے جمع کرتا ہون کہ جس حال مین اب ہون اوس سے زیادہ عمدہ
مطلوب ہاتھ آئے تو اسکو جان رکھو کہ جس مرتبہ پر تم اب ہو اوس سے بڑھکر جو مرتبہ ہے وہ بدون
اعمال صالحہ کے حاصل نہین ہوتا اے امیر المومنین بھلا تم عاصی کو قتل سے زیادہ بھی کوئی سزا
دیتے ہو خلیفہ نے کہا کہ نہین اوس شخص نے کہا کہ پھر جو ملک خدا تعالے نے تمکو دیا ہے اور دنیا کا
مالک کیا ہے اوسکو لیکر کیا کروگے خدا تعالی تو اپنے عاصیون کو قتل کی سزا نہین دیتا بلکہ
عذاب الیم مین ابد الآباد رہنے کی سزا دیتا ہے اور وہی تمہارے دلون کے عزم اور جوارح کے
باطنی امور کو دیکھتا ہے تو بھلا جب شاہنشاہ جل وعلا سلطنت دنیا تمہارے ہاتھ سے چھین لیگا
اور تمکو حساب کے لیے طلب کریگا تو سلطنت دنیا پر جو تم بخل کر رہے ہو یہ اللہ تعالی کے یہان کچھ
تمہارے کام آئیگی یہ سنکر منصور بہت رویا یہان تک کہ ڈاڑہین مار نے لگا پھر کہا کہ

	وگر مے زاد کس شیرم نمیداد		مرا اے کاشکے مادر نمے زاد

پھر پوچھا کہ جو سلطنت مجکو عطا ہوئی اوسمین کیا تدبیر کرون آدمی تو مجکو خائن ہی نظر آتے ہین
اوسنے جواب دیا کہ اے امیر المومنین تم بڑے اونچے اماموں مرشدون کو اپنے ساتھ رکھو منصور نے
کہا کہ وہ کون ہین اوسنے کہا کہ وہ علما ہین خلیفہ نے کہا کہ وہ تو مجھسے بھاگے پھرتے ہین اوسنے کہا کہ
اونکے بھاگنے کی وجہ یہ ہو کہ ڈرتے ہین کہ کہین تم اون سے بھی زبردستی وہی کام کو جو تمہارا طریقہ
اپنے عاملون کے ساتھ جاری ہے بلکہ دروازون کو کھولو اور دربانون کو کم کرو اور مظلوم کا انتقام
ظالم سے اور ظالم کو ظلم سے روکو اور چیز کو حلال اور طیب وجہ سمجھ لو اور حق اور عدل کے ساتھ
تقسیم کرو پھر مین ضامن ہون کہ جو کوئی تم سے گریز کرتا ہے وہ تمہارے پاس آئیگا اور تمہارے حال
اور رعیت کی بہتری مین تمکو مدد دیگا منصور نے کہا کہ الہی اس شخص کے قول کے موجب مجکو عمل کی
توفیق کر اتنے مین حرم شریف کے موذنون نے منصور کو آکر سلام کیا اور نماز کی تکبیر ہوئی
منصور نے نماز پڑھ چکنے کے بعد محافظ دربار سلطانی کو حکم دیا کہ اوس شخص کو حاضر کر اگر حاضر نکریگا

تو تیری گردن اڑادونگا اور اوسپر نہایت غصہ ظاہر کیا محافظ اوسکی تلاش مین نکلا پھرتے پھرتے
کیا دیکھتا ہے کہ وہی شخص ایک گھاٹی مین نماز پڑھتا ہے یہ بیٹھ گیا جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا
تو اسنے کہا کہ میان صاحب آپ خدا تعالی سے ڈرتے ہین اوسنے کہا ہان محافظ نے کہا کہ خدا تعالے کو
پہچانتے ہو کہا ہان محافظ نے کہا کہ تو آپ امیر کے پاس میرے ساتھ چلین کہ اوسنے قسم کھالی ہے
کہ اگر تمکو نہ لیجاؤنگا تو وہ مجکو مار ڈالیگا اوسنے کہا کہ اب جانیکی تو کوئی سبیل نہین محافظ نے کہا کہ
وہ مجکو مار ڈالیگا اوسنے کہا کہ قتل نہین کریگا محافظ نے کہا کہ کس طرح اوسنے کہا کہ تجکو کچھ پڑھنا آتا ہے
اوسنے کہا نہین اوسنے اپنے توشہ دان سے ایک پرچہ جسمین کچھ لکھا تھا نکالا اور محافظ سے کہا کہ لے
اسکو اپنی جیب مین رکھ لے کہ اس مین دعا رکشایش مرقوم ہے محافظ نے کہا کہ دعا رکشایش کیا ہے
اوسنے کہا کہ وہ دعا شہیدون کے سوا اللہ تعالی اور کسیکو مرحمت نہین کرتا محافظ کہتا ہے کہ مین نے
اوس شخص سے کہا کہ آپنے جہان مجھپر اور احسان کیا ہے ایک یہ بھی کرو کہ اگر مناسب جانو اوسکو مجھے
بتادو اور اوسکے ثواب سے آگاہ کردو اوسنے کہا کہ جو کوئی صبح و شام اس دعا کو پڑھے اوسکے گناہ
نابود ہون اور سرور دائم رہے اور خطائین محو ہون اور دعا مقبول ہو اور رزق مین کشادگی ہو اور
اوسکا عمل خالص ہو اور دشمن پر مدد ملے اور اللہ تعالی کے نزدیک صدیق لکھا جاوے اور بجز شہید ہونیکے
اور طرح نہ مرے اور دعا یہ ہے اللّٰهُمَّ كَمَا لَطُفْتَ فِي عَظَمَتِكَ دُوْنَ اللُّطَفَاءِ وَعَلَوْتَ بِعَظَمَتِكَ
عَلَى الْعُظَمَاءِ وَعَلِمْتَ مَا تَحْتَ اَرْضِكَ كَعِلْمِكَ بِمَا فَوْقَ عَرْشِكَ وَكَانَتْ وَسَاوِسُ الصُّدُوْرِ
كَالْعَلَانِيَةِ عِنْدَكَ وَعَلَانِيَةُ الْقَوْلِ كَالسِّرِّ فِي عِلْمِكَ وَانْقَادَ كُلُّ شَيْءٍ لِعَظَمَتِكَ وَخَضَعَ كُلُّ ذِيْ سُلْطَانٍ
لِسُلْطَانِكَ وَصَارَ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ كُلُّهُ بِيَدِكَ اجْعَلْ لِيْ مِنْ كُلِّ هَمٍّ اَمْسَيْتُ فِيْهِ فَرَجًا وَمَخْرَجًا اللّٰهُمَّ اِنَّ عَفْوَكَ عَنْ ذُنُوْبِيْ
وَتَجَاوُزَكَ عَنْ خَطِيْئَتِيْ وَسَتْرَكَ عَلٰى قَبِيْحِ عَمَلِيْ اَطْمَعَنِيْ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَا اَسْتَوْجِبُهُ لِمَا قَصَّرْتُ فِيْهِ اَدْعُوْكَ
اٰمِنًا وَاَسْئَلُكَ مُسْتَاْنِسًا وَاِنَّكَ الْمُحْسِنُ اِلَيَّ وَاَنَا الْمُسِيْءُ اِلٰى نَفْسِيْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ تَتَوَدَّدُ اِلَيَّ بِالنِّعَمِ
وَاَتَبَغَّضُ اِلَيْكَ بِالْمَعَاصِيْ وَلٰكِنَّ الثِّقَةَ بِكَ حَمَلَتْنِيْ عَلَى الْجُرْاَةِ عَلَيْكَ فَعُدْ بِفَضْلِكَ
وَاِحْسَانِكَ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ محافظ کہتا ہے کہ مین نے اوس پرچہ کو لیکر اپنی جیب
مین رکھ لیا پھر مین نے اور طرف پھر کر نہین دیکھا سیدھا امیر المومنین کے پاس آیا اور حاضر خدمت
ہو کر سلام کیا اوسنے سر اوٹھا کر مجکو دیکھا اور تبسم فرمایا اور کہا کہ شاید تجکو سحر خوب آتا ہے مین نے
کہا کہ اے امیر المومنین بخدا مین سحر سے واقف نہین مگر یون ماجرا ہوا خلیفہ نے کہا کہ وہ پرچہ جو
تجکو اوس بزرگ نے دیا ہے وہ لا مین نے حوالہ کیا اوسکو دیکھکر رونے لگا اور کہا کہ تو بچ گیا

اور حکم دیا کہ اس پرچہ کی نقل کر لیجائے پھر مجکو دس ہزار درم کا حکم کیا اور کہا کہ تو جانتا ہے کہ یہ بزرگ کون ہین مین نے کہا نہین خلیفہ نے کہا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔ اور ابی عمران جونی کہتے ہین کہ جب ہارون رشید کو خلافت ہوئی تو علما اوسکی ملاقات کو گئے اور خلافت کی مبارکباد اوسکو دی اوسنے بیت المال کھولکر بڑی بڑی خلعت اور انعام دینے شروع کیے اور عہد خلافت سے پیشتر علما زاہدون کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور بظاہر زہد اور خستہ حالی رکھتا تھا اور حضرت سفیان ثوری سے بھائی چارہ مدت سے رکھتا تھا حضرت سفیان ثوری رح نے اوس سے خلافت کے بعد ترک ملاقات کی اور مبارکباد کو نہ آئے ہارون رشید اونکے ملنے کا مشتاق ہوا کہ تنہائی مین اون سے کچھ باتین کرے مگر حضرت سفیان تشریف نہ لائے اور نہ اسکی پروا کی کہ اب ہارون کو کیا منصب ہو گیا ہے یہ بات اوسپر شاق ہوئی اسلیے ہارون نے آپ کی خدمت مین ایک رقعہ اس مضمون کا لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم بندۂ خدا ہارون رشید امیر المومنین کی طرف سے اوسکے بھائی سفیان بن سعید ثوری کو بعد حمد و نعت وسلام کے معلوم ہو کہ برادرمن اللہ تعالی نے ایمان والون کے درمیان مین بھائی چارہ مقرر فرمایا اور اس بھائی چارہ کو اپنے لیے اور اپنے باب مین ٹھہرایا اور جان لو کہ مین نے تم سے جو بھائی چارہ کیا ہے اوسکا رشتہ منقطع نہین کیا اور نہ آپ کی دوستی توڑی بلکہ اب تک مجکو آپ سے افضل محبت اور اکمل عقیدت حاصل ہے اور اگر خلافت کا بار میری گردن مین خدا تعالے نہ ڈالتا تو مین آپ کی خدمت مین گھٹنیون ہی چلکر آتا کیونکہ میرے دل مین آپ کی محبت ہے اور میرے اور آپ کے دوستون مین سے ایسا کوئی نہین رہا جو مجکو مبارکباد دینے نہ آیا ہو اور مین نے بیت المال کھولکر بڑے بڑے انعام اسقدر دیے کہ میری آنکھون کو ٹھنڈک اور دل کو فرحت ہوئی مگر جب آپنے تشریف لانے مین دیر کی اور ابتک قدم رنجہ نہ فرمایا تو مین نے یہ خط اپنے سخت اشتیاق سے آپ کی خدمت مین روانہ کیا اور اے ابو عبد اللہ تمکو معلوم ہے کہ ایماندار کے ملنے کا ثواب کیا کچھ آیا ہے تو جب یہ اشتیاق نامہ آپکے پاس پہونچے تو زود از زود آپ قدم رنجہ فرمائین جب ہارون خط لکھ چکا تو جو لوگ اوسکے پاس موجود تھے اونکی طرف متوجہ ہوا کہ کوئی خدمت نامہ بری اختیار کرے مگر سب کے سب حضرت سفیان ثوری کو جانتے تھے اور آپ کی تند مزاجی کو پہچانتے تھے اسلیے جرأت نکر سکے خلیفہ نے کہا کہ ایک شخص کو دربانون مین سے طلب کرو چنانچہ ایک شخص عباد طالقانی نام بلایا گیا خلیفہ نے کہا کہ اے عباد یہ میرا نامہ لے اور کوفہ کو لیجا بستی مین داخل ہو کر بنی ثور کا قبیلہ دریافت کرنا پھر سفیان ثوری کا حال پوچھنا اور جب اونسے ملاقات ہو تو یہ میرا خط

اونکو حوالہ کرنا اور خبردار اپنے کان اور دل سے جو حال اونکا پیش آوے وہ یاد رکھنا اور سب کیفیت مین سے
کوئی دقیقہ فروگذاشت مت کرنا اور مِن وعن مجھسے آکر کہنا عباد اوس خط کو لیکر منزل مقصود کو چلا
جب کوفہ مین پہونچا تو قبیلہ بنی ثور کو پوچھا لوگون نے بتا دیا پھر حضرت سفیان کا حال دریافت کیا
تو کسی نے کہا کہ مسجد مین تشریف رکھتے ہین عباد کہتا ہے کہ مین نے مسجد کا راستہ لیا پس جب
آپنے مجکو دیکھا تو اوٹھہ کھڑے ہوئے اور فرمایا پناہ مانگتا ہون اللہ تعالی سننے جاننے کی شیطان
مردود سے اور الہی مین تیری پناہ مانگتا ہون اوس آنے والے سے جو ہمارے پاس خیر کے سوا اور
کسی طرح آوے آپکے ان الفاظ نے مجھپر ایسی تاثیر کی کہ مین تنگ ہو گیا جب آپنے مجکو دیکھا کہ مسجد
کے دروازہ پر سواری سے اترا تو آپ نماز پڑھنے لگے حالانکہ کسی نماز کا وقت نتھا مین نے اپنا گھوڑا
مسجد کے دروازہ سے باندہ اندر قدم رکھا دیکھا کہ آپکے جلیس گردن جھکائے بیٹھے ہین گویا چور ہین
کہ اونپر بادشاہ چلا آیا ہے اور اوسکی سزا سے ڈرتے ہین مین نے سلام کیا تو کسی نے سر اوبھار کر مجکو
نہ دیکھا اور پورون کے اشارہ سے سلام کا جواب دیا مین جاکر کھڑا ہو گیا کسی نے مجھسے نہ کہا کہ بیٹھ جاؤ
اور اونکی ہیبت سے مجھپر لرزہ چڑہ گیا مین نے اون سبکو تاکا اور سوچا کہ سفیان ثوری یہی بزرگ ہین
جو نماز پڑھتے ہین مین نے خط کو اونکے سامنے پھینکدیا آپ خط کو دیکھکر کانپے اور اوس سے ایسا
بچے کہ گویا سجدہ گاہ مین سانپ سامنے آگیا پھر رکعتون کو پورا کر سلام پھیرا اور اپنا ہاتھ آستین مین کر
چغہ مین لپیٹا اور اوسی طرح خط کو لیکر پلٹا دیا پھر اوسکو پشت کی طرف لوگون مین پھینکدیا اور فرمایا
کہ تم مین سے کوئی اسکو لیکر پڑھے مین تو اللہ تعالی سے مغفرت چاہتا ہون کہ ایسی چیز کو ہاتھ
نہ لگاؤن جسکو ظالم نے چھوا ہے غرضکہ ایک شخص نے اون مین سے ڈرتے ڈرتے اوسکو کھولا
گویا اوسمین سانپ تھا کہ اوسکے کاٹنے کا خوف تھا اور اوسکو ابتدا سے انتہا تک پڑھا حضرت سفیان
تعجب کرنیوالون کی طرح مسکراتے رہے جب مضمون تمام پڑھا گیا تو فرمایا کہ اسکو لوٹو اور ظالم کے خط
کی پشت پر جواب لکھو لوگون نے کہا کہ اے ابو عبد اللہ وہ شخص خلیفہ ہے مناسب ہے کہ آپ
کسی صاف وعمدہ کاغذ پر جواب لکھوائیے آپنے فرمایا کہ نہین اوسی کے خط کی پشت پر جواب لکھو
اگر اوسنے اس کاغذ کو وجہ حلال سے حاصل کیا ہوگا تو اوسکا ثواب پائیگا اور اگر حرام سے کمایا ہو
تو عذاب بھگتے گا جس چیز کو ظالم نے چھوا ہے وہ ہمارے پاس نہ رہنی چاہیے ورنہ ہمارے دین کو
خراب کریگی لوگون نے دریافت کیا کہ جواب کیا لکھین فرمایا کہ یون لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم بندہ
نیب سفیان بن سعید ثوری کی طرف سے اوس بندہ کو جو آمال پر مغالطہ کھائے ہوئے ہے اور

اور ایمان کا مزہ اوس سے چھین گیا ہے یعنے ہارون رشید کو بعد سلام و حمد خدا اور سلام و نعت سید رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہو کہ مین نے یہ خط تمکو اسی اطلاع کے لیے لکھا ہے کہ مین نے تمہاری الفت کا رشتہ توڑ دیا اور دوستی کا علاقہ کاٹ ڈالا اور اب مین تمہارا دشمن ہو گیا کیونکہ تمنے خود اپنے خط مین اقرار کیا کہ مین نے مسلمانون کے بیت المال کو کھول خرچ کر ڈالا اور مجکو بات کا گواہ کیا کہ تمنے مسلمانون کا مال بیجا اور بے موقع اوٹھایا اور یہ بھی نہین کہ جو کچھ تمنے کیا تھا اوسی راضی ہتے بلکہ باوجود بعد کے مجکو خط لکھا کہ تمپر مین اور میرے ساتھ کے لوگ جنھون نے تمہارا اقراری خط پڑھا گواہ ہو جائین تو یاد رکھو کہ ہم فردا قیامت مین خدا تعالی کے تمہاری اس حرکت بیجا کی گواہی دینگے ای ہارون تمنے جو مسلمانون کا بیت المال اوڑایا ہین تو بموجب حکم قرآن مجید کے سات فرقون کا حق ہے تمہاری اس فعل سے کونسا فریق راضی ہوا مولفۃ القلوب راضی ہوئے یا صدقات کے عامل یا اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنیوالے یا مسافر یا حافظان قرآن اور علما یا بیوہ عورتین اور یتیم یا اور لوگ تمہاری رعیت مین سے اس فعل سے راضی ہوئے پس اب اس سوال کے جواب کے لیے مستعد ہو اور اپنی مصیبت کو دور کرنے کا فکر کرو اور جان لو کہ تم عنقریب حاکم عادل کے سامنے کھڑے ہوگے اور تمہارے نفس کے باب مین تمسے مواخذہ ہوگا کہ تمنے علم اور زہد اور قرآن مجید اور ابرار کے پاس بیٹھنے کا مزہ کھو دیا اور اپنے نفس کے لیے ظالم اور ظالمون کا امام ہونا پسند کیا اے ہارون تم سریر پر بیٹھے اور حریر پہنا اور اپنے دروازہ پر پردہ ڈالا اور ان حجابون سے تمنے رب العالمین کی مشابہت پیدا کی پھر اپنے ظالم سپاہیون کو دروازہ اور پردہ کے پاس بٹھلا دیا کہ لوگون پر ظلم کرتے ہین اور انصاف نہین کرتے خود تو شراب پیتے ہین اور جو اور کوئی پیے تو اوسکو مارتے ہین اسی طرح آپ زنا کرتے ہین اور دوسرے زانیون کو حد لگاتے ہین اور خود چوری کرتے ہین اور دوسرے چورون کا ہاتھ کاٹتے ہین کیا یہ شریعت کے احکام تمپر اور تمہارے ساتھیون پر نہین ہین کہ اور لوگون پر جاری ہوتے ہین تمہارے زمرہ پر نہین ہوتے اے ہارون کل کیا ہوگا جب ایک پکارنے والا اللہ تعالی کی طرف سے پکاریگا اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ ظالم اور اونکے مددگار کہان ہین تمکو خدا تعالی کے سامنے پیش کیا جائیگا اس صورت سے کہ تمہارے ہاتھ تمہاری گردن مین بندھے ہونگے اور اونکو بجز تمہارے عدل کے اور کوئی نہ کھولیگا اور دوسرے ظالم تمہارے گرد ہونگے اور تم اون سب کے سردار ہو کر سبکو دوزخ مین لیجاؤگے اے ہارون گویا تمہارا حال میرے سامنے ہے کہ تمہاری گردن پکڑی گئی اور قیامت مین پیشی کے مقام پر حاضر کیے گئے اور تم اپنی نیکیان

دوسرو کے پاپ حسنات مین دیکھتے ہو اور اپنی برائیون کے سوا غیرون کی برائیان اپنے پلہ مین رکھتے ہو کہ مصیبت پر مصیبت اور اندھیرے پر اندھیرا ہے پس اے ہارون میری نصیحت یاد رکھو اور جو نصیحت مین نے تمکو کی اوسپر کاربند ہو اور جان لو کہ مین نے تمہاری خیر خواہی کی اور کوئی دقیقہ نصیحت کا باقی نہین چھوڑا تو اپنی رعیت کے باب مین خدا تعالی سے ڈرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ آپ کی امت کے باب مین رکھو اور خلافت کو اونپر اچھی طرح کرو اور جان لو کہ اگر خلافت خلیفون کے پاس رہتی تو تمہارے پاس نہ پہونچتی اور یہ تمہارے پاس سے بھی جائیگی اسیطرح دنیا سب لوگون کو ایک ایک کرکے لیے چلی جاتی ہے تو اونمین سے بعضون نے تو ایسا توشہ بہم کر لیا جو اونکو مفید ہو اور بعض لوگ دنیا اور آخرت دونون مین خسارہ سے رہے اور میرا گمان مین یہی ہے کہ تم بھی اونھین لوگون مین ہو جنکو دنیا اور آخرت دونون مین خسارہ ہوا اب خبردار اسکے بعد مجکو کوئی خط مت لکھنا ورنہ مین اوسکا جواب تمکو تحریر نکرونگا والسلام۔ عباد کہتا ہے کہ اس خط کو لکھوا کر بدون تہ کیے اور مہر لگائے میری طرف پھینکدیا مین اوسکو لیکر کوفہ کے بازار مین آیا اور آپ کی نصیحت مجھ مین اثر کر گئی تھی مین نے بازار مین پکارا کہ اے کوفہ والو حاضرین نے مجکو کہا کہ فرمائیے مین نے کہا کہ ایک شخص اللہ تعالی سے بھاگا ہوا تھا اوسکی طرف اوسنے رجوع کیا کوئی تم مین سے اوسکا خریدار ہے لوگ میرے پاس روپیے اشرفیان لائے مین نے کہا کہ مجکو مال کی حاجت نہین بلکہ ایک موٹا جھوٹا صوف کا کرتا اور ایک کملی چاہتا ہون لوگون نے مجکو دونون چیزین لا دین مین نے اونکو پہن لیا اور وہ لباس کہ خلیفہ کے ساتھ پہنا کرتا تھا اوتار ڈالا اور جو ہتھیار لگائے ہوئے تھا اونکو گھوڑے پر رکھکر گھوڑی کو باگ ڈور پکڑکر پیادہ پا روانہ ہوا یہان تک کہ جب مین خلیفہ ہارون کے دروازہ پر پہونچا اور لوگون نے مجکو برہنہ پا اور پیادہ اوس ہیئت سے دیکھا تو خوب تمسخر کیا پھر اطلاع کے بعد مجکو اجازت ہوئی جب مین خلیفہ کے سامنے گیا اور مجکو اوس کیفیت پر دیکھا تو بیٹھا اور اوٹھا پھر کھڑا ہو کر اپنا سر اور منہ پیٹتا تھا اور واویلا اور واحسرتا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ افسوس ایلچی نے فائدہ اوٹھایا اور بھیجنے والا محروم رہا مجکو دنیا سے کیا سروکار ہے سلطنت میرے کس کام آئیگی ڈھلتے سایہ کی طرح جلد چلی جائیگی پھر حضرت سفیان ثوری نے مجکو جیسا کھلا ہوا خط دیا تھا مین نے ویسا ہی نکالکر ہارون کو دیدیا وہ پڑھتا جاتا تھا اور گریہ وزاری اور فریاد بآواز بلند کرتا جاتا تھا اوسکے بعض ندیمون نے کہا کہ اے امیر المومنین سفیان ثوری نے آپکی

شان مین بڑی گستاخی کی آپ اگر ایسکو اونکے پاس بھیجین اور لوہے کی بیڑیان بھاری ڈالکر
محبس مین رکھین تو دوسرے لوگون کو عبرت ہو جائیگی ہارون رشید نے کہا کہ اے دنیا کے بندو
ہمکو اس حرکت سے معاف رکھو جو تمہارے مغالطہ مین آئے وہ بڑا بدبخت ہے تمکو معلوم نہین کہ
سفیان ثوری ایک ہی شخص یگانۂ روزگار ہین وہ جانین اونکا کام اوسے مزاحم نہو پھر یہ خط
سفیان ثوری رح کا ہمیشہ ہارون کے پہلو مین رہتا ہر نماز کے وقت اوسکو پڑھلیا کرتا یہانتک
کہ انتقال کیا اللہ تعالیٰ اوسپر رحم کرے پس جو شخص اپنے نفس پر ترس کرے اور خدا تعالیٰ
سے ڈرے اوس عمل مین جو کل کو اوسکے سامنے کیا جائیگا اور اوسی پر اوسکی بازپرس اور جزا
ہوگی اللہ تعالیٰ اوسپر رحمت کرے کہ توفیق کا مالک وہی ہے اور عبداللہ بن مہران کہتے ہین
کہ ہارون رشید نے حج کیا تو کوفہ مین آکر چند روز قیام کیا پھر کوس رحلت بجایا گیا جب آدمی
چلنے لگے تو بہلول مجنون بھی اونکے ساتھ ہوئے اور کناسہ پر بیٹھ گئے لڑکے اونکو ستاتے اور چھیڑتے تھے
کہ اتنے مین ہارون کی عماریان نکلین لڑکے اونکے چھیڑنے سے باز رہے جب ہارون آیا تو بہلول نے
باآواز بلند پکارا یا امیر المومنین ہارون نے پردہ اپنے منہ پر سے اوٹھا کر کہا لبیک یا بہلول اونھون
نے کہا یا امیر المومنین ہمسے حدیث بیان کی ایمن بن نابل نے قدامت بن عبداللہ عامری سے
کہ اونھون نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات سے واپس تشریف لاتے دیکھا
کہ اپنے ناقہ پر سوار تھے نہ زد و کوب تھی نہ دھکا دینا نہ بچو بچو کہنا اے امیر المومنین اس سفر مین
تمہارا تواضع کرنا بہتر ہے بہ نسبت غرور اور ظلم کے ہارون اسکو سنکر رو یا یہانتک کہ اوسکے آنسو
زمین پر گرے پھر کہا کہ اے بہلول خدا تعالیٰ تمپر رحم کرے کچھ اور فرماؤ کہا بہتر یا امیر المومنین
جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال اور جمال عطا کرے اور وہ اپنا مال خیرات کرے اور اپنے جمال
مین پارسا رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے خالص دفتر مین ابرار کے ساتھ لکھا جاتا ہے ہارون نے کہا
کہ تمنے بہت خوب کہا اے بہلول پھر اونکو کچھ انعام دیا بہلول نے فرمایا کہ اس مال کو جس شخص
سے لیا ہو اوسیکو واپس کر دو کہ مجکو اسکی حاجت نہین ہارون نے کہا کہ اگر تمہارے ذمہ کچھ
قرض ہو تو ہم ادا کر دین فرمایا کہ علما کوفہ مین بہت ہین سب کا اسپر اتفاق ہے کہ دین کا ادا کرنا
دین سے درست نہین ہارون نے کہا کہ ہم تمہارے لیے اتنا مقرر کر دین کہ تمہاری قوت کو کافی ہو
بہلول نے اپنا سر آسمان کی طرف کو اوٹھا کر فرمایا کہ اے امیر المومنین مین اور تم دونون
خدا تعالیٰ کے عیال مین سے ہین تو محال ہے کہ وہ تمکو یاد رکھے اور مجکو بھول جائے پھر

ہارون پردہ ڈالکر چلا گیا اور ابو العباس ہاشمی صالح بن مامون کی اولاد مین سے کہتے ہین کہ مین
حارث محاسبی کے پاس گیا اور اونسے کہا کہ آپ نے اپنے نفس سے محاسبہ کیا ہے فرمایا کہ ایسا
کبھی ہوتا تھا مین نے کہا کہ اب کیا حال ہے فرمایا کہ اب تو مین اپنے حال کو چھپاتا ہون ایک آیت
قرآن مجید کی پڑھتا ہون تو اوسمین بھی بخل کرتا ہون کہ میرا نفس نہ سنے اور اگر مجکو اوسمین سرور
نہ غالب ہو جاتا تو مین اوسکو ظاہر نکرتا اور مین ایک رات اپنی محراب مین بیٹھا تھا کہ اتنے مین
ایک جوان خوبصورت عمدہ خوشبو کا آیا اور مجکو سلام کرکے میری سامنے بیٹھ گیا مین نے پوچھا کہ
تو کون ہے اوسنے کہا کہ مین ایک سیاح ہون جو لوگ اپنی محرابون مین عبادت کرتے ہین اونکو
پاس جایا کرتا ہون مین تمکو کچھ محنت کرتے نہین دیکھتا تمہارا عمل کیا ہے مین نے کہا کہ چھپانا
مصیبتون کا اور کشش فوائد کی اوسنے ایک چیخ ماری اور کہا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان میرے
مجھے کوئی نہین معلوم ہوتا کہ اوسکی صفت یہ ہو پھر مین نے چاہا کہ اوسکو کچھ اور سناؤن تو مین نے
کہا کہ تجکو معلوم نہین کہ اہل دل اپنے احوال چھپاتے ہین اور اپنے اسرار ظاہر نہین کرتے اور
خداتعالی سے دعا مانگتے ہین کہ وہ حالات خود اونسے بھی مخفی رہین تو تجکو اونکا حال کہان سے
معلوم ہوتا اور اونکو کیسے پہچانتا اوسنے پھر ایسی چیخ ماری کہ بیہوش ہو گیا اور میری پاس دو روز
مدہوش رہا پھر جو افاقہ ہوا تو کپڑے اوسکے بول و براز سے نجس ہو گئے تھے مین نے سمجھا کہ اسکی
عقل جاتی رہی مین نے اوسکو نیا تھان نکالکر دیا اور کہا کہ یہ میرا کفن ہے مین نے تجکو اپنے
نفس پر ترجیح دی اب تو غسل کر اور نماز کی قضا کر اوسنے پانی مانگا اور غسل کرکے نماز پڑھی
اور اوسی کپڑے مین لپٹا ہوا باہر کو چلا مین نے کہا کہ کہان کا ارادہ ہے اوسنے کہا کہ میری ساتھ
چلو مین ساتھ ہو لیا وہ چلا چلا خلیفہ مامون کے پاس گیا اور اوسکو سلام کیا اور کہا کہ اے ظالم
اور اگر تجکو ظالم نہ کہون تو مین ظالم ہون اور اگر تیری باب مین تقصیر کرون تو خداتعالی سے استغفار
کرتا ہون کیا تو اللہ تعالی سے نہین ڈرتا اوس باب مین کہ اوسنے تجکو اوسکا مالک کیا ہے
اور بہت سی نصیحت کرکے باہر آنا چاہا اور مین دروازہ پر بیٹھا تھا مامون اوسکی طرف متوجہ ہوا
اور کہا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ مین ایک سیاح ہون مین نے اپنے پیشتر کے صدیقون کے اعمال
مین فکر کیا تو اپنے نفس مین اون اعمال کا پتا نہ پایا اسلیے تیری نصیحت کو مستعد ہوا کہ شاید صدیقون
مین ملجاؤن مامون نے اوسکی گردن اڑانے کا حکم دیا چنانچہ وہ اوسی تھان مین لپٹا ہوا مقتول
باہر نکالا گیا اور مین دروازہ پر بیٹھا تھا اور ایک منادی کہتا تھا کہ جو اسکا وارث ہو وہ اسکو لیجائے

مین اوس سے مخفی ہوگیا اور اوسکو غربا نے لیکر دفن کر دیا دفن ہونے مین بھی شریک رہا مگر مین نے
اونسے اوس کا حال نکہا بعد دفن کے مین گورستان کی ایک مسجد مین ٹھہر گیا اور اوس جوان
کا غم میرے دل مین تہا کہ اتنے مین میری آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہون کہ وہ جوان ایسی لونڈیون
مین ہے کہ مین نے اونسے زیادہ خوبصورت نہین دیکھی تھی اور مجھسے کہتا ہے کہ لے حارث
قسم ہے خدا کی تو اون چھپانیوالون مین سے ہے جو اپنا حال چھپاتے ہین اور اپنے رب کی اطاعت
کرتے ہین مین نے کہا کہ وہ لوگ کہان ہین اوسنے کہا کہ ابھی دم تجھسے ملین گے پھر مین نے
کچھ پر اسوارون کا دیکھا اور اونسے کہا کہ تم کون ہو انھون نے کہا کہ ہم اپنے حال کے چھپانیوالے
ہین اس جوان کو تیری تقریر نے حرکت دی مگر اوسکے دل مین جو کچھ تو نے بیان کیا تھا اوس مین
سے کچھ تھا اسلیے وہ امر و نہی کے واسطے نکلا اور اللہ تعالی نے اوسکو ہمارے ساتھ آتارا اور اوسکی
خاطر اسکے قاتل پر غصہ فرمایا۔ اور احمد بن ابراہیم مقری کہتے ہین کہ ابو الحسین نوری رح امر فضول
کم کرتے اور بیفائدہ بات کا سوال نکرتے اور جس چیز کی اونکو حاجت نہوتی اوسکی تفتیش نفرماتے
اور جب کسی منکر کو دیکھتے تو اوسکو بگاڑ ڈالتے گو جان ہی کیون نجاتے ایک روز ایک چشمہ پر جو
مشرعہ فحامین کے نام سے مشہور ہے نماز کے لیے وضو کرتے تھے کہ ایک کشتی دیکھی جسمین تیس مٹکے
تھے ہر ایک پر دہونی سے لفظ لطف لکھا تہا آپنے اوسکو پڑھکر نہ پہچانا کیونکہ تجارات اور خانگی
اشیا مین کوئی چیز آپکو نہ معلوم ہوئی جسکو لطف کہتے ہون آپنے ملاح سے کہا کہ ان مٹکون مین
کیا ہے اوسنے کہا کہ آپ کو کیا مطلب پڑا ہے آپ اپنا کام کیجے جائیے جب آپ نے ملاح سے
یہ سنا تو شوق دریافت کا دوبالا ہوا اور فرمایا کہ مین یہی چاہتا ہون کہ تو مجکو بتا دے کہ ان مین
کیا ہے ملاح نے کہا کہ تمکو اس سے کیا فائدہ تم تو صوفی آدمی ہو یہ معتضد کے لیے شراب ہے
اوسکو منظور ہے کہ اس سے اپنی مجلس کی تکمیل کرے آپنے فرمایا کہ یہ شراب ہے ملاح نے کہا ہان
آپ نے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ وہ موگری مجکو اوٹھا دے ملاح اوپر خفا ہوا اور اپنے غلام سے
کہا کہ انکو موگری حوالہ کر دیکھین کیا کرینگے جب موگری اونکے ہاتھ مین آگئی وہ کشتی پر سوار ہو
ایک ایک مٹکا توڑنے لگے یہان تک کہ بجز ایک مٹکے کے اور سب توڑ ڈالے اور ملاح فریاد
کرتا رہا حتی کہ حاکم اوس پل کا جو یونس بن افلح تہا چڑہ دوڑا اور نوری کو آکر گرفتار کر کے معتضد
کے پاس روانہ کر دیا اور چونکہ معتضد کی تلوار پہلے چلتی تھی اور زبان پیچھے اسلیے لوگون کو یقین ہوا
کہ وہ بدون قتل کیے نہ چھوڑیگا ابو الحسین نوری فرماتے ہین کہ جب مجکو خلیفہ کے سامنے لیگئے

وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور اوسکے ہاتھ مین ایک سونٹا تھا کہ اوسکو پلٹے دے رہا تھا مجھکو دیکھکر کہا کہ تو کون ہے مین نے کہا کہ محتسب ہون اوسنے کہا کہ تجکو حسبت کا عہدہ کسنے دیا مین نے کہا جسنے تمکو امامت کا عہدہ دیا اوسنے تھوڑی دیر گردن جھکا لی بعد اسکے سر اوٹھا کر کہا کہ تو نے جو حرکت کی اسکی وجہ کیا تھی مین نے کہا کہ مجھکو تمہارے حال پر ترس آیا کہ جس برائی کو تمسے ٹال سکتا ہون اوسمین کوتاہی کیون کرون پھر خلیفہ سر نیچے کر میری تقریر کو سوچتا رہا اور بعد اسکے سر اوٹھا کر کہا کہ سب مٹکون مین سے یہ ایک مٹکا کیسے بچ رہا مین نے کہا کہ اسکی ایک وجہ ہے اگر امیر المومنین مجکو اجازت دین تو مین بیان کرون کہا کہ بیان کرو مین نے کہا کہ اے امیر المومنین مین جس وقت مٹکون کی طرف متوجہ ہوا تو میرے دل مین اللہ تعالی کا جلال بھرا تھا اور خوف مطالبہ الہی چھایا ہوا تھا اسلیے مین نے اونکے توڑنے پر جرأت کی اور مخلوق کی ہیبت مجکو کچھ نتھی یہی حال سب مٹکون کے توڑنے مین ہوا جب مین اس مٹکے پر پہونچا تو میرے نفس مین اس بات کی شیخی مجکو معلوم ہوئی کہ مین نے خلیفہ کے مٹکے توڑ دیے جبھی مین نے ہاتھ کھینچ لیا اور اگر اس مٹکہ پر پہونچنے مین بھی مجکو وہی جوش ہوتا جو پہلے تھا تو ایک یہ کیا اگر روے زمین مٹکون سے بھری تب بھی مین توڑتا چلا جاتا اور کچھ پروا نکرتا معتضد نے کہا کہ جاؤ ہمنے تمہارے ہاتھ کو بے روک کر دیا جونسا منکر چاہو اوسکو بگاڑو مین نے کہا کہ اے امیر المومنین اب منکر کے بگاڑنے کو مین برا جانتا ہون اسلیے کہ پہلے تو مین خدا تعالی کی طرف سے بگاڑتا تھا اور اب اس خدمت کی جہت سے بگاڑونگا معتضد نے کہا کہ تمہارا مطلب کیا ہے مین نے کہا یا امیر المومنین آپ حکم کر دین کہ مین سلامت چلا جاؤن خلیفہ نے حکم دیا کہ کوئی اس سے مزاحم نہو غرضکہ بصرہ مین چلے آئے اور اکثر بصرہ مین ہی رہے اس خوف سے کہ مبادا کوئی ضرورت در پیش ہو تو نوبت معتضد سے سوال کرنے کی پہونچے جب معتضد مر گیا تب بغداد مین واپس آئے۔ حاصل یہ کہ علما کی عادت امر بالمعروف اور نہی منکر مین یہ تھی کہ بادشاہون کے دبدبہ کی پروا کم کرتے تھے بلکہ اگر اللہ تعالی اونکو محفوظ رکھتا تھا تو اوسکے فضل پر تکیہ کرتے تھے اور اگر شہادت روزی کرتا تھا تو اوسکے حکم پر راضی تھے اور چونکہ اونھون نے اپنی نیت خالص اللہ تعالی کے لیے کر لی تھی اسلیے اونکے کلام کی تاثیر سخت دلون مین ہوتی تھی کہ دل نرم ہو جاتے تھے اور سختی دور ہو جاتی تھی اور اب جو ہے طمع نے علما کی زبان روک دی ہے کہ وہ کچھ کہتے ہی نہین اور اگر کہتے ہین تو اسوجہ سے کہ اونکا قول ہی موافق اونکے حال کے نہین ہوتا اس سے کچھ فائدہ مترتب نہین اگر وہ سچے ہوتے

اور علما کا حق ملحوظ رکھتے تو فلاح پاتے کیونکہ رعیت کی ساری خرابی بادشاہون کے خراب ہونے سے ہے اور بادشاہون کی خرابی علما کی خرابی سے ہے اور علما کی خرابی مال اور جاہ کی محبت سے ہے تو جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہوگی وہ رذیلون اور ذلیلون پر بھی حسبت نکر سکیگا بادشاہون اور بڑے آدمیون کا تو کیا ذکر ہے اللہ تعالی ہر حال مین مددگار ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰى

دسوان باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آداب اور آپکے اخلاق کے ذکر مین

	رباعی	
احسن بہ بہار روضۂ احمد ہے		شادابی نخل گلشن سرمد ہے
یعنے شہ کونین کے ہر خلق کا ذکر		جن کا مداح خالق امجد ہے

واضح ہو کہ ظاہر کے آداب باطن کے آداب کی عنوان ہوتے ہین اور اعضاء ظاہری کی حرکات دلی باتون کے ثمرے اور اعمال نتیجے اخلاق کے ہین اور آداب انجام معرفتون کے اور راز ہاے درونی افعال کے تخم اور منبع ہین اور ظاہر پہ باطن ہی کا نور پڑ جاتا ہے کہ اوسکو زینت اور جلا دیتا ہے اور اوسکی برائیون کو خوبیون سے بدلدیتا ہے اور جس شخص کا دل خشوع نہین کرتا اوسکو اعضاء ظاہری بھی خشوع نہین کرتے اور جسکا سینہ انوار الہی کا محل نہین ہوتا اوسکے ظاہر پر بھی چمک آداب نبوی کی نہین پڑتی اور میرا ارادہ تھا کہ اس جلد معاملات کی خاتمہ مین ایک باب متضمن تمامی آداب زندگی کا لکھون تاکہ طالبون کو اونکا نکالنا سب بابون سے دشوار نہو پھر مین نے دیکھا کہ جلد اول اور دوم کے ہر باب مین تھوڑے تھوڑے آداب مذکور ہو چکے ہین اسلیے مین نے اونکا دوبارہ لکھنا ثقیل جانا کہ نفسون کی سرشت مین ہے کہ مکررات سے نفرت رکھتے ہین اور اعادہ کو گران سمجھتے ہین اس نظر سے مناسب معلوم ہوا کہ اس باب مین صرف آداب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپکے اخلاق جو اسناد کے ساتھ مروی ہین لکھون اور ان سبکو جدا جدا اسناد حذف کرکے بیان کردون تاکہ وہ سب ایک جگہ ہو جاوین اور یہ فائدہ ہو کہ آپکے اخلاق کریمہ دیکھکر ایمان کی تجدید اور تاکید ہو جاوے کیونکہ آپ کی ایک ایک عادت شریف ایسی ہے جس سے قطعاً معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالی کی مخلوق سے نہایت بزرگ اور رتبہ مین برتر اور قدر مین بزرگ تر ہین تو جس صورت مین سب آپکی ذات اقدس مین

اچھی ہین تو کیسے افضل و اعلی ہونگے پھر اخلاق کے بعد آپ کا سراپا مذکور کرون پھر اون معجزات کو لکھون جو صحیح احادیث مین آئے ہین تاکہ مکارم اخلاق کا بیان کامل ہو اور پنبہ غفلت منکرون کے کانون سے زائل اللہ تعالی توفیق دے کہ عادات اور احوال مین اور تمام امور دینی مین ہم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرین اور اونکے اقتدا کا دم بھرین کہ وہی حیرت والونکا راہ نما اور مضطرون کے لیے مجیب الدعا ہے ہر چند یہ مطلب دریاے ناپید اکنار ہے مگر ہم تیرہ بیانون مین اس مضمون کو لکھتے ہین۔

پہلا بیان اس ذکر مین کہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب و صفی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تادیب قرآن مجید سے فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تضرع اور زاری بارگاہ باری بہت کرتے اور ہمیشہ سوال کرتے کہ مجکو محاسن آداب اور مکارم اخلاق سے آراستہ کر اور یون دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ حَسِّنْ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ اور فرماتے اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِیْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ تو اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اپنے اس وعدہ کو پورا کیا اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنے تم مجھ سے دعا مانگو مین قبول کرونگا اور آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور اوس سے آپکو ادب سکھلایا تو آپ کا خلق قرآن مجید ہی چنانچہ سعد بن ہشام کہتے ہین کہ مین حضرت عائشہ رض کی خدمت مین گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا حال اونسے پوچھا اونھون نے فرمایا کہ تو قرآن پڑھتا ہے مین نے کہا ہان اونھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا۔ اور قرآن مجید سے آپ کو ادب اسطرح سکھایا کہ ارشاد فرمایا خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ اور فرمایا وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اور فرمایا وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اور فرمایا فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور فرمایا وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ اور فرمایا اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ اور فرمایا اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور فرمایا اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اور جب جنگ احد مین آپ کے دندان مبارک کی چوکڑی ٹوٹ گئی اور سر مبارک مین ضرب آئی تو خون چہرہ مبارک پر بہتا تھا اور آپ خون کو پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کیسے بھلا ہوگا اوس قوم کا جسنے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کیا حالانکہ وہ اونکو انکے

اوسکے پروردگار کی طرف بلاتا ہے اوسوقت اللہ تعالی نے آپکو ادب سکہانیکے لیے یہ آیت نازل فرمائی
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ اور اسطرح کی تادیبین قرآن مجید
مین بیشمار ہین اور تادیب اور تہذیب سے مقصود اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہین پہر
آپ کی ذات پاک سے سب خلق پر پرتو پڑتا ہے اسلیے کہ قرآن مجید سے آپ کو ادب سکہایا گیا
اور خلق کو آپ سے ادب تعلیم کیا گیا اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مین اسلیے
بہیجا گیا ہون کہ مکارم اخلاق کو پورا کرون پہر آپنے خلق کو محاسن اخلاق کی اون باتون کی ترغیب
دی جن کا ذکر ہم باب ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق جلد ثالث مین کرینگے یہان مکرر لکہنے کی
ضرورت نہین پہر جب اللہ تعالی نے آپ کا خلق کامل کر دیا تو تعریف فرمائی اور یہ ارشاد کیا
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ سبحان اللہ اوسکی کیا بڑی شان اور کتنا کامل احسان اور کیا فضل
عظیم اور لطف عمیم ہے کہ آپ ہی اپنے نبی کریم کو خلق سے آراستہ کیا اور آپ ہی تعریف فرماتا ہے
اور خلق کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہے کہ تو بڑے خلق پر ہے پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خلق سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالی مکارم اخلاق کو پسند فرماتا ہے اور اونمین سے برے اخلاق سے
بغض رکہتا ہے۔ اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہے کہ مرد مسلمان سے تعجب ہے کہ اوسکے پاس کوئی اوسکا
مسلمان بہائی کسی ضرورت کو آوے اور اپنے نفس کو دوسرے کے ساتہ بہلائی کرنیکے قابل نہ سمجہے
بہلا اگر اوسکو توقع ثواب کی یا خوف عذاب کا نہو تو اوسکو یہ تو چاہیے کہ مکارم اخلاق کی طرف
سبقت کرے کہ اونسے راہ نجات کا پتا ملتا ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ نے اسکو رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ ہان مع اور بات کو جو اس سے بہی بہتر ہے
یعنے جب طے کے قیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر کیے گئے تو اونمین ایک لڑکی
بہی تہی اوسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر آپ مصلحت سمجہین تو مجکو
رہا فرماوین اور قبائل عرب کو مجہپر نہ ہنسائین کہ اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہون میرا باپ اپنی
قوم کی حمایت کرتا تہا اور قیدی کو رہا کرتا تہا بہوکے کا پیٹ بہرتا تہا اور کہانا کہلاتا تہا
اور سلام کا افشا کرتا تہا کبہی کسی حاجت کے طالب کو محروم نہین پہیرا مین حاتم طائی کی بیٹی ہون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکی یہ صفت سچے ایمانداروں کی ہے اگر تیرا باپ
مسلمان تہا تو ہمنے تجہپر رحم کیا اور لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اسکو چہوڑ دو کہ اسکا باپ مکارم اخلاق
کو اچہا جانتا تہا اور اللہ تعالی مکارم اخلاق کا دوستدار ہے پس ابوبردہ بن نیار کہڑا ہوا اور

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کیا مکارم اخلاق کو دوست رکھتا
آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ جنت مین نہ جاویگا
مگر خوش اخلاق سے اور کوئی داخل نہوگا اور حضرت معاذ بن جبل رضہ روایت کرتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسلام کا محیط مکارم اخلاق اور
محاسن اعمال کو کر دیا ہے اور منجملہ اونکے یہ باتین ہین باہم اچھی طرح رہنا عمدہ عمل کرنا
پہلو کا ملائم رکھنا خیرات دینا کھانا کھلانا سلام کا افشا کرنا مسلمان بیمار کو پوچھنا نیک
ہو یا بد مسلمان کے جنازہ کے ہمراہ جانا اور جس شخص کے ہمسایہ مین ہے خواہ وہ مسلمان
ہو یا کافر اوسکے ساتھ اچھی طرح رہنا اور بوڑھے مسلمان کی عزت کرنی اور دعوت کا
قبول کرنا اور دوسرے کی دعوت کرنی اور معاف کرنا اور لوگون مین صلح کرانی اور
جود اور کرم اور سماحت کرنا اور ابتدا السلام کرنا اور غصہ کا پی جانا اور لوگون سے درگذر
کرنی اور جو چیزین اسلام نے حرام کر دی ہین اونسے اجتناب کرنا یعنے کھیل اور باطل
اور غنا اور آلات لہو تماشا اور ہر کینہ اور عیب کی بات اور غیبت اور جھوٹ اور بخل
اور زیادتی کنجوسی اور جفا اور دغا اور فریب اور چغلی اور آپس مین بگاڑ ڈالنا اور قرابت
کو توڑنا اور بد خلقی اور تکبر اور شیخی اور اترانا اور بڑائی مارنی اور فحش کہنا اور فحش سننا
اور کینہ اور حسد اور بد فالی اور سرکشی اور حد سے گذرنا اور ظلم حضرت انس رضہ فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمدہ نصیحت ایسی نہین چھوڑی جسکی طرف ہمکو
نہ بلایا ہو اور نہ کوئی عیب اس قسم کا چھوڑا کہ جس سے ہمکو ڈرایا نہو یا منع نکیا ہو اور
ان سب باتون سے یہ آیت کفایت کرتی ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی الآیۃ
اور حضرت معاذ بن جبل رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو اسطرح
وصیت فرمائی کہ اے معاذ مین تجھکو وصیت کرتا ہون خدا تعالی سے ڈرنے کی اور
سچ بولنے اور عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے اور خیانت نکرنے اور ہمسایہ کا لحاظ
رکھنے اور یتیم پر رحم کرنے اور نرم گفتگو کرنے اور سلام کے فاش کرنے کی اور حسن عمل
اور کوتاہ کرنے امل کی اور ایمان پر جمے رہنے اور قرآن کی سمجھ پیدا کرنے اور آخرت کی
محبت اور حساب سے خائف رہنے اور بازو کو پست رکھنے کی اور مین تجھکو منع کرتا ہون
کہ کسی حلیم کو گالی مت دینا اور سچے شخص کو جھوٹا مت ٹھیرانا اور کسی گنہگار کی اطاعت

نہ کرنا اور امام عادل کی نافرمانی مت کرنا اور زمین مین فساد مت کرنا اور تمکو وصیت
کرتا ہون خدا تعالی سے ڈرنے کی ہر پتھر اور درخت اور ڈھیلے کے پاس اور یہ کہ
ہر گناہ کے لیے توبہ نئی کرنا پوشیدہ گناہ کے لیے پوشیدہ توبہ اور ظاہر کے لیے ظاہر
غرضنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے بندون کو اسطرح ادب تعلیم فرمایا اور
اونکو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی طرف بلایا۔

دوسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق مین جنکو بعض علما نے
احادیث سے چنکر جمع کیا ہے اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے
زیادہ حلیم تھے۔ سب سے زیادہ شجاع تھے۔ سب سے زیادہ عادل تھے۔ سب سے زیادہ پارسا
تھے کبھی آپ کا دست مبارک ایسی عورت کے ہاتھ کو نہ لگا جو آپ کی ملک مین نہو یا آپکی
محرم نہو۔ سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ کے پاس دینار و درم رات کو نہ رہتا تھا اور اگر بچ رہتا
اور ایسا شخص نہ ملتا جسکو عطا فرمائین اور یکایک رات ہو جاتی تو اپنے مکان مین تشریف
نہ لاتے جبتک کہ بچے ہوئے کو کسی محتاج کو نہ دیو چکتے۔ جو کچھ اللہ تعالی نے آپکو دیا تھا
اوسمین سے بجز سال بھر کی اپنی غذا کے نہ لیتے اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزان اور
سہل الوصول خرما اور جو کی ہوتی تھی اور باقی سب کو فی سبیل اللہ خرچ کرتے۔ جس
چیز کا سوال کوئی آپ سے کرتا اوسکو مرحمت فرماتے۔ پھر آپ اپنے سال بھر کی قوت
مین سے بھی دیڈالتے اور سائلین کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے حتی کہ بعض اوقات
برس گذرنے سے پیشتر قوت کی ضرورت پڑتی بشرطیکہ کوئی چیز آپ کے پاس نہ آجاتی
اور اپنا جوتا گانٹھتے اور کپڑے مین پیوند لگاتے اور اپنے گھر کی ٹہل کرتے۔ اور ازواج
مطہرات کے ساتھ گوشت کاٹتے۔ سب لوگون سے زیادہ حیادار تھے کہ کسی کے چہرہ پر
آپ کی نگاہ نہ جمتی۔ آزاد اور غلام کی دعوت منظور فرماتے۔ اور ہدیہ قبول فرماتے۔
گو ایک گھونٹ دودھ کا ہو یا ران خرگوش کی اور ہدیہ کی مکافات فرماتے۔ ہدیہ کو
تناول فرماتے اور صدقہ کو نہ کھاتے۔ لونڈی اور مسکین کی دعوت قبول فرمانے سے
تکبر نہ فرماتے اونکے ساتھ چلے جاتے۔ اپنے پروردگار کی خاطر غصہ فرماتے اور اپنے
نفس کے لیے غصہ نہ فرماتے۔ حق کو جاری فرماتے گو اوسمین آپ کا اور آپ کے اصحاب
کا نقصان ہوتا مشرکون نے آپ سے درخواست کی کہ ہم آپکے طرفدار ہوکر دوسرے

مشرکون سے عرض ہین اور اوسوقت آپکے پاس آدمیون کی اتنی قلت تھی کہ اگر ایک شخص
بھی آپ کے ساتھیون مین زیادہ ہوتا تو اوسکی بھی ضرورت تھی مگر آپ نے انکار کیا اور
فرمایا کہ ہم مشرک سے مدد نہین لیتا ہون۔ اور ایک شخص کو اپنے فضلاء صحابہ اور خیار
اصحاب مین سے یہودیون مین مقتول پایا مگر آپنے اونپر ظلم نہ کیا اور نہ تلخ حق سے زیادہ
بڑھے بلکہ اوس مقتول کی دیت سو اونٹنیان دین حالانکہ اوسوقت اصحاب رضہ کو اونٹ
کی نہایت ضرورت تھی کہ ایک بھی ملتا تو اوس سے قوت حاصل کرتے اور بھوک کے
مارے شکم مبارک پر پتھر باندھتے تھے۔ جو موجود ہوتا وہ تناول فرماتے اور جو پاتے اوسکو ہٹاتے
اور حلال کھانے سے ورع نہ فرماتے اور اگر خرما بدون روٹی کے پاتے تو اوسکو ہی
نوش جان فرماتے اور اگر بھنا ہوا گوشت ملتا تو وہی کھا لیتے اور اگر روٹی گیہون یا جو کی
ملتی اوسکو کھا لیتے اور اگر میٹھا یا شہد پاتے تو اوسکو ہی کھا لیتے اور اگر دودھ بدون روٹی
کے پاتے تو اوسی پر اکتفا فرماتے اور اگر خربزہ یا تر خرما ملتا تو وہی کھا لیتے۔ تکیہ لگا کر کھاتے
اور نہ اونچے خوان پر رکھکر کھانا کھاتے۔ آپ کا رومال دونون تلوے پاے مبارک کے
تھے۔ گیہون کی روٹی سے تا زیست تین دن پیہم پیٹ نہین بھرا اور یہ امر مفلسی اور بخل
کی وجہ سے تھا بلکہ نفس کو مطیع اور مغلوب رکھنے کے لیے۔ ولیمہ کی دعوت قبول فرماتے
بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ہمراہ تشریف لیجاتے۔ دشمنون مین بلا نگاہبان
تنہا پھرتے۔ تواضع مین سب سے زیادہ اور وقار مین سب سے بڑھکر تھے بدون تکبر کے۔
کلام مین سب سے زیادہ بلیغ بدون تطویل کے سب سے زیادہ خندہ پیشانی تھے۔ امور
دنیا مین سے آپکو کوئی چیز تعجب مین نہ ڈالتی۔ جو پہننے کو پاتے وہ پہن لیتے کبھی شملہ
یعنے چھوٹا کمل اور کبھی یمن کی چادر اور کبھی صوف کا جبہ جو مباح مال سے ملتا اوسکو
پہن لیتے۔ آپکی انگوٹھی چاندی کی تھی اوسکو دہنے ہاتھ اور بائین کی چھنگلیا مین
پہنا کرتے تھے۔ اپنے پیچھے اپنے غلام کو یا دوسرے شخص کو سوار کر لیتے تھے۔ جو سواری
بہم ہو جاتی اوسپر سوار ہو جاتے کبھی گھوڑے پر گاہے اونٹ پر کبھی سبزہ خچر پر کبھی
دراز گوش پر اور کبھی پیادہ برہنہ پا بدون چادر اور عمامہ اور ٹوپی کے چلتے اور مدینہ
منورہ کے پرلی کنارہ پر بیمارون کی عیادت فرماتے۔ خوشبو کو آپ پسند فرماتے اور
بدبو کو مکروہ جانتے۔ فقیرون کے ساتھ بیٹھتے مساکین کو ساتھ کھلاتے۔ جو لوگ اخلاق میں

افضل ہوتے اونکا اکرام کرتے اور اہل شرف کے ساتھ سلوک کرکے اونکو پرچاتے ۔ صلہ رحم فرماتے ۔ اسطرح پر کہ قرابتون کو اون سے افضل شخصون پر ترجیح دین ۔ کسی پر جفا نکرتے جو آپکے سامنے عذر کرتا اوسکا عذر مقبول کرلیتے ۔ آپ مزاح فرماتے مگر سچ کے سوا اور کچھ نہ کہتے ۔ مسکراتے اور زور سے نہ ہنستے ۔ مباح کھیل کو دیکھتے اور اوسکو منع نہ فرماتے اپنے اہل کے ساتھ دوڑتے کہ کون آگے نکلے ۔ آپ کے سامنے آوازین بلند ہوتین اور آپ صبر فرماتے ۔ آپ کے پاس دودھیل اونٹنی اور بکری تھی کہ اونکا دودھ آپ اور آپ کے گھر والے پیتے تھے ۔ اور آپ کے پاس لونڈیان اور غلام تھے کھانے اور پہننے مین آپ اونسے برتری نہ فرماتے ۔ کوئی وقت آپ پر ایسا نہ گذرتا جسمین آپ اللہ تعالی کے لیے کام یا اپنے نفس کی بہتری کے لیے امر ضروری نکرتے ہوتے ۔ اپنے اصحاب کے باغون مین تشریف لیجاتے ۔ کسی مسکین کو اوسکے مفلس اور اپاہج ہونے کے سبب سے حقیر نہ جانتے اور نہ کسی بادشاہ سے اوسکی بادشاہت کی جہت سے ڈرتے بلکہ دونون کو برابر اللہ تعالی کی طرف بلاتے ۔ اللہ تعالی نے آپکے لیے سیرت فاضلہ اور ریاست تامہ جمع کردی تھی آپ امی ہین کہ نہ پڑھے نہ لکھے جاہل ملکون اور جنگلون کے اندر حالت فقر اور بکریان چرانے مین یتیم پیدا ہوئے کہ نہ باپ تھا نہ ماں مگر اللہ تعالی نے آپکو سب محاسن اخلاق اور اچھے طریقے اور پہلون اور پچھلون کے حالات اور جن باتون سے آخرت مین فوز و نجات ہو اور دنیا مین لوگ رشک کرین اور واجب امر پر لازم رہنا اور فضول کو ترک کرنا سب کچھ تعلیم فرمادیا اللہ تعالی ہمکو توفیق دے کہ آپ کے امر کی اطاعت بجا لائین اور آپ کے افعال کی اقتدا کرین

آمین یارب العالمین ۔

تیسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اون آداب و اخلاق مین جو منجملہ مرویات ابو البختری ہین ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکسیکو اپنا ندارون مینا سے گالی دی اوسکے حق مین اوسکو کفارہ اور رحمت ہونے کی دعا کی ۔ کسی عورت کو نہ کبھی لعنت کی اور نہ کسی خادم کو ۔ اور آپ سے اثنائے قتال مین عرض کیا گیا کہ اگر آپ انپر لعنت کرین تو مناسب ہے آپنے فرمایا کہ مین رحمت کے لیے مبعوث ہوا ہون نہ لعنت کے لیے ۔ اور جب آپ سے التماس کیا جاتا کہ کسی مسلمان یا کافر عام یا خاص

کے لیے بد دعا فرمائی تو آپ بد دعا سے اعراض کرکے دعاء خیر فرماتے - آپنے دست مبارک
کا وار کسی پر نہیں کیا بجز جہاد فی سبیل اللہ کے اور جو برائی آپ کے ساتھ کی گئی اوسکا بدلہ
آپ نے کبھی نہیں لیا مگر یہ کہ پردہ دری حرمت الٰہی کی ہو - اور جب کبھی دو امر ان میں
آپ کو اختیار دیا گیا تو دونوں میں سے سہل تر کو پسند فرمایا بشرطیکہ اوس میں گناہ یا
قطع قرابت نہو کہ ان دونوں سے آپ سب سے زیادہ دور رہتے تھے - اور جو کوئی آزاد
یا غلام یا لونڈی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تو آپ اوسکے ساتھ اوسکی حاجت میں
کھڑے ہو جاتے - حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ جو چیز آپکو بری لگی اوسمیں مجھ سے آپ نے
کبھی یہ نہیں فرمایا کہ یہ تو نے کیوں کی اور جب کسی نے آپکے گھر والوں میں سے مجھکو
ملامت کی تو آپنے یہی ارشاد فرمایا کہ اسکو کچھ مت کہو تقدیر میں یوں ہی ہونا تھا -
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب گاہ میں عیب نہیں لگایا اگر کسی نے بچھونا بچھا دیا
تو لیٹ رہے اور اگر بستر نہوا تو زمین پر لیٹ رہے - اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا وصف آپکے نبی کرنے سے پیشتر توریت میں اول سطر اسطرح ارشاد فرمایا کہ محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بندہ برگزیدہ ہے نہ درشت خو ہے نہ سخت گو نہ بازاروں
میں چیختا ہے نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیتا ہے بلکہ معاف اور درگذر کرتا ہے اوسکی پیدائش
کی جگہہ مکہ معظمہ اور مقام ہجرت طابہ یعنے مدینہ منورہ اور اوسکا ملک شام میں ہے وہ
اور اوسکے ساتھی تہمد باندھتے ہیں قرآن اور علم کے حافظ ہیں اور ہاتھ پانوں کو وضو میں دھوتے
ہیں اور اسی طرح کا وصف انجیل میں مذکور ہے - اور آپکی عادت یہ تھی کہ جس سے
ملتے اول سلام کرتے - اور جو کوئی آپ کو کسی کام کے لیے کھڑا کر لیتا تو آپ توقف
فرماتے جبتک کہ وہ شخص خود چلا نجاتا - اور جو شخص آپکا ہاتھ پکڑ لیتا تو آپ اوس سے
ہاتھ نچھوڑاتے یہانتک کہ وہ آپ سے چھوڑ دیتا - اور جب اپنے اصحاب رض میں سے کسی سے
ملتے تو اول مصافحہ کرتے پھر اوسکی اونگلیوں میں اونگلیاں ڈالتے اور خوب مضبوط
گرفت فرماتے - اور جب کھڑے ہوتے اور بیٹھتے تو ذکر اللہ ہی کرتے - اور اگر آپکے پاس
نماز پڑھتے میں کوئی آ بیٹھتا تو آپ اپنی نماز مختصر کر دیتے اور اوس سے پوچھتے کہ تمکو کچھ
کام ہے اور جب اوسکے کام سے فارغ ہوتے تو پھر نماز پڑھنے لگتے - اور آپکی اکثر نشست

تھی کہ دونو ساقون کو کھڑی کرکے اونکے گرد سے دونو ہاتھ کوٹ مارنے کی طرح پکڑ لیتے تھے
آپ کی نشست آپ کی اصحاب کی نشست سے متمیز نہ تھی۔ جہان آپکو نشست کو بیٹھنے
جگہ ملتی تھی اوسی جگہہ بیٹھ جاتے تھے۔ کبھی آپکو کسی نے نہیں دیکھا کہ آپنے پانو اصحاب
مین پھیلائے ہون اور اونپر جگہہ تنگ ہوگئی ہو ہان اگر مکان وسیع ہوتا اور پانو پھیلانے
سے تنگی نہوتی تو کچھ مضایقہ تھا اور آپ کی اکثر نشست قبلہ رخ ہوتی تھی۔ اور جو آپکے
پاس آتا تھا اوسکی خاطر و تعظیم فرماتے حتی کہ جنمین اور آپ مین کسی طرح کی قرابت اور دودھ
پینے کا علاقہ تھا اونکے لیے اپنی چادر بچھا کر اوسپر اونکو بٹھلاتے تھے۔ اور جو تکیہ آپ کے نیچے
رہتا تھا آنیوالے کو لیے اوسکو نکالکر حوالہ فرماتے اور اگر وہ اوسکے لینے سے انکار کرتا تو آپ
قسم دیتے کہ اوسی پر تکیہ لگا کر بیٹھے اور جس کسی نے آپ سے محبت کی اوسکو یہی گمان ہوتا
کہ سب سے زیادہ آپ مجھپر کرم فرماتے ہین یہانتک کہ اپنے جلیسون مین سے ہر ایک کی طرف
حصہ رسد توجہ فرماتے حتی کہ آپ کی نشست اور سننا اور بات کہنا اور بزم لطیف اور
جلیس کی طرف توجہ اور اوسکے ساتھ بیٹھنا حیا اور تواضع اور رازداری کی مجلس تھی اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ
اپنے اصحاب کو اونکی خاطر اور دلداری کے لیے اونکی کنیتون سے پکارتے تھے۔ اور جسکی کنیت
نہوتی اوسکی کنیت آپ مقرر فرماتے پھر لوگ اوسکو اوسی کنیت سے پکارتے تھے۔ جن عورتون
کے اولاد ہوتی اونکی کنیت بھی مقرر فرماتے اور بے اولاد والی کی کنیت پہلے سے کردیتے۔
اور لڑکون کے لیے کنیت ٹھہرا دیتے تو اس سے اونکا دل نرم ہوجاتا۔ اور سب لوگون سے
زیادہ دیر مین آپ کو غصہ آتا اور سب سے جلد راضی ہوجاتے تھے۔ لوگون پر نہایت درجہ کی
رافت فرماتے اور اونکے حق مین سب سے بہتر اور نافع تر تھے۔ آپ کی مجلس مین آوازین
بلند نہوتی تھین۔ اور جب مجلس سے اوٹھتے تو فرماتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ
اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اور فرماتے کہ یہ کلمات مجکو جبریل علیہ السلام نے سکھائے
جو کہا بیان۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اور خندہ کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح اور شیرین التقریر تھے۔ اور فرماتے کہ مین عرب مین زیادہ فصیح
ہون۔ اور بہشتی لوگ جنت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بولی مین گفتگو کرینگے۔ آپ
کم سخن نرم گفتار تھے جب بولتے تو بہت کلام نہ فرماتے آپ کی تقریر مختصر ہوتی تھی

نرمی کی۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح بہت گفتگو
نہ فرماتے تھے آپ کا کلام مختصر ہوتا تھا اور تم جسقدر اوسکو پھیلاتے ہو سب سے زیادہ
مختصر کلام آپ کا تھا اور اسیکو حضرت جبریل علیہ السلام آپکے پاس لائے اور باوجود اختصار
کے جو چاہتے وہ جمع فرماتے۔ آپ کلمات جامع سے کلام فرماتے نہ زیادتی اون مین تھی
نہ کمی گویا موتیون کے دانون کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلے آتے ہین اور اثناء کلام مین
گو نہ توقف ہوتا تھا کہ سننے والا اوسکو یاد کرلے۔ آپ کی آواز بلند اور لہجہ سب سے اچھا تھا
سکوت بہت فرماتے اور بدون حاجت لب مبارک گفتگو کو نہ ہلاتے۔ لفظ نامعقول زبان پر
نہ لاتے اور حالت رضا اور غضب مین بجز سچ کے اور کچھ نہ کہتے۔ جو کوئی برا لفظ بولتا اوسکی
طرف سے منہ پھیر لیتے۔ اور جو لفظ آپ کو برا معلوم ہوتا اور بمجبوری کہنا پڑتا تو اوسکو صراحۃ
نہ فرماتے اشارۃ ارشاد فرماتے۔ جب آپ خاموش ہو جاتے تو جلیس بولتے آپ کے پاس
کوئی دوسرے کی بات نہ کاٹتا۔ خیر خواہی کے ساتھ بدون ہنسی کے پند فرماتے۔ ارشاد فرماتے
کہ بعض قرآن کو بعض سے مت ٹکراؤ کہ وہ کئی طرح پر اوترا ہے۔ اپنے اصحاب کے روبرو
سب سے زیادہ تبسم اور خندہ فرماتے اور اونکی باتون سے زیادہ تعجب فرماتے اور اونکے
اپنے نفس مبارک کو زیادہ مخلوط فرماتے۔ اور بعض اوقات اتنا خندہ فرماتے کہ آپ کی
کچلیان کھل جاتین۔ اور آپکے اصحاب کا خندہ آپکے سامنے تبسم ہوتا تھا آپکے اقتدا اور توقیر
کی جہت سے۔ اور کہتے ہین کہ ایک روز ایک اعرابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا آپکا
رنگ اوس وقت متغیر تھا اور صحابہ اسکو خلاف عادت شریفہ دیکھکر پہچان گئے تھے
اوس اعرابی نے آپ سے کچھ پوچھنا چاہا صحابہ نے فرمایا کہ کچھ نہ پوچھ کہ ہم آپکے رنگ کو
متغیر دیکھتے ہین اوسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دو قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپکو
نبی برحق کر کے بھیجا ہے مین آپ کو ہنسائے بغیر نہ چھوڑونگا غرضکہ اوسنے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے سنا ہے کہ دجال لوگون کے لیے ثرید لائیگا تو فدا ہون آپ پر
میرے والدین کیا آپ مجکو یہ اجازت فرماتے ہین کہ مین اوسکے ثرید سے رکا رہون اور
نہ مانگون یہانتک کہ لاغری سے ہلاک ہون یا یہ حکم دیتے ہین کہ اوسکی ثرید مین ہاتھ لگا دون
اور جب خوب تن جاؤن تو اللہ تعالی پر ایمان لاؤن اور اوسکا منکر ہون آپ اسکو سنکر
اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیان کھل گئین پھر فرمایا کہ جس چیز سے اللہ تعالی ایماندارون کو

اوس کا فرسے صفی کر دیگا اوسی سے مجکو بھی اوسکی پروا نہ کیگا۔ اور آپ سب سے زیادہ
تبسم فرماتے اور دل خوش رہتے بشرطیکہ آپ پر قرآن مجید نازل نہوتا ہوتا یا قیامت کا
ذکر یا خطبہ اور وعظ نفرماتے ہوتے۔ اور جب آپ خوش اور راضی ہوتے تو سب سے بہتر
رضا کی حالت مین ہوتے اور اگر وعظ فرماتے تو بواقعی طور پر فرماتے نہ ہنسی کے طور سے
اور اگر آپ غصہ ہوتے اور غصہ بجز خدا کے واسطے کے ہوا نکرتے تھے تو کسی چیز کو آپ کے
غصہ کے سامنے ٹھہرنے کی تاب نتھی اور آپ اپنے سب کامون مین ایسے ہی تھے۔ اور
جب کوئی واقعہ آپ پر آتا تو اوسکو سپرد بخدا فرماتے اور طاقت و قوت سے بری ہوجاتے
اور اللہ تعالی سے ہدایت کی التجا کرتے اور یون فرماتے کہ الہی مجکو حق کو حق دکھلا کہ
مین اوسکا اتباع کرون اور منکر کو منکر دکھلا اور مجکو اوس سے بچنا روزی کر اور مجکو اسبات
سے پناہ مین رکھ کہ منکر مجپر مشتبہ ہوجائے اور بدون تیری ہدایت کہ مین اپنی خواہش
نفس کا اتباع کرون اور میری خواہش نفس کو اپنی طاعت کا تابع کر اور اپنی ذات پاک
کی مرضی کا کام میرے نفس سے تندرستی کی حالت مین لے اور امر حق مین اختلاف پڑنیکے
وقت مجکو اپنے حکم سے راستہ دکھلا کہ تو ہی جسکو چاہے سیدھا راستہ ہدایت کرتا ہے۔

پانچوان بیان کھانے کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و آداب
کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو موجود پاتے اوسکو کھا لیتے۔ اور جس کھانے پر
بہت سے ہاتھ ہوتے وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اور جب دسترخوان بچھایا جاتا
تو آپ یہ فرماتے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا نِعْمَةً مَشْكُورَةً تَصِلُ بِهَا نِعْمَةَ الْجَنَّةِ
اور اکثر جب آپ تناول فرمانے کو بیٹھتے تو اپنے دونون زانو اور دونون قدم ملا لیتے
جیسے نمازی بیٹھتا ہے مگر زانو پر زانو اور قدم پر قدم ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ مین بندہ
ہون کھاتا ہون جیسے بندہ کھاتا ہے اور بیٹھتا ہون جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ اور گرم کھانا
آپ نہ کھاتے اور فرماتے کہ اسمین برکت نہین ہوتی اور اللہ تعالی نے ہمکو آگ نہیں کھلائی
سو اوسکو ٹھنڈا کر لو۔ اور اپنے قریب سے آپ کھایا کرتے۔ اور تین اونگلیون سے کھانا
تناول فرماتے۔ اور بعض اوقات چوتھی سے سہارا لیتے۔ اور دو اونگلیون سے نکھاتے
اور فرماتے کہ یہ طور شیطان کے کھانے کا ہے۔ اور ایک بار حضرت عثمان بن عفان
آپ کے پاس فالودہ لائے آپنے اوسمین سے تناول فرمایا اور پوچھا کہ یا ابا عبداللہ یہ کیا ہے

حضرت عثمان رضہ نے عرض کیا کہ آپ پر میرے والدین فدا ہون ہم شہد اور گھی دیگچی مین کرکے آگ پر پکاتے ہین اور اوسمین گیہون کا میدہ ڈالکر گھی اور شہد کو چمچہ سے دیگچی مین پھراتے جاتے ہین یہانتک کہ پک کر ایسا ہو جاتا ہے جیسا آپ ملاحظہ فرماتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غذا طیب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بن چھنے جو کے آٹے کی روٹی کھایا کرتے تھے۔ اور ککڑی تر خرما کے ساتھ اور نمک کے ساتھ تناول فرماتے۔ اور میوون مین سے آپ کو خربزہ اور انگور بہت محبوب تھا۔ اور آپ خربزہ روٹی کے ساتھ اور مصری کے ساتھ تناول فرماتے۔ اور کبھی خربزہ خرما تر کے ساتھ کھاتے اور کھانے مین دونون ہاتھون سے مدد لیتے ایک روز آپ تر خرما داہنے ہاتھ سے کھاتے تھے اور گٹھلیان بائین ہاتھ مین جمع فرماتے تھے کہ اتنے مین ایک بکری آئی آپ نے اوسکی طرف گٹھلیون کا اشارہ کیا وہ آپکے بائین ہاتھ مین کھاتی رہی اور آپ داہنے ہاتھ سے کھاتے رہے یہانتک کہ جب آپ کھا چکے تو بکری بھی چلی گئی۔ اور کبھی آپ انگورون کا خوشہ منہ مین رکھ لیتے یعنے کئی کئی ایک دفعہ کھاتے اور آب انگور آپکی ریش مبارک پر موتیون کی طرح اترتا معلوم ہوتا۔ اور آپ کا اکثر کھانا پانی اور خرما ہوتا۔ اور کبھی آپ ایک گھونٹ دودھ کا لیتے اور اوپر سے ایک خرما کھاتے پھر اسیطرح کرتے اور دودھ اور خرما کو اطیبین فرماتے (یعنے دو عمدہ چیزین)۔ اور سب سے زیادہ محبوب کھانا آپ کی نزدیک گوشت تھا اور فرماتے تھے کہ گوشت شنوائی کی قوت بڑھاتا ہے اور دنیا اور آخرت مین کھانون کا سردار ہے اور اگر مین اپنے پروردگار سے درخواست کرتا کہ مجکو ہر روز گوشت عطا کرے تو وہ بیشک عطا فرماتا۔ اور آپ ثرید کو گوشت اور کدو کے ساتھ کھاتے۔ اور کدو کو آپ پسند فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ میرے بھائی یونس علیہ السلام کا ہے۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آپ ارشاد فرماتے کہ جب تم ہنڈیا پکاؤ تو اوسمین کدو بہت ڈالا کرو کہ وہ غمگین دل کو تقویت دیتا ہے۔ اور جس پرند کا شکار ہوتا اوسکو تناول فرماتے۔ اور شکار کا پیچھا خود نہ کرتے اور نہ آپ شکار مارتے مگر کوئی شکار کرکے لا دیتا تو اوسکے کھانے کو پسند فرماتے۔ اور جب گوشت کھاتے تو سر مبارک کو اوسکے لیے نہ جھکاتے بلکہ اوسکو منہ کے پاس لاکر دانت سے کاٹتے اور روٹی اور گھی تناول فرماتے۔ اور بکری مین سے آپکو دست اور شانہ پسند تھا

اور ہنڈیا میں سے کدو اور روغن لگا کر کھانے کی چیزوں میں سے سرکہ اور کھجور میں سے
عجوہ پسند فرماتے۔ اور عجوہ کھجور کے باب میں برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ یہ جنت
میں سے ہے اور زہر اور جادو سے شفا ہے اور ساگ کی قسم میں آپ کاسنی اور ریحان
اور خرفہ جسکو رجلہ کہتے ہیں پسند فرماتے۔ اور گردون کو آپ برا جانتے تھے اسوجہ سے
کہ پیشاب کے قریب رہتے ہیں۔ اور بکری میں سے سات چیزیں نہ کھاتے تھے ذکر اور فوطے
اور پھکنا اور پتا اور غدہ اور فرج اور خون اور انکو برا جانتے تھے۔ اور کچا لہسن اور پیاز
اور گندنا تناول نہ فرماتے۔ اور کسی کھانے کو کبھی برا نہیں فرمایا بلکہ اگر اچھا معلوم ہوا
تو کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا اور اگر برا جانا تو دوسرے کی نظر میں اوسکو ناپسند نہیں کیا
اور ضب اور تلی سے آپ نفرت رکھتے تھے مگر اونکو حرام نفرماتے۔ اور اپنی اونگلیوں سے
رکابی چاٹتے اور فرماتے کہ پچھلے کھانے میں برکت بہت ہوتی ہے۔ اور کھانے کے
بعد اپنی اونگلیاں اتنی چاٹتے کہ سرخ پڑ جاتیں۔ اور اپنا دست مبارک رومال سے
نہ پونچھتے جبتک کہ ایک ایک اونگلی چاٹ نہ لیتے اور فرماتے کہ معلوم نہیں کہ کونسے کھانے میں
برکت ہو۔ اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَطْعَمْتَ
فَاَشْبَعْتَ وَسَقَيْتَ فَاَرْوَيْتَ لَكَ الْحَمْدُ غَيْرَ مَكْفُوْرٍ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ اور جب
آپ گوشت روٹی خاصکر کھاتے تو ہاتھوں کو خوب دہوتے پھر بقیہ پانی کو منہ پر
پونچھ لیتے۔ اور آپ پانی تین دفعہ میں پیتے اور اون تین میں بسم اللہ اور آخر میں
الحمد للہ کہتے (یعنے ہر بار کے ابتدا میں ایکبار بسم اللہ اور انتہا میں الحمد للہ ہوتی) اور
پانی کو چوس چوس کر پیتے بڑے بڑے گھونٹ سے نہ پیتے۔ اور کبھی ایک ہی سانس میں پانی
پینے سے فراغت پاتے۔ اور برتن میں اثنائے شرب میں سانس نہ لیتے بلکہ اوس سے
علیحدہ ہو کر سانس لیتے۔ اور اپنا اولش اوسکو مرحمت فرماتے جو آپکے داہنی طرف ہوتا
اور کبھی بائیں طرف والا رتبہ میں بڑا ہوتا تو داہنی طرف والے سے اجازت لیتے کہ طریق
سنت تو یہی ہے کہ تجکو ملے لیکن اگر تجکو پسند ہو تو بائیں والوں کو اپنے نفس پر
ترجیح دے اور ایک بار آپ کی خدمت میں ایک برتن آیا جسمیں شہد اور دودھ تھا آپنے
اوسکو پینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ دو پینے کی چیزیں ایک دفعہ میں اور دو سالن
ایک برتن میں ہیں پھر فرمایا کہ میں انکو حرام نہیں کرتا ہوں مگر فخر کو اور دنیا کی فضول

قیامت مین محاسبہ ہونیکو برا جانتا ہون اور تواضع کو پسند کرتا ہون کہ جو کوئی اللہ تعالی کے واسطے تواضع کرتا ہے اللہ تعالی اوسکو بلند کرتا ہے۔ اور آپ اپنے مکان کے اندر باکرہ عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ کھانا گھر والون سے نہ مانگتے نہ اونپر کسی کھانیکی فرمایش کرتے اگر اونھون نے کھلا دیا کھا لیا اور جو سامنے لا رکھا قبول فرمایا اور جو پلایا وہ پی لیا۔ اور بعض اوقات اپنے کھانے یا پینے کی چیز خود کھڑے ہو کر لے لیتے۔

صلے اللہ علیہ وسلم

چھٹا بیان لباس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخلاق و آداب کی ذکر مین

کپڑون مین جو آپکو ملتا تہمد یا چادر یا کرتہ یا جبہ یا اور کچھ وہی پہن لیتے۔ اور آپ کو سبز کپڑے اچھے معلوم ہوتے تھے۔ اور آپ کی اکثر پوشاک سفید ہوتی اور فرماتے کہ اسکو اپنے زندون کو پہناؤ اور اموات کو اسی مین کفناؤ۔ اور لڑائی کے وقت قبائے پنبہ دار پہنتے اور بدون بھراو کی بھی پہنتے۔ اور ایک قبا دیبا کی آپ کے پاس تھی کہ اوسکو آپ پہنتے تو اوسکی سبزی آپ کی رنگ کی سفیدی مین اچھی معلوم ہوتی۔ اور آپکے سب کپڑے ٹخنون سے اوپر چڑھے رہتے اور تہمد اوسسے بھی اوپر نصف ساق تک ہوتا اور آپکے قمیص کے بند بندہے رہتے اور کبھی نماز مین اور غیر نماز مین بند کھول دیتے۔ اور آپکے پاس ایک بڑی چادر تھی زعفران سے رنگی ہوئی کبھی صرف اوسیکو پہنکر لوگون کو نماز پڑہا دیتے۔ اور کبھی آپ صرف چادر پہنتے کہ اور کوئی کپڑا بدن پر نہوتا۔ اور آپ کے پاس ایک چادر پیوند لگی تھی اوسکو پہنتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون پہنتا ہون جیسے بندہ پہنتا ہے۔ اور جمعہ کا جوڑا آپ کا خاص تھا سوائے اور دونون کے کپڑون کے۔ اور کبھی آپ ایک چادر تہمد کی پہنتے دوسری چیز بدن پر نہوتی اور اوسکے دونون کنارون کو دونون شانون کے درمیان گرہ لگاتے۔ اور کبھی جنازون پر اوس سے امامت کرتے۔ اور کبھی مکان کے اندر ایک ہی تہمد مین لپٹ کر اور دونون کنارون کو شانون پر ادہر کا ادہر ڈالکر نماز پڑہتے اور یہ وہی تہمد ہوتا جسمین رات کو صحبت کی ہوتی۔ اور کبھی نماز تہجد تہمد کے ایک کنارہ کو اپنے بدن مبارک پر پہن کر اور باقی کو بعض ازواج مطہرات پر ڈالکر پڑہتے۔ اور آپ کی پاس ایک چادر سیاہ تھی اوسکو آپنے کسیکو دیدیا حضرت ام سلمہ رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ سیاہ چادر کیا ہوئی آپنے فرمایا کہ مین نے اوسکو ہبہ کردیا اونھون نے کہا کہ جیسی
آپ کی سفیدی اوسکی سیاہی پر بھلی معلوم ہوتی تھی مین نے ایسی چیز کبھی نہین دیکھی
اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات
دیکھا کہ ہمکو نماز ظہر ایک چھوٹی چادر مین پڑہائی جسکے کنارون کو آپ نے گرہ دیلیا تھا۔
اور آپ انگوٹھی پہنتے۔ اور کبھی باہر تشریف لاتے اور آپ کی انگوٹھی مین چیز کی یادداشت
کے لیے دھاگا بندھا ہوتا۔ اوس انگوٹھی سے آپ خطون پر مہر لگاتے اور فرماتے کہ
خط پر مہر کردینی تہمت سے بہتر ہے اور ٹوپیان آپ عمامون کے تلے اور بدون عمامون
کے پہنتے۔ اور کبھی ٹوپی کو سر مبارک سے اتار کر اوسکا سترہ کرتے اور اوسکی طرف کو نماز
پڑھتے اور کبھی عمامہ نہوتا تو سر اور پیشانی پر پٹی باندھ لیتے۔ اور آپ کی ایک عمامہ کا
نام سحاب تھا اوسکو آپنے حضرت علی مرتضی رضہ کو ہبہ کردیا تھا حضرت علی رضہ کبھی اوسکو
دیکر تشریف لاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ علی تمہارے پاس سحاب
مین آئے۔ اور جب آپ کپڑا پہنتے تو دہنی طرف سے شروع کرتے اور فرماتے الحمد للہ
الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی الناس اور جب کپڑا اتارتے
تو بائین طرف سے ابتدا کرتے۔ اور جب نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کسی مسکین کو عنایت فرماتے
اور ارشاد کرتے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو اپنے پرانے کپڑے پہنائے اور پہنانا صرف
خدایتعالی کے واسطے ہو تو وہ حالت حیات و موت مین خدایتعالی کی ضمان اور پناہ
اور برکت مین رہیگا جبتک مسلمان کو پہنائیگا۔ اور آپ کا ایک چمڑے کا گدا تھا جسمین
خرما کی چھال بھری تھی اوسکا طول دو گز کے قریب اور عرض ایک گز اور ایک بالشت
کے قریب تھا۔ اور آپکا ایک کمل تھا کہ اوسکو ہر جگہہ اوٹھا کر آپکے تلے دوتہ کرکے
بچھا دیتے تھے۔ اور آپ بوریے پر سوتے کہ اوسکے سوا اور بستر نہوتا۔ اور آپکی عادت
شریف تھی کہ اپنے جانورون اور ہتھیارون اور چیزون کا نام رکھتے تھے چنانچہ آپکے
نیزہ کا نام عقاب تھا اور آپ کی تلوار کا نام جسکو لڑائی مین ساتھ رکھتے تھے ذوالفقار تھا
اور ایک تلوار کا نام مخذم تھا۔ اور ایک اور کو رسوب کہتے تھے۔ اور ایک اور قضیب کے
نام سے معروف تھی۔ اور آپ کی تلوار کا قبضہ چاندی بھرا ہوا تھا۔ اور آپ چمڑے کی
پیٹی پہنتے جسمین تین کڑیان چاندی کی تھین۔ اور آپ کی کمان کا نام کتوم تھا اور

ترکش کا نام کافور۔ اور آپکے ناقہ کا نام قصوی تھا جسکو عضباء بھی کہتے تھے۔ اور آپکے خچر کا نام دلدل تھا۔ اور آپکے دراز گوش کا نام یعفور۔ اور آپکے بکری کا نام عینہ تھا۔ اوسکا آپ دودھ پیتے تھے۔ اور آپکے پاس مٹی کا ایک لوٹا تھا جس سے آپ وضو کیا کرتے اور پانی پیتے پس آدمی اپنے چھوٹے بچون تمیزدار کو بھیجتے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آتے اور اگر لوٹے مین پانی پاتے تو اوسکو پیتے اور اپنے چہرون اور بدن پر حصول برکت کے لیے ملتے

ساتوان بیان اس ذکر مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود قدرت کے مجرم کا قصور معاف فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ حلیم اور باوجود قدرت کے عفو قصور مین سب سے زیادہ راغب تھے یہانتک کہ آپ کی خدمت مین سونے اور چاندی کے ہار آئے اور آپنے اونکو اپنے اصحاب رضی اللہ عنہما مین تقسیم فرمایا اوسوقت ایک بدوی شخص اوٹھا اور اوسنے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم البتہ خداتعالی نے آپ کو عدل کرنیکا حکم فرمایا ہے مگر مین آپکو عدل کرتے نہین دیکھتا آپنے فرمایا کہ کمبخت میرے سوا پھر تجھپر کون عدل کریگا جب وہ پشت پھیر کر چلا تو آپ نے فرمایا کہ اوسکو نرمی کے ساتھ میرے پاس واپس لے آؤ۔ اور حضرت جابر رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے روز لوگون کے لیے حضرت بلال رض کے کپڑے مین چاندی جمع کرتے تھے آپ کی خدمت مین ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ عدل فرمایئے آپ نے اوسکو فرمایا کمبخت اگر مین عدل نکرونگا تو اور کون کریگا تو محروم اور خسارہ مین رہیگا اگر مین عدل نکرون حضرت عمر فاروق رض کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو اسکی گردن اوڑا دون کہ یہ منافق ہے آپنے فرمایا معاذاللہ لوگ کہینگے کہ مین اپنے یارون کو قتل کرتا ہون اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی مین تھے کہ کفار نے مسلمانون کی کچھ غفلت دیکھی اتنے مین ایک کافر شمشیر برہنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر آگیا اور کہا کہ اب آپکو مجھسے کون بچائیگا آپنے فرمایا اللہ جلشانہ راوی کہتا ہے کہ اوس کافر کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اوٹھا کر اوس کافر سے فرمایا کہ مجھسے تجھکو کون بچائیگا اوسنے عرض کیا کہ آپنے مجھکو اسیر کرلیا آپ بہتر گرفتار کرنیوالون مین سے ہو پھر اپنی فرمایا کہ کہہ اشہد ان لا الہ الا اللہ

اوسنے کہا یہ تو نہین مگر مین آپ سے قتال کرونگا نہ آپ کا ساتھ دونگا نہ اون لوگونکے
ساتھ ہونگا جو آپ سے لڑتے ہین آپ نے اوسکو رہا فرما دیا وہ اسپے
ساتھیون مین آیا اور کہا کہ مین تمہارے پاس بہترین مردم کے پاس سے آتا ہون
اور حضرت انس رض روایت کرتے ہین کہ ایک یہودیہ عورت آپکی خدمت مین ایک
بکری زہریلی ہوئی لائی تاکہ آپ اوسمین سے تناول فرمائین اوس عورت کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لائے آپنے اوس سے زہر کا حال پوچھا اوسنے
عرض کیا کہ مجکو منظور تھا کہ آپ کو مار ڈالون آپنے فرمایا کہ خدا تعالی کو منظور نہین
کہ تجکو اس امر پر قادر کرے لوگون نے عرض کیا کہ اسکو ارشاد ہو تو قتل کر دین آپنے
فرمایا کہ نہین - اور ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا حضرت
جبریل علیہ السلام نے آپکو اس حال کی اطلاع دی یہان تک کہ آپنے اوس جادو کو
نکلوا کر گرہ کھولی تو اوس سے افاقہ ہوگیا اور اوس یہودی سے کبھی اسکا تذکرہ فرمایا
اور نہ اوسپر یہ حال ظاہر کیا - اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجکو اور زبیر اور مقداد کو فرمایا کہ روضۂ خاخ کو جاؤ اور اوسمین ایک عورت
مسافر ہے اوسکے پاس ایک خط ہے اوس سے وہ خط لے آؤ ہم بموجب ارشاد کے
روضۂ خاخ مین (کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو جاتے ہوئے راہ مین پڑتا ہے) گئے
اور اوس عورت سے کہا کہ تیرے پاس خط ہے وہ حوالہ کر اوسنے کہا کہ میرے پاس
کوئی خط نہین ہمنے کہا کہ یا خط نکال ورنہ اپنے کپڑے نکال ڈال آخر اوسنے خط اپنی چوٹی
مین سے نکالا وہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے دیکھا تو حاطب
بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام تھا اور اوسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا حال لکھا تھا (کہ آپ مدینہ منورہ سے باہر ہوچکے ہین خواہ تمپر آپڑینگے یا کسی اور پر)
آپنے حاطب سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت کی اوسنے عرض کیا کہ آپ جلدی نہ فرمائین
اصل یہ ہے کہ مین اپنی قوم مین ملگیا ہون (یعنے قریش مین مقیم ہون نسب مین
شریک نہین) اور آپکے ساتھ اور مہاجرون کے رشتہ دار مکہ مین بہت ہین وہ اونکے
گھر والون کو بچا لینگے تو مین نے یہ چاہا کہ مجکو اگر قرابت نسبی حاصل نہین تو قریش پر
احسان کردون جس سے میرے قریبون کو بچائین اور یہ امر مین نے کفر کی راہ سے

نہین کیا اور نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہو کر اور نہ اپنے دین سے مرتد ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے تم سے سچ کہا حضرت عمر فاروق رضنے عرض کیا کہ مجکو اجازت فرمایئے کہ اس منافق کی گردن اُڑا دون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص بدر کی لڑائی مین شریک تھا اور تمکو کیا معلوم ہے شاید اللہ تعالی نے بدر والون کے حال پر مطلع ہو کر یہی فرما دیا ہو کہ جو چاہو وہ عمل کرو کہ مین نے تمہاری مغفرت کی- اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا ایک شخص نے انصار مین سے کہا کہ یہ وہ قسمت ہے جس سے رضاء الہی ارادہ نہین کی گئی یہ بات کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ذکر کی آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ رحم کرے اللہ میرے بھائی موسی علیہ السلام پر کہ اونکو اس سے بھی زیادہ ایذا دی گئی مگر اونھون نے صبر فرمایا- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے کہ تم مین سے کوئی میرے اصحاب رض کی طرف سے کوئی بات مجھسے نکہا کرے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ تمھارے پاس سینہ صاف ہو کر آؤن-

آٹھوان بیان اس ذکر مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باتین بُری معلوم ہوتی تھین اونکو دیکھکر چشم پوشی فرماتے تھے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد پتلی اور آپ کا ظاہر و باطن صاف تھا آپ کی خفگی اور رضامندی آپ کے چہرہ سے معلوم ہو جاتی تھی- اور جب آپکو غصہ بہت ہوتا تو آپ اپنی ریش مبارک کو بہت ہاتھ لگاتے- کسی کے سامنے وہ بات نہ فرماتے جو اوسکو بُری معلوم ہو ایک شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور زرد خوشبو لگائے تھا آپکو بُری معلوم ہوئی مگر اوس سے کچھ نہین فرمایا جب وہ چلا گیا تو لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس سے کہدو کہ اسکا استعمال نکرے تو اچھا ہو- اور ایک اعرابی نے مسجد مین پیشاب کرنا شروع کیا صحابہ رض اوسپر چڑھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوسکا پیشاب مت روکو پھر اوس سے ارشاد فرمایا کہ یہ مسجدین اس قابل نہین کہ کوئی کوڑا یا پیشاب یا پاخانہ ان مین ہو- اور ایک روایت مین ہے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ لوگون کو پاس بلاؤ ڈپٹ کا نہین- اور ایک اعرابی آپ کی خدمت مین ایک روز کچھ سوال کرنے آیا آپنے اوسکو کچھ دیا پھر فرمایا کہ مین نے تجپر احسان کیا اوسنے عرض کیا کہ نہ آپنے احسان کیا نہ نیکی کی راوی کہتا ہے کہ مسلمان اس بات سے غصہ ہوئے

اور اوسکی طرف چلے آپنے اونکو اشارہ فرمایا کہ باز رہو پھر آپ اوسکو اپنے مکان مین
تشریف لیگئے اور اوس اعرابی کو بلوا کر کچھ اور دیا پھر پوچھا کہ مین نے تجھپر احسان کیا
اوسنے عرض کیا ہان اللہ تعالی آپکے اہل وعشیرہ کو جزائے خیر دے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اوسکو فرمایا کہ تو جو لفظ اول کہہ چکا ہے میرے اصحاب کے دلمین کھٹکتا ہے
اگر تیرا دل چاہے تو جو میرے سامنے کہتا ہے وہی اونکے سامنے کہدینا تاکہ اونکے
دلون سے جو تجھپر غبار ہے وہ نکلجائے اعرابی نے عرض کیا کہ بہت بہتر دوسری روز
صبح کو یا شام کو وہ اعرابی آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اعرابی نے
کہا تھا جو کہا تھا کہ ہمنے اوسکو زیادہ دیا تو اوسنے کہا کہ مین راضی ہوگیا پھر اعرابی سے
پوچھا کیون بھلا یون ہی ہے اوسنے کہا ہان آپکے اہل وعشیرہ کو خدا تعالی جزائے خیر
دے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اس اعرابی کی مثل ایسی ہے
جیسے کسی شخص کی اونٹنی بدک گئی اور لوگ اوسکے پیچھے ہوئے تو اور زیادہ بھاگی پھر
اونٹنی کے مالک نے اونکو آواز دی کہ تم سب علحدہ ہوجاؤ مین جانون اور میری اونٹنی مین
اوسپر زیادہ شفیق اور اوسکے حال سے زیادہ واقف ہون پھر وہ سامنے کی طرف سے اوسکے گیا
اور زمین کا خشک چارہ لیکر اوسکو دکھلایا اور آہستہ آہستہ اوسکو پاس بلالیا
یہانتک کہ جب وہ آئی تو اوسکو بٹھلایا اور اوسپر کاٹھی باندہ کر سوار ہوگیا جب اس
شخص نے وہ لفظ کہا تھا اور مین تمکو منع نکرتا اور تم اسکو مارڈالتے تو وہ دوزخ مین جاتا

نوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جود وسخاوت کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ سخی اور جواد تھے اور ماہ رمضان المبارک مین آندہی
کی طرح ہوتے کہ کوئی چیز بدون دیئے نچھوڑتے۔ اور حضرت علی رض جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف کرتے تو فرماتے کہ کف مبارک سب سے جواد اور سینہ
سب سے زیادہ وسیع اور گفتگو سب سے زیادہ راست اور عہد کے زیادہ پورا کرنیوالے
نرم تر عادت مین بزرگ ترین خاندان مین تھے جو کوئی آپکو دفعۃً دیکھتا تو آپ سے
ڈرجاتا اور اگر شناسائی کے طور پر آپ سے اختلاط رکھتا تو عاشق ہوجاتا آپکا وصف کرنیوالا
کہتا کہ مین نے نہ ایسا آپکے پیشتر دیکھا نہ آپکے بعد آپ جیسا نظر آیا اور مسلمان ہوا
جو چیز کسی نے کبھی مانگی وہی اوسکو عطا فرمائی چنانچہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا

تو آپنے اتنی بہت بھیڑ بکریاں دین کہ دو پہاڑون کے درمیان مین بھر جائین وہ شخص اپنی قوم کو لوٹ گیا اور اونسے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوس شخص کی طرح عطا عنایت فرماتے ہین جو فاقہ سے نہ ڈرتا ہو۔ اور کبھی کسی چیز کا سوال آپ سے نہین ہوا کہ آپنے اوسکو نہین فرمایا ہو۔ اور آپ کی خدمت مین نوے ہزار درم آئے آپنے اونکو بورئیے پر رکھدیا پھر اونکو تقسیم کرنا شروع کیا اور کسی سائل کو نہ پھیرا یہانتک کہ اوس فراغت پائی۔ اور ایک شخص نے آپکی خدمت مین حاضر ہو کر سوال کیا آپنے فرمایا میرے پاس کچھ نہین مگر تجکو جو ضرورت ہو وہ کسی شخص سے میرے نام پر قرض لے جب ہمارے پاس کچھ آئیگا ہم اوسکو ادا فرما وینگے حضرت عمر فاروق رضنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز پر آپ کو قدرت نہین اوسکی تکلیف خدا تعالے نے آپکو نہین دی آپ کو یہ بات بری معلوم ہوئی اوس شخص نے عرض کیا کہ آپ خرچ کیے جائیے اور مالک عرش بریں سے خوف مفلسی کا نفرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آپکے چہرہ مبارک پر سرور معلوم ہوا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین سے مراجعت فرمائی تو اعراب نے حاضر خدمت ہو کر مانگنا شروع کیا یہانتک کہ ایک ببول کے درخت کی طرف مجبوری جانا پڑا اوس درخت مین آپکی رداء مبارک رہگئی پس آپنے توقف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجکو میری چادر دو اگر میرے پاس ان درختون خاردار کی مقدار اونٹ ہون تو مین تم مین اونکو تقسیم کردون پھر تم مجکو بخیل اور جھوٹا اور نامرد نپاؤگے۔

دسوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ قوی اور بہادر تھے۔ حضرت علی مرتضی رض فرماتے ہین کہ جنگ بدر مین ہمنے اپنے آپ کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ پکڑتے تھے اور آپ ہم سب کی نسبت کر دشمن سے قریب تر تھے اور اوس روز سب لوگون سے زیادہ آپ سخت لڑنیوالے تھے۔ اور یہ بھی حضرت علی مرتضی کا قول ہے کہ جب ہنگامہ کارزار گرم ہوتا تھا اور دونون صفین بلجاتی تھین تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ مین ہو جاتے تھے پس آپکی نسبت کر دشمن سے زیادہ قریب کوئی نہوتا تھا۔ اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کم سخن اور قلیل الکلام تھے اور جب لوگونکو

قتال کا حکم فرماتے تو آپ بنفس نفیس مستعد ہوتے اور سب لوگون سے زیادہ لڑاکا ہوتے اور بہادر وہی ہوتا تھا جو لڑائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتا کیونکہ آپ دشمن کے قریب رہتے تھے۔ اور عمران بن حصین رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس ٹولی سے بھڑے ہین تو اول وار آپ ہی نے فرمایا ہے۔ اور آپ قتال مین نہایت قوی تھے۔ اور جب آپکو مشرکون نے گھیر لیا تو آپ اپنے خچر سے اوتر پڑے اور فرمانے لگے اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔ تو اوس روز کوئی ایسا نہین نظر آیا کہ آپ سے زیادہ قوی دل ہو۔

گیارہوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علو منصب مین سب لوگون سے زیادہ تواضع اور انکسار فرماتے۔ ابن عامر رضہ کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ اونٹنی پر سوار جمرہ پر کنکرین مارتے دیکھا ہے کہ کوئی کسی کو نہ مارتا تھا نہ دھکے دیتا تھا نہ ہٹو بچو کہتا تھا۔ اور آپ دراز گوش پر چادر کا زین ڈالکر سوار ہو لے اور جو اسکے دوسرے کو اپنا ردیف کر لیتے۔ اور آپ بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ساتھ جاتے اور غلام کی دعوت منظور فرماتے اور پاپوش مبارک کی مرمت کر لیتے اور کپڑے مین پیوند لگاتے اور اپنے مکان مین اپنے گھر والون کی حاجت مین اونکے شریک ہوکر کام کرتے۔ اور آپکے اصحاب آپ کا کام نکرتے اسلیے کہ اونکو معلوم تھا کہ اس بات کو آپ برا جانتے ہین۔ اور آپکا گذر جب لڑکون پر ہوتا تو اونکو سلام کرتے۔ اور ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لائے تو وہ آپکی ہیبت سے کانپ گیا آپنے فرمایا کہ خوف مت کر مین بادشاہ نہین ہون مین تو قریش مین کی ایک عورت کا فرزند ہون جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔ اور آپ اپنے اصحاب مین ایسے مل جل کر بیٹھتے کہ گویا اونھین مین سے ایک آپ بھی ہین اجنبی شخص آتا تو بدون پوچھے نہ معلوم کرتا کہ آپ کونسے ہین یہانتک کہ صحابہ نے التماس کیا کہ آپ ایسی جگہہ پر بیٹھا کرین کہ اجنبی آپکو پہچان لیا کرے چنانچہ آپ کیلیے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا کہ اوسپر آپ نشست فرماتے۔ اور حضرت عائشہ رضہ نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ خدا تعالےٰ مجھکو آپ پر قربان کرے آپ تکیہ لگا کر تناول فرمایا کیجیے کہ یہ آپکو آسان پڑیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اتنا

جھکایا کہ قریب تھا کہ پیشانی زمین سے لگجائے یہ فرمایا کہ مین ایسے کھاؤنگا جیسے بندہ کھاتا ہے
اور ایسے بیٹھونگا جیسے بندہ بیٹھتا ہے [ح1] - اور آپ کھانا خوان اور کشتی مین نکھاتے تھے
یہانتک کہ اللہ تعالی سے ملے [ح2] اور جو کوئی آپکے اصحاب مین سے یا دوسرے لوگون مین
سے آپکو پکارتا تو آپ جواب مین لبیک ارشاد فرماتے [ح3] اور جب آپ لوگون کے ساتھ
بیٹھتے تو اگر وہ آخرت کی باب مین گفتگو کرتے تو اونکے ساتھ وہی تقریر فرماتے اور اگر وہ
کھانے یا پینے کی بات کرتے تو ویساہی ذکر فرماتے اور اگر وہ دنیا کے باب مین کلام
کرتے تو آپ بھی وہی کرتے کہ آپکو اونکے ساتھ نرمی اور تواضع کرنی منظور تھی [ح4] - اور کبھی
اصحاب رض کچھ آپکے سامنے شعر پڑھتے اور کچھ باتین عہد جاہلیت کی ذکر کرتے اور ہنستے تو اونکے
ہنسنے کے وقت آپ بھی تبسم فرماتے اور بجز حرام کے اونکو اور چیز سے زجر نفرماتے [ح5] -

بارھوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کے ذکر مین - آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا قد مبارک نہ بہت سا طویل اور نہ کوتاہ بونا تھا بلکہ جب تنہا چلتے تو لوگ
میانہ قد کہتے اور باوجود اسکے اگر کوئی شخص طویل القامت آپکے ساتھ چلتا تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قد مبارک اوس سے نکلتا معلوم ہوتا اور کبھی دو لمبے قد والے
آپکے ادھر اودھر ہوتے تو طول قامت مین آپ اونپر غالب ہوتے اور جب وہ آپ سے
علیحدہ ہوتے تو اونکو لوگ طویل کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میانہ بتاتے اور
آپ فرمایا کرتے کہ بالکل خیر میانہ پن مین کر دی گئی ہے - اور آپ کا رنگ مبارک ازہر
یعنے گورا چٹا تھا نہ آپ گندم گون تھے اور نہ سخت سفید اور ازہر وہ سفید خالص ہے
جسمین آمیزش زردی اور سرخی اور دوسری کسی رنگ کی نہو اور آپکے [ح6] وصف مین آپکے
چچا ابو طالب نے اس مضمون کا شعر کہا ہے ؎

وہ نورانی بدن جسکے سبب مانگے ہے باران — یتیمون اور بیوون کا وہ ملجا اور ماوی ہے

اور بعضون نے آپکا وصف یہ بیان کیا ہے کہ آپ سرخی مائل تھے تو اسکی تطبیق مین
یہ کہا ہے کہ جو اعضاء مبارک دھوپ اور ہوا مین کھلے رہتے تھے جیسے چہرہ اور گردن مین
وہ تو سرخی آمیز تھے اور جو اعضا کپڑے کے تلے رہتے تھے وہ ازہر بے سرخی کے تھے -
اور عرق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک پر موتی کی طرح مشک خالص سے
بھی زیادہ خوشبودار تھا اور آپکے موئے مبارک عمدہ مڑے ہوئے تھے نہ بالکل لٹکے ہوئے

نہبت گھونگریالے۔ جب آپ اونمین کنگھی کر چکتے تو جیسے ریت مین ہوا سے لہرین
پڑ جاتی ہین ویسی ہی اون مین معلوم ہوتین اور مروی ہے کہ آپکے بال شانون سے
لگتے ہوئے تھے اور اکثر روایت یہ ہے کہ کانون کی لو تک تھے اور کبھی آپ اونکو چار حصے
کر دیتے اور ہر گوش مبارک دو گیسوؤن کے بیچ مین نکلا رہتا اور کبھی آپ بالون کو کانون
کے اوپر کر دیتے تو آپ کی گردن کا کنارہ چمکتا اور جھلکتا معلوم ہوتا اور آپکے سر مبارک
اور ڈاڑھی شریف میں سترہ بال سفید تھے اس سے زیادہ نہین ہوئے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سب سے زیادہ خوبصورت اور روشن تر تھا جسنے آپکے
چہرہ کا وصف بیان کیا اوسنے اوسکو چودھوین رات کو چاند سے ہی تشبیہ دی اور
چونکہ آپ کی جلد صاف تھی تو آپکی رضا اور خفگی چہرہ سے معلوم ہو جاتی تھی اور لوگ یون
کہا کرتے تھے کہ آپ ایسے ہی ہین جیسے آپکے یار غار حضرت صدیق اکبر رضنے آپ کی
مدح کی ہے اور اس مضمون کا شعر کہا ہے

امین مصطفی داعی بخیر است ۔۔۔ چو نور بدر کز ظلمت بر آید

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی وسیع اور بھوین باریک پوری اور دونون
بھوؤن کے درمیان نور تابان گویا خالص چاندی ہے اونکے درمیان اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی دونون آنکھین کشادہ اور حسین اور اونکی سیاہی خوب گہری تھی اور
آپکی آنکھون مین گونہ سرخی کا اختلاط تھا مژہ طویل اور اس کثرت سے تھین کہ قریب ملنے کے
ہو گئی تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک پتلی اور لنبی برابر تھی اور آپکے
دندان مبارک کچھ چھدرے تھے جب آپ خندہ شیرین فرماتے تو اونکی چمک بجلی کی تڑپ
معلوم پڑتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک سب اللہ کے بندون سے حسین
اور لطیف تر تھے اور آپکے رخسار مبارک غیر مرتفع اور سخت تھے آپ کا چہرہ مبارک نہ لمبا تھا
نہ نہایت مدور بلکہ کسیقدر گولائی تھی ریش مبارک گھنی تھی اور اوسکو آپ نکترواتے
چھٹی رکھتے اور مونچھین کترواتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن سب لوگون
سے زیادہ خوبصورت تھی نہ لمبی نہ چھوٹی جسقدر پر دھوپ اور ہوا لگتی تھی وہ گویا
چاندی کی صراحی جسمین سونا ملا ہو معلوم پڑتی اور اوسکی چمک مین چاندی کی جھلک
اور کندن کی رنگت نظر آتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ بے کینہ چوڑا تھا

کسی جگہ کا گوشت دوسری جگہ سے ابھرا ہوا نتھا برابر آئینہ کی طرح اور سفید چاندی کی طرح تھا سر سینہ سے ناف مبارک تک ایک بالون کا خط باریک دہار کی طرح کا تھا اور اوسکے سوا پیٹ اور سینہ پر اور بال نتھا آپکے شکم مبارک مین تین شکن تھے ایک تہمد کے تلے چھپ جاتا اور دو کھلے رہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونون شانے بڑے تھے اور اونپر بال کثرت سے تھے اور آپکے شانون اور کہنیون اور تہیگاہ کے جوڑ پر گوشت تھی اور پشت مبارک وسیع اور دونو شانون کے درمیان شانہ راست کی متصل مہر نبوت تھی جسمین ایک سیاہ داغ مائل بہ زردی تھا اور اوسکے گرد کچھ بال بہیم گھوڑے کی یال کی طرح کے تھے اور آپکے دونو بازو اور ہاتھ پُر گوشت تھے اور دونون بند دست لمبے اور کف دست وسیع اور ہاتھ پانو کشیدہ اور آپکی اونگلیان گویا چاندی کی شاخین تھین ہتھیلی آپ کی خز سے بھی زیادہ نرم گویا کہ خوشبو مین عطر فروش کی ہتھیلی تھی خواہ آپ اوسپر خوشبو لگائین یا نہ لگائین مصافحہ کرنیوالا جو آپ سے مصافحہ کرتا تو دن بھر اوسکی خوشبو سے معطر رہتا اگر کسی لڑکے کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرتے تو ہاتہ کی خوشبو کے باعث جو اوسکے سر مین ہوتی وہ دوسرے لڑکون سے پہچانا پڑتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تہمد کے نیچے کا بدن یعنے رانین اور پنڈلیان پر گوشت تھین اور آپ کا بدن فربہی مین معتدل تھا آخر عمر مین کچھ فربہ ہوگئے تھے مگر گوشت ایسا چست تھا کہ گویا اول ہی خلقت پر تھے فربہی سے آپکو کچھ ضرر نہین ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار ایسی تھی کہ گویا پانو کو جماکر اوٹھاتے ہین اور اونچان سے نیچے کو تشریف لاتے ہین قدم آگے کو جھکا کر رکھتے اور پانو پاس پاس رکھکر چلتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ مین اورون کی نسبت آدم علیہ السلام سے زیادہ مشابہ ہون اور میرے باپ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم خلقت اور اخلاق مین مجھ سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور فرماتے کہ میرے پروردگار کے یہان میرے دلس نام ہین مین محمد ہون مین احمد ہون مین ماحی ہون کہ میری سبب سے اللہ تعالی کفر کو محو فرمائیگا مین عاقب ہون یعنے پیچھے آنیوالا کہ میرے بعد اور کوئی نبی نہین اور مین حاشر ہون کہ اللہ تعالی بندون کو میرے آنے کے بعد حشر فرمائیگا اور مین رسول رحمت اور رسول توبہ اور رسول ملاحم اور مقفی ہون کہ سب لوگون کے بعد آیا یعنے انبیا علیہم السلام کے خاتمہ پر آیا ہون اور

من قتم ہون۔ ابو البختری نے کہا کہ قتم کے معنے کامل اور جامع جمیع اوصاف کے ہین۔

تیرھوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور اون نشانیون کے ذکر مین جنسے آپ کا صدق معلوم ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا مشاہدہ کرے اور آپکے اخلاق اور افعال اور احوال اور عادات اور خصال اور اقسام خلق کی سیاست اور اوسکے انتظام کی کیفیت اور تمام مخلوق کو پرچانے اور اپنی طاعت پر کھینچ لانے کی اخبار سنے اور نیز جو عجائب جوابات آپنے دقیق مسائلون مین ارشاد فرمائے اور خلق کی بہتری مین تدبیرات عجیب نکالین اور ظاہر شرع کی تفصیل مین جو اشارات فرمائے جنکی ادنی باریکیون کے دریافت مین فقہا اور علما عمر بھر حیران اور عاجز رہتے ہین اون سب پر غور کرے تو اوسکو اس بات مین کچھ شک اور شبہہ باقی نرہیگا کہ یہ امور ایسے نہین کہ قوت بشری کی تدبیر سے حاصل ہون بلکہ بدون تائید غیبی اور قوت الہی کے ممکن نہین اور کسی جھوٹے یا فریبی سے ایسی باتین ہونی محال ہین آپکے علامات ظاہری اور احوال ہی آپ کی صدق کی قطعی دلیلین ہین یہان تک کہ خالص عرب آپ کو دیکھکر کہتا کہ یہ صورت جھوٹون کی نہین یعنے مجرد علامات ظاہری کے نظر کرنیکے آپکے صدق کی شہادت دیتا تھا تو جس شخص نے آپکی عادات کا مشاہدہ کیا ہوا اور سب حالات نشست و برخاست مین برتے ہون وہ کیسے شہادت نہ دیگا۔ اور ہمنے کسیقدر آپکے اخلاق اسلیے بیان کیے تا کہ محاسن اخلاق معلوم ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ کا صدق اور علو منصب اور خدا تعالے کے نزدیک بڑا درجہ ہونا مفہوم ہو کہ خداوند کریم نے آپ کو یہ سب باتین عنایت کین حالانکہ آپ امی محض تھے نہ علم کی مزاولت کی نہ کتابون کا مطالعہ کیا نہ علم کی طلب مین کبھی سفر کیا ہمیشہ جہال عرب مین رہے اور با اینہمہ یتیم اور بیکس اور لوگون کی نظرون مین بے بس تھے تو ایسی بے سروسامانی مین آپ کو محاسن اخلاق اور آداب اور مصالح فقہیہ کی شناخت کہان سے حاصل ہوئی دوسرے علوم اور معرفت الہی اور فرشتون اور کتابون آسمانی کے جاننے کو جانے دو اگر صریح وحی نہوتی تو یہ سب چیزین کیسے آتیں اور قوت بشری ان امور کو خود بخود کیسے جان سکتی ہے پس اگر بجزان امور ظاہری کے اور باتین آپ مین ہوتین تو بھی کافی تھین مگر آپکے ہاتھون معجزے اور نشانیان بھی اتنی ظاہر ہوئی ہین

کہ اونکے بعد پھر کسی طرح کا شبہ عاقل کو نہین رہتا اور ہم آپکے معجزات مین سے وہ ذکر کرتے ہین جو احادیث مین شائع ہین اور صحاح مین ثابت اور اونکو بطور اجمال بدون سب قصہ کے نقل کیے لکھتے ہین منجملہ اونکے چاند کا پھٹ جانا ہے جب کہ آپ سے قریش نے معجزہ طلب کیا۔ اور حضرت جابر رض کے مکان پر روز خندق مین بہت سے لوگونکو سیر بھر جو مین کھانا کھلایا اور اسی طرح حضرت ابو طلحہ رض کے مکان پر تھوڑی سی غذا سے بہت کو شکم سیر کر دیا۔ اور ایکبار ایک صاع جو اور ایک بکری کے بچہ سے اسّی آدمیون کو کھانا کھلایا۔ اور ایکبار حضرت انس رض جو کی چند روٹیان اپنے ہاتھ مین لیگئے اونکو اسّی آدمیون سے زیادہ کو کھلایا۔ اور ایکبار تھوڑے سے خرمے بشیر کے بیٹے اپنے ہاتھون مین لائے اونسے آپنے سب لشکر والون کا پیٹ بھر دیا اور پھر بھی بچ رہے۔ اور ایک چھوٹا پیالہ تھا کہ جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پھیل نہ سکتا تھا اوسمین اپنا دست مبارک رکھا تو آپ کی اونگلیون مین سے پانی پھوٹ نکلا جس سے تمام لشکر نے وضو کیا اور پانی پیا اور سب پیاسے تھے۔ اور آپنے ایک بار وضو کا پانی تبوک کے چشمہ مین ڈالدیا اور اوسمین پانی نتھا تو اوسمین اتنا پانی چڑھ آیا کہ لشکر والون نے جو ہزارون تھے پانی پیا اور چھک گئے اور ایکبار حدیبیہ کے کنوئین مین بقیہ وضو ڈالا تو اوسمین باوجودیکہ پانی نتھا مگر ایسا پانی جوش کر آیا کہ پندرہ سو آدمیون نے پیا۔ اور حضرت عمر فاروق رض کو آپنے ارشاد فرمایا کہ تھوڑے سے خرمے جو سب ملکر سینہ شتر کے گھٹے کے برابر تھے چارسو سوارون کو زاد حوالہ کرو فاروق رض نے سبکو زاد بھی دیدیا اور اوسی قدر بچ رہے۔ اور آپنے ایک مٹھی مٹی کی لشکر کی طرف پھینکی اور سبکی آنکھون مین پڑی اور بیکار کر دیا چنانچہ اسکا ذکر قرآن مجید مین بھی ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔ اور اللہ تعالیٰ نے کہانت کو آپکے مبعوث ہونیسے باطل کر دیا کہ بالکل نیست ہوگئی حالانکہ پیشتر علانیہ موجود تھی۔ اور جب آپکے لیے ممبر طیار ہوا تو جس ستون کے سہارے آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے اوسنے نالہ کیا یہانتک کہ اوسکی آواز مثل آواز شتر کے سب اصحاب رض نے سنی آپنے اوسکو اپنے سینہ سے لگایا وہ خاموش ہوگیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو ارشاد فرمایا کہ موت کی تمنا کرو اور اونکو آگاہ کر دیا کہ تمنا نکرسکین گے تو ایسا ہی ہوا کہ بول نہ سکے اور اظہار تمنا سے عاجز ہوگئے اور یہ قصہ سورہ جمعہ مین مذکور ہے جو جامع مسجدون مین

مشرق سے مغرب تک جمعہ کے روز پکار کر اوسی آیت کی عظمت کے لیے پڑھی جاتی ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی باتون کی خبر دی مثلاً حضرت عثمان غنی رضؓ کو
خبر دی کہ تمکو بلوہ پہونچیگا جسکے بعد جنت ہے۔ اور حضرت عمار کو فرمایا کہ اونکو باغی گروہ
قتل کریگا۔ اور حضرت امام حسن رضؓ کے باب مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انکے سبب سے
مسلمانون کی دو بھاری جماعتون مین صلح کریگا۔ اور ایک شخص کو جسنے اللہ تعالیٰ کی
راہ مین جہاد کیا تھا آپنے فرمایا کہ یہ دوزخی ہوگا تو ایسا ہی ہوا یعنے اوس شخص نے خود
اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ اور یہ سب باتین ایسی ہین کہ جن وجہون سے معرفت پیشتر
ہو جاتی ہے اون سے کسی طرح نہین معلوم ہو سکتین نہ نجوم سے نہ کہانت سے نہ رمل سے
نہ فال سے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے آگاہ کرنے اور وحی سے آپکو معلوم ہوئی تھین۔
اور سفر ہجرت مین سراقہ بن جعشم نے آپکا تعاقب کیا تو اوسکے گھوڑے کے پانو زمین مین
اوتر گئے اور ایک دہوان اوسکے پیچھے آیا یہانتک کہ اوسنے آپ سے فریاد کی آپنے
اوسکے لیے دعا فرمائی تو گھوڑا چھوٹ گیا اور آپنے اوسکو خبر دی کہ تیرے ہاتھون مین
کسریٰ بادشاہ کے کنگن پہنائے جائینگے اور ایسا ہی ہوا۔ اور آپنے اسود عنسی کے قتل
کی خبر جسنے نبوت کا دعویٰ جھوٹا کیا تھا اوسی شب بیان کی جس رات وہ مارا گیا
حالانکہ وہ صنعاء یمن مین قتل ہوا تھا اور قاتل کا نام بھی ارشاد فرمادیا۔ اور قریش کے
سو آدمی جو آپ کی گھات مین بیٹھے تھے آپ اونکے پاس تشریف لیگئے اور سبکے سر پر
خاک ڈال آئے مگر اونھون نے آپکو نہ دیکھا۔ اور اصحابؓ کے روبرو اونٹ نے آپ کی
خدمت مین شکایت کی اور آپکا منقاد ہو گیا۔ اور چند اصحاب رضؓ آپ کی خدمت مین
مجتمع تھے آپنے فرمایا کہ تم مین سے ایک شخص دوزخ مین جائیگا اوسکی ڈاڑھ کوہ احد کی
ہوگی تو ایسا ہی ہوا کہ اور لوگ اسلام پر مرے اور ایک مرتد ہو گیا اور اسی بے دینی
کی حالت مین مارا گیا۔ اور چند اور اصحاب سے فرمایا کہ تم مین سے جو سب کے بعد مریگا
آگ مین ہوگا اور ایسا ہی ہوا کہ جو سب سے پیچھے مرا وہ آگ مین گر کر جلگیا اور مر گیا
اور آپنے قضاء حاجت کے لیے دو درختون کو بلایا وہ دونون آپکے پاس حاضر ہوئے
اور ملگئے پھر آپنے حکم فرمایا تو وہ جدے ہو کر جہان کے تہان ہو گئے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے مگر جب لنبون کے ساتھ چلتے تو طول قامت مین اونکے

غالب رہتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاری کو مباہلہ کے واسطے بلایا وہ نہ آئے اور اونسے فرما دیا تھا کہ اگر مباہلہ کروگے تو سب ہلاک ہوجاؤگے اونھون نے جان لیا کہ آپ درست فرماتے ہین اسلیے نہ آئے۔ اور عامر بن طفیل اور اربد بن قیس جو عرب کے شہسوار اور شجاع تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے عزم سے آئے مگر اونسے بن نہ پڑا اور آپنے اونکے حق مین بددعا فرمائی تو عامر تو طاعون مین ہلاک ہوا اور اربد پر بجلی گری اوسنے اوسکو پھونکدیا۔ اور آپنے فرمایا تھا کہ ابی بن خلف کو مین قتل کرونگا پس جنگ احد مین آپ نے اوسکے ایک خفیف کوچا دیا کہ اوسیمین اوسکی موت ہوئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کھلایا گیا تو جس شخص نے آپکے ساتھ کھایا تھا وہ تو مرگیا اور آپ چار برس تک اوسکے بعد زندہ رہے اور بکری کے دست مین جو زہر ملا ہوا تھا اوسنے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھمین زہر ہے۔ اور جنگ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداران قریش کے پچھڑنے کی جگہہ بیان فرمائی اور ایک ایک کا نام لیکر فرمادیا کہ فلان یہان گریگا اور فلان یہان چنانچہ جسکے لیے جو جگہہ فرمائی تھی اوس سے اوسنے تجاوز نکیا۔ اور آپنے آگاہ کردیا تھا کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر مین جہاد کرینگے اور ویسا ہی ہوا۔ اور آپکے لیے زمین اکٹھا کردی گئی اور اوسکے مشارق اور مغارب دکھلائے گئے اور آپنے فرمادیا کہ میری امت کا ملک عنقریب وہان تک پہونچیگا جہان تک میرے لیے زمین اکٹھا کی گئی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ مسلمانون کی سلطنت ابتداء مشرق یعنی بلاد ترک سے آخر مغرب یعنی جزایر اندلس اور بلاد بربر تک پھیلی اور دکن اور شمال مین نہ پھیلی جیسا فرمایا تھا ہو بہو ویسا ہی ہوا۔ اور آپنے اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا علیہا السلام کو ارشاد فرمایا کہ میرے خاندان مین سے اول تم مجھسے ملوگی اور ایسا ہی ہوا۔ اور آپنے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ جو تم مین خیرات زیادہ کرتی ہوگی وہ مجھسے جلد ملیگی تو حضرت زینب بنت جحش جو دستکاری کرکے خیرات کیا کرتی تھین سب سے اول واصل بحق ہوئین۔ اور آپنے ایک ایسی بکری کے تھن کو ہاتھ لگادیا جسنے کبھی دودھ نہ دیا تھا پس وہ دودھ دینے لگی اور یہی امر حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کے مسلمان ہونے کا سبب ہوا۔ اور ایکبار ام معبد خزاعیہ کے خیمہ مین آپنے ایسا ہی کیا تھا۔

بنا لاؤ اور اونکے سامنے فرمایا لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا اور یہ آپنے اون لوگون کے عاجز کرنیکو ثابت فرمایا تھا چنانچہ اس سے عاجز ہوئے اور اپنی جانونکو قتل کرایا اور عورتون اور بچون کو قید مین ڈالا اگر یہ ہو سکتا کہ قرآن مجید کا معارضہ کرین یا اوسکی خوبی اور فصاحت مین اعتراض وطعن کرین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن مجید اطراف عالم مین شرقاً غرباً پھیلا اور قرن پہ قرن اور زمانہ پر زمانہ گذرتا چلا گیا یہانتک کہ آج قریب پانسو برس کے گذرے کہ کوئی اوسکے معارضہ پہ قادر نہوا اس صورت مین بڑا ہی غبی ہے وہ شخص کہ آپکے احوال اور اقوال اور افعال اور اخلاق اور معجزات کو دیکھے اور معلوم کرے کہ آپ کی شریعت ابتک قائم ودائم ہے اور اطراف عالم مین شائع وذائع اور باوجود آپ کی یتیمی اور ضعف کے تمام روے زمین کے بادشاہ آپکے عہد مبارک مین اور اوسکے بعد آپکے حلقہ بگوش ہوئے اور ان سب باتون کے معلوم کرنیکے بعد پھر کسی طرح کا شک آپکی صدق مین کرے اور بڑا توفیق یافتہ وہ شخص ہے جو آپ پر ایمان لاوے اور تصدیق آپ کی صدق دل سے کرے اور ہر فعل مین آپکے قدم بقدم چلے ہم اللہ تعالی سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہمکو توفیق آپکے اقتدا کے اخلاق اور افعال اور احوال اور اقوال مین اپنی عنایت وکرم سے مرحمت کرے کہ وہی سننے والا اور دعا کا قبول کرنیوالا ہے وسوان باب خدا تعالی کے فضل سے تمام ہوا اسکے بعد جلد ثالث کا اول باب شرح عجائب قلب کا مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالی والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلے اللہ علی کل عبد مصطفے

قطعہ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم

ہوئی ختم جب یہ کتاب نفیس	تو احسن سے ہاتف نے تاریخ کہہ
جو ہر اک کو مرغوب ومطلوب ہو	یہ ترجمہ خوب ہے
	۱۲۸۶ھ